انطاق المفہوم

اردو ترجمہ

احیاء العلوم

جلد دوم



مصنف
ابو حامد حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

انطاق المفہوم

اردو ترجمہ

احیاء العلوم

اعجلد ۶

مصنف

ابو حامد حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابو صالح حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

تصیح

صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

ناشر

شبیر برادرز ۴۰۔بی اردو بازار لاہور

فون : 7246006

نام کتاب ——— احیاء العلوم (جلد دوم)

مصنف ——— حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ——— مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ

تصحیح کنندہ ——— صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

بار اوّل ——— اکتوبر سنہ ۱۹۹۷ء

پرنٹر ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز-لاہور

ناشر ——— شبیر برادرز لاہور

ہدیہ ——— /- روپے

——— ملنے کا پتہ ———

شبیر برادرز- ۴۰- بی اردو بازار- لاہور فون ۷۲۴۶۰۰۶

احیاء العلوم (جلد دوم) کی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

از امام غزالی قدس سرہ

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے کائنات کا بہتر انتظام فرمایا۔ اس نے آسمان و زمین بنائے اور ابر بہاری سے آب شیریں برسایا پھر اس سے غلہ اور سبزہ اگایا اور ارزاق و غذیہ کو اندازہ کے مطابق ماکولات سے حیوانات کی حفاظت فرمائی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور اعمال صالحہ پر اعانت فرمائی۔

اور بے شمار درودو سلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روشن معجزات والے پر اور آپ کی آل و اولاد پر اور آپ کے اصحاب پر اس طرح کہ جوں جوں اوقات گزرتے جائیں اور ساعات ایک دوسری کے پیچھے آتی جائیں اسی قدر ان پر بے شمار درودو سلام ان تمام کو شامل ہوں۔

امابعد: عقلمندوں کا اصلی مقصد یہ ہے کہ بہشت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں اور دیدار الٰہی تک رسائی کی سبیل علم و عمل کے بغیر نہیں ہو سکتی اور ان دونوں پر مداومت سلامتی بدن کے بغیر ناممکن ہے اور بدن کی سلامتی احسن طریق سے تب ہو سکتی ہے جب غذاؤ طعام بھوک کے وقت ضرورت کے مطابق کھایا جائے۔ سابق دور کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے "الطعام من الدین کھانا بھی دین سے ہے اور خود حق تعالیٰ عزوجل نے بھی فرمایا ہے۔

"کلوا من الطیبات و اعملوا صالحًا پاکیزہ غذا کھاؤ اور نیک عمل کرو تو جو شخص کھانا اس لئے کھائے کہ اس کی وجہ سے علم و عمل پر مدد اور تقویٰ پر قدرت حاصل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خود کو بیکار اور فضول نہ چھوڑے اور نہ نفس کو جانوروں کی طرح چراگاہ میں آزاد رکھے۔ اس لئے کہ جو غذا دین کا ذریعہ ہے چاہئے کہ اس میں دین کے انوار کا اظہار ہو اور دین کے انوار اس کے آداب و سنن ہیں جن کی مہار سے بند باندھا جاتا ہے اور متقی کو ان کو لگام دی جاتی ہے تاکہ بھوک کے وقت شریعت کی میزان سے تول کر کھانے پر اقدام کیا جائے یا اس سے پرہیز کی جائے تاکہ اس وجہ سے نفس کو گناہوں سے بچایا جا سکے اور ثواب بھی حاصل ہو۔ حدیث شریف میں ہے حضور سرور عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو ہر شے میں اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے یہاں تک طعام کے ایک لقمہ میں بھی جسے وہ اپنے منہ میں لیتا ہے یا اپنی زوجہ کو کھلاتا ہے۔

مسئلہ: اس لقمہ میں تب ثواب ہے جب اسے دین کی خاطر اٹھایا جائے اور اس کے آداب و وظائف کی اعانت بھی ملحوظ ہو۔ اس وجہ سے ہم کھانے کے فرائض و سنن و مستحبات اور آداب و ہیات بتائے دیتے ہیں۔ فقط و سلام

1۔ اس مسئلہ کو اس حکایت سے آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک بزرگ دریا کے پار رہتے تھے ان کے ایک دوست جو وہ بھی ولی اللہ تھے حلوہ کا تھال بہترین مرغن و پرتکلف پکا کر ایک مرید سے فرمایا کہ ان کی خدمت میں پیش کرے۔ مرید نے دریا کا عذر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ دریا سے کہنا کہ یہ حلوہ اس شخص نے بھیجا ہے جس کی تاحال شادی و بیاہ نہیں ہوا مرید حیران ہوگیا کہ پیر صاحب کے بیوی بچے ہیں لیکن عقیدت کو مضبوط کرکے دریا پر پہنچ کر پیغام پہنچایا تو دریا نے راستہ دیدیا جب اس ولی اللہ کو حلوہ پیش کیا تو انہوں نے چند لمحات سارا تھال تناول فرمالیا۔ مرید نے عرض کی ادھر سے تو میرے پیر نے دریا پار کرایا یہاں سے آپ کو عرض ہے انہوں نے فرمایا کہ دریا کو کہنا وہ شخص سلام کہتا تھا جس نے تاحال کچھ نہیں کھایا۔ مرید حیران تھا کہ ابھی حلوہ کا تھال کھایا ہے یہاں بھی عقیدت کو مضبوط کرلیا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہمارا شادی بیاہ بھی اللہ کی رضا کیلئے اور ان کا کھانا بھی۔

احیاء العلوم کی اصل عبارت:۔ امام غزالی قدس سرہ اس وہم کا جواب دیتے ہیں کہ یہ چند امور جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد ایجاد ہوئے تو بدعت ٹھہرے اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کی زد میں آئیں گے۔ فرمایا کہ فلیس کل ما ابدع منہیا بل المنہی عنہ بدعۃ تضاد سنۃ ثابتۃ و ترفع امرامن الشراع بقاء مع بقاء عتہ۔ اس کا ترجمہ فقیر نے عرض کردیا ہے۔

اس کی شرح میں محمد بن محمد الحسینی الزبید الیمنی اتحاف السادے المتقین ص 4'2 میں لکھتے ہیں۔

واماما شہد لجنہ اصل فی الشرع ان اقتضہ مصلحتہ تندفع بہ مفسدۃ فانہ سیمی بدعتہ الارنہ مباحتہ

بلکہ امام غزالی قدس سرہ اوپر والی عبارت کہہ کر فرماتے ہیں کبھی بعض بدعات واجب ہوتی ہیں چنانچہ فرمایا بل الابداع قد یجب فی بعض الاحوال لاقتضاء مصلحتہ اذا تغیرت الاسباب و العدل (احیاء العلوم عربی مع شرح اتحاف السادے المتقین ص 4'2 اس عبارت سے ثابت ہوا کہ دور حاضرہ میں دیوبندی بریلوی اختلاف میں حق پر بریلوی اہلسنت ہیں۔ اس لئے صدیوں پہلے امام غزالی قدس سرہ نے وہی فرمایا ہے جو آج بریلوی اہلسنت کہتے ہیں اور دیوبندی وہابی وہی کہتے ہیں جو دور سابق خوارج و معتزلہ کہتے تھے۔ اس کی مزید بحث فقیر کے رسائل' تحقیق الدعۃ اور بدعت ہی بدعت اور العصمۃ عن البدعۃ پڑھئے۔ (حاشیہ ختم)

باب اول

کھانے کے آداب

کھانے کی چار صورتیں ہیں : 1- تنہا کھانا۔ 2- مجمع کے ساتھ کھانا۔ 3- ملاقاتیوں کے سامنے کھانا۔ 4- دعوت اور مہمانی وغیرہ کا کھانا اسی لئے یہ چار فصلوں میں لکھا جاتا ہے۔

1- ان آداب کے بیان میں جو تنہا کھانے والے کو ضروری ہیں ایسے آداب تین طرح ہیں۔
1- کھانے سے پہلے 2- کھانے کے درمیان 3- کھانے کے بعد۔ ان تینوں کو ہم تین بیان میں لکھتے ہیں۔

بیان : (1)- ان آداب کا ذکر جو کھانے سے پہلے ہونے چاہئیں وہ سات ہیں۔ (1) کھانا حلال کمائی سے ہو اور پاک اور طیب اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہ ہوا ہو جو شریعت میں بری ہو اور نہ خواہش نفسانی اور دین کی مداہنت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جس طرح ہم باب حلال حرام میں طیب مطلق کا ذکر کریں گے اسی طرح کا کھانا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس طیب غذا کا حکم فرمایا ہے جو حلال مال سے ہو اور باطل طور حاصل کردہ کھانے کو قتل کی ممانعت سے پہلے منع فرمایا تاکہ حرام مال کو برا اور حلال کو اچھا بہت بڑا سمجھا جائے۔ چنانچہ فرمایا "یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآ ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم" (سورۃ نساء آیت 29) ترجمہ کنزالایمان : اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔) خلاصہ یہ کہ کھانے میں اصل یہی ہے کہ طیب ہو اور یہ امردین کے فرائض و اصول میں سے ہے۔

بیان : (2)- ہاتھوں کا دھونا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الوضو قبل الطعام ینفی الفقر و بعدہ ینفی اللھم۔ ترجمہ : کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مفلسی کو دور کرتا ہے اور بعد کھانے کے رنج دور کرتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہاتھوں کا دھونا کھانے سے پہلے اور بعد کو مفلسی کو دور کرتا ہے۔

(فائدہ) : اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کاروبار کرنے سے ہاتھوں پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہے اسی لئے ان کا دھو لینا لطافت کے لائق ہے ایک اور وجہ یہ ہے کہ کھانا دین پر مدد کے ارادہ سے عبادت ہے تو مناسب ہے کہ اس کے پہلے

بھی کوئی بات ایسی ہو جیسے نماز سے پہلے طہارت ہے۔ 3۔ کھانے کو اس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کہ یہ بہ نسبت دسترخوان کو اونچا کرنے کے ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہے کیونکہ آپ کا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اس کو زمین پر رکھتے۔ غرضیکہ یہ صورت عاجزی کے قریب تر ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو دسترخوان پر رکھے جسے سنرہ کہتے ہیں اس سے یہ غرض ہے کہ اس سے سفر یاد آتا ہے اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقویٰ کی یاد ہوتی ہے۔

(حدیث): حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان اور کشتی میں نہیں کھایا کسی نے پوچھا تو پھر کس چیز پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ فرمایا دسترخوان پر بعض کا قول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار بدعات نئی پیدا ہوئی ہیں۔ 1۔ اونچے دسترخوان 2۔ چھلنیاں 3۔ صابون 4۔ پیٹ بھر کر کھانا۔

(فائدہ): واضح رہے کہ کھانا کھانا دسترخوان پر بہتر ہے مگر ہم یہ نہیں کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس میں ممانعت ثابت نہیں۔

سوال:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بدعت ایجاد ہوئی۔ فلہذا ناجائز ہو۔

جواب:۔ ہر ایک نو ایجاد بدعت ممنوع نہیں بلکہ وہ بدعت ممنوع ہے جس کے مقابل کوئی سنت ضائع ہو یا کسی شریعت کے امر کو مٹا دے بلکہ بسااوقات جب اسباب بدل جائیں تو بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہے اور اونچے دستر خوان میں صرف اتنا ہی تو ہے کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہے تاکہ کھانے میں آسانی ہو اور ایسے امور میں کراہت نہیں چنانچہ وہ چار چیزیں جو نو ایجاد (بدعت) ہیں۔ وہ سب یکساں نہیں ان میں صابون بہتر عمل ہے اس میں لطافت پائی جاتی ہے کہ ہاتھوں کا دھونا صفائی کیلئے ہے اور صابون سے صفائی اچھی طرح ہوتی ہے اور سابق زمانے کے لوگ جو اسے استعمال نہیں کرتے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کو اس کی عادت نہ تھی یا ملتا نہ ہوگا یا صفائی میں مبالغہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے وہ تو بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھو سکتے تھے اور بجائے رومال کے پاؤں کے تلوؤں سے ہاتھ صاف کر لیتے تھے اور یہ ہاتھ دھونے کو مانع نہیں اور آٹا چھاننے سے غرض غذا کو صاف کرنا ہے اور یہ بھی مباح ہے بشرطیکہ زیادہ آسائش طلب تک نوبت نہ پہنچے اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کیلئے ہے تو کوئی حرج نہیں ایسے ہی تکبر اور غرور سے نہ ہو تو بھی مباح ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا ان چاروں بدعات میں بدتر بدعت ہے اس لئے کہ اس سے بڑی بڑی شہوات پیدا ہوتی ہیں اور بدن میں رگوں کو جنبش

1۔ جو لوگ عوام کو بدعات سے ڈرا کر گمراہ کرتے ہیں انہیں چاہئے وہ ان بدعات سے پرہیز کریں اور ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ بدعات نہیں اس سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ وہ بدعت حرام اور بری ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ بدعت ہی بدعت۔ اویسی غفرلہ

ہوتی ہے۔ ان چاروں میں فرق معلوم کرلینا ضروری ہے۔ (4) ابتداء میں دسترخوان پر جس طرح بیٹھے آخر تک اسی بیٹھک پر بیٹھا رہے۔

(حدیث شریف): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دو زانو ہوکر اپنے دونوں پاؤں کی پیٹھ پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی داہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائیں پاؤں پر بیٹھتے۔ اور فرماتے کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ میں تو ایک بندہ ہوں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے (فائدہ) تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہے۔

(مسئلہ): کھانا لیٹ کر یا تکیہ لگا کر کھانا مکروہ ہے مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور پر کھاتے ہیں ان کو اس طرح کھانا مکروہ نہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھ کر کھایا اور بعض نے کہا کہ آپ نے پیٹ کے بل لیٹ کر بھی کھایا ہے اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہیں۔ 5۔ کھانے میں یہ نیت کرلے کہ اس سے طاعت الٰہی میں قدرت حاصل ہو گی تاکہ اس کے کھانے میں بھی عبادت لکھی جائے اور کھانے میں لذت اور آرام طلبی کی نیت نہ ہو۔

(حکایت): حضرت ابراہیم بن شیبان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے 80 برس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے سبب سے نہیں کھائی' اور اس نیت سے ہی کم غذا کھانے کا پختہ ارادہ کرے۔ 6۔ جب غذا کھانے میں عبادت پر قوت پانے کی نیت ہوگی تو نیت اسی وقت سچی ہوگی کہ پیٹ بھر کر نہ کھائے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہے اس سے تو عبادت پر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے لازم ہے کہ شہوت توڑے اور بہت کی نسبت تھوڑے پر قناعت کرے۔ (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ماملاء آدمی وعاءً شرا من بطنه حسب ابن آدم لقيمات يقمن صلبه فان لم يفعل فثلث للطعام و ثلث للشراب و ثلث للنفس"۔ ترجمہ: نہیں بھرا آدمی نے کوئی برتن زیادہ برا اپنے پیٹ سے۔ آدم کے بیٹے کو چند لقمے کافی ہیں کہ اس کی پیٹھ سیدھی کریں اگر یوں نہ کرے تو تہائی کھانا کھانے کیلئے اور تہائی پانی کیلئے اور تہائی شکم سانس کیلئے رہنے دے) اور نیت میں ضروری ہے کہ کھانے کیلئے اس وقت ہاتھ بڑھائے جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا کھانے سے پہلے ہونا لازمی ہے پھر ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لے جو شخص ایسا کرے گا وہ طبیب کا محتاج نہ ہوگا اور کم کھانے کے فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام میں آئے گی (ان شاء اللہ عزوجل)۔ 7۔ جو رزق موجود ہو اس پر راضی ہو اور لذت زیادہ طلبی اور سالن کا انتظار نہ کرے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہے کہ اس کے ہوتے سالن کا انتظار نہ ہو اس لئے کہ روٹی کی تعظیم کا حکم حدیث میں آچکا ہے غرضیکہ جو کھانا ایسا ہو کہ اس سے جان بچی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اس میں بڑی برکت ہے۔ اسے حقیر نہیں سمجھنا چاہئے (مسئلہ) بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جائے اگرچہ نماز کا وقت ہو جائے بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے۔ اذا حضرالعشاء والعشاء فابدؤوا بالعشاء۔ ترجمہ (جب شام کا کھانا اور نماز عشاء دونوں آجائیں تو ابتداء کھانے سے کرو)۔

(حدیث): حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعض اوقات امام کی قرات سننے کے باوجود رات کے کھانے سے نہیں اٹھتے تھے۔

(مسئلہ): جب نفس کو کھانے کی رغبت نہ ہو اور دیر سے کھانے میں کچھ نقصان بھی نہ ہو تو بہتر ہے کہ نماز کو پہلے ادا کیا جائے۔ (مسئلہ) کھانا اگر آگیا اور نماز کی تکبیر بھی ہو جائے اور دیر سے کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا اور نماز میں اس کا خیال رہے گا تو کھالینا مستحب ہے بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو۔ نفس کو رغبت نہ ہو پائے۔ کیونکہ حدیث عام ہے اس میں رغبت وغیرہ کی قید نہیں۔ اس لئے کہ کھانے کی طرف دھیان ہوتا ہے گو بھوک غالب نہ ہوا۔

8۔ اکٹھا کھانے میں کوشش کرے اگرچہ اپنی عورت اور بچے ہوں۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:" اجتمعو علی طعامکم یبارک لکم فیہ" ترجمہ (اپنے کھانے پر مجتمع ہو یعنی مل کر کھاؤ تمہارے لئے برکت دی جائے گی)۔

(حدیث): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔

(حدیث): ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہے جس پر بہت ہاتھ ہوں۔

بیان: 2۔ ان آداب کے ذکر میں جو کھانے کی حالت میں ہونے چاہئیں وہ یہ ہیں۔ 1۔ کھانے کے شروع میں بسم اللہ آخر میں الحمد للہ۔ 2۔ اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہے تاکہ کھانے کی حرص اللہ عزوجل کا ذکر نہ بھلا دے۔ 3۔ اول لقمہ پر بسم اللہ دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے پر"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بلند آواز میں کہے تاکہ دوسروں کو یاد آ جائے۔ 4۔ دہنے ہاتھ سے کھائے۔ 5۔ نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے 6۔ لقمہ چھوٹا لے کر خوب چبائے۔ 7۔ جب اس کو نگل لے تب دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھائے تاکہ یہ جلد کھانے میں داخل نہ ہو۔ 8۔ کھانے کی مذمت نہ کرے۔

(حدیث) حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے میں عیب نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔ 9۔ میوہ کے سوا اور کھانے میں اپنی اس طرف سے کھائے جو قریب ہو میوہ میں ہر طرف سے ہاتھ ڈالنے کی اجازت ہے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرف سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میوہ پر اپنا دست مبارک ہر طرف سے بھی ڈالتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی واسطے ہیں آپ کی خدمت

میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میوہ ایک طرح کا نہیں ہوتا۔ 10۔ پیالہ کے گرد سے نہ کھائے اور نہ کھانے کے درمیان سے کھائے مثلاً روٹی کے درمیان سے کھائے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ کنارہ سمیت کھائے اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھری سے نہ کاٹے۔ 11۔ گوشت کو چھری سے نہ کاٹے حدیث میں اس کی ممانعت ہے بلکہ حکم ہے کہ گوشت کو دانت سے کاٹو۔ 12۔ روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اگر صرف سالن رکھے تو مضائقہ نہیں۔

(حدیث): حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی تعظیم کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکتوں سے اتارا ہے۔ 13۔ روٹی سے ہاتھ نہ پوچھے کہ بے ادبی ہے۔

(حدیث): حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لقمہ گر پڑے تو اس کو اٹھالو اور جو کچھ اس پر لگ گیا ہو اس کو دور کرو اس لقمہ کو شیطان کیلئے پڑا نہ رہنے دے۔ 14۔ جب تک کھانے کے بعد انگلیاں نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے میں ہے۔ 15۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس کی ممانعت ہے بلکہ اتنا صبر کرے کہ اس کا کھانا آسان یعنی کھانے کے لائق ہو جائے۔ 16۔ کھجور طاق کھائے مثلاً سات یا گیارہ یا اکیس یا ایسے ہی جتنی کھائی جائیں۔ 17۔ تھال وغیرہ میں کھجور اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ میں جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منہ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھ کر پھینک دے۔ 18۔ جن چیزوں میں گٹھلی وغیرہ ہے سب کا یہی حال ہے۔ 19۔ جس کھانے کو خراب محسوس کرے اس کو برتن میں نہ چھوڑے بلکہ علیحدہ دور رکھ دے۔ تاکہ کوئی دوسرا دھوکا سے اسے کھا نہ جائے۔ 20۔ کھانا کھانے میں زیادہ پانی نہ پیئے۔ ہاں گلے میں ٹکڑا وغیرہ پھنسے یا پیاس ہو تو پانی پی سکتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ طب میں یہ مستحب ہے۔ کیونکہ اس سے معدہ مستحکم ہوتا ہے۔

پانی پینے کے آداب

1۔ برتن کو دہنے ہاتھ میں لے۔ 2۔ بسم اللہ کہہ کر پیئے۔ 3۔ چوسنے کی طرح یعنی تین گھونٹ میں آہستہ آہستہ پیئے بڑے گھونٹ سے جلدی نہ پیئے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کو چوس کر پیئو۔ 4۔ بڑے گھونٹوں سے مسلسل مت پیئو کہ اس سے جگر میں بیماری پیدا ہوتی ہے۔ 5۔ کھڑے ہو کر اور 6۔ لیٹ کر پانی نہ پیئے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (ازالہ وہم) مروی ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے وہ شاید کسی عذر سے ہوگا۔ 7۔ برتن کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے۔ 8۔ پینے سے پہلے برتن میں دیکھ لے کہ کوئی مضر چیز نہ ہو۔ 9۔ پانی پینے میں ڈکار اور سانس نہ لے بلکہ اس وقت برتن کو منہ سے علیحدہ کر کے الحمدللہ کہے اور پھر بسم اللہ کہہ کر منہ سے لگائے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات پڑھے ہیں۔ الحمدللہ الذی جعلہ

عذبا فُرَاتًا برحمته ولم يجعله ملحًا اجاجًا بذنوبنا۔" ترجمہ (سب تعریفیں اللہ عزوجل کو ہیں جس نے اس کو شیریں اور پیاس بجھایا بنایا۔ اپنی رحمت سے اور اس کو ہمارے گناہوں کے باعث کھاری اور کڑوا نہیں کیا) 10۔ برتن کا جب دور بہت سے لوگوں میں ہو تو داہنی طرف کو ہو۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار دودھ پیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب تھے اور ایک اعرابی داہنی جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک طرف کو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر کو دیجئے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ داہنا مستحق ہے پھر جو اس کے داہنی طرف ہو۔ 11۔ پانی تین سانسوں میں پیجئے۔ 12۔ سب کے آخر میں الحمدللہ کہے دوسری سانس میں الحمدللہ رب العالمین۔ تیسری میں الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کہے۔ غرضیکہ کھانے کے تقریباً بیس آداب ہیں جن پر اخبار اور آثار دلالت کرتے ہیں۔

بیان (3): ان آداب میں جو کھانے کے بعد مستحب ہیں وہ یہ ہیں۔ 1۔ شکم سیری سے پہلے ہاتھ روک لے۔ 2۔ اپنی انگلیاں چاٹ کر رومال سے پونچھے۔ 3۔ ہاتھ دھوئے۔ 4۔ دسترخوان سے ریزے چن کر کھالے۔ (حدیث) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گرا ہوا کھانا کھائے وہ وسعت میں زندگی بسر کرے گا اور اس کی اولاد تندرست رہے گی۔ 5۔ خلال کرے۔ 6۔ خلال کے ساتھ جو کچھ دانتوں سے نکلے اس کو نگل نہ جائے بلکہ پھینک دے ہاں زبان کی نوک پر جو دانتوں کی جڑوں سے آئے اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں۔ 7۔ خلال کے بعد کلی کرے اس کے متعلق اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ایک قول مروی ہے۔ 8۔ برتن کو چاٹے۔ 9۔ اس کا پانی پی لے۔ (فائدہ) جو کوئی پیالہ چاٹے اور اس کا دھوون پی لے۔ اسے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ 10۔ کھانے کے ریزوں کو چننا حوران جنت کا مہر ہے۔ 11۔ دل میں اللہ عزوجل کا شکر کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلوا من طيبت ما رزقنكم واشكروا الله۔ (البقرۃ 172) ترجمہ ترجمہ کنزالایمان (کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو) 12۔ جب غذا حلال کھائے تو یہ دعا پڑھے الحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات وتنزل البركات اللهم اطعمنا طيبًا واستعملنا صالحًا۔ ترجمہ (سب خوبیاں ہیں اللہ کو جس کی نعمت سے پوری ہوتی ہیں بھلائیاں اور اترتی ہیں برکتیں الٰہی تو ہم کو مال طیب کھلا اور ہم سے نیک کام لے) 13۔ اگر شبہ کی غذا کھائے تو یوں پڑھنا چاہئے الحمدلله على كل حَالٍ اللهم لا تجعله قوة لنا على معصيتك) ترجمہ (سب خوبیاں اللہ کو ہیں ہر حال میں اس کھانے کو تو ہمارے لئے اپنی نافرمانی پر قوت مت دینا) 14۔ کھانے کے بعد قل هوالله احدٌ اور لا يلف قريش پڑھے۔ 15۔ دسترخوان سے نہ اٹھے جب تک کہ دسترخوان اٹھا نہ لیا جائے۔ 16۔ اگر دوسرے کے گھر کا کھانا کھائے تو اس کیلئے دعا مانگے اللهم اَقْصِرْ خَيْرُهٗ وبارك له فيما رزقته ويسرله ان يفعل فيه خيرا وقنعه بما اَعْطَيْتَهٗ واجعلنا واياه من الشكرين۔ ترجمہ (الٰہی اس کا مال زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اس کو دیا ہے اس کیلئے برکت دے اور اس کو آسان کردے کہ اس میں خیرات کرے اور اس کو اپنی عطا پر قانع کر اور ہم کو اور اس

کو شکر گزاروں میں کر) 17۔ کسی کے ہاں روزہ افطار کرے تو کہے۔" افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم لابرار وصلت علیکم الملائکہ۔ (تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک بخت کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں۔ 18۔ جب شبہ کامال کھا جائے تو چاہئے کہ بہت زیادہ استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤں اور غم کے پانی سے گرمی فرو ہو جائے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" کل لحم نبت من حرام فالنار اولی بہٖ" ترجمہ (جو گوشت کہ مال حرام سے پیدا ہو اس کی نار زیادہ مستحق ہے) (فائدہ) جو شخص کھا کر گریہ کرے اس کا حال اس شخص جیسا نہیں کہ کھائے اور نادم نہ ہو یعنی اپنے غلط فعل پر نادم ہونا اچھا ہے۔ 19۔ اگر دودھ پیئے تو کہے" اللّٰھم بارک لنا فی مَارَزَقْتَنَا وزِدْنَا مِنْہُ" (الٰہی ہم کو برکت دے اس میں کہ تو نے ہم کو روزی دی ہے اور اس میں سے ہم کو اور زیادہ دے۔ 20۔ دودھ کے سوا اور چیز کھائے تو زدنا منہ کی بجائے وارزقنا خیرًا منہ کہے کیونکہ یہ دعا حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کیلئے خاص کر دی ہے اس لئے کہ اس کا نفع عام ہے۔ 21۔ کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسعانا وکفانا واوانا سیدنا ومولٰنا یا کافی کُلِّ شَیْءٍ وَلَایکفی مِنْہُ شَیْءٌ اطعمت من جوع وامنت من خوف فلک الحمد آ دیت من یُتْمٍ ذہدیت من ضلالۃ واغنیت من لیلۃ فلک الحمد حمد کثیراً دائماطیبًا نافعًا مبارکا فیہ کما انت اہلہ وَ مُسْتَحَقُّہٗ اللھم اطعمنا طَیِّبًا فا ستعملنا صالحا فاجعلہ عونالنا علی طَا عَتِکَ ونَعُوْذبک ان نستعین بہ علی معصینک۔ ترجمہ (اللہ کو توصیف ہے جس نے ہم کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور کافی ہوا ہم کو اور جگہ دی ہمارے سردار اور آقا نے کفایت کرنے والے ہر چیز کے اور اس سے کوئی چیز کافی نہیں تو نے کھانا دیا بھوک پر اور امن دیا خوف سے تو تجھ کو تعریف ہے تو نے ٹھکانا دیا یتیمی پر اور ہدایت دی گمراہی سے اور غنی کیا مفلسی سے تو تجھ کو بھی شایان ہے تعریف بہت ہمیشہ کو پاکیزہ نافع برکت والی جیسا تو اس کا مستحق ہے الٰہی تو نے ستھرا کھلایا تو ہم سے اچھے کام لے اور اس کو ہمارے لئے اپنی فرمانبرداری کرنے پر سہارا کر دے اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اس سے تیری نافرمانی پر مدد دیں۔ 22۔ صابن سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہے کہ صابن کو بائیں ہاتھ میں لیکر پہلے دہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھووے اور ان کو تھوڑا سا صابن لگائے پھر ان سے اپنے ہونٹ پونچھے پھر انگلی سے اچھی طرح منہ دھوئے دانتوں کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیاں دھو ڈالے اور بقایا صابون اپنی انگلیوں کے اوپر نیچے مل لے اب دوبارہ منہ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہیں۔

فصل نمبر2: ان آداب کے ذکر میں جو دوسروں کے ساتھ کھانا کھایا جاتا ہے وہ سات ہیں۔ 1۔ جو شخص مجمع میں عمر میں بڑا یا کسی فضیلت کی وجہ سے تقدیم کا مستحق ہو تو کھانا خود پہلے شروع نہ کرے۔ ہاں پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہو کر مستعد ہو جائیں تو ان کو زیادہ انتظار میں نہ رکھے۔ 2۔ کھانے کے وقت خاموش نہ رہیں کہ یہ عجمیوں کی عادت ہے بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب میں صلحا کی حکایات وغیرہ کہتے ہیں۔ برتن میں اپنے رفیق کے

ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جس قدر وہ کھائے اس سے زیادہ کھا جائے کیونکہ مشترک ہے اگر رفیق کی مرضی نہ ہو کہ دوسرا زیادہ کھا لے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دے ایک بار میں دو کھجور نہ کھائے۔ ہاں اگر سب ایسا ہی کریں یا ان سے پوچھ کر کھائے تو مضائقہ نہیں اگر رفیق تھوڑا کھائے تو اس کو کھانے کی ترغیب دے اور کہے کہ اور کھاؤ اور تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار افراط میں داخل ہوگا۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کسی امر کیلئے تین بار کہا جاتا تھا تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار دہرایا کرتے تھے غرضیکہ تین بار سے زیادہ کہنا اچھا نہیں۔ (فائدہ) بعض ادباء فرماتے ہیں کہ کھانے والوں میں بہتر وہ ہے جس کے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ کھانے کے باب میں اس کا متلاشی رہے اور ساتھ والے سے کہنے کی مشقت نہ اٹھائے اور یہ بھی نہیں چاہئے کہ دوسرے کیلئے اپنی طرف دیکھنے سے اسے چھوڑ دے کہ یہ ایک قسم کا تکلف ہے بلکہ مجمع میں وہی اختیار کرے جس کی تنہائی میں عادت ہو اسی لئے ضروری ہے کہ تنہائی کہ اور بھائی زیادہ کھائیں یا ان کو کھانے کی حاجت کا خیال کرکے عمداً کم کھائے تو بہتر ہے اسی طرح اگر اور لوگوں کا ساتھ دینے کی نیت ہو یا ان کو کھانے میں زیادہ رغبت دلانے کے ارادہ سے زیادہ کھائے تو حرج نہیں بلکہ اچھا ہے۔

(حکایت): حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ عمدہ کھجوریں اپنے دوستوں کے آگے رکھ کر فرماتے کہ جو زیادہ کھائے گا اس کو ہر گٹھلی کے بدلے ایک درم دوں گا بعد فراغت گٹھلیاں گنتے جس کی گٹھلیاں جس قدر زائد ہوتیں اسے اتنے ہی درم دیتے۔ (یہ شرم کو دور کرنے اور بلا تکلف کھانے کیلئے کرتے تھے)۔

(حکایت): حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں مجھے سب سے زیادہ وہ اچھا اور محبوب ہے جو سب سے زیادہ کھائے اور بڑے بڑے لقمے لے۔ اور میرے لئے سب سے بوجھل وہ ہے جو کھانے کے بارے میں مجھے اس کی خبرگیری کرنی پڑے۔ (فائدہ) یہ جملہ امور اشارہ کرتے ہیں کہ انسان اپنی عادت کے موافق عمل کرے اور تکلف نہ کرے۔ اور یہ بھی ان کا ارشاد ہے کہ کسی کی محبت دوسرے سے اچھی تب معلوم ہوتی ہے جب وہ اس کے گھر جا کر بلا تکلف کھانا کھائے۔ 5۔ ہاتھوں کو برتن وغیرہ میں دھونے میں کوئی حرج نہیں اگر تنہا کھائے تو اس میں تھوکنے کا اختیار ہے مگر مجمع میں ایسا نہ کرے جب کوئی ہاتھ دھونے کیلئے برتن وغیرہ تعظیماً اس کے آگے کر دے تو قبول کر لے۔

(حکایت): حضرت انس بن مالک اور ثابت بنانی رضی اللہ عنہما ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوئے جب طشت ہاتھ دھونے کیلئے لایا گیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف کر دیا وہ ہاتھ دھونے سے رکے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی تمہاری تعظیم کرے تو اسے منظور کرو انکار مت کرو کیونکہ

تعظیم اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔

(حکایت): ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور ان کے ہاتھ خود دھلوائے جب ہاتھ دھلا چکے تو کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہاتھ کس نے دھلائے فرمایا نہیں کہا امیرالمؤمنین نے ہاتھ دھلائے فرمایا کہ اے امیرالمومنین تم نے علم کی تعظیم و توقیر کی اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی تعظیم و توقیر کرائے جیسے تم نے علم اور اہل علم کا اکرام کیا۔

(مسئلہ): اگر طشت میں چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولیں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ تواضع کے قریب بھی ہے اور زیادہ انتظار بھی نہیں کرنا پڑتا اور یوں نہیں کرنا چاہئے کہ ایک کے ہاتھ دھلائے اور پانی پھینک کر پھر دوسرے کے دھلائے اور پھینک دے بلکہ طشت وغیرہ میں پانی اکٹھا ہونے دیں۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اجمعوا وُضُوْئکُمْ جمع اللہ شملکم" ترجمہ (اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو اللہ عزوجل تمہاری ابتری کو اکٹھا کرے گا۔ (فائدہ) بعض محدثین نے وضو کا پانی مراد لیا۔ (فائدہ) کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا پانی ایک جگہ جمع کرکے گرایا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے علماء کو لکھا کہ لوگوں کے آگے سے طشت اس وقت اٹھایا جائے جب پانی سے لبریز ہوجائے خبردار عجم کی مشابہت ہرگز نہ کرنا۔ (فائدہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایک طشت میں سب ملکر ہاتھ دھویا کرو خبردار عجم کی عادت اختیار نہ کرو۔

(مسئلہ): اور جو خادم کے ہاتھوں پر پانی ڈالے بعض علما نے اس کا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہے اور بیٹھ کر پانی ڈالنے کو اچھا فرمایا کہ یہ تواضع کے قریب ہے اور بعض نے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا۔

(حکایت): کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے بیٹھ کر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہوگئے کسی نے پوچھا کہ آپ کھڑے کیوں ہوئے فرمایا کہ ہم میں سے ایک کو کھڑا ہونا چاہئے۔

(فیصلہ): ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہے کہ اس سے ہاتھ دھلانے میں آسانی ہے اور دھلانے والے کی تواضع اسی میں ہے اور جب اس کی نیت میں تواضع ہو تو اس خدمت سے تکبر ختم ہوگا غرضیکہ طشت میں سات آداب ہوئے۔ 1۔ تھال میں نہ تھوکنا 2۔ پہلے بڑے کے سامنے کردینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کردے تو منظور کرلینا۔ 3۔ دہنی طرف ہاتھ دھلانا 4۔ کئی آدمیوں کا ملکر ہاتھ دھونا 5۔ تھال کا پانی اکٹھا کرنا۔ 6۔ ہاتھ دھلانے والے کا کھڑا ہونا 7۔ کلی اور ہاتھوں کا پانی آہستہ ڈالنا کہ فرش اور اوروں پر نہ گرے اور چاہئے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دھلائے۔

(حکایت): حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جس وقت آپ پہلی دفعہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے تھے) ایسے ہی کیا تھا اور فرمایا کہ یہ جو میں نے کہا اس سے نہ گھبرائے

اس لئے کہ مہمان کی خدمت ضروری ہے۔ 6۔ کھانے والوں کی طرف نہ تاکے اور نہ ان کے کھانے کو دیکھے تاکہ وہ شرمانہ جائیں بلکہ ان سے آنکھ نیچی رکھ کر کھانے میں مشغول رہے۔

(مسئلہ): ساتھ کھانے والوں سے پہلے اپنا ہاتھ نہ روکے جب سمجھے کہ وہ اس کے بعد کھانے میں کمی کریں گے۔ تب ان کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھرلیں۔

(مسئلہ): اگر خوراک کم ہوتو چاہئے کہ ابتداء میں توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھائے یہاں تک کہ جب لوگ خوب کھا چکیں تو اخیر میں ان کے ساتھ بقدر بھوک کھالے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے۔

(مسئلہ): اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگوں سے عذر کردے تاکہ وہ کھانے میں شرمائیں۔ 7۔ جو بات دوسرے کو بری محسوس ہوتو وہ نہ کرے۔ مثلاً برتن میں ہاتھ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اس پر اپنا منہ جھکائے اور جب منہ سے کوئی چیز نکالتی ہوتو کھانے سے منہ پھیر کر بائیں ہاتھ میں نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ میں اور نہ سرکہ کی چکنائی میں ڈالے کیونکہ اسے بعض لوگ برا مانتے ہیں اور جو ٹکڑا دانت سے کاٹا ہو اسے شوربا اور سرکہ وغیرہ میں نہ ڈالے اور نہ ایسی باتیں کرے جن سے نفرت ہو۔

فصل نمبر(3): ان آداب کے ذکر میں ملاقات کو آنے والوں کیلئے کھانا پیش کرنے میں ضروری ہیں۔

(مسئلہ): اپنے بھائی مسلمان کو کھانا پیش کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم بھائیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساخت ہے کہ تمہاری زندگیوں سے اس کا حساب نہ لیا جائے گا اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے اور اپنے ماں باپ و دیگر رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے اس کا حساب یقیناً لیا جائے گا مگر جو برادران دینی پر کھانے کا خرچہ کیا اس کا حساب نہ ہوگا۔ (اللہ اس کے حساب لینے سے شرماتا ہے) کھانا کھلانے کے بارے میں احادیث وارد ہیں۔ 1۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس شخص پر ہمیشہ دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ اس کے سامنے اس کا دسترخوان بچھا رہے۔

(حکایت): بعض علماء خراسان کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے ملنے والوں کیلئے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ہمیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہنچی ہے کہ فرمایا کہ جب کوئی مجمع سے بچا ہوا کھانا کھائے گا اس سے اس کی باز پرس نہ ہوگی اسی لئے مجھ کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ہم تمہارا پس خوردہ کھائیں۔

(حدیث): جو بھائیوں کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اس کا حساب اس سے نہیں ہوگا اسی لئے بعض اکابر مجمع کے ساتھ تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی میں بہت کم۔

(حدیث): تین باتوں کا حساب نہ لیا جائے گا۔ 1۔ سحری کا کھانا 2۔ افطار کی چیزیں 3۔ جو ساتھیوں کے ہمراہ

کھائے۔ (فائدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے بھائیوں کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک غلام آزاد کروں۔ (فائدہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ سفر میں عمدہ شے کا ہونا اور اپنے دوستوں کیلئے خرچ کرنا انسان کے کرم سے ہے۔ (فائدہ) صحابہ رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا مکارم اخلاق سے ہے اور ان کا دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کیلئے اکٹھے ہوتے اور جب جدا ہوتے اور فرماتے کہ مسلم بھائیوں کا کفایت اور انس و الفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا سے نہیں بلکہ دین سے ہے۔

(حدیث): اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے ابن آدم میں بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہے گا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہے میں تجھ کو کیسے کھانا دیتا ارشاد فرمائے گا کہ تیرا بھائی مسلمان بھوکا تھا تو نے اس کو نہ کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا گویا مجھکو کھلاتا۔

(حدیث): فرمایا جنت میں ایسے دریچے ہیں کہ ان کے باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی نظر آتی ہے اور وہ ان لوگوں کیلئے ہیں جو گفتگو نرم کریں اور کھانا کھلائیں اور رات کو نماز پڑھیں جس وقت لوگ سوتے ہوں۔

(حدیث): تم سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلائے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور اتنا پانی پلائے کہ اس کی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے سات خندقیں دور کردے گا۔ دو خندقوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگی۔

ملاقات اور کھانا پیش کرنے کے آداب: ملاقات میں مناسب نہیں کہ کسی کے پاس کھانے کا وقت تاک کر آئے کہ جب وہ کھانا کھانے لگے تو اس وقت موجود ہوجائے بلکہ یہ اچانک آنیوالے کے متعلق آداب ہیں عملاً ایسا کرنا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لا تدخلوابیوت النبی الا ان یوذن لکم الٰی طعام غیر ناظرین اناہٗ" (الاحزاب آیت 53) ترجمہ کنزالایمان (نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کیلئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ (فائدہ) یعنی کھانے اور اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو۔

(حدیث): جو شخص ایسے کھانے کی طرف جائے کہ اس کیلئے بلایا نہ گیا ہو تو فاسق ہوگا اور حرام کھائے گا۔

(مسئلہ): اگر کوئی شخص کھانے کی تاک کے بغیر اچانک چلا گیا اور اتفاقاً کھانے کے وقت پہنچا تو اسے مناسب ہے جب تک اہل خانہ اجازت نہ دیں تو کھانا نہ کھائے۔

(مسئلہ): اگر مالک مکان کھانے کو کہے تو تامل کرے اگر جانے کہ یہ از راہ محبت ہے اور ساتھ کھانے کو دل سے چاہتا ہے تو شریک ہوجائے اگر شرم کے باعث ایسا ہوا ہے تو نہ کھائے بلکہ عذر کردے۔

(مسئلہ): اگر بھوکا ہو اور اپنے کسی دوست کے پاس اسی خیال سے جائے کہ وہ کھانا کھائے گا۔ (لیکن اس کے کھانے کے وقت کا منتظر نہ رہے) تو کوئی حرج نہیں۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرو عمر رضی اللہ عنہما کو کھانے کی طلب تھی تو آپ مع ابی الہیثم ابن التیہان اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما کے ہاں تشریف لے گئے ایسی حالت میں دوسرے کے یہاں جانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں دوسرے کو ثواب لینے میں اضافہ کرنا ہے اکابر سلف صالحین کی عادت یہی تھی۔

(حکایت): عون بن عبداللہ مسعودی رضی اللہ عنہ کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر میں سب کے پاس ایک ایک دن رہتے تھے۔

(حکایت): حضرت کسی اور دوسرے بزرگ کے تیس دوست تھے۔ مہینے میں ہر ایک کے ہاں ہو آتے تھے۔ (حکایت) ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے ہفتہ میں سب کے پاس پھیرا کرتے تھے۔ (فائدہ) ان کے دوستوں کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور وہ۔ ان اکابر کی خدمت کو تبرک سمجھتے تھے اسی لئے کہ ان کی خدمت عبادت میں داخل تھی۔

(مسئلہ): اگر اپنے دوست کے مکان پر آئے اور مکان پر اسے نہ پائے اور اسے اس کی دوستی پر پورا وثوق رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر میں اس کے یہاں سے کچھ کھاؤں گا تو وہ میرے کھانے سے خوش ہوگا تو اسے اختیار کہ اس کی اجازت کے بغیر کھالے کیونکہ اجازت سے مقصود راضی ہونا ہے خصوصاً کھانے کی چیزوں میں کیونکہ ان کا معاملہ وسعت پر مبنی ہے۔ (فائدہ) بہت سے لوگ صاف اجازت تو دے دیتے ہیں اور قسم بھی دیا کرتے ہیں مگر دل راضی نہیں ہوتے ایسے لوگوں کا کھانا کھانا باوجود اجازت مکروہ ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ وہاں موجود نہیں ہوتے اگرچہ اجازت نہ ہو تب بھی ان کا کھانا کھالینا اچھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دوستوں کے یہاں سے کھانے کیلئے ارشاد فرماتا ہے اَوْصَدِیْقِکُمْ (خواہ اپنے دوستوں کے یہاں سے کھاؤ) تو کچھ گناہ نہیں۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے وہ گھر موجود نہ تھیں لیکن خیرات کا کھانا موجود تھا اس میں سے آپ نے تناول فرما کر ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا۔ (فائدہ) اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہوں گی اسی طرح جس کو معلوم ہو کہ صاحب مکان مجھ کو ضرور اجازت دے گا تو اس کو پوچھ کر جانے کی ضرورت نہیں۔

(مسئلہ) اگر معلوم نہ ہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جائے۔

(حکایت): حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں جاتے اور جو پاتے اجازت کے بغیر کھا جاتے اگر اس وقت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی رہا کرتے تھے۔

(حکایت): حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ بازار میں میوہ فروش کی دوکان سے مال کھا رہے تھے کبھی کسی ٹھلیا سے خشک کھجور نکالتے اور کبھی کسی سے ہشام نے کہا کہ اے ابو سعید تقویٰ کے باوجود آپ کو کیا سوجھا ہے کہ اس کا مال اس کی اجازت کے بغیر کھا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے کھانے کے متعلق کی آیت پڑھو۔ ہشام نے

سورہ نور کی آیت آوْ صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو راحت ملے اور اس سے دل کا اطمینان ہو۔

(حکایت) بعض لوگ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر گئے آپ کو موجود نہ پاکر مکان کا دروازہ کھول کر دسترخوان اتار لیا اور کھانے لگے اتنے میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے اگلے لوگوں کی یاد تازہ کر دی وہ لوگ بھی یونہی کرتے تھے۔

(حکایت): بعض لوگ کسی تابعی کی زیارت کو گئے اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا کہ ان کو پیش کرتے آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے۔ آپ نے اندر جاکر دیکھا تو ہنڈیا اور روٹی وغیرہ تیار پڑی ہے آپ سب اٹھا لائے اور ملاقاتیوں کے سامنے لاکر رکھ کر فرمایا کھاؤ جب ان کا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا نہ پایا لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص لے گیا ہے اس نے کہا خوب کیا جب اس سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمہارے پاس ایسے دوست آئیں تو پھر تم جو کچھ میرے گھر پڑا ہو لے جانا۔

کھانا پیش کرنے کے آداب: 1۔ تکلف نہ کرے۔ 2۔ جو کچھ حاضر ہو پیش کردے۔ 3۔ اگر کچھ نہ ہو اور نہ پیسہ پاس ہو تو اس کیلئے قرض لے لے۔ نفس کو تردد میں نہ ڈالے۔

(مسئلہ): اگر کھانا موجود ہو مگر صرف اپنے لئے کفایت کرتا ہے اور پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نہ کرے۔
(حکایت) ایک بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اس وقت کھانا کھاتا تھا کہا اگر میں نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تجھ کو بھی کھلاتا۔ (فائدہ) بعض اکابر نے تکلف کا معنی یہ کیا کہ اپنے ملنے والوں کو وہ چیز کھلائے جو خود کھائے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی غذا کھلائے۔ (فائدہ) حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ لوگوں نے آپس کا ملنا تکلف کی وجہ سے چھوڑ دیا یا اسی لئے کہ کوئی اپنے دوست کو دعوت کرکے اس کیلئے تکلف کرتا ہے اسی وجہ سے وہ اس کے ہاں دوبارہ نہیں آتا۔ (فائدہ) ایک بزرگ کا قول ہے کہ میرے دوستوں میں سے جو کوئی میرے پاس آتا ہے مجھ کو دقت نہیں ہوتی اس لئے کہ میں اس کیلئے تکلف نہیں کرتا جو میرے پاس ہوتا ہے میں اس کے سامنے رکھ دیتا ہوں اگر میں تکلف کروں تو اس کا یہ معنی ہوا کہ میں اس کے آنے کو برا سمجھوں اس سے اکتا جاؤں۔

(حکایت): ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا میں نے اس سے کہا کہ نہ تو اکیلا کھانے میں تو تکلف کھانا کھاتا ہوں تو پھر یا تو اس تکلف کو چھوڑ دے۔ یا میں آنا موقوف کروں دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہئے اس نے تکلف کو ترک کر دیا اب بے تکلفی کی وجہ سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہا کرتے ہیں۔ (فائدہ) یہ بھی تکلف میں داخل ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب اپنے دوست کے سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑے بلکہ ان کے دلوں کو آزاد کرے۔

(حکایت): مروی ہے کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ میں تین شرطوں پر تیری دعوت مانتا ہوں۔ 1۔ بازار سے میرے لئے کچھ نہ لانا 2۔ جو کچھ گھر میں ہو وہی لانا 3۔ ایسا مت کرنا کہ اپنے عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑے۔

(حکایت): بعض اکابر گھر میں جتنے کھانے ہوتے سب سے تھوڑا تھوڑا لاتے۔

(حکایت): ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے انہوں نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا کر رکھا اور فرمایا کہ اگر تکلف کی ممانعت نہ ہوتی تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ (فائدہ) ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر کوئی ملنے آئے تو جو چیز تیرے ہاں موجود ہو پیش کردے اگر تو اپنی خواہش سے کسی کو بلائے تو جو کچھ تجھ سے ہوسکے اس میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھ۔

(حدیث): حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مہمان کیلئے ایسی چیز کا تکلف نہ کرو جو تمہارے پاس نہ ہو جو چیز موجود ہو وہ اس کے سامنے رکھ دو۔

حکایت: حضرت یونس علیہ السلام کو انکے رشتہ دار ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے سامنے رکھ دیئے اور وہ ساگ جو خود بویا کرتے تھے۔ ان کیلئے کاٹ لائے اور فرمایا کہ کھاؤ اگر اللہ عزوجل نے تکلف کرنے والوں کو لعنت نہ کی ہوتی تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔

(حدیث): حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا کہ ملنے والوں کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک کھجور رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں زیادہ گنہگار کون ہے وہ جو اس کے سامنے کھانا پیش ہوا اور وہ حقیر جانے یا وہ کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اس کو پیش کرنا حقیر سمجھے۔

ادب نمبر2: ملاقاتی کو لازم ہے میزبان پر کچھ کسی خاص کھانے کی فرمائش اور زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اسے اس چیز کے پیش کرنے میں دقت ہوتی ہے اور اگر میزبان اسے دو کھانوں میں اختیار دے تو دونوں میں سے جو آسان ہو وہ اختیار کرے۔ طریق سنت یہی ہے۔

(حدیث): جب کبھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں اختیار دیا گیا ہے تو آپ نے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہے جو ہوسکے۔

(حکایت): حضرت شقیق ابی وائل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ملنے کو گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھ دیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو خوب ہوجاتا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گروی رکھ کر پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو اس پر قناعت کی توفیق بخشی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا۔ (فائدہ) فرمائش نہ کرنے کی صورت اس وقت ہے جب مہمان کو معلوم ہوجائے کہ میزبان پر دشوار ہوگا یا برا محسوس کرے گا اگر فرمائش سے خوش ہوگا اور وہ چیز اس کیلئے آسان بھی ہو تو فرمائش مکروہ نہیں۔

(حکایت) : حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بغداد میں زعفرانی کے پاس فروکش ہوئے تو ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے ان کی فہرست لکھ کر لونڈی کو دے دیتے وہ فہرست امام شافعی رضی اللہ عنہ نے لے کر اپنے قلم سے ایک اور کھانے کا اضافہ کردیا جب زعفرانی نے وہ فرمائش دسترخوان پر دیکھی تو کہا میں نے اجازت نہیں دی تھی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اضافہ فرمایا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی تو نہایت خوش ہوکر لونڈی کو آزاد کردیا۔

(حکایت) : ابوبکر کتانی کہتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اٹھا لائے اور ان کے آدھے پیالہ میں بھگو دیئے میں نے کہا آپ کیا کرتے ہیں میں تو ان کو ایک دم پی جاؤں گا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ محبت سازی نہ کر یہ تمہارے لئے بہتر ہے (فائدہ) کسی ایک بزرگ نے فرمایا کہ کھانا تین طرح ہے۔ (1) فقراء کے ساتھ ہو تو ان کو اپنے اوپر ترجیح دینا چاہئے۔ (2) بھائی بندوں کے ساتھ ہنسی کر کے کھانا چاہئے۔ (3) دنیا داروں کے ساتھ ادب کے ساتھ

ادب نمبر3

میزبان مہمان سے فرمائش پوچھے بشرطیکہ اس کی فرمائش بجالانے کو جی بھی چاہتا ہو یہ بات اچھی ہے اور اس میں ثواب اور فضیلت بہت ہے (حدیث) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی خواہش پوری کردے اس کی مغفرت ہوگئی اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرے گویا اس نے اللہ عزوجل کو خوش کیا۔ (حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلائے جو وہ چاہتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور دس لاکھ برائیاں اس کے نامہ اعمال سے دور کردیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرما دیتا ہے اور اس کو تین جنتوں 1 - فردوس 2 - عدن اور 3 - خلد سے کھانا کھلاتا ہے۔

ادب نمبر4

(مسئلہ) : آنے والے سے یہ نہ پوچھو کہ کھانا لاؤں بلکہ کھانا موجود ہو تو سامنے رکھ دے۔ (فائدہ) ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا بھائی تم سے ملنے آئے تو اس سے نہ کہو کہ کچھ کھاؤ گے یا کھانا لاؤں بلکہ کھانا سامنے رکھ دو اگر کھائے تو ٹھیک ورنہ اٹھالو۔

(مسئلہ): اگر ملنے والوں کو کھانا کھلانا منظور نہ ہو تو نہ چاہئے تو پھر یہ کہو کہ کھانا کھاؤ گے وغیرہ۔ (فائدہ) حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنے عیال کو کھانا کھلانا نہیں چاہتا تو نہ ان کے سامنے اس کا ذکر کرے نہ ان کو دکھائے اور بعض صوفیہ کا قول ہے کہ جب فقیر ملنے آئیں تو ان کے سامنے کھانا رکھ دو اگر فقیہہ آئیں تو ان سے کوئی مسئلہ پوچھو اگر قاری آئیں تو ان کو نماز کی جگہ بتا دو۔

فصل 4 ضیافت کے آداب میں: ضیافت کے چھ چیزیں آداب ہیں۔ (1) دعوت کرنا (2) قبول کرنا (3) کھانے کیلئے آنا (4) کھانا پیش کرنا (5) کھانا (6) کھانا کے بعد لوٹ جانا۔ اس فصل کو کچھ بیانوں میں لکھیں گے۔ (ان شاء اللہ)

بیان 1

ضیافت کی فضیلت

(حدیث): حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہمان کیلئے تکلف نہ کرو کہ تکلف سے اس کو برا جانو گے اور جو شخص مہمان کو برا جانتا ہے وہ اللہ کو برا جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو برا جانتا ہے۔

(حدیث): جو شخص مہمان کی ضیافت نہ کرے اس میں کچھ خیر نہیں۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ہاں تشریف لے گئے اس کے یہاں گائیں بہت تھیں اس نے آپ کی ضیافت نہ کی پھر ایک عورت کے ہاں تشریف لے گئے کہ اس کے یہاں چند بکریاں تھیں اس نے آپ کیلئے بکری ذبح کی۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کی عادت دیکھو اخلاق اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو نیک عادت بنانا چاہتا ہے' بنا دیتا ہے۔

(حدیث) حضرت ابو رافع راوی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مہمان آیا آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ فلاں یہودی سے کہو کہ میرے یہاں ایک مہمان آیا ہے تھوڑا آٹا بطور قرض دیدے۔ یہودی نے کہا کہ واللہ میں کوئی چیز گرو رکھے بغیر نہ دوں گا۔ میں نے یہودی کی شرط عرض کی آپ نے فرمایا کہ بخدا میں آسمان میں امین اور زمین پر بھی اگر وہ قرض مجھے دے دیتا تو میں ادا کرتا لو میری زرہ لے جا۔ اس کے پاس گرو رکھ دو۔ (فائدہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے اسی لئے ان کی کنیت ابو الضیفان تھی چونکہ ضیافت میں آپ کی نیت سچی تھی۔ اسی لئے آج تک ضیافت کی رسم آپ کے ہاں جاری ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ وہاں پر تین سے لے کر دس اور سو آدمیوں کو کھانا نہ کھاتے ہوں وہاں کے منتظمین کا قول ہے کہ تاحال کوئی شب مہمان سے خالی نہیں گزری۔

(حدیث) : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور اسلام کا افشا کرنا اور کفارات۔ پھر پوچھا کہ درجات' آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔ کسی شخص نے حج مقبول کا پوچھا تو فرمایا کھانا کھلانا اس سے بہتر ہے۔ (فائدہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

انتباہ : چونکہ ضیافت اور کھانے کھلانے کی فضیلت میں اخبار بے شمار وارد ہیں لہٰذا اسی پر اکتفاء کر کے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہیں۔ (1) ضیافت کرنے والا متقیوں کی دعوت کرے۔

(حدیث) : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے دعوت کی تو اس کیلئے آپ نے دعا کی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھائیں اور حدیث میں فرمایا کہ متقی کے سوا کسی کا کھانا مت کھانا اور نہ تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی کھائے۔ (2) فقراء کی دعوت کرے۔

(حدیث) : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام کھانوں میں برا اس ولیمہ کا کھانا برا ہے جس میں دولت مندوں کی دعوت ہو اور فقراء کی نہ ہو۔ (3) دعوت میں اپنے اقارب کو نہ چھوڑے کہ ان کو چھوڑ دینے میں ان کو وحشت میں ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں اور آشناؤں کی دعوت میں ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت سے اوروں کو وحشت میں ڈالنا ہے۔ (4) دعوت سے فخر اور شیخی کی نیت نہ کرے بلکہ بھائیوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایمانداروں کے دلوں میں خوشی پہنچانا مدنظر رکھے۔ (5) ایسے شخص کی دعوت نہ کرے کہ جس کو جانے کہ قبول کرنے میں اس کو دشواری ہوگی اور جب آئے گا تو ایذا پائے گا۔ (6) دعوت اسے کرے جس کا قبول کرنا اچھا متصور ہو حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کسی کی دعوت کرے اور دل سے اسے برا جانتا ہو تو دعوت کرنے والے پر ایک گناہ ہے اگر دوسرا شخص اس کی دعوت منظور کرے تو اس پر دو گناہ ہیں کیونکہ اس نے دوسرے کو باوجود برا جاننے کے کھانے پر آمادہ کرویا اگر وہ جانتا ہے کہ میرا کھانا اس کو برا معلوم ہوتا ہے تو کبھی نہ کھاتا (فائدہ) متقی کو کھانا کھانے میں یہ فائدہ ہے کہ تقویٰ پر مدد ہوگی اور بدکار کو کھلانے سے بدکاری پر قوت دیتا ہے۔

(حکایت) : ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا میں ظالموں کا مددگار تو نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ظالموں کے مددگار وہ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہیں اب تو خود سوچ لے تو کتنا بڑا ظالموں کا مددگار ہوگا۔

دوسرا بیان 2 دعوت قبول کرنا: (مسئلہ): دعوت منظور کرنا سنت موکدہ ہے اور بعض مقامات میں واجب ہے۔

(حدیث) : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْدعیت الٰی کراع لا جبت ولو اہدی الٰی ذراع لقبلت۔ ترجمہ: (اگر میری دعوت کوئی بکری کی نلی پر کرے تو میں مان لوں اور اگر کوئی مجھ کو بکری کا دست تحفہ دے تو قبول کرلوں) اجابت کے پانچ آداب ہیں۔ (1) تونگر اور مفلس میں فرق نہ کرے کہ تونگر کے یہاں تو قبول کرے اور فقیر کے یہاں نہ مانے ایسا کرنا تکبر اور اس کی ممانعت ہے۔ اس تکبر کی وجہ سے بعض بزرگوں نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا بھی چھوڑ دیا اور فرماتے کہ شوربا کا انتظار کرنا ذلت ہے ایک اور بزرگ نے فرمایا کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ میں پڑا تو اس کیلئے میری گردن جھک گئی۔

(مسئلہ) : بعض متکبر دولت مندوں کی دعوت قبول کرتے ہیں فقراء کی نہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔

(حدیث) : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔

(حکایت) : ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کچھ مسکینوں کے پاس گزرے جو سڑک پر لوگوں سے سوال کرتے تھے۔ آپ نے اس وقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا دیئے اور انہیں کھانے کا حکم فرمایا اس کے بعد وہ سب بیٹھے کھا رہے تھے اور آپ اپنے خچر پر سوار ہوئے عرض کی گئی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آیئے کھانا کھایئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں فرماتا یہ کہہ کر خچر سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر تناول فرمایا انہیں سلام کرکے سوار ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو۔ انہوں نے کہا بسروچشم آپ نے ان کو ایک وقت معین کردیا جب وہ آئے تو انہیں خوب عمدہ کھانا کھلایا اور خود بھی انکے ساتھ کھانے میں شامل ہوگئے۔ (فائدہ) وہ جو اوپر گزرا کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ میں پڑا تو اس کیلئے میری گردن جھک گی بعض کے نزدیک یہ قول خلاف سنت ہے اور واقعہ میں ایسا نہیں کیونکہ دعوت کا منظور کرنا تصور کرے۔ اس صورت میں ذلت ہے کہ دعوت کرنے والا دعوت کو قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہ ہو بلکہ اور دعوت کرنے کو دوسرے پر احسان جانے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت پر تشریف لے جاتے تھے تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا خوش ہوگا اور ہمارے جانے کو اپنا فخر شرف سمجھے گا۔ (فائدہ) خلاصہ یہ کہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے مختلف ہے اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گراں جانتا ہے اور دعوت فخریہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہے تو اس دعوت کا قبول کرنا مسنون نہیں بلکہ عذر کردینا بہتر ہے۔ اسی لئے کسی صوفی نے فرمایا ہے کہ دعوت ایسے لوگوں کی کھاؤ جو یہ سمجھیں کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور وہ امانت جو اس کے پاس تھی اس کو تمہارے حوالہ کرتا ہے اور تمہاری اس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا ہے۔ (فائدہ) سری سقطی رحمتہ علیہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے لقمہ کا طالب ہوں کہ اس میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کوئی گناہ ہو نہ مخلوق کی منت۔

(مسئلہ) : جس صورت میں مدعو کو معلوم ہو کہ اس میں منت نہیں تو اس کو رد کرنا چاہیے۔

(حکایت) : ابو تراب نخشبی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے سامنے کھانا آیا میں نے نہ کھایا اور انکار کردیا پھر چودہ روز میں بھوک میں مبتلا رہا۔ اس سے مجھے سبق ملا کہ یہ اس کھانے کے انکار کرنے کی سزا ہے۔

(حکایت) : حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ کو جو بھی کوئی دعوت کرتا ہے آپ چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں مہمان ہوں جہاں مجھے اتارتے ہیں وہیں اترتا ہوں (3) فاصلے کے دور ہونے کی وجہ سے دعوت سے انکار نہ کرے اس صورت میں بھی انکار نہیں کرنا چاہئے کہ دعوت کرنے والا مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو بلکہ فاصلہ جتنا بھی ہو برداشت کی عادت کرنی چاہئے۔ اسی لئے دوری کے عذر سے انکار نہ کرے۔ (فائدہ) تورایت یا کسی دوسری کتاب آسمانی میں ہے کہ ایک کوس کر چل کرمریض کو پوچھو دو کوس جنازہ کے ہمراہ چلو۔ تین کوس دعوت منظور کرو چار کوس ایسے بھائی کی ملاقات کرو جس کا بھائی چارہ فی سبیل اللہ ہو۔ (فائدہ) دعوت منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اس لئے فضیلت ہوئی کہ زندہ کے حق کا ادا کرنا بہ نسبت مردہ کے اولیٰ ہے۔

(حدیث) : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے کوئی کراع الغمیم میں دعوت کرے تو بھی قبول کرلوں۔ (فائدہ) کراع الغمیم مدینہ منورہ سے چند کوس پر ایک جگہ ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جب اس جگہ پہنچے تھے تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے سفر میں اسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا۔ (3) روزہ کی وجہ سے دعوت سے انکار نہ کرے بلکہ دعوت میں جائے اگر صاحب دعوت کی خوشی افطار میں جانے تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے کے ارادہ سے افطار میں بھی وہی ثواب ہے جو روزہ سے ہوتا ہے۔

(مسئلہ) : یہ نفلی روزہ میں ہے۔

(مسئلہ) : اگر صاحب دعوت کی خوشی ثابت نہ ہو تو اس کے ظاہر حال ہی کو سچا کر کے افطار کرلے لیکن جس صورت میں ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہے تو عذر کردے اور افطار نہ کرے۔

(حدیث) : ایک شخص نے روزہ کے عذر سے انکار کیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے لئے محنت اٹھائی اور تو کہتا ہے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(حدیث) : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اپنے ہم نشینوں کی خاطر افطار کرلینا بہت عمدہ حسنات سے ہے۔

(مسئلہ) : اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہے اس کا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(مسئلہ) : جس صورت میں افطار نہ کرے تو خوشبو اور عمدہ گفتگو اس کی ضیافت ہے اور کہتے ہیں۔

(مسئلہ): کہ سرمہ اور تیل بھی دو دعوتوں میں سے ایک ہے۔ (4) اگر جانا شبہ کا ہو یا فرش حلال کا نہ ہو یا اس

مقام میں کسی طرح کی بری بات ہو مثلاً ریشمی فرش یا چاندی کے برتن جانداروں کی تصویر چھت یا دیواروں میں لگی ہو یا کچھ ستار بانسری و دیگر لہو و لعب کی چیزیں مثلاً ڈھول تاشے یا ہزلیات اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ و فریب کے سننے میں قہوار ہونا پڑے یا اور کوئی اس قسم کی بدعت ہو تو ان وجوہ سے دعوت نہ ماننے اور ایسی صورتوں میں قبول دعوت مستحب نہیں بلکہ یہ امور اس کی حرمت اور کراہت کے موجب ہوتے ہیں۔

(مسئلہ): اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر و شیخی کے طور پر دعوت بے تکلف کرتا ہو۔ (5) دعوت قبول کرنے سے یہ وضع نہ ہو کہ ایک وقت پیٹ بھر جائے گا یہ عمل دنیا کیلئے ہوگا۔ دعوت قبول کرنے میں نیت درست رکھے تاکہ آخرت کا ثواب حاصل ہو۔ اس کی یہ صورت ہے کہ قبول دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لودعیت الیٰ کراع لا جبت۔

(مسئلہ): یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کروں گا تو اللہ عزوجل کی نافرمانی سے بچوں گا۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من لم یجب الداعی فقد عصی اللّٰہ ورسولہ (جو شخص دعوت کرنے والے کا کہنا نہ مانے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی) اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب من اکرم اخاہُ المومن فکانما اکرم اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہوں نیز یہ نیت ہو بمجوائے حدیث شریف من سر مولنا فقد سر اللّٰہ۔ ایک مومن کے دل کو سرور پہنچاتا ہوں ساتھ یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہوں۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ نیت کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جو آپس میں محبت فی اللہ رکھتے ہیں اس طرح کی محبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کیلئے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہے تو جب صاحب دعوت نے خرچ کیا تو مدعو کی طرف سے ملاقات کو جانا ہوجائے گا اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہ ہوگا اور طعنہ نہ کرے گا کہ تکبر یا بدخلقی یا مسلمان کو حقیر جان کر دعوت قبول نہ کی غرضیکہ دعوت کے قبول کرنے میں یہ چھ نیتیں ایسی ہیں کہ اگر ایک بھی آدمی کرے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اگر کوئی تمام نیتیں کرے تو پھر کیسے باعث قربت الٰہی نہ ہوگی۔

(حکایت): ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے ہر عمل میں ایک نیت ہو یہاں تک کہ کھانے اور پینے وغیرہ میں بھی اور اسی لئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انما الاعمال بالنیات وانما لکل امر کانوٰی ممن کانت ہوتہ الی اللّٰہ ورسولہ فھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبھا اوامراۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ ترجمہ اعمال کا مدار نیتوں ہی پر ہے اور ہر ایک شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کی طرف رہے گی اور جس کی ہجرت دنیا کے مل جانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہوگی تو اس

کی ہجرت اس چیز کی طرف ہوگی جس کیلئے ہجرت کی۔

(مسئلہ):# نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزوں میں اثر کرتی ہے۔ ممنوع چیزوں میں نہیں۔ مثلاً اگر ساتھیوں کی خوشی کیلئے شراب پیئے یا اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانوں کی خوشی کرتے ہوئے تو یہ نیت مفید نہ ہوگی اور یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اس سے بھی اگر فخر یا مال حاصل کرنے کی نیت کرے گا تو طاعت نہ رہے گی۔ یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز خیرات میں بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات میں بھی وہ نیت سے خیرات میں لائق ہوجاتی ہے پس نیت کا اثر انہیں دو قسموں میں ہوتا ہے اس کے سوا کسی تیسری قسم میں نہیں ہوتا۔

بیان نمبر3: دعوت کھانے کیلئے حاضری کے آداب یہ ہیں۔ (1) جب مکان میں آئے تو صدر مقام میں نہ بیٹھے بلکہ عاجزی کرے۔ (2) بہت دیر نہ لگائے کہ لوگ منتظر رہیں اور نہ اتنا جلدی جائے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی تیار نہ کرنے پائے تو یہ پہنچ جائے موجود ہو۔ (3) یہ کہ بھیڑ کے وقت اسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اس کے خلاف نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے خیال میں ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کرلیتا ہے تو اس کے خلاف کرنے میں اس کی ترتیب ٹوٹ جائے گی۔ اسے اور تردد ہوگا اگر بعض حاضرین اس کی تعظیم کیلئے کوئی اونچی جگہ بنائیں تو اسے تواضع کرلینی چاہیے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان من التواضع للہ الرضابالدون من المجلس۔ (4) جس کوٹھری میں عورتیں ہوں اور پردہ پڑا ہو اس کے دروازہ کے سامنے نہ بیٹھے۔ (5) کہ جس جگہ سے کھانا ہو وہاں بہت زیادہ نہ تاکے کہ یہ حرص اور بے صبری کی دلیل ہے۔ (6) جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اس کے السلام علیک اور حال احوال پوچھے۔ (7) جب مہمان میزبان کے یہاں آئے تو میزبان کو چاہیئے کہ اس کو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتادے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں لوگوں سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے پہلے مالک مکان کو چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ہاتھ پہلے دھوئے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھوئے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو تو اس کے ساتھ کھائے۔ (8) جب دعوت کی جگہ پہنچ کر کوئی بری بات دیکھے تو اگر اس کے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کردے ورنہ اس کی برائی بیان کئے بغیر لوٹ جائے۔ (فائدہ) بری باتیں یہ ہیں (1) فرش ریشمی ہونا (2) چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال (3) تصویروں کا دیواروں پر ہونا (4) باجے گاجے ستار وغیرہ کا سننا (5) عورتوں کا منہ کھلے وہاں موجود ہونا (6) کسی حرام چیز کا پایا جانا۔ یہاں تک کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جس کے سر پر چاندی لگی ہو تو وہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ اس مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں بلکہ صحن میں بیٹھنا

چاہئے باریک پردہ مچھروں کے بچاؤ کیلئے بھی یہی کہا ہے کہ وہاں سے چلے جاؤ کہ یہ بے فائدہ کا تکلف ہے کہ اس سے گرمی جائے نہ سردی نہ کوئی روشنی کہ اس کے سبب سے چھپ سکے۔ اسی طرح جب گھر کی دیواروں کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہاں بھی نہ بیٹھنا چاہئے اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ کا لے جس میں تصویر ہو یا حمام میں جائے تو چاہئے کہ تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کرے اگر قابو نہ ہو تو اس میں سے نکل آئے۔ (فائدہ) جتنی باتیں آپ نے فرمائی ہیں سب درست ہیں لیکن پردہ مسہری کا دیکھنا اور دیواروں پر ریشمی کپڑے زینت کیلئے لگانا داخل حرمت نہیں کیونکہ خرید کر پہننا مردوں کو حرام ہے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہذ ان حرامان علیٰ ذکور امتی حل لاناشها۔ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر حلال ہیں ان کی عورتوں کو) جو دیواروں پر کپڑے ہیں وہ مردوں کی طرف منسوب نہیں اگر بالفرض دیواروں پر ریشمی کپڑا ڈالنا حرام ہوتا تو کعبہ شریف کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس طرح کی زینت مباح میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"قل من حرم زینته اللّٰہ" (تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت) بالخصوص ایسی صورت میں کہ اس سے زینت مقصود ہو اور فخر کیلئے عادت نہ ٹھہرالی ہو۔ گو یہ بات سوچ لی ہو کہ لوگوں کو اس کے دیکھنے سے نفع ہوگا۔ اس لئے کہ مردوں کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہیں جس صورت میں کہ لونڈیاں اور عورتیں اس کو پہنے ہوئے ہوں تو دیواروں پر پڑا ہوا عکس دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ انھیں بھی مرد ہونے کا وصف نہیں فاہذا جائز ہے۔

بیان نمبر4: کھانا لانے کے آداب میں اور وہ پانچ ہیں (1) کھانا جلد پیش کرنا کہ اس میں مہمان کی تعظیم ہے۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخیر فلیکرم ضیفہ (ترجمہ) جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔

(مسئلہ): اکثر لوگ آگئے ہوں لیکن ایک یا دو وقت مقررہ پر نہ آئے ہوں تو حاضرین کو کھانا جلد پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ غیر حاضرین کیلئے کھانا کھلانے میں دیر کی جائے ہاں جس صورت میں کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کی دل شکنی متصور ہو تو اس کا انتظار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول - بل اتک حدیث ضیف ابراہیم المکرمین ایک معنی یہ بھی ہے کہ ان کی تعظیم یہ کی گئی تھی کہ ان کو کھانا جلد کھلایا گیا تھا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فمالبث ان جاء بعجل حنیذ۔ فائدہ حنیذ اس گوشت کو کہتے ہیں کہ جو خوب پکا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ گوشت لانے میں بھی اکرام ہے اور عمدہ چیزوں کے ... ہے میں ارشاد فرمایا "ونزلنا علیکم المن والسلویٰ" (سورہ طٰہٰ آیت 80 ترجمہ کنزالایمان : اور تم پر من سلویٰ اتارا۔ (فائدہ) من ،معنی شہد اور سلویٰ سے مراد گوشت ہے اور گوشت کو سلویٰ اس لئے فرمایا کہ اس کے ہوتے اور سالنوں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ دیگر کوئی چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوتی۔

(حدیث): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سید الادام الالحم۔ گوشت سالنوں کا سردار ہے۔ من ی کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا" کلوا من طیبات ما رزقناکم" (طٰہٰ 81) ترجمہ کنزالایمان: کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں۔ (فائدہ) اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونوں عمدہ غذاؤں میں سے ہیں۔ (فائدہ) ابو سلیمان درانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طیب چیزوں کا کھانا رضاء الٰہی کا موجب ہوتا ہے اور یہ طیب چیزیں ٹھنڈا پانی پینے اور ہاتھ دھونے کے وقت ٹھنڈا پانی ہاتھوں پر ڈالنے کی یہ نعمت پوری ہوجاتی ہے۔ (فائدہ) مامون نے کہا کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کر دیتا ہے بعض یہ نعمت شکر خالص ہے۔ (فائدہ) اور بعض اوباء کا قول ہے کہ دوستوں کی دعوت بادام کا حلوہ اور کھیر کھلانا اور ٹھنڈا پانی پلانا دعوت کامل ہے۔

(حکایت): کسی نے ضیافت میں بہت سے روپے لگائے۔ اسے ایک حکیم نے کہا کہ تمہیں اتنا خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی صرف روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمہارے پاس موجود ہوتا تو یہی چیزیں ضیافت کو کافی تھیں۔ (فائدہ) بعض حکماء کا یہ قول ہے کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا گوناگوں کھانے تیار کرنے سے بہتر ہے اور دسترخوان پر سب کو کھانا پہنچ جانا اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو یوں نہ ہو کہ کسی کے سامنے کچھ اور کسی کے سامنے کچھ ہو۔ (فائدہ) جس دسترخوان پر سبزیاں ہوتی ہیں اس پر فرشتے آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دسترخوان پر سبزیوں کا ہونا مستحب ہے۔ علاوہ ازیں سبزیاں دسترخوان کی ایک قسم کی زینت بھی ہیں۔

(حدیث): جو دسترخوان بنی اسرائیل پر اترا تھا اس میں گندنا کے سوا تمام سبزیاں تھیں نیز ایسی مچھلی بھی تھی جس کے سر کے پاس سرکا اور دم پر نمک تھا اور سات روٹیاں تھیں اور ہر ایک روٹی پر روغن، زیتون اور دانہ انار تھا اگر یہ سب چیزیں ضیافت میں جمع کی جائیں تو اس دسترخوان کے مطابق ہونے کی وجہ سے اچھا ہوگا۔

(3) (مسئلہ): کھانوں کے اقسام میں سے جو زیادہ لطیف ہو اس کو پہلے پیش کیا جائے تاکہ جس کو منظور ہو وہ اسی کو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کے بعد اور کھانوں کو زیادہ نہ کھا سکے۔ (فائدہ) اہل دنیا کی عادت ہے کہ پہلے کثیف غذا پیش کرتے ہیں تاکہ اس کے بعد لطیف تو رگ شہوت جنبش کرے۔ یہ سنت کے خلاف ہے کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک حیلہ ہے پہلے لوگوں کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے تمام اقسام ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیالے، پلیٹ وغیرہ کھانوں کے دسترخوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اس میں سے کھائے اور اگر صاحب خانہ کے یہاں ایک قسم کے سوا دوسرا کھانا نہ ہوتا تھا تو صاف کہہ دیتا تھا کہ اور کھانا نہیں ہے تاکہ لوگ اس کو سیر ہو کر کھالیں کسی اور دوسرے کھانے کا انتظار نہ کریں۔

(حکایت): ایک شخص ایک پرچہ جتنا کھانے لانے اسے منظور ہوتے لکھ کر مہمانوں کو پیش کر دیا کرتا تھا۔

حکایت): ایک بزرگ نے فرمایا کہ میرے سامنے شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا میں نے کہا ہمارے

یہاں عراق میں یہ کھانا سب کے بعد پیش ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے یہاں یہی دستور ہے۔ دراصل اس کھانے کے سوا دوسرا کھانا اس نے تیار نہیں کرایا تھا۔ مجھ کو اس سے نہایت شرمندگی ہوئی۔

(حکایت): ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم چند دوست ایک ضیافت میں تھے صاحب خانہ نے بکری کا سر بھنا ہوا اور شوربا ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا۔ ہم اس انتظار میں تھے کہ اور کوئی کھانا یا گوشت لائے گا نہ کھایا۔ یہاں تک کہ صاحب خانہ نے ہمارے سامنے ہاتھ دھونے کا برتن لا کر رکھ دیا۔ ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے ایک صاحب نے مزاحاً" فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جسم کے بغیر سر پیدا کردے خلاصہ یہ کہ اس رات ہم بھوکے اور سو تک روٹی کے خواہاں رہے اسی لئے مستحب ہے کہ میزبان کو تمام کھانے پیش کردے یا جو ماحضر ہو اس کی اطلاع کردے تاکہ مہمان انتظار نہ کریں۔ (4) جب تک کھانے کے تمام اقسام سے اچھی طرح کھا کر ہاتھ نہ کھینچ لیں تب تک دسترخوان اٹھانا نہ چاہئے کیونکہ ممکن ہے بعض ایسے ہوں کہ سب سے بعد کو آئی ہوئی چیز اسے زیادہ مرغوب ہو یا ابھی شکم سیر نہ ہوا ہو تو برتن اٹھانے سے حرج ہوگا۔ (فائدہ) دسترخوان پر تمکن جیسے دو رنگ کے کھانوں سے بہتر کہتے ہیں۔ کا یہی معنی ہے کہ برتن جلد نہ اٹھائے جائیں یا یہ معنی کہ جگہ فراغ ہو۔

حکایت: ستوری مسخرے صوفی تھے کسی دنیا دار کے یہاں مہمان ہوئے اس نے ایک بکرا بھنا ہوا ان کے سامنے پیش کیا اور وہ شخص بخیل تھا مہمانوں نے جو بکرے کو چیر پھاڑ تکا بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ یہ بکرا لڑکوں کے لئے اٹھا لے جا غلام نے اس کو اٹھا کر اندر جانے کا قصد کیا۔ ستوری اس کے پیچھے دوڑے کسی نے کہا کہ کہاں جاتے ہو کہا کہ لڑکوں کے ساتھ کھاؤں گا اس پر صاحب خانہ شرمایا اور بکرا واپس کردیا۔

مسئلہ: ضیافت کرنے والا میزبان مہمانوں سے پہلے اپنا ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ وہ شرم کریں گے بلکہ یوں چاہئے کہ سب کے بعد کھانے سے فارغ ہو۔

حکایت: بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگوں سے تمام کھانوں کا نام ذکر کردیتے پھر کھانے کا حکم دیتے لوگ قریب سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہو کر کھانے پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ بڑھاتے اور کہتے کہ میرا ساتھ دو اللہ عزوجل تم کو برکت دے پہلے لوگ ان کی عادت کو اچھا سمجھتے تھے۔

(5) مسئلہ: کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والوں کو کافی ہو جائے اس لئے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے میں تو مروت میں خلل آئے گا اور اس سے زیادہ کرنے میں بناوٹ اور نمود ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ دل کو گوارا نہ ہو کہ سب کھا جائیں۔

مسئلہ: اگر بہت کھانا اس طرح رکھے کہ اگر سب کھا جائیں تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دیں تو ان کے پس خوردہ کو باعث برکت جانے تو کچھ کوئی حرج نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس کھانے پر حساب نہیں ہوگا۔

حکایت: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا۔ ان کو سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اے ابو اسحاق تمہیں خوف نہیں کہ یہ فضول خرچی ہو۔ فرمایا کہ کھانے میں فضول خرچی نہیں اگر کثرت طعام اس نیت سے نہ ہو تو تکلف ہے۔

حکایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم ایسے شخص کی دعوت قبول کریں جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور بہت صحابہ رضی اللہ عنہم نے سباہات کے کھانے کو مکروہ جانا ہے اور بقدر کفایت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہیں اٹھایا گیا اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان مقدار حاجت سے زائد طعام پیش نہیں کرتے تھے اور خوب پیٹ بھر کر بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس صورت میں مقدار کفایت بہت تھوڑی ہوتی تھی اور نوبت بچے رہنے کی نوبت بھی نہیں۔

مسئلہ: چاہئے کہ گھر والوں کا حصہ علیحدہ کردے ایسا نہ ہو کہ ان کو مہمانوں سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور نہ بچے تو وہ دل تنگ ہوں اور مہمانوں کو گالی دیں ایسا کھانا کھلانے کا فائدہ جس سے گھر والے برا مانیں بلکہ یہ ان کے حق میں ضیافت ہے۔

مسئلہ: کھانا اگر بچ رہے تو مہمان کو نہیں لینا چاہئے یہ وہ کھانا ہے جس کو صوفی زلہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: اگر صاحب خانہ بطیب خاطر اس کی اجازت دے یا قرینہ سے اس کا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان برا مانے گا تو نہیں لینا چاہئے۔

مسئلہ: اس کی رضامندی میں بھی رفقاء کے ساتھ عدل و انصاف کی رعایت مدنظر ضروری ہے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لے جو اپنے یا ساتھی سے بچا ہو بشرطیکہ وہ بخوش خاطر اس کے لینے پر راضی ہو حیا کے سبب سے راضی ہونا بھی کافی نہیں۔

بیان نمبر5: مہمان کے الوداع کے آداب: (۱) مہمان کے ساتھ مکان کے دروازہ تک نکلنا مسنون ہے اور مہمان کی تعظیم بھی اس میں ہے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کی پاس داری یہ ہے کہ گھر کے دروازہ تک جایا جائے۔

حدیث: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں آئے آپ خود بہ نفس نفیس ان کی خدمت کو اٹھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان کی خدمت بجا لائیں۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ انہوں نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی میں چاہتا ہوں کہ میں ان کا بدلہ دوں۔

مسئلہ: پوری تعظیم یہ ہے کہ کشادہ پیشانی اور آنے جانے کے اوقات اور دسترخوان پر اچھی گفتگو کرنا۔ (فائدہ) اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہے فرمایا کہ کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔

حکایت: یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ ہم جب کبھی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے پاس آئے تو انہوں نے ہم سے گفتگو بھی اچھی کی اور کھانا بھی اچھا کھلایا۔ (2) مہمان کو چاہئے کہ میزبان کے پاس سے خوش ہوکر جائے اگرچہ اس کی خاطر داری میں کوتاہی ہوئی ہو اس لئے کہ یہ بھی خوش خلقی اور تواضع میں سے ہے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہے۔

حکایت: سابق زمانہ میں کسی ایک بزرگ کے ہاں ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کیلئے تشریف لائیں وہ بزرگ گھر پر نہ تھے جب سنا کہ فلاں شخص نے بلوایا تھا تو اس کے یہاں گئے اس وقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ صاحب مکان ان کے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھاکر چلے گئے۔ پوچھا کچھ بچا ہے۔ اس نے کہا نہیں فرمایا صرف ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہوتو لے آؤ کہا وہ بھی نہیں کہا ہانڈی لے آؤ کہ اسی کو پونچھ لوں۔ اس نے کہا وہ میں نے دھو ڈالی ہے بزرگ شکر خدا کہتے ہوئے وہاں سے اپنے مکان کو چلے آئے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا بات ہے کہ آپ کو اس نے کچھ کھلایا بھی نہیں لیکن آپ اس سے راضی و خوش ہو۔ فرمایا کہ اس نے نیک کام کیا کہ جس نیت صاف سے مجھ کو بلایا اور اس صاف نیت سے جواب دیا تواضع اور خوش خلقی اس کا نام ہے۔

حکایت: کہ استاذ ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بلاکر لے گیا کہ میرا باپ آپ کو کھانا کھلانے کو بلاتا ہے۔ چاروں دفعہ اس کے باپ نے آپ کو صاف جواب دیا مگر وہ ہر دفعہ بلانے پر چلے آتے کہ لڑکے کا بھی دل خوش ہوجائے کہ میرا کہنا مانا اور اس کا باپ بھی اس کے جواب دے دینے سے چلے گئے۔ (فائدہ) یہ نفوس قدسیہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع کی نہ کرے اس لئے توحید سے انہیں اطمینان حاصل تھا اور ہر ایک ردو قبول میں بجز اپنے خالق کے اور کی طرف نظریں نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہوتے اور نہ کسی کی تعظیم سے خوش دل بلکہ ہر ایک بات کو وحدہ لاشریک کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ اسی لئے کسی بزرگ نے کہا کہ میں دعوت اس لئے منظور کرتا ہوں کہ اس کے سبب سے مجھ کو جنت کا کھانا یاد آتا ہے یعنی وہ کھانا بھی ایسے ہی عمدہ ہوگا کہ اس میں کچھ محنت و مشقت نہ ہوگی اور نہ اس کا حساب لیا جائے گا۔

مسئلہ (3): مہمان میزبان کی اجازت کے بغیر اس کے گھر نہ آئے ٹھہرنے کی مقدار میں بھی اس کے دل کی رعایت

رکھے اور جب مہمان ہوکر آئے تو تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے تاکہ میزبان اکتا نہ جائے اور میزبان کو یہاں تک نہ کہنا پڑے کہ صاحب بستر گول کرو۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الضیافتہ ثلثہ ایام فمازار فصدقتہ۔ ترجمہ (مہمانی تین دن ہے اور جو زیادہ ہو وہ صدقہ ہے)

مسئلہ: صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہے۔

مسئلہ: صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کیلئے رہنا چاہئے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بچھونا خود اپنے لئے اور دوسرا اپنی عورت کیلئے اور تیسرا مہمان کیلئے چوتھا شیطان کیلئے۔

خاتمہ: طبی شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان ہیں اور وہ 9 ہیں۔

حدیث: ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ فرمایا کہ بازار میں کھانا کمینہ پن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند غریب ہے اس کے خلاف ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا کہ ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے۔

حکایت: بعض نے کسی مشہور صوفی کو بازار میں کھاتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بھوک لگے بازار میں اور کھانا کھاؤں گھر پر سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد میں چلے جاتے فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ اللہ عزوجل کے گھر میں کھانے کیلئے جاؤں۔ (فائدہ) ان دونوں کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہے کہ بازار میں کھانا بعض لوگوں میں تواضع اور بے تکلفی ہوتی ہے ان کو بازار میں کھالینا جائز ہے اور بعض میں بے غیرتی اسی لئے مکروہ ہے یہ عادتوں اور لوگوں کے احوال کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے نہ ہوں تو بازار میں کھانا بس بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دلالت ہوگی اور ایسے کے اور گواہی مقبول نہ ہوگی اور جس کے سب اعمال اسی کے مناسب ہوں اور ہر حال میں بے تکلف ہو اس کا بازار میں کھانا تواضع میں شمار کیا جائے گا۔ (2) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالیٰ ستر بلائیں اس سے ٹال دیتا ہے اور جو کوئی ایک روز میں سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس کے پیٹ کے کیڑوں کو مار ڈالیں گی اور جو کوئی ہر روز سرخ کشمش کھالیوے وہ اپنے بدن میں ایسی چیز نہ دیکھے گا جو اس کو بری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہے اور ثرید عرب کی غذا ہے اور حلوہ کھانے سے پیٹ بڑھتا ہے اور خصیے لٹک جاتے ہیں گائے کا گوشت بیماری اور اس کا دودھ شفا اور اس کا گھی دوا ہے اور چربی اپنے برابر بیماری بدن سے باہر کردیتی ہے اور نفاس والی عورت کو خرماء تر

سے بہتر کوئی شفا نہیں اور مچھلی سے جسم پگھل جاتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور مسواک بلغم دور کرتے ہیں اور جو شخص بقاء سے درازی عمر چاہے اسے چاہئے کہ صبح کا کھانا سویرے کھائے اور شام کو کم کھائے اور جوتا پہنے اور انسان کو گھی سے بہتر کوئی علاج نہیں اور عورتوں سے میل جول کم رکھے اور زیادہ قرض نہ دے۔

حکایت (3): حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اس کو عمل میں لاؤں اور اس سے تجاوز نہ کروں اس نے کہا کہ جوان عورت سے نکاح کرنا اور گوشت سوائے جوان حیوان کے مت کھانا اور جب تک شئے خوب نہ پک جائے مت کھانا اور بلاوجہ مرض کے بغیر دوا مت پینا اور میوہ خوب پکا ہوا کھانا اور غذا اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جس کا دل چاہتا ہو۔ اس پر پانی مت پینا اور جب پانی پی چکو تو پھر کچھ نہ کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور دن کی غذا کے بعد سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد چہل قدمی کرنا کم از کم سو قدم چلو اہل عرب کہتے ہیں۔ تغد تمد تعش تمش (دن کی غذا کھا کر دراز ہوجائے اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو اور کہتے ہیں کہ پیشاب کا بند رکھنا بدن میں خرابی پیدا کرتا ہے) جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اس کی اردگرد کی چیزیں خراب ہوجاتی ہیں۔ (4) رگوں کا تانتا مرض لاتا ہے اور رات کا نہ کھانا بوڑھا کرتا ہے اور اہل عرب والوں کا قول ہے کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سرین کی چربی کو دور کردیتا ہے۔

حکایت: ایک حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لو تب تک گھر سے نہ نکلو نہ ہی کچھ کھانے کے بغیر صبح کو نکلو اور اس کو عقل اس لئے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہے اور اس سے طیش دور ہوتا ہے اور ایک فائدہ یہ کہ بھوک ہوتو بازار کی چیزوں پر طبیعت خوب مچلتی ہے۔

حکایت: حکیم نے موٹے کو کہا کہ تیرا جسم بنے ہوئے کپڑے کی طرح محسوس ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں گیہوں کا میدا اور حلوان کا گوشت کھاتا اور بنفشہ کا تیل ملتا ہوں اور ریشمی کپڑا پہنتا ہوں۔ (5) کہ تندرست کو پرہیز ایسے مضر ہے جیسے بدپرہیزی بیمار کو ۔بعضوں کا قول ہے کہ پرہیز وہ کرتا ہے جس کو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شکر ہے اور صحت کی حالت میں بلاتردد رہنا اچھا ہے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبیب رومی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کھجور کھا رہے تھے حالانکہ ان کی ایک آنکھ پرآشوب تھی فرمایا کہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے اور تم خرماء کھاتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہوں آپ سن کر ہنس پڑے۔ (6) میت والوں کیلئے کھانا بھیجنا مستحب ہے۔

حدیث: جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے کنبے والے میت کی مشغولی میں کھانا نہ تیار کرسکیں گے۔ ان کے پاس کھانا بھیج دو۔ (اسی لئے انہیں کھانا بھیجنا مسنون ہے)۔

مسئلہ: جب اہل موت کا کھانا آجائے تو کھالینا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر بین اور واویلا کرنے والیوں کیلئے ہو تو انہیں کھانا چاہیے۔ (7) ظالم شخص کے کھانے کیلئے نہ جائے گر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھائے اور جو کھانا بہت عمدہ ہو اس میں ہاتھ نہ ڈالے۔

حکایت: کسی صفائی کے گواہ اس شخص کی گواہی قبول نہ کی جس نے ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اس نے کہا کہ میں دعوت کھانے میں مجبور تھا صفائی کے گواہ نے کہا کہ میں دیکھتا تھا کہ تو عمدہ کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا اس میں تو کسی کا جبر تجھ پر نہ تھا اسی ظالم بادشاہ نے اسی قاضی کو بھی جبرا کھانے کو کہا تھا مگر اس نے انکار کردیا کہ اگر میں کھانا کھاؤں گا تو گواہوں کی صفائی کی گواہی نہ دوں گا چونکہ اس کے تزکیہ کے بغیر بہت حرج واقع ہوتا تھا۔ اسی لئے اس کا عذر بادشاہ نے مان لیا اور۔

حکایت: ذو النون مصری رحمتہ اللہ علیہ مقید ہوگئے چند روز قید خانہ میں کھانا نہ کھایا ان کی ایک دینی بہن تھی اس نے اپنا سوت کات کر انسپکٹر جیل کے ہاتھ کھانا بھیجا آپ نے اسے بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اسی بی بی نے آپ سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا مگر ظالم کے برتن اور اس کے ہاتھ میں آیا تھا اسی لئے میں نے نہ کھایا انسپکٹر جیل کی معرفت نہ آتا تو میں کھالیتا یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے۔

(8) حکایت حضرت فتح موصلی حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کیلئے تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکال کر احمد جلا (اپنے خادم کو دے کر فرمایا کہ عمدہ کھانا اور اچھا سالن لاؤ۔ احمد کہتے ہیں کہ میں نے بہت ستھری مول لی اور پھر اپنے دل میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا کو کسی چیز کیلئے نہیں فرمایا اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ۔ اسی خیال سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے خرید لئے اور لاکر فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیئے۔ انہوں نے کچھ کھایا اور باقی اپنے ساتھ لے گئے۔ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ میں نے عمدہ کھانا خریدنے کو اس لئے کہا تھا کہ اچھا کھانا شکر خالص کا موجب ہوا کرتا ہے اور فتح رحمتہ اللہ علیہ نے کھانے کیلئے اس لئے نہیں کہا کہ مہمان کو ضروری نہیں کہ میزبان کو کہے کہ کھاؤں اور وہ بچا ہوا کھانا اپنے ساتھ لے گئے کہ جب توکل صحیح ہوتا ہے تو توشہ کا ساتھ لے جانا نقصان نہیں۔

حکایت حضرت ابو علی رودباری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کی ضیافت کی اور اس میں ہزار چراغ جلائے کسی نے ان پر اعتراض کیا کہ یہ اسراف ہے کہا کہ اندر جاکر جو چراغ میں نے اللہ عزوجل کیلئے نہ [illegible] کیا ہو اس کو گل کر دو۔ وہ شخص اندر گیا اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہ ہوا قائل ہوگیا۔

حکایت: ابو علی رودباری نے بہت سے شکر کے ستون اور شکر کی دیوار مع کنگروں اور محرابوں کی تیار کرائیں اور اس میں کھمبے منقش لگوائے جو سب شکر کے تھے پھر صوفیائے کرام کو بلا کر کھانے کو کہا کہ سب نے اس کو گرا کر لوٹ

لیا۔ (9) امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کھانا چار طرح پر ہے۔ (1) انگلی سے کھانا یہ موجب رب العالمین کی ناراضگی کا موجب ہے۔ (2) دو انگلیوں سے کھانا تکبر ہے۔ (3) تین انگلیوں سے کھانا یہ مسنون ہے۔ (4) چار یا پانچوں انگلیوں سے کھانا شدت حرص پر دلالت کرتا ہے۔ (فائدہ) چار چیزیں بدن کی مقوی ہیں (1) گوشت کھانا (2) خوشبو سونگھنا (3) جماع کے بغیر ویسے بہت نہانا (4) اونی کپڑا پہننا۔ (فائدہ) چار چیزیں بدن کو ست کرتی ہیں۔ (1) کثرت جماع (2) غم میں رہنا (3) نہار منہ زیادہ پانی پینا (4) کثرت سے ترشی کا کھانا (فائدہ) چار چیزیں بینائی کو قوت دیتی ہیں۔ (1) قبلہ رخ بیٹھنا (2) سونے کے وقت سرمہ لگانا (3) سبزہ دیکھنا (4) لباس صاف رکھنا (فائدہ) چار چیزیں بینائی ست کرتی ہیں (1) نجاست دیکھنا (2) سولی لٹکائے ہوئے کو دیکھنا (3) عورت کی شرم گاہ دیکھنا (4) قبلہ کو پیٹھ کرکے بیٹھنا (فائدہ) چار چیزیں مقوی باہ ہیں۔ (1) چڑیوں کا کھانا (2) اطریفل کبیر کھانا (3) پستہ کھانا (4) ترہ تیزک کھانا (فائدہ) سونا چار طرح پر ہے۔ (1) چت لیٹنا انبیاء کا سونا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش میں فکر کرتے تھے۔ (2) دہنی کروٹ پر علماء اور عباد سوتے ہیں۔ (3) بائیں کروٹ پر بادشاہ سوتے ہیں کہ کھانا ہضم ہو۔ (4) منہ کے بل شیطانوں کا سونا ہے۔ (فائدہ) چار چیزیں عقل بڑھاتی ہیں۔ (1) کلام لغو منہ سے نہ نکالنا (2) مسواک کرنا (3) علماء کے پاس بیٹھنا (4) صلحاء کی ہمنشینی کرنا (فائدہ) چار چیزیں داخل عبادت ہیں۔ (1) وضو کرکے چلنا (2) کثرت سے سجدہ کرنا (3) مسجدوں میں بیٹھا رہنا (4) اکثر قرآن مجید پڑھنا (فائدہ) یہ بھی امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ جو شخص نہار منہ غسل خانے میں نہائے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر سے کھائے وہ کیوں نہیں مرتا اور مجھے تعجب ہے کہ جو پچھنے لگوائے اور اسی وقت جلدی سے کھانا کھالے وہ کیوں نہیں مرتا اور فرمایا کہ دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ مفید نہیں دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے میں مستعمل ہو واللہ اعلم وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین والحمدللہ اولاً واخیراً۔

باب نمبر2 آداب نکاح

: یاد رہے کہ نکاح دین کا مددگار اور شیطانوں کو ذلیل کنندہ اور ان کے مکروں سے بچنے کا ایک مضبوط حصار ہے اور امت کے بہت ہونے کا سبب ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام پر فخر کریں گے۔ اس لئے اس کے اسباب کی جستجو اور سنتوں کی یادداشت اور آداب کی گفتگو نہایت موزوں ہے اور ہم اس کے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ فصل (1): نکاح کی ترغیب اور اعراض کے بارے میں واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے اس فضیلت یہاں تک بیان کی ہے کہ نکاح عبادت الٰہی کیلئے یکسوئی اختیار کرنے سے افضل ہے بعض فضیلت کے مقر ہیں مگر لیکن عبادت الٰہی کیلئے یکسوئی کو اس سے افضل سمجھتے ہیں بشرطیکہ نفس میں اتنا جوش نہ ہو کہ جس سے حال پریشان اور جماع کا خواہاں ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہے اس میں فضیلت حرف گزشتہ دور میں تھی کہ کسب مال کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتوں کی عادتیں بری تھیں لیکن یہ صحیح جب معلوم ہوگا کہ جب پہلے نکاح کی ترغیب اور

اعراض کے بارے میں اخبار و آثار بیان کئے جائیں پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کی جائے تاکہ اس کی آفتوں سے محفوظ ہو۔ فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہ ہو اس کے حق میں اس کا نہ کرنا مناسب ٹھہرے اس لئے اس فصل کو چار بیانوں میں منحصر کرتے ہیں۔

بیان (1): نکاح کی ترغیب میں: آیات (1) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں) بعینہ امر ارشاد ہوا ہے جو مفید وجوب کا مفد ہے۔ (2) فرمایا فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن (تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں) اس میں عورتوں کو نکاح سے باز رکھنے کی نہی فرمائی۔ (3) انبیاء کی مدح و ثناء میں فرمایا "ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا و ذريته" (الرعد 38) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بی بیاں اور بچے کئے۔ منت جتانے اور فضیلت ظاہر کرنے کے مقالہ میں بیان فرمایا (4) اولیاء کی مدح بھی اسی لئے فرمائی ہے کہ وہ اولاد کی درخواست کرتے ہیں چنانچہ فرمایا "والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما" ۔ (الفرقان 74) ترجمہ: کنزالایمان اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انہیں انبیاء کا ذکر فرمایا ہے جو شادی شدہ تھے سوائے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تھا لیکن صحبت کا اتفاق نہ ہوا اور نکاح کرنا صرف فضیلت نکاح حاصل کرنے اور سنت نکاح کے قائم رکھنے کیلئے تھا بعض کہتے ہیں کہ آنکھیں نیچی رکھنے کیلئے نکاح کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب زمین پر تشریف لائیں گے تو نکاح کریں گے ان کی اولاد بھی ہوگی اور اخبار اس کی فضیلت میں یہ ہیں کہ ....

احادیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النكاح سنتي فمن رغب عن سنتي فقد رغب عني۔ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے روگردانی کرے اس نے مجھ سے روگردانی کی۔ (2) فرمایا النكاح سنتي فمن احب فطرتي فليستن بسنتي۔ نکاح میری سنت ہے تو جو میری فطرت سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے میری سنت پر عمل کرے۔ (3) فرمایا تناكحوا تكثروا فاني اباهي بكم الامم يوم القيمة حتى بالسقط۔ نکاح کرکے امت بڑھاؤ اس لئے کہ میں قیامت میں امتوں پر فخر کروں گا یہاں تک کہ کچا بچہ گر جانے والے کی شمار میں شامل ہونے سے بھی۔ (4) ومن رغب عن سنتي فليس مني وان من سنتي النكاح فمن احبني فليستن بسنتي۔ جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں اور نکاح میری سنت ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے میری سنت پر عمل کرے۔ (5) فرمایا کہ جو کوئی تنگ دستی کے خوف سے نکاح ترک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (فائدہ) اس حدیث میں نکاح عمداً کی برائی ارشاد فرمائی ورنہ اصل نکاح کا ترک مذموم نہیں۔ (6) فرمایا کہ جو

شخص قدرت رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ نکاح کرے۔ (7) فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء۔ (جو شخص کہ طاقت رکھتا ہو تم میں سے شہوت کی اس کو چاہئے کہ نکاح کرے کہ اس سے آنکھ زیادہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ زیادہ محفوظ رہتی ہے اور جو نہ کر سکے اس کو روزہ رکھنا چاہئے کہ روزہ اس کے حق میں خصی ہوتا ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح نہ کرنے سے آنکھ اور شرم گاہ کے خراب ہونے کا خوف ہے۔ (فائدہ) وجاء لغت میں خصی کرنے کو کہتے ہیں تاکہ اس کا نہ ہونا جاتا رہے لیکن یہاں روزہ سے قوت جماع کم ہو جانا مراد ہے۔ (8) فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کی دیانت امانت سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ (فائدہ) اس میں بھی ترغیب نکاح کی علت فساد کے خوف فساد کو بیان فرمایا (9) فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کردے وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہوتا ہے۔ (10) فرمایا جو نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین لے چکا اب چاہئے کہ دوسرے آدھے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (فائدہ) اس میں بھی اشارہ ہے کہ نکاح کی فضیلت مخالفت اور فساد سے بچنے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ آدمی کے دین کو اکثر فساد کرنے والی شرم گاہ اور پیٹ ہی ہیں اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہے۔ (11) فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ (۱) نیک بخت لڑکا جو اس کیلئے دعا مانگے (الحدیث) اور ظاہر ہے کہ لڑکے کے نہ ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے۔

اقوال سلف صالحین: (1) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نکاح سے صرف دو چیزیں روکتی ہیں یا عاجزی و بدکاری اس میں آپ نے بیان فرمایا کہ دینداری مانع نکاح نہیں اور اس کے مانع کو دو بری باتوں میں منحصر کر دیا۔ (2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہیں ہوتی جب تک کہ نکاح نہ کرے اس سے غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہے مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس سے مراد یہ ہے کہ غلبہ شہوت کے باعث دل کی سلامتی نکاح کے بغیر متصور نہیں اور عبادت بغیر فراغ دل کے نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے اپنے غلاموں (حضرت عکرمہ اور کریب وغیرہما) کو بالغ ہونے کے بعد اپنے پاس رکھا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارا نکاح کر دوں کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان نکال لیا جاتا ہے۔ (3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض میری عمر میں سے صرف دس روز رہ گئے ہوں تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرلوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجروح نہ ہو جاؤں۔ (4) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی دو بیبیاں وباؤ طاعون میں مرگئی تھیں اور خود بھی مرض وبائی میں مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کر دو کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مجرو ملوں ان دونوں اثروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک شہوت کے دغدغہ سے بچنے کے علاوہ نکاح میں فضیلت ہے۔ (5) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نکاح کرتے اور فرماتے تھے کہ میں صرف اولاد کیلئے نکاح کرتا ہوں۔

حکایت: ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم شادی کیوں نہیں کرلیتے۔ عرض کیا یارسول اللہ میں تو مفلس بھی ہوں لیکن آپ کی خدمت سے علیحدہ ہوجانا گوارہ نہیں۔ آپ نے سکوت فرمایا پھر دوبارہ اس طرح ارشاد فرمایا انہوں نے وہی عرض کیا پھر انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا فائدہ مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں جو بات میرے لئے دین و دنیا میں مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ سے قریب کرے گی۔ آپ اسے زیادہ جانتے ہیں اگر تیسری بار ارشاد فرمائیں گے تو میں نکاح کر لوں گا۔ آپ نے ان کو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہیں کرلیتے۔ عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرادیجئے۔ فرمایا فلاں قبیلہ میں جاکر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو۔ عرض کیا کہ حضور میرے پاس خرچہ نہیں۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اپنے بھائی کیلئے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کر دو۔ صحابہ جمع کرکے سونا اس صحابی کو قبیلہ والوں کے پاس لے گئے۔ انہوں نے نکاح کردیا۔ صحابہ نے ولیمہ کیلئے ایک بکری خرید کرکے دی۔ (فائدہ) حدیث میں مکرر ارشادر فرمایا دلالت کرتا ہے کہ نکاح میں بڑی فضیلت ہے نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے اندر نکاح کی بات محسوس فرمائی ہو۔

حکایت: پہلی امتوں میں ایک عابد عبادت میں اپنے معاصرین پر فائق تھا۔ اس کا ذکر اس وقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا فرمایا کہ وہ شخص خوب ہے کہ اگر سنت کو نہ چھوڑ تا عابد نے پیغمبر کا ارشاد سنا تو رنجیدہ ہوکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی میں کونسی سنت کا تارک ہوں۔ فرمایا تو نکاح کا تارک ہے۔ عابد نے عرض کی کہ میں نے اسے اپنے اوپر حرام نہیں کیا ہے مگر میں مفلس ہوں بلکہ میرا خرچ دوسروں کے سر ہے۔ اسی لئے کوئی بھی اپنی لڑکی مجھے نہیں دیتا۔ پیغمبر نے فرمایا کہ تجھے میں اپنی لڑکی دیتا ہوں چنانچہ یہ فرما کر اپنی لڑکی کا نکاح کردیا۔ (فائدہ) بشر بن حارث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ مجھ پر تین باتوں کی وجہ سے افضل ہیں۔ (1) اپنے اور دوسروں کیلئے حلال روزی تلاش کرتے ہیں اور میں صرف روزی کا طالب ہوں۔ (2) ان کو نکاح کی گنجائش ہے مگر مجھے اس میں تنگی ہے۔ (3) وہ عوام کے امام ہیں (فائدہ) امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی بی بی یعنی عبداللہ کی ماں کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے اس کے دوسرے روز نکاح کرکے فرمایا کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ رات کو مجرد رہوں اور بشر رحمتہ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ جب آپ سے کہا گیا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہیں تو آپ نے فرمایا کہ معترضین سے کہہ دو کہ میں فرض کی وجہ سے سنت سے رکا ہوں دوبارہ ان پر کسی نے نکاح کا اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (البقرا 228) ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق) بشر کی بات امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کو سنائی گئی تو فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو وہ ستر کی نوک پر بیٹھا ہوا ہے۔

حکایت: بشر رحمتہ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا

کیا تو فرمایا کہ جنت میں میرے مراتب بلند ہوئے اور انبیاءِ کرام کے مقام تک مجھ کو پہنچا دیا گیا مگر نکاح والوں کے درجہ کو نہیں پہنچا۔ ایک روایت ہے کہ بشر رحمتہ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ ہم کو یہ پسند نہ تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آئے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے بشر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابونصر تمار کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ دوسروں کو مجھ سے ستر درجے زیادہ دیئے گئے ہیں میں نے پوچھا اس کی وجہ دنیا میں تو ہم آپ کو ان سے زیادہ دیکھتے تھے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی اولاد و عیال پر صبر کیا تھا۔ (فائدہ) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ بیبیوں کی کثرت دنیا میں سے نہیں اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہ نسبت دوسرے اصحاب کے زیادہ زاہد تھے اس کے باوجود آپ کی چار بیبیاں اور نوکنیزیں تھیں۔ حاصل یہ کہ نکاح پہلی سنت اور انبیاءِ کرام کی عادت میں سے ایک بہتر عادت ہے۔

حکایت: کسی نے حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ خوشحالی مبارک ہو کہ آپ مجرد کے باعث عبادت ہی کیلئے ہو رہے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے عیال کے ہوتے ہوئے میری سب حالتوں سے بہتر ہے۔ اس نے کہا کہ پھر کون سی چیز آپ کو نکاح سے مانع ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو عورت کی حاجت نہیں ورنہ یہ منظور ہے کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کروں۔

مسئلہ: نکاح والے کی فضیلت مجرد پہ ایسی ہے جیسے جہاد کرنے والے کی نہ جانے والے پر اور نکاح والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعتوں سے بہتر ہے۔

بیان نمبر3: نکاح سے روگردانی کرنے کے وجوہ میں۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو سو برس کے بعد میری امت میں بہتر وہ ہوگا جو سرمایہ اور عیال کم رکھتا ہو اور نہ اس کی بیوی ہو نہ بچہ۔

حدیث: فرمایا میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کی تباہی اس کی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی کیونکہ اسے تنگدستی کا ننگ دلائیں گے اور اسے ایسی بات کی تکلیف دیں گے جس پر اس کو قابو نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے وہ ایسی راہوں میں گھسے گا جن میں اس کا دین جاتا رہے گا۔ اسی لئے تباہ ہوگا۔

حدیث: عیال کا کم ہونا بھی دو تونگروں میں سے ایک ہے اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیوں میں سے ایک ہے۔ (فائدہ) ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ علیہ سے کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتوں سے صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ ان کی ترکات پر صبر کیا جائے اور ان کی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کی فراغ اس قدر حاصل ہوتی ہے کہ بیوی والے کو نہیں ہوتا اور یہ بھی فرماتے کہ ہم نے اپنے دوستوں میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان کو تلاش کیا اس نے دنیا کی طرف میل کیا اول (1) معاش کا طالب ہوا

(2) کسی عورت سے نکاح کیا۔ (3) حدیث کو لکھا۔ (فائدہ) حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اسے مال وزن و فرزند میں مشغول نہیں کرتا۔ ابن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ایک جماعت نے اس میں مناظرہ کیا آخر ان کی رائے اس پر ٹھہری کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ مال و اہل انسان بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ ہوں تو سہی مگر اس کو اللہ تعالیٰ سے روک نہ دیں اور یہی ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول میں پائی جاتی ہے کہ جو چیز تجھ کو اللہ تعالیٰ سے روک دے وہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھ پر منحوس ہے۔ خلاصہ یہ کہ نکاح سے روگردانی جس سے اکابر سلف نے حکم فرمایا ہے تو وہ مطلق نہیں بلکہ شرط سے جس سے نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکورہ ہے اور شرط کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ نکاح کی آفتوں اور فوائد کی تشریح کی جائے۔

بیان (3) نکاح کے فوائد: نکاح کے فوائد مجملاً پانچ ہیں۔ (1) اولاد کا ہونا (2) شہوت کا توڑنا (3) گھر کا انتظام کرنا (4) اپنے کنبے کا زیادہ ہونا (5) عورتوں کے ساتھ رہنے میں نفس پر مجاہدہ کرنا۔

نکاح کے مفصل فوائد: (1) یعنی اولاد کا ہونا یہ سب میں اصل ہے اور نکاح اسی لئے مقرر ہوا اور اس سے اور نسل کا باقی رکھنا مقصود ہے کہ جنس انسان سے عالم خالی نہ ہو اور شہوت جو مرد اور عورت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس سے لطیف تدبیر کرکے اولاد پیدا کی جائے جیسے جانور کو جال میں پھنسانے کیلئے دانہ پھیلا دیا جاتا ہے کہ اس کی چاہت جال میں آجائے۔ اسی طرح خواہش مرد وعورت کے جماع کی خواہش کو حصول اولاد کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے اگرچہ قدرت ازلی انسان کو ان بکھیڑوں کے بغیر بھی ابتداء اولاد پیدا کرسکتی تھی مگر حکم الٰہی اسی بات کی متقضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اس پر منحصر کیا جائے اگرچہ اسے حاجت نہ تھی مگر اپنی قدرت کے اور عجائب صنعت کو پورا کرنے پر جس طرح اس کی مشیت ہوچکی۔ حکم فرما دیا۔ اسے اور جس طرح قلم چل چکا۔ اسی طرح موجود کرنے کیلئے سامان پیدا فرمایا۔ (فائدہ) شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ اولاد ہے اور یہ چار طرح سے موجب ثواب ہے۔ (جو ترغیب کے باب میں اصل ہیں) یہاں تک کہ اکابر نے انہیں کے باعث پسند نہیں کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی موافقت ہوتی ہے۔ (2) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ اولاد کثرت سے آپ فخر فرمائیں گے۔ (3) مرنے کے بعد نیک بخت اولاد کی دعا کی توقع (4) اولاد اگر صغرسنی میں مرجائے اس کی شفاعت کی توقع ان چاروں وجہ سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عجیب مصنوعات اور جاری احکامات میں بصیرت رکھتے ہیں ان کے نزدیک سب سے زیادہ قوی اور درست اول وجہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرکے اس کیلئے زمین کھیتی کیلئے تیار کردے اور غلام مذکور کھیتی پر قادر ہے اور آقا اس پر ایک نگران معین کردے کہ اس کو کھیتی کیلئے تقاضا کرتا رہے تو اس صورت میں اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بے کار رہنے دے اور بیج کو ضائع ہونے دے یہاں تک کہ خراب ہوجائے۔ نگران کسی بہانہ سے ٹال دے تو ظاہر ہے کہ یہ غلام آقا کی ناراضگی اور عتاب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کا جوڑا بنایا اور مرد کیلئے آلہ تناسل اور

خصیے خاص کئے اور نطفہ کو پشت کی ہڈی میں پیدا کرکے انثیین میں اس کے رگ و پے تیار کئے اور عورت کی رحم کو نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ بنائی اور مرد وعورت دونوں پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ تمام امور خالق کی مراد پر شہادت دیتے اور عقل والوں کو بتاتے ہیں کہ ہمیں اس غرض سے بنایا گیا ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ خداوند کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد فرمایا ہو اور جب آپ کی زبان مبارک سے اپنا مقصود ظاہر کردیا ہو جیسا کہ فرمایا تنا کحوا تنا سلوا تب تو جو نکاح سے رکے گا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے سامان کو بے کار رکھنے والا ہو گا اور فطرت کے مقصود اور اس حکمت کے خلاف کرے گا جو خلق کے مشاہدہ سے سمجھ آتی ہے اور ان کے اعضاء پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہے جس میں نقوش اور حروف اور آواز کو دخل نہیں۔ اس کو وہی پڑھتا ہے جسے بصیرت خداداد حکمت ازلی کے وقائق کے سمجھنے میں چلتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اولاد کے قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے میں سخت ممانعت فرمائی اس لئے کہ یہ بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ انزال کے وقت آلہ تناسل کو بخوف حمل رہ جانے کے باہر نکالنا ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کرنے والا اس مقصد کے کامل کرنے میں کوشش کرتا ہے جس کا پورا کرنا اللہ عزوجل کو محبوب ہے اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور بے کار کرتا ہے جس کا تلف کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے چونکہ اللہ عزوجل کو جانوں کا باقی رکھنا محبوب ہے۔ اسی لئے کھانا کھلانے کا حکم فرمایا ور اس کی ترغیب دی کہ اسے قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ فرمایا من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ (سوال) اگر نسل کا باقی رکھنا اللہ عزوجل کو محبوب ہے یہ شبہہ ہوتا ہے ان کا فنا ہونا اللہ عزوجل کے ہاں برا ہو اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ عزوجل کے ارادہ کے لحاظ سے موت اور حیات میں فرق ہو۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ سب چیزیں اللہ عزوجل کی مشیت سے ہیں اور اللہ عزوجل عالم دنیا سے مستغنی ہے اس کے نزدیک ان کی موت اور حیات اور بقا اور فنا میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا۔ (جواب) یہ تقریر بظاہر تو ٹھیک ہے مگر اس کی مراد باطل ہے اس لئے کہ جو ہم نے کہا کہ وہ اس کے منافی نہیں کہ دنیا کی سب چیزیں یعنی خیر و شر اور نفع اور ضرر اللہ عزوجل کے ارادہ سے منسوب ہوں بلکہ محبت اور کراہت آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ نہیں کہ ارادہ کی ضد ہوں کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیزیں مکروہ ہوتی ہے اور بعض دفعہ محبوب مثلاً معاصی مکروہ ہیں مگر ارادہ سے ہوتے ہیں اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہیں لیکن وہ محبوب اور پسند ہیں اور کفر اور شر کو ہم پسند اور محبوب نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ارادہ سے ہوتے ہیں اور ان کے ناپسند ہونے کو خود اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ولا یرضی لعباده الکفر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبت [illegible]ر کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا اللہ عزوجل کے نزدیک ایک جیسی ہوں۔ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے بندہ فرمانبردار کی جان قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا جانتا ہے اور مجھ کو اس کی نابرائی ناپسند ہے حالانکہ موت اس کو ضروری ہے موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃ" معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ اور تقدیر پہلے ہوچکے ہیں چنانچہ فرمایا الذی خلق الموت والحیوۃ (الملک آیت 2) ترجمہ کنزالایمان:

موت اور زندگی پیدا کی اور نحن قدرنا بینکم الموت (الواقعہ 60) ترجمہ کنزالایمان: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔ اس میں اور اس ارشاد میں برائی ناپسند ہے۔ منافات نہیں۔ ہاں ارادہ اور محبت اور کراہت کے معانی کی تحقیق ضروری ہے۔ اس لئے کہ ان کے الفاظ سے ذہنوں میں یہی متبادر ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کی صفات اور مخلوق کی صفات میں وہی فرق ہے جو اس کی ذات اور مخلوق کی ذات میں ہے جس طرح کہ مخلوق کی ذات جوہر اور عرض ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہے اور جو جوہر اور عرض نہ ہو وہ کسی کے مشابہ کیسے ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کی صفات بھی خلق کی صفات کے مشابہ نہیں چونکہ یہ حقائق مکاشفہ میں داخل ہیں اور انہیں میں تقدیر کا راز ہے اور اس کا ظاہر کرنا ممانعت ہے۔ اسی لئے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہیں اور جو کچھ نکاح کرنے اور اس کے رکنے کا فرق بتایا ہے۔ اسی پر اکتفا کرتے۔ یعنی نکاح سے رکنے والا اپنی اس نسل کو ضائع کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے نسلاً" بعد نسل اس شخص تک باقی رکھا تھا اور وہ اپنی غلط تدبیر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کے قائم مقام نہ ہو اگر بالفرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا ہے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبا میں مبتلا ہوکر یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کردو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرد نہ جاؤں اگر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت میں اولاد کی توقع نہ تھی تو پھر نکاح کی خواہش کیوں تھی۔ (جواب) اولاد جماع سے پیدا ہوتی ہے اور جماع کا باعث شہوت ہے اور یہ بندہ کے اختیار میں داخل نہیں۔ بندہ کے اختیار میں صرف اسی قدر ہے کہ جو چیز محرم شہوت ہو اس کو عمل میں لائے اور یہ انسان سے ہروقت ہوسکتا ہے اور جو شخص عقد کرے گا تو جو بات اس کے ذمہ تھی وہ ادا کرچکا اور باقی باتیں اس کے قبضہ اختیار سے خارج ہیں۔ اسی لئے سے نامرد کو نکاح کرنا مستحب ہے۔ اس لئے کہ شہوت کے ایسی ابھار پوشیدہ ہیں کہ جن پر اطلاع نہیں ہوتی یہاں تک کہ خراب خصیہ والے کے حق میں نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہیں ہوگا گو اسے توقع اولاد کی نہیں جس طرح کہ افعال حج میں گنجہ کیلئے حج میں سر پر استرا پھروانا مستحب ہے اگرچہ سر پر بال نہ ہوں مگر اس میں اسے حجاج کی پیروی اور سلف صالح کی اقتداء مستحب ہے جس طرح آج کل حج میں طواف کے وقت تین پھیروں میں چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر دوڑ کر چلنا مستحب ہے حالانکہ یہ اعمال اس غرض سے تھے کہ کافروں کی نظروں میں اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگوں نے داد شجاعت دی تھی۔ ان کا یہ فعل پچھلے زمانے والوں کیلئے مستحب ہوگیا اگر ان دونوں کو اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ صحبت پر قادر نہیں تو استحباب نکاح میں ضعف آجاتا ہے اور یہ استحباب اس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہے کہ ان کے نکاح سے ایک شئی بے کار ہوئی جاتی ہے اور اس سے جو مطلب نکلتا وہ ضائع ہوتا ہے اور اس کی حاجت بھی نہیں پوری ہوتی اور اس میں ایک طرح کا خطرہ ہے تو یہ وجہ ایسی ہے کہ جو لوگ شہوت کی کمزوری کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہیں ان کے عذر پر آگاہ کرتی ہے۔

وجہ (2): نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا میں کوشش کرنا ہے کہ جس چیز سے آپ فخر فرمائیں گے۔ وہ کثرت نکاح ہی سے ہے کیونکہ آپ نے اس امر کی تصریح فرمادی ہے اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ پر گر یہ روایت دال ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حال میں مروی ہے کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اولاد کیلئے نکاح کرتا ہوں اور بانجھ عورت کی مذمت حدیث میں مروی ہے اس سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے میں بوریا بانجھ عورت کی نسبت اچھا ہے۔

حدیث: فرمایا خیرنسائکم الولود الودود (تمہاری بیبیوں میں سے بہتر وہ ہیں کہ بچے جنیں اور محبت کریں اور فرمایا اولاد والی بدصورت عورت اس خوبصورت عورت سے بہتر ہے کہ جس سے اولاد نہ ہو ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح کی فضیلت میں اولاد کی طلب کو بہت دخل ہے یہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنے کے اس لئے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے کیلئے زیادہ زیبا ہے لیکن تاہم اولاد کی وجہ سے اس پر بدصورت کو ترجیح دی گئی)

وجہ (3): بعد کو اولاد کا نیک بخت ہونا جو باپ کیلئے دعائے خیر کرے۔

حدیث: (1) آدمی کے تمام عمل ختم ہوجاتے ہیں صرف تین باقی رہتے ہیں ان میں ایک نیک بخت لڑکے کا ذکر فرمایا۔

حدیث: (2) دعائیں مردوں کے سامنے نور کے طباق میں رکھ کر پیش کی جاتی ہے۔ (سوال) بعض اوقات اولاد نیک بخت نہیں ہوتی۔ (جواب) یہ قول لغو ہے اس لئے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالبًا نیک بخت ہی ہوگی۔ بالخصوص جب اس کی تربیت کا قصد کرے۔ خلاصہ یہ کہ ایماندار کی دعا ماں باپ کے حق میں مفید ہی ہوتی ہے خواہ نیک بخت ہو یا بدکار اور اگر اولاد نیکیاں کرے گی اور دعا مانگے گی تو ماں باپ کو اس کا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ اولاد اسی کی کمائی ہے اور اگر اولاد برائیاں کرے گی تو ماں باپ سے اس کی بازپرس نہ ہوگی اس وجہ کیونکہ لا تزروازرۃ وزر اخریٰ (38) ترجمہ کنزالایمان کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ قرآن مجید میں موجود ہے)۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ الحقنا بھم ذی ذریتھم التنا ھم من عملھم من شئی۔ یعنی ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ ان کے احسان پر یہ بات زائد کردی کہ ان کی اولاد کو ان کے ساتھ کردیا۔

وجہ (4): اولاد پہلے بیشتر مرجائے گی تو شفارشی ہوگئی۔

حدیث: حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اولاد اپنے ماں باپ کو جنت کی طرف کھینچے گی اور بعض

احادیث میں فرمایا کہ بچہ ماں باپ کا کپڑا پکڑے گا جیسے میں اب تیرا کپڑا پکڑتا ہوں۔

حدیث: فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر توقف کرے گا اور غصہ سے کہے گا کہ میں جنت میں تب جاؤں گا جب میرے ماں باپ میرے ساتھ ہوں۔ حکم ہوگا کہ اس کے ماں باپ کو اس کے ساتھ جنت میں داخل کرو۔

حدیث: لڑکے قیامت کے میدان میں (جس وقت کہ خلقت حساب کیلئے درپیش ہوگی جمع ہوں گے) فرشتوں کو حکم ہوگا کہ لڑکوں کو جنت میں لے جاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازے پر ٹھہریں گے۔ ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ اے مسلمان بچو اندر جاؤ تم سے کچھ حساب نہیں وہ کہیں گے کہ ہمارے ماں باپ کہاں ہیں۔ جنت کے فرشتے کہیں گے کہ وہ تم جیسے نہیں ہیں بلکہ ان کے ذمہ گناہ اور برائیاں ہیں ان سے ان کا حساب و کتاب ہوگا یہ سن کر وہ لڑکے چیخیں گے اور ابواب جنت پر فریاد و زاری کریں گے۔ اللہ عزوجل باوجود کہ ان کے حال سے خوب واقف ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا کہ یہ فریاد کیسی ہے فرشتے عرض کریں گے کہ الٰہی مسلمانوں کے بچے ہیں کہتے ہیں کہ ہم جنت میں اپنے باپ کے بغیر نہیں جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کے ماں باپ کے ہاتھ پکڑو اور ان کو جنت میں داخل کرو۔

حدیث: فرمایا من مات له اثنان من الولد فقد اختطر بخنظر من النار۔ ترجمہ: جس کے دو بچے مر گئے اس کیلئے دوزخ سے ایک دیوار بن گئی۔

حدیث: فرمایا من مات له ثلثه لم یبلغوا لحنث ادخله الله الجنته بفضل رحمته ایاہم قیل یارسول الله واثنان قال واثنان۔ ترجمہ: جس کی تین اولادیں ایسی مر گئیں کہ حالت بلوغ کہ نہ پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اپنے فضل و رحمت سے کسی نے پوچھا دو اولادیں' آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہوگا۔

حکایت: کسی نیک بخت سے لوگ نکاح کا کہا کرتے تھے وہ بزرگ کئی روز تو انکار کرتے رہے۔ ایک روز سو کر اٹھے تو کہنے لگے کہ میرا نکاح کر دو۔ میرا بیاہ کر دو۔ لوگوں نے ان کا نکاح کردیا اور وجہ پوچھی کہ اب کس لئے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمادے اور صغر سنی میں اس کی وفات ہوتو آخرت میں میرے کام آئے پھر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ میں بھی قیامت کے میدان میں کھڑا ہوں اور پیاس سے میری جان لبوں پر آرہی ہے۔ اس طرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب میں گرفتار ہے پھر دیکھتا ہوں کہ کچھ بچے صفوں کو چیرتے پھرتے ہیں۔ ان کے سر پر نور کی قندیلیں ہیں اور ہاتھوں میں چاندی کی چھاگل اور سونے کے پیالے لئے ایک ایک کو پانی پلاتے ہیں اور اندر گھسے جاتے ہیں اور بہتوں کو چھوڑتے بھی جاتے ہیں میں نے اپنا ہاتھ ایک لڑکے کی طرف پھیلا دیا اور کہا کہ میرا پیاس کے مارے برا حال ہے مجھ کو پانی پلا۔ اس نے کہا کہ ہم میں تیرا لڑکا کوئی نہیں ہم تو اپنے ماں باپ کو پانی پلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے لڑکے ہیں جو صغر سنی میں مر گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول وقدموا لانفسکم کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اس سے مراد

انتباہ: جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے دوسرے کو اس میں تساہل کیسے درست ہوگا؟

حکایت: ایک آدمی نکاح بہت کرتے تھے یہاں تک کہ دو یا تین بیبیوں سے خالی نہیں رہتے تھے کسی صوفی نے ان پر اعتراض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ میں کچھ دیر کھڑا رہے۔ اس عرصہ میں اس کے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گزر ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بات۔ ہمیں اکثر ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ جیسا حال تمہارا صرف ایک وقت میں ہوتا ہے اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر میں بھی کبھی ہوتا اور میں اس کو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نہ کرتا مگر میرا حال یہ ہے کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اس نے مجھ کو میرے حال سے روک دیا تو میں نے اس کو پورا کردیا اور اپنے کام کی طرف رجوع کیا۔ الحمدللہ چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہیں ہوا۔

حکایت: کسی نے صوفیہ پر اعتراض کیا تو ایک دین پسند نے پوچھا کہ آپ کو ان کی کونسی بات پر اعتراض ہے کہاکہ وہ بہت کھاتے ہیں کہا اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہیں تو تم بھی اس طرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہیں پھر اس نے کہا کہ نکاح بہت کرتے ہیں اس نے جواب دیا کہ اگر تم بھی ان جتنی اپنی آنکھ اور شرم گاہ کی حفاظت کرو تو ان کی طرح نکاح کرنے لگو گے۔ (فائدہ) حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ مجھے جماع کی ایسی ضرورت ہے جیسے غذا کی۔ عرض کی کہ بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہے اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اس کا نفس اس کی طرف شائق ہو۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اس لئے کہ صحبت کرنا دل کے وسوسہ کو دور کردے گا۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کو دیکھ کر حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے ہم بستر ہوکر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے پس جب کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو چاہئے کہ اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو دوسری کے پاس ہے۔

حدیث: فرمایا کہ جن عورتوں کے خاوند ان کے گھر پر نہ ہوں ان کے ہاں اکیلے نہ جاؤ کہ شیطان تمہارے اندر خون کی جگہ پر پھرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ کے خون مبارک کی جگہ پر بھی پھرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر غالب کردیا ہے تو میں اس سے بچا رہتا ہوں۔ (فائدہ) سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لفظ اسلم جو وارد ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میں شیطان سے بچا رہتا ہوں یعنی ۔صیغہ ماضی بمعنی وہ مسلمان ہوگیا۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (صحابہ میں سے بڑے زاہد اور عالم تھے) کہ کبھی روزہ کا افطار جماع سے کرتے' کھانا بھی بعد کو کھاتے اور بعض اوقات تو مغرب کی نماز سے پہلے ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے تاکہ دل عبادت الٰہی کیلئے فارغ ہوجائے اور شیطان کے دخل اس دل سے نکل جائیں اور یہ بھی کہ ماہ رمضان میں انہوں نے نماز

عشاء سے پہلے اپنی تین لونڈیوں سے صحبت کی۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بہتر شخص اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیبیاں زیادہ ہوں۔ (فائدہ) چونکہ اہل عرب کے مزاج پر شہوت غالب تھی۔ اسی لئے ان کے نیک لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کی فراغت کیلئے گناہ کے خوف کے وقت لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہے کیونکہ کرے گا تو لواطت کا خطرہ ہے جو ایک قسم کا اہلاک ہے۔ اسی لئے ایسا شخص جو آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے پر قادر ہو تو اسے لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے مگر لواطت جو دین تباہ کرنے کا موجب ہے۔ اس لئے کہ اپنی اولاد کو غلام بنانا اس سے بہتر ہے کہ زنا میں مبتلا ہو۔ اسی لئے کہ اولاد کا غلام بنانا انہیں تباہی میں جھونکنا ہے لیکن اس میں خرابی یہی ہے کہ چند روز زندگی تلخی سے گزرے گی اور زنا کرنے سے آخرت کی دائمی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہے جس کے ایک دن کے مقابلہ میں دنیاوی عمریں ہیچ ہیں۔

حکایت: ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس سے تمام لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اس سے پوچھا کہ کچھ ضرورت ہے اس نے عرض کیا کہ میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو لوگوں کی شرم مانع تھی اور آپ کی ہیبت اور تعظیم کچھ کہنے نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہے تو جو بات تو اپنے باپ سے کہہ دیتا وہ مجھ سے بھی کہہ دے۔ عرض کیا کہ میں جوان ہوں اور بی بی نہیں رکھتا اکثر مشت زنی سے قضاء حاجت کرلیتا ہوں۔ اس میں کچھ گناہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے منہ پھیر کر اظہار تعزیت فرمایا لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہے اور وہ زناء سے بہت ہے۔ (فائدہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خربیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی۔ سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کرلینا ہے جس میں اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرتا ہے اور اس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنا یعنی مشت زنی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہے۔ (فائدہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان میں سے کسی چیز کو مطلق مباح نہیں فرمایا اس لئے کہ پہلی میں دونوں خرابیاں ممنوع ہیں۔ ان کی طرف ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ خوف اس سے ممنوع چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہو جیسے مردار کھانا حرام ہیں مگر بخوف جان جانے کے اس کا کھانا بمجبوری مباح ہوجاتا ہے۔ (ازالہ وہم) ایک خرابی کو جو دوسری سے بہتر فرمایا اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مباح مطلق ہے یا مطلق بہتر ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ اضطرار کے وقت اس کو اختیار کیا جائے جیسے سڑے ہوئے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا مطلقاً اچھا نہیں مگر جان پر بنتی ہے تو اس کی اجازت دے دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نکاح کرنے میں ایک فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ ان تینوں خرابیوں سے آدم محفوظ رہتا ہے مگر یہ فضیلت سب کے حق میں نہیں بلکہ اکثر کے حق میں ہے کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی تو ہیں ان کی شہوت بڑھاپے میں یا مرض وغیرہ کے باعث ست پڑجاتی ہے تو ایسے لوگوں کے حق میں یہ سبب فضیلت کا نہیں رہتا۔ ہاں اولاد کی توقع ان کیلئے بھی باقی ہے اور یہ بات تمام مردوں میں عام ہے البتہ نامردوں کے حق میں یہ بھی نہیں مگر نمردی شاذونادر ہوتی ہے اور بعض طبیعتوں پر غلبہ شہوت اس قدر ہوتا ہے کہ

ان کو ایک عورت پارسا مکتفی نہیں تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کرنا مستحب ہے اگر اللہ تعالیٰ ان سے موافقت اور دوستی نصیب کردے۔ تب تو الحمدللہ ورنہ مستحب ہے کہ نہ موافق کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے سات دن بعد نکاح کرلیا تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بہت نکاح کرنے والے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا تھا اور بعض اوقات ایک ہی وقت میں چار عورتوں سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت میں چاروں کو طلاق دے کر چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اشبھت خلقی و خلقی" اور نیز فرمایا "حسن منی وحسین من علی" حضرت حسین مجھ سے ہیں اور حضرت حسین، حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہم) سے ہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا زیادہ نکاح کرنا وہ عادت ہے جو آنحضرت ﷺ کی عادت سے زیادہ ملتی ہے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسی (80) عورتوں سے نکاح کیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جن کی تین تین اور چار چار بیبیاں تھیں اور دو والے تو بے شمار تھے اور جس وقت سبب معلوم ہو جائے۔ اس وقت چاہئے کہ علاج سبب ہی کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کو ساکن کرنا ہے تو کثرت اور قلت نکاح میں اسی کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

فائدہ (3): نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہنچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے ان کو انس دلانا ہے اور حسین چہرے کو دیکھنا دل کیلئے راحت اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ نفس ہار جلد مانتا ہے اور حق سے زیادہ بھاگتا ہے کیونکہ یہ اس کی سرشت کے خلاف پڑتا ہے پس اگر نفس کے مخالف امر پر اس کو بزور لایا جائے گا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دباؤ دیا جائے گا تو کہنا نہ مانے گا بلکہ سرکشی کرے گا اور اگر کبھی کبھی اسے لذتوں سے راحت ملتی رہے گی تو خوب خوش رہے گا۔

اہل ارتقاء کیلئے بھی اچھے مباحات میں دل بہلانے میں حرج نہیں۔

قرآن مجید: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ھوالذی خلقکم من نفس واحدۃ و جعل منھا زوجھا لیسکن الیھا" (الاعراف 189) ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔

فائدہ: حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قلوب کو راحت دو اگرچہ ایک ساعت اس لئے کہ جب دلوں سے زبردست کام لیا جاتا ہے تو دل کمزور پڑ جاتے ہیں۔

حدیث شریف: عقلمندوں کیلئے تین ساعات اچھی ہیں۔ (1) جس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے۔ (2) جس میں نفس کا محاسبہ کرے (3) جس میں کھائے پیئے۔

فائدہ: پچھلی ساعت پہلی دو ساعتوں پر مدد ملتی ہے۔

حدیث شریف: عقلمند انسان سوائے تین باتوں کے اور کسی چیز کا حریص نہیں ہوتا۔ (1) آخرت کیلئے توشہ جمع کرنا

(2) فکر معاش (3) لذت حلال۔

حدیث شریف(1): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لکل عامل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ فمن کانت فترتہ علی سنتی فقداھتدی۔ ہر عمل کرنے والے کیلئے محنت و مشقت ہے اور ہر مشقت کیلئے راحت ہے جس کی راحت میری سنت ہو وہ ہدایت پا گیا۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں شرہ بمعنی محنت و مشقت ہے اور یہ ارادہ کے ابتداء میں ہوتی ہے اور فترہ بمعنی سانس لینا' غایہ درجہ کی رہ ٹھہرنا۔ جس کا ہم نے راحت معنی کیا ہے۔

حدیث(2): حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے نفس کو کھیل سے بہلاتا ہوں تاکہ آئندہ امر حق میں قوت پاؤں۔ **حدیث (3):** بعض احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ میں نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعف کی شکایت کی تو آپ نے ہریسہ (ایک قسم کا کھانا اور بہت گلا ہوا گوشت) بنا دیا۔

حدیث (4): اگر صحیح ہو تو اس سے بھی صرف استراحت کی قوت ہے دفع شہوت تعلیل نہیں ہو سکتی کہ اس صورت میں شہوت کیلئے مشورہ لینا لازم آتا ہے۔ اور جس کی شہوت جاتی رہی ہو۔ اس طرح کے انس سے بھی اکثر محروم ہو جائے گا۔

حدیث(5): حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حبب الی من دنیا کم ثلث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ ترجمہ: مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب کردی گئی ہیں' خوشبو' عورت' نمازیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

فائدہ: نفس کو راحت دینا ایسے ہے جیسے اپنے نفس کو فکروں اور ذکر و فکر و دیگر اعمال کی مشقات میں ڈال کر تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر ہو گا اور یہ فائدے پہلے دو فائدوں کے علاوہ ہیں۔ یہاں تک کہ نامرد کے تصور میں بھی ہو سکتا ہے البتہ اتنا ضروری ہے کہ نکاح کی فضیلت اس کیلئے تب ہو گی جب نکاح کرنے میں اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہیں جو نکاح میں یہ نیت کرتے ہوں ہاں اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہے پھر بعض اشخاص ایسے ہیں ان کو آب رواں اور سبزہ وغیرہ دیکھنے سے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ انہیں اس بات کی حاجت نہیں ہوتی کہ عورتوں سے دل بہلائیں تو ان کے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جائے گا۔

فائدہ: نکاح سے گھر کا انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن صاف کرنے اور دیگر لوازم خانہ داری سے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہے کیونکہ بالفرض اگر کسی کو شہوت جماع نہ ہو تو اور گھر میں اکیلا رہے تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ گھر کے جملہ امور کی کفالت اگر خود کرے تو اس کے اکثر اوقات اسی میں

ضائع ہوجائیں گے اور علم و عمل کیلئے فارغ نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اور گھر کا انتظام کرنے والی نیک عورت دین کی مددگار ہے اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل میں تشویش پیدا کرنا اور عیش کو مکدر کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابو سلیمان درانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیک بخت زوجہ دنیا میں سے شمار نہیں کی جاتی۔ اس لئے کہ اس سے آخرت کیلئے فراغت ملتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ تدبیر منزل سے بھی بے فکر کرتی ہے اور قضائے شہوت سے بھی۔

محمد بن کعب قرظی سے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔" ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ" (البقرا 201) ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں حسنہ دے۔ (فائدہ) کہ دنیا کی خوبی سے نیک بخت عورت مراد ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تمہیں ہر کسی کو دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایمان دار نیک بخت (جو دین پرمدد کرے) پیدا کرنی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک بخت بی بی کو شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہے نیز قول خداوندی ہے۔" فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ" (النحل 97) ترجمہ کنزالایمان: تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔ اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے نیک بخت بیوی مراد ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر نہیں مرحمت ہوئی اور عورتوں میں بعض ایسی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا عوض نہیں ہوسکتی اور بعض گلے کا ہار ہوتی ہیں کہ ان سے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہیں ہوتی۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حضرت آدم علیہ السلام پر دو باتوں سے فضیلت عطا ہوئی۔ (1) ان کی بیوی معصیت پر ان کی مددگار ہوئی اور میری ازواج مطہرات طاعت پر میری اعانت کرتی ہیں۔ (2) ان کا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہے کہ مجھے خیر کے سوا کوئی امر نہیں کرتا۔

فائدہ: اس حدیث میں بیوی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمائی یہ فائدہ بھی ان فوائد میں سے ہے جن کو نیک بخت کہا کرتے تھے مگر یہ فائدہ صرف ان لوگوں کیلئے ہے جن کے لوازم خانہ داری کا کفیل اور تدبیر کرنے والا کوئی نہ ہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی مقتضی ہے کہ دو بیویاں نہ ہوں کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی خراب ہو جاتے ہیں اور عیش مکدر ہوجاتا ہے۔ اس فائدہ کے ضمن میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی نیت کرلے کہ نکاح سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہوجائیں گے اور میرے اور اس کے قبیلے مل کر مضبوط ہوجائیں گے کیونکہ شر کے دفع کرنے اور سلامتی کی طلب میں اس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے حکماء کہتے ہیں کہ جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ ذلیل ہے اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی مل جائے کہ اس سے برائی دفع کردے تو اس کا حال سلامت رہے گا اور دل عبادت کیلئے فارغ اس لئے کہ عاجزی دل کو تشویش میں ڈال دیتی ہے اور قوی جماعت کی وجہ سے عزت حاصل ہوتی ہے اور ذلت اور بے عاجزی کو دفع کرتی ہے۔

فائدہ: نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہے یعنی گھر کی رعایت اور ولایت اور گھر والوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کی

عادتوں پر صبر کرنا اور ان سے تکلیف اٹھانا اور ان کی اصلاح میں کوشش کرنا اور ان کو طریق دین بتانا اور ان کی خاطر کسب حلال میں جانفشانی کرنا اور اولاد کی تربیت کرنا یہ تمام امور بڑے مرتبے کے ہیں کیونکہ یہ سب رعایت اور ولایت ہیں اور زن و فرزند رعیت ہیں اور رعایت کی حفاظت کا بڑا مرتبہ ہے۔ اس سے کنارہ کشی وہی کرے گا جسے خوف ہوگا کہ مجھ سے اس کے حق کی بجاآوری میں قصور ہوگا ورنہ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یوم من وال عادل افضل من عبادۃ سبعین سنتہ ترجمہ: حاکم عادل کا ایک دن ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ الا کلکم راع کلکم مسؤل عن رعیتہ ترجمہ: خبردار تم سب حاکم ہو اور تم سب کے سب رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح میں مشغول ہوگا۔ وہ اس جیسا نہ ہوگا جو خود اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہے۔ اسی طرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اس جیسا نہیں کہ جو اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت میں رکھے۔ بہرحال زن و فرزند کی فکر ایسی ہے جیسے خدا کی راہ میں جہاد کرنا اسی لئے بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کئی باتوں میں فضیلت رکھتے ہیں ایک یہ کہ وہ طلب حلال اپنے اور غیر کیلئے کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ انسان اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے وہ خیرات ہے اور اسے اس لقمہ میں ثواب ملتا ہے جو اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دے۔

حکایت: ایک عالم دین سے کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر عمل میں سے کچھ حصہ دیا ہے یہاں تک کہ حج اور جہاد وغیرہ میں عالم دین نے فرمایا کہ تمہیں ابدال کا عمل تو ملا ہی نہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ حلال کمانا اور عیال پر خرچ کرنا۔

حکایت: حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جس وقت اپنے بھائیوں کے ساتھ جہاد میں تھے فرمانے لگے کہ تمہیں وہ عمل معلوم ہے جو ہمارے اس جہاد سے افضل ہے انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا جو شخص عیال دار ہو اور کسی سے کچھ نہ مانگتا ہو اور رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو کھلا ہوا دیکھ کر کپڑے سے ڈھانپ دے تو اس کا عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "من حسنت صلاتہ وکثر عیالہ و قل مالہ ولم یغتب المسلمین کان معی فی الجنتہ کہاتین"۔ ترجمہ: جس کی نماز اچھی ہو اور عیال کثیر اور مال قلیل ہو اور لوگوں کا گلہ بھی نہ کرے تو وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں۔

حدیث میں ہے "ان اللہ یحب الفقیر المتعفف ابا العیال" ترجمہ: اللہ تعالیٰ مفلس کی پاک دامن عیال دار کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث میں ہے: کہ جب انسان کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو عیال کی فکر میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ گناہوں کو اس سے دور فرمائے۔ **فائدہ:** بعض اکابر نے فرمایا کہ گناہوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان

کا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہیں۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کو سوائے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہیں کرتی۔

حدیث: فرمایامن کان لہ ثلاث بنات فانفق علیھن واحسن الیھن حتی یغنیھن اللّٰہ عنہ وجب اللّٰہ لہ الجنتہ البتہ الا ان یعمل عملاً لا یغفرلہ ترجمہ: جس کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان پر خرچ کرے اور ان سے نیک سلوک کرے یہاں تک کہ انہیں اللہ تعالیٰ بے نیاز بنا دے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب کرے گا مگر وہ شخص جواب برا عمل کرے کہ اس کی بخشش نہ ہو۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے۔ کہتے بخدا یہ حدیث عجیب و غریب اور عمدہ ہے۔

حکایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عابد اپنی بیوی کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی پھر ان سے دوبارہ نکاح کیلئے کہتے۔ تو انکار کردیا اور کہتا کہ ایک ہی میرے دل کی راحت اور جمعیت کیلئے بس ہے۔ پھر چند روز کے بعد کہا کہ میں نے اپنی عورت کے مرنے کے ہفتہ بعد اسے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور کچھ آدمی اترتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا میں چلے آتے ہیں اور جب ایک میرے پاس سے اترتا ہے تو مجھے دیکھ کر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہے کہ منحوس یہی ہے وہ کہتا ہے کہ ہاں اسی طرح تیسرا' چوتھے سے کہتا ہے اور وہ ہاں کہتا ہے میں ڈر کے مارے ان سے پوچھ نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک لڑکا میرے پاس سے گزرا میں نے اس سے کہا کہ وہ بدبخت کون ہے جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو۔ کہا وہ تم ہو۔ میں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے اس نے کہا ہم تیرے اعمال کو ان لوگوں کے اعمال کے ساتھ اوپر لے جاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں مگر ایک ہفتہ سے ہمیں حکم ہوا ہے کہ تیرے اعمال ان لوگوں کے اعمال درج کریں جو عمداً جہاد سے پہلوتہی کرتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ تو نے کیا نئی حرکت کی ہے کہ جس کے باعث یہ حکم ہوا پھر اس عابد نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میرا نکاح کردو اور عمر بھر دو یا تین بیویاں ہمیشہ رکھیں۔

حکایت: انبیاء کرام کے حالات میں مروی ہے کو کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے ان کی ضیافت کی اور گھر میں آمدورفت کے وقت ان کی بیوی انہیں ستاتی اور زبان درازی اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے۔ مہمان آپ کی اس بردباری سے متعجب ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب نہ کرو۔ اس لئے کہ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے درخواست کی تھی جو کچھ آخرت میں مجھے سزا دینی ہو وہ دنیا میں دے دے۔

اسی پر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلاں کی لڑکی ہے اس سے نکاح کرے میں نے اس سے نکاح کرلیا ہے اور جو باتیں تم نے دیکھیں ان پر صبر کرتا ہوں اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور عادت کی درستی

حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہے یا کسی خوش خلق کا شریک ہو کر رہتا ہے تو اس سے اس کے نفس کی خباثتیں نہیں ہوتیں اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہوں گے۔ اسی وجہ سے مالک راہ ہدی کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑوں میں ڈال کر آزمائے اور ان پر صبر کا عادی ہونا کہ اس کی عادت معتدل اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہو جائے۔

فائدہ: عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ کے بذات خود ایک عبادت ان کی کفالت ہے بہرحال یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہے مگر اس سے دو طرح کے شخص کو فائدہ ہو سکتا ہے یا تو وہ شخص مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا ارادہ کرے اس خیال سے کہ وہ راہ سلوک کے شروع میں ہے۔ دور نہیں کہ اس ذریعہ سے اس کو مجاہدہ کا طریق معلوم ہو جائے اور نفس جفاکش بن جائے یا کوئی عابد ہو جیسے سرباطن حاصل نہ ہو اور فکروں کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق میں زن و فرزند کیلئے کسب حلال کرنا اور ان کی تربیت بجالانا بہ نسبت اس کی عبادات بدنی کے افضل ہے۔ اس لئے ان کی عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتا اور جو شخص اپنی اصل طینت سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اس کی عادات مہذب ہوں تو ایسے شخص کو جس صورت میں کہ باطن کی سیر اور فکر قلبی سے معلوم مکاشفات میں حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کیلئے ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ریاضت بقدر کفایت اس کو حاصل ہے۔

فائدہ: عبادت عملی اس طرح کہ زن و فرزند کیلئے کچھ کمائے تو اس کی بہ نسبت علم حاصل کرنا افضل ہے۔ اس لئے کہ علم بھی عمل ہے اور اس کا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کیلئے کمانے کے زیادہ ہے کہ یہ خاص عیال کیلئے ہے اور وہ تمام خلق کیلئے جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہے وہ پانچ ہیں جو مذکور ہوئے۔

بیان نکاح کی آفات: یہ تین ہیں۔ (1) آفت جو سب سے قوی ہے حلال روزی سے عجز کہ وہ ہر شخص کو نہیں پہنچتی۔ بالخصوص اس زمانہ میں کہ معاش کے اطوار ابتر ہو رہے ہیں جب آدمی نکاح کرے گا تو نکاح کی وجہ سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والوں کو کھلائے گا۔ اسی سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور انکو بھی ہلاک کرے گا اور مجرد (غیر شادی شدہ) اس آفت سے محفوظ ہے اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ عیال دار بری بری جگہوں میں چلتا پھرتا ہے۔ بیوی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالتا ہے۔

حدیث: بندہ میزان کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اس کے پاس نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی۔ اس وقت اس سے عیال کی خبر گیری اور ان کی خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کس چیز میں خرچ کیا یہاں تک کہ ان مطالبات میں اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس وقت فرشتے پکاریں گے کہ یہ وہ شخص ہے کہ دنیا میں اس کے عیال نے اس کی نیکیاں کھالیں۔ اس لئے آج اپنے اعمال کے عوض میں گروی ہو گیا۔

فائدہ: مروی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے انسان سے جو لوگ لپٹیں گے وہ اس کے زن و فرزند ہوں گے۔

اسے اللہ تعالیٰ عزوجل کے سامنے کھڑا کریں گے کہ الٰہی اس سے ہمارا بدلہ لے کہ جو چیز ہمیں معلوم نہ تھی وہ اس نے ہمیں نہیں دی ہم کو حرام کھلایا پھر اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی بندہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اس کے اوپر ڈسنے والے مسلط کردیتا ہے جو اس کو ڈستے رہتے ہیں۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے بڑا گناہ نہ لے جائے گا کہ اس کے اہل و عیال جاہل ہوں۔

خلاصہ: یہ آفت ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ اس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہاں جس کے پاس مال موروثی بوجہ حلال سے اس قدر کمایا ہو کہ اس کو اس کے گھر والوں کو کافی ہو اور بقدر کفایت اس کو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے محفوظ رہے گا یا کوئی ہنرمند جو مباح چیزوں سے کسب حلال پر قادر ہو مثلاً لکڑیاں جمع کرتا ہو اور شکار کرتا یا ایسا پیشہ جسے بادشاہوں سے تعلق نہ ہو اور ایسے لوگوں سے معاملہ کرتا جو اہل خیر ہیں یا بظاہر سلامت رو ہیں اور غالباً مال حلال رکھتے ہیں تو یہ لوگ اس آفت سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔

حکایت: حضرت ابن سالم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے اس زمانہ میں نکاح کرنا ایسے شخص کے حق میں افضل ہے جسے غلبہ شہوت گدھا جیسا ہو اگر مادہ کو دیکھ لے تو مار کھانے کے باوجود اس سے نہیں ہٹتا۔ اس کا نفس اس کے قابو میں نہیں رہتا اگر نفس پر قابو ہو تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

آفت نکاح نمبر2: گھر والیوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کی عادات پر صبر کرنے اور ایذا کے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی بہ نسبت کم ہے یعنی یہ آفت ہر ایک میں نہیں ہوتی کیونکہ اس پر قادر ہونا رہنا اور ان کے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی بہ نسبت آسان ہے مگر خطرہ ضرور ہے اس لئے کہ زن فرزند بجائے خود رعیت ہیں اور ہر شخص سے اس کی رعیت کی بازپرس ہوتی ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کفی بالمرء اثما ان یضیع من یعول۔ ترجمہ: انسان کو یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے عیال کو ضائع کردے۔

حدیث: مروی ہے کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے وہ ایسا ہے جیسے غلام اپنے آقا سے بھاگتا ہے اس کا روزہ اور نماز مقبول نہیں جب تک اپنے عیال میں لوٹ نہ آئے جو اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو گو وہ ان میں موجود ہے مگر وہ ایسا ہے جیسے بھاگا ہوا غلام۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے کہ قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ (التحریم 6) ترجمہ: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت میں حکم فرمایا کہ گھر والوں کو آگ سے بچائیں جیسے اپنے نفسوں کو آگ سے بچاتے ہیں اور کبھی

انسان سے اپنے نفس کے حق ادا نہیں ہوئے۔ اس صورت میں اگر نکاح کرے گا تو اس پر دو گنا حقوق ہو جائیں گے۔ اس نفس کے ساتھ دوسرے کا نفس شامل ہو جائے گا اور چونکہ نفس برائی کا حکم کرتا ہے جب ایک سے دو ہو جائیں گے تو غالب یہی ہے کہ برائی کا حکم بھی زیادہ ہو جائے گا۔ اسی لئے کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ میں اپنے نفس میں پھنسا ہوا ہوں اور دوسرے نفس کا کیسے اضافہ کروں۔

کسی نے کیا خوب کہا لن یسع الفارۃ فی حجرھا علقت المکنس فی دبرہا۔ خود چوہا اپنی بل میں تما رہنے کی گنجائش نہیں تو پھر وہ کس طرح گزار سکتا ہے جب اس کے پیچھے جھاڑو باندھ دیا جائے۔

حکایت: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے نکاح سے عذر کیا اور فرمایا کہ اپنے نفس کی وجہ سے کسی عورت کو خطرے میں نہیں ڈالتا اور نہ اس کی مجھے کچھ ضرورت ہے یعنی میں اس کے حقوق کی بجاآوری اور اسے پارسا رکھنے اور اسے نفع پہنچانے سے عاجز ہوں۔

حکایت: حضرت بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے نکاح سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرا 228) ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے مواقف۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض میں ایک مرغی نفقہ دوں تو خوف ہے کہ کہیں پل پر جلاد نہ ہو جاؤں۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت سفیان بن عینہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی بادشاہ کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا گیا کہ یہاں آپ کیسے کھڑے ہیں آپ کا یہ مقام نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کہیں عیال والے کو بھی فلاح پاتے دیکھا ہے اور آپ اس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ یا حبذا العزبتہ والمفتاح ومسکن تخرقۃ لرماح لا صخب فیہ۔ ترجمہ گوشہ تنہائی ہو اور گھر کی کنجی اپنے ہاتھ میں ہو جھونپڑا ایسا ہو کہ ہوا کے جھونکوں سے نیست و نابود ہو جائے۔ یعنی اس میں زن و فرزند کا شوروغل نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی مزہ ہے نہ لذت۔

خلاصہ: یہ کہ اگرچہ پہلی آفت کی بہ نسبت اس آفت کا عموم کم ہے پھر بھی اس سے وہ شخص محفوظ رہے گا جو مدبر اور عقل مند اور خوش اخلاق اور عورتوں کی عادتوں کا تجربہ کار اور ان کی زبان درازی پر صابر اور ان کی خواہشوں کی پیروی سے حکمت عملی والا اور ان کے حقوق پورا کرنے کا حریص ہو اور ان کی لغزشوں سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جائے اور اپنی عقل سے ان کے اخلاق کی مدارات کرے۔

آج کل تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گیر اور تندخو خفیف الحرکات اور بدمزاج اور بے انصاف ہیں اگرچہ اپنے لئے انصاف کامل کے خواہاں ہیں۔ ایسے لوگوں کو نکاح میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ ایسوں کیلئے تجرد (نکاح نہ کرنا) میں زیادہ سلامتی ہے۔

آفت نکاح نمبر3: پہلی دو سے کم ہے وہ یہ کہ زن فرزند یادالٰہی سے باز رکھیں اور سالک کو دنیا کی طلب کا مائل کریں اور پھر یہ خیال ہو کہ انتظام اولاد کی معاش کا بہت سامان جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے سے کیجئے اور ان کے سبب

سے ہم عصروں میں اونچا سمجھا جائے۔ ظاہر ہے کہ جتنی چیزیں یاد خدا سے مانع ہوں۔ اہل ہو یا مال یا اولاد وہ سب کی سب منحوس ہیں اور ہماری غرض اس سے یہ نہیں کہ یہ اشیاء اس کو کسی امر ممنوع کے ارتکاب پر مجبور کردیں کیونکہ یہ بات پہلی اور دوسری آفت میں درج ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ اہل و عیال اس لئے ہوں کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور ان سے راحت اور دل لگی اور نفع اٹھانے میں بالکل مستغرق ہوجائے اور نکاح کرنے اس قسم کے اشغال بہت سے ہوجاتے ہیں کہ دل ان میں مستغرق ہوجاتا ہے اور صبح سے شام اور شام سے صبح ہوجاتی ہے پھر اشغال سے فرصت نہیں ملتی کہ فکر آخرت اور اس کی تیاری کا موقع ملے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نکاح کے بعد زن مرید ہوجائے۔ اس دین کا کوئی کام نہ ہوسکے گا اور حضرت سلیمان درانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے نکاح کیا وہ دنیا کے امور میں پھنس گیا اور ہمیشہ دنیا کی طرف مائل رہے گا۔

فائدہ: کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اس کے حق میں نکاح کرنا بہتر ہے یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہیں کہا جاسکتا اور ان تمام امور سے صرف نظر بھی نہیں کی جاسکتی بلکہ یوں چاہئے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ اپنے حق میں کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو ان پر مطلق کرے۔ پھر اگر آفات اپنے حق میں نہ پائے اور فوائد موجود ہوں کہ اس کے اپنے پاس حلال مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین میں ایسا مضبوط تاکہ نکاح کرنے سے یادخدا میں فرق نہ پڑے گا اور ان امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث ضرورت شہوت کے دبانے کی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی مقصود ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اس کے حق میں افضل ہے اور اس پر ایک فائدہ اور بھی ہے کہ اولاد حاصل کرنے میں سعی بھی پائی جائے گی اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کیلئے مجرد رہنا افضل ہے اور اگر فوائد اور آفات دونوں ہوں جبکہ ہمارے دور میں اکثر تو اس وقت یہ چاہئے کہ میزان عدل سے تولا جائے کہ فوائد سے اس کے دین کی زیادتی کس قدر ہے اور آفات سے نقصان کس قدر جب ظن غالب ایک طرف کی زیادتی ہو تو اسی کے بموجب حکم کرنا چاہئے مثلاً فوائد میں سے ظاہر تردد ہیں۔ (1) اولاد ہونا (2) شہوت کا دبانا اور آفات میں دو زیادہ ظاہر ہیں۔ (1) طلب حرام کی ضرورت (2) یاد خداوندی سے رکنا اب ہم چاروں کو ایک دوسرے کے مقابل فرض کرکے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف میں نہ ہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد ہونا ہو اور دونوں آفتیں مذکورہ بالا موجود ہوں تو اس کے حق میں مجرد رہنا افضل ہے کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اس میں بہتری ہے اور نہ طلب حرام میں کچھ کوئی بھلائی ہے اور جتنا نقصان ان دونوں آفتوں سے ہوگا وہ صرف اولاد کیلئے سعی کرنا کے فائدے سے پورا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اولاد کیلئے نکاح کرنے سے اولاد کی زندگی میں سعی پائی جاتی۔ مگر یہ زندگی امروہمی ہے اور ان دونوں آفتوں کا نقصان دین میں سردست یقینی ہے۔ اس لئے کہ اپنی زندگی کیلئے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاکت ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد کیلئے سعی کرنے کی۔ بہ نسبت زیادہ اہم ہے کہ نفع اسی میں ہے کہ دین سلامت رہے کیونکہ وہ راس المال ہے۔ اس کے بگڑ جانے سے آخرت کی زندگی کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے نکل جانا ہے اور ظاہر فائدہ اولاد کا ان آفتوں میں

سے ایک کے مقابل بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اولاد کے ساتھ یہ بات پائی جائے کہ آدمی کو شہوت دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو اس وقت دیکھنا چاہئے اگر تقویٰ کی پابندی اس کو خوب نہ ہو اور نکاح نہ ہونے کی صورت میں نکاح اس کیلئے افضل ہے۔ اس لئے اب دو طرفہ کی برائیوں میں پھنس گیا اگر نکاح نہیں کرتا تو زنا کا مرتکب ہوگا اگر کرتا ہے تو طلب حرام کرے گا تو دونوں برائیوں میں سے مال حرام زنا کی بہ نسبت کم ہے۔ اسی لئے نکاح کو ترجیح ہے اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو تو نکاح نہ کرنے سے بھی زنا میں مبتلا نہ ہوگا مگر آنکھوں کو نیچا رکھنے پر قادر نہ ہوگا یعنی نظر حرام سے باز نہ رہے گا تو اس صورت میں نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام کمائی حرام ہے مگر فرق یہ ہے کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کیلئے ہوتا ہے اور اس سے اس کو اور اس کے گھر والوں کو گناہ دونوں کو ہوتا ہے اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہے اور اس کا گناہ خاص اسی کو ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں علاوہ ازیں یہ حالت جلد منقطع ہو جاتی ہے اگرچہ نظر حرام آنکھ کا زنا ہے اگر شرم گاہ سے اس کی تصدیق نہ ہوگی تو حرام کھانے کی بہ نسبت جلد معاف بھی ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر نظر سے شرم گاہ کے گناہ کرنے کی نوبت پہنچنے کا خوف ہو تو اس کا حال ویسا ہی ہے جیسے زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو اور جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی جس صورت میں کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل سے فکروں کے دفع کرنے پر قادر نہ ہو تو نکاح کرنے کی بہ نسبت یہ بہتر ہے کیونکہ دل کا عمل معاف ہو جانے کے زیادہ قریب ہے۔ علاوہ ازیں دل کا فارغ ہونا عبادت کیلئے مقصود ہوا کرتا ہے حرام کمائی کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری نہ ہوگی جس کیلئے فراغ دل چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تول کر اس کے مطابق حکم کرنا چاہئے جو شخص اس امر سے واقف ہوگا اس پر وہ حالات سلف جو ہم نے لکھے ہیں (کہ کبھی نکاح میں ترغیب تھی اور کبھی اعراض) معلوم ہو جانا مشکل نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بحسب اختلافات حالات درست ہے۔ (سوال) جو شخص آفات سے محفوظ بلکہ بے خوف و خطر ہو اس کے حق میں عبادت الٰہی کیلئے مجرد رہنا بہتر ہے یا نکاح کرنا۔ (جواب) اس کو دونوں باتیں کرنی چاہئے اس لئے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت کا نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ اس میں مال کمانے کی ضرورت ہوتی ہے اگر کوئی شخص وجہ حلال سے مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہے کیونکہ عبادت الٰہی کیلئے رات اور دن کے تمام اوقات ہیں۔ ایسی عبادت کہ لمحہ بھر آرام نہ کرے ہو سکے اگر فرض کیا جائے کہ تمام اوقات مال حاصل کرنے میں گزر جائیں۔ یہاں تک کہ بجز اوقات فرائض پنج گانہ اور اکل و شرب اور قضا حاجت کے کوئی وقت خالی نہیں جس میں فرائض کے سوا دیگر قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر ان لوگوں میں سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز، حج وغیرہ اعمال بدنی سے طے کرتے ہیں تو اس کو بھی نکاح کرنا افضل ہے کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت اور اولاد کی تحصیل میں سعی اور عورتوں کی عادات میں صبر کرنے میں بھی طرح طرح کی عبادات ہیں جن کا ثواب عبادت نفل سے کم نہیں اور اگر وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کی سیر سے عبادت کرتے اور کسب حلال سے اس عبادت میں پریشانی ہوتی ہو تو اس کے حق میں نکاح نہ کرنا افضل ہے۔ (سوال) اگر نکاح اچھا عمل ہے تو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیوں نہ کیا اگر عبادت الٰہی اس کی بہ نسبت بہتر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیوں فرمایا بلکہ بکثرت نکاح کئے؟ (جواب) جو شخص صاحب قدر ہو اور ہمت عالی اور زیادہ قوت رکھتا ہو اور اسے کوئی مانع عبادت اللہ سے نہ روک سکے تو اس کے حق میں دونوں باتوں کا اجتماع افضل ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی۔ اس لئے آپ صلی علیہ و آلہ وسلم نے دونوں فضیلت حاصل کیں باوجود نو ازواج مطہرات کے عبادت الٰہی میں ویسے ہی مشغول رہے اور نکاح سے ضروریات پورے کرنا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حق میں مانع نہ ہوا جیسے دنیا کے بڑے مدبروں کو پاخانہ میں جانا تدبیراں دنیوی کا خیال نہیں ہوتا۔ بظاہری تو قضائے حاجت میں مشغول ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اپنے مقاصد میں مستغرق رہتے ہیں اور ان سے غفلت نہیں کرتے (بلا تمثیل) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی بسبب علوم مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل کو مانع نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے وقت وحی نازل ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زوجہ مکرمہ سیدہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بستر پر ہوتے تھے اگر بالفرض کسی دوسرے کیلئے یہ مرتبہ فرض کیا جائے تو ممکن ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ نالیاں تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہیں اور سمندر میں ایسی چیزوں سے تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسروں کو قیاس نہ کرنا چاہئے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوت کا لحاظ کرکے طریقہ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہوگی کہ خانہ داری کے اشغال اس میں تاثیر کر جائے یا اس حالت میں طلب حلال میں دقت پیدا ہوتی یا نکاح اور عبادت دونوں جمع نہ ہوسکتے۔ اسی لئے کہ صرف عبادت کو اختیار فرمایا اور انبیاء علیہ السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتوں کی عادات کو خوب جانتے ہیں اور جو امور نکاح کرنے والے کو معتبر اور مفید ہیں ان پر روشن ہیں اور چونکہ انسان کے حالات مختلف ہیں بعض حالت میں ان کے حق میں نکاح افضل ہے اور بعض میں ترک نکاح تو مناسب یہی ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے معاملات کو ہر حال میں افضل صورت پر محمول کریں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ)۔

باب نمبر 2: اس ذکر میں کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور شرائط سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہئے اس کے دو بیان ہیں۔ (ا) ان شرائط میں جن سے عقد ہوجاتا ہے اور عورت مرد پر حلال ہوجاتی ہیں۔ چار ہیں۔

(1) ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہ ہو تو بادشاہ اس کے اذن کے قائم مقام ہے۔

(2) عورت کی رضا بشرطیکہ بالغہ یا عمر رسیدہ یا کنواری ہو مگر باپ یا دادا کے سوا اور کوئی اس کے عقد کا متولی ہو۔

(3) دو گواہوں کا موجود ہونا جو بظاہر عادل ہوں یعنی برائیوں کی بہ نسبت نیکیاں زیادہ کرتے ہوں اور اگر دو ایسے گواہ ہوں جن کا حال معلوم نہ ہو تب بھی نکاح ہوجائے گا۔ شرعاً ضرورت اسی کی مقتضی ہے۔

(یہ شرط امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں نہیں۔ اویسی غفرلہ

(4) ایجاب اور اس کے ساتھ قبول کا ہونا ان میں ضروری ہے کہ لفظ نکاح ہو یا اور کوئی لفظ جو ان معنوں میں ایجاب ہو سکے۔ اسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول میں دو مرد عاقل بالغ ہوں عورت نہ ہو اور مردوں میں خود شوہر ہو یا ولی یا دونوں کے وکیل ہوں۔

عقد کے آداب: مناسب یہ ہے کہ عورت کے متولی سے پہلے پیام نسبت کیا جائے لیکن اگر عورت عدت میں ہو تو پیام لائق نہیں بعد عدت گزرنے کے پیام نکاح کیا جائے۔ اسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام نکاح بھیجا ہوا ہو تب بھی خود پیام نکاح نہ کرے کہ اس سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ (2) نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد اللہ تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ مثلاً ولی عقد یوں کہے۔ الحمدللّٰہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم) میں نے فلاں لڑکی کا نکاح تجھ سے کیا اور شوہر کہے۔ الحمدللّٰہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم) میں نے اس کا نکاح مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین تھوڑا ہونا چاہئے اور حمد و نعت خطبہ سے پہلے مستحب ہے۔

(3) شوہر کا حال منکوحہ کے گوش گزار کر دینا چاہئے اگر کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ اسی وجہ سے نکاح سے پہلے زوجہ کا دیکھ لینا مستحب ہے کہ الفت ہمہ گیر کیلئے یہی موزوں ہے۔

(4) دونوں گواہوں کے سوا جو درستی عقد کے لئے شرط ہے وہ یہ کہ کچھ نیک بندے بھی نکاح میں جمع کرنے چاہیں۔

(5) نکاح سے یہ نیت کرے کہ سنت کی بجاآوری اور نگاہ نیچے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد ہم ذکر کر چکے ہیں منظور نکاح ہیں صرف خواہش نفسانی اور شہوت رانی ملحوظ نہ ہو ورنہ یہ کہ نکاح دنیاوی امور متصور ہوں۔

فائدہ: خواہش نفس کا ہونا ان تینوں کا مانع بھی نہیں اکثر امر حق خواہش نفس کے مطابق ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس کے مطابق ہو تو ایسے ہے جیسے سونے پر سہاگہ اور یہ محال بھی نہیں کہ حظ نفس اور دین کا حق دونوں مل کر کسی چیز کی علت بنیں۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد میں اور ماہ شوال میں کیا جائے۔ (اس میں ان جاہلوں کا غلط وہم دور ہونا چاہئے جو کہتے ہیں کہ شوال میں نکاح و بیاہ منحوس)۔ (معاذاللہ)۔

حدیث: حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عقد شوال میں کیا اور ہم بستر بھی شوال میں ہوئے۔

کوائف منکوحہ: منکوحہ کے احوال میں دو قسم کا لحاظ چاہئے۔ (1) حلال ہونا (2) اچھی طرح مقاصد کا حصول۔

قسم اول سے مقصد یہ ہے کہ جتنی باتیں نکاح کی مانع ہیں ان سے منکوحہ بری ہو۔ وہ انیس ہیں۔ (1) کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہ ہو۔ (2) دوسرے شوہر کی عدت میں نہ ہو عدت موت والی ہو یا طلاق شبہ سے مجبت ہو جانے کی وجہ سے یہی لونڈی کا حکم ہے جس صورت میں کہ آقا کی صحبت سے اس کا حمل سے بری معلوم کرنا

منظور ہوا۔ (3) کلمہ کفر زبان سے نکال جانے کی وجہ سے مرتد ہوگئی ہو۔ (4) مجوسی نہ ہو۔ (5) بت پرست اور زندیق نہ ہو کہ کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہ ہو اور اسی میں وہ عورتیں داخل ہیں جن کا مذہب حرام چیزوں کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی معتقد ہوں کہ شریعت اعتقادات کو کفر کہے ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ (6) ایسی کتابیہ نہ ہو کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد ہویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے بعد اختیار کیا ہو باوجود اس کے کہ نبی اسرائیل میں سے بھی نہ ہو اگر یہ دونوں خصلتیں اس میں پائی جائیں گی تو اس کا نکاح درست نہیں اگر صرف بنی اسرائیل سے نہ ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ (7) لونڈی نہ ہو اس میں یہ قید ہے کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے بے خطر اور آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہوا۔ بوقت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوہ کا لونڈی ہونا مانع نہ ہوگا۔ (8) شوہر کی ملک یمین منکوحہ نہ ہو یعنی اس کے کل اور جزو پر ملک نہ ہوا۔ (9) منکوحہ ان قرابت داروں سے نہ ہو جن کا نکاح مرد کو حرام ہے۔ یعنی ماں، نانی، دادی، بیٹی، پوتی، نواسی، بہن، بھتیجی، بھانجی ان سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ۔ (10) دودھ کی وجہ حرام نہ ہو اور دودھ کے وہ رشتے حرام ہیں جو قرابت کی وجہ سے اوپر گزرے لیکن دودھ پینے میں حرمت تب ہوتی ہے جب پانچ بار دودھ پیئے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک ایک دفعہ پینے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے)۔ اس سے کم ترین امام شافعی کے نزدیک حرمت نہیں۔ (11) عورت مذکورہ بوجہ دامادی حرام نہ ہوگئی ہو۔ مثلاً شوہر اس کی بیٹی یا پوتی یا نواسی سے نکاح کرچکا ہو یا ان کا مالک ہوگیا ہو۔ عقد کی وجہ سے۔

یا بوجہ شبہ عقد کے (مالک ہوگیا ہو) یا شبہ عقد میں ان سے صحبت کرچکا ہو یا منکوحہ کی ماں نانی، دادی سے بوجہ عقد یا شبہ عقد ہم بستر ہوگیا ہو تو ان صورتوں میں اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کرلینے کی وجہ سے اس کی ماں وغیرہ حرام ہوجاتی ہے اور جب اس سے صحبت کرلیتا ہے تو اس کی اولاد حرام ہوجاتی ہے اور ایسی عورت نہ ہو کہ اس سے شوہر نے باپ یا بیٹے نے ایسے نکاح کرلیا ہوتو وہ بھی شوہر پر حرام ہے۔ (12) وہ عورت پانچویں نہ ہو یعنی شوہر کے نکاح میں اس وقت چار عورتیں نہ ہوں اگر ہوں گی تو اب کسی پانچویں سے نکاح درست نہ ہوگا۔ (13) شوہر کے نکاح میں اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے پہلے نہ ہو کہ دونوں ایک نکاح میں اکٹھی نہ ہو جائیں کیونکہ ایسی دو عورتوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے جن میں اس طرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو ان میں سے مرد فرض کریں تو دوسرے سے اس کا نکاح نہ ہوسکے۔ (14) اس عورت کو مرد نے تین طلاقیں نہ دی ہوں ورنہ وہ شوہر پر حلال نہ ہوگی جب تک دوسرا مرد اس سے نکاح صحیح کے بعد صحبت نہ کرچکے۔ (15) شوہر سے اس نے لعان نہ کیا ہو ایسی عورت بعد لعان کے شوہر پر ہمیشہ حرام ہوجاتی ہے (احناف کے نزدیک نکاح جائز ہے بشرطیکہ لعان والا اپنی غلطی کا اعتراف کرے) (16) حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے ہو یا شوہر محرم

یہ شرط بھی شوافع کے ہاں ہے احناف کے نزدیک کوئی شرط نہیں حرہ۔ لونڈی ہر طرح کی عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ اسے حرہ سے نکاح کی استطاعت ہو تب بھی لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اویسی غفرلہ

(احرام والا) نہ ہو کہ دونوں میں سے ایک کے محرم ہونے سے بھی نکاح نہ ہوگا جب تک حلال نہ جائے۔ (احناف کے نزدیک بحالت احرام نکاح ہوسکتا ہے لیکن وطی نہ کرے) (17) عورت ثیبہ نابالغہ نہ ہو کہ اس کا نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی درست ہوگا۔ (یہ احناف کے خلاف ہے احناف کے نزدیک اس کا نکاح قبل بلوغ بھی جائز ہے) (18) لڑکی یتیم نہ ہو کہ اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد نکاح درست ہوگا۔ (19) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے نکاح نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ سب نص قطعی تمام ایمانداروں کی مائیں ہیں (یہ قسم ہمارے دور میں مفقود ہے)

منکوحہ کے عمدہ خصائل: ان کا لحاظ عورت میں عقد کی مداوت اور اس کے مطالب کے زیادتی کیلئے ہونی چاہئیں وہ آٹھ ہیں۔ (1) عورت نیک بخت دیندار ہو یہ **خصلت** سب کی **اصل** ہے اس کا خیال بہت ضروری ہے اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرم گاہ کی حفاظت کے بارے میں کچی اور دین میں کمزور ہوگی تو خاوند کو ذلیل کرے گی اور لوگوں میں اس کا منہ کالا کرے گی۔ غیرت کے مارے اس کا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کاربند ہوگاتو ہمیشہ بلاؤ رنج کے دام میں گرفتار رہے گا اور اگر نرمی برتے گا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگائے گا اور بے غیرت اور بے شرم کہلائے گا۔ بالخصوص بداطواری کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہوتو سخت مصیبت ہے کیونکہ نہ اس کی مفارقت گوارا ہوگی اور نہ اس کی حرکات پر صبر ہوسکے گا۔

حکایت: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی ایک زوجہ ایسی بداطوار ہے کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے مانع نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اسے طلاق دیدے۔ اس نے عرض کی کہ شوہر اسے خوب چاہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایسی عورت کے ساتھ صبر کرکے وقت گزارے۔

فائدہ: اس حدیث میں ایسی عورت کے ساتھ رہنے کو ارشاد فرمایا تو اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا اگر یہ شخص اس کو طلاق دے دے گا تو فریفتگی کے مارے اس کا پیچھا کرے گا اور خراب ہوجائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کا باقی رہنا اوراس سے خرابی کو دفع کرنا بہتر ہے اگر بالفرض عورت کے دین میں خرابی ہو کہ شوہر کا مال ضائع کرے یا اور کوئی صورت سوائے اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہے گا اگر حرکات پر سکوت اختیار کرے گا یعنی منع نہ کرے گا تو گناہ میں شریک ہوگا۔

1۔ یہ بھی اسی طرح ہے جیسے اوپر مذکور ہوا

2۔ شارح احیاء العلوم نے لکھا کہ فقہاء اپنی عادت کے مطابق بالفرض والتقدیر ایسے مسائل لکھ دیتے ہیں۔ اسی بالفرض والتقدیر کی عادت کو دیکھ کر منکرین فقہ نے فقہاء پر خوب کیچڑ اچھالتے ہیں اس قاعدہ فقہ کو یاد رکھنا کام آئے گا۔ (اویسی غفرلہ)

1۔ اس حدیث پر بھی خوب لے دے ہوتی ہے۔ اتحاف شرح احیاء ص 439_440 ج 5 مطبوعہ مصر

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قوانفسکم واھلیکم نارا(التحریم 6) ترجمہ: اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں کو آگ سے بچاؤ۔(کنزالایمان)

عورت کو حرکات ناشائستہ سے روکنا اس آیت مقدسہ کے مطابق ضروری ہے نہ کرے گا تو حکم عدولی ہوگی اگر منع کرے گا اور جھگڑا رہے گا تو عیش منغص (بے ذوقی) رہے گی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیندار عورت کے نکاح کیلئے مبالغہ فرمایا ہے۔

حدیث (1) تنکح المراۃ لمالھا وجمالھا وحسبھا ودینھا فعلیک بذات الدین تربت یداک۔ ترجمہ: عورت سے اس کے مال و جمال و حسب اوردین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے تیرے ہاتھ مٹی آلود ہوں تو دین والی کو لازم پکڑ۔

حدیث(2): جو شخص عورت سے اس کے مال و جمال کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو وہ اس کے مال و جمال سے محروم کیا جاتا ہے اورجو کوئی اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا مال اور جمال دونوں عنایت فرماتا ہے۔

حدیث(3): ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح نہ کرو شاید اس کی خوبصورتی اس کو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہئے کہ اس کا مال شاید اس کو سرکش کردے بلکہ اس کی دیانت کے لحاظ سے نکاح کرنا چاہئے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیانت پراسی وجہ ترغیب فرمائی کہ دیندار عورت دین کی مددگار ہوتی ہے اگر دیندار نہ ہوگی تو شوہر کو بھی دین سے روکے گی اس کی پریشانی کا سبب ہوگی۔

خصلت نمبر2: خوش خلق عورت سے نکاح کرنا چاہئے جو شخص فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہاں ہو اس کیلئے خوش خلق عورت کا ہونا بہت بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تند خو ہوگی تو وہ نعمت کی ناشکری ہوگی۔ نفع کے بجائے اس سے نقصان زیادہ ہوگا۔

فائدہ: عورتوں کی زبان درازی پر صبر کرنا ان امور میں سے ہے کہ ان سے اولیاء کرام کا امتحان لیا جاتا ہے کسی عرب کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ (1) انانہ (2) منانہ (3) حنانہ (4) حداقہ (5) براقہ (6) شداقہ۔

(انانہ) اس کو کہتے ہیں جو ہروقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے بلکہ ہر گھڑی اپنا سرپٹی سے باندھے رکھتی ہے ۔یعنی جو عورت دائم المرض یا بتکلیف مریض رہے اس کے نکاح میں برکت نہیں۔

(منانہ) اسے کہتے ہیں کہ خاوند پر اکثر احسان جتائے کہ میں نے تیری خاطر یہ کیا وہ کیا۔

(حنانہ) وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی عورت سے بھی اجتناب

مناسب ہے۔

(حداقہ) وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اس کی خواہش کرے۔ پھر شوہر کو اس کے حاصل کرنے کیلئے تکلیف دے۔

(براقہ) کے دو معنی ہوسکتے ہیں (1) اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگھار میں رہے یہاں تک کہ بناوٹ سے اس میں آب و تاب ہوجائے۔ (2) اہل یمن کے محاورے کے موافق جو وہ عورت جو کھانے پر روٹھے اور اکیلی ہوکر کھاے اور ہر چیز سے اپنا حصہ جدا کرے۔

(شداقہ) اس کو کہتے ہیں جو بہت بکتی رہے اسی سے متشدق ہے جو اس حدیث شریف میں وارد ہے۔ ان اللہ یبغض الثرثارین المتشدقین۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ زیادہ بولنے والوں اور بکواسیوں سے بغض کرتا ہے۔

حکایت: سیاح ازدی نے اپنی سیاحت میں حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کیلئے ارشاد فرمایا اور مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسموں کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا(1) طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلاسبب خلع کی درخواست کرے۔ (2) تکبروفخر والی کہ دوسری عورتوں پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے۔ (3) فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اوراس بات میں مشہور ہو۔ ایسی عورت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔"ولا متخذت اخدان" (النساء 25) ترجمہ: اور نہ چھپے یار بنانے والیاں۔ (4) زبردست کہ خاوند پر قول و فعل میں بڑھ چڑھ کر رہے۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو عادتیں مردوں میں بُری ہیں وہ عورتوں میں اچھی ہیں اور وہ بخل، تکبر، بزدلی ہے۔ اس لئے کہ اگر عورت بخیل ہوگی تو اپنا اور شوہر کا مال بچائے گی اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کرے گی جب بزدل ہوگی تو ہر چیز سے ڈرے گی اور اپنے گھر سے نہ نکلے گی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرے گی۔ یہ بیانات و روایات ہدایت کرتی ہیں کہ نکاح میں کون سے اخلاق ہونے چاہئیں۔

خصلت نمبر3: خوبصورتی: یہ بھی اس لئے مطلوب ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہے اگر عورت بدصورت ہوتو فطرت انسانی اس پر کفایت نہیں کرتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر یہ فائدہ ہے کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم و ملزم ہیں جس کی صورت اچھی ہوگی غالباً سیرت بھی اچھی ہوگی۔

ازالہ وہم: ہم نے جو اوپر لکھا ہے کہ عورت کی دیانت کا لحاظ ضروری ہے اور خوبصورتی کے باعث اس سے نکاح نہ کرنا چاہئے اس کا معنی نہیں کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کے دین میں خرابی ہوتو صرف خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر نکاح نہ کرنا چاہئے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح میں راغب ضرور کرتا ہے مگر دین کے امر میں کمزور کردیتا ہے اور ایک وجہ خوبصورتی کی یہ بھی ہے کہ اس کے باعث زن و شوہر میں اکثر الفت ہوتی ہے اور اسباب الفت کی رعایت کرنے کیلئے شریعت بھی حکم فرماتی ہے۔ اسی لئے قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا

مستحب ہے۔

حدیث (1): حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈالے تو چاہئے کہ اس کو دیکھ لے ۔ اس لئے کہ دیکھ لینا الفت طرفین کیلئے لائق اور موزوں تر ہے۔

فائدہ: حدیث میں جو لفظ ان یدوم بینھما آیا ہے وہ مشتق ادمتہ (بفتحتین) سے ہے جس کے معنی جلد باطنی متصل گوشت کے ہیں یعنی وہ جلد گوشت سے مالوف ہے ایسے ہی زن و شوہر مالوف رہیں گے۔

حدیث (2) ان فی اعین الانصاری شیاء فاذا اراد احدکم ان یتزوج منھن فلینظر الیھن۔ ترجمہ: انصار کی عورتوں میں کچھ ہے جب تم میں سے کوئی ان سے نکاح کرنا چاہے تو انہیں دیکھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ انکی آنکھیں چندھی تھیں اور بعض نے کہا کہ چھوٹی تھیں۔

فائدہ: سلف کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ عزت دار اونچے گھرانوں سے بھی نکاح تب کرتے جب پہلے ان کو دیکھ لیتے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔

حضرت اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو نکاح بغیر دیکھے ہوتا ہے تو اس کا انجام رنج و غم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اول نظر کرنے سے سیرت اور دیانت معلوم نہیں ہوتی ۔ صرف جمال ظاہری پہنچانا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ شریعت کے مطابق ہے۔

حکایت: مروی ہے کہ کسی نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں خضاب کرکے شادی کرلی کچھ عرصہ کے بعد اس کا خضاب کھل گیا۔ سسرال والوں نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت درخواست کی کہ ہم نے اسے جوان سمجھ کر بیاہ کروایا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سزا دی کہ تو نے لوگوں کو مغالطہ دیا۔ (خدا کرے آج کوئی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا پیدا ہو جائے کہ اس وقت تو صرف نکاح کے دھوکہ پر سزا دی گئی آج تو کھلم کھلا خود کو نوجوان ظاہر کرنے کیلئے سیاہ خضاب کا استعمال ہورہا ہے اس پر تو بڑی سزا ہو)۔

حکایت: مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صہیب اولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے کس خاندان میں گئے اور ان سے شادی کا پیغام دیا۔ اہل مکان نے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی صہیب ہے ہم گمراہ تھے۔ اللہ عزوجل نے ہمیں ہدایت کی اور ہم غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد کیا ہم مفلس تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تونگر کیا۔ اگر تم ہماری شادی اپنے یہاں کرو تو الحمداللہ اگر انکار کرو تو سبحان اللہ۔ لوگوں نے کہا تمہاری شادی ہوجائے گی۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کاش تم وہ خدمات اور جانفشانیاں کا بھی ذکر کردیتے جو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کے ساتھ کی ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چپ رہو کہ ہم نے سچ کہہ دیا۔ اسی سچائی نے تمہارا نکاح کردیا۔

فائدہ: دھوکہ حسن ظاہری اور سیرت باطنی دونوں میں ہوتا ہے تو خوبصورتی کا دھوکہ دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہے اور اخلاق کا دھوکہ اوصاف سننے سے رفع ہوتا ہے۔ اسی لئے ان دونوں باتوں کو نکاح سے پہلے کرلینا چاہئے مگر اس عورت کے اوصاف اخلاق و جمال ایسے شخص سے دریافت کرنے چاہئیں جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن حال سے واقف ہو۔ نہ تو عورت کا طرف دار ہو کہ اس کی تعریف میں مبالغہ کرے اور نہ اس سے بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ ان لوگوں کی طبیعتیں نکاحوں سے پہلے کے امور میں اور منکوحات کے وصف بیان کرنے میں افراط و تفریط کی طرف مائل ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کے متعلق سچ بولتے ہوں بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہو رہا ہے۔ اسی لحاظ سے جو شخص اپنے نفس پر اجنبیہ عورت کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو۔ اسے اس کے متعلق احتیاط بہت ضروری ہے ہاں اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف ادائے سنت اور اولاد اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہ ہو تو مرتبہ زہد کے قریب تر ہے کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیوی ہے اگرچہ بعض اوقات کسی کے حق میں دین میں مددگار ہوتی ہے۔

فائدہ: حضرت ابو سلیمان درانی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زہد ہر چیز میں ہوتا ہے یہاں تک کہ بیوی میں بھی ہوتا ہے کہ دنیا میں زہد اختیار کرنے کیلئے آدمی بڑھیا سے نکاح کرلے۔

فائدہ: حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہیں کرتے کہ جس کے کھانا کھلانے' کپڑا پہنانے میں ثواب ملے اور اس کا نفقہ دینا آسان ہو تھوڑے سے مال پر راضی رہے بلکہ دنیا داروں کی بیٹیوں سے نکاح کرتے ہیں کہ ہمیشہ نئی خواہش ان کے سامنے پیش کرتی ہے اور کہتی ہیں کہ فلاں کپڑا پہناؤ اور فلاں چیز کو کھلاؤ۔

حکایت: حضرت امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کا حال پوچھا کہ ان میں سے عقلمند کون ہے لوگوں نے کہا جو عقلمند ہے اس کی آنکھیں نہیں آپ نے فرمایا کہ میرا نکاح اس اندھی سے کردو۔ جو لذت سے غرض نہ رکھتا ہو صرف رفع حاجت ہی چاہتا ہو اس کا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہئے جیسے ان بزرگوں کے اقوال ہیں مگر جس شخص کو لذت کے بغیر دین پر امن نہ ہو اسے جمال بھی طلب کرنا چاہئے کیونکہ امر مباح کا لذت کیلئے حاصل کرنا دین کا ایک قلعہ ہے۔

فائدہ: عورت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم و سیاہ موبڑی آنکھ والی رنگ میں گوری شوہر دوست کہ نگاہ صرف شوہر پر منحصر کردے اگر ایسی عورت کسی کو میسر ہو تو اس کو گویا حور مل گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت ازواج کی ہی صفات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ فرمایا' خیرات' حسان'' خیرات سے مراد خوش خلقی کے ہیں اور حسان سے خوبصورتی اور

فرمایا۔ قاصرات الطرف اورعربا اترابا۔ قاصرات الطراف ۔۔یعنی عورتیں شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے والی عربا۔ پیار ولاتیاں' ایک عمر۔ پہلے قول سے وہ عورتیں مراد ہیں جو صرف اپنے شوہروں پر نگاہ کو بند رکھیں اور دوسرے میں عروب کی جمع ہے یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور خواہش مند اس کی ہم بستری کی ظاہر ہے کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہے۔ فرمایا۔ حور عین۔ حور اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ میں سفیدی یعنی خوب سفید ہو اس طرح آنکھ کی سیاہی مثل بالوں کی سیاہی کی ہو اور عیناء اس عورت کو کہتے ہیں جس کی بڑی آنکھیں ہوں۔

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خیر نسائکم من اذانظر الیھا زوجھا سرتہ واذا امرھا طاعتہ واذا غاب عنھا حفظتہ فی نفسھا ومالہ ترجمہ: تمہاری عورتوں میں بہتر وہ ہیں کہ جب مرد اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اور جب کوئی حکم کرے تو بجالائے جب گھر سے چلا جائے تو اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ مرد اپنی منکوحہ کو دیکھ کر خوش اس وقت ہوگا کہ عورت اس کو چاہتی ہو۔

خصلت نمبر4: مہر تھوڑا ہو۔

حدیث(1): حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ عمدہ بیویاں وہ ہیں جن کی صورتیں اچھی ہوں اور مہر تھوڑے ہوں اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا۔

حدیث (2): حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض نکاح کیا۔

فائدہ: اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جس میں ریشہ خرما بھرا تھا۔

فائدہ: بعض ازواج مطہرات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولیمہ جو کی روٹی کا کیا ولیمہ خرما کا اور ستو کا کیا۔

حدیث(3): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہر زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر نہ کیا اور نہ اپنی بیٹیوں کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کردینے میں کچھ توقع ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر ضرور عمل فرماتے۔

فائدہ: بعض صحابہ کرام نے نکاح میں مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اس کی قیمت پانچ درم بتاتے ہیں۔

حکایت: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو درم پر کردیا اور بیٹی کو رات کے وقت اپنے ساتھ لے جاکر ان کے دروازہ میں خود پہنچا کر واپس گھر آگئے۔ سات دن کے بعد اپنی بیٹی کے پاس گئے اور اس سے سلام علیک کہہ کر (خیروعافیت پوچھی)۔

مسئلہ: مہر دس درم مقرر کیا جائے۔ اس لئے کہ تمام علمائے کرام کے نزدیک نکاح ہو جائے گا۔

فائدہ: دس درم سے چاندی کا وزن ہے ہر دور کے مطابق دس درم چاندی کی قیمت مہر ادا کی جائے بعض جاہلوں نے اسے 32 روپے سمجھ لیا ہے۔ وہ غلط ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتوں میں زیادہ برکت والی وہ ہے کہ جس کا مہر سب سے کم ہو۔

مسئلہ: جس عورت کی جانب سے مہر میں زیادتی ہو وہ مکروہ ہے اسی طرح مرد کی جانب سے عورت کے مال کا حال دریافت کرنا مکروہ ہے اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نہ کرنا چاہئے۔ (ف) حضرت سفیان ثوری رحمتہ علیہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی نکاح کرے اور پوچھے کہ عورت کے پاس کیا کیا چیز ہے تو جان لو کہ وہ چور ہے۔

مسئلہ: جب مرد سسرال کو تحفہ بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ ان کے یہاں سے اس کے عوض مجھے زیادہ ملے گا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھجیں وہ بھی یہ نیت نہ کریں کیونکہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہدیہ بھیجنا مستحب اور دوستی کا سبب ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ تحادوا تحابوا۔ ترجمہ: آپس میں ہدیہ بھیجو اور دوستی پیدا کرو۔

فائدہ: زیادہ طلبی اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل کے اس قول میں داخل ہے۔ ولا تمنن تستکثر۔ (المدثر 6) ترجمہ کنزالایمان: اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔ یعنی اس نیت سے نہ دو کہ زیادہ لو یا اس آیت میں داخل ہے۔ وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس (پ 21 الروم 39) ترجمہ: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے ہاں نہ بڑھے گی۔ (کنزالایمان)

فائدہ: ربوا زیادتی کا نام ہے اس صورت میں بھی فی الجملہ زیادتی طلب کرنا پایا جاتا ہے اگرچہ ان چیزوں میں نہیں جن میں ربوا ہوتا ہے بہرحال نکاح میں مکروہ اور بدعت ہے تجارت اور قمار کی طرح ہے کہ اصل مقصد نکاح کو خراب کرتی ہے۔

خصلت نمبر5: عورت بانجھ نہ ہو اگر بانجھ ہونا معلوم ہوجائے تو اس سے نکاح نہ کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ علیکم بِالْوَدُوْدِالْوَدُوْدِ ترجمہ: بکثرت بچے جننے والیوں

1۔ دور حاضرہ میں اس طرح کے اکثر لوگ چور ہیں۔ 12

2۔ دور حاضرہ میں عموماً ناچاکیاں مابین زن و شوہر انہی خوبیوں کی وجہ سے ہیں۔ اویسی غفرلہ

اور محبت کرنے والیوں سے نکاح کرنے کو لازم پکڑو۔ یعنی نکاح ایسی عورت سے ہو جس سے اولاد ہوتی ہو اور وہ شوہر کو دوست رکھتی ہو اگر اس کی شادی نہ ہوتی ہو اور اس کا حال معلوم نہ ہو۔ اولاد ہوگی یا نہیں تو تندرست اور چوکس ہونے کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جب یہ دونوں باتیں اس میں ہوں گی تو غالباً اس سے اولاد ہوگی۔

خصلت نمبر6: کنواری عورت سے نکاح ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب انہوں نے ایک عمر رسیدہ عورت (بیوہ) سے شادی کی تھی کہ کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے خوش ہوتے اور وہ تم سے۔

کنواری عورت سے نکاح کے فوائد: اس میں تین فائدے ہیں۔ (1) عورت کو خاوند سے الفت اور محبت ہوتی ہے جسے حدیث شریف میں ودود سے تعبیر کیا گیا ہے اس صورت میں خوب اثر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں طبیعتوں میں یہ امر فضول ہے کہ اول جو پہلے شادی شدہ ہو۔ اس کا دل لگتا ہے کیونکہ جو عورت مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہے ممکن ہے کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو۔ ان کے خلاف پر راضی نہ ہو۔ یہی وجہ شوہر ثانی کے برا جاننے کا ہوجائے۔ (جیساکہ بارہا کا تجربہ ہے)۔ (2) کنواری ہونے سے شوہر کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ امر قوی ہے کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو۔ اس سے کس قدر نفرت ہوا کرتی ہے۔ (3) کنواری ہونے سے عورت پہلے شوہر کو یاد نہیں کرتی ورنہ اس سے بھی عیش میں ایک طرح تلخی ہوجاتی ہے اور محبت غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہے جو محبوب اول سے ہو۔

خصلت نمبر7: عورت شریف اور نسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو جس میں دیانت اور نیک بختی پائی جائے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم تربیت کا اہتمام کرتی ہے اگر خود مودب نہیں ہوتی تو اس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ایاکم وخضراء الدمن۔ ترجمہ: اوپر کی گہری سبزی سے علیحدہ رہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ خضرالدمن کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جو بری جگہ پیدا ہوئی ہو۔

حدیث: فرمان اقدس ہے کہ اپنے نطفوں کیلئے اچھی عورتیں پسند کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق اولاد کو کھینچ لاتی ہے۔

خصلت نمبر8: عورت قرابت قریبہ میں سے نہ ہو اس لئے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح نہ کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہے اور لڑکے کے ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہے کہ شہوت ضعیف ہوتی ہے کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے اٹھتی ہے اور ان حواس کا اثر اس وقت قوی ہوتا ہے کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظروں میں رہتی ہو۔ اس کو دیکھتے

دیکھتے مساوات ہوجاتی ہے جس کا اثر کامل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے شہوت اچھی طرح نہیں ابھرتی غرضیکہ عورتوں میں یہی خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے اور عورت کے متولی پر واجب ہے کہ شوہر کی عادتوں کو اچھی طرح دیکھ لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے۔ یعنی اس کا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جس کی پیدائش میں کوئی قصور یا عادت اچھی نہ ہو یا دین میں ضعیف ہو یا عورت کے حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب میں عورت کا کفو نہ ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نکاح عورت کو باندی بنا دیتا ہے۔ تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی لڑکی کو کہاں دیتے ہو۔

فائدہ: عورت کے حق میں احتیاط بہت ضروری ہے کہ نکاح کے باعث وہ ایسی قید میں پڑتی ہے کہ پھر اس سے نکل نہیں سکتی۔ بخلاف مرد کے کہ وہ ہر حال میں طلاق پر قادر ہے اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شراب خور سے کرے گا تو وہ اپنے دین میں بٹہ لگائے گا اور اللہ تعالیٰ عزوجل کے غصہ کا مستحق ہو گا کہ اس نے حق قرابت کو منقطع کیا اور اس کیلئے ایسا غلط مرد تجویز کیا۔

حکایت: کسی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ چند لوگوں نے میری لڑکی کیلئے پیغام نسبت بھیجا ہے میں اس کا نکاح کس سے کروں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو۔ اس سے نکاح کرنا۔ اس لئے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہے گا تو اس کی خاطرداری کرے گا اگر ناپسند کرے گا تو اس پر ظلم کرے گا۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی لڑکی فاسق سے بیاہ دی۔ اس نے اس کی قرابت قطع کر دی۔

باب 3 آداب معاشرت: اس میں ان امور کا بیان ہو گا جو نکاح کی بقا کیلئے زن و شوہر کو برتنے چاہئیں اس فصل میں دو بیان ہیں۔ (۱) ان حقوق کے ذکر میں جو شوہر کو ضروری ہیں۔ شوہر پر بارہ چیزوں میں اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) ولیمہ (2) حسن خلق (3) مزاج (4) سیاست (5) غیرت (6) نفقہ (7) تعلیم (8) عدل (9) نافرمانی (10) صحبت کرنا (11) اولاد کا ہونا (12) طلاق دینا۔

ولیمہ (1): یہ مستحب ہے۔

حدیث(1): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زردی کا رنگ دیکھ کر پوچھا کیا ہوا۔ عرض کیا میں نے نکاح کیا ہے۔ خرمائی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ بارک اللہ لک اولم ولو بشاۃ۔ ترجمہ: اللہ

تعالیٰ مبارک کرے۔ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔

حدیث(2): حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کیا۔

حدیث(3): پہلے دن کا کھانا حق۔ دوسرے دن کا سنت۔ تیسرے دن کا نمود و ریاء جو لوگوں کیلئے شہرت کا کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے شرمسار کرے گا۔

فائدہ: یہ حدیث غریب ہے بجز زیاد بن عبداللہ کے اور کسی نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ شوہر کو مبارک باد دی جائے جو اس کے پاس آئے۔ یوں کہے۔ بارک اللہ لک و بارک علیک وجمع بینکما فی خیر۔ اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے اور تم پر برکت کرے اور تم دونوں کو خیرو بھلائی پر جمع کرے۔

حدیث (4): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت۔ ترجمہ: حلال و حرام کے درمیان فرق دف اور آواز ہے۔

حدیث(6): فرمایا۔ اعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد و اخبر لو اعلیہ بالدفوف۔ ترجمہ: اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مساجد میں منعقد کرو اور ان پر دف بجاؤ۔

حدیث: حضرت بی بی ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے۔ ہماری چند لونڈیاں اپنے دف بجاتی تھیں اور جو لوگ بدر کی لڑائی میں میرے بزرگوں سے مارے گئے تھے۔ ان کا ذکر کر رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو بات کل ہوگی۔ وہ جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے خاموش رہ جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہہ۔

خوش خلقی (2): عورت کے ساتھ خوش خلقی سے رہنا اور ان کی ایذاء برداشت کرنا بنظر رحم کہ ان کی عقل میں قصور ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے۔ وعاشروھن بالمعروف۔ (النساء 197) اور ان سے اچھا معاشرہ کرو اور ان کے تعظیم کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ واخذن منکم میثاقا غلیظا۔ (النساء 21) ترجمہ: تم سے لے چکیں گاڑھا عہد اور فرمایا والصاحب بالجنب۔ کروٹ کا ساتھی۔

فائدہ: اس سے بعض نے زوجہ مراد لی ہے اور [illegible] سے آخری وصیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین باتیں تھیں۔ آپ کی زبان گنگنا گئی اور آواز آہستہ پڑ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم لا تکلفوھم ما لا یطیقون اللہ فی النساء فانھن۔ ترجمہ: نماز، نماز اور جو تمہارے ہاتھوں میں مملوک [illegible] انہیں [illegible]

عوان فی ایدیکم اخذتموھن بعھداللہ واستحللتھم فروجھن بکلمتہ اللہ۔ تکلیف نہ دو جس کو وہ حائل نہ ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرو عورتوں کے بارے میں کہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں تم نے ان کو اللہ کے عہد سے لیا اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے کلمہ سے حلال کرایا گیا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل اس کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو انکی مصیبت پر عطا فرمایا اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کرے گی اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل اس کو اتنا ثواب دے گا۔ جیسے بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی کو۔

(ف): یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بیوی کے ساتھ خوش خلقی کے یہ معنی نہیں۔ کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہیں کہ اگر وہ ایذا دے تو برداشت کرے اور جب وہ غصہ کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کر کے اس کے غصہ پر صبر کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے جواب دے بیٹھتی تھیں اور کبھی ان میں سے کوئی ایک دن رات آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کلام نہ کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان باتوں پر حوصلہ فرماتے اور ان پر تشدد نہ کرتے تھے۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے ایک بار ان کے کلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا کہ اے گستاخ مجھے جواب دیتی ہے اس نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کا جواب دیتی ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے کہیں بہتر ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بی بی حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اس کا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے حفصہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی کا رشک نہ کرنا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوبہ ہے تو ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دینا۔

حدیث: مروی ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ مکرمہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا ان کی ماں نے ان کو ڈانٹا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو بیویاں تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہیں۔

حدیث: ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہاں تک کہ دونوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تو اپنی بات پہلے

کہتی ہے یا میں کہوں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں لیکن سچ سچ فرمانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ اے دشمن جان کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچ کے سوا کچھ اور فرمائیں گے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ چاہی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پشت مبارک کے پیچھے جاکر بیٹھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو اس لئے نہیں بلایا اور نہ ہی یہ مقصد تھا۔ (جو آپ نے کیا۔)

حدیث: ایک دفعہ کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہیں کہ میں پیغمبرخدا ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم وکرم سے برداشت کیا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تمہاری ناراضگی اور رضامندی میں سمجھ جاتا ہوں عرض کیا وہ کیسے فرمایا جب تم راضی ہوتی ہوتو کہتی ہو کہ قسم ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداتعالیٰ کی اور جب ناراضگی کی حالت میں کہتی ہو۔ قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خداتعالیٰ کی۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجافرماتے ہیں حالت غضب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ترک کرتی ہوں۔

فائدہ: اسلام میں محبت کا آغاز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرماتے تھے میں تیرے ساتھ ایسا ہوں جیسے ابو زرع اپنی بیوی ام زرع کے ساتھ تھا مگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں گا۔

فائدہ: قصہ ام زرع بہت مشہور ہے شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھاکے پاس گیارہ عورتوں نے جمع ہوکر اپنے شوہروں کا احوال بیان کیاان میں سے ایک ام زرع تھی کہ ان کے خاوند نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا پھر طلاق دیدی تھی حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے ان سب کا احوال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازدواج مطہرات کو فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو بخدا میرے پاس جب وحی آتی ہے میں اسی کے لحاف میں ہوتا ہوں یعنی تم میں سے کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ (اویسی غفرلہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں اور لڑکوں پر تمام لوگوں کی

نسبت زیادہ رحیم تھے۔

ادب نمبر3

: ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتوں سے ہنسی مذاق بھی کرے کہ اس سے ان کا دل خوش ہوتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اپنی ازدواج مطہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق میں انہیں کے عقلوں کے مراتب پر برتاؤ فرماتے تھے۔

حدیث: مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے نکل گئیں اور پھر کئی دن بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے نکل گئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

حدیث: میں ہے کہ اور لوگوں کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے زیادہ ہنسی مذاق فرماتے تھے۔

حدیث: حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حبشہ کے لوگوں کی آواز سنی کہ وہ عاشورہ کے دن کھیل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیاتو ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہے میں نے عرض کی ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونوں کو اڑوں کے بیچ کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ مبارک ایک کواڑ پر رکھ کر پھیلا دیا میں نے اپنی ٹھوڑی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر رکھ لی اور تماشہ دیکھنے لگی وہ لوگ تماشا کرنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ بس میں نے دو یا تین بار عرض کیا ذرہ ٹھہریئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر میں نے عرض کی بہتر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اشارہ کیا وہ چلے گئے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله۔ ترجمہ: اہل ایمان میں مکمل تر وہ ہے جو خلق میں حسن اور اہل و عیال کے ساتھ نرم تر ہو۔

حدیث: اور فرمایا خیرکم لنسائه وانا خیرکم لنسائی۔ ترجمہ: تمہارے میں وہ بہتر ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہو اور میں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہتر ہوں۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اپنی تیز مزاج کے ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بچے کی طرح رہے جس وقت اس سے کوئی چیز طلب کی جائے اس وقت پوری کردے۔

لقمان کا قول: ہے کہ عاقل کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بچے کی طرح رہے اور جب اپنی قوم میں ہو تو مرد ہو۔

ازالہ وہم: حدیث میں ہے۔ ان اللہ الجعفری الجواظ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عزوجل بغض رکھتا ہے درشت خو

متکبر بخیل کو۔

فائدہ: اس کی توضیح میں بعض نے وہ شخص مراد لیا ہے جو اپنے گھر میں سخت اور متکبر ہو بعض نے قرآن مجید میں جو لفظ عتل آیا ہے اس کا یہی ہم معنی بتایا ہے یعنی سخت زبان اور گھر والوں پر سخت دل ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے مزاح کرتے اور وہ تم سے مذاق کرتی۔

حکایت: ایک بدوانی کا شوہر مرگیا تھا اس نے اس کا اس طرح ذکر کیا کہ بخدا جب گھر میں آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا جاتا جو کچھ کھانے کو پاتا اس سے پیٹ بھرتا کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا۔

ادب نمبر4

: مزاح اور حسن خلق اور عورت کی خواہش مطابقت (تابعداری) اتنا نہ بڑھائے کہ اس کا مزاج بگڑ جائے اور اس کے سامنے کوئی ہیبت نہ رہے بلکہ اس میں اعتدال کا لحاظ رکھے اس طرح کہ جب کوئی بری بات دیکھے تو ہیبت اور ناراضگی سے درگزر نہ کرے اور بری بات پر کبھی راضی نہ ہو بلکہ جب کوئی بات مخالف شریعت یا خلاف مروت دیکھے فوراً آگ بگولہ ہوجائے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اسے دوزخ میں اوندھا گرا دے گا۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ ان کے خلاف کرنے میں برکت ہوتی ہے یہ بھی منقول ہے کہ عورتوں سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ مشورہ دیں اس کے خلاف کرو۔

حدیث: میں ہے کہ ہلاک ہوا جو عورت کا غلام ہوا۔فائدہ: یہ اس لئے فرمایا کہ جب اس کی خواہش کے امور میں اس کی اطاعت کرے گا تو اس کا غلام ہوا اور وجہ ہلاکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی کا مالک کیا تھا اس نے اپنے نفس کو اس کا مملوک کردیا اور یہ معاملہ معکوس اور الٹا ہوگیا۔

فائدہ: شیطان کا قول قرآن مجید میں ہے۔ ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللّٰہ ترجمہ کنزالایمان: اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

فائدہ: مفسرین نے فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی شکل میں زنانہ لباس پہننا عورتوں کی طرح بات چیت اور حرکات کرنا جسم کو گود کر سرمہ یا کسی سے نقش و نگار بنانا۔ لیکن امام غزالی قدس سرہ اس سے اطاعت زن مراد لیتے ہیں اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ عورت مرد کی مطیع ہونہ یہ کہ مرد زن مرید ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء۔ (النساء 34) ترجمہ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہے۔ الفیا سیدھا

لدی الباب۔ (یوسف 25) ترجمہ کنزالایمان : اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ جس صورت میں سردار کو تابع حکم کردیا تو گویا اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمت کو۔

شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بی بی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا ان کے والد انہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور ان کے شوہر کی شکایت کی اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ شانِ نزول نے مسئلہ واضح کردیا کہ مرد کو اپنی عورت کی غلطی و خطا پر سرزنش کرنی چاہئے کیونکہ اسے فوقیت حاصل ہے جیسا کہ اس کے بعد بمافضل سے سمجھایا اور وجہ فضیلت یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر عقل و دانائی اور جہاد اور نبوت و خلافت و امامت و اذان و خطبہ و جماعت و جمعہ و تکبیر تشریق اور حدود قصاص کی شہادت کے اور ورثہ میں دو نے حصے اور تعصیب اور نکاح و طلاق کے مالک ہونے اور نسبوں کے ان کی طرف نسبت کئے جانے اور نماز و روزہ کے کامل طور پر قابل ہونے کے ساتھ کہ ان کیلئے کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے کہ نماز و روزہ کے قابل نہ ہوں اور داڑھیوں اور عماموں کے ساتھ فضیلت دی۔ مغربیت سے متاثر ہوکر بعض خواتین مرد کی مذکورہ فضیلت سے انکار کرتی ہے اور مرد بھی خود کو علی الاخلاق سمجھ کر اکڑ جاتا ہے اسی لئے دونوں کی ناچاقی لازمی امر ہے اگر مرد خود کو اتنا افسر سمجھے جتنا اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے اور خاتون مرد کی افسری شرعی کو ملحوظ رکھے تو کبھی خانگی معاملات میں جھگڑا نہ ہو۔ آج کل عموماً گھریلو تنازعات اسی افراط و تفریط کا شکار ہیں کہ مرد اپنے حاکم ہونے کے تصور سے حدود توڑ دیتا ہے نقصان اٹھاتا ہے یہ ایسے ہے جیسے کسی کو ایک علاقہ کی افسری ملے تو وہ سارے ملک پر افسری کرنے لگے تو مار کھائے گا ایسے بعض مرد شرعی عطاکردہ افسری سے تجاوز کرکے عورتوں پر ظلم کرتے ہیں تو سخت سے سخت نقصان اٹھاتے ہیں اور خواتین مرد کی افسری کا انکار کرتی ہیں یا کمزوری دکھاتی ہیں تو نقصان اٹھاتی ہیں اور نقصان لازمی امر ہے کہ اگر علاقہ کی رعایا اپنے افسر کے احکام ضروریہ کی خلاف ورزی کرتی ہے تو نقصان اٹھاتی ہے۔ ناشکری سے بدل ڈالا اور عورت کو نفس امارہ کی طرح جاننا چاہئے کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس امارہ کی ڈھیلی کروں گے تو بہت سی شوخی کرے گا اور اگر ایک بالشت اس کی لگام ڈھیلی کرو گے تو ہاتھوں گھسیٹ لے جائے گا اور اگر لگام کو تانے رہو گے اور اس پر اپنا ہاتھ سخت رکھو گے تو قابو میں رہے گا۔

فائدہ: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان کا احترام کرو تو وہ ذلیل کریں

1۔ آیت کی تفسیر اضافہ اویسی از خزائن 12 - اویسی غفرلہ

2۔ دورِ حاضرہ میں مغربیت زدہ لوگوں نے اسلام کے خلاف محاذ بنا رکھا ہے بالخصوص وہ خواتین جو مغربیت سے زیادہ متاثر ہیں مغربیت زدہ مرد یہ آیت پیش کرکے عورتوں کو غلاموں کنیزوں کی طرح رکھنا چاہتے ہیں خواتین بھی لفظی ترجمہ سے گھبرا کر اسلام سے بدظنی کا مظاہرہ کرتی ہیں حالانکہ دونوں طرفین غلط فہمی کا شکار ہیں اگر اسلامی تفاسیر سامنے ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ تو عورتوں کو ان کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کو حق ہے کہ وہ عورتوں پر رعایا کی طرح حکمرانی کریں اور ان کے مصالح اور تدابیر اور تادیب و حفاظت کی سرانجام دہی کریں۔

گی اگر ذلیل کرو تو تمہاری تعظیم کریں گی۔ (1) عورت (2) خادم (3) نبطی۔

اگر صرف احترام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نہ کرو اور سخت لفظ نہ کہو تو سر پر چڑھ جائیں گے۔

فائدہ: عرب کی عورتیں اپنی لڑکیوں کو ان کے شوہروں کا امتحان اس طرح سکھاتی تھیں کہ شوہر پر جرات بیباکی کرنے سے پہلے اس کو آزمالینا۔ یعنی اس کے نیزہ کی بھال اکھاڑ دینا اگر وہ اس پر خاموش ہوجائے تو اس کی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اس پر بھی نہ بولے تو اس کی تلوار سے ہڈیاں توڑنا اگر اس پر سکوت کرے تو وہ تیرا گدھا ہوچکا پالان اس کی پشت پر ڈالا کر اس پر سوار ہونا خلاصہ یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی وجہ سے قائم ہیں اگر ذرہ عدل سے ہٹیں تو معاملہ برعکس ہوجائے اسی لئے عاقل کو چاہئے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت میں میانہ روی کا راستہ چلے اور ہر بات میں حق کی پیروی مدنظر رکھے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہے کہ ان کے داؤ بڑے ہیں اور خرابی بسیار ہے اور ان کے مزاج پر بدخلقی اور عقل کی کمی غالب ہے اور یہ اعتدال پر اسی وقت آئے گی کہ کچھ نرمی کی جائے اور کچھ سیاست برتی جائے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیک بخت عورت ایسے ہے جیسے سو کالے کوؤں میں سفید پیٹ کوا۔

فائدہ۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ بری عورتوں سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیں گی اور شریر عورتوں سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہیں گی اور نیک بخت عورتوں سے ڈرتے رہنا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین بلاؤں سے پناہ مانگو اور ان میں سے ایک عورت ہے ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب تو اس کے پاس جائے تو گالی دے اور جب اس کے پاس نہ ہو تو تیری خیانت کرے۔

خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا انکن صواحبات یوسف۔ ترجمۂ تم یوسف کی صواحب جیسی ہو۔

(ف): اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مرض وصال میں تھے اور نماز پڑھانے کی بظاہر طاقت نہ رہی تو ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو۔ کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میرا باپ نرم دل ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ خالی دیکھے گا تو بے تاب ہوجائے گا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم ابوبکر کو نماز کی امامت

اس لفظ سے بھی دور حاضرہ کی خواتین جو مغربیت سے متاثر ہیں حالانکہ اس سے اکثریت مراد ہے ورنہ کہاں سیدہ عائشہ اور کہاں عام مرد وغیرہ (اویسی غفرلہ)

نہیں کرنے دیتی ہو تو امرِ حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرتا ہے۔

جس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے ظاہر کردیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما۔ (التحریم 4) ترجمہ: اے نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے بہتر بیویوں کی شان میں ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ لا یفلح قوم تملکھم امراۃ ترجمہ: نہیں فلاح پائے گی وہ قوم جن کی سربراہ اور حاکم عورت ہو۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی نے جواب دیا تو آپ نے اس کو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے میں ایک کھلونے کی طرح ہے۔ اگر ہمیں تیری حاجت ہوئی تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر۔ غرضیکہ عورت میں دو امر ہوتے ہیں۔

(1) برائی (2) کمزوری

اس کی برائی کا علاج تو سیاست اور سختی ہے اور اس کی کمزوری کا علاج دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہے جس طرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہے اتنا ہی علاج کرتا ہے اسی طرح پہلے آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہئے پھر اس سے ویسا معاملہ برتنا چاہئے جیسا اس کا حال ہو۔

ادب نمبر5

: غیرت میں اعتدال رکھنا ہے یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہو ان کی ابتداء سے غفلت نہ کرنا اور عورتوں پر بدگمانی اور باطن کی تلاش میں مبالغہ نہ کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کے خفیہ امور کے درپئے ہونے سے منع فرمایا۔

مسئلہ: سفر سے واپسی پر یا ویسے ہی عورتوں کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ رات کو عورتوں کے پاس نہ جانا۔ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دو مرد اچانک گھر چلے گئے تو گھر میں بری بات دیکھی۔ حدیث میں مشہور ہے۔ المراۃ کا نضلع ان قومتہ کسرتہ فدعہ تستمتع بہ علی عوج۔ ترجمہ: عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے پس اسے چھوڑ دو اور اسی ٹیڑھی سے نفع اٹھاؤ۔

حدیث: عورت کی تہذیب اخلاق کیلئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان من الغیرۃ یبغضھا اللہ عزوجل وہی غیرۃ الرجل علی اھلہ من غیر ریبتہ۔ ترجمہ: غیرت میں سے ایک وہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

1۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے تفاسیر میں اسی مقام کا مطالعہ کیجئے۔ 12 اویسی غفرلہ۔

کو ناپسند ہے وہ ہے غیرت انسان اپنی زوجہ پر کسی شک کے بغیر۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہے اور بدگمانی ممنوع ہے کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ پر زیادہ غیرت نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود تمہارے سبب سے یہ بدگمان ہو جائے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام غیور ہے اور مومن بھی غیرت مند ہے اللہ تعالیٰ کی ایک غیرت یہ ہے کہ اس نے جو چیز انسان پر حرام کی وہ اس کا مرتکب ہو۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو غیرت مند سمجھتے ہو۔ بخدا میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور میرا اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی علامت ہے کہ اس نے ظاہری باطنی برائیاں انسان پر حرام فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت کوئی ایسا نہیں جسے عذر کرنا زیادہ پسند ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پیغمبران عظام سے ڈر سنانے والے اور خوشخبری سنانے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ اس سے بڑھ کر اسے اپنی تعریف پسند ہو۔ اسی لئے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا۔

حدیث غیرت عمر رضی اللہ عنہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں نے جنت کے اندر ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک لونڈی تھی میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے جواب ملا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے میں نے چاہا کہ اسے دیکھوں مگر اے عمر مجھے تیری غیرت یاد آئی۔ حضرت عمر رو پڑے اور عرض کی کیا آپ پر غیرت کروں گا۔[1]

بے غیرتی کا ماتم: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانو تم اپنی عورتوں کو بازاروں کو روانہ کردیتے ہو کیا غیرت نہیں کرتے ہو کہ ان کے پہلو کافروں کے پہلوؤں کو لگ جاتے ہیں۔ (یہ تو خیرالقرون کا حال ہے اب کے دور میں کیا کہا جائے) فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے جو غیرت نہیں رکھتا۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان من الغرة مایحبه اللّٰه ومنها مایبغضه اللّٰه ومن الخیلاء مایحبه اللّٰه ومنها ما یبغضه اللّٰه فاما الغیرة اللتی یحبها اللّٰه فاغیرة فی الریبته والغیرة التی یبغضها اللّٰه فالغیرة فی غیر ریبته والاختیال الذی یحبه اللّٰه اختیال الرجل بنفسه عندالقتال وعند الصدقته والاختیال الذی یبغضه اللّٰه الاختیال فی الباطل۔ غیرت میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند

---

[1] اس حدیث سے بھی روافض کو اعتراض ہے لیکن اعتراض سے پہلے یہ سوچ لیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنتی ماننا پڑے گا اور اس کے شاہد خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور اعتراض بھی کیوں جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کی مضبوطی کا اظہار فرما رہے ہیں اور حضرت عمر کا عشق رسول بھی قابل ستائش ہے کہ کیا پیارا جواب دیا۔ (اویسی غفرلہ)

فرماتا ہے ایک وہ ہے جس کو ناپسند فرماتا ہے جس غیرت کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے وہ ہے جو غیرت شک میں ہو اور وہ غیرت جو اللہ کو ناپسند ہے وہ ہے جو شک میں نہ ہو۔ (خواہ مخواہ ہو) اور وہ تکبر جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ جو جنگ کے وقت اور صدقہ کے وقت ہو اور وہ تکبر جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ ہے جو امر باطل پر تکبر کیا جائے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں غیرت والا ہوں اور جو مرد غیرت نہ رکھتا ہو۔ اس کا دل اندھا ہے۔ غیرت کی ضرورت کی یہ تدبیر ہے کہ اس کے ہاں لوگ نہ آئیں اور نہ وہ بازار میں جائے۔ (یہ احسن تدبیر ہے اگر عورت اس پر عمل کرے تو اس جیسی متقیہ اور کون ہو سکتی ہے۔)

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے عرض کی کہ عورت کے لئے سب سے یہی بہتر ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ غیر مرد اسے دیکھے۔ آپ نے اپنی جگر گوشہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا شنشنۃ اعرفہا من اخرم[1] یہ عادت ہے اور اخرم سے معروف تر ہے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ جواب پسند فرمایا اور فرمایا ذریتہ بعضہا من بعض یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے گویا یوں فرمایا الولد سر لابیہ اولاد اپنے باپ کا مظہر ہوتی ہے۔

فائدہ: صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دیواروں کے سوراخ اور روشندان بند کردیتے تھے تاکہ عورتیں غیرمردوں کو نہ جھانکیں (اور آج کیا ہورہا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دور کی عورتوں اور مردوں کو سیرت صحابہ نصیب فرمائے) (آمین)

حکایت: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو روشن دان سے جھانکتے ہوئے دیکھ کر اسے سزا دی۔ ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ آپ کی بیوی نے آدھا سیب کھا کر آدھا آپ کے غلام کو دیدیا۔ اس پر بھی آپ نے اپنی بیوی کو سزا دی۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو عمدہ پوشاک نہ دو۔ ان کا گھروں میں بیٹھے رہنا بہتر ہے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ عورتیں خستہ حالت اور پرانے کپڑے پہن کر باہر جانا پسند نہیں کرتیں۔ اور فرمایا اپنی عورتوں میں لا (نہیں) کی عادت ڈالو یعنی جو وہ چاہیں اس کی نفی کیا کرو تاکہ انہیں زیادہ باہر آنے جانے کی عادت نہ ہو۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو گھروں میں رہنے کی عادت ڈالو۔

---

[1] اخرام طائی قبیلہ کا تھا اپنے باپ کا نافرمان تھا جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹے بھی دادا کے نافرمان نکلے اس نے پوتوں کو یہی جملہ کہا تو عرب میں ایک کہاوت بن گئی یعنی تمہاری عادت باپ جیسی ہے۔ ان کا شعر مولوی احسن نانوتوی نے لکھا ہے اور اصل مقصد چھوڑ گیا اور اس غلط مصرع لکھنے کا کیا مطلب یہ مصرع شرح الاحیاء میں بھی نہیں۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: ابتدائے اسلام میں عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت تھی لیکن اب سوائے بوڑھیوں کے کسی عورت کو اجازت نہیں ہے۔

فائدہ: دور صحابہ میں یہی عمل قرین صواب تھا۔ یہاں تک کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ باتیں معلوم ہوتیں جو آپ کے بعد عورتوں نے پیدا کیں تو بخدا بے شک انہیں منع فرماتے۔

حکایت: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ اللہ کی بندیوں کو مساجد سے مت روکو۔ تو ان کے ایک صاحبزادے (بلال) نے کہا کہ بخدا ہم تو منع کریں گے آپ نے اسے مارا اور غصہ آور ہو کر فرمایا کہ تو میرا کہنا نہیں سن رہا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے فرماتے ہیں تو پھر نہ ماننے کا کیا معنی۔

فائدہ: چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے حالات کی تبدیلی دیکھ لی تھی۔ اسی لئے اپنے والد کی مخالفت پر جرات کی اور ان کے والد گرامی کی ناراضگی کا موجب یہ تھا کہ حدیث صریح کی مخالفت ہو رہی ہے۔

مسئلہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید کی حاضری کی اجازت دی تھی مگر مشروط باجازت اپنے شوہروں کے۔ دور حاضرہ میں پارسا عورتوں کو اپنے شوہروں کی اجازت کے بعد باہر نکلنا مباح ہے مگر نہ نکلنے میں احتیاط زیادہ ہے۔

انتباہ: عورتوں کو چاہئے کہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں کیونکہ تماشوں اور غیر ضروری کاموں کے لئے نکلنا شرافت کے خلاف ہے بلکہ بعض اوقات فتنہ فساد بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر عورت بوجہ شدید ضرورت کے گھر سے نکلے بھی تو اسے چاہئے کہ مردوں اور عورتوں سے اپنی آنکھیں نیچے رکھے۔

مسئلہ: ہم یہ نہیں کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں اس طرح ستر ہے جیسے عورت کا چہرہ مرد کے حق میں ستر ہے بلکہ اسے یوں سمجھنا چاہئے جیسے بے ریش کا چہرہ مرد کیلئے فتنہ کی حالت میں دیکھنا حرام ہے اگر خوف فتنہ نہیں تو حرمت نہیں ایسے یہ جب فتنہ کا خطرہ ہو تو عورت کو مرد کا چہرہ دیکھنا حرام ہے۔ یہی وجہ ہے دور سابق میں مرد کھلے منہ پھرتے تھے اور عورتیں چہرہ پر نقاب ڈال کر گھر سے باہر نکلتی تھیں۔ اگر مردوں کے چہرے عورتوں کے حق میں داخل ستر ہوتے تو مرد کو بھی چہروں پر نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بلاضرورت عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے روک دیا جاتا۔

ادب نمبر 6

: نفقہ میں اعتدال اختیار کرے یعنی نفقہ میں اتنا تنگی کرے اور نہ اسراف کرے بلکہ متوسط طور نفقہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کھاؤ پیؤ حد سے نہ بڑھو۔ اور فرمایا ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط (بنی اسرائیل 29) ترجمہ کنزالایمان : اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے

حدیث شریف: حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیرکم خیرکم لا بلہ۔ تمہارا بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ بہتر ہے۔

حدیث شریف: دینار تنفقہ فی سبیل اللہ و دنیار تنفقہ فی رقبتہ و دینار تصدقت بہ علے مسکین و دینر تنفقہ علے ابلک اعظمھار اجراالنوی تنفقتہ علی ابلکہ۔ ایک دینار جو تو جہاد میں خرچ کرے ایک وہ دینار جو تو غلام آزاد کرنے میں خرچ کرے ایک وہ دینار جو تو مسکین پر خرچ کرے ایک وہ دینار جو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو ان سب میں زیادہ ثواب اس دینار میں ہے جو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

حکایت: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار صاجزادیاں تھیں آپ ان کے لئے ہرچوتھے دن میں ایک درم کا گوشت خرید کرکے دیتے تھے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اکابرین اسلام کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ فراخ حال رہتے تھے اور لوازم خانگی اور کپڑوں میں میانہ روی برتتے تھے۔

مسئلہ: حضرت ابن سیرین رحمتہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ سالک کو مستحب ہے کہ ہرہفتہ میں گھروالوں کے لئے فالودہ بنایا کرے اگرچہ شیرنی (میٹھی سے) ضروریات میں سے نہیں لیکن اسے بالکل ترک کردینا بخل کی عادت میں سے ہے۔

مسئلہ: مرد کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ بچا ہوا کھانا اور ہروہ شے جو دیر سے رکھنے سے بگڑ جائے اسے خیرات کرا دے اور یہ خیرات کا ادنیٰ درجہ ہے۔

مسئلہ: عورت کو جائز ہے کہ اس قسم کی اشیاء شوہر کی اجازت کے بغیر خیرات کردیا جائے۔

مسئلہ: مرد کو یہ نہیں چاہئے کہ خود عمدہ کھانا کھائے اور گھروالوں کو اس سے کچھ نہ دے اس لئے کہ اس سے گھر والوں کو کینہ پیدا ہوگا کیونکہ اہل و عیال کے ساتھ رہ کر ایسا کرنا نامناسب ہے۔

مسئلہ: اگر ایسا کرنا ہی ہے تو ایسا چھپ کر کھائے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ گھروالوں کے سامنے ایسے کھانے کا ذکر نہ کرے جو انہیں کھلا نہ سکے۔

مسئلہ: جب کھانا کھائے تو سب کو اکٹھا کرکے یکجا کھانا کھائیں۔

فائدہ: حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کنبہ پر رحمت بھیجتے ہیں کہ اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔

مسئلہ: سالک کو چاہئے کہ عورت و دیگر اہل و عیال کا نفقہ حلال کمائی سے دے اور یہ بھی اس پر لازم ہے کہ ان اس سے بجائے رعایت اہل و عیال کے خطاوار و گنہگار ٹھہرے گا۔ ان آمدنیوں کا ذکر ہم نے آفت نکاح میں تفصیل کے ساتھ ذکرکیا ہے۔

ادب نمبر7

: مرد کو حیض کے مسائل سمجھنے چاہیں کہ ان ایام میں کون کونسی امور سے احتراز چاہئے اور عورت کو بھی ایسے احکام سمجھنے ضروری ہیں کہ کونسی نماز قضا پڑھنی ہے اور کونسی ادا۔ کیونکہ مرد کو حکم ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قوا انفسکم واھلیکم ناراً۔ (التحریم 6) ترجمہ کنزالایمان : اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

مسئلہ: مرد کو چاہئے کہ بیوی کو اہلسنّت کے عقائد سکھائے اگر اس نے اہل بدعت (بدمذاہب) کے عقائد و مسائل سن رکھے ہیں تو ان کے ازالہ میں کوشش کرے اگر وہ دین کے مسائل میں سستی کرتی ہے تو اسے خوف خدا سے ڈرائے۔ حیض و استحاضہ کے مسائل سے اسے آگاہ کرے اگرچہ استحاضہ کے احکام بہت زیادہ ہیں لیکن پھر بقدر ضرورت اسے سمجھاوے تاکہ استحاضہ کی نمازیں جو قضا کرنی ہیں وہ اس پر عمل کرسکے۔ مثلاً عورت کو حیض مغرب سے پہلے یوں بند ہوا ہے کہ وہ ایک رکعت پڑھ سکتی تھی تو اس پر ظہروعصر کی نماز قضاء واجب ہے ایسے ہی جس کا حیض صبح کی نماز کی ایک رکعت کی مقدار میں بند ہوا اس پر مغرب و عشاء کی نماز میں قضالازم ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن کی طرف عورتیں بہت کم توجہ دیتی ہیں۔

مسئلہ: جن مسائل میں عورت کا شوہر کفیل ہوسکتا ہے ان مسائل کے لئے عورت کو علماء کے پاس نہیں جانا چاہئے۔

مسئلہ: اگر شوہر جاہل ہے لیکن وہ کسی مفتی سے پوچھ کر عورت کو سمجھا سکتا ہے تب بھی عورت کو مسائل سمجھنے کیلئے گھر سے باہر نہیں جانا چاہئے۔ ہاں شوہر اتنا جاہل و غبی ہو کہ مسائل سمجھانے سے قاصر ہے تو پھر عورت کو علمائے سے پوچھنے کیلئے جانا جائز بلکہ واجب ہے اگر اسے مرد منع کرے گا تو گنہگار ہوگا ہاں عورت کے ساتھ جاکر علمائے سے مسائل کی افہام و تفہیم کرائے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کو بقدر ضرورت مسائل سمجھ آگئے ہیں تو اب اسے مجلس وعظ میں یا علماء سے مسائل سمجھنے کیلئے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتی۔

مسئلہ: عورت احکام حیض و استحاضہ نہیں جانتی اور نہ ہی ان پر عمل کرتی ہے تو مرد کو چاہئے کہ اسے ساتھ لے جاکر احکام سمجھے سمجھائے ورنہ گنہگار ہو گا۔ اور عورت بھی گنہگار ہوگی۔

ادب نمبر8

: کسی کی متعدد بیویاں ہوں اس پر عدل ضروری ہے کسی ایک عورت کی طرف جھکاؤ نہ ہو۔ سفر میں نکلے تو ان میں سے کسی ایک کو ساتھ لے جائے لیکن اس کے لئے بھی قرعہ ڈالے جس کا نام نکلے اسے ساتھ لے جائے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

مسئلہ: اگر کسی بیوی کی باری کی قضا کی ہے تو اس کی قضا دے اور یہ اس پر واجب ہے (مسئلہ) زیادہ بیویوں کی صورت میں احکام عدل میں طوالت ہے۔ بقدر ضرورت ان کا سمجھنا ضروری ہے۔

حدیث شریف: حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من کان لہ امراتان فمال الی احدھما دون الآخری جاء یوم القیمتہ واحد شقیہ مائل۔ ترجمہ: جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت میں اس حال میں آئے گا تو اس کے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوگا۔

فائدہ: ایک روایت میں مال الی احداھما کے بجائے لم یعدل بینھما ہے یعنی ان کے درمیان عدل نہ کیا۔

مسئلہ: مرد کو عدل صرف نفقہ دینے اور سونے میں واجب ہے۔ صحبت و محبت میں واجب نہیں کیونکہ یہ انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم۔ (النسا 129) ترجمہ کنزالایمان : اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی حرص کرو۔ یعنی خواہش قلبی اور نفس کی رغبت میں عدل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہے اگرچہ تم اس پر حرص کرو اور صحبت بھی اسی کے تابع ہوتی ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو نفقہ دینے اور رات گزارنے میں عدل فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز میں میرا قابو ہے اس میں میری کوشش یہ ہے جو میں نے کی اور جس کا تو مالک ہے اور میرے بس میں نہیں اور اس کی مجھے طاقت نہیں قلبی محبت میرے اختیار میں نہیں۔

فائدہ: بہ نسبت دیگر ازواج مطہرات کے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی اور تمام بیبیاں اسے جانتی بھی تھیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض اخیر میں ہر روز آپ کی چارپائی جس زوجہ مطہرہ کی باری ہوتی تھی۔ اس کے ہاں پہنچا دی جاتی تھی۔ رات اس کے ہاں گزارتے اور پھر پوچھتے کل کس کی باری ہے ایک زوجہ مکرمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ لیا کہ آپ کی مرضی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری پوچھنا ہے اس پر تمام ازواج مطہرات نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب نے اجازت دی آپ عائشہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہیں ہر شب اٹھا کر پہچانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی بیوی اپنی باری دوسری کو بخش دے اور شوہر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے۔

بی بی سودہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں تاکہ قیامت میں میں آپ کی ازواج مطہرات کے زمرہ میں میرا حشر ہو۔ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اسی لئے آپ بی بی سودہ رضی اللہ عنہا کی باری مقرر نہ فرماتے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دوراتیں گزارتے اور باقی بیبیوں کے پاس ایک ایک رات رہتے۔

فائدہ: لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حسن عدل اور قوت جسمانی کی وجہ سے صحبت میں بھی عدل فرماتے تھے۔ یعنی اگر بیبیوں میں سے کسی ایک بی بی کیلئے نفس شریف راغب ہوتا اور اس کی باری نہ ہوتی تو آپ اسے محبت سے نوازتے پھر اسی روز یا شب کو تمام ازواج مطہرات سے صحبت فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک دن میں دوپہر کے وقت نو ازواج مطہرات سے صحبت فرمائی۔

ادب نمبر9

: جب زن و شوہر میں جھگڑا واقع ہو اور اتفاق کی کوئی صورت نہ بن پائے اگر ناموافقت دونوں طرف سے ہو یا مرد کی جانب سے اس صورت میں نہ مرد کو عورت کو درست کرنے کا اختیار ہے نہ عورت کو بلکہ دو سرپنچ مقرر کئے جائیں ایک مرد کے گھرانے کا دوسرا عورت کے خاندان کا پھر وہ دونوں مرد و عورت کے حال کو درست کرکے ان کی آپس میں صلح کرا دیں۔

مسئلہ: اگر زن و شوہر صلح چاہیں تو ایک فیصل کافی ہے۔

حکایت: ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زن و شوہر کی صلح کے لئے ایک فیصل بھیجا وہ بغیر صلح کرائے واپس آیا آپ نے اسے درے مارے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمائے گا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ قرآن کہتا ہے کہ انہیں موافقت کی توفیق نصیب ہوگی اور تو بلااصلاح واپس آگیا ہے اسے دوبارہ بھیجا اور اس کا بھی ارادہ ہوگیا اور کہ صلح کراکر واپس آؤں گا چنانچہ اس نے ان دونوں کی صلح کرا دی۔

مسئلہ: اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو چونکہ مرد عورتوں پر افسر ہیں۔ اس لئے انہیں سمجھائے اور زبردستی زیر فرمان لائے۔

مسئلہ: اگر عورت نماز نہیں پڑھتی تو مرد کو چاہئے کہ اسے زبردستی نماز پڑھائے لیکن تادیب میں سختی اچھی نہیں

عورت کی تادیب بتدریج ہو مثلاً پہلے اسے نرمی سے نصیحت کرے اور خوف الٰہی کی باتیں سنائے اور اپنی سزا کا بھی اظہار کرے اگر اس طرح نہ مانے تو پھر ساتھ سوتے وقت اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اس کی طرف پیٹھ کرکے سوئے یا اپنا بستر اس سے علیحدہ کرے اگر یہ کارروائی اثر نہ کرے تو تین دن تک اس طرح پیش آئے پھر بھی عورت نہ مانے تو پھر معمولی سی مار سے سمجھائے یوں کہ اسے زخمی نہ کردے اور نہ ہی ہڈی ٹوٹے۔ اور چہرہ پر بھی نہ مارے کہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔

حدیث شریف: کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ عورت کا مرد پر کتنا حق ہے آپ نے فرمایا جو خود کھائے عورت کو وہی کھلائے جو خود پہنے اسے وہی پہنائے اور اسے کہے۔ اللہ تیرا منہ برا نہ بنائے اسے مارنے کی ضرورت ہو تو سخت نہ مارے اور نافرمانی کے دوران اس سے بستر علیحدہ کردے ہاں اسے گھر سے علیحدہ نہ کردے۔

مسئلہ: عورت کے دینی امور میں اصلاح مدنظر ہو تو اس کے پاس نہ سونا دس پندرہ دن بلکہ مہینہ تک بھی کرسکتا ہے جیساکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا یہ کیا تھا یعنی جب ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تحفہ بھیجا انہوں نے اسے ہٹا دیا جس بی بی کے گھر پر باری تھی اس نے عرض کی کہ بی بی زینب نے آپ کی قدر نہیں کی کہ آپ کا تحفہ لوٹا دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم نے میری قدر نہ کی تم اس سے زیادہ بے قدر ہو یہ کہہ کر آپ نے تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک ماہ جانا بند رکھا۔

ادب نمبر 10
بیوی سے صحبت کے آداب

: مستحب ہے کہ صحبت بسم اللہ سے شروع کرے پھر سورہ اخلاص پڑھے تہلیل و تکبیر کہے پھر یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ العلی العظیم اللھم اجعلھا ذریتہ ان کنت قدرت ان تخرج ذلک من صلبی۔ ترجمہ: اللہ بڑا بزرگ و برتر کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ اگر تو نے میری قسمت میں لکھا کہ میری پشت میں سے اولاد ہو تو اس نطفہ اچھی اولاد بنا دے۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی بیوی کے پاس (جماع) کے لئے آئے تو یہ دعا پڑھے۔ اللھم اجنبنی الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا۔ اے اللہ مجھے شیطان سے علیحدہ رکھ اور شیطان کو مجھ سے علیحدہ کر۔

فائدہ: اگر ان دونوں میں سے بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے ضرر نہ کرے گا۔ یہ دعا پڑھ کر صحبت کرے۔

مسئلہ: جب انزال قریب ہو تو یہ دعا دل میں پڑھے اس پر ہونٹ نہ ہلیں۔ الحمد للہ الذی خلق من الماء بشرا

فجعلہ نسبا وصھرا۔ حمد ہے اس اللہ تعالیٰ کو جس نے پانی سے آدمی بنایا اور اسے رشتہ اور سسرال ٹھہرایا۔

اعجوبہ: بعض صحابہ اس وقت اللہ اکبر اتنا زور سے کہتے کہ گھر والے سن لیتے۔

مسئلہ: صحبت کے بعد فوراً ہٹ جائے لیکن قبلہ رخ نہ ہو کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔

مسئلہ: جماع کے وقت خود کو اور بیوی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت سرمبارک ڈھانپ لیتے اور آواز پست کرلیتے اور زوجہ مکرمہ سے فرماتے وقار سے رہو۔

حدیث شریف: مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زن و شوہر صحبت کرنا چاہیں تو گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں اور صحبت سے پہلے گفتگو کرنی چاہئے اور بوس و کنار ہونا چاہئے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر ایسے نہ پڑے جیسے چوپائے پڑ جاتے ہیں بلکہ زن و شوہر کے درمیان ایلچی ضروری ہے عرض کی گئی ایلچی کیا ہے فرمایا۔ بوس و کنار اور گفتگو۔ اور فرمایا کہ مرد میں تین باتیں عاجزی کی دلیل ہیں۔ (1) جس کی دوستی پسند کرتا ہے اس سے ملاقات کرے اور قبل اس کے کہ اس کے حسب و نسب سے واقف ہو پہلے جدا ہوجائے۔ (2) کوئی اس کی تعظیم کرے اسے ہدیہ دے تو نہ لے بلکہ اسے واپس کردے (ہاں اصرار کرے تو لے لے)۔ (3) لونڈی یا بیوی سے صحبت کرنا چاہے تو پہلے اس سے بات چیت کرے اور مانوس ہو پھر اس سے صحبت کرے۔

مسئلہ: تین راتوں میں صحبت مکروہ ہے۔ (1) ہر ماہ کی پہلی شب (2) ہر ماہ کی آخری شب (3) ہر ماہ کی پندرہویں شب۔ کیونکہ ان راتوں میں شیاطین موجود ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا ان راتوں میں شیطان صحبت کرتے ہیں۔

فائدہ: ان راتوں میں صحبت کی کراہت حضرت علی حضرت ابوہریرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مسئلہ: بعض علماء نے شب جمعہ اور دن جمعہ کو صحبت کرنا مستحب کہا ہے۔ اس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے کہ رحم اللہ من غسل واغتسل لیلتہ الجمعۃ۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو جمعہ کی شب کو نہلائے اور خود غسل کرے۔

فائدہ: جب مرد کو انزال ہوجائے تو تھوڑا ٹھہرے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہوجائے یعنی اس کا انزال بھی مکمل ہوجائے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر سے ہوتا ہے لہٰذا اس سے جلدی علیحدہ ہونا عورت کو ایذا دینا ہے اور انزال کا مختلف اوقات میں انسانی فطرت ہے۔ اسی لئے اگر جلدی ہوگا تو عورت کے نفرت کا موجب ہوگا یہ اس

ورنہ تجربہ شاہد ہے کہ عموماً بچوں کو ام الصبیان شیطان کی شرارت کی وجہ سے ہوتی ہے ام الصبیان بچوں کی وہ بیماری ہے جو انہیں دورے پڑتے ہیں آنکھیں نکل آتی ہیں منہ سے جھاگ نکلتی ہے چیختے چلاتے روتے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (اویسی غفرلہ)

وقت ہے جب مرد کا انزال جلد ہوجائے۔

فائدہ: زن و شوہر کا انزال بیک وقت ہونا عورت کو بہت اچھا لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مرد کو عورت کے انزال کا علم نہیں ہوتا۔ وہ مرد سے حیاء کی وجہ سے مرد کی آگاہی نہیں چاہتی۔

فائدہ: مرد چار دنوں میں ایک بار عورت کے پاس آسکتا ہے۔ بعین جماع چوتھے روز تک کرسکتا ہے۔ اس لئے کہ چار عورتیں ہوں تو ایک ایک کے لئے ایک باری مقرر ہوسکے گی اور ہر ایک میں عدل ہوسکے گا۔ نیز اس حد سے کم و بیش بھی کرسکتا ہے۔ عورت کی ضرورت پورا کرنے اور اس کے پرہیزگاری کے اعتبار سے کیونکہ عورت کو پاکدامن رکھنا مرد پر واجب ہے۔ اس سے ضروری نہیں کہ صحبت کا مطالبہ پورا کرے کیونکہ ہر مطالبہ از عورت کا پورا کرنا مشکل ہے۔

مسئلہ: دوران حیض اور بعد اختتام جب تک عورت غسل نہ کرے جماع نہ کرے اس لئے نص قرآنی سے اس کی حرمت ثابت ہے۔

انتباہ: حکماء کہتے ہیں دوران حیض اور قبل از غسل عورت سے جماع سے بچہ جذامی (کوڑھی) پیدا ہوتا ہے۔ (معاذاللہ)

مسئلہ: دوران حیض سوائے جماع کے باقی ہر طرح کا عورت سے نفع اٹھا سکتا ہے۔

مسئلہ: عورت سے لواطت درست نہیں اس لئے کہ اس کی حرمت کا دوران حیض کے جماع پر قیاس کیا گیا ہے علاوہ ازیں دبر میں لواطت سے عورت کو اذیت پہنچتی ہے بلکہ اس کی حرمت بہ نسبت دوران حیض کی حرمت سے سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتوا حرثکم انی شئتم (البقرہ 223) اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ جس طرف سے چاہو ان سے صحبت کرو۔

مسئلہ: مرد عورت سے ہاتھ کے ذریعے منی نکلوا سکتا ہے یہ اس وقت جب عورت حالت حیض میں ہو اور مرد پر شہوت کا غلبہ ہے کہ زنا کے ارتکاب کا خطرہ ہے لیکن مرد صبر کرے اور ایسا غلط کام نہ کرے کہ اس سے بیماری کا خطرہ ہے۔

مسئلہ: دوران حیض عورت کے ہر عضو سے فائدہ اٹھاسکتا ہے سوائے جماع کے۔

۱۔ جیساکہ منکرین حدیث نے سمجھا ہے اور یہ اس لئے غلط ہے کہ حرث بمعنی کھیتی ہے اور وہ وہی ہے جہاں تخم ریزی سے کوئی شے اگے اور یہ مقصد دبر میں تخم ریزی سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ الناپج ضائع کرتا ہے۔ یہی مرد سے لواطت کی علت ہے اسی لئے لواطت کی سزا بھی سخت ہے بلکہ لواطت جیتے جی اپنی موت مرنا ہے اس لئے کہ اس سے ایسی موذی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں جو لاعلاج نہیں تو عسیر العلاج ضرور ہیں اس کی تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ لواطت کی مذمت پڑھیے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: عورت کو چاہئے کہ دوران حیض گھٹنوں سے ناف تک ایک مضبوط کپڑا باندھے رکھے یہ مستحب ہے۔

مسئلہ: دوران حیض مرد عورت کے ساتھ کھانا کھاسکتا ہے بلکہ اسے اپنے پاس لٹائے۔ (بوس و کنار سے اسے خوش رکھے) یہودیوں کی طرح اسے اپنے سے دور رکھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ: جماع سے فراغت کے بعد پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو ذکر دھولے یا پیشاب کرے۔ (بہتر ہے وضو کرے)

مسئلہ: اگر احتلام ہوجائے اس کے بعد جماع کرنا چاہے تو بھی ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرے (بہتر ہے وضو کرے) ان کے علاوہ اگر جماع کرے گا تو خالی از کراہت نہیں۔

مسئلہ: اول شب میں بھی جماع نہ کرے تاکہ ناپاکی کی حالت میں کافی دیر رات کو سونا نہ پڑے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ جماع کے بعد کھانا کھانا ہے یا سونا ہے تو نماز والا وضو کرے یہ امر مسنون ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جماع کے بعد ناپاکی کی حالت میں سونا کیسا ہے آپ نے فرمایا اگر وضو کرکے سوئے تو بہتر ہے اور نہ کرے گا تو جائز تو ہے (لیکن خالی از کراہت نہیں)۔

حدیث: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جماع کے بعد سوجاتے تھے بغیر اس کے کہ پانی کو ہاتھ لگاتے (یہ جواز کیلئے فرمایا تاکہ امت کو سہولت میسر ہو۔)

مسئلہ: جب بستر پر سونے کا ارادہ کرے تو پہلے اسے جھاڑے۔ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد اس پر کیا چیز پڑی ہے۔[۱]

مسئلہ: جنابت کی حالت میں سر منڈانا اور ناخن کٹوانا۔

اور استرہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہیں چاہئے کیونکہ یہ آخرت میں تمام اجزاء اس کے پاس واپس آئیں گے تو ناپاک اجزاء کا ملنا اچھا نہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ ہر بال انسان سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کرے گا۔

مسئلہ: صحبت کے آداب میں سے یہ ہے کہ منی کا اخراج باہر نہ کرے بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم میں ہی چھوڑے کہ جو روح اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنا منظور ہے وہ پیدا ہوکر رہے گی۔ پھر باہر انزال سے کیا فائدہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس بارے میں ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو جنابت کے بعد بلاوضو وغیرہ سوگیا تو مرتے وقت جیسے دوسروں کو جبریل علیہ السلام کی زیارت ہوتی اسے زیارت نصیب نہ ہوگی۔ بارہا کامشاہدہ ہے کہ بستر کو جھاڑے بغیر سو گئے تو کوئی موذی ایذا پہنچاتا ہے چھپکلی، چوہا، کیڑے مکوڑے کا پھر جانا تو بستروں میں عام ہے اسی لئے بستر کو جھاڑ کر سونا چاہئے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: اگر انزال باہر کرے تو علمائے کے اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے میں چار مذہب ہیں (1) بعض ہر حال میں مباح مطلق فرماتے ہیں (2) بعض ہرصورت میں حرام کہتے ہیں۔ (3) بعض کا قول ہے کہ عورت کی رضامندی سے جائز ہے اور اس کی رضا کے بغیر ناجائز ہے ان کا مطلب گویا یہ ہے کہ عورت کو ایذا دینا حرام ہے نہ کہ انزال باہر کرنا (4) بعض کہتے ہیں کہ یہ فعل لونڈی کے ساتھ درست ہے آزاد عورت کے ساتھ صحبت میں درست نہیں۔

فیصلہ امام غزالی: ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ فعل مباح ہے اور اسمیں کراہت بمعنی ترک اولیٰ ہے یعنی کراہت کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے۔ نہی تحریمی' نہی تنزیہی' ترک اولیٰ۔ تو اس فعل میں تیسری معنی کی کراہت ہے جیسے کہتے ہیں کہ مسجد میں بیٹھنے والے کو خالی بیٹھے رہنا یعنی ذکر اور نماز کے بغیر مکروہ ہے یا جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو اس کو ہر سال حج نہ کرنا مکروہ ہے تو یہاں بھی مکروہ کے معنی یہی ہیں کہ امرافضل اور اولیٰ کا ترک ہے اور جو فضیلت کو اولاد کے بارے میں ہم نے بیان کی ہے کہ اس سے یہ مضمون پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اس کیلئے اس صحبت کے عوض میں اس بچے کا ثواب لکھا جاتا ہے جو اللہ کی راہ میں لڑ کر مارا جائے۔

فائدہ: یہ اس لئے فرمایا کہ اگر بالفرض اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کو اس کے سبب سے ثواب ملے گا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا اور زندہ رکھنے والا اور جہاں پر قدرت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر جو کام انسان کا تھا یعنی سبب ظاہری اور صحبت کا کرنا وہ تو آدمی نے کیا اور اس کا صحبت کرنا بچہ کی پیدائش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالے گا۔

فائدہ: یہ جو ہم نے کہا کہ اس فعل میں کراہت تحریمی اور تنزیہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہوسکتا ہے اور یہاں نہ کوئی نص صریح ہے اور نہ کوئی اصل ہے جس پر نہی کا قیاس کیا جائے بلکہ ایک اصل ہے جس پر اباحت کا قیاس ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ سرے سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کے بعد صحبت کا ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال اندر نہ ہونے دینا یہ سب باتیں افضل فعل کے ترک کرنے کی ہیں نہ نہی کے ارتکاب کی اور ان تینوں میں کچھ فرق نہیں اس لئے کہ بچہ رحم میں نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہے اور اس کے چار سبب ہیں۔ نکاح' صحبت' بعد صحبت کے انزل تک توقف کرنا' انزال کے بعد ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم میں پڑ جائے اور ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب زیادہ قریب ہے بہ نسبت دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رک جانا ایسے ہے جیسے تیسرے سے رکا اور تیسرے سبب دوسرے کی طرح ہے اور دوسرا پہلے جیسا ہے اور ان اسباب سے رکنا ایسا نہیں جیسے حمل کا گرانا اور زندہ بچے کو قتل کر دینا اس لئے کہ یہ دونوں صورتیں ایک موجود چیز پر ظلم کرنے کی ہیں پھر اس کے بھی کئی مراتب ہیں وجود کے مراتب کی وجہ سے نطفہ رحم میں واقع ہو' عورت کی منی سے مل کر زندگی کی قابلیت بہم پہنچائے۔ اس حالت میں اس کا تلف کرنا خطا ہے پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا لوتھڑا ہوجائے تو پہلے کی

نسبت یہ زیادہ خطا ہوگی اور جب پیدائش کامل ہوجائے اور روح بھی پڑ جائے تو اس وقت ضائع کرنا اور بھی برا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اس وقت ہوگا کہ بچہ جب زندہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہو اور اس وقت اس کو تلف کیا جائے۔ (ازالہ وہم) وجود کے مراتب کا آغاز جو ہم نے رحم میں نطفہ کے پڑنے کو کہا ذکر سے منی کے جدا ہونے کو نہ کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ زن و شوہر دونوں کے پانی ملنے سے یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہے بعض اہل تشریح نے کہا کہ گوشت کالو تھڑا اللہ تعالیٰ کے حکم سے حیض کے خون سے بن جاتا ہے اور خون کو اس سے وہ نسبت ہے جو دودھ کو دہی سے اور خون حیض کے جمنے کیلئے مرد کا نطفہ شرط ہے جیسے جما دن دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کیلئے شرط ہے تو جس طرح جما دن سے دودھ بستہ ہوجاتا ہے اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون بستہ ہوجاتا ہے۔ بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے میں ایک رکن ہے اور دونوں پانی وجود انسانی میں ایسے ہیں جیسے معاملات کے وجود حکمی میں ایجاب و قبول ہوتے ہیں پس اگر کوئی شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پہلے پھر جائے تو اس کے ذمہ قصور معاملہ کے فسخ کرے یا توڑنے کا نہ ہوگا ہاں اگر ایجاب و قبول دونوں ہوجائیں تو اس وقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کردینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائے گا اور جس طرح کہ مرد کی پیٹھ میں نطفہ رہنے سے لڑکا نہیں پیدا ہوتا اسی طرح ذکر سے نکلنے کے بعد بھی نہیں بنتا جب تک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے غرضیکہ اس کے متعلق قیاس جلی یہ ہے جو مذکور ہوا۔

سوال: منی کا باہر ڈالنا اس نظریہ سے تو مکروہ نہیں کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود میں خلل ہوتا ہو مگر اس کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی وجہ سے اس فعل کا مرتکب ہو اس لئے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہوگی جس میں کچھ شرک خفی کا شائبہ ہو؟

جواب: جو نیتیں اس فعل کا سبب بنتی ہیں وہ پانچ ہیں لونڈیوں کے حق میں یعنی مرد کو یہ منظور ہو کہ اس سے اولاد ہونے کی صورت میں لونڈی مستحق آزادی ہوجائے گی اور مال ہاتھ سے جاتا رہے گا اس لئے ایسی صورت کرنی چاہئے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہ ہو تو اپنی ملک کے ضائع ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہیں۔ عورت کا حسن و جمال بحال رکھنا منظور ہوتا ہے کہ ہمیشہ موٹی تازی اور زندہ رہے کہ دردزہ میں خطرہ موت بہت ہوتا ہے اس طرح کی نیت بھی ممنوع نہیں۔ اولاد کی کثرت کرے باعث زیادتی خرچ کا خوف اور اس سے بچنا کہ کمانے کی محنت کرنی نہ پڑے اور بری آمدنی میں جانا نہ ہو اور یہ بات بھی ممنوع نہیں اس لئے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مدد کرنا ہے ہاں فضل اور کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہے اس ارشاد میں ومامن دابتہ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (ھود 6) ترجمہ کنزالایمان: زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ اس پر اعتماد اور بھروسا کرے پس بلاشبہ اس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل کا چھوڑنا ہے لیکن انجام کار پر نظر کرنا اور مال کی حفاظت کرنا ہے لیکن توکل کے خلاف ہے مگر ہم اسے ممنوع نہیں کہہ سکتے۔ یہ خوف کہ لڑکیاں پیدا ہوں گی اور ان کی شادی کرنے سے دامادی کا بٹا لگے گا جیسے عرب کے لوگ

اس وجہ سے لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے تو اس نیت کی وجہ سے اگر نکاح نہ کرے گا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دے گا تو البتہ یہ نیت خراب ہوگی اور گنہگار ہوگا۔ صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت نہ کرنے سے گناہ نہیں بلکہ اس نیت بد کی وجہ سے ہے اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہے کہ اس میں اگر یہ نیت ہوگی تو گنہگار ہوگا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت برا عمل ہے اور اس صورت کو ایسا تصور کرلیا جائے گا کہ کوئی عورت نکاح اس وجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اس پر بیٹھنا اس کو ناگوار ہو تو گویا وہ مردوں سے شباہت پیدا کرتی ہے اس وجہ سے ترک نکاح اس کے حق میں برا ہے اور یہ برائی ترک نکاح کے طور پر نہیں جب تک کہ کوئی نیت فاسد اس کے ساتھ نہ ہو۔ یہ کہ عورت خود انزال سے مانع ہو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی میں اور درد اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے میں مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خوارج کی عورتوں کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتیں اور ایام حیض کی نمازیں قضا پڑھتیں اور پاخانہ میں تنگی جایا کرتیں پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے خلاف اور اس طرح کی نیت خراب ہے۔

حکایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بصرہ میں تشریف لائیں تو اس طرح کی ایک عورت آپ سے ملنے آئی مگر آپ نے اس کو اپنے پاس نہ آنے دیا بہرحال اس نیت میں فساد ہے بچہ ہونے کو روکنے میں کچھ خوابی نہیں۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ترک النکاح مخافتہ العیال فلیس منا۔ ترجمہ: جس نے خوف عیال سے نکاح ترک کردیا وہ ہم سے نہیں اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکساں کہتے ہو اور خوف عیال سے اس کو مکروہ نہیں فرماتے؟

جواب: لیس منا کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے موافق اور ہمارے طریق و سنت پر نہیں کہ ہماری سنت افضل امر بجالانا ہے۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے ذاک الوادالخفی۔ ترجمہ: یہ خفی زندہ درگور کرنا ہے اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی واذا الموء ودۃ سئلت (التکویر 8) ترجمہ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے یہ روایت صحیح ہے۔

جواب: روایت صحیح میں اس فعل کی اباحت کا ثبوت ہے اور آپ کا فرمانا الواداالخفی یہ ایسا ہے جیسے الشرک الخفی۔ اس سے کراہت ثابت ہوتی کرہات تحرنی نہیں۔

سوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ منی کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد ایک قیاس ہے کہ وجود کو یقینی فرض کرکے اس کے دور کرنے کو زندہ درگور

کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قول سنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بغیر سات کوائف کے ثابت نہ ہوگا پھر یہ آیت پڑھی جس میں ساتوں کیفیتوں کا ذکر ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناہ خلقا آخر۔ (المومنون 12 تا 14) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت بنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔

فائدہ: خلق آخر سے اس میں روح پھونکنا مراد ہے اور یہ آیت پڑھی واذا الموءودۃ سئلت۔ (التکویر 8) ترجمہ کنزالایمان: جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے

فائدہ: طریقہ قیاس اور عبرت حاصل کرنے کا طریقہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اس میں غوروخوض کرنے سے ظاہر ہوگا کہ معانی میں غوروخوض اور علوم و اسرار کی معرفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منصب میں بہت فرق ہے اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کنا نعزل علی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والقرآن ینزل۔ ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ انزال باہر کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کنا نعزل فبلغ ذلک نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم ینھنا ترجمہ: ہم انزال باہر کرتے تو یہ خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچی تو ہمیں منع نہ فرمایا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے یہاں ایک لونڈی ہے کہ وہ خدمت کرتی ہے اور درختوں کو پانی دیتی ہے اور میں اس سے صحبت کرتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ اسے حمل ٹھہرے آپ نے فرمایا اعزل عنھا ان شئت فانہ سیاتیھا ما قدر لھا۔ ترجمہ: تو انزال باہر کر اگر تو چاہے مگر جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے پہنچے گا۔ پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہوگئی آپ نے فرمایا میں نے تو کہہ دیا تھا کہ جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ اس کو پہنچے گا۔

فائدہ: یہ تمام روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

اے یعنی اس لڑکی سے جو زندہ دفن کی گئی ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں و زندہ دفن کردیتے تھے یہ سوال قاتل کی توبیخ کے لئے ہے تاکہ وہ لڑکی جواب دے کہ میں بے گناہ ماری گئی۔

اے بدمذہب سے بیزاری ہماری ماں (رضی اللہ عنہا) کی سنت ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے۔ (اویسی غفرلہ)

ادب نمبر11 بچہ ہونے کے متعلق

اور وہ پانچ باتیں ہیں۔ (۱) لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش ہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اسے کیا معلوم ہے کہ اس کے حق میں ان دونوں میں سے بہتری کس میں ہے بہت سے نرینہ اولاد والے تمنا کرتے ہیں کہ ہماری نرینہ اولاد نہ ہو یا یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی ہو بلکہ اگر بتامل دیکھا جائے تو لڑکیوں سے سلامت رہنا اکثر ہے اور ان کے متعلق ثواب بہت زیادہ ہے۔

احادیث مبارکہ: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اس کو ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے اور کھانا کھلائے اور بخوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کامل کی ہو اس میں سے اس لڑکی پر مکمل کرے تو وہ لڑکی اس شخص کیلئے دہنے اور بائیں دوزخ کی آڑ ہو کر جنت میں پہنچائے گی۔ (2) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جسے دو لڑکیاں پیدا ہوں اور جب تک اس کے ساتھ رہیں تب تک ان سے نیک سلوک کرتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کریں گی۔ (3) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من کانت لہ ابنتان او اختان فاحسن الیھما ما صحبتاہ کنت انا وھو فی الجنتہ کھا تین۔ ترجمہ: جس کی دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں وہ ان کی تربیت کرتا رہا تو وہ جنت میں میرے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ہوگا۔ (4) اور یہ بھی انہیں سے مروی ہے کہ آپ نے

فرمایا کہ جو کوئی بازار میں جاکر کوئی چیز خریدے اور اسے اپنے گھر لاکر خاص لڑکیوں کو دیدے نہ لڑکوں کو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر عنایت کرے گا اسے عذاب نہ دے۔ (5) یہ بھی انہیں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی عجیب چیز اپنے عیال کیلئے لے جائے تو وہ گویا ان کیلئے خیرات لئے جاتا ہے یہاں تک کہ اس چیز کو ان میں تقسیم کرے اور چاہئے کہ لڑکیوں سے شروع کرے اس لئے کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدن پر دوزخ حرام کردیتا ہے۔ (6) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من کانت لہ ثلاث بنات او اخوات فصبر علی لاوائھن وضرائھن ادخلہ اللہ الجنتہ بفضل رحمتہ ایاھن۔ ترجمہ: جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں وہ ان کی تکالیف پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیاں ہوں آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہے ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو۔ آپ نے فرمایا خواہ ایک ہو۔ (2) بچہ کے کان میں اذان کہے۔

احادیث مبارکہ: (۱) رافع اپنے باپ سے راوی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

ـــــــ سیدنا علی المرتضیٰ خلیفہ راشدین اور حضرت ابن عباس کا یہ منصب، نہیں قاعدہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بالمقابل کسی کا بھی قیاس ہو وہ قابل قبول نہیں پھر سیدنا علی المرتضیٰ استاذ ہیں اور حضرت ابن عباس شاگرد فاین الاستاذ این التلمیذ

دیکھا کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں اذان کہی۔ (2) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من ولدلہ مولود فاذن فی اذنہ الیسریٰ دفعت عنہ ام الصبیان۔ ترجمہ: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو وہ بچہ ام الصبیان سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ جب لڑکے کی زبان کھلے تو سب سے پہلے اس کو لاالہ الااللہ سکھلائیں تاکہ اول گفتگو یہی ہو۔ ساتویں روز ختنہ کرنا مستحب ہے اس کے متعلق ایک حدیث مروی ہے اس کا نام اچھا رکھے۔ کہ یہ بھی بچہ کا حق ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (1) اذاسمیتم فعبدو ترجمہ: جب بچوں کا نام رکھو تو اس کا پہلا جزو عبد ہو۔ اور فرمایا۔ (2) احب الاسماء الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمٰن ترجمہ: اللہ عزوجل کے ہاں پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے ۔اور فرمایا باسمی ولاتکنوابکنیتی۔ ترجمہ: میرے نام پر نام رکھو' میری کنیت نہ رکھو۔

فائدہ: علماء فرماتے ہیں کہ منع کرنا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اس لئے کہ آپ کو ابوالقاسم کہہ کر پکارتے تھے اور اب دوسرے کیلئے یہ کنیت مقرر کرنے میں حرج نہیں ہاں آپ کے نام اور کنیت کو ایک شخص کیلئے اکٹھا کرنا نہیں چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام اور کنیت کو جمع نہ کرو۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ یہ نہی بھی مخصوص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی مبارک تک تھی۔

فائدہ: ایک شخص کا نام ابوعیسیٰ تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو باپ نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوعیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جو بچہ کہ پیدا نہ ہو اور ایام معین سے پہلے ہی گر جائے تو اس کا بھی نام رکھنا چاہیے۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایسے سنا ہے کہ گرا ہوا بچہ قیامت میں اپنے باپ کے پیچھے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ تو نے مجھے کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا۔

حکایت: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہیں ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہے یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہیں کہ عورت مرد دونوں کے ہوسکتے ہیں جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انکم تدعون یوم القیامتہ باسمائکم واسماء ابائکم

فاحسنوا ترجمہ: تم قیامت میں اپنے اور اپنے آباء کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔

مسئلہ: جس کا نام برا ہو اس کا بدل ڈالنا مستحب ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبداللہ بدل دیا تھا اور حضرت زینب کا نام برہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ تو اپنے آپ کو اچھا کہتی ہے اس لئے اس کا نام زینب بدل دیا۔

مسئلہ: افلح اور یسار اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہے کیونکہ جب پوچھا جائے گا یہاں برکت ہے اور وہ نہ ہو گا تو جواب میں کہا جائے گا کہ نہیں یعنی برکت کا انکار کرنا پڑے گا۔

عقیقہ کرنا: لڑکے کیلئے دو بکریاں اور لڑکی کے واسطے ایک۔

مسئلہ: اس میں حرج نہیں کہ عقیقہ میں جانور نر ہو یا مادہ۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں بے عیب ذبح کی جائیں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری۔ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک بکری پر اکتفا کرنا بھی درست ہے۔ (3) ایک حدیث میں ارشاد فرمایامع الغلام عقیقتہ فاھر قوا عنہ دما وامیطو اعنہ الاذی۔ ترجمہ: بچے کے ساتھ عقیقہ ہے تو اس کی طرف سے ذبح کرو اور اس سے آلودگی دور کرو۔

مسئلہ: سنت یوں ہے کہ بچہ کے بالوں کے برابر سونا یا چاندی خیرات کردے کہ اس کے متعلق ایک حدیث وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتویں روز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ ان کے بال منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو۔

مسئلہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جائے۔ بچہ کے تالوں میں خرمایا شیرنی مل دی جائے۔ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قبا میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مجھ سے پیدا ہوئے میں نے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبداللہ کے منہ میں ڈال دیا۔ پس سب سے اول جو چیز ان کے پیٹ میں گئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما ان کے تالوں میں ملا اور ان کے لئے دعائے برکت فرمائی۔

فائدہ: (مہاجرین) مسلمانوں میں سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوئے کیونکہ کافروں نے یہ کہہ رکھا تھا کہ یہودیوں نے تم پر جادو کیا ہے تمہارے ہاں اولاد نہ ہوگی۔

ادب نمبر 12 طلاق کے متعلق ہے

(1) معلوم کرلینا چاہئے کہ طلاق مباح ہے مگر مباح چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بری اور کوئی

شے نہیں اور یہ مباح اس وقت ہوتی ہے کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہ ہو یعنی جب عورت کو طلاق دے گا تو اس کو ایذا دے گا اور دوسرے شخص کو ایذا پہنچانا درست نہیں بجز اس کے کہ کوئی خطا عورت سے ہو یا مرد کی جانب سے مجبوری ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا (النساء 34) ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔

مسئلہ: اگر مرد کا والد اس کی عورت کو برا سمجھے تو اسے طلاق دے دینی چاہئے۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ اسے طلاق دیدو میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ کا حق مقدم ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ باپ کے ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہ ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ ایسے باپ کا حکم بلاشک مقدم ہے۔

مسئلہ: جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اس کے گھر والوں کو برا کہے تو وہ خطاوار ہے اور اسی طرح جبکہ بد خلق اور دین میں خراب ہو۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ (الطلاق ۱) ترجمہ کنزالایمان: مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب عورت اپنے گھر والوں کو برا کہے اور شوہر کو ایذا دے تو اس کی یہ حرکت فاحشہ ہے اگرچہ مضمون عدت کے باب میں بیان ہوا ہے مگر اس سے اصل مقصود پر انتباہ ہے۔

مسئلہ: اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہے کہ کچھ مال دیکر خود کو چھڑا لے۔

مسئلہ: مرد کو مکروہ ہے کہ جس قدر عورت کو دیا ہے اس سے زیادہ لے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت میں عورت کو تنگ کرنا اور زیر بار کرنا ہے۔

خلع کا ثبوت

: عورت کی جانب سے مال دیا جانا اس آیت میں مذکور ہے۔ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (البقرہ 229) ترجمہ کنزالایمان: تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ جس قدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اس قدر یا اس سے کم واپس دینا فدیہ کے لائق ہے۔

مسئلہ: اگر عورت بلاوجہ طلاق کی خواہش کرے تو وہ گنہگار ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ایماامراہ سالت زوجھا طلاقھا من غیر ماباس لم ترح رائحتہ الجنتہ ترجمہ: جو عورت شوہر سے طلاق چاہے بغیر کسی خوف یا ضرورت کے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گی۔ دوسری روایت میں وارد ہے۔ فالجنتہ علیھا حرام ترجمہ: تو اس پر جنت حرام ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ المختلعات ھن المنافقات ترجمہ: منع کرنے والی منافق عورتیں ہیں۔

فائدہ: خاوند کو طلاق کے متعلق چار باتوں کی رعایت کرنی چاہئے (1) طلاق ایسے طہر میں دے کہ اس میں اس سے صحبت نہ کی ہو اس لئے کہ حیض میں اور ایسے طہر میں جس میں صحبت کرلی ہو طلاق دینا بدعت اور حرام ہے اگرچہ طلاق دینے سے پڑ جاتی ہے لیکن بدعی اور حرام ہے اس وجہ سے کہ اس صورت میں عورت کی عدت طویل ہوجاتی ہے اگر ایسی طلاق دے تو چاہئے کہ اس سے رجوع کرلے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ رجوع کرے یہاں تک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض والی ہو پھرپاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر عورتوں کو طلاق دیئے جانے کا حکم فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر کو جو رجوع کے بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اس سے یہ غرض ہے کہ رجعت کامقصود صرف طلاق نہ ہوجائے۔ (2) ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد وہی فائدہ دیتی ہے جو دو یا تین سے ہوتا ہے یعنی عورت کا نکاح سے نکل جانا مگرایک طلاق دینے میں دو فائدے اور بھی ہیں ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنوں میں رجوع کرسکتا ہے دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر ازسرنو اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر تین طلاقوں کے بعد نادم ہوگا۔ تو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اس کا حلالہ کیا جائے اور مدت تک اس کیلئے ٹھہرنا پڑے گا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہے اور اس کا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہے کہ دوسرے کی بیوی میں نیت متعلق رہے گی اور اس کی طلاق کا منتظر رہے یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اس کو طلاق دے تو اس پر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہے کہ اس حرکت سے بیوی سے نفرت ہوجائے گی غرضیکہ یہ ساری خرابیاں اکٹھی طلاقیں دینے کی ہیں ایک طلاق دینے میں مطلب بھی نکل آتا ہے اور کوئی خرابی بھی لازم نہیں آتی اور ہم یہ نہیں کہتے کہ طلاقوں کا اکٹھا دینا حرام ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ ان خرابیوں کیوجہ سے مکروہ ہے اور کراہت سے یہ مراد ہے کہ اس فعل میں اپنا لحاظ نہیں رہتا (3) اس کے طلاق دینے میں کوئی عجیب و غریب بہانہ بنائے سختی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج ناگہانی جدائی کا عورت کو ہوگا اس کے دور کرنے کیلئے کوئی چیز ہدیہ اور کپڑے کا جوڑا دیکر اس کا دل خوش کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومتعوھن یعنی انہیں متعہ دو۔

مسئلہ۔ متعہ دینا اس عورت کیلئے واجب ہے جس کے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ طلاق زیادہ دیتے اور نکاح بہت کرتے۔

1۔ ایک اصطلاحی فقہی لفظ ہے۔ شیعہ والا متعہ مراد نہیں متعہ سے مراد تین کپڑوں کا جوڑا ہے جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اسے قبل

حکایت: ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیویوں کو طلاق دیدو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کرو وہ شخص حکم بجالایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ ان کا کیا حال ہوا اس نے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکالی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور میں نے سنا کہ یوں کہتی تھی۔ متاع قلیل من حبیب مفارق ترجمہ محبوب کی جدائی کے مقابلہ میں یہ درہم کچھ بھی نہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سرجھکایا اور اس پر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر طلاق دینے کے بعد میں کسی عورت سے رجوع کرتا تو اسی سے کرتا۔

حکایت: ایک دن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ضرب المثل کا خطاب فرمایا تھا کہ اگر میں اپنی اس راہ میں نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس آسودہ شخص سوائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبدالرحمٰن بن حارث کے ہوتے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے گھر گئے تو انہوں نے بہت تعظیم کی اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے کہلا بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت مجھ کو تھی انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ تمہاری لڑکی کے نکاح کا خواستگار ہوکر آیا ہوں انہوں نے سرجھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ بخدا روئے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہیں کہ جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو مگر آپ جانتے ہیں کہ میری لڑکی میرا جگرپارہ ہے جس بات سے اسے رنج ہوگا اس سے مجھے پہنچے گا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اس سے میں خوش ہوں گا اور آپ طلاق بہت دیتے ہیں مجھے خوف ہے کہ مبادا آپ اسے طلاق دیدیں تو پھر

میرا دل آپ کی محبت میں بدل جائے اور یہ مجھے اچھا نہیں کہ آپ کے بارے میں میرے دل میں کچھ تغیر آئے اس لئے کہ آپ جگرپارہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس صورت میں اگر آپ شرط کرلیں کہ میں اسے طلاق نہ دوں گا تو میں آپ سے عقد کردوں گا آپ خاموش ہوکر باہر چلے آئے عبدالرحمٰن کے گھروالوں میں سے کسی نے ذکر کیا کہ میں نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالرحمٰن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کردے۔

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر ممبران کی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ میں فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہیں پس تم ان کو اپنی بیٹیاں نہ

حلالہ ہمارے دور میں ایک نزاعی اور عجیب و غریب صورت اختیار کرگیا ہے بعض بے دینوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے حلالہ اسلام دشمنوں کی اختراع ہے اور حلالہ حرام فعل ہے اس سے عریانی کو فروغ ہوتا ہے حلالہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔

پیدا ہو۔

حکایت: ایک دفعہ ہمدان کی قوم میں سے ایک شخص اٹھا اور عرض کیا کہ یاامیرالمومنین بخدا جس قدر امام حسن رضی اللہ عنہ نکاح کرنا چاہیں گے ہم ان کو لڑکیاں دیں گے چاہیں وہ رکھیں اور چاہیں چھوڑیں اس بات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور یہ شعر فرمایا۔ فلوکنت بوابا علی باب الجنتہ یقلت نہمدان ادخلوا السلام ترجمہ: اگر مجھ کو ملے جنت کے دروازوں کی دربانی' تو ہمدان سے کہوں اندر چلے جاؤ بآسانی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جائے تو اس شخص کو چاہئے کہ اپنے زن و فرزند کی طرف داری نہ کرے کیونکہ ناجائز طرفداری کرنا برا عمل ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کی مخالفت کرے کہ اس سے اپنا دل مسرور رہے گا اور اس کے دل کے مرض کا علاج ہو جائے گا۔

فائدہ: اس قصہ کے بیان کرنے سے یہاں یہ مقصد ہے کہ طلاق مباح ہے اور اللہ تعالیٰ نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت میں دونوں میں فرمایا ہے مثلاً نکاح کے بارے میں ارشاد ہے وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ (النور 32) ترجمہ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ عزوجل انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب۔ اور جدائی کی صورت میں ارشاد ہے وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعیتہ ترجمہ: اگر وہ جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی کشائش سے انہیں غنی کردے گا۔ (4) یہ کہ عورت کا راز ظاہر نہ کرے نہ طلاق میں نہ نکاح میں کیونکہ عورتوں کے راز فاش کرنے کے متعلق صحیح حدیث میں وعید آئی ہے۔

حکایت: بعض صلحاء سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہا لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اس کے بارے میں آپ کو کیا شک ہے فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بیوی کے راز کا پردہ نہیں کھولتا جب انہوں نے طلاق دیدی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اس کو طلاق کیوں دی فرمایا کہ میں اجنبی عورت کا حال کیوں کہوں۔

فائدہ: جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہئیں وہ یہی تھے جن کا بیان ہو گیا۔

حقوق زوج بر زوجہ: اس بارے میں لطیف نکتہ اور حقیقت یہ ہے کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہے تو وہ شوہر کی لونڈی ہو چکی ہے اس لئے اس پر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً" واجب ہے جس بات کا وہ اس سے خواہاں ہو بشرطیکہ معصیت نہ ہو اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امراۃ ماتت وزوجھا عنھا راض دخلت الجنتہ ترجمہ: جو عورت مرجائے اور اس کا شوہر اس پر راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہو گی۔

چنانچہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا مرتبہ میں قیامت کے دن وہ ہے جو اپنی بیوی کا ماجرا فاش کرے۔
دخول طلاق دی ہو اسے جوڑا دینا واجب ہے اس کے سوا ہر مطلقہ کو جوڑا دینا مستحب ہے۔ (مدارک شریف)

حکایت: ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے نہ اترنا اور اس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً" وہ بیمار ہوا اس عورت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت لینے کیلئے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کیلئے بالاخانہ سے اتروں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اس کا باپ مرگیا پھر اس نے اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر یہاں تک کہ اس کا باپ دفن بھی ہوگیا پھر بھی نہ اتری۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے کہلا بھیجا کہ تو نے اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی۔ (3) ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اذا صلت المراۃ خمسها وصامت شهرها وحفظت فرجها واطاعت زوجها دخلت جنته ربها ترجمہ: جو عورت پنج گانہ نماز پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی۔

فائدہ: اس حدیث میں زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر ترجیح دی۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار عورتوں کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیاں جننے والیاں دودھ پلانے والیاں اپنی اولاد پر رحم کرنے والیاں اگر اپنے شوہروں سے جو افعال کرتی ہیں نہ کرتیں تو ان کی نمازی عورتیں جنت میں داخل ہوتیں اور فرمایا اطلعت فی النار فاذا اکثر اهلها النساء فقلن لم یارسول اللہ قال یکثرن اللعن ویکفرن العشیر ترجمہ: میں نے دوزخ کو جھانک دیکھ تو اس میں اکثر عورتیں ہیں عورتوں نے پوچھا کس وجہ سے آپ نے فرمایا یہ لعنت بہت کرتی ہیں اور شوہر کی بھی ناشکری کرتی ہیں۔

فائدہ: عشیر سے مراد شوہر ہے جو ان کے ساتھ معاشرت کرتا ہے۔ (5) حدیث میں ہے کہ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیوں میں عورتیں کم تھیں میں نے پوچھا کہ عورتیں کہاں ہیں فرمایا کہ ان کو دو سرخ چیزوں نے روک دیا سونے اور زعفران یعنی زیور اور رنگین کپڑوں نے

حکایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جوان عورت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جوان ہوں اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیام بھیجتے ہیں اور مجھے شادی اچھی نہیں لگتی فرمایئے شوہر کا حق عورت پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پاؤں تک پیپ ہو اور عورت اسے چاٹے تب بھی اس کا شکر ادا نہ کرسکے گی اس نے عرض کیا کہ میں نکاح کرلوں فرمایا کہ کرلے کہ نکاح کرنا بہتر ہے۔ (7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت از قبیلہ خثعم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں بے شوہر ہوں اور نکاح کرنا چاہتی ہوں فرمایئے شوہر کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا شوہر کا حق یہ ہے کہ اگر اونٹ کی پشت پر ہو اور اس وقت اس سے محبت کا طالب ہو تو اس سے انکار نہ کرے کوئی چیز اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ دے اگر دے گی تو اس پر گناہ

ہوگا اور شوہر کو ثواب ملے گیا (3) نفل روزہ بغیر اس کے اذن کے نہ رکھے اگر رکھے گی تو بھوکی پیاسی رہے گی اور روزہ قبول نہ ہوگا (4) اگر اپنے گھر سے بغیر شوہر کے حکم کے نکلے گی تو جب تک گھر میں پھر کر نہ آئے گی یا توبہ نہ کرے گی۔ اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔ (8) فرمایا لوامرت احداً ان یسجدلا حدلا مرت المراۃ ان تسجد زوجھا۔ ترجمہ: اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

فائدہ: یہ اس لئے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہے۔ (8) فرمایا کہ عورت اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے کہ جب اپنی کوٹھڑی کے اندر کے حصہ میں ہو اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن میں بنسبت مسجد میں نماز پڑھنے کے بہتر ہے اور اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا بنسبت گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کے اور کوٹھڑی در کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کوٹھڑی کی نماز کی بنسبت افضل ہے۔

فائدہ: یہ اس لئے فرمایا کہ عورت کے حال کا دارومدار پردہ ہے جس صورت میں پردہ زیادہ ہوگا وہی اس کے حق میں افضل ہے۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المراۃ عورۃ فاذا اخرجت استشرفھا الشیطن ترجمہ: عورت، عورت (برہنگی) ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ (10) فرمایا کہ عورت کی دس بے پردگیاں ہیں جب وہ نکاح کرلیتی ہے تو شوہر ایک بے پردگی کو چھپا دیتا ہے اور جب مرجاتی ہے تو قبر دسوں بے پردیوں کی پردہ پوش ہوتی ہے۔

فائدہ: شوہر کے حقوق عورت پر بہت ہیں ان میں سے زیادہ اہم دو ہیں (1) حفاظت اور پردہ (2) زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نہ کرنا جس وقت کہ اس کی کمائی حرام سے ہو تو اس سے بچے رہنا چنانچہ زمانہ سلف میں عورتوں کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب کوئی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اس کی بیوی یا بیٹی اس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی نہ کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کرلیں گے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کرسکیں گے۔

حکایت: ایک بزرگ نے سفر کا ارادہ کیا اور اس کے ہمسایوں کو اس کا سفر برا معلوم ہوا تمام نے اس کی بیوی سے کہا کہ تو اس کے سفر پر کیوں راضی ہوتی ہے یہ تو تیرے نفقہ کیلئے کچھ چھوڑ کر نہیں دے جاتا اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہے کھانے والا ہی پایا ہے رزاق نہیں پایا میرا رب میرا رزاق ہے کھانے والا چلا جائے گا رزاق میرے پاس رہے گا۔

حکایت: رابعہ بنت اسماعیل شامیہ نے احمد بن ابی الحواری سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا انہیں بوجہ اپنی عبادت کے برا معلوم ہوا اور فرمایا کہ اللہ مجھ کو عورتوں کی خواہش نہیں کہ میں اپنے شغل میں مشغول ہوں رابعہ نے کہا کہ میں اپنے حال میں تم سے زیادہ مشغول ہوں اور مجھے مرد کی خواہش نہیں مگر مجھے سابق شوہر سے مال کثیر ملا ہے میں چاہتی ہوں کہ تم اس مال کو اپنے دوستوں پر خرچ کرو اور تمہارے سبب سے میں نیک بختوں کو پہچان جاؤں اور مجھے بھی

اللہ کی طرف راہ مل جائے احمد نے فرمایا کہ میں اپنے شیخ سے اجازت لے لوں۔ آپ اپنے شیخ حضرت ابوسلیمان دارانی کے پاس گئے اور انہیں یہ ماجرا سنایا جب آپ نے اس عورت کی گفتگو سنی تو فرمایا اس سے نکاح کرلے کہ وہ اللہ کی ولیہ ہیں کیونکہ اس کی یہ گفتگو صدیقوں جیسی ہے احمد نے عرض کی کہ آپ تو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مریدین میں سے جس کسی نے نکاح کیا ہے وہ بدل گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور اس نے اس قدر کھانا پکوا کر کھلایا کہ ہمارے گھر میں ایک چونہ دار مکان تھا لوگ اس میں کھانے کے ہاتھ دھوتے تھے پانی کی تری سے وہ خراب ہوگیا اور جو لوگ صابون وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے ان کا تو کیا ذکر ہے میں نے اس کے بعد تین اور عورتوں سے نکاح کیا رابعہ کا یہ دستور تھا کہ مجھے عمدہ چیزیں کھلاتی اور خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اپنی بیویوں میں مزے کرو۔

فائدہ: رابعہ شام میں ایسی تھی جیسے بصرہ میں رابعہ بصریہ تھیں۔

مسئلہ: عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے مال میں سے فضول خرچی نہ کرے بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورت کو حلال نہیں کہ شوہر کے گھر سے بغیر شوہر کی اجازت کے کھانا دے بجز اس طعام اطاعت جھگڑنے کا خوف ہو یہ بھی اگر شوہر کی رضامندی سے کھلائے گی تو شوہر کے برابر اسے ثواب ہوگا اگر بغیر شوہر کی اجازت کے طعام کھلائے تو ثواب شوہر کو ہوگا اور عورت پر گناہ ہوگا۔

مسئلہ: عورت کا ماں باپ پر حق یہ ہے کہ اسے لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھا معاشرہ سکھلائیں۔

حکایت: منقول ہے کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اس کو یوں کہا کہ جس گھر میں تو آئی تھی اب اس سے نکل رہی ہے اور ایسے گھر جارہی ہے جس سے تو واقف نہ تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہے گی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی تو بیٹی تو اس کی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بن جائے گا اور تو اس کیلئے باعث آرام ہونا وہ تیرے لئے باعث آرام ہوگا اور تو اس کی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہے گا اپنی طرف سے اس کے پاس نہ جانا کہ تجھ سے نفرت کرے اور نہ اس سے دور ہونا کہ تجھے بھول جائے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اس کے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اور اس کی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھ سے بجز خوشبو کے کچھ نہ سونگھے اور جب سنے تب اچھی بات سنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے اور ایک شخص نے اپنی بیوی کو یوں کہا۔ خذی العفو تستدیمی مودتی ولا تنطقی فی سورتی حین اغضب۔ (2) ولا تنقرینی نقرک الدف مرۃ فانک لا تدرین کیف الغیب (3) ولا تکثری الشکوی فتذھب بالھوی ویاباک قلبی والقلوب تقلب (4) فانی رایت الحب فی القلب والاذی اذا اجتمعا لم یلبث الحب یذھب ترجمہ: (1) تو مجھ سے درگزر کی عادت ڈال اس طرح سے تو میری محبت کھینچ لے گی۔ میرے غصہ کے وقت خاموش رہنا جب میں سخت غضب میں ہوں۔ (2)

مجھے ڈھول کی طرح نہ بجا ایک دفعہ تیرا ڈھول بج چکا ہے خطرہ میرے دل کی چھپی آواز جیسے ظاہر ہو گئی۔ میرا زیادہ شکوہ بھی نہ کرنا اس سے محبت چلی جائے گی اس سے میرا دل تجھ سے بھر جائے گا اور قلوب کے بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ میں محبت اور دوستی دل میں دیکھتی ہے جب یہ دونوں جمع ہوں تو محبت نہیں ٹھہرتی۔

جامع الادب: عورت کے آداب میں صرف ایک بات پر مضبوط ہو جائے گا تمام آداب اسی میں آ جاتے ہیں وہ یہ کہ گھر بیٹھے چرخہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے اور ہمسائیگان سے بہت بات چیت نہ کرے جائے شوہر کے غائبانہ اور سامنے اس کا حق رکھے اور ہر کام میں اس کی خوشی کی خواہاں رہے اپنے نفس میں اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے اور بغیر اس کی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اس کی اجازت سے بھی نکلے تو پرانے کپڑوں میں پوشیدہ نکلے اور خالی جگہوں میں چلے سڑک اور بازار کے درمیان سے احتراز کرے اور اس سے بھی احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اس کی آواز پہچانے یا اس کے جسم پر واقف ہو ایسا نہ کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنے کام کے لئے ہو وہ سے پہچان جانے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجھے پہچانتا ہے تو آواز بدل دے ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام میں مشغول رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آواز دے اور شوہر گھر میں نہ ہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے کلام نہ کرے اور شوہر کو جو کچھ اللہ نے دیا ہو اس پر قناعت کرے اور اس کے حق کو اپنے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و ستھری رہے اور ہر ایک حال میں جب شوہر اس سے نفع چاہے تیار رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور ان کے راز کا افشا نہ کرے اور ان کو برا کہنے میں زبان نہ کھولے اور شوہر کی بات کا جواب نہ دے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اور وہ عورت کہ اس کے رخساروں کا رنگ میلا ہو گیا ہو جنت میں قریب دو انگلیوں کی طرح ہوں گے اور یہ وہ عورت ہے کہ شوہر سے اس کے بیوہ ہو گئی ہو اور اپنے نفس کو اس نے اپنی بیٹیوں پر بند رکھا ہو یہاں تک کہ وہ بڑی ہو گئیں یا مر گئیں۔

حدیث: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہے اس طرح کہ مجھ سے پہلے داخل ہو تو میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ جنت کے دروازے کی طرف سے مجھ سے آگے جاتی ہوگی میں پوچھوں گا کہ یہ عورت مجھ سے پہلے کیوں جاتی ہے تو کہا جائے گا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ایک عورت حسین اور خوبصورت تھی اور اس کے پاس یتیم بچے تھے اس نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس کی پسند فرمائی اور اس کے ثواب میں سے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔

فائدہ: عورت کے آداب میں سے ہے کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی کا فخر نہ کرے اور نہ اس کی بدصورتی کی وجہ سے نفرت کرے۔

حکایت: اصمعی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں گیا دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت ہے اور اس کا شوہر بہت ہی

بدصورت۔ میں نے اس سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تو اس جیسے شخص کی بیوی ہونے پر خوش ہے اس نے کہا کہ تم غلطی پر ہو اصل یہ ہے کہ شاید اس نے کوئی کام خالق کی رضا کا ایسا کیا ہے جس کے بدلہ میں میں اس کو ملی اور شاید مجھ سے کوئی اس کی مرضی کے خلاف غلطی سرزد ہوئی جس کی سزا میں مجھے یہ شوہر ملا ہے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے پسند فرمایا اس پر میں کیسے راضی نہ ہوں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اس عورت نے مجھے لاجواب کردیا۔

حکایت: اصمعی فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک عورت دیکھی کہ سرخ کرتا پہنے اور خضاب کئے ہاتھ میں تسبیح لئے ہے میں نے کہا کہ یہ امور تو زیبا نہیں اس نے جواب دیا۔ ولللہ مني جانب لا اضیعه وللهو مني والبطالته جانب۔ ترجمہ: حق جو خالق کا ہے مجھ پر اسے ضائع نہیں کرتی اور ادھر مجھے لہو بطالت کا بھی خیال ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ نیک بخت عورت ہے اور شوہر دار ہے اسی کیلئے بناؤ سنگھار کرتی ہے۔

عورت کے آداب: جب شوہر نہ ہو تو نیک بخت اور پژمردہ رہے اور اس کے سامنے پھر وہی رنگ رلیاں اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہیں کہ کسی حال میں شوہر کو ستائے۔

حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تؤذی امراة زوجها في الدنيا الا قالت زوجته من الحورالعين لا تو ذيه قاتلك الله فانما ہو عندک دخيل يوشيک ان يفارقک الينا ترجمہ: جب کوئی عورت دنیا میں شوہر کو ستاتی ہے تو اس کی زوجہ حور عین میں سے اس عورت کو کہتی ہے اسے مت ستا یہ تو تیرے پاس مسافر ہے عنقریب تجھ سے جدا ہوکر ہمارے پاس آجائے گا۔

مسئلہ: حقوق نکاح میں سے عورت پر ایک واجب یہ ہے کہ جب اس کا شوہر مرجائے تو اس پر چار مہینے دس دن سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس عرصہ میں خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے۔

حکایت: زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں اس وقت گئی جب ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ وفات پاگئے تھے۔ حضرت ام حبیبہ نے ایک خوشبو منگائی جس میں زردی زعفران یا کوئی اور چیز ملی تھی۔ ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپ نے اس کو اپنے گالوں پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجھے خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ لا یحل لا مراة تومن بالله واليوم الاخر ان تحد على ميت اكثر من ثلثته ايام الا على زوج اربعته اشهر وعشراً ترجمہ: عورت کو جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائے کہ سوگ کرے کسی مردے پر تین دن سے زیادہ مگر اپنا خاوند پر چار مہینے دس دن۔

مسئلہ: آخر عدت تک اسی گھر میں رہنا لازمی ہے یہ جائز نہیں کہ گھر سے چلی جائے یا بغیر ضرورت سے نکلے۔

عورت کے آداب: گھر کے جتنے کام ہوں جتنا اس سے ہوسکتے ہوں ان کو بجالائے۔

حکایت: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتی ہیں کہ حضرت زبیر نے مجھ سے شادی کی اور ان کے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی بجز اس کے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا میں ہی ان کے گھوڑے کو دانہ گھاس لاتی اور میں ہی اونٹ کیلئے خرما کی گٹھلیاں کوٹتی اور چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیاں اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک لونڈی بھیج دی جس نے گھوڑے کی خدمت وغیرہ سے مجھے بچایا گویا مجھے آزاد کردیا ایک دن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں آپ نے اپنے ناقہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کریں مگر مجھے مردوں کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت مند تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حیاء کرنے کو پہچان لیا اور تشریف لے گئے جب میں آئی تو حضرت زبیر کو حال سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیوں کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی بنسبت مجھ پر نہایت سخت ہوتا (اللہ تعالیٰ کی عنایت سے باب آداب نکاح ختم ہوا اور الحمدللہ اول و آخر وظاہر و باطن وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

باب نمبر3 کسب اور معاش کا بیان

: رب الارباب اور الاسباب نے دارین کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہوکر کمانے کا مکان مقرر کیا ہے اور دنیا میں مستعد ہونا یوں نہیں کہ صرف معاد ہو اور معاش نہ ہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اور مددگار ہے۔ الدنیا مزرعتہ الاخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ قول مشہور ہے اور دنیا میں بتدریج آخرت کی نوبت آتی ہے۔

دنیاداروں کی اقسام: دنیا داری تین قسم ہیں۔ (1) معاش میں ایسے مشغول کہ معاد سے غافل ہیں یہ فرقہ تو تباہ کاروں اور ہلاک شدگان کا ہے (2) وہ لوگ جو معاد کے شغل میں معاش سے بے پرواہ ہیں یہ لوگ اعلیٰ مرتبہ والے ہیں۔ (3) اعتدال سے بہت قریب ہیں یعنی معاش کا شغل معاد ہی کیلئے کرتے ہیں وہ لوگ مقتصدین اور متوسطین میں سے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص معاش کی طلب میں سچائی کی راہ اپنے اوپر لازم نہ کرلے گا۔ اس کو میانہ روی کا مرتبہ کبھی نہ ملے گا اور جب تک کہ طلب معاش میں آداب شرعیہ کا پابند نہ ہوگا اس کے حق میں دنیاوسیلہ آخرت کبھی نہ ہوگی اسی لئے ہم تجارتوں اور پیشوں کے آداب اور کسبوں کے اقسام و طریقے پانچ فصلوں میں مفصل بیان کرتے ہیں۔

معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت قرآنی آیات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلنا النھار معاشا۔ (النبا 11)
ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے دن روزگار کیلئے بنایا۔ وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون (الاعراف 10)

ترجمہ کنزالایمان : اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ اس آیت میں معیشت کو نعمت فرمایا اور اس پر شکر کی طلب کی۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم (البقرہ 198) ترجمہ کنزالایمان : تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ اور فرمایا اخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ (المزمل 20) ترجمہ کنزالایمان : اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔ اور فرمایا فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ترجمہ: زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

احادیث مبارکہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من الذنوب ذنوب لا یکفر وہاالا اللھم فی طلب المعیشتہ ترجمہ: بعض ایسے گناہ ہیں کہ انہیں کوئی نہیں مٹاتی سوائے فکر طلب معاش کے۔ اور فرمایا التاجر الصدوق یحشریوم القیامتہ مع الصدیقین والشھداء ترجمہ: سچا تاجر قیامت میں صدیقین و شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور فرمایا من طلب الدنیا حلالاً تعففاً عن المسئلہ وسعیاً علٰی عیالہ وتعطفاً علٰی جارہ لقی اللہ ووجھہ کالقمر لیلتہ البدر ترجمہ: جو شخص دنیا طلب حلال کمائی اور سوال کرنے کی حاجت نہ پڑنے کی وجہ سے اپنے عیال کی سعی کیلئے اور اپنے ہمسائیگاں پر شفقت کیلئے کریگا اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

حکایت: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک جوان قوی و چالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا سب نے کہا کہ کاش اس کی جوانی اور چالاکی راہ اللہ میں صرف ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو اس لئے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کیلئے کام کرتا ہے اس خیال سے کہ اسے سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگوں سے بے پرواہ کروے تو وہ راہ اللہ میں ہے اور اگر اپنے ضعیف ماں باپ اور کمزور بچوں کیلئے کرتا ہے تاکہ وہ محتاج نہ ہوں تب بھی وہ راہ اللہ میں معروف ہے اور اگر اس لئے کرتا ہے کہ مال کی کثرت میں دوسروں سے مقابلہ اور ان پر فخر کرے تو اس صورت میں راہ شیطان معروف ہے۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو پسند فرماتا ہے جو کوئی خدمت اس لئے کرے کہ اس کی وجہ سے لوگوں سے بے پرواہ ہوجائے اور اس بندہ کو ناپسند فرماتا ہے جو علم اس لئے سیکھے کہ اس سے خدمت لے۔ (6) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایماندار کاروباری سے محبت کرتا ہے۔ (7) ارشاد فرمایا احل ما اکل الرجل من کسبہ وکل بیع مبرور۔ ترجمہ: سب سے زیادہ حلال جو انسان کھائے وہ اس کا کسب ہے اور ہر بیع مبرور جس میں خرابی نہ ہو۔ اور فرمایا احل ما اکل العبد کسب یدالصانع اذانصبح ترجمہ: سب سے زیادہ حلال جو انسان کھاتا ہے وہ اس کے ہاتھ کی کمائی ہے۔ اور فرمایا علیکم بالتجارۃ فان فیھا تسعتہ اعشار الرزق ترجمہ: تجارت کو لازم پکڑو کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے ہیں۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ میرا بھائی آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔ (10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چیزیں مجھے معلوم تھیں کہ تمہیں جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کریں وہ میں نے تمہیں بغیر حکم کئے نہیں چھوڑیں اور جتنی باتیں میں ایسی جانتا تھا کہ تمہیں جنت سے دور اور دوزخ کے قریب کریں ان سے بغیر منع کئے نہیں چھوڑا اور جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں القا کیا ہے کہ کوئی نفس نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرے اگرچہ رزق مذکور اس کے ہاں دیر سے آئے۔ اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو۔

فائدہ: اس حدیث میں رزق کو اچھی طرح طلب کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ طلب نہ کرو پھر اس حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر سے ملنا تمہیں اس کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ تم اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے طلب کرو اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی نافرمانی سے نہیں ملتی۔ (11) ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالیٰ کے دسترخوان ہیں جو شخص ان میں آئے گا ان میں سے کچھ پائے گا۔ (12) فرمایا تم میں سے کوئی شخص رسی لیکر لکڑیاں پیٹھ پر لاد کر لائے اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جائے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اس سے سوال کرے وہ اس دے یا نہ دے۔ (13) فرمایا من فتح علی نفسه بابًا من السوال فتح اللّٰه علیه سبعین بابًا من الفقر ترجمہ: جو خود پر سوال کا ایک دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر تنگ دستی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔

اقوال اسلاف رحمہم اللہ: لقمان حکیم نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی سے مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہوجاتا ہے اس کے اندر تین باتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ (1) دین کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا ان تینوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ لوگ اسے حقیر جانتے ہیں۔ (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نہیں چاہئے کہ طلب رزق میں سستی کرو اور یوں کہو کہ اے اللہ تعالیٰ رزق دے اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برستا۔

حکایت: حضرت زید بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں درخت لگا رہے تھے حضرت عمر نے ان کو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو آدمیوں سے بے پرواہ ہوجانا چاہئے کہ اس سے تمہارا دین زیادہ محفوظ رہے گا اور اسی صورت میں ان پر کرم زیادہ کرسکو گے جیسا کہ احیحہ شاعر نے کہا ہے کہ فلن ازال عن الزوراء اغمروبا۔ ان الکریم علی الاخوان ذوالمال ترجمہ: میں ہمیشہ خدمت زوراء میں مصروف ہوں اس لئے کہ دوستوں کیلئے صاحب مال ہی جو وہ کرم کر سکتا ہے۔ (4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھوں کہ وہ نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا۔ (5) حضرت ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمایئے کہ سچا سوداگر آپ کو زیادہ پسند ہے یا وہ شخص کہ عبادت کے لئے ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ وہ شخص جہاد میں مصروف ہے کہ شیطان کبھی اس کو ناپنے میں اور کبھی تولنے میں اور کبھی لینے دینے میں دھوکا دینا چاہتا ہے اور وہ

اس سے لڑتا ہے اور اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ (6) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے اس کے متعلق ان کے خلاف بیان کیا ہے۔ (7) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اور کسی جگہ میں اپنا مرنا خوش نہیں آتا بجز اس جگہ کے کہ اس میں میں بازار جاکر اپنے گھروالوں کیلئے خرید وفروخت کروں۔ (8) ہیثم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات میں سنتا ہوں کہ فلاں شخص مجھے برا کہتا ہے تو یاد کرتا ہوں کہ مجھے اس کی حاجت نہیں اس یاد سے اس کی بات مجھ پر آسان ہوجاتی ہے۔ (9) ایوب نے فرمایا ہے کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ مل جائے میرے نزدیک لوگوں سے بھیک مانگنے کی بنسبت اچھا ہے۔

حکایت: ایک بار سمندر میں طوفان آیا کشتی والوں نے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے جو کشتی میں تھے عرض کیا کہ دیکھئے کیسی شدت ہے آپ نے فرمایا کہ شدت اس کا نام نہیں شدت یہ ہے کہ لوگوں کا محتاج ہو۔ (11) ایوب کہتے ہیں کہ مجھے ابوقلابہ نے فرمایا کہ بازار کا پیچھا نہ چھوڑ کہ دولت مندی ایک قسم کی سلامتی ہے یعنی لوگوں سے سلامت رہتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ (12) امام احمد سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھا رہے اور کہے کہ میں کوئی کام نہ کروں گا یہاں تک کہ میری روزی میرے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بے خبر ہے کیا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہے اور جس وقت آپ نے پرندوں کا ذکر فرمایا۔ تو ارشاد فرمایا تغدو خماصا وتروح بطانا ترجمہ: صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہیں۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے۔ کہ رزق کی طلب میں پرندے بھی صبح کو ادھر ادھر جاتے ہیں۔

فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ خشکی اور تری کی تجارت کرتے اور اپنے باغات کی خدمت کرتے تو ان کا اقتداء کافی ہے۔

حکایت: ابوقلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ میں تمہیں اگر طلب معاش میں مصروف دیکھوں تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تمہیں مسجد کے کونے میں دیکھوں۔

حکایت: اوزاعی حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور دیکھا کہ ان کے سر پر لکڑیوں کا بوجھ ہے کہنے لگے کہ اے ابواسحاق اتنا مشقت کیوں کرتے ہو تمہارے بھائی کافی ہیں حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھ سے اس کے متعلق تعرض نہ کرو میں نے سنا ہے کہ جو شخص حلال کی طلب میں ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ (15) حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عبادت اس کا نام نہیں کہ اپنے پاؤں جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمہیں کھانا کھلائے بلکہ پہلے دو روٹیوں کی فکر کرو پھر عبادت کرو۔ (16) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن سے تمام روئے زمین میں اللہ تعالیٰ بغض رکھتا تھا اس وقت مسجدوں میں سوال کرنے والے اٹھیں گے۔

فائدہ: سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر بھروسہ کرنے کی برائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی نہ ہو اس کو بجز کمانے اور تجارت کے کوئی چارہ نہیں۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تو یوں ہے کہ مجھے یہ حکم الٰہی نہیں ہوا کہ مال اکٹھا کروں اور سوداگروں میں سے ہوں بلکہ یہ وحی مجھ پر ہوئی ہے۔ کہ فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین ۝ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین (الحجر 98 تا 99) ترجمہ کنزالایمان: تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں سے ہو اور مرتے دم تک اللہ کی عبادت میں رہو۔ اس طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ہمیں وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس سے ہوسکے تو یوں کرے کہ حالت حج میں یا کفار سے لڑنے میں یا اپنے پروردگار کی مرضی میں مسجد بنانے میں اس کی موت واقع ہو یہ نہ ہو کہ سوداگری کرتے کرتے اور لوگوں سے چٹی کا روپیہ لیتے لیتے مرجائے۔

جواب: ان احادیث کی تطبیق حالات پر موقوف ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ تجارت ہرچیز سے مطلقاً افضل ہے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہے کہ بقدر کفایت مال حاصل ہوجائے یا دولت زائد ازحاجت منظور ہے اگر تجارت سے یہی مطلوب ہے کہ زائد ازحاجت ملے تاکہ مال بہت ہو اور خزانہ جمع ہوجائے نہ اس لئے کہ خیرات و صدقات میں دیا جائے تو یہ تجارت بری ہے کیونکہ اس میں دنیا کی طرف بہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہے جس کی خواہش تمام گناہوں کی اصل ہے اور اگر باوجود اس کے لوگوں سے وصول کرے گا تو ظلم اور فسق میں داخل ہے اور حضرت سلمان نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہے جس میں زیادتی کی طلب ہو لیکن جس صورت میں تجارت سے انسان اسی کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنے اور اپنی اولاد کیلئے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اس کو مل سکتا ہو تو ایسی صورت میں سوال سے بچنے کیلئے تجارت افضل ہے اگر اس کو سوال کی ضرورت نہ ہوتی تو بغیر مانگے لوگ اس کو دیتے ہیں تب بھی یہ طریقہ اچھا ہے کیونکہ لوگ اسے اسی نظر سے دیتے ہیں کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہے اور لوگوں میں اپنی محتاجی کھلم کھلی کہہ رہاہے اسی وجہ سے بچنا اور اپنا بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہے بلکہ عبادات بدنی میں مشغول ہونے سے بھی افضل ہے۔

کاروباریوں کے اقسام

: چار اشخاص کیلئے کاروبار افضل ہے۔ (1) جو شخص عبادات بدنی کا عابد ہو (2) وہ شخص کہ اسے باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات میں دل کا عمل حاصل ہو۔ (3) وہ عالم کہ علم ظاہر میں سے ایسے امور میں مشغول ہو جو لوگوں کو دین کے بارے میں کارآمد ہوں جیسے مفتی اور مفسر اور محدث وغیرہم۔ (4) وہ شخص جو لوگوں کی بہتری میں مصروف اور ان کے معاملات کا کفیل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ تو ان چاروں قسموں کے لوگوں کو کسب میں مشغول ہونے کی بنسبت اپنا کاروبار کرنا افضل ہے بشرطیکہ بیت المال کے مال میں سے فقراء اور علماء اوقاف میں سے بقدر

کفایت لیتے ہوں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی ہوئی۔ سبح بحمد ربک وکن من الساجدین ترجمہ: اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی حمد کیجئے اور سجدہ والوں میں ہو۔ اور یہ حکم ہوا کہ کن من التاجرین تاجروں میں ہو۔ اس لئے کہ آپ میں یہ چاروں وصف مع اور زائد اوصاف کے جو خارج از حیطہ بیان ہیں موجود تھے یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو صحابہ نے ان کو معمول کر لیا کہ بیت المال میں سے بقدر کفایت لے لیتے اور اسی کو بہتر سمجھا اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو وصیت کر دی کہ جس قدر میں نے بیت المال میں سے لیا ہے اس قدر وراثت کے مال سے واپس بیت المال دیدینا اگرچہ آپ سرے سے نہ لیتے لیکن لیتے رہے تاکہ جواز کی صورت واضح ہو۔ ان چاروں کیلئے دو حالتیں اور ہیں وہ کوئی جب کاروبار نہیں کریں تو ان کی کارروائی لوگوں کی کمائی سے اور مال زکوٰۃ یا صدقہ خیرات و خیرات سے ہوتی جائے اور انہیں سوال کی حاجت نہ پڑے ایسی صورت میں کاروبار نہ کرنا اور اپنے کام میں مشغول رہنا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق ان پر واجب ہے اس کا قبول کرنا خواہ ان کے زائد از حاجت مال کو خیرات میں صرف کرانا پایا جاتا ہے۔ (2) سوال کی حاجت پڑے اور تامل اس میں ہے اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اس کی مذمت میں ہم نے بیان کی ہیں ان سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا اولیٰ ہے اور احوال بغیر اور اشخاص کے لحاظ سے اسباب میں حکم مطلق دینا مشکل ہے بلکہ آدمی کے اجتہاد پر منحصر ہے کہ اپنے لئے جس بات میں بہتری جانے اسے اختیار کرے یعنی میزان عقل کے ایک پلہ میں سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا اور منت کرنا سامنے رکھے اور دوسرے پلہ میں علم و عمل میں مشغول ہونے سے جو فائدہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہوتا ہے سامنے رکھے پھر دیکھے کہ کونسا پلہ بھاری ہوتا ہے کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا فائدہ اور مخلوق کا نفع ان کے علم و عمل میں مشغول ہونے سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور قدر و کفایت ان کے اونیٰ اشارہ اور کنایہ سوال سے حاصل ہو جاتی ہے اور بعض کا معاملہ برعکس ہوتا ہے اور بعض اوقات مطلوب اور معذور چیز کا پلہ برابر پڑتا ہے اس وقت سالک کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہئے گو مفتی کچھ ہی حکم لگائیں اس لئے کہ فتویٰ میں تمام صورتوں کی تفصیل اور باریک اصول بعض اوقات میں نہیں ہوا کرتے اور سلف صالحین میں بعض ایسے ہوئے کہ ان کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر میں ایک ایک دن ہر ایک کے یہاں رہا کرتے تھے اور بعض کے صرف تیس دوست تھے کہ مہینہ میں ایک روز ہر ایک کے یہاں رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت نہ کرتے اس لئے کہ جانتے تھے کہ جن لوگوں کے یہاں ہم رہتے ہیں اور وہ ہماری خدمت کرتے ہیں اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ہمارے قبول کے باعث اپنی گردنوں پر بار منت جانتے ہیں پس ان کی خیرات کا قبول کرنا ان اکابر کے حق میں علاوہ ان کی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہے۔ بہرحال سالک کو ان امور میں نظر دقیق رکھنی چاہئے کیونکہ لینے والے کو ثواب اسی قدر ہوتا ہے جتنا دینے والے کو ہوتا ہے بشرطیکہ لینے والا اس مال سے اپنے امور دینی میں مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر دے اور جو شخص کہ ان باتوں سے واقف ہو جائے گا اسے ممکن ہے کہ اپنا حال جان لے اور اپنی حالت

اور مصلحت وقت کی بنسبت جو بات اس کے حق میں افضل ہو اپنے دل میں اسے واضح پائے۔ یہاں تک کاروبار کرنے کی فضیلت بیان ہورہی اب چونکہ جن معاملات سے انسان دولت پیدا کرتا ہے ان میں چار امور ضرور ہونے چاہئیں۔ (1) درستی معاملہ (2) عدل (3) احسان (4) دین کا خوف پس ہم ان چاروں کو آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔ اس بحث میں سب سے پہلے درستی معاملہ کے اسباب شروع کرتے ہیں۔

اسباب درستی معاملہ: یہ اسباب چھ ہیں (1) بیع (2) سود (3) بدنی (4) ٹھیکہ (اجارہ) (5) مضاربت (6) شرکت۔ ان معاملات کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس سے مراد یہی فرض ہے کہ جس علم کی حاجت ہو اس کا سیکھنا فرض ہے اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہے اس لئے سیکھنا اس علم کا واجب ہے کہ جب اس علم سے واقف ہوگا تو معاملہ کے فاسد کرنے والی باتوں کو معلوم کرلے گا اور معاملہ میں ان سے احتراز کرے گا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جب تک اسے دریافت نہ کرلے گا تب تک اس میں توقف کرے گا کیونکہ جب تک مجملاً" اسباب فساد کو نہ جان لے گا تو اسے کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اس کے ذمہ واجب ہے۔

سوال: کاروباری آدمی اگر کہے کہ میں علم نہیں سیکھتا بلکہ اپنا کام کئے جاؤں گا۔ جب کوئی معاملہ سخت پیش آئے گا تو اس وقت اس کا مسئلہ پوچھ لوں گا یعنی مفتی سے فتویٰ دریافت کرلوں گا؟

جواب: اس کو سمجھایا جائے گا کہ جس صورت میں تجھے مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزوں کا نہیں تجھے کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہے کیونکہ تو معاملہ کئے جائے گا اور اس کو صحیح اور مباح جانے گا حالانکہ حقیقت میں شاید درست نہ ہو اس اعتبار سے علم تجارت میں اس قدر جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ فلاں معاملہ مباح ہے اور فلاح ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ بازار میں گشت کرتے اور بعض سوداگروں کو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ بازار میں وہی خریدوفروخت کرے جو خریدوفروخت کے مسائل کا علم رکھتا ہو ورنہ سود کھا جائے گا اس کی مرضی ہو یا نہ ہو اور علم معاملات بہت ہے مگر ان چھوں عقد مذکورہ بالا کہ اکثر کاروبار میں ضرورت رہتی ہے اس لئے ہم انہیں کی شرائط کو چھ بیانات میں علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔

بیع و شراء کا بیان: بیع کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے اور اس کے تین رکن ہیں۔ رُکن نمبر ۱ عاقد یعنی معاملہ کرنے والا اس میں تاجر کو چاہئے کہ چار شخصوں سے بیع کا معاملہ نہ کرے۔ (1) لڑکا (2) مجنون (3) غلام (4) نابینا۔

مسئلہ: لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہیں تو لڑکا اگر خریدوفروخت کرے گا گو اسے ولی نے اجازت دیدی ہو اس کی بیع امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہ ہوگی لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سودا کرے گا اور اس کے پاس سے ضائع

ہوگا تو اس پر تاوان آئے گا اور اگر اپنی چیز ان کے حوالہ کرے گا اور تلف ہوجائے گی تو اسی کا مال جائے گا ان کو کچھ نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: غلام عاقل کی خرید و فروخت بغیر آقا کی اجازت کے درست نہیں تو سبزی فروش اور نان بائی اور قصاب وغیرہ کو چاہئے کہ غلاموں کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کریں جب تک کہ ان کے مالک ان کو خرید و فروخت کی اجازت نہ دیں۔

فائدہ: مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہے۔ (1) خود سوداگر مالک کے منہ سے سن لے یا شہر میں مشہور ہوجائے۔ کہ فلاں غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہے۔ (2) کوئی عادل اس سے کہہ دے کہ یہ غلام مجاز ہے اگر بغیر اجازت آقا کے اس سے معاملہ کرے تو یہ معاملہ باطل ٹھہرے گا اور جو کچھ غلام سے لے گا بشرط جاتے رہنے کے اس کا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑے گا اور جو چیز غلام کو دے گا اگر اس کے پاس سے جاتی رہے گی تو اس کا تاوان نہ اس پر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہوجائے گا اس وقت اس سے مطالبہ پہنچے گا۔

نابینا کی بیع: اس کی بیع اس وجہ سے درست نہیں کہ دیکھے بغیر خرید و فروخت کرتا ہے اس لئے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس سے کہہ دیا جائے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کردے تاکہ تمہاری طرف سے خرید و فروخت کرے اس صورت میں وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی۔

مسئلہ: اگر سوداگر خود نابینا سے معاملہ کرے گا تو فاسد ہوگا اور جو چیز اس سے لے گا اگر جاتی رہے گی تو قیمت دینی پڑے گی اور جو نابینا کو دیکھا اور وہ اس سے جاتی رہے گی اس کا دام بھی نرخ بازار سے ملے گا۔

مسئلہ: کافر کے ساتھ معاملہ بیع و شراء درست ہے اس کے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہئے اور جس صورت میں کہ وہ حربی ہو اس وقت اس کے ہاتھ ہتھیار بھی فروخت نہ کئے جائیں او اگر یہ معاملات کئے جائیں تو مردود ہوں گے اور معاملہ کرنے والا گنہگار ہوگا۔

مسئلہ: ترکی سپاہی خواہ ترکمانی یا بدو یا کرد اور چور اور خائن اور سود خور اور ظالم یا وہ شخص جس کا اکثر مال حرام ہو تو ان کی کسی چیز کو اپنی ملک میں نہ لانا چاہئے کیونکہ ان کا مال حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہوجائے کہ بوجہ حلال ان کے پاس آئی ہے تو اس کے لینے میں حرج نہیں ہے اس کی تفصیل باب حلال اور حرام میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رکن نمبر2: وہ چیز جس کا کاروبار ہوتا ہے یعنی مال کا ایک سے دوسرے کے پاس چلا جانا وہ ثمن ہو یا مبیع اس میں چھ شرطیں معتبر ہیں۔ (1) وہ مال ذاتی طور نجس نہ ہو اگر ہوگا تو بیع درست نہ ہوگی۔ مثلاً کتا' سور' گوبر' پاخانہ' ہاتھی کے دانت اور اس کے برتنوں کی بیع درست نہ ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہوجاتی ہے اور ہاتھی ذبح

کرنے سے پاک نہیں ہوتا اور نہ اس کی ہڈی ذبح سے پاک ہوتی ہے۔

مسئلہ: شراب کی بیع اور جو جانور کھائے نہیں جاتے ان کی چربی کی بیع درست نہیں گو اس کے چراغ میں جلانے اور کشتیوں میں ملنے سے فائدہ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کہ مرجانے سے نجس ہوجائے تو اس کی بیع درست ہے اس وجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزوں میں کام آسکتا ہے۔ اور اس کی ذات نجس نہیں نجاست بیرونی سے نجس ہوگیا ہے۔

مسئلہ: ریشم کے کیڑوں کے انڈوں کی فروخت میرے نزدیک کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہیں جو کارآمد ہوتا ہے اور ان کو بیضہ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل ہیں اس سے بہتر ہے کہ گوبر اور لید سے تشبیہ دیں۔

مسئلہ: مشک کے نافہ کی بیع درست ہے اور جس صورت میں کہ وہ ہرن سے زندگی کی حالت میں علیحدہ ہوا ہو تو اس کی طہارت کا حکم کرنا چاہئے۔

شرط نمبر2: وہ چیز کارآمد ہو۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع ناجائز ہے اور سانپ سے مداریوں کو نفع پہنچنا یا سپیروں کا نفع کہ سانپ کو بل سے نکال کر لوگوں کو دکھلاتے پھرتے ہیں قابل لحاظ نہیں یعنی اس وجہ سے اس کی بیع جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے اور شیر کی اور ان جانوروں کی شکار کی لیاقت رکھتے ہیں یا ان کا چمڑہ کارآمد ہے درست ہے اور بوجھ لادنے کیلئے ہاتھی کی بیع درست ہے اور طوطے اور مور اور خوش رنگ جانوروں کی بیع اگرچہ وہ کھانے میں نہ آئیں درست ہے اس لئے کہ ان کی آواز سننا اور صورت سے دل بہلانا ایک مباح فعل ہے ہاں کتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اس کو نہ لینا چاہئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

مسئلہ: بین و سارنگی و چنگ اور تار کے باجوں اور کھیل کے باجوں کی بیع جائز نہیں اس لئے کہ ان میں شرعاً کوئی نفع نہیں اسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدوں اور میلوں میں لڑکوں کیلئے بکتے ہیں ان کا لینا جائز نہیں اس لئے کہ شرعاً ان کا توڑنا واجب ہے مگر درخت وغیرہ کی تصویر کا حرج نہیں۔

مسئلہ: کپڑوں اور رکابیوں پر جو جانوروں کی تصویریں ہوتی ہیں ان کا بیچنا درست ہے اور یہی حال تصویر دار پردوں کا

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کتے کی بیع جائز ہے سوائے باؤلے کے (شرح الاحیاء ص 4272 ج 5)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہاتھی کے دانت طاہر ہیں ان کا استدلال سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل سے ہے کہ سیدہ کا کنگن ہاتھی کے دانت کا تھا۔ (12 اتحاف ج 457)

ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ان چیزوں کا استعمال نیچے رکھے جائیں تو درست ہے اگر اوپر تانے جائیں تو درست نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اس کا بچھونا بنالو۔

فائدہ: چونکہ من وجہ ان سے نفع لینا درست ہے تو اسی وجہ سے ان کی بیع بھی صحیح ہے۔

شرط نمبر3: معقود علیہ عاقد کی ملک ہو مالک کی اجازت سے اس کا عقد ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز غیر مالک سے خریدے تو از سرنو معاملہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر زوجہ سے شوہر کا مال خریدے یا شوہر سے زوجہ کا یا باپ سے بیٹے کا یا بیٹے سے باپ کا اس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہوجائے گا تو راضی ہوجائے گا تو یہ معاملہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ رضا مالک بیع سے مقدم ہونی چاہئے اور وہ ان صورتوں میں پائی نہیں گئی اور ایسے معاملے بازاروں میں ہوتے ہیں مگر بندہ متقی پارسا کو چاہئے کہ ان سے احتراز کرے۔

شرط نمبر4: معقود علیہ ایسی چیز ہو جسے شرعاً" اور حساً" حوالہ کرسکتا ہو تو جو چیز حساً" حوالہ نہ کرسکے گا اس کی خرید و فروخت درست نہ ہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا۔

مسئلہ: جانور کی پیٹھ پر اون کی بیع اور تھنوں کے اندر دودھ کو بیچنا درست نہیں اس لئے اس کا مشتری کو دینا دشوار ہے اور مبیع اور غیر مبیع ملے جلے ہیں اور جن چیزوں کا مشتری کو دینا اسی طرح ماں کا بیچنا بغیر اس کے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو اسی لئے بچے کو فروخت کرنا بغیر اس کی والدہ کے جائز نہیں کیونکہ بیع کی صورت میں اگر مبیع حوالہ مشتری کرے گا تو دونوں میں جدائی ہوجائے گی اور بچہ کو اس کی ماں سے جدا کرنا حرام ہے۔

شرط نمبر5: مبیع کی تعین اور مقدار اور وصف معلوم ہو تعین کے علم سے یہ مراد ہے کہ معین چیز کی طرف اشارہ کرے

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ بائع یوں کہے کہ تیرے ہاتھ اس ریوڑ میں سے ایک بکری میں نے بیچی جونسی تو چاہے یا ان تھانوں میں سے جو تیرے سامنے ہیں ایک تھان بیچا یا اس کپڑے میں ایک گز فروخت کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اس زمین میں سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ دین میں سستی برتنے والے ان کے عادی ہیں۔

مسئلہ: اگر یوں کہے کہ اس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسواں فروخت کرتا ہوں تو بیع جائز ہوگی اور مقدار مبیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اس کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر بائع یوں کہے کہ اس کپڑے کو تیرے ہاتھ اس قدر پر بیچتا ہوں جتنے پر فلاں شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہے

حالانکہ دونوں کو اس کا حال معلوم نہیں تو یہ بیع باطل ہوگی۔

مسئلہ: اگر یوں کہے کہ اس پتھر کے وزن کے برابر فروخت کیا اور معلوم نہیں کہ وہ وزن مروج وجہ سے کتنا ہے تو بیع باطل ہے۔

مسئلہ: اگر یوں کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہوں کا ڈھیر فروخت کیا یا اس ہمیانی کے روپیہ کے عوض یا سونے کے اس ٹکڑے کے عوض بیع کیا مشتری ان چیزوں کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے میں صرف نظر کا انداز کافی ہوگا اور وصف کا علم چیزوں کو دیکھنے سے ہوا کرتا ہے تو غائب چیز کی بیع درست ہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے اتنے دن گزرے ہوں کہ اس قدر عرصہ میں غالباً وہ تبدیل نہ ہوگی تو بیع درست ہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے اتنے دن گزرے ہوں کہ اس قدر عرصہ میں غالباً وہ تبدیل نہ ہوگی تو بیع درست ہوگی مگر مذہبی صحیح یہی ہے کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہیں ہوتا اور بنی ہوئی چیزوں میں توزی کپڑوں کی بیع اس کے نقوش کے اعتبار پر درست نہیں جب تک پیش نظر نہ ہو اور گیہوں کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہے۔

مسئلہ: چاول کی بیع اس پوست کے اندر جس میں وہ ذخیرہ کیا جاتا ہے وہ دھان کہلاتا ہے درست ہے۔

مسئلہ: بادام اور ناریل کی بیع اور اندرونی چھلکے کے اندر درست ہے دونوں پوست سمیت جائز نہیں۔

مسئلہ: باقلاء تر کی بیع دونوں پوستوں میں ضرورت کی وجہ سے درست ہے۔

مسئلہ: فقاع 2 کی بیع میں تسامح کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ سلف صالحین لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کے عوض میں مباح ٹھہراتے ہیں پس اگر اس لئے خریدے گا کہ اس کو فروخت کرے تو قیاس یہی ہے کہ بیع باطل ہو اس لئے کہ وہ پیدائش کی وجہ سے پوشیدہ نہیں رہتا اور یہ بھی بعید نہیں کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہے، اس لئے اس کو نکالے بغیر فروخت کرنے میں حرج نہیں جیسے اور مستور الخلقت چیزیں ہیں۔

شرط نمبر2: اگر بیع پر ملک معاوضہ کی وجہ سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ میں آجانی چاہئے اور یہ ایک شرط خاص ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جس پر بائع نے قبضہ نہ کیا ہو۔

مسئلہ: اس میں زمین غیر منقول اور منقول چیز یکساں ہے تو جس چیز کی خرید و فروخت قبضہ سے پہلے ہوگی اس کی بیع باطل ہوگی اور منقول چیز کا قبضہ کر لینے سے ہے اور زمین غیر منقول کا قبضہ اس طرح ہے کہ دوسرے کی کوئی چیز اس میں نہ رہے اور غیر کا تصرف اٹھ جائے۔

مسئلہ: جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اس کا قبضہ بغیر ناپنے کے کامل نہ ہوگا۔

مسئلہ: ترکہ اور وصیت اور مال ودیعت اور ایسی چیزوں کی بیع جس میں ملک بوجہ عوض کے نہ ہوئی ہو قبضہ سے پہلے

جائز ہے۔

رکن نمبر3: لفظ عقد ہے اس میں ایجاب اور اس کے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظوں سے جن سے مقصود حاصل ہوتا ہو صراحتہ" یا کنایتہ" مقصد سمجھ میں آتا ہو ضروری ہے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے یہ چیز اتنے کے عوض دی بجائے یوں کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کی تو بیع درست ہوگی بشرطیکہ دونوں کا مقصد ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ ہو کپڑوں یا گھوڑوں وغیرہ میں جاری ہوں گے تو ان الفاظ سے عاریت کا احتمال بھی ہوسکتا ہے اور نیت کی وجہ سے احتمال دور ہوجاتا ہے اور تصریح کرنے سے کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا مگر کنایہ سے جس چیز میں بولو گے اس سے ملک اور حلال ہونے کا فائدہ ہے۔

مسئلہ: بیع میں ایسی شرط نہ لگانا جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو مثلاً یہ شرط کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ مبیع کو ہمارے گھر پہنچا دینا یا لکڑیاں خریدیں اس شرط پر کہ گھر پر پہنچا دینا تو یہ شرط فاسد ہے۔

مسئلہ: اگر مبیع کے پہنچانے کی اجرت بیع سے علیحدہ معین ہوگئی ہو تو حرج نہیں اور جبکہ بائع اور مشتری میں صرف بیع و شراء ہوئی ہو اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک معمولی چیزوں میں بیع درست ہے مثلاً صراف کے ہاتھ میں پیسہ حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیوں کا اس نے مشتری کو دیدیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہے لیکن معمولی چیزوں کا ضبط کرنا کہ کون کونسی ہیں مشکل ہے اگر اس امر کو علاوت پر منحصر کیا جائے تو لوگ معمولی چیزوں سے تجاوز کرکے نفیس اشیاء میں ایسا کرنے لگیں گے مثلاً دلال بزاز کے پاس آکر تھان ریشمی دس روپیہ کا مشتری کے پاس لے جاتا ہے اور دوبارہ اس سے کہتا ہے کہ مشتری دس روپیہ پر راضی ہے بائع کہتا ہے کہ اس سے دس لے اور وہ مشتری سے دس لیکر بزاز کو دیتا ہے اور ان میں تصرف کرتا ہے ادھر مشتری تھان کو کاٹتا ہے حالانکہ دونوں میں ایجاب و قبول ہرگز نہیں ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دکان پر جمع ہوتے ہیں اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہے ایک اس کے نوئے روپے قیمت لگاتا ہے دوسرا پچانوے کہتا ہے تیسرا سو کہتا ہے وہ کہتے ہیں یہ کہ گن دو وہ سو گن کر بائع کے حوالہ کرتا ہے اور چیز لے لیتا ہے۔ بغیر ایجاب و قبول کے تو یہ ہمیشہ کی علاوت ہوگئی ہے اور ایسا مرض علاج پذیر نہیں اس لئے کہ ایسی صورت میں احتمالات ہوسکتے ہیں اول بغیر ایجاب و قبول کے لین دین سے بیع مطلق درست ہوجائے وہ معمولی چیز ہو یا نفیس اور یہ محال ہے اس لئے کہ اس میں ایک کی ملک دوسرے کے پاس بغیر ایسے لفظ کے ہے کہ جس سے نقل ملک معلوم چلی جائے گی اور اللہ تعالیٰ تو بیع کو حلال فرماتا ہے جو ایجاب و قبول کا نام ہے اور وہ ہوا انہیں اور صرف لین دین پر لفظ بیع بولا نہیں گیا تو کیسے حکم کیا جائے گا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک میں چلی گئی بالخصوص

1۔ توز ایک شہر ہے فارس میں توزی اسی کی طرف منسوب ہے 2۔ ہم اول ایک قسم کا غلہ مثل جو کے ہے اور قاموس میں قسم بنات لکھا ہے کہ سوکھ کر سخت ہوجاتا ہے۔(اویسی غفرلہ)

لونڈیوں اور غلاموں اور زمینوں اور عمدہ جانوروں اور ان چیزوں میں جن میں اکثر نزاع ہوا کرتا ہے یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہے کہ پھر جائے اور کہے کہ میں نادم ہوا اور میں نے فروخت نہیں کی مجھ سے صرف یہی ہوا کہ چیز دیدی اور دیدینا بیع نہیں ہے۔ (2) اس قسم کی بیع کا باب بالکل محدود کیا جائے جیسے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صرف لین دین سے عقد باطل ہوتا ہے اور اس احتمال میں دو وجہ سے مشکل پڑتی ہے۔ (1) قریب بصواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا معاملہ معمولی چیزوں میں صحابہ کی عادت میں داخل تھا اور اگر بالفرض وہ لوگ سبزی فروش اور نانبائی اور قصاب وغیرہم سے ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں ایجاب و قبول کیا کرتے تو ایک یہ فعل ان پر گراں گزرتا علاوہ ازیں ان کا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نہ کوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اس میں یہ عادت بالکل متروک ہوتی کیونکہ ایسی باتوں میں زمانے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ (2) مشکل یہ ہے کہ انسان اب اس عادت میں نہایت درجہ کے مبتلا ہیں جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے وغیرہ کی خرید لیتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بائع کی ملک اس پر لین دین سے ہوئی ہے تو جس صورت میں یہ نوبت ہے تو پھر الفاظ عقد بولنے سے کونسا فائدہ ہے۔

(3) تیسرا احتمال یہ ہے کہ معمولی اور نفیس چیزوں میں حکم جداگانہ ہو جیسے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دو دقتیں ہوں گی۔ (1) معمولی چیزوں کا ضبط کرنا (2) ملک کے بدلنے کا سبب بغیر زبان سے لفظ کہنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جائے اور ابن شریح نے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رحمتہ اللہ کے ثابت کیا ہے یعنی اس مسئلہ میں امام اعظم کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہ قول واقع میں استدلال کے قریب تر ہے کہ اور چونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے اور عوام میں بہت مروج ہورہا ہے اور بظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ میں یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر ہم اس قول کی طرف رجوع کریں تو کیا حرج ہے۔

فائدہ: مذکور بالا دونوں دقتوں کا جواب یہ ہے کہ معمولی چیزوں کے ضبط کرنے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ہم پر ضروری نہیں کہ بتکلف ان کی مقدار معین کریں کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہے بلکہ اس میں دو طرفیں کھلی ہیں۔ (1) یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری معمولی چیزیں جن میں صرف لین دین مروج ہے اور زبان سے ایجاب و قبول کی عادت نہیں خریدے تو یہ طرف معمولی پن کی ہے اس میں مشتری اگر طالب ایجاب و قبول ہوتا ہے تو لوگ اس کو بے عقل کہتے ہیں اور اس کے تکلف کو برا اور بیجا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں ادنیٰ چیز کو تولتا اور بال کی کھال اتارتا ہے۔ (2) دوسری طرف جو نفاست کی ہے وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینیں اور نفیس کپڑے ہیں کہ ان میں ایجاب و قبول کے تکلف کو لوگ برا نہیں سمجھتے اور ان دونوں طرفوں کے درمیان میں جو چیزیں ہیں وہ مقام شک اور شبہ میں ہیں متقی دیندار کو چاہئے کہ ان میں احتیاط سے کام لے اور شریعت کے جتنے قواعد اس طرح کے ہیں کہ عادات سے معلوم ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے اطراف واضح ہوتے

ا جو لوگ کہتے ہیں کہ امام غزالی امام ابوحنیفہؒ کے مخالف تھے وہ سوچیں امام غزالی کیا فرمارہے ہیں۔ اویسی غفرلہ

ہیں اور درمیانی امور مشکل اور مشتبہ ہوا کرتے ہیں۔ دوسری وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنے کی ہے اس کی تدبیر ہے کہ ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہئے اس لئے کہ لفظ بھی تو بذات خود سبب نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کی دلالت ہی سبب بنتی ہے اور ہاتھ کے فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اس پر حاجت کا ہونا اور پہلے لوگوں کا اس کو برتنا ضمیمہ ہوگیا علاوہ ازیں ہدایا کا قبول کرنا بغیر ایجاب و قبول کے سب کی عادت ہے حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ میں بھی ہے کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا کہ جب چیز کے عوض میں ملک بدلے تب ایجاب و قبول ضروری ہو اور جب بغیر عوض بدلے تو ضرورت ایجاب و قبول کی نہ رہی ہاں یہی ہے کہ پہلے لوگوں کی عادت اسی طرح تھی کہ معمولی شے کا ہدیہ ہو یا نفیس کا اس کو بلاایجاب و قبول منظور کرتے تھے بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو اس میں ایجاب و قبول کی طلب کو برا سمجھتے تھے اور بیع میں سوا ادنیٰ چیزوں کے اور سب میں ایجاب و قبول ہونے کو برا نہیں کہتے تھے خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک یہ احتمال نہایت درجہ درست ہے اور لہذا متقی دیندار کو لائق ہے کہ ایجاب و قبول ترک نہ کرے تاکہ شبہ خلاف سے بری ہوجائے یعنی جس صورت میں یہ معلوم ہو کہ بائع اس چیز کا مالک بغیر ایجاب و قبول کے ہوا ہے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس وجہ سے خود ایجاب و قبول نہ کرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کے مالک کی معلوم نہیں ہوا کرتی۔ ممکن ہے کہ اس نے وہ چیز ایجاب و قبول ہی سے لی ہو ہاں اگر اس کے لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ میں نے خود بغیر ایجاب و قبول کرکے لی ہے تو اس صورت میں وہ چیز اس سے خرید نہ کرے۔

مسئلہ: اگر مبیع معمولی چیز ہو اور مشتری کو اس ضرورت بھی ہو تو زبان سے ایجاب و قبول کرلے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کسی بائع سے جھگڑا نہ ہوگا اس وجہ سے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہیں ہاں فعل سے پھرجانا ممکن ہے۔

سوال: مذکورہ بالا بیان خریدنے کی چیز میں تو ہوسکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ کسی ضیافت میں گیا یا کسی کے یہاں مہمان ہوا اسے معلوم ہے کہ وہ لوگ بیع میں صرف لین دین پر اکتفا کرتے ہیں اور زبانی ایجاب و قبول نہیں کرتے یا ان سے اس کو سنا یا اپنی آنکھ سے ان کے معاملات دیکھے تو اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے ان کے کھانے سے بیزار ہوجائے یا؟

جواب: کیونکہ چیز کے خریدنے سے تو بلاشک احتراز واجب ہے بشرطیکہ شے نفیس ہو اور معمولی نہ ہو مگر کھانے سے دست بردار ہونا واجب نہیں اس لئے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے میں تردد کریں تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے میں کیا تردد ہے کیونکہ اباحت کا حال زیادہ گنجائش رکھتا ہے اور ملک کی تبدیل کے معاملہ میں اتنا گنجائش نہیں پس جو کھانے کی چیز کہ اس میں لین دین سے بیع ہوئی ہو بائع کا اسے دے دینا کھانے کی اجازت میں داخل ہوگا بقرینہ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت حمام میں جانے کی قرینہ حالیہ سے سمجھی جاتی ہے اسی طرح تسلیم بائع سے اس امر کی

بھی اجازت معلوم کی جائے گی کہ مشتری جس کو چاہے وہ چیز کھلائے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ کردینا اس جملہ کے قائم مقام کرلیا جائے گا کہ میں نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح کردینی چاہے خود کھائے چاہے دوسرے کو کھلائے تو اس صورت میں مشتری کو اس کا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا اور اگر بائع تصریح کردیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو کھلے اور کھانے کے بعد مجھے اس کا عوض دیدینا تو کھانا حلال ہوجاتا اور کھانے کے بعد اسے تاوان دینا پڑتا یہ ہے فقہ کا قیاس میرے خیال میں۔ لیکن لین دین کے بعد مشتری بائع کی ملک کھائے گا اور اس کو ضائع کرے گا تو مشتری پر تاوان چاہئے اور نرخ بازار کے موافق دام اس کے ذمہ واجب الادا ہوئے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو دیئے ہیں اگر وہ مبیع کی قیمت کے مثل ہیں تب تو بائع اپنا حق پاچکا اسے اختیار ہے کہ ان میں تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جس پر ان کا مطالبہ ہے اس سے مطالبہ کرنے میں عاجز ہو اور اگر مطالبہ پر قادر ہے تو اس صورت میں جو دام پاچکا ہے ان میں تصرف مالکانہ نہ کرے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ مشتری ان داموں کو قرض میں دینے پر راضی نہ ہو ایسی صورت میں بائع کو چاہئے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ لین دین کی صورت میں رضائے طرفین بقرینہ حالیہ چیز کے دینے کے قوت معلوم ہوتی ہے تو اس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشرتی کے دیئے ہوئے داموں سے اپنا حق لے تو بعید نہیں۔ پھر بھی بہرحل بائع کی جاب زیادہ دقیق ہے کیونکہ جو کچھ اس نے مشتری سے پایا ہے اس میں کبھی تصرف کرنا چاہتا ہے اور یہ تصرف اس کا نہیں ہوسکتا جب تک کہ مشتری کے ہاتھ میں اس کی چیز ضائع نہ ہو پھر بعض اوقات اس کو یہ حاجت پڑتی ہے کہ قصد تملک از سرنو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی جو فعل سے مستفاد ہوتی ہے نہ کہ قول سے اس کی وجہ سے مالک ہوجاتا ہے مگر کھانے کی چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اسکو اس سے اور کوئی غرض بجز کھالینے کے نہیں تو اس کی جانب اتنا جھگڑا نہیں کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینہ حال سمجھی جاتی ہے اسی سے کھانا مباح ہوجاتا ہے لیکن تقریر گزشتہ سے یہ لازم آتا ہے کہ مہمان جو چیز کھا کر ضائع کردے اس کا تاوان اس کے ذمہ ہو اور یہ تاوان اس وقت اسکے ذمہ سے ساقط ہو جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرلے تو اس وقت گویا میزبان اس کا قرض ادا کرے گا اور جو اس کے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ لے لے گا غرضیکہ لین دین کا قاعدہ نہایت دقیق ہے اس بارے میں فتوے دینے کی بنا انہیں احتمالات اور تکلیفات پر ہے جو ہم نے بیان کئے اور پرہیزگار آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے دل سے فتوٰی لے اور شبہات سے احتراز کرے۔

بیان نمبر2 سود مذمت سود: اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا اور اس کے متعلق سخت وعیدات سنائیں جتنے لوگ سونے چاندی کا کاروبار کرنے والے ہیں یا غلہ کی تجارت کرتے ہیں انہیں سود سے احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ سود دو ہی چیزوں میں ہوتا ہے (1) نقد میں (2) غلہ میں۔

مسئلہ: زرگر کو چاہئے کہ ادھار اور زیادتی سے بچے ادھار سے بچنے کلیہ معنی ہے کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی کسی چیز کے بدلے میں بیچے تو چاہئے کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اسی مجلس میں قبضہ کرلیں یہ نہ ہو کہ بائع چیز آج لے اور اپنی چیز مشتری کو کل دے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے۔

غرضیکہ سونے چاندی کی بیع میں ادھار نہ ہونا چاہئے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال میں دیں اور ان کے عوض اشرفیاں یا روپیہ بعد کو لیں تو ادھار ہونے کی وجہ سے یہ بیع حرام ہوگی اور اس وجہ سے بھی حرمت ہے کہ برابری مبیع اور ثمن میں نہیں ہوتی کیونکہ ٹکسال میں سونے چاندی کا وزن ٹھپہ لگنے کے بعد اس قدر نہیں رہتا جتنا پہلے تھا اور زیادتی سے بچنا یہ ہے کہ تین باتوں سے احتراز کرے۔ (1) سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنا کیونکہ دونوں کی بیع درست نہ ہوگی جب تک کہ دونوں ایک طرح نہ ہوں گے۔ (2) کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلہ میں بیچنا دونوں کی تول میں فرق ہو تو ایسا نہیں چاہئے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا اس کو ایسے سکہ سے بدلے جس کا مال کھوٹا اور وزن میں زیادہ ہو اور یہ دونوں اس صورت میں ناجائز ہیں کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جائے لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنسیں ہوں کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہیں۔ 3) تیسری صورت میں یہ ہے کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیاں جن میں چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اس کا معاملہ ہرگز درست نہ ہوگا ہاں اگر وہ سکہ شہر میں رائج ہوگا تو ہم اس کے معاملہ کی صحت کا حکم کریں گے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہ ہوا۔

مسئلہ: یہی حال ہے ان روپوں کا جن میں تانبا ملا ہو کہ اگر شہر میں چلتے نہ ہوں گے تو ان سے معاملہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ان سے مقصود چاندی ہے اور وہ معلوم نہیں کہ کتنی ہے اور اگر شہر میں رائج ہوں گے تو ہم ان سے معاملہ کرنے کی اجازت دیں گے بوجہ ضرورت کے نیز اس وجہ سے کہ اس صورت میں ان کی چاندی نکالنا مقصود نہیں مگر چاندی کے عوض میں ہرگز ان کا لین دین نہیں ہونا چاہئے۔

مسئلہ: اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اس کا خریدنا سونے کے عوض درست نہیں اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہئے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت میں کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ میں رکھنے سے سونا علیحدہ نہ ہوسکے تو ایسے زیور کی بیع اس کے ہم وزن چاندی کے عوض سوائے چاندی کے جس چیز کے عوض مشتری چاہے جائز ہے۔

مسئلہ: اسی طرح صراف کو سونے کے عوض میں ایسا ہار نہیں خریدنا چاہئے جس میں سونا اور پوت دونوں ہوں اور نہ اسے سونے کی عوض فروخت کرنا چاہئے بلکہ چاندی کے عوض اس کی خرید و فروخت دست بدستی کرے اگر اس میں چاندی نہ ہو۔

مسئلہ: جو کپڑا کہ سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہو اس طرح کہ جلانے سے اس کا سونا علیحدہ ہوسکتا ہو اس سونے کے عوض خریدنا جائز نہیں ہے چاندی وغیرہ کے بدلے میں درست ہے۔

مسئلہ: کھانے کی چیزوں کی خرید و فروخت کرنے والوں کو چاہئے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہوں تو وہ ایک ہی ہو

یا مختلف مجلس عقد میں ان کا قبضہ کرلیا کریں جیسے گیہوں کو گیہوں کے بدلے فروخت کریں یا چنے کے عوض یا دونوں صورتوں میں اس ہاتھ دیں اس ہاتھ لیں

مسئلہ: اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہے کہ دونوں چیزیں برابر بھی ہوں اور اس بارے میں کئی معاملات عوام میں رائج ہو رہے ہیں حالانکہ وہ درست نہیں مثلاً قصاب کو بکری زندہ دی اور اس کے عوض میں اس سے نقد یا ادھار لیتے ہیں اور یہ حرام ہے یا نان بائی کو گیہوں دیکر ان کے عوض میں اس سے روٹی نقد یا ادھار لیتے ہیں یہ بھی حرام ہے یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسوں وغیرہ دیتے ہیں تاکہ ان چیزوں کے عوض اس سے ان کا تیل اسی وقت یا کچھ عرصہ کے بعد لیں گے حالانکہ یہ بھی حرام ہے اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہیں کہ اس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیں گے وہ بھی حرام ہے غرضیکہ اشیاء خوردنی میں سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جائے تو اس میں ادھار نہ ہونا چاہئے اور اگر اسی جنس کے عوض ہو تو اس میں برابری بھی ضروری ہے اور جو چیز کسی خوردنی چیز سے بنتی ہے اس کی بیع عوض میں اس خوردنی کے درست نہیں خواہ دونوں برابر ہوں یا کم و بیش مثلاً آٹا اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو ان کی بیع اس غلہ کے عوض نہیں چاہئے اور سرکہ اور شیرہ اور دو شاب جس میوہ کا ہو اس کی بیع اس میوہ کے عوض نہ ہونی چاہئے اور گھی اور مکھن اور مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے بنتے ہیں ان کی بیع دودھ کے عوض نہیں چاہئے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی میں جبھی تک کارآمد ہے کہ وہ چیزیں ذخیرہ کرنے کی ہوں اور جب ایسی ہوں قابل ذخیرہ کرنے کی نہ ہوں اور ایک حال پر نہ رہتی ہوں تو ان میں برابری مفید نہ ہوگی اس بنا پر خرما تر کی بیع خرما تر کے عوض میں اور انگور کی انگور کے بدلہ میں درست نہ ہوگی خواہ مبیع و ثمان برابر ہوں یا کم و بیش۔

فائدہ: یہ چند امور بیع کی تعریف میں اور مقلات فساد پر تاجر کی آگاہی کیلئے کافی ہیں کہ جب اسے کچھ شک ہو یا کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو علماء سے دریافت کرلے اور اگر اس قدر بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کے امور سے بھی ناواقف رہے گا اور نادانستہ سود اور حرام میں داخل ہوجائے گا۔

بیان نمبر 3 بیع سلم: تاجر کو اس باب میں دس شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ (1) راس المال جو پیشگی دیا جائے وہ معلوم ہو مجہول نہ ہو تاکہ اگر طرف ثانی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اس سے واپس لے سکے پس اگر اول مٹھی بھر روپیہ اندازہ سے دے کہ اس کے عوض اتنے گیہوں لیں گے تو ایک روایت کے مطابق یہ سلم درست نہ ہوگی۔ (2) راس المال کو جدا ہونے سے پہلے عین عقد کی مجلس میں حوالہ کردینا چاہئے کہ اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کرے گا اور دونوں اس مجلس سے علیحدہ ہوجائیں گے تو بیع سلم ٹوٹ جائے گی۔ (3) سلم فیہ یعنی جس چیز کی بیع سلم کی جائے وہ ایسی شے ہو کہ اس کے اوصاف کو بتلا سکیں جیسے غلہ اور حیوانات اور کان کی چیزیں اور روئی اور اون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور عطاریں کے سامان اور جوان کی مثل ہوں اور معجونوں اور مرکب چیزوں کی بیع

سلم اور ایسی اشیاء کی جن افراد مختلف ہوتے ہیں جیسے کمانیں اور بنائے ہوئے موزے اور جوتے جن کے افراد اور ساخت مختلف ہوں اور حیوانات کے چمڑوں کی بیع سلم درست نہیں اور روٹی کی سلم جائز ہے اور روٹی میں جو آب و نمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ معاف ہے اور اس سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے۔ (4) جو چیزیں وصف کے قابل ہوں ان کے اوصاف کامل طور پر بیان کردیئے جائیں یہاں تک کہ ایسا وصف کوئی نہ رہنے پائے جس کے سبب سے چیز کی قیمت میں اتنا فرق ہوجائے کہ لوگ اسے ناگوار جانیں اور اتنی کمی نہ اٹھائیں کیونکہ ایسے اوصاف بیان کرنا دیکھ لینے کے قائمقام ہیں۔ (5) اگر سلم مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یوں نہ کہے کہ کھیت کٹنے اور پھل پکنے تک سلم کرتے ہیں بلکہ مہینوں اور دنوں کے شمار سے مدت مقرر ہونی چاہیۓ اس لئے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے۔ (6) سلم فیہ ایسی چیز ہو جسے انسان وعدہ کے وقت دے سکے اور بظن غالب اس وقت اس کے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یوں نہ چاہیۓ کہ انگور اور دوسرے میوؤں کی سلم ایسی مدت پر کرے جس میں وہ نہ پکیں لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالباً اس وقت سلم فیہ موجود ہوتے مگر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہے کہ چاہیۓ اس کو سلم فیہ کے مکمل ہوجانے تک مہلت دے یا معاملہ فسخ کرکے اپنا مال دیا ہوا واپس لے۔ (7) جس مکان میں سلم فیہ کو دے گا اس کا ذکر کردینا چاہیۓ بشرطیکہ چیز میں مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت ہوتا ہو تاکہ اس کے باعث نزاع پیدا نہ ہو (8) سلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نہ کرے مثلاً یوں نہ کہے کہ اس کھیت کے گیہوں یا اس باغ کا پھل لیں گے کیونکہ اس قید سے سلم فیہ کا دینا باطل ہوجاتا ہے ہاں اگر یوں کہے کہ فلاں شہر کا پھل یا فلاں قصبہ کا لیں گے تو کوئی حرج نہیں اس شخص کو وہی دینا پڑے گا (9) سلم فیہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جسکا وجود کمیاب ہو مثلاً موتی کے ایسے اوصاف کہ اس طرح کا کم ملے یا خوبصورتی لونڈی کو سلم فیہ قرار دیا اور کہہ دیا کہ بچہ بھی اس کے ساتھ ہو یا اور اسی طرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے۔ (10) جب راس المال اشیائے خوردنی میں سے ہو تو سلم فیہ کھانے کی چیز نہ ہونی چاہیۓ خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہ ہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو سلم فیہ نقد نہ ہونا چاہیۓ چنانچہ اس کا ذکر ہم سود میں کرچکے ہیں۔

بیان نمبر 4 اجارہ: جسے نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہیں اس کے دو رکن ہیں۔ (1) اجرت (2) منفعت۔ معاملہ کرنے والا اور الفاظ اس میں ویسے ہی معتبر ہوں گے جو ہم نے بیع میں ذکر کئے ہیں اور اجرت اس میں ایسی ہے جیسے ثمن ہے بیع میں اس لئے جو شرطیں ہم مبیع میں ثمن کیلئے لکھ آئے ہیں انہیں چیزوں کے ساتھ اجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیۓ بشرطیکہ اجرت نقد چیز ہو اور اگر دین ہو تو اس کی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیۓ اور اس میں ان باتوں سے احتراز کرنا چاہیۓ جن کی عادت لوگوں کو پڑگئی جن کی کوئی اصل نہیں مثلاً مکان کرایہ پر دینا اس کی تعمیر کے عوض میں کہ اس میں مقدار تعمیر مجہول ہے۔

مسئلہ: اگر کرایہ کے روپے مقرر کئے اور کرایہ دار سے شرط کرلی کہ ان کو تعمیر میں لگا دینا تو جائز نہ ہوگا اس لئے کہ تعمیر میں لگانے کا عمل مجہول ہے۔

مسئلہ: اگر جانور کی کھال کھچوائی اور اجرت میں کھال کو مقرر کردیا یا مردار کو اٹھوایا اور اجرت میں اس کی کھال اٹھانے والے کو دیدی یا آٹا پسوایا اور بھوسہ اجرت ٹھہرایا کچھ آٹے میں سے دینا کہا تو یہ معاملات باطل ہیں۔

مسئلہ: یہی حال ہے ہر اس اجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہئے کہ ایسی چیز کو اجرت مقرر نہ کرے۔

مسئلہ: ایک صورت یہ ہے کہ مکانوں اور دکانوں کے کرایہ میں بہت سے دنوں کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیں اگر کہا کہ ہر مہینے کے بعد ایک دینار دینا اور مدت کرایہ کے مہینے بیان نہ کریں تو مدت مجہول رہے گی۔ اور اجارہ منعقد نہ ہوگا۔

منفعت: جو اجارہ سے مقصود ہو اور وہ صرف کام ہے اور جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اس میں محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے کی طرف سے اس کو سلوک کے طور پر کردیتا ہو تو ایسے کام کیلئے اجارہ درست ہے اور اجارہ کے تمام فروع اس فائدہ کلیہ میں مندرج ہیں ہم ان کی تفصیل سے کلام کو طول نہیں دیتے اس لئے کہ کتب فقہ میں ہم اسے مفصل لکھ چکے ہیں اس کتاب میں صرف ان چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اکثر کام آئیں۔

فائدہ: جس کام پر اجارہ یا ٹھیکہ ہو اس میں پانچ امور کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (۱) اس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اس میں کچھ کلفت اور مشقت ہو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر اشیاء خوردنی اس لئے کرایہ پر لیں کہ ان سے دکان سجادے گا یا درخت اس لئے کرایہ پر لئے کہ ان پر کپڑے سکھائے گا یا روپے اس غرض سے کرایہ پر لئے کہ ان سے دکان کو زینت دے گا تو یہ معاملات درست نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ منافع ایسے ہیں جیسے چیزوں میں تل اور گیہوں کا ایک دانہ ہو جس کی بیع درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہ ہوگی اور یہ معمول ہوگیا ہے کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض میں اور اس امر کے بدلے میں کہ مال کے فروخت میں ہمارا قول مانا جاتا ہے مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہیں یہ حرام ہے کیونکہ ان کو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہیں پڑتی اور ایک بار زبان ہلا دینے کی کچھ قیمت نہیں ہاں یہ اجرت ان کو اس وقت درست ہوگی کہ معملہ کے کرنے میں آمدورفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے دماغ کھپ جائے پھر بھی اجرت مثل کے مستحق ہوں گے کہ جتنا محنت کی ہو اس قدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ حاصل کریں اور انہوں نے جو باتفاق ہم دیگر ایک دستور باندھ لیا ہے وہ ظلم ہے وہ حلال وجہ سے نہیں لیتے۔

مسئلہ: اجارہ میں یہ نہ ہو کہ کوئی شے مقصود کرایہ دار کی ملک میں آئے بجز نفع کے مثلاً انگور کا ٹھیکہ لیا اس غرض سے کہ پیداوار ہم لیں گے یا دودھ کے جانور کو کرایہ پر لیا دودھ کیلئے یا باغ کو کرایہ پر لیا پھلوں کیلئے تو درست نہ ہوگا

مگر دودھ پلانے والی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہے اس صورت میں دودھ تابع ہوجائے اس وجہ سے کہ اس کو علیحدہ نہیں کرسکتے اور اسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے تاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چیزیں علیحدہ مقصود نہیں۔

مسئلہ: عمل ایسا ہو کہ اسے مزدور ظاہر میں اور شریعت کی رو سے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کیلئے مزدور کیاجائے جو اس سے نہ ہوسکے تو یہ اجارہ درست نہ ہوگا۔

مسئلہ: گونگے کو تعلیم وغیرہ کیلئے مزدور کرنا صحیح نہیں۔

مسئلہ: جن امور کا کرنا حرام ہے وہ شریعت کی رو سے مزدور نہیں دے سکتا مثلاً اس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جس کے کاٹنے کیلئے شریعت میں اجازت نہیں یا حائضہ عورت کو مسجد میں جھاڑو دینے کیلئے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے پر نوکر رکھے یا دوسرے کی بیوی کو بغیر اس کے شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کیلئے نوکر رکھے یا مصور کو جانداروں کی تصویریں بنانے کیلئے اجرت دے یا سنار کو سونے چاندی کے برتن ڈھالنے کیلئے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہیں۔

مسئلہ: وہ کام ایسا نہ ہو کہ مزدور پر اس کا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اس میں نیابت نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اجرت لے گا تو جائز نہ ہوگی اسی طرح جن عبادات میں نیابت نہیں ہوسکتی ان پر بھی اجرت ناجائز ہے اس لئے کہ وہ مالک کی طرف سے نہ ہوں گی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہوں گی۔

مسئلہ: دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مردوں کے دفن کرنے اور جنازہ اٹھانے پر مزدوری لینا درست ہے۔

مسئلہ: نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اجرت لینے میں اختلاف ہے مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین صورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اجرت درست ہے۔

مسئلہ: عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے میں بتا دیا جائے اور معلم کو سورت کی تعلیم اور اس کی مقدار معلوم کرا دی جائے اور جانوروں کی بار برداری میں بوجھ کی مقدار اور مسافت بتا دی جائے غرضیکہ جو باتیں عادت میں جھگڑے کا سبب ہوں انہیں مجہول نہ رکھنا چاہئے اور واضح طور پر ذکر کردینا چاہئے اور ان کی تفصیل طویل ہے ہم نے اسی قدر اکتفا کیا کہ اس سے احکام وضاحت سے معلوم ہوجائیں اور مشکل مواقع پر واقفیت ہو تاکہ انہیں مفتی سے دریافت کیا جائے علاوہ ازیں تمام مسائل کو کماحقہ مفصل جاننا مفتی کا کام ہے نہ عوام کا۔

بیان نمبر5 مضاربت: اس میں تین ارکان ہیں (ا) راس المال اس میں یہ شرط ہے کہ نقد اور معین ہو اور مضاربت کیلئے دیا جائے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہ ہوگی

کہ تجارت کا باب ان دونوں میں تنگ ہے۔ معین سے یہ ثابت ہوا کہ اگر راس المال میں روپوں کی تھیلی دے تو درست نہ ہوگی اس لئے کہ اس میں نفع کی مقدار مجہول ہے اور مضاربت کے دینے سے یہ ثابت ہوا کہ اگر راس المال اپنے قبضہ میں رکھنے کی شرط کرے گا تو مضاربت صحیح نہ ہوگیا کہ اس صورت میں بھی راہ تجارت تنگ ہے۔

رکن نمبر6 نفع: اس میں یہ شرط ہے کہ حصہ اور سہام مقرر کیا جائے یہ نہ کہے کہ تجھے سو روپے دوں گا اور باقی میرا ایسی مضاربت درست نہ ہوگی اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہ ہو تو محنت مضاربت کی رائیگاں جائے گی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی رو سے معین نہ ہونی چاہئے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جائے۔

رکن نمبر3 مضارب کا کام: اس کی شرط یہ ہے کہ کام اس طرح کا ہو جس سے تجارت کا باب تنگ نہ ہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جائے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ میں صرف جانور خرید کرکے ان کی نسل بڑھانا اس نسل کو آپس میں تقسیم کرلیں گے یا گیہوں خرید کرکے روٹی پکانا جو نفع ہوگا اسے آپس میں بانٹ لیں گے تو درست نہ ہوگی اس لئے کہ مضاربت کی اجازت تجارت میں ہے اور وہ بیع و شراء اور ان کے متعلقات کرنے سے ہوتی ہے اور روٹی پکانا اور جانوروں کی رکھوالی داخل تجارت نہیں بلکہ یہ کاروبار ہیں اس لئے مضاربت درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر مضارب سے یہ شرط کرلے کہ بجز فلاں شخص کے اور کسی سے خرید نہ کرنا یا سرخ ریشم کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا یا اور کوئی شرط لگائے جس سے تجارت کی راہ تنگ ہوجائے تو عقد مضاربت فاسد ہوجائے گی۔

مسئلہ: جب عقد مضاربت دو شخصوں میں ہوجائے تو اب مضارب وکیل ہے۔ راس المال میں وکیلوں کی طرح تصرف کرے اور مالک جس وقت چاہے مضاربت کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت میں فسخ کرے گا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہے تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہو اور اس میں کچھ نفع نہ ہوا ہو تو وہ مالک کو پھیر دیا جائے گا اور مالک کو یہ اختیار نہیں کہ مضاربت رہنے دے اور کہے کہ اس مال کو نقد کرکے دو کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہوگیا اس کے سوا اور کوئی چیز مضارب کے ذمہ پر لازم نہیں۔

مسئلہ: اگر مضارب کہے کہ میں اسے بیچے دیتا ہوں اور مالک انکار کرے تو مالک کی رائے مانی جائے گی ہاں جس صورت میں کہ مضارب کو کوئی ایسا گاہک ملے جس کی وجہ سے راس المال پر نفع ہوتا ہو تو اب مضارب کے قول پر عمل ہوگا۔

مسئلہ: اگر راس المال پر نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہئے کہ راس المال کی مقدار اس میں سے فروخت کرڈالے اس نقد کے بدلہ میں جو راس المال میں لگا تھا اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچتا ہوا مال فائدہ ہو اور اس میں دونوں شریک رہیں اور مضارب پر یہ ضروری نہیں کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اس کو

بیچ ڈالے اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوٰۃ کیلئے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کریں پس جس صورت میں کہ نفع کسی قدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: مضارب کو یہ اختیار نہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر مال مضاربت کو سفر میں لے جائے اگر لے جائے گا تو اس کے تصرفات تو درست ہوں گے مگر در صورت تلف نقد اور چیز سب کا تاوان دینا پڑے گا کیونکہ باہر لے جانے سے اس کی زیادتی ثابت ہوگی۔

مسئلہ: اگر اجازت سے سفر کرے گا تو درست ہے اس صورت میں خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ناپ تول کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جس کی عادت سوداگروں کو نہ ہو راس المال پر ہوتی ہے لیکن تھان کا کھولنا اور نہ کرنا اور تھوڑا سا کام کرنا جو اکثر خود کرلیا کرتے ہیں ان پر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہیں۔

مسئلہ: جب تک مضارب اسی شہر میں رہے جہاں مضاربت ہوتی ہے تو اس کا نفقہ اور مکان سکونت خود اس کے ذمہ ہے مگر دکان کا کرایہ اس کے ذمہ نہیں اور جس صورت میں کہ خاص مال مضاربت کیلئے سفر کرے اس وقت اس کا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے واپس لوٹے تو اسے چاہئے کہ سامان سفر کی جو چیزیں رہ گئی ہیں مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت میں شامل کردے۔

بیان نمبر 6 شرکت: اس کی چار قسمیں ہیں ان میں سے تین باطل ہیں۔ (1) شرکت مفاوضہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں کے مال جدا جدا ہیں اور وہ آپس میں کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمیں نفع یا نقصان ہو اس سب میں ہم شریک ہیں تو یہ صورت باطل ہے۔ (2) شرکت ابدان وہ یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اجرت میں ایک دوسرے کی شرکت کرلیں یہ بھی باطل ہے۔ (3) شرکت وجوہ وہ اس طرح ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اس کا قول لوگ مانتے ہوں وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوا دے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع میں دونوں باہم شریک ہوں یہ شرکت بھی باطل ہے۔ (4) شرکت عنان یہ درست ہے اور جائز ہے اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپس میں اسی طرح ملا دیں کہ بغیر تقسیم کیئے ان میں تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے۔

مسئلہ: اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں میں حصہ رسد موافق دونوں کے مالوں کے تقسیم ہوجائے اور یہ درست نہیں کہ مالوں کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہرا دیں مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اس کی شرکت نفع نقصان میں تہائی ہی رہے گی یہ نہ ہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہوجائے پھر جب ایک شخص کو معزول کردیا جائے تو اس کا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علیحدہ ہو جائے گی۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے۔ کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اس میں نقد کی بھی ضرورت نہیں بخلاف مضاربت کے کہ اس میں راس المال کا نقد ہونا چاہئے۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ علم فقہ میں اس قدر علم سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہے ورنہ ناوانستہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا اور قصاب اور نان بائی اور سبزی فروش کے معاملہ سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہیں سب کو ضرورت پڑتی ہے اور اس معاملہ میں تین مشکلات پیش آتی ہیں۔ (۱) بیع کی شرطوں کو ترک کرنا۔ (2) بیع سلم کی شرطوں کا لحاظ نہ رکھنا (3) لین دین پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یوں ہوگئی ہے کہ جتنی روزمرہ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے اس قدر ان لوگوں کے پاس چٹھی بھیج دی جاتی ہے پھر چند روز بعد حساب ہوتا ہے اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگائی جاتی ہے جس پر طرفین راضی ہوجائیں اور بوجہ ضرورت کے اس امور پر اباحت کا حکم ہے اور یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا روزمرہ چیز کا بتوقع عوض کے حصول کے دینا اس چیز کے کھانے کو مباح کردیتا ہے مگر کھانے کے بعد ضمان چاہئے اور جس روز چیز کو کھایا اس روز کا دام اس کے ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہوگئے اب جو جس قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہئے کہ ان سے مطلق تحریر لکھائی جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ روزمرہ کی قیمتوں کے تفاوت کو اس میں کچھ دخل ہو تو ایسے معاملات میں اسی رواج پر قناعت کرنا چاہئے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کے لئے ہر لحظہ نہایت مشکل ہے اسی طرح ہرگھڑی ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کیلئے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب و قبول عمل میں آنا دشواری کی صورت میں ہے پس جس صورت میں کہ اس قسم کے معاملات کثرت سے ہوتے ہیں تو آسانی اسی میں ہے کہ ان کی قیمت یکجا لگادی جائے۔

معاملات میں عدل کرنے اور ظلم سے احتراز: کا بیان کاروبار کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ مفتی اسے صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اس میں ظلم ایسا ہوتا ہے جس کی وجہ سے معاملہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوجاتا ہے گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہ ہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اس کا ضرر عام ہو۔ (2) اس کا ضرر خاص معاملہ کرنے والے کو ہر قسم اول کی بہت سی انواع ہیں جن میں سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہیں۔ (۱) گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کو بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہے اور بھاؤ کی مہنگائی کا منتظر رہتا ہے اور یہ فعل ظلم عام ہے اور اس کا کرنے والا شرع میں مذموم ہے۔

احادیث مبارکہ: (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من احتکر الطعام اربعین یوما ثم تصدق بہ لم تکن صدقتہ کفارۃ لاحتکارہ ترجمہ: جو شخص غلہ چالیس دن روکے رکھے پھر صدقہ کرے تو اس کا صدقہ اس کے روک رکھنے کا کفارہ نہ ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا من احتکر الطعام اربعین یوما فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ ترجمہ: جس نے چالیس دن غلہ روکے رکھا تو وہ اللہ سے بری ہوا اللہ اس سے بری ہوا۔

فائدہ: بعض روایت میں فقد بری الخ کے عوض فکانما قتل نفسا" ہے گویا اس نے ایک نفس کو قتل کیا ہے۔ (3) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جو کوئی غلہ کو چالیس دن روک رکھے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے (4) منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلہ آگ سے پھونک دیا تھا۔

غلہ نہ روکنے کے فضائل: (1) مروی ہے کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لائے اور اسی دن کے نرخ سے اسے بیچ دے تو گویا اس نے وہ غلہ خیرات کردیا۔ (2) ایک روایت میں ہے کہ گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا (3) بعض نے اس آیت کی تفسیر میں ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم (حج 25) ترجمہ کنزالایمان: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ فرمایا ہے کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہے اور اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

حکایت: بعض اکابر دین سلف صالحین سے مروی ہے کہ وہ واسط میں تھے وہاں سے انہوں نے ایک گیہوں کی کشتی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھ دیا کہ جس روز کشتی بصرہ میں داخل ہو اسی روز غلہ فروخت کردینا دوسرے روز توقف نہ کرنا اتفاقاً جب کشتی پہنچی تو نرخ ارزاں تھا سوداگروں نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہرو تو تمہیں کئی گنا فائدہ ملے گا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور ان کے کہنے کے مطابق کئی گناہ نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ کر بھیجی مالک غلہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمیں منظور نہیں کیا کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین میں سے اس کے بدلے کچھ کم ہو جائے تم نے غلط کیا اب اس کا تدارک یہ ہے کہ میرے خط پہنچتے ہی تمام مال بصرہ کے فقراء پر خیرات کردو شاید اس تدبیر سے مجھے ثواب نہ ہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤں گا۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہے وہ مطلق ہے لیکن اس میں وقت اور جنس کا لحاظ چاہئے پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا میں عام ہے۔ خواہ کوئی شے ہو نہیں روکنا چاہئے ہاں جو چیزیں کہ آدمی کی غذا پر مددگار نہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں اگرچہ کھائی جاتی ہوں جیسے ادویہ جڑی بوٹیاں اور زعفران وغیرہ اور جو چیزیں کہ غذا کی مددگار ہیں جیسے گوشت اور میوے یا ایسی چیزیں کہ بعض اوقات میں غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہیں اگرچہ ہمیشہ ان کو غذا نہیں کرسکتے تو ان میں تامل اور اختلاف ہے بعض علمائے نے ان اشیاء کو بھی ممانعت میں شامل رکھا ہے اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کا تیل یا جو اس طرح کی چیزیں ہوں سب کے روکنے کو حرام فرمایا ہے اور بعض کے نزدیک ان چیزوں کے روکنے میں کوئی قباحت نہیں۔

مسئلہ: وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت یا تو تمام اوقات میں عام ہے اور وہ حکایت جو بصرہ میں غلہ پہنچنے کے وقت نرخ کے ارزاں ہونے کے باب میں مذکورہ ہوئی اس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت

ا۔ ایک شہر کا نام ہے 12_ اویسی غفرلہ

تمام اوقات میں نہ رہے بلکہ خاص ان اوقات میں ہو جن میں غلہ کی کمی ہو اور عوام کو اس کی حاجت ہو یہاں تک کہ رک کر بیچنے میں عوام کا ضرر ہو اور جس صورت میں کہ غلہ کی افراط ہو اور عوام کی حاجت اس کی طرف نہ ہو اور اگر کسی کو خواہش بھی ہو تو تھوڑے دام لگائے ایسے وقت میں اگر غلہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہ ہو تو اس میں کسی کا ضرر نہیں۔

مسئلہ: ایام قحط میں شہد اور گھی وغیرہ کے رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہے تو ان کا رکھ چھوڑنا حرام ہے۔

مسئلہ: حرمت کے ہونے اور نہ ہونے کا دارومدار ضرر پر کیا جائے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہے اور جس صورت میں کہ ضرر نہ ہو اس صورت میں بھی غلہ کا روک رکھنا خالی کراہت سے نہیں اس لئے کہ اگرچہ غلہ والا متوقع ضرر کا نہیں مگر اس کے آغاز کا متوقع بہر صورت ہے یعنی بھاؤ کا گراں ہونا اس کو منظور نظر رہتا ہے اور جیسے خود ضرر رسانی ممنوع ہے۔ یہ بھی اس طرح۔

مسئلہ: جو چیز اس کی تمہید اور آغاز پڑے وہ بھی ممنوع ہے اس کی برائی خود اس کی بنسبت کم ہے اور ضرر رسانی ہوگی اسی کے موافق کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہوں گے خلاصہ یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہیں اس لئے کہ تجارت میں فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہے تو چاہئے کہ ایسی ہی چیزوں میں طلب کیا جائے جو مخلوق کی اصل ضرورت میں داخل نہ ہو اور مخلوق ان کی ضرورت نہ ہو۔

حکایت: کسی تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع میں نہ سونپنا اور نہ دو پیشوں میں اول بیع غلہ ہے دوم کفن کی بیع کیونکہ غلہ کا بیچنے والا گرانی چاہتا ہے اور کفن کا بائع لوگوں کی موت چاہتا ہے اور دو پیشے یہ ہیں اول قصاب کا کہ اس سے دل سخت ہوجاتا ہے دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے زینت دیتا ہے۔

دوسری نوع: ضرر عام کے نقد میں کھوٹے رپوں کو رواج دینا ہے اور یہ ظلم ہے کیونکہ اس سے کاروباریوں کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو اگر واقف ہوگا تو وہ دوسروں میں اس کو رائج کرے گا اسی طرح جس کے ہاتھ وہ رکھتا جائے گا وہ دوسرے کو دیتا جائے گا اور اس کا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جائے گا اور سب کا وبال اور گناہ پہلے شخص پر ہوگا کہ اسی نے یہ طریقہ نکالا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سن سنتہ سیتہ فعمل بہما من بعدہ کان علیہ وزرھا ومثل وزر من عمل بہا لا ینقص من اوزارھم شیئا ترجمہ: جس شخص نے کوئی طریقہ بد نکالا اور اس کے بعد اس پر کسی نے عمل کیا تو اس بانی پر اس کا خود کا گناہ ہوگا اور جو کوئی اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ کی قدر بھی اس پر ہوتا رہے گا اور ان کے گناہ سے کچھ کم نہ ہوگا۔

فائدہ: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپوں کی چوری سے زیادہ سخت ہے اس لئے

چوری ایک نافرمانی ہے کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوگئی اور کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک ایسی بدعت سیئہ ہے جو رائج کنندہ دین میں ظاہر کرتا ہے اور ایک برا طریق ہے جس کو بعد والوں کیلئے بنائے جاتا ہے تو اس کا گناہ موت کے بعد تا قیامت رہ سکتا ہے جب تک کہ وہ روپیہ چلتا رہے گا اس کے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگوں کے مال میں ہوگا ان سب کا وبال اس کی گردن پر رہے گا۔

درس عبرت: خوش بخت ہے وہ شخص کو اس کے مرنے پر اس کے گناہ بھی مرجائیں اور نہایت خرابی ہے اسے جو خود مرجائے لیکن اس کے گناہ صدہا سال باقی رہیں اور ان کے سبب سے اسے قبر میں عذاب ہوتا رہے اور جب تک اس کا انقطاع ہو تب تک کی اس سے بازپرس ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونکتب ماقدموا وآثارھم ترجمہ: ہم لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور ان کے پیچھے نشان رہے۔ وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جائیں گے وہ بھی لکھیں گے جیسے وہ لکھیں گے جن کو وہ اپنی زندگی میں کرگئے۔ (2) اسی طرح پر یہ ارشاد ہے ینبا الانسان یومیذ بما قدم واخر اخر سے وہی آثار اعمال مراد ہیں جو برے طریقے کی جڑ باندھا گیا ہے اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔

کھوٹے روپوں کے مسائل: کھوٹے روپیہ کے متعلق پانچ امور ہیں۔ (1) جب ایسا روپیہ دیندار تاجر کے پاس آئے تو چاہیے کہ اسے کنویں میں ڈال دے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس سے اعتراز کرے کہ اسے دوسرے کاروبار میں رائج کرے۔

مسئلہ: اگر اسے توڑ ڈالے اس طرح کہ اسے پھر کاروبار نہ ہوسکے تو بھی جائز ہے۔ (2) تاجر کو کھرے کھوٹے کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے نہ اس غرض سے کہ اپنے روپوں کو کھرا دیکھ لیا کرے گا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان کو کھوٹا روپیہ اس کے ہاتھ سے لاعلمی میں نہ دیا جائے اور اس کی وجہ سے گنہگار نہ ٹھہرے۔

مسئلہ: اگر اس علم سیکھنے میں قصور کرے گا تو خطاوار ٹھہرے گا کیونکہ جس عمل کیلئے ایسا علم ہے جس سے مسلمانوں کی خیرخواہی ہوتی ہے تو اس عمل میں اس علم کا سیکھنا واجب ہے اور اسی وجہ سے اکابر دین سلف صالحین نقد کی علامات سیکھ لیا کرتے تھے کہ دیانت میں خلل نہ ہو۔ دنیا کا انہیں کوئی لحاظ نہ تھا۔ (3) اگر کاروبار والوں کو ایسا روپیہ دے کر کہہ دے کہ کھوٹا ہے تب بھی دائرہ گناہ سے باہر نہ ہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اسے لیتا ہے وہ اسی لئے لیتا ہے کہ کسی اور کو بے خبری میں دیدے گا اگر یہ نیت نہ ہوتی تو وہ اس کو ہرگز نہ لیتا ہاں اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا جو ضرر خاص کاروباری کو ہوتا ہے اس کے گناہ سے بچ جائے گا۔ (4) اگر کھوٹے روپے اس نیت سے لے گا کہ مطابق حدیث شریف کے کاربند ہو۔ رحم اللہ امرأسہل البیع سہل الشراء سہل القضاء سہل الاقتضاء ترجمہ: اللہ رحم کرے خریدوفروخت میں نرمی کرنے والے پر ادائیگی قرض مانگنے میں نرمی کرنے والے پر۔ تو اس حدیث کی دعا برکت میں داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اس کو کنویں میں ڈال دوں گا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہو کہ کسی دور جگہ چلاؤں گا تو یہ ایک برائی ہے کہ شیطان نے نیکی کا نام دے کر سمجھا دی اس صورت میں ان لوگوں میں

داخل نہ ہوگا جو دام لینے میں چشم پوشی کرتے ہیں۔ (5) کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہے جس میں بالکل چاندی نہ ہو صرف ملمع ہو یا اشرفی ہو تو اس میں سونا نام کا نہ ہو بجز ملمع کے اور جس روپیہ میں چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر میں وہ مروج ہو تو اس سے کاروبار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے ہماری رائے یہی ہے کہ اگر شہر میں اس کا رواج ہے تو اس سے کاروبار کرنا جائز ہے خواہ اس کی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہ ہو اگر شہر میں وہ سکہ نہیں چلتا تو اس صورت میں اس سے معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اس میں چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر داموں میں کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اس میں چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہئے کہ جس کو وہ روپیہ دے اسے اس کے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگوں سے کرے جن کو جان لے کہ یہ اس روپیہ کو برابر میں نہ چلائے گا اور دوسروں کو دھوکا نہ دیں گے۔

مسئلہ: اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اس کو برابر میں چلائے گا تو اس کو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود فساد کا بانی بنتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسے جانتا ہو کہ وہ ان کی شراب بنائے گا یہ بیع ممنوع ہے اور برائی میں مدد کرنا اور اس کا شریک ہونا ہے اوران جیسے امور کا تجارت میں خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے بہتر ہے اسی وجہ سے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ سچا تاجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابد سے افضل ہے اور اکابرین سلف صالحین کاروبار میں ایسی باتوں سے بہت احتیاط کرتے تھے۔

حکایت: ایک غازی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار جہاد میں اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر دوڑایا کہ اسے قتل کروں مگر گھوڑے نے قصور کیا میں لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا میں نے دوبارہ حملہ کیا اس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی میں نے تیسری بار حملہ کیا۔ اس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیااور کہیں کا کہیں چلا گیا حالانکہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا میں جنگ سے واپس آیا اور مجھے نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے میں جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرضیکہ اپنا سامان لئے خیمہ میں آیا اوراپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھ کر گھوڑے کو چھوڑ کر لیٹ گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ گھوڑا مجھ سے کہتا ہے کہ اللہ کو یاد کرو تم نے تین بار یہ چاہا کہ کافر کو مجھ سے سوار ہو کر مارو حالانکہ کل جو تم نے میرا چارہ لیا تھا اس میں ایک دام کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ تم ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھ سے اطاعت چاہو۔ اس پر میں جاگا اور بہت خوف ہوا گھاس والے کے پاس جاکر کھوٹا دام واپس لیکر کھرا دیا۔

فائدہ: یہ دو مثالیں ضرر عام کی لکھ دی گئیں ان پر قیاس کرلینا چاہئے۔

قسم نمبر2 ظلم: ظلم یہ ہے کہ جس کا ضرر خاص کاروباریوں کو ہو تو جن امور میں سے کہ کاروباریوں کا نقصان ہوتا ہے وہ ظلم میں داخل ہے عدل اس کا نام ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہنچائے۔

قاعدہ: اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دوسرے کیلئے وہی بات چاہے جو اپنے لئے چاہے اوراسی کے قریب یہ مثل فارسی کی مشہور ہے ہرچہ برخود نہ پسندی بردیگرے پسند۔ تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اپنے ساتھ کوئی کرے تو بری

معلوم ہوا اور دل پر ناگوار گزرے مناسب ہے کہ وہ بات خود بھی دوسروں کے ساتھ نہ کرے بلکہ یوں چاہئے کہ اس کے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اس کے ہاتھ کوئی وہ شے بیچتا تو آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اس خیرخواہی کا تارک ہوگا جس کا کاروبار میں بجالانے کا حکم ہے۔ یہ بیان اس امر کا مجمل ہوا۔

فائدہ: تفصیل ان امور کی چار باتوں میں منحصر ہے۔ (1) جو بات متاع میں نہ ہو وہ اس کی صفت میں بیان نہ کرے۔ (2) چیز میں جو عیب اور پوشیدہ صفات ہوں ان کو مطلق نہ چھپائے۔ (3) چیز کی مقدار اور وزن میں کچھ پوشیدہ نہ کرے۔ (4) اس کے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے اسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرلے تو اس چیز کو خرید نہ کرے اب ہر ایک کا بیان مفصل ہوتا ہے۔

مسئلہ: چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ مبیع کی تعریف کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ (1) وہ باتیں جو اس میں بیان کرتا ہے واقع میں اس کے اندر نہیں تو اس صورت میں صریح جھوٹ ہے۔

مسئلہ: اگر مشتری اس کی باتوں کو مان لے گا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغابازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی۔

مسئلہ: اگر مشتری نہ مانے گا تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کے ذمہ رہے گی۔ (2) چیز میں ایسی باتیں بتادے جو اس میں موجود ہوں اس صورت میں اس کا کلام لغو اور بے فائدہ ہے اور اسے تمام کلمات کا حساب دینا ہے کہ فلاح کلمہ یوں کہا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق 18) ترجمہ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

مسئلہ: اگر چیز میں ایسی باتیں بیان کرے جو اس کے اندر ہوں اور بغیر ذکر کئے ہی مشتری کو ان پر واقفیت نہ ہو مثلاً لونڈی غلاموں اور جانوروں کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ جس قدر موجود ہوں ان کو بے کم و کاست بغیر مبالغہ اور طوالت کے کہے۔

مسئلہ: اس بیان میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ مسلمان بھائی ان امور سے واقف ہوکر اس کی رغبت کرے اور اس سبب سے اس کا کام نکلے مگر ان امور کے بیان کرنے میں قسم قطعاً نہ کھائے اس لئے کہ اگر جھوٹ پر قسم کھائے گا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہے کہ شہر کے شہر چوپٹ کردیتا ہے اور اگر سچ پر قسم کھائے گا تو اللہ تعالیٰ کو اپنی قسم کا نشانہ بنائے گا اور یہ کمال گستاخی ہے کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہاں کہ بلاضرورت اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کی ترویج کا قصد کیا جائے۔

حدیث: میں ہے کہ خرابی ہے سوداگر کی ان کلمات سے بلٰی واللہ ولا واللہ اور خرابی ہے کاریگر کی کل اور پرسوں کے وعدہ کرنے سے۔ حدیث میں وارد ہے۔ الیمین الکاذبۃ منفقۃ للسلع ممحقۃ للکسب۔ ترجمہ:

جھوٹی قسم متاع کو رواج دینے والی ہے اور کسب کو مٹانے والی۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاثۃ لا ینظر واللہ الیھم یوم القیامۃ عتل متکبر ومنان بعطیتہ ومنفق سلعتہ بیمینہ۔ ترجمہ: تین ایسے ہیں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (1)درشت خو متکبر (2) کسی کو کچھ دے کر احسان جتلانے والا (3) اپنے سامان کو قسم سے رواج دینے والا۔

فائدہ: جس صورت میں کہ چیز کی تعریف کرنا باوجود راست ہونے کے اس لحاظ سے مکروہ ہے کہ وہ ایک کلمہ لغو ہے روزی تو اس سے زیادہ نہیں ہوتی تو قسم کے باب میں شدت کا ہونا اس سے صاف ظاہر ہے۔ یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے ان سے کسی نے ریشم خرید لینے کیلئے مانگا ان کے غلام نے ریشم کے طاقوں کی گٹھڑی نکالی۔ آپ نے اسے پھیلایا اور دیکھ کر کہاکہ الٰہی ہمیں جنت نصیب کر یہ کہہ کر غلام سے کہاکہ اسے اپنی جگہ پر رکھ دے اور خریدار کے ہاتھ اس میں کچھ نہ بیچا اس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل گئی تھی کہیں کنایۃ اپنی چیز کی تعریف میں متصور نہ ہو۔

تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے دنیا میں تجارت کی اور معاملات میں اپنے دین کو دین نہیں کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع طلب کرنا بنسبت دنیوی نفع کے بہتر ہے۔ (2) چاہئے کہ مبیع کے تمام عیب خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ تمام ظاہر کرے ان میں سے کچھ نہ چھپائے کہ یہ امر واجب ہے اگر کوئی عیب چھپا دے گا تو ظالم اور دغاباز ہوگا اور دغا دینا حرام ہے اور نصیحت یعنی مسلمانوں کی خیرخواہی جو ضروری ہے اس کا تارک ہی ہوگا۔

مسئلہ: جس صورت میں کپڑے کا اچھا رخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغاباز ہوگا اسی طرح اگر مبیع کو اندھیرے مکانوں میں مشتری کے سامنے کرے گا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے میں سے اچھا پہناوا دکھائے گا تو دغابازی ثابت ہوگی اور دغا اور فریب کی حرمت پہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا دست مبارک اس کے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے اس نے عرض کیا کہ اسے مینہ پہنچ گیا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلہ کو اوپر کیوں نہیں کردیا۔ تاکہ لوگ دیکھتے جو ہمیں دغا دے وہ ہم سے نہیں۔

مسئلہ: عیب کے کہہ دینے سے مسلمانوں کی خیرخواہی کا واجب ہونا اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حکایت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب جریر سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کیلئے اٹھے آپ نے ان کا کپڑا کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی ان پر شرط کردی پس جریر کا دستور تھا کہ جب اسباب بیچنے کیلئے کھڑے ہوتے تو اس کے عیب مشتری کو خوب دکھلا دیتے اور کہتے کہ اب تمہیں اختیار ہے چاہو لو چاہو نہ لوگوں نے ان سے کہاکہ تم

ا۔ یمین غموس اس قسم کو کہتے ہیں کہ گزشتہ کام پر قسم کھائے اور جانتا ہو کہ وہ کام اس طرح نہ تھا۔ (اولیی غفرلہ)

اگر ایسا کرو گے تو تمہاری بیع کوئی بھی نہ ہوسکے گی انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہے کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کریں گے یعنی اگر اسی طرح بیع نہ کریں تو خلاف عہد ہوگا۔

حکایت: واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اس کے دام تین سو درہم بائع کر دیئے واثلہ کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اس کے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کیلئے لی ہے یا سواری کیلئے اس نے کہا کہ سواری کیلئے آپ نے فرمایا کہ اس کے پاؤں میں میں نے ایک شگاف دیکھا ہے اس سے برابر منزلیں نہ ہوسکیں گی وہ واپس آیا اور اونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا۔ بائع نے اس کے دام سو درہم کم دیئے اور واثلہ سے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے کہ تم نے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کرچکے ہیں کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کریں گے اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ لا یحل لاحد یبیع بیعا الا ان یبین آفتہٗ ولا یحل لمن یعلم ذلک الا یبینہٗ ترجمہ: کسی کو یہ جائز نہیں کہ بیع کرے مگر یہ کہ اس میں وہ بیان کرے جو اس میں ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی کسی امر پر واقف ہوکر اسے بیان نہ کرے۔ فائدہ: سلف صالحین نے خیرخواہی سے یہی مضمون سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کیلئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے چاہے۔

فائدہ: مسلمان کی خیرخواہی کو یہ نہیں سمجھتے تھے کہ زوائد اور فضائل میں سے ہے بلکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرائط میں سے ہے اور بیعت میں داخل ہے اور یہ اکثر لوگوں پر دشوار ہے اس لئے کہ متقی محتاط لوگ ان جھگڑوں میں نہیں پڑتے اور گوشہ تنہائی اختیار کرکے محض عبادت کرتے ہیں کیونکہ عوام میں مل جل کر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجاآوری ایک ایسی سخت ریاضت ہے کہ اسے بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

فائدہ: یہ امر بغیر دو چیزوں کے اعتقاد کئے آسان نہیں ہوسکتا۔ (1) یہ سمجھنا کہ عیوب کو چھپاکر مبیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھے گی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہے گی اور یہ متفرق گناہ جمع ہوکر ایک روز یکایک سب سرمایہ لے ڈوبے گا۔

حکایت: کسی شخص کے یہاں ایک گائے تھی وہ اس کے دودھ میں پانی ملاکر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ سیلاب آیا اور وہ گائے ڈوب گئی اس کے کسی لڑکے نے کہا کہ یہ وہی پانی تھا جو ہم دودھ میں ملاتے تھے وہ اچانک جمع ہوگئے اور گائے کو بہاکر لے گئے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ البیعان اذاصدقا ونصحا بورک بھما فی بیعھما واذاکتما وکذبانزعت برکتہ بیعھما۔ بائع اور مشتری جب سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیرخواہی کریں تو ان کو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور جب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی بیع کی برکت چھین لی

جاتی ہے۔ حدیث نمبر2- ید اللہ علی الشریکین مالم یتخاونا فاذا تخاونا رفع ید یہ عنھما۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دو شریکوں پر ہے جب تک کہ ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں اور جب وہ آپس میں خیانت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ ان پر سے اٹھالیتا ہے۔

انتباہ: مال بڑھتا نہیں جیسے خیرات سے کم نہیں ہوتا اور جو شخص زیادتی اور کمی بجز تولنے کے دوسری طرح نہیں جانتا وہ اس کو باور نہیں کرے جیسے معلوم ہے کہ کبھی ایک روپیہ میں وہ برکت ہوتی ہے کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہوجاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ ہزاروں میں سے اس طرح برکت اڑا دیتا ہے کہ وہ مالک کی تباہی کے اسباب بنتے ہیں یہاں تک کہ انسان تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش یہ ہزاروں روپے میرے پاس نہ ہوتے اور بعض اوقات ان باتوں کو اپنے مناسب جانتا ہے تو وہ ہمارے قول کا معنی سمجھتا ہے کہ واقع میں خیانت سے مال بڑھتا نہیں اور صدقہ دینے سے کم نہیں ہوتا۔

نسخہ مجربہ: ہم یہاں ایک ایسا نسخہ لکھتے ہیں کہ جس سے خیر خواہی سالک میں کامل اور سہل ہوجائے یہ ہے کہ سالک جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہاں کی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہے اور مال کے فوائد عمر کے پورا ہوجانے سے ختم ہوجاتے ہیں اور بندوں کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہے اس صورت میں عاقل انسان کیسے پسند کرے گا کہ ادنیٰ چیز لے اس کے بدلہ میں اعلیٰ چیز دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہے کہ تمام چیزوں سے اعلیٰ اور بہتر ہے (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ اور ہمیشہ مخلوق سے اللہ تعالیٰ کا غضب دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دیں (حدیث) ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب تک یہ پرواہ نہ کریں کہ دین کی سلامتی کے مقابل ان کی دنیا میں سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہیں اور پھر لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹے ہو یہ تم صدق دل سے نہیں کہتے ہو۔ (حدیث) جو شخص لا الٰہ الا اللہ اخلاص سے کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اس کا اخلاص کیا ہے۔ فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہے اس سے اپنے کو بچائے (حدیث) فرمایا ما آمن بالقرآن من استحل محارمہ ترجمہ وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا جو اس کے محرمات کو حلال جانتا ہے (فائدہ) جو یہ جان لے گا کہ یہ باتیں اس کے ایمان میں مخل ہیں اور تجارت اخروی کا راس المال اپنے کئے۔ بلاشبہ ایمان ہے تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب کیوں ضائع کرے گا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو (حکایت) بعض تابعین فرماتے ہیں کہ اگر میں مسجد جامع میں جاؤں اور وہ نمازیوں سے بھری ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ ان سب میں بہتر کون ہے تو یہی کہوں کہ جو سب سے زیادہ مسلمانوں کا خیرخواہ ہو وہ سب سے اچھا ہے پھر اگر کوئی کہہ دے کہ یہ شخص سب سے زیادہ خیر خواہ ہے تو کہہ دوں کہ یہی سب میں اچھا ہے۔ اور اگر کوئی یوں پوچھے کہ ان میں بدتر کون ہے تو کہوں کہ جو سب سے زیادہ لوگوں سے دغا کرتے ہو اور جب کوئی بتائے کہ یہ شخص زیادہ دغا باز ہے تو کہدوں کہ یہی سب سے برا ہے۔

مسئلہ: دغا کرنا تمام معاملات میں بیع ہو یا کاریگری حرام ہے۔

فائدہ: کاریگر کو بھی نہیں چاہئے کہ اپنے کام میں سستی کرے اس طرح کہ اگر خود وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویسا ہی کرے جیسا اس نے کیا تو پسند نہ کرے بلکہ چاہے کہ اپنا کام خوبی اور پائیداری سے کردے اور اگر اس میں کوئی برائی ہو تو اس کو بیان کردے اس طرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہے۔

حکایت: ایک موچی نے ابن سالم سے پوچھا اگر میں جوتیوں کی بیع سلم کروں تو مجھے کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ دونوں رخ برابر بنانا اور دہنے پہناوے کو بائیں سے خوبصورت نہ بنانا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو۔ ٹکڑے نہ ہوں اور سلائی برابر کرنا اور ایک پہناوے کو دوسرے پر نہ رکھنا۔

حکایت: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا تھا کہ کپڑے میں رفو ایسا ہے جو معلوم نہیں ہوتا اس کی بیع کیسی ہے فرمایا کہ بائع کو اس کا چھپانا درست نہیں ہاں اگر رفوساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو مانگتا ہے اور خرید کرنا نہیں چاہتا تو اس کو درست ہے کہ رفو کا اظہار نہ کرے۔

سوال: جب انسان پر مبیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی کاروبار نہ چلے گا۔

جواب: کاروبار چلنے کی صورت یہ ہے کہ تاجر ایسی ہی چیز خریدے جو عیب دار نہ ہو اور اگر وہ فروخت نہ کرے تو اپنے لئے رکھ سکے پھر فروخت کے وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت بھی کرے گا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور دراصل مشکل یہ ہے کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے اور بہت مال بغیر دغا کے ملتا نہیں پس جو شخص تجارت کا طریقہ موافق مذکورہ بالا کرے گا وہ عیب دار چیز کیوں خریدے گا کہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اس قسم کی چیز آجائے تو اس کے عیب کو ذکر کر دینا چاہئے اور اس کا جو دام حاصل ہو اس پر قناعت کرنی چاہئے۔

حکایت: ابن سیرین نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اس میں ایک عیب ہے اس کو بھی سن لو وہ یہ ہے کہ چارہ کو پاؤں سے پلٹ دیتی ہے۔

حکایت: حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایک بار اس کی ناک سے ہمارے یہاں خون آیا تھا۔

فائدہ: اکابرین سلف صالحین کی عادت کاروبار میں یہ تھی کہ ادنیٰ بات ذکر کردیتے تھے اب جس شخص سے ان کو پابندی نہ ہوسکے تو اسے چاہئے کہ کاروبار کو چھوڑ دے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر یقین کرلے۔ (3) مقدار نہ چھپائے یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے میں احتیاط کرنے سے ہوتا ہے تو چاہئے کہ جس طرح خود دوسروں سے لے اسی طرح دوسروں کو دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ویل للمطففین الذین اذااکتالواعلی الناس

یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون۔ (المطففین 1) ترجمہ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں۔

فائدہ: اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ دوسروں کو پلڑا جھکتا دے اور خود اڑتا ہوا لے۔ کیونکہ پلڑوں کی برابری بہت کم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے زیادتی اور کمی میں بچاؤ کی صورت نکل آتی ہے علاوہ ازیں پورا حق لینے میں یہ احتمال بھی رہتا ہے کہ شاید طرف ثانی کا زیادہ نہ آجائے یا اسے کمتر پہنچے اس لئے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی نہیں رہتا۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ایک رتی کے بدلے میں اللہ تعالیٰ سے ویل یعنی خرابی کیوں خریدوں اس لئے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دیتے وقت ایک رتی زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہے اس شخص کو جو ایک رتی کے عوض جنت بیچ ڈالے جس کا عرض آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے اور نہایت خسارہ اس آدمی کو ہے جو طوبیٰ بیچ کر ویل خرید لے۔

فائدہ: ان جیسے چیزوں سے بچنے کیلئے جو سلف نے نہایت تاکید کی اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ چیزیں بندوں کے حقوق ہیں جن سے توبہ نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کس کس کا حق رہ گیا کہ وہ اکٹھے ہو جائیں اور ان کو ان کے حق دیدیئے جائیں۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز خریدی تو دام تولنے والے سے فرمایا۔ زن وارجح۔ دام کو وزن کر اور جھکتی تول۔

حکایت: فضیل رحمتہ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دھو رہا ہے منظور یہ تھا کہ اسے بھنا دیں پس اس پر جو میل کچیل لگا تھا اس کو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے اس کا وزن زیادہ نہ ہو۔ فرمایا کہ بیٹا تمہارا یہ کام دو حجوں اور بیس عمروں سے بڑھ کر ہے۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مجھے تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہے کہ ان کی نجات کیسے ہوگی۔ دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہیں اور رات کو سو رہتے ہیں۔

حکایت: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ اے لخت جگر جیسے سانپ دو پتھروں کے بیچ میں گھس جاتا ہے ویسے ہی خطا دو کاروباریوں میں گھس جاتی ہے۔

حکایت: کسی نیک بخت نے ایک مخنث کی نماز جنازہ پڑھی ان سے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو انہوں نے فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غرض ہے کہ اس کے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس کے جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اس کی بدکاری صرف حق اللہ میں تھی

لین دین میں فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہے اس کا معاف ہونا البتہ دو راز قیاس ہے خلاصہ یہ ہے کہ ترازو کا معاملہ بہت شدید ہے اس سے نجات کی صورت ایک یا آدھی رتی سے ہو سکتی ہے۔

حکایت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ رحمٰن میں یوں پڑھا ہے۔ لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن باللسان ولا تخسروا المیزان۔ (الرحمٰن 8 تا 9) ترجمہ کنزالایمان: ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔ یعنی زبان نہ ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اس کی ذرہ سے ادھر ادھر ہو جانے سے ہو جاتی ہے۔

فائدہ: جو شخص کو اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہے گو ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے کا حق اس طرح ادا نہیں کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون میں داخل ہے۔ ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون۔ (المطففین 1) (ترجمہ الخ) کیونکہ آیات میں گیلی چیزوں میں نابرابری کو حرام فرمایا ہے مگر اس سے مراد یہی ہے کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہے اور ترک عدل ہر ایک کام میں ہو سکتا ہے اور میزان عدل ہر بائع عاقل کے افعال و اقوال میں اور دل کے وسوسوں میں جاری ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے اقوال یا افعال وغیرہ میں عدل سے روگردانی کرے گا اس کے لئے ویل ضرور ہوگا۔

فائدہ: یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں کیوں فرماتا۔ وان منکم الا واردھا وکان علی ربک حتما مقضیا۔ (مریم 71) ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو اور تمہارے رب پر ضرور یہ ٹھہری ہوئی بات ہے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس خرابی سے خالی نہیں کسی میں حقیقی استقامت نہیں پائی جاتی مگر چونکہ خرابی کے درجات میں بہت فرق ہوتا ہے اس لئے بندوں کا دوزخ میں ٹھہرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض اس قدر ٹھہریں گے کہ صرف قسم سچی ہو جائے اور کچھ دیر بھی نہ لگے اور بعض ہزاروں سال پڑے رہیں گے ہم رب کریم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں استقامت کے قریب کر دے کیونکہ صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونے کی طمع نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ تو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو جو شخص اس پر مستقیم رہتا وہ پل صراط سے گزر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے۔

بکھرے موتی: پل صراط کی صفت ہے کہ بال سے باریک تر اور تلوار سے تیز تر ہے (1) جو شخص دنیا میں جس قدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اسی قدر قیامت میں پل صراط پر جلد گزرے گا (2) جو شخص غلہ میں مٹی وغیرہ ملا کر اس کو فروخت کرے گا تو وہ مطففین میں داخل ہوگا۔ (3) جو قصاب گوشت میں ایسی ہڈیاں تول دے گا کہ ویسی عادتاً نہ تولی جاتی ہوں تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ (4) گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کرلینا چاہئے مثلاً بزاز جب ناپ کر کپڑا مول لیتا ہے تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہے اور اس کو خوب نہیں تانتا اور بیچنے کے وقت اس کو کھینچ کر ناپتا ہے کہ کسی قدر بڑھ جائے تو اس طرح کی سب باتیں آدمی کو ویل کا مستحق کرتی ہیں۔ (5) اس وقت کا نرخ بیچ کہہ دے

اس میں چھپا نہ رکھے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: تلقی رکبان کی صورت یہ ہے کہ جب باہر سے قافلہ شہر میں کوئی چیز لائے تو شہر میں آنے سے پہلے ہی باہر نکل کر ان کی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ ان سے جھوٹا بیان کرے اسی کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تتلقوا الرکبان ومن تلقاھا فصاحب السلعتہ بالخیار بعد ان یقدم السوق۔ ترجمہ: باہر کے سوداگروں سے آگے جاکر مت خریدو اور جو کوئی ان سے خریدے گا تو اسباب والے کو اختیار ہوگا بازار میں آنے کے بعد۔

مسئلہ: باہر جاکر اگر خرید لے گا تو بیع تو منعقد ہوجائے گی مگر جس صورت میں کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے بھاؤ سچ نہیں کہا تھا تو اسے اختیار ہوگا چاہئے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز واپس کرلے۔

مسئلہ: اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت میں بائع کیلئے اختیار ثابت ہونے میں اختلاف ہے بعض علماء حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ عام دیکھ کرفرماتے ہیں کہ اختیار ہوگااور بعض اس نظریہ سے کہ اب کچھ فرق نہیں رہاکہتے ہیں کہ خیار نہ ہوگا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری آدمی گاؤں والے کی طرف سے بیع کرے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر میں غلہ لادے اس لئے کہ لوگ جلد از جلد خرید لیں اور کوئی شہری اس سے کہے کہ اس غلہ کو میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہوجائے گا تو اس کو بیچ دوں گا اور اس طرح کا کرنا غلہ میں تو حرام ہے اور دوسری چیزوں میں اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ حرمت ہی ہو اس وجہ سے کہ نہی عام ہے اس میں غلہ کی قید نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فی الجملہ لوگوں کے تنگ کرنے کو دیگر کرتا ہے حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بغیر قصد خریدنے کے چیز کا نرخ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز خرید لینا چاہتا ہے دوسرا بائع کے سامنے ہوا اور مشتری کی بنسبت دام زیادہ کہہ دیئے بغیر اس بات کے کہ خود خرید کرنا چاہتا ہو بلکہ اس لئے مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے ہوئی ہو تب یہ فعل حرام ہے گو بیع منعقد ہوجاتی ہے اور اگر بائع کی سازش نہ ہو تو ثبوت خیار میں اخیار میں اختلاف ہے بہتری یہی ہے کہ مشتری کو خیار ملے اس لئے کہ یہ فعل ایک طرح کا دھوکا ہے جیسے دودھ کے جانور کئی وقت نہ نکالا جائے اور اس کے تھن پھول جائیں اور فروخت کردیا جائے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی پس ان باتوں سے منع فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس وقت کے

۱۔ اس کا لفظی معنی ہے سواروں کو ملنا اور شرعی معنی کتاب ہذا میں پڑھئے 12_ او۔سیہ غفرلہ

نرخ کو بائع اور مشتری سے خفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہاں رکھنا کہ اگر ان کو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نہ کریں ناجائز اور داخل دغا اور حرام ہے اور جو خیر خواہی کہ مسلمان کیلئے ضروری ہے اس کے مخالف ہے۔

حکایت: منقول ہے کہ ایک تابعی بصرہ میں تھے اور ان کا غلام سوس میں رہا کرتا تھا اس کے پاس شکر خرید کر بھیج دیا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے ان کو لکھا کہ اس برس گنے پر آفت پڑ گئی ہے تم شکر خرید لینا۔ انہوں نے بہت سی شکر خرید لی اور فروخت کے وقت تیس ہزار درم کا نفع ہوا جب گھر کو واپس آئے تو رات بھر سوچا کہ میں نے تیس ہزار کمائے اور ایک مسلمان کی خیر خواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اٹھ کر شکر کے بائع کے پاس جاکر تیس ہزار اس کے حوالہ کئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت کرے اس نے سوال کیا کہ یہ میرے کس طرح ہوئے فرمایا کہ میں نے تم سے اصل حال نہیں کہا تھا جس وقت میں نے شکر خریدی تھی اس وقت نرخ گراں ہو گیا تھا۔ اس نے کہا خیر اب تو آپ نے مجھے اطلاع کردی ہیں میں نے یہ روپیہ آپ کو حلال کیا اس وقت اس کو گھر لے آئے اور رات بھر بیداری اور فکر میں رہے کہ میں نے اس کی خیر خواہی نہیں کی شاید اس نے شرما کر مجھے دیدیئے ہوں صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے یہ اپنا مال مجھ سے لے لو میرے دل کی خوشی اسی میں ہے اس نے وہ مال واپس لے لیا۔

فائدہ: ان مناہی اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو جائز نہیں کہ چیز والے کی غفلت پاکر بائع سے نرخ کے گراں ہونے کا حال اور مشتری سے نرخ کی ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کرے گا تو عدل اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا تارک ہوگا۔

مسئلہ: جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیئے کہ وہ چیز جتنے میں پڑی ہو سچ سچ بیان کردے اور یہ بھی واجب ہے عقد کے بعد جو کچھ اس میں عیب یا نقصان ہو گیا ہو اس کو بیان کردے اسی طرح اگر چیز ادھار پر لی ہو تو اس کا بھی ذکر چاہیئے۔

مسئلہ: اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے خریدی ہو اور ان کی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہہ دے کیونکہ مشتری کو تو یہی اعتماد ہے کہ اس نے جو چیز لی ہوگی خوب جانچ پڑتال کر لی ہوگی اور کوئی کمی نہیں چھوڑی ہوگی اگر کسی وجہ سے کوئی کسر رہ گئی ہو تو اس کی اطلاع مشتری کو کردینی چاہیئے کہ وہ اس کی ایمانداری پر اعتماد رکھتا ہے۔

نمبر 4 کاروبار میں احسان کرنے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان دونوں کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ان اللہ یامرو بالعدل والاحسان۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم فرماتا ہے۔ اور عدل صرف نجات کا سبب ہے اور اس کا حال ایسا ہے جیسے تجارت میں سرمایہ کا بچ رہنا اور احسان سعادت اخروی کے حاصل ہونے کا سبب ہے

1۔ شہر کا نام [illegible]

اسے ایسا جاننا چاہئے جیسے تجارت میں نفع ہوتا ہے جو شخص دنیا کے امور میں صرف اصل قیمت پر اکتفا کرے اور نفع کا طالب نہ ہو وہ عاقل نہیں اسی طرح امور اخروی میں بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنا اور احسان سے سروکار نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ احسن کما احسن اللہ الیک ترجمہ: بھلائی کر جیسے اللہ نے تجھ پر بھلائی کی۔ اور فرمایا ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔ (الاعراف 56) ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔

فائدہ: احسان سے ہماری مراد یہ ہے کہ انسان وہ کام کرے جس سے کاروباری لوگوں کو نفع ہو اور وہ کام اس پر واجب نہ ہو بلکہ صرف اپنی طرف سے سلوک کے طور پر ہو کیونکہ جو امور واجب ہے وہ عدل اور ترک ظلم میں داخل ہیں جس کا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ۔

احسان کے اسباب: چھ باتوں میں سے ایک کے بجالانے سے احسان حاصل ہوتا ہے۔ (1) دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادتاً نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان ہوا تو اجازت ہے اس لئے کہ بیع نفع کیلئے ہوتی ہے اور نفع بغیر کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہیں تو اس زیادہ میں لحاظ رکھنا چاہئے کہ عادت سے زیادہ نہ ہوجائے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دے گا دو حال سے خالی نہیں یا اس کی طبیعت اسے شے پر زیادہ راغب ہوگی یا اس کی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت میں اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہے گا تو یہ امراس کی طرف سے احسان ہوگا ورنہ اگر شائبہ دغا نہ ہو تو زیادہ نفع لینا ظلم نہیں۔

مسئلہ: بعض علمائے کی رائے یہ ہے کہ قیمت کی تہائی سے زائد اگر نفع لے گا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ معلوم ہونے کے بعد چیز واپس کردے مگر ہماری یہ رائے نہیں ہم کہتے ہیں کہ نفع کم کرکے لینا داخل احسان ہے۔

حکایت: یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلے تھے کوئی چار سو کا کوئی دوسو کا علی ہذاالقیاس ہر قسم کے حلے تھے وہ نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دکان پر چھوڑ گئے ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک حلہ چار سو کا مانگا اس کے بھتیجے نے دو سو والے حلوں میں سے اسے دکھلایا اس نے پسند کرکے بخوشی چار سو دیدیئے وہ حلہ ہاتھ پر رکھ کر جارہا تھا کہ راستہ میں یونس بن عبید ملے اور اپنا حلہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ کتنے میں میں خریدا اس نے کہا کہ چار سو کو فرمایا کہ دو سو زیادہ کا نہیں چل کر پھیر دے۔ اس نے کہا کہ ہمارے شہر میں پانچ سو کا مل ہے اور میں نے اپنی خوشی سے اس کو پسند کرکے چار سو دیئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ چلئے دین میں خیرخواہی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اس دکان پر واپس لے گئے اور دو سو درم اس کو پھیردیئے اور اپنے بھتیجے سے ناراض ہوکر فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی اور اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کیا اتنا نفع لیتا ہے اور مسلمانوں کی خیرخواہی کو چھوڑتا ہے اس نے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر راضی ہوگیا تھا فرمایا کہ پھر تو نے اس کیلئے وہ امر کیوں نہ پسند کیا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

مسئلہ: اگر بھاؤ کو چھپا کر دغا سے ہو تو وہ از قسم ظلم ہے جس کا ذکر گزر چکا۔

حدیث: غبن المسترسل حرام۔ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد رکھے اس کو دھوکا دینا حرام ہے۔

فائدہ: زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ میں نے اٹھارہ صحابی ایسے دیکھے ہیں کہ ان کو ایک دام کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا ایسے بھولے لوگوں کو نقصان دینا اور ان کے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہے۔

مسئلہ: بغیر دھوکا دینے کے ترک احسان ہے اور زیادہ نفع لینے میں کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاؤ کا چھپانا اکثر ہوا کرتا ہے۔

حکایت: منقول ہے کہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے باداموں کا بورہ ساٹھ دینار کو دیا اور اپنے روزنامچہ میں اس کا نفع تین دینار لکھ لئے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع لگایا پھر باداموں کا بھاؤ چڑھ گیا اور ایک بورہ نوے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لے لو اس نے پوچھا کہ کتنے کو آپ نے فرمایا کہ ترسیٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا اس نے کہا کہ بھاؤ اب نوے کا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جو عہد کیا ہے اس سے زیادہ نہ لوں گا میں تو ترسیٹھ ہی کو فروخت کروں دلال نے کہا کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دوں گا نوے ہی کو لوں گا راوی کہتا ہے نہ سری رحمتہ اللہ علیہ نے نوے کو بیچا اور نہ دلال نے ترسیٹھ کو خریدا تو یہ امر دونوں طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے۔

حکایت: محمد بن سکندر کے پاس چغے تھے بعض پانچ روپیہ کے بعض دس روپے کا ان کے غلام نے ان کی غیرموجودگی میں پانچ کا چغہ دس کو بیچ دیا جب انہیں معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو ڈھونڈتے رہے آخر اس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس میں بیچ ڈالی۔ اس نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میں راضی ہوں آپ نے فرمایا کہ تم راضی ہو مگر ہم تمہارے لئے وہی بات پسند کرتے ہیں جو اپنے لئے کرتے ہیں تم تین باتوں میں سے ایک اختیار کرو یا تو دس والا چغہ لے لو یا پانچ روپیہ واپس کرلو یا ہماری چیز ہمیں دیدو اور اپنے دام پھیرلو۔ اس نے کہا کہ مجھے پانچ روپیہ واپس دو کہ آپ نے پانچ واپس کئے مشتری لیکر چلا گیا اور لوگوں سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہیں کسی نے کہا کہ محمد بن منکدر ہیں اس نے کہا لاالہ الااللہ انہیں کے وسیلہ سے قحط سالی میں ہم بارش طلب کرتے ہیں۔

فائدہ: احسان اسی کا نام ہے کہ جس جگہ میں جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم و بیش اس سے زیادہ نفع نہ لے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہے اس کے معاملات بہت ہوتے ہیں اور کثرت معاملات سے اس کو فائدہ بھی بہت ہوتا ہے اور اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہے۔

حکایت: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار میں درہ لئے گشت کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسروں کا حق دو اس سے تم بچے رہو گے اور تھوڑے نفع کو مت پھیرو ورنہ زیادہ سے محروم رہو گے۔

حکایت: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہے فرمایا کہ تین باتیں ہیں۔ (1) نفع کو میں نے کبھی نہیں پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچ دی۔ (2) جب مجھ سے کسی نے جانور مانگا تو میں نے اس کے بیچنے میں کوئی دیر نہیں کی۔ (3) کبھی ادھار نہیں بیچا۔

حکایت: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار ہزار اونٹیاں بیچیں ان میں صرف ان کی رسیاں نفع میں بچ رہیں ہر ایک رسی کو ایک ایک درہم پر بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار درم اس دن کی خوراک میں سے بچ رہے اس طرح دو ہزار مل گئے۔ (2) اپنے آپ سر اٹھائی یعنی اگر مشتری ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خرید کرے تو اس کا حرج نہیں کہ خود کچھ نقصان اٹھائے اور چشم پوشی کرے کہ اس وجہ سے اس بیچارے پر احسان ہو اور مشتری اس حدیث کے مضمون کا مصداق ہو جائے گا۔

حدیث: رحم اللہ سھل البیع سھل الشراء ترجمہ: اللہ اس پر رحم کرے جو خرید و فروخت میں نرمی برتتا ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں کسی مالدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اس کے ساتھ درگزر کرنا اچھا نہیں بلکہ مال کا ضائع ہونا ہے اور ثواب بھی کوئی نہیں صرف اتنا ہے کہ لوگ اسے اچھا کہیں گے۔

حدیث شریف: بطریق اہل بیت رضی اللہ عنہم مروی ہے کہ المغبون فی الشراء لا محمود ولا ماجور ترجمہ: جو شخص خرید میں گھٹی کھائے نہ اچھا ہے کہ تعریف کیا جائے نہ اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔

حکایت: ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین میں سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو میں مکار مجھے خرید سکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی جل نہیں دے سکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ باتوں میں آجاتے ہیں اور نقصان کھا بیٹھتے ہیں۔

فائدہ: کمال یہ ہے کہ نہ خود دوسرے کو دھوکا دے نہ دوسرے سے دھوکا کھائے جیسے بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہا ہے کہ آپ کا کرم اس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دیں اور نہ عقل اس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھائیں۔

سیرت حسنین: حسنین رضی اللہ عنہما اور دوسرے سلف صالحین خریدتے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرہ سی چیز کیلئے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت مال دے ڈالتے کسی نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے میں آپ اتنا مبالغہ ادنیٰ چیزوں میں کرتے ہیں اور دیتے وقت بہت کچھ بلاسوچے دے ڈالتے ہیں فرمایا کہ دینے والا اپنی شے دیتا ہے جس قدر دے گا اسی قدر اس کی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع میں دھوکہ کھانے والے اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی دھوکہ کھانا عقل کا خلل ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں اپنی عقل اور بصیرت کو جل دیتا ہوں مگر یہ نہیں کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو دھوکہ دیدے۔ یعنی جب میں یہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کیلئے دیتا ہوں

اور اس سے کچھ زیادہ نہیں چاہتا۔

سوئم ثمن: تمام قرضوں کے وصول کرنے میں احسان تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ (1) کسی قدر چھوڑ دینے سے (2) کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے (3) کھرے داموں لینے میں سہولت برتنے سے اور یہ تینوں مستحب ہیں اور ان پر ترغیب شرعاً وار ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رحم اللہ امرأ سھل البیع سھل الشراء سھل القضاء سھل الاقتضاء ترجمہ: اللہ اس پر رحم کرے جو بیچ میں اور فروخت میں اور قرضہ اپنے اور قرض طلب کرنے میں نرمی کرتا ہے۔

فائدہ: سالک کو چاہئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میں داخل ہونے کو غنیمت جانے۔

حدیث: ارشاد فرمایا اسمح نسمح لک درگز کر تیرے سے درگزر کیا جائے گا۔ اور فرمایا من انظر معسرا او ترک له حاسبه الله حسابا یسیرا ترجمہ: جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا قرض چھوڑ دیا۔ ایک روایت میں ہے۔ اظله الله تحت ظل عرشه یوم لا ظل الا ظله ترجمہ: اللہ اسے اپنے عرش کے نیچے جگہ دے گا جب کہ اس وقت اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حکایت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گنہگار تھا اس کا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی اس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے اس نے عرض کیا کہ کبھی نہیں لیکن ایک نیکی ہے کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکروں سے کہہ دیتا تھا کہ دولت مندوں سے چشم پوشی کرو اور مفلسوں کو مہلت دو۔

فائدہ: ایک روایت میں یوں ہے کہ مفلسوں سے درگزر کرو اللہ تعالیٰ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ تیری بنسبت ہم ان باتوں کے زیادہ لائق ہیں پس اس سے درگزر کر کے اسے بخش دیا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اس کو اس میعاد تک ہر روز خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گزر جائے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دے تو اس کو ہر روز قرض کے برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔

فائدہ: بعض اکابر اسی حدیث کے مضمون کی وجہ سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون انکار قرض ادا کر دے اس لئے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہے گا تو دینے والے کو اتنا ہی روپیہ روز خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہے گا۔

حدیث: شریف ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گناہ ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا۔

نکتہ: اس کی وجہ بعض نے یہ بیان کی ہے کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونوں کے ہاتھ میں پڑتا ہے اور قرض

مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہیں کرے گا۔

حکایت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کیلئے اس کے پیچھے پڑا ہے تو اپنے دست مبارک سے قرض خواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اس نے ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرض دار کو فرمایا کہ اب جاکر باقی قرض ادا کردے۔

مسئلہ: جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اس کے دام اس وقت نہ لے اور نہ اس پر تقاضا کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے قرض دینے والا ہوتا ہے۔

حکایت: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خچر چار سو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہوگیا تو اس نے عرض کیا کہ اے ابو سعید کچھ رعایت فرمایئے آپ نے فرمایا میں نے دو درم چھوڑ دیئے اس نے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کریں ۔ فرمایا کہ سو درم میں نے اور معاف کئے غرضیکہ دوسو درم باقی اس سے لے لئے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ احسان ہوتو اسی طرح ہونا چاہئے اور ایک خبر میں یوں وارد ہے کہ اپنا حق پورا ہویا نہ ہو خفت کے ساتھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم سے حساب سہولت سے لے گا۔

ادائیگی قرض: ادائیگی قرض میں احسان کی صورت میں یہ ہے کہ حقدار کا حق اس کے پاس پہنچا دے یہ نہ ہو کہ اس کو تقاضا کیلئے تکلیف کرنی پڑے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خیرکم احسنکم قضاء تم میں بہتر وہ ہے جو ادا اچھی کرے۔

مسئلہ: جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہوجائے تو چاہئے کہ جلدی کرے گو وقت سے پہلے ہو۔

مسئلہ: جس طرح کا دینا شرط ہوا ہو اس سے بہت عمدہ دے۔

مسئلہ: اگر ادائیگی سے عاجز ہوتو نیت یہی رکھے کہ جب میرے پاس ہوگا اسی وقت ادا کروں گا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرض لے اور اس کی نیت یہ ہو کہ جس وقت پاؤں گا ادا کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس پر کئی فرشتے مقرر کردیتا ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور اس کے لئے دعا مانگیں یہاں تک کہ وہ قرض ادا کرے۔

فائدہ: جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اس کو برداشت کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہئے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا ہے۔

حکایت: مروی ہے کہ ایک بار ایک قرض خواہ میعاد گزرنے پر آپ کی خدمت میں آیا اور جب تک اس کے قرض

کی ادا کی نوبت نہ پہنچی تھی اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں الفاظ سخت کہنے شروع کئے صحابہ نے اسے تنبیہہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہے۔

مسئلہ: جب قرض خواہ اور قرض دار میں جھگڑا ہوجائے تو تیسرے شخص کو چاہئے کہ قرض دار کی طرف داری نہ کرے اس لئے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہے تو روپیہ اس کی حاجت سے فاضل ہوتا ہے۔ وہ دیتا ہے اور قرض دار اپنی حاجت کیلئے قرض لیتا ہے اس لئے حاجت مند کی رعایت مناسب ہے۔

مسئلہ: بائع و مشتری کے تصفیہ میں مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہئے کیونکہ بائع مبیع سے بے غرض ہوکر اسے فروخت کرتا ہے اور مشتری کو اس کی حاجت ہے ہاں جس صورت میں کہ قرض دار حد سے تجاوز کرے تو اس صورت میں اس کی اعانت ایسی طرح کرنی چاہئے کہ وہ زیادتی سے باز آئے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انصر اخاک ظالما اومظلوما برج ترجمہ: مدد کر اپنے بھائی کی وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت میں اس کی مدد کیسے کریں فرمایا کہ اس کو ظلم سے منع کرنا ہی اس کی مدد ہے۔ (5) جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اس کو منظور کرلے اس لئے کہ پھیرے کا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق میں اس کو مضر سمجھے گا تو انسان کو لائق نہیں کہ اپنے لئے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقال نادما صفقته اقال اللہ عثرته یوم القیامة ترجمہ: جس نے نادم کا معاملہ پھیرا قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی لغزش معاف فرمائے گا۔ (6) ادھار دے تو فقیروں کو دے اور معاملہ کرتے وقت نیت کرلے اگر انکو دسترس نہ ہوگی تو ان سے مطالبہ کروں گا چنانچہ سلف صالحین تجارت پیشوں کے یہاں دو رجسٹر رہتے تھے ایک رجسٹر کا عنوان کچھ نہ ہوتا تھا صرف اس میں ایسے لوگوں کے نام لکھے جاتے تھے جوگمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جس وقت کوئی فقیر ان کی دکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اس کا دل راغب ہوا اور اس نے کہا کہ مثلاً مجھے اڑھائی سیر کی اس میں سے صورت ہے مگر میرے پاس دام نہیں تو وہ بزرگ کہہ دیتے کہ لے جاؤ اور جب تمہارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اس کا نام اس رجسٹر میں لکھ دیتے۔

فائدہ: سلف صالحین میں ایسے تاجروں کو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اس کو تصور کرتے تھے کہ فقیر نام ہی رجسٹر میں نہ لکھے اور نہ اس کے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یوں کہے جتنا تجھے درکار ہے لے جا اگر تیرے پاس ہوجائے تو دیدینا ورنہ یہ چیز تجھے حلال کردی۔

فائدہ: سلف صالحین تجارت کے یہ طریقے تھے اب وہ سب مٹ گئے جوان پر اس وقت قائم ہو گویا وہ اس طریق کو زندہ کرے گا۔

لطیفہ: بالجملہ تجارت عوام کے حق میں ایک کسوٹی ہے کہ اس سے ان کا دین اور تقویٰ آزمایا جاتا ہے اور اسی لئے کسی نے کہا ہے لا یغرنک من المرء قمیص رقعه او ازار فوق کعب الساق منه رفعه اوجبین لاح فیہ اثر قدقلعه ولدی الدرهم فانظر غیه اوورعه۔ ترجمہ: گو آدمی کے جامہ میں پیوند ہوگا۔ ماتھے پر اس کے گٹھا ہو اور ساق پر ازار۔ ان باتوں سے فریب میں اس کے نہ آئیو۔ جب تک کہ مال سے نہ کردے اس کا اختیار۔

فائدہ: اسی لئے کہا کرتے ہیں کہ جب حالت اقامت میں آدمی کے ہمسایہ اس کی ثنا کریں اور سفر میں اس کے رفیق مدح خواں ہوں اور بازاروں میں اہل معاملہ اس سے راضی رہیں اور اچھا کہیں تو اس کی نیک بختی میں کچھ شک نہ کرنا چاہئے۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک گواہ حاضر ہوا آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لے آ جو تجھے پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اس نے آکر اس کی تعریف کی آپ نے اس سے سوال کیا کہ تو کیا اس کے قریب رہتا ہے کہ اس کو آتے جاتے دیکھتا ہو اس نے عرض کیا کہ یہ تو نہیں ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر میں اس کے ساتھ رہا ہے کہ سفر میں مکارم اخلاق معلوم ہوجایا کرتے ہیں اس نے عرض کیا کہ یہ بھی نہیں ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی وغیرہ کا کاروبار کیا جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہے اس نے کہا کہ یہ بھی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس کو مسجد میں کھڑا دیکھا ہے کہ قرآن کو آواز بنا کر پڑھتا ہوگا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہوگا کبھی اوپر اس نے عرض کیا کہ بیشک یوں ہی ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو جا اسے تو نہیں پہچانتا اور اس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کہ دوسرے شخص کو لا جو تجھے پہچانتا ہو۔ خلاصہ یہ کہ پہچاننے کی صورتیں یہی تین باتیں ہوا کرتی ہیں۔

تاجروں کو ہدایات: جو امور خاص تاجر کیلئے ہیں اور اسے آخرت میں کار آمد ہیں ان میں اسے اپنے دین کا خوف کرنا چاہئے یعنی ہر ایک امر میں دین کا لحاظ رکھنا چاہئے تاجر کو لائق نہیں کہ معاش میں پڑ کر معاد سے غافل ہوجائے اور اپنی عمر اس وجہ سے برباد کرے اور تجارت میں نقصان اٹھائے اور آخرت کا نقصان ایسا نہیں کہ دنیوی نفع سے پورا ہوسکے تو ایسے کاروبار کرنے سے ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جو آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدیں بلکہ عاقل انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس پر ترس کھائے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہے کہ راس المال بچائے اور انسان کا راس المال اس کا دین ہے جس کی تجارت کرتا ہے۔

فائدہ: کسی بزرگ کا قول ہے کہ عاقل کیلئے سب سے زیادہ شایان وہ چیز ہے جس کی حاجت اسے سردست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہے وہ یہ ہے کہ آخرت کو اس کا انجام بہتر ہو۔

فائدہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وصیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی حصہ تیرا ضروری

ہے مگر تجھے اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہے تو شروع اسی سے کر اور لول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تنس نصیبک من الدنیا (القصص 77) ترجمہ کنزالایمان : دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔ یہ مراد ہے کہ دنیا میں سے اپنی آخرت کے حصے کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعہ آخرت ہے اور حسنات اسی سے حاصل ہوتے ہیں اب معلوم کرنا چاہئے۔

تاجروں کیلئے سات گر: (1) ابتدا تجارت میں نیت اور عقیدہ درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگوں کا دست نگر نہ ہو بلکہ حلال کمائی سے لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے مال سے' اپنے دین پر مدد لے اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہو۔

فائدہ: چاہئے کہ تمام مسلمانوں کی خیرخواہی کا ارادہ کرے اور دوسروں کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ میں عدل اوراحسان کی پیروی کروں گا جس صورت سے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ نیت کرے کہ بازار میں جو چیز دیکھوں گا اس میں اچھی بات کے حکم کرنے اور بری بات سے منع کرنے میں درگزر نہ کروں گا۔

فائدہ: جب اس طرح کے خیالات و نیّات دل میں رکھے گا تو طریق آخرت کا عامل ہوگا اگر اس صورت میں مال مل جائے گا تو نفع ہے اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہوگا تو آخرت میں فائدہ اٹھائے گا۔ (2) اپنی صنعت یا تجارت میں سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہوں کیونکہ اگر صنعتیں اور تجارتیں بالکل چھوڑ دی جائیں تو معاش کے کاروبار جاتے رہیں گے اور اکثر لوگ تباہ ہوجائیں گے کہ سب کا انتظام ایک وطیرے کی معاونت سے ہورہاہے اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہے اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگیں تو اور صنعتیں چھوٹ جائیں گی اور سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

فائدہ: بعض علماء نے حدیث شریف اختلاف امتی رحمتہ۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ اسی پر حمل کیا ہے کہ اختلاف سے غرض جداجدا صنعتوں اور حرفتوں کے قصد کرنے سے ہے۔ پھر صنعتوں میں بعض تو نہایت کار آمد ہیں اور بعض ضروری نہیں کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیوی ہوتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانوں کوفائدہ اور دین میں ضروری ہو اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کے ہیں ان سے احتراز کرے۔ مثلاً نقش و نگار کرنا اور سادہ کاری اور زرگری اورچونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزوں کو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہے۔

مسئلہ: تماشا کی اشیاء اور آلات جن کااستعمال حرام ہے ان کے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم میں داخل ہے اور انہیں چیزوں میں یہ بھی ہے کہ ریشم کی قبامردوں کیلئے سیئے یا زرگر سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردوں کیلئے بنائے کہ یہ سب گناہ اوران پر مزدوری حرام ہے اسی وجہ سے ہم ایسے زیوروں پر زکوٰۃ واجب کہتے ہیں گو زیوروں پر ہمارے

نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ جب وہ مردوں کیلئے مقصود ہوئے تو حرام ٹھہرے اور جب تک عورتوں کیلئے ان کے بنانے کی نیت نہ ہوگی تب تک وہ زیور مباح ہوں گے غرضیکہ زیوروں کا حکم نیت سے ہوتا ہے اگر مردوں کیلئے ہوں گے تو حرام اور موجب زکوٰۃ ہیں اور عورتوں کیلئے ہونے سے مباح ہوں گے اور یہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ غلہ کا بیچنا اور کفن کا بیچنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ کفن فروش کو لوگوں کے مرنے کی تاک رہتی ہے اور غلہ فروش کو نرخ کے گراں ہونے کی۔

مسئلہ: قصاب کا پیشہ مکروہ ہے اس لئے کہ ان دونوں پیشوں میں اکثر نجاست کا اختلاط رہتا ہے۔

مسئلہ: یہی حال چمڑے پکانے کا ہے یا جو ایسا ہی کام ہو۔

مسئلہ: حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے دلالی کو مکروہ فرمایا ہے اور قتادہ رحمتہ اللہ علیہ نے دلال کی اجرت کو مکروہ سمجھا ہے۔

کراہت کے وجوہ: اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دلال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی پرواہ کم کیا کرتا ہے اس کو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہے۔ (2) ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ اس پیشہ میں کام معین نہیں ہوتا کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور اجرت میں کام کی مقدار پر لحاظ نہیں ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہے اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت قرار پاتی ہے عادت اسی طرح ہورہی ہے حالانکہ یہ ظلم ہے اور اجرت اس طرح ہونی چاہئے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو۔

مسئلہ: بعض لوگوں نے تجارت کیلئے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہے اس لئے کہ مشتری کو حکم الٰہی برا معلوم ہوتا ہے یعنی جانور کا مرجانا جو حکم اللہ سے ہوتا ہے اسے اچھا نہیں لگتا اور کہتے ہیں کہ جانداروں کو فروخت کرے اور بے جان چیزیں خریدے

مسئلہ: منجملہ مکروہ چیزوں کے صرافی ہے اس لئے کہ اس میں سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہے اور نیز ان چیزوں میں دقیق صنعتیں تلاش کرنی پڑتی ہیں جن کی ذات مقصود نہیں صرف رواج مقصود ہے علاوہ ازیں صراف کو نفع ایسی ہی صورت میں ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ دوسرا شخص نقد کے دقائق سے واقف نہیں غرضیکہ انہیں باتوں کے لحاظ سے صراف گو احتیاط کرے مگر اس کا سلامت رہنا کم ہے

مسئلہ: صراف وغیرہ کو ثابت روپے اور اشرفیاں گلا ڈالنا مکروہ ہے ہاں اگر ان کے اچھے ہونے میں شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو حرج نہیں۔ حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس باب میں ممانعت آگئی ہے اور میں بھی ثابت سکہ کو توڑنا مکروہ جانتا ہوں اگر گلانا ہی ہو تو چاہئے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے۔

مسئلہ: علماء کپڑے کی تجارت کو مستحب کہتے ہیں حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے کی سوداگری میں قسمیں نہ ہوں تو مجھے اپنے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہیں۔

حدیث: مروی ہے کہ تمہاری تجارتوں میں سے بہتر کپڑا ہے اور پیشوں میں سے اچھا موزہ کا سینا ہے۔ (2) ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ والے تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی سونا چاندی کی کرتے۔

دس بہترین تجارتیں: سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اکثر مشاغل دس صنعتیں ہیں۔ (1) موزہ سینا (2) تجارت (3) پلہ داری (4) کپڑا سینا (5) جوتا بنانا (6) کپڑا دھونا (7) آہنگری (8) سوت کاتنا (9) خشکی اور تری کا شکار کرنا۔ (10) کتابت۔

حکایت: عبدالوہاب کاتب کہتے ہیں کہ مجھ سے امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو میں نے کہا کہ کتابت۔ آپ نے فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہے اگر میں بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمہارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ زیادہ شکستہ ہو اور نہ بہت واضح ہو اور حاشیئے چھوڑ دیا کرو اور اجزاء کی پشت پر کچھ نہ لکھا کرو۔

کم عقل لوگوں کے پیشے: چار پیشہ ور ایسے ہیں کہ لوگوں میں کم عقل مشہور ہیں۔ (1) جولاہے (2) دھنئے (3) کاتنے والے (4) معلمی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پیشہ والوں کا میل جول عورتوں اور لڑکوں سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ کم عقلوں کے اختلاط سے عقل ضعیف ہوجاتی ہے جیسے عقلمندوں کے پاس بیٹھنے سے عقل بڑھتی ہے۔

حکایت: حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈنے جاتی تھیں ان کا گزر جولاہوں پر ہوا اور ان سے راستہ پوچھا انہوں نے جوراستہ نہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے ان کو بددعا دی کہ الٰہی ان کے پیشہ میں سے برکت دور کر اور یہ مفلس مریں اور لوگوں کی آنکھوں میں ان کو حقیر کر ان کی دعا قبول ہوگئی۔

مسئلہ: اکابرین سلف صالحین نے ایسی چیزوں پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے جو قسم عبادت سے ہوں یا فرض کفایہ مثلاً مردوں کا نہلانا اور ان کو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کیلئے نوکر رکھنا صحیح ہے اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے کا ہے کہ یہ اعمال اس لائق نہیں ہیں کہ ان سے آخرت کی تجارت کی جائے اور

1۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قوم عموماً مفلس ہوتی ہے اور کمی قوم کہلاتی ہے لیکن اس پیشہ سے جب ہٹ گئے تو وہ اثرات زائل ہوگئے ہمارے دور میں یہ برادری دوسرا پیشہ اختیار کر چکی ہے اس لئے اکثر کا وہ حال نہیں جو مذکور ہوا اور روایت بھی اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ واللہ عالم ۔ اویسی غفرلہ

اگر ان پر اجرت لی جائے گی تو دنیا کے بدلے میں آخرت دے ڈالنا ہوگا جو اچھی بات نہیں۔ (3) دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہ ہو۔ آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں جن کے حق میں وہ خود فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ (النور 36) ترجمہ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللہ عزوجل کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ عزوجل کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے۔

فائدہ: چاہئے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کیلئے مقرر کردے یعنی اس وقت مسجد میں بیٹھ کر وظائف کا ورد کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجروں کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کیلئے مقرر کردو اور اس کے بعد کا وقت دنیا کیلئے رہنے دو اور سلف صالحین دن کا اول و آخر آخرت کیلئے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کیلئے چنانچہ صبح کو ہریسہ اور نہاری اور سری پائے وغیرہ لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ دکاندار تو اس وقت مسجدوں میں رہا کرتے تھے۔

حدیث: حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لیکر اوپر جاتے ہیں اور اس میں دن کے اول اور آخر میں ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ درمیانی اوقات کی برائیاں دور فرماتا ہے۔

حدیث: حدیث میں ہے کہ رات اور دن کے فرشتے فجر اور عصر کے وقت بارگاہ خداوندی میں جمع ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے سوال فرماتا ہے حالانکہ اس کو بندوں کا تمام حال معلوم ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ان کے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا پھر انسان جس وقت دن کے درمیانی حصہ میں ظہر یا عصر کی اذان سنے چاہئے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف جائے اور جو کام کر رہا ہو اسے ترک کردے کیونکہ اگر تکبیر اولیٰ امام کے کے ساتھ اول وقت میں نہ ملے گی تو دنیا و مافیہا سے بھی اس کا تدارک نہ ہوگا تکبیر اولیٰ کے۔ بالمقابل یہ سب ہیچ ہیں اگر جماعت میں حاضر نہ ہوگا تو بعض علماء کے نزدیک گنہگار ٹھہرے گا اور اکابرین سلف صالحین کا دستور تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو چل پڑتے تھے اور بازار میں صرف لڑکوں اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور ان کی گزر اوقات نمازمیں دکان کی حفاظت پر کچھ اجرت دیا کرتے تھے اسی سے ان کی گزر اوقات تھی۔

فائدہ: رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (النور 37 الخ) کی تفسیر میں یوں آیا ہے کہ یہ لوگ لوہار اور ہار بنانے والے تھے ان میں سے اگر کوئی اذان سنتا تو اگر ہتھوڑا چوٹ کیلئے اٹھائے ہوتا یا برما ہار بنانے کیلئے ہوتا تو ویسے ہی بغیر چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کیلئے کھڑا ہوجاتا تھا۔ (4) اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ

بازار میں ہروقت اللہ پاک کا ذکر کرے اور تہلیل اور تسبیح میں مشغول رہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بازار میں غافلوں کے درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غافلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالے ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کے درمیان میں جہاد کرنے والا یا جیسے مردوں کے درمیان زندہ۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جیسے سبز درخت سوکھی گھاس میں۔

حدیث: فرمایا کہ جو شخص بازار میں جائے اور کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت و ہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علٰی کل شی قدیر۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ ہیں لاکھ نیکیوں کا ثواب لکھے گا۔

فائدہ: حضرت ابن عمر اور سالم بن عبداللہ اور محمد بن واسع اور ان کے سوا دوسرے حضرات بازاروں میں صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنے والا بازار میں قیامت کو ایسی روشنی سے آئے گا جیسے چاند کی اور اس کی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے بازار میں مغفرت کی درخواست کرے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے بازاریوں کے شمار کے موافق مغفرت کرے گا۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اللھم انی اعوذبک من الکفر والفسوق ومن شرما احاطت بہ السوق اللھم انی اعوذ بک من یمین فاجرۃ وصفقۃ خاسرۃ۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر اور فسق سے اور اس چیز کی برائی سے جس کو بازار محیط ہو الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں جھوٹی قسم اور نقصان والے معاملہ سے۔

حکایت: ابو جعفر فرغانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے کہ ایسے لوگوں کا ذکر ہوا جو مسجدوں میں بیٹھ کر صوفیوں کے مشابہ بنتے ہیں اور مسجدوں میں بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے میں قاصر ہیں اور بازار میں جانیوالوں کو برا کہتے ہیں حضرت جنید نے سن کر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہیں کہ مسجد میں آکر بعض لوگوں جو مسجد میں بیٹھے ہیں ان کا کان پکڑ کر باہر نکال دیں اور ان کی جگہ خود بیٹھ جائیں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ بازار میں جاتا ہے اور ہر روز تین سو رکعتیں اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہنا اس کا معمول ہے ابو جعفر کہتے ہیں کہ آپکے اس ارشاد سے مجھے یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ اپنا ہی فرماتے ہوں گے۔

فائدہ: جو لوگ کفایت کی طلب کیلئے تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کیلئے تو ان کی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس خیال پر ہو کہ اس سے آخرت پر مدد لے تو اس سے یہ نہ ہوگا کہ آخرت کے نفع کو

بیچ ڈالے اور اس بارے میں بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہے اور بچاؤ کی صورت صرف تقویٰ ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتق اللہ حیث ماکنت ترجمہ: اللہ سے ڈر جہاں بھی ہو۔

فائدہ: تقویٰ کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہیں چھوٹتا ان پر کوئی کیوں نہ ہو اور اسی سے ان کی زندگی اور عیش ہے کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی میں سمجھتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور احمق صبح و شام بجز بے کار باتوں اور کچھ نہیں کرتا اور عاقل اپنے نفس کے عیوب کا جویاں رہتا ہے۔ (5) بازار اور تجارت پر زیادہ حریص نہ ہو کہ بازار میں سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے یا تجارت میں سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔

فائدہ: فرماتے ہیں کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب میں حد سے زیادتی کرتا ہے۔

حدیث: حدیث میں ہے کہ سمندر کا سفر بجز تین باتوں کے اوروں کیلئے نہ کرنا چاہئے (1) حج کرنا (2) عمرہ کرنا (3) جہاد کرنا۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ بازار میں نہ پہلے جاؤ نہ پیچھے نکلو کہ اس میں شیطان انڈے بچے دیتا ہے۔

حکایت: حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہے کہ تو اپنا لشکر لے جا تو بازاروں پر حاکم ہوا بازاریوں کیلئے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر امور خیانت کو زینت دینا اور جو پہلے بازار میں آئے اور سب کے بعد اس میں سے نکلے اس کے ساتھ رہنا۔

حدیث: حدیث میں ہے کہ تمام جگہوں میں سے بدتر بازار ہیں اور بازاریوں میں سے برے وہ ہیں جو سب سے پہلے داخل ہوں اور سب کے بعد خارج ہوں۔

فائدہ: یہ احتراز کامل اس صورت میں ہوگا کہ انسان اپنی گزر اوقات کی مقدار معین کرے کہ جب اس قدر مل جائے اسی وقت بازار سے چلا آئے اور آخرت کی تجارت میں مشغول ہو سلف صالحین کا یہی دستور تھا چنانچہ بعض ایسے تھے کہ جب ان کو پون آنہ کے قریب مل جاتا تو بازار سے چلے آتے اور اسی قدر پر قناعت کرتے۔

حکایت: حماد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکھ لیتے اور جب قریب چھ آنے کے ہو جاتے تو اپنا بقچہ اٹھا کر گھر چلے آتے۔

حکایت: ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں جا کر گارے کا کام کروں گا فرمایا کہ اے ابن ابشار تو ایک چیز کا طالب ہے اور ایک کا مطلوب تو ایسی چیز کو طلب

کرتا ہے جو تجھ سے فوت نہ ہوگی اور تجھے وہ طلب کرتا ہے جس سے تو بچ نہ سکے گا کیا تو نے حرص والے کو محروم اور کمزور کو رزق ملتے نہیں دیکھا پھر میں نے عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجھے زیادہ گراں معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہوکر کام کی طلب کرتے ہو۔

فائدہ: سلف صالحین میں بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد کام کیلئے پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ میں صرف ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے۔ (2) صرف حرام سے بچنے ہی پر کفایت نہ کرے بلکہ شبہات کی جگہ اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اسباب میں لوگ کیا فتویٰ دیتے ہیں بلکہ اپنے دل میں فتویٰ پوچھے جب اس میں کسی طرح کی خلش پائے تو اس سے اجتناب کرے اور جس وقت اس کے پاس کوئی اسباب آئے کہ اس میں اس کو شبہ ہو تو اس کا حال لوگوں سے پوچھ کر دریافت کرے ورنہ شبہ کا مال کھائے گا۔

حکایت: ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لائے تو آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہاں سے آئی انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جگہ سے تب آپ نے وہ دودھ پیا۔

حدیث: فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ کو یہ حکم ہے کہ نہ کھائیں بجز عمدہ مال کے اور نہ کریں بغیر نیک کام کے۔

حدیث: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جس کا پیغمبروں کو حکم کیا ہے چنانچہ فرمایا ایھاالذین امنوا کلو من طیبات مارزقناکم (البقرا 172) ترجمہ: اے ایمان والوں کھاؤ ہماری دی ہوئی چیزیں (کنزالایمان) اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ یاایھاالرسل کلوامن الطیبات واعملواصالحا (المومنون 51) ترجمہ کنزالایمان: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہیں فرمایا اس لئے کہ اس سے زیادہ میں دقت ہے اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام میں لکھیں گے کہ اس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک چیز میں جو ان کی خدمت میں آتی یہ سوال نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ اس کا دریافت کرنا ضروری نہیں تاجر پر اتنا ضرور ہے کہ جس سے معاملہ کرے اسے دیکھ لے اگر وہ ظالم یا چوریا خائن یا سود خوار ہو تو اس سے معاملہ نہ کرے اسی طرح اگر لشکری ہو یا ان کا کوئی ساتھی یا مددگار ہو تو اس سے بھی معاملہ نہ کرے اس لئے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے سے ظلم پر مدد کرنے والا ہوگا۔

حکایت: ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ انہیں مسلمانوں کے کسی مورچہ کی دیوار بنانے کی خدمت ملی پھر ان کے دل میں اس نوکری سے کچھ نہ تردد ہوا اگرچہ یہ کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا

تھا وہ ظالم تھا اس لئے ان کو تردد تھا چنانچہ انہوں نے سفیان ثوری سے اس کا حال دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ ظالموں کی مدد نہ تھوڑی کر نہ بہت انہوں نے کہا کہ یہ دیوار فی سبیل اللہ مسلمانوں کیلئے بنتی ہے سفیان نے فرمایا کہ درست ہے مگر اس میں خرابی تمہارے لئے یہ ہے کہ تم یہ چاہو گے کہ کسی طرح حاکم جیتا رہے تو ہماری تنخواہ وصول ہو جائے تو اپنے نفع کیلئے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

حدیث: حدیث میں ہے کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہے۔ اس کو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کی نافرمانی کی جائے۔

حدیث: اللہ تعالیٰ غصے ہوتا ہے جب کوئی کسی بدکار کی تعریف کرتا ہے۔

حدیث: جس شخص نے بدکار کی تعریف کی اس نے اسلام کی تباہی پر اعانت کی۔

حکایت: ایک بار سفیان ثوری خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید کاغذ تھا سفیانؒ نے کہا کہ مجھے دوات دیدیجئے کہ لکھوں آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھے بتادو کہ کیا چیز لکھو گے اگر وہ حق ہو گا تو میں دوات دوں گا۔

حکایت: کسی حاکم نے ایک عالم قیدی کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ ذرہ سی مٹی کا گارہ بنا دو کہ خط پر مہر کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے مجھے خط دیدو کہ پڑھ کر دیکھوں کہ تحریر صحیح ہے یا غلط۔

فائدہ: سلف صالحین ظالموں کی اعانت سے بہت زیادہ احتراز کرتے تھے معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ اعانت ہے اسی لئے دینداروں کو چاہئے کہ حتی الواسع ظالموں سے معاملہ نہ کریں بہرحال یہ زمانہ ایسا نازک ہے کہ تاجر کو چاہئے کہ ابنائے زمان کو دو قسمیں بنائے کچھ لوگوں سے معاملہ کرے۔ (2) بعض سے معاملہ نہ کرے اور جن سے کرے وہ دوسرے فریق کی بنسبت کم ہوں بعض اکابر فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وہ زمانہ سچا تھا کہ اگر آدمی بازار میں جاکر پوچھتا کہ میں کسی سے معاملہ کروں تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرلے پھر وقت آیا کہ یوں کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلاں اور فلاں شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یوں کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ نہ کرنا سوائے فلاں اور فلاں کے اور اب مجھے خوف ہے۔ کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (7) اپنے معاملہ کے تمام حالات کو ہر ایک کاروباری کے ساتھ نگران رہے کہ اس کی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اس کا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جائے گا کہ کیوں کی اور کس لئے کیا چنانچہ کہتے ہیں کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جائے جن سے اس نے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیوں سے لین دین ہوا ہوگا اتنا ہی حساب دینا پڑے گا۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامہ اعمال کھول دیئے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ سب

گناہ ہیں ارشاد ہوا کہ یہ تیرے کاروبار ہیں جو لوگوں سے کئے ہیں جن لوگوں سے معاملہ کیا ہے ان میں سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہے اور اس میں ابتداء سے آخر تک تیرا اور اس کا معاملہ لکھا ہوا ہے یہاں تک ان امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والوں کو معاملہ کرنے میں ضروری ہیں یعنی عدل اور احسان۔

فائدہ: ہر سالک پر لازم ہے کہ اپنے دین پر دھیان رکھے پس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کرے گا تو نیک بختوں میں سے ہو گا اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کرے گا تو مقرب بندوں میں داخل ہو گا اگر ان دونوں باتوں کے ساتھ دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھے گا جیسا ہم نے پانچویں فصل میں لکھا ہے تو صدیقوں میں سے ہو گا واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تیسرا باب ختم ہوا۔ والحمد للہ اولاً واخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علیٰ کل عبد مصطفیٰ۔

باب 4

حلال و حرام کا بیان

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب الحلال فریضۃعلیٰ کل مسلم۔ حلال کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسے ابن مسعود نے روایت کیا ہے اس فرض کا سمجھنا عقلوں پر دوسرے فرضوں کی بنسبت مشکل اور اس کا کرنا اعضاء پر نہایت گراں ہے اسی وجہ سے اس کا علم اور عمل اور بھی معدوم ہوگیا کیونکہ جاہلوں نے یہ گمان کرلیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اس تک پہنچنے کی راہ مسدود اور مال پاک میں سے بجز نہروں کے پانی اور غیر مملوک نباتات کے اور کوئی چیز نہیں رہی اور ان دونوں کے سوا جتنے مال ہیں ان میں معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہے اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اس کے اور کیا کیا جائے کہ محرمات میں خوب پاؤں پھیلائے جائیں اس خیال سے انہوں نے اس فرض دین کو پس پشت ڈال دیا اور مالوں میں کوئی فرق دریافت نہیں کیا حالانکہ یہ بات نہیں حالانکہ حلال صاف اور واضح ہے اور حرام بھی ظاہر و باہر ہے اور ان دونوں کے درمیان میں مشتبہ چیزیں ہیں اور جتنے حالات کے انقلاب ہوتے رہتے ہیں یہ تینوں باتیں ایک دوسرے سے ملی رہتی ہیں اور چونکہ اس بدعت جدیدہ کا ضرر دین میں عام ہوگیا ہے اور اس کی آگ تمام مخلوق میں پھیل گئی ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کے دفع کرنے میں کوشش کی جائے اور فرق حلال اور حرام اور مشتبہ میں شرح اور مفصل بتلا دیا جائے کہ سب صورتوں کو شامل ہوسکے ہم اس مضمون کو سات فصلوں میں بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

فصل 1: حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور ان کے اقسام اور درجات کا بیان اور یہ تین بیانات پر مشتمل ہے۔

بیان نمبر1 حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت : قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (المومنون 51) ترجمہ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

فائدہ: اس آیت میں عمل کرنے کے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد حلال مال ہے۔ فرمایا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (النساء 29) ترجمہ کنزالایمان: آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور فرمایا الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا (النساء 10) ترجمہ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں۔ اور فرمایا یاایھا الذین

امنوااتقوااللہ وذروامابقی من الربو ان کنتم مومنین (البقرا 278) ترجمہ کنزالایمان : اے ایمان والو اللہ سے ڈرو چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سوداگر مسلمان ہو۔ پھر فرمایا فان لم تفعلوافاذنوبحرب من اللہ ورسولہ ترجمہ کنزالایمان : پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔ پھر فرمایا وان تبتم فلکم رؤس اموالکم (البقرا 279) ترجمہ کنزالایمان : اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو۔ پھر فرمایا ومن عادفاولئک اصحاب النارھم فیھا خالدون۔ **فائدہ:** آیت کے اول میں سود کھانے والے کو اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ فرمایا ہے اور انجام کو دخول دوزخ کا سبب بتایا۔ حلال اور حرام کے باب میں بے شمار آیات ہیں۔

فضائل حلال کی احادیث: (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طلب الحلال فریضتہ علیٰ کل مسلم جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ناحق وہی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ۔ اے ایمان والوں ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود' اگر تم کو یقین ہے۔ پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہوجاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو پہنچتے ہیں مال تمہارے۔ اور جو پھر کرے وہی ہیں دوزخ کے لوگ وہ اس میں رہ پڑے۔

حدیث: طلب العلم فریضتہ علیٰ کل مسلم **فائدہ:** بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علم سے مراد حلال و حرام علم ہے اور دونوں حدیثوں سے مقصود ایک ہی چیز ہے۔

حدیث: فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلائے وہ ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال تقویٰ سے طلب کرے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوگا۔ (4) فرمایا من اکل الحلال اربعین یومًا نوراللہ قلبہ راجری ینابیع الحکمتہ من قلبہ علٰی لسانہ۔ ایک روایت میں۔ زہداللہ فی الدنیا ترجمہ: اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں زاہد بنا دیتا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاقبول کرلیا کرے آپ نے فرمایا اطب طعمتک تستجب دعوتک اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا قبول ہوگی۔ (2) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے حریص کا ذکر فرمایا تو اس کے بعد ارشاد فرمایا رب اشعث اغبر مشر فی الاسفار مطعمہ حرام وملبسہ حرام وغذی الحرام یرفع یدیہ فیقول یارب یارب فانی یستجاب لذلک۔ (7) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کاایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا اس کے فرائض و

ا۔ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر اس کی سند باب العلم میں گزری۔ 2۔ جو شخص چالیس روز حلال کھائے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کو روشن کرتا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبانی پر جاری کرتا ہے۔ اکثر ژولیدہ سوغبار آلود سفروں میں پریشان کہ اس کا کھانا اور پہننا حرام ہے اور حرام پر پرورش پائی ہے اپنے ہاتھ اٹھا کر کہتا یارب یارب تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔

نوافل قبول نہ ہوں گے۔ (8) فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو خریدے اور اس کے ثمن میں ایک درم حرام ہوتو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کرے گا۔ (9) فرمایا کل لحم نبت من حرام فالنار اولیٰ بہ۔ جو گوشت حرام سے بڑھے گا اسے آگ زیادہ لائق ہے (10) جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کہاں سے مال کماتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ کہاں سے اسے دوزخ میں داخل کرے۔ (11) فرمایا عبادت کے دس جزو ہیں نو ان میں سے طلب حلال مال ہے یہ روایت مرفوعاً" بھی آئی ہے اور موقوفاً" بھی۔ (12) فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کرے گا اس حال میں کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور صبح کو اٹھے گا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔ (13) فرمایا جو شخص گناہ سے مال حاصل کرے پھر اس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ ان تمام اخراجات کو اکٹھا کرے گا پھر ان کو دوزخ میں ڈال دے گا فرمایا۔ خیرو دینکم الورع ترجمہ: ہمارا بہترین پرہیزگاری ہے۔ (14) فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے حالت تقویٰ میں ملے گا اللہ تعالیٰ اسے تمام اسلام کا ثواب عنایت کرے گا (15) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ (16) حدیث میں ہے کہ سود کا ایک درم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی حالت میں تمیں زنا کی بنسبت سخت ہے۔ (17) حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف پیاسی ہوکر جاتی ہیں پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگیں بھی صحت کے ساتھ پانی پی کر لوٹتی ہیں اگر بیمار ہوتا ہے تو رگیں بیمار ہوکر پھرتی ہیں اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو عمارت سے ہے اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی اور مضبوط ہوگی تو عمارت سیدھی اور بلند ہوگی اور جس صورت میں بنیاد کمزور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا اسس بنیانہ علٰی تقوی من اللہ ورضوان خیرو ام من اسس بنیانہ علٰی شفاجرف ہارفانہاربہ فی نار جھنم (التوبہ 109) ترجمہ کنزالایمان : تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر اور اس کی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے اپنی نیوچنی ایک گراؤگڑھے کے کنارے تو وہ اسے لیکر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔ (18) حدیث شریف میں ہے جو شخص مال وجہ حرام سے حاصل کرے تو اگر اسے صدقہ دے گا تو قبول نہ ہوگا اور اگر اپنے پیچھے چھوڑے گا تو اس کیلئے دوزخ کا توشہ ہوگا باب آداب الکسب میں ہم نے جو حدیثیں لکھی ہیں ان سے کسب حلال کی فضیلت واضح ہے۔

اقوال اسلاف صالحین (حکایت): ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک قوم کیلئے کہانت کی تھی - انہوں نے مجھے یہ دودھ دیا تھا آپ نے اپنے منہ میں انگلی ڈال کر قے کرنا شروع کی یہاں تک کہ غلام کو خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکل جائے گا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی میں تیرے سامنے عذر کرتاہوں اس دودھ سے جو رگوں اور آنتوں میں رچ بچ گیا ہو بعض روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس قصہ کی خبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صدیق اپنے پیٹ میں بجز مال طیب کے اور کچھ نہیں ڈالتا۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ (3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جس کا نام حرام سے بچنا ہے۔ (4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کرے گا جب تک کہ حرام سے نہ بچو گے۔ (5) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسے کچھ ملا ہے تو اسی طرح ملا ہے کہ جو پیٹ میں ڈالا سمجھ کر ڈالا۔ (6) فضیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز سمجھ لیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ صدیق کہتا ہے تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے۔ (7) حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آب زمزم کا کیوں نہیں پیتے فرمایا کہ اگر میرا اپنا ڈول ہوتا تو پیتا۔ (8) سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی اطاعت میں مال حرام خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پاک پانی کے پاک نہیں ہوتا اسی طرح گناہوں کو سوائے مال حلال کے کوئی چیز دور نہیں کرتی۔ (9) یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اطاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے اور اس کی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہیں۔ (10) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہو۔ (11) سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہ تک نہیں پہنچتا جب تک کہ اس میں چار خصلتیں نہ ہوں۔ (1) فرائض کا ادا کرنا مع سنتوں کے۔ (2) حلال کھانا ورع کے ساتھ۔ (3) ظاہرو باطن کی ممنوعات سے بچنا۔ (4) ان باتوں پر موت تک جما رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقوں کی علامتیں اس پر روشن ہو جائیں تو چاہئے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھائے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نہ کرے۔ (12) صوفیا فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہے اس آیت کا کلا بل ران علٰی قلوبہم ماکانوایکسبون (المطففین 14) ترجمہ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے (13) ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شبہ کے ایک درم کا پھر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (14) بعض اکابر فرماتے ہیں کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہے اور اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہیں آتا۔ (15) سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہے اس کے اعضاء خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہیں۔ اس کو خبر ہو یا نہ ہو اور جس کی غذا حلال ہوتی ہے اس کے اعضاء اطاعت کرتے ہیں۔ اور اس کو خیرات کی توفیق ہوتی ہے۔ (16) کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ آدمی غذا حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہے تو اس کے پہلے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو شخص حلال کی طلب میں ذلت کے مقام پر خود کو کھڑا کرتا ہے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (17) اکابر کے آثار میں ہے کہ جب واعظ عوام میں وعظ کیلئے بیٹھتا تو علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تین باتیں دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اس کے پاس بیٹھو

کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر برا کہہ کر کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اس کے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اسے کے پاس بھی نہ بیٹھو۔

حدیث: حدیث مشہور میں بروایت علی مرتضٰی وغیرہ رضی اللہ عنہم ہے۔ ان الدنیا حلالها حساب وحرامها عذاب ترجمہ: دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے اور اس کے شبہ میں سزا۔ اور دوسرے راویوں نے شبہتها عقاب بھی زیادہ کیا ہے۔

حکایت: منقول ہے کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا۔ انہوں نے نہ کھایا سیاح نے سبب پوچھا انہوں نے فرمایا کہ ہم بجز حلال کے کچھ نہیں کھاتے۔ اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہیں اور حالت یکساں رہتی ہے اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھائیں جو لوگ کھاتے ہیں تو نہ تو کچھ علم یقین ہمیں نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دل میں باقی رہے اس سیاح نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں اور ہر مہینہ میں تیس قرآن۔
ختم کرتا ہوں ابدال نے فرمایا کہ جو چیز میں نے تیرے سامنے پی ہے میرے نزدیک تیرے تیس ختم قرآن سے جو تین سو رکعتوں میں پڑھے ہوں بہتر ہے اور انہوں نے رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔

حکایت: امام احمد بن حنبل کو یحیٰی بن معین سے بہت الفت تھی اور مدتوں تک ساتھ رہے ایک دفعہ امام نے سنا کہ یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ میں کسی سے سوال نہیں کرتا لیکن اگر بادشاہ کچھ دے تو لے لوں گا آپ نے یہ حال سن کر ان سے ملاقات چھوڑ دی یہاں تک کہ غذا دین میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے اسے نیک عمل سے پہلے بیان فرمایا ہے کلوامن الطیبات واعملوا صالحا (المومنون 51) ترجمہ: پاکیزہ چیز کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

فائدہ: توریت میں مذکور ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میری غذا کہاں سے ہے اللہ تعالیٰ اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کرے۔

حکایت: حضرت علی نے حضرت عثمان کے شہید ہونے اور دارالخلافہ کے لٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو اس پر اپنی مہر دیکھ لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہیں۔

حکایت: ایک دفعہ فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ مکرمہ میں وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور کھجور کا ذکر کیا وہیب نے فرمایا کہ کھجور بہت محبوب ہے مگر میں اس کو کھاتا نہیں۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ کے کھجور زبیدہ وغیرہ کے باغات میں مل گئے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ اگر آپ اس طرح کے دقائق کا لحاظ کریں گے تو روٹی کھانا دشوار ہو جائے گی۔ انہوں نے وجہ پوچھی فرمایا کہ اصل زمینیں اطراف جوانب کی زمینوں میں مل گئی ہیں یہ سنتے ہی وہیب کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبداللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو مار ڈالا

انہوں نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ وقت چھوڑ دیں جب وہیب کو ہوش آیا تو قسم کھائی کہ میں عمر بھر روٹی نہ کھاؤں گا بھوک کے وقت دودھ پی لیا کرتے۔ ایک دفعہ ان کی ماں دودھ لائیں آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں کا ہے انہوں نے جواب دیا کہ فلاں شخص کی بکری کا ہے آپ نے پوچھا کہ وہ بکری اس کے پاس کہاں سے آئی اور دام کہاں سے دیا۔ انہوں نے بتا دیا جب دودھ منہ کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ ایک بات رہ گئی کہ یہ بکری کہاں چرا کرتی تھی ان کی والدہ خاموش ہوگئیں آپ نے وہ دودھ نہ پیا۔ اس لئے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جس میں کچھ مسلمانوں کا حق تھا ان کی والدہ مہربان نے فرمایا کہ پی لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی نافرمانی کروں اور اس کی مغفرت کا خواہاں ہوں یعنی پینے سے اس کی نافرمانی یقیناً ہوگی تو اس طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کرکے طالب مغفرت ہونا اچھا نہیں۔

حکایت: حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ بھی پرہیزگاروں میں سے تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔ فرمایا کہ جہاں سے تم کھاتے ہو مگر جو کھائے اور روتا جائے وہ اس جیسا نہیں جو کھالے اور ہنستا جائے نیز میرا ہاتھ دوسروں کی بہ نسبت قاصر ہے اور لقمہ بھی اوروں سے چھوٹا ہے۔ یعنی بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہوں کہ اسلاف شبہات سے اسی طرح پرہیز کرتے تھے۔

بیان نمبر2 حلال اور حرام کے اقسام: حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے اگر طالب حسن اپنی غذا یوں معین کرے کہ فتویٰ کے رو سے حلال ہو اور اس کے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھائے تو اسے اس بحث طویل کی ضرورت نہیں لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھائے تو اس کے لئے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑے گی چنانچہ اس کی تفصیل ہم نے فقہ کی کتابوں میں لکھی ہے یہاں ہم مجملاً" تقسیم کے طور پر ارشاۃ" حلال مال کی آمدنی کے وجوہ بیان کرتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ مال دو مال سے خالی نہیں یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس وجہ سے کہ اس کے حاصل کرنے میں کوئی خلل ہوگیا ہوگا۔ (ا) جس کی ذات میں کوئی صفت حرمت کی ہے وہ ایسی چیزیں ہیں جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں روئے زمین پر کھانے میں آتی ہیں وہ تین طرح ہیں۔ (ا) معدنیات جیسے نمک اور روٹی وغیرہ (2) نباتات (3) حیوانات۔ (ا) معدنیات وہ ہیں جو زمین کے اجزاء اور کانوں سے نکلتی ہیں اسی وجہ سے حرام ہیں کہ کھانے میں مضر ہیں۔ اور بعض بمنزلہ زہر کے ہیں اگر بالفرض روٹی کا کھانا مضر ہوتا وہ بھی حرام ہوتی اور جسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو وہ بھی ضرر ہی کی وجہ سے حرام ہوتی ہے اس سے کہ اگر کوئی چیز معدنیات میں سے شوربا یا اور کسی بہنے والی غذا میں گر جائے تو وہ اس کے سبب سے حرام نہ ہوگا۔ (2) نباتات سے وہ چیزیں حرام ہیں جو عقل یا زندگی یا تندرستی کو زائل کریں عقل کو زائل کرنے والی جیسے بھنگ اور شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں اور زندگی کی زائل کرنے والی جیسے بیش وغیرہ زہر ہیں اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائیں ہیں جن کا بے وقت استعمال کیا جائے غرضیکہ شراب اور نشہ کی چیزوں کے سوا سب میں حرمت کی علت ضرر ہے اور مسکرات

میں یہ بات نہیں ان میں سے تھوڑی بھی حرام ہے اگرچہ نشہ نہ کریں ان میں علت تیزی ہے جو سرور پیدا کرتی ہے اور زہریلی اشیاء میں سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ مقدار کی کمی یا دوسری چیز میں ملانے سے تو وہ حرام نہ ہوں گی۔ حیوانات دو نوع ہیں۔ (۱) ماکول (2) غیر ماکول اور اس کی تفصیل باالاطعمہ میں ہے اور ان کا مفصل بیان ایک طویل بحث ہے۔ بالخصوص پرندہ اور حیوانات خشکی اور تری کا بیان۔

مسئلہ: حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ بھی شرعی طور پر ذبح ہوا ہو۔ (2) ذبح کرنے والے اور آلہ ذبح اور مقام ذبح کی شرطوں کا لحاظ کیا گیا ہو۔ جو باب الصید والذبائح میں مذکور ہیں۔

مسئلہ: جو جانور شرعی طور پر ذبح نہ ہوا ہو یا مرگیا ہو تو وہ حرام ہے ان میں سوائے ٹڈی اور مچھلی کے اور کوئی جانور حلال نہیں۔

مسئلہ: انہیں کے حکم میں وہ کیڑے ہیں جو غذا کا جزو بن جاتے ہیں جیسے سیب اور گولر اور پنیر اور سرکہ کہ ان سے احتراز کرنا غیر ممکن ہے ہاں اگر ان کو علیحدہ کرکے کھایا جائے تو ان کا حکم مکھی اور گوبریلے اور بچھو وغیرہ جانوروں کا ہے جن میں خون جاری نہیں یعنی ان کی حرمت کی بجز کراہت طبعی کے اور کچھ نہیں اگر کراہت طبعی نہ ہوتی تو وہ مکروہ نہ ہوتے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ ان چیزوں سے کراہت نہ کرے تو خاص اس کی طبیعت پر التفات نہ کیا جائے گا بلکہ اکثر طبائع کے اعتبار سے ان چیزوں کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک اور رینٹ جمع کرکے پی لے تو مکروہ ہے حالانکہ کراہت نجاست کا سبب نہیں اس لئے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ چیزیں مرنے سے ناپاک نہیں ہوتیں۔ (حدیث شریف) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مکھی اگر کھانے میں گر جائے تو اسے غوطہ دو۔

مسئلہ: کھانا بعض اوقات گرم ہوتا ہے کہ مکھی گرتے ہی مرجاتی ہے اور اگر چیونٹی یا مکھی ہانڈی میں پک کر پاش پاش ہوجائے تو اس طعام کا گرا دینا ضروری نہیں اس لئے کہ مکروہ صرف اس کا جسم ہے وہ ناپاک نہیں ہے کہ ہانڈی کو ناپاک کردے۔

فائدہ: ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی حرمت مکروہ جاننا طبع کی وجہ سے ہے اسی لئے کہ ہم کہتے کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی میں پڑ جائے اگرچہ تھوڑا سا ہو تو تمام کھانا حلال نہیں بلکہ وہ حرام ہوجائے گا اس وجہ سے نہیں کہ وہ نجس ہوگیا کیونکہ آدمی تو مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آدمی کا کھانا تعظیم کی وجہ سے ہے کراہت طبعی کی وجہ سے نہیں۔

مسئلہ: جو جانور کہ کھائے جاتے ہیں شرائط کے مطابق ذبح ہونے سے بھی ان کے تمام اجزاء کا کھانا حلال نہیں ہوتا بلکہ بعض اشیاء اس میں حرام ہیں جیسے خون اور غلیظ چیزیں ان میں نجس ہیں حرام ہیں اور نجاست کا کھانا مطلقاً حرام

ہے لیکن نجس عین یا تو حیوانات میں سے ہیں یا مسکرات میں نباتات میں سے اور جو چیزیں کہ عقل کو دور کرتی ہیں اور نشہ نہیں لاتیں وہ نجس عین نہیں جیسے بھنگ کیونکہ نشہ آور چیز کا پلید ہونا اس سے بچنے کیلئے کیا گیا ہے کہ ایسی چیزوں کی طرف لوگوں کا دل مائل ہوتا ہے۔

مسئلہ: بہنے والی نجاست کا ایک قطرہ یا بستہ نجاست کا کوئی حصہ شوربا یا کھانے یا تیل میں گر جائے تو ان سب کا کھانا حرام ہوجائے گا۔ ہاں دوسرے کام میں لانا حرام نہ ہوگا۔ مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیوں کو ملنا یا جانوروں وغیرہ پر لگانا درست ہے۔

دوسری قسم: جن چیزوں کے حاصل کرنے میں کوئی خلل واقع ہو اس کی بحث بھی طویل ہے اس طرح کہ مال لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بلااختیار۔ دوسرے کی مثال مال وارث ہے کہ بلااختیار وارث کے ملک میں آجاتا ہے اور اختیار سے مالک ہونا بھی دو قسم ہے۔ (1) کسی مالک سے اس کی ملک میں آیا۔ (2) بغیر مالک کے آیا جیسے کان کا حصول۔

مسئلہ: جو مالک سے آیا ہو وہ اس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے اور زبردستی کی صورت میں یا مالک مال کی عصمت سے دور ہوگئی جیسے غنیمت یا مال لینے کا استحقاق ثابت ہوگیا ہو جیسے زکوٰۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے والوں سے مال حاصل کرنا۔

مسئلہ: جو مال رضامندی سے لیا جائے وہ بھی دو طرح ہے (1) وہ جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسے کان سے کچھ لینا۔ (2) ویران زمین کو آباد کرنا کسی کی ملک میں شکار کرنا یا لکڑی لانا یا ندیوں میں سے پانی لینا' گھاس لانا۔ یہ سب چیزیں حلال ہیں بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا تعلق نہ ہو جس صورت میں کہ کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیاء میں نہ ہوگی تو لینے والا ان کا مالک ہوجائے گا اور اس کی تفصیل ویران زمین آباد کرنے کے باب میں ہے۔ (2) وہ مال جو ایسے لوگوں سے زبردستی لیا جائے جن کی حرمت نہیں جیسے مال غنیمت جو لڑائی سے ملے یا مال فی جو بغیر لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اس صورت میں حلال ہوتا ہے کہ مسلمان اس میں خمس نکال کر مستحقین میں عدل کے ساتھ تقسیم کردیں اور ایسے کافروں سے نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہیں مثلاً ذمی اور امن اور معاہدہ والے کفار اور ان شرطوں کی تفصیل جزیہ کے باب میں مذکور ہے۔ (3) وہ مال جو ایسے لوگوں سے زبردستی لیا جائے جو واجب حق ادا نہ کریں اور بغیر رضامندی کیلئے لے جانے کے مستحق ہوں یہ مال بھی حلال ہے جبکہ استحقاق کا سبب پورا ہوجائے اور مستحق میں وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اس مال کی تفصیل تفریق صداقت صدقات اور کتاب الوقف اور نفقات کے بیان میں ہے اس لئے کہ ان میں یہی بحث ہوتی ہے کہ مستحق زکوٰۃ کے اوصاف کیا ہیں اور وقف و نفقات وغیرہ کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہیں جب یہ شرائط پوری ہوں گی تو جو مال لیا جائے گا وہ حلال ہوگا۔ (4) وہ مال جو معاوضہ کی صورت میں مالک کی رضامندی سے لیا جائے یہ اس صورت

میں حلال ہے کہ عوض کی دونوں چیزوں کی شرائط اور عاقدین اور ایجاب قبول کی شرط ملحوظ رہیں اور جو شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرمادی ہیں ان سے احتراز کیاجائے۔ ان امور کا بیان کتاب البیع اور مسلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور ضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات میں مفصل مذکور ہے۔ (5) وہ مال جو مالک کی رضامندی سے بدلہ لیا جائے یہ اس صورت میں حلال ہے کہ معقود علیہ اورعاقدین اورعقد کی شروط کی رعایت کی جائے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہ ہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتوں اور صدقات کے ابواب میں مذکور ہے۔ (6) وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث یہ اس صورت میں حلال ہوتا ہے کہ مورث نے اسے بوجہ حلال وجوہ پنج گانہ مذکورہ بالا سے حاصل لیا ہو علاوہ ازیں ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتیں ادا ہوچکی ہوں اور وارثوں کے حصے عدل کے ساتھ ادا ہوئے ہوں اور حقوق واجب مثل زکوٰۃ اور حج اور کفارہ ادا ہوگئے ہیں اس کی تشریح کتاب الوصایا اور فرائض میں ہے۔

آمدنی: کی کل صورتیں مجملاً" یہی ہیں ہم نے بطور اجمال ان کی طرف اشارہ کردیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہوجائے کہ اگر اس کی غذا ایک وجہ معین سے نہ ہوگی بلکہ متفرق صداقت سے حاصل ہوگی تو اسے ان جملہ امور کے معلوم کئے بغیر چارہ نہیں اور جس وجہ سے ان صورتوں میں سے اسے عذاب ملے گا کہ اہل علم سے اس کے باب مسنونہ میں فتویٰ پوچھ لے اور معلوم کئے بغیر جائز نہیں اس پر جرات نہ کرے اس لئے کہ جیسے عالم سے قیامت میں کہا جائے گا کہ تو نے اپنے علم کے خلاف کیوں کیاویسے ہی جاہل سے کہا جائے گا کہ تو اپنی جہالت پر کیوں بضد رہا۔ علماء سے کیوں نہ پوچھ لیا تجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد معلوم ہوچکا تھا۔ طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حلال اور حرام کے درجات

: حرام سب خبیث ہے بعض میں خباثت زیادہ ہے اور بعض میں کم اسی طرح حلال سب پاک و صاف ہے بعض زیادہ ستھرا ہے اور بعض کم اس کی مثال ایسی ہے کہ طبیب کہتا ہے کہ سب مٹھائیاں گرم ہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ بعض اول درجہ کی گرم ہیں جیسے شکر اور بعض دوم درجہ جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی وجوہ کو سمجھئے کہ بعض کی اول درجہ کی ہے اور بعض کی دوم و سوم و چہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکیزگی کا حال ہے اور ہم اس جگہ طبی اصطلاح کا اقتداء کرکے چار درجے تخمیناً" بیان کرتے ہیں اگرچہ حقیقت میں درجات کا احصاء ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہوسکتا ہے مثلاً بعض شکر میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم اسی طرح اور چیزوں کا حال ہے بہرحال اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجات ہیں۔ (۱) عادل لوگوں کا ورع یہ اس حرام سے بچنے کو کہتے ہیں کہ گر انسان اس میں مبتلا ہوتو فاسق ہوجائے اور اس کا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار و اور گناہگار کہلائے یہ ورع اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جتنا باتوں کو فقہاء حرام کہیں ان سے اجتناب کرے۔

ورع صالحین (2): یہ اس چیز سے بچنے کو کہتے ہیں جس میں حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو اگرچہ مفتی شرع ظاہر حال کے لحاظ سے اس کی حلت کا فتویٰ دے شبہ کے مواقع سے بچنے کا نام ہم نے ورع صالحین رکھا یہ دوسرے درجہ میں ہے۔

نمبر3: ورع الاتقاء وہ اس طرح ہے کہ کوئی چیز نہ تو فتویٰ کی وجہ سے حرام ہے اور نہ اس کی حلت میں شبہہ ہے مگر اس سے یہ خوف ہے کہ نوبت حرام تک پہنچے یعنی جن چیزوں میں کچھ خوف نہیں ان کو خوف کی چیزوں کی خاطر چھوڑ دینا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا۔ لا یبلغ العبد درجہ المتقین حتی یدع مالا باس بہ محافتہ ما باس بہ، ترجمہ: انسان متقیوں کے درجہ تک نہیں پہنچتا جب تک کہ خوف والی اشیاء کا ترک نہ کرے۔

نمبر4: ورع صدیقین نہ شے میں خوف ہو اور نہ اس کا خوف کہ اس سے نوبت دوسری چیز خوف والی تک پہنچے گی مگر اس کو خاص اللہ تعالیٰ کیلئے لینے کی نوبت نہ ہو یا اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی ان میں کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین کا ورع ہے۔ پس یہ درجات حلال کے بالا جمال بیان ہوئے اور جس حرام سے درجہ اول میں بچنے کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی جس کے بچنے سے عدالت ثابت ہوتی ہے اور فسق کا خباثت میں اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے بھی کئی درجے ہیں مثلاً جن چیزوں میں صرف لین دین سے بیع حرام ہے اگر ان کو بغیر ایجاب و قبول زبانی کے لیا تو وہ حرام ہوں گی مگر ایسی حرام نہ ہوں گی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینا بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت زیادہ ہے کہ اس میں دو باتیں ہوئیں ایک جو شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کیلئے راہ مقرر کی تھی اس کو چھوڑ دیا۔ دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی میں اگرچہ اول بات موجود ہے مگر دوسرے کو ایذا دینا نہیں پایا جاتا۔ پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی میں سہولت ہے۔ بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اس طرح کا فرق یوں معلوم ہوتا ہے کہ جن ممنوعات میں شرعیت نے تشدید اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہے ان کا اختیار کرنا سخت گناہ ہے اور جن میں تشدد کم ہے چنانچہ اس کا بیان باب التوبہ میں گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر میں آئے گا ان شاء اللہ۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز کسی فقیر یا نیک آدمی یا یتیم سے زبردستی لے لی جائے تو وہ اس شے کی بہ نسبت زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا تونگر یا فاسق سے لی جائے اس لئے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ مخصوں کے جدا جدا ہوتے ہیں پس خبائث کی تفصیل میں ان باتوں میں سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

نکتہ: اگر گناہگاروں کے مختلف درجے نہ ہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہ ہوتے نیز جب یہ معلوم کر چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہے تو پھر اس کو تین یا چار درجوں میں تقسیم کرنا زبردستی ہے علاوہ ازیں درجات

حرام کا اختلاف خباثت میں وہاں خوب معلوم ہوتا ہے جہاں ممنوع چیزوں میں تعارض پڑتا ہے اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً ایک شخص موٹا بھوک سے مضطرب ہو اور مردار اور مال غیر اور شکار حرام مل سکتا ہے تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینی پڑے گی چنانچہ اس کا بیان ورع کے درجات امثلہ شواہد ورع کے اول درجے یعنی عادل شخصوں کے ورع کے باب میں مذکور ہیں۔ ورع درجہ اول یعنی ورع عوام جو چیزیں ایسی ہیں کہ مقتضائے فتویٰ حرام ہیں اور جو چھ طریق حرام کے اوپر مذکور ہوئے ان میں داخل ہوں یعنی وجہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہو جاتا ہے۔ پس اوپر کے وجوہ حلال کی آمدنی کا ذکر ہوا ہے انہیں کو حرم کی آمدنی کا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگر شرائط حلت ملحوظ نہ رہیں تو ایسی چیزیں حرام مطلق ہیں ان کا مرتکب فاسق اور گناہگار ہے اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیاء ہیں ان میں مثالوں اور شواہد کی ضرورت نہیں۔

دوسرے درجہ کے ورع کی مثالیں: شبہات ہیں جن سے بچنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ شبہات کے باب میں اس کا ذکر آئے گا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہے تو اس طرح کے شبہات حرام میں داخل ہیں اور بعض شبہات سے بچنا مکروہ ہوتا ہے اس سے احتراز کرنا وسوسہ والوں کا ورع ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص شکار سے احتیاط کرے اس خوف سے کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضے کرنا پڑے گا تو اس طرح کی احتیاط وسوسہ ہے اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہے اسی طرح کے شبہات پر اس حدیث شریف دع ما یریبک الی ما لا یریبک ترجمہ: چھوڑ دے جو شک میں ڈالے اور وہ اختیار کر جو شبہ میں نہ ڈالے۔ تنزیہی پر محمول کرتے ہیں اسی طرح یہ ارشاد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل ما اصمیت ودع ما انمیت (جس شکار پر تیر لگے اور سامنے مرجائے کھائے اور جو زخمی ہو کر نظر سے غائب ہو جائے اور وہ مردہ ملے اسے نہ کھائے)۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ گرنے یا اور کسی سبب سے مر گیا ہو تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ یہ شکار حرام نہیں بلکہ اس کا نہ کھانا درجہ دوم ورع ہے۔

نیز ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنی دع ما انمیت امر تنزیہی ہے اس لئے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اس شکار سے کھاؤ اگرچہ کھاؤ اگرچہ نظروں سے غائب ہو جائے بشرطیکہ اس میں اپنے تیر کے سوا اور کوئی علامت نہ پائے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو ہوا کہ وان اکل فلا نا کل فانی اخاف ان یکون انما امسک علی نفسہ ترجمہ: اگر کتا کھائے تو شکار کو مت کھاؤ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں شکار اپنے لئے نہ پکڑا ہو۔ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یوں ارشاد فرمایا کل منہ فقال وان اکل قال وان اکل ترجمہ: اس سے کھاؤ عرض کی اگرچہ کتے نے کھایا ہو فرمایا اگرچہ اس نے کھایا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر اور پیشہ ور تھے۔ اسے یہ احتیاط نہ ہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم ایسے نہ تھے۔

حکایت: حضرت ابن سیرین نے اپنے شریک کو چار ہزار درم معاف کر دیئے۔ اس لئے کہ ان کے دل میں کچھ کھٹکا

ہوگیا تھا باوجودیکہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اس درجہ کی مثالیں ہم شبہات کے درجات میں بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ) یہاں اتنا ہی کافی ہے۔

فائدہ: شبہہ ہو لیکن اس سے احتراز واجب نہ ہو وہ مثل اسی درجہ کی ہے۔

درجہ نمبر 3: متقیوں کے ورع کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یبلغ العبد درجتہ المتقین حتی یدع مالا باس بہ مخافتہ مما بہ باس **فائدہ:** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے نوویں دسویں حصے کو چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں حرام میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ حضرت ابو دردا فرماتے ہیں کہ تقویٰ پر قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ سالک ذرہ بھر چیز میں بھی تقویٰ کرے یہاں تک کہ بعض چیزیں جنہیں حلال جانتا ہو اس ڈر سے ترک کردے کہ کہیں حرام نہ ہوں تاکہ یہ ترک اس میں اور دوزخ کی آگ میں آڑ ہوجائے۔

حکایت: کسی بزرگ کے ایک سو درم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے آئے تو ننانوے لئے ایک درم کم لینے سے تقویٰ کیا کہ کہیں زیادہ نہ ہوجائیں۔ حکایات = بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا درم لیتے تو ایک رتی کم لیتے دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ دوزخ کی آگ کا مانع۔

ا۔ بلکہ وہ غنی تھے یعنی حاتم طائی مشہور سخی کے بیٹے تھے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: ان چیزوں سے احتراز کرنا اسی میں داخل ہے جنہیں لوگ چشم پوشی کرجاتے ہیں اگرچہ فتویٰ کی رو سے حلال ہیں لیکن اگر ان کا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزوں تک پہنچتی ہے اور نفس کاہل ہوکر تقویٰ چھوڑ دیتا ہے۔

حکایت: علی بن معبد فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ایک دفعہ میں نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر خشک کروں پھر میں نے سوچا کہ دیوار میری ملک نہیں میرے نفس نے کہا کہ دیوار میں سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہے میں نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب میں سویا تو خواب میں دیکھا ایک شخص یوں کہتا ہے بھائی جان اس شخص کا کل حال معلوم ہوگا۔ جو کہتا ہے کہ دیوار کی اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہے۔

فائدہ: شاید اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت میں اس کا درجہ کم ہوجائے گا یعنی متقین کا درجہ اسے نہ ملے گا یہ مراد نہیں کہ اس فعل پر کوئی سزا ہوگی۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے عطر آیا آپ نے فرمایا کہ کوئی عورت اسے تول دیتی تو میں اسے مسلمانوں میں بانٹ دیتا آپ کی بیوی عاتکہ نے کہا کہ مجھے تولنا خوب آتا ہے آپ نے جواب نہ دیا پھر یہی فرمایا کہ اسے کوئی عورت تول دیتی تو میں مسلمانوں میں تقسیم کرتا آپ کی بیوی نے پھر وہی کہا آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تو جب تول چکے تو ترازو کے پلہ کے غبار کو اپنی گردن میں مل لے۔ اس وجہ سے دیگر مسلمانوں کی بہ نسبت

عطر سے مجھے زیادہ فائدہ پہنچے۔

حکایت: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے عطر (مسلمانوں کیلئے) تل رہا تھا آپ نے اپنی ناک بند کر لی کہ خوشبو نہ آئے کہا گیا حضرت یہ آپ نے کیوں کیا فرمایا کہ اس کا فائدہ تو صرف خوشبو سے ہی ہے میں کس طرح اوروں سے نفع پاؤں۔ (یعنی عطر سے نفع اس کی خوشبو ہی تو ہے)

حکایت: بچپن میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک اٹھالیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ٹھیک نہیں اسے پھینک دو۔

حکایت: ایک بزرگ شب وفات حالت نزع میں فرمایا کہ چراغ بجھا دو اس لئے کہ تیل میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا ہے۔

حکایت: سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو کچھ خوشبو مال غنیمت سے بیچنے کیلئے دیدیا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے میں کسی قدر ان کی انگلی میں لگ گئی۔ انہوں نے اسے اپنے دوپٹہ سے پونچھ لیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے انہوں نے قصہ سنا دیا۔ آپ نے فرمایا کیا تو مال غنیمت کی خوشبو لیتی ہو۔ آپ نے بیوی کے سر سے دوپٹہ اتار لیا اور ایک کوزے میں پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے۔ اور زمین پر ملتے جاتے تھے اور سونگھتے جاتے تھے پھر زمین پر مل کر دھوتے تھے یہاں تک کہ اس میں خوشبو نہ رہی پھر میں ایک بار ان کی بیوی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو انگلی میں لگی انہوں نے انگلی اپنے منہ میں ڈال کر مٹی میں رگڑ دی۔

فائدہ: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ تھا کہ کہیں زیادہ کی نوبت نہ پہنچے ورنہ دوپٹے کے دھونے سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا مگر اسی لئے دھو ڈالا کہ آئندہ کسی کو جرات نہ ہو اور خود کو زیادہ نفع حاصل نہ ہو۔

حکایت: حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو مسجد میں موجود ہے اور کسی بادشاہ کی انگیٹھی میں عود سلگایا جاتا ہے اور اس کی خوشبو مسجد میں آرہی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس شخص کو مسجد سے نکل جانا چاہئے اس لئے کہ عود سے نفع خوشبو سے ہی تو ہوتا ہے۔ اور یہ صورت کبھی حرام کے قریب ہوجاتی ہے اس لئے کہ جتنی خوشبو میں اس کے کپڑے بس جائیں گے اتنا گناہ زیادہ ہوگا۔ کبھی ایسا ہوگا کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہوگی معلوم نہ ہوگا کہ مالک اس کو گوارا کرے یا نہ۔

حکایت: امام احمد سے پوچھا گیا کہ ایک شخص سے ایک پرچہ گر پڑا جس میں احادیث مبارکہ لکھی تھیں جسے مل گئیں کیا اسے جائز ہے کہ نقل کرکے مالک کو واپس کردے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پہلے اجازت لے پھر نقل کرے۔

فائدہ: اس میں بھی شک رہتا ہے کہ مالک راضی ہوگا یا نہیں خلاصہ یہ کہ جو چیز کل شک میں ہو اور اصل اس کی

حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہے گی اور اس کا چھوڑنا اول درجہ کا تقویٰ ہے۔

درجہ نمبر3: کے تقویٰ میں زینت سے اجتناب کرنا ہے اس لئے کہ اس میں بھی خوف ہے کہ اس سے زیادہ کسی اور امر میں مبتلا کردے ورنہ زینت بذات خود مباح ہے۔

حکایت: حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے نوک والی جوتی کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نہیں پہنتا لیکن اگر کیچڑ گارے کی وجہ سے پہنی جائیں تو حرج نہیں زینت کیلئے نہیں۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ایک بیوی سے آپ کو محبت تھی اسے آپ نے طلاق دیدی اس خوف سے کہ کہیں کسی کی ناحق سفارش نہ کربیٹھے اور میں اس کی خوشی کیلئے اس کا کہنا مان لوں۔

فائدہ: بے خطر کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہے کہ کہیں خطرناک امر تک نوبت نہ پہنچے۔ اکثر مباح چیزیں ممنوع چیزوں کی طرف سے داعی ہوا کرتی ہیں یہاں تک کہ بہت کھانا اور غیر شادی آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہے پھر شہوت فکر کا سبب بنتی ہے اور فکر نظر کا سبب ہوتا ہے اور نظر سے دیگر خرابیاں ہوتی ہیں اسی طرح دولت مندوں کے گھروں اور ان کے نقش و نگار کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہے مگر اس سے حرص اٹھتی ہے ان جیسے امور اختیار کرنے کی طلب پیدا ہوتی ہے پھر حرام چیزوں کے حاصل کرنے کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تمام مباحات کا یہی حال ہے کہ اگر دونوں باتوں کا لحاظ نہ رہے تو ان کا انجام خطرے سے خالی نہ ہوگا۔

اول: یہ کہ حاجت کے وقت بقدر ضرورت لی جائیں اور ان کی آفات کو جان لیا جائے۔

دوم: آفات سے ہمیشہ خطرہ میں رہیں۔

مسئلہ: جو شخص زیادتی حرص سے کوئی چیز لے گا وہ بھی خطرے سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت ابی احمد نے زینت کیلئے دیواروں کے نقش و نگار کو مکروہ فرمایا ہے اور فرماتے ہیں کہ زمین پر گچ گرانے سے تو یہ فائدہ ہے کہ مٹی نہ اڑے لیکن دیواروں کا نقش نگار بجز زینت کے اور کیا فائدہ ہے یہاں تک کہ مسجد کی دیواروں کے نقش و نگار کو بھی برا فرماتے ہیں اور دلیل میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد کو خوشبودار تیل لگایا جائے آپ نے فرمایا کہ سایہ دار ہونا کافی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں آپ نے مسجد کو خوشبودار روغن ملنے کی اجازت نہ دی۔

مسئلہ: سلف صالحین نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے کہ ان کا قول ہے جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ باتیں اسی لئے ہیں کہ سالک مباحات سے بڑھ کر شہوات میں نہ جائے کیونکہ مباح اور ممنوع دونوں کو

نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش میں چشم پوشی کا عادی ہوجاتا ہے تو پاؤں پھیلاتا ہے اسی لئے خوف اس کا مقتضی ہے کہ اس قسم کی تمام مباح چیزوں سے اجتناب کیاجائے۔

فائدہ: جس حلال مال میں یہ خوف نہ ہو کہ کسی گناہ کی طرف لے جائے گا تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہے۔ چوتھا درجہ صدیقین کے تقویٰ کا باقی رہا ان کے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جس کے حاصل ہونے میں کوئی معصیت نہ ہوئی ہو اور نہ اس سے معصیت پر مدد لے اور نہ حال اور مال میں اس سے قضائے حاجت مقصود ہو بلکہ صرف اللہ کیلئے اور اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کیلئے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جائے ان حضرات کے نزدیک جو چیز اللہ کیلئے نہ ہو وہ حرام ہے ان کا عمل اس آیت پر ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (الانعام 91)
ترجمہ: اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو انکی عبودگی میں انہیں کھیلتا (کنزالایمان)

فائدہ: یہ مرتبہ ان حضرات کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور اپنے خطرہ نفس سے جدا ہو کر قصداً خاص اللہ تعالیٰ کے ہوجاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ جو شخص اس سے اجتناب کرے گا جو اس کے ہاں کسی معصیت کو لائے یا اس پر کسی معصیت کی مدد کی جائے تو وہ ایسے امور سے بھی احتراز کرے گا جن کے کرنے سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن یحییٰ نے دوا پی ان کی بیوی نے کہا کہ اگر تم صحن میں کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کا حساب تیس برس سے کررہاہوں یہ رفتار مجھے یاد نہیں رہی۔ نامعلوم یہ دین سے متعلق ہے یا نہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین ہے یا نہ اس پر عمل کرنا جائز نہیں سمجھتا۔

حکایت: سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی پہاڑ میں میں نے گھاس دیکھی اور پانی پہاڑ سے جاری تھا میں نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں نے کسی دن حلال طیب کھایا ہوگا تو وہ یہی دن ہے پھر مجھے ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہاں تک پہنچا وہ کیسی تھی اور کہاں سے پیدا ہوئی تھی میں نے اپنے خیال سے رجوع کیا اور نادم ہوا۔

حکایت: حضرت ذوالنون مصری ایک بھوکے اور قید میں تھے کہ ایک نیک بخت عورت نے ان کیلئے کھانا داروغہ جیل کے ہاتھ بھجوایا آپ نے نہ کھایا آپ نے اس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ سے پہنچا تھا یعنی جس نے مجھے کھانا پہنچایا وہ اچھا نہ تھا یعنی ظالم تھا اسی لئے نہ کھایا۔

فائدہ: یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے۔

حکایت: بشر حافی علیہ الرحمتہ ان نہروں کا پانی نہیں پیا کرتے تھے جو امراء نے کھدوائی تھیں کیونکہ نہری پانی جاری ہونے اور ان تک پہنچنے کا سبب امراء تھے اگرچہ پانی بذات خود مباح تھا مگر کھدی ہوئی نہروں سے فائدہ لینا پڑتا اور ان

کے کھودنے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی۔

فائدہ: اسی لئے بعض اکابرین نے انگور کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تم نے ان کو خراب کردیا کیونکہ ظالموں کی کھودی نہر کا پانی دیا۔

فائدہ: یہ تقویٰ پانی پینے سے بھی بڑھ کر ہوا کیونکہ اس پانی سے جو چیز پیدا ہوئی اس سے بھی احتراز کیا۔

حکایت: بعض اکابر حج کے راستہ میں جو کنویں اور چشمے ظالموں نے بنائے ہیں پانی نہ پیتے تھے۔

فائدہ: باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ ایسے چشمے میں محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اس لئے نہ پیتے تھے کیونکہ اس سے فائدہ لیتا ہوگا۔

انتباہ: حضرت ذوالنون مصری کا تو تقویٰ ملاحظہ ہو کہ داروغہ جیل کے ہاتھ سے جو کھانا آیا نہ کھایا اس لئے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہیں کہہ سکتے۔ کہ حرام ہے ہاں اگر غصب کی رکابی میں آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام میں رکھا گیا مگر ان تک اس ذریعہ سے پہنچا تھا جو ان کے نزدیک حرام تھا۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دودھ قے کردیا اس خوف سے کہ کہیں قوت نہ پیدا کرے۔ باوجودیکہ آپ نے بے خبری میں پیا تھا اور اس کا نکالنا واجب نہ تھا لیکن خبیث مال سے پیٹ کا خالی ہونا صدیقوں کا تقویٰ ہے۔

مسئلہ: اسی قبیل سے ہے اس درزی کی کمائی سے احتیاط کرنا جو مسجد میں بیٹھ کر کپڑے سیتا ہو اگرچہ اس کا پیسہ حلال ہے مگر اس کا مسجد میں بیٹھ کر سینا مکروہ ہے امام احمد اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور آپ سے کسی نے پوچھا کہ بارش کے خوف سے اگر سوت کاتنے والا کسی قبرستان میں بیٹھ جائے تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ قبرستان صرف اسی لئے ہیں کہ کوئی آخرت کا کام کیا جائے اس لئے ایسے شخص کا وہاں بیٹھنا مکروہ ہے۔

حکایت: بعض اکابر کے غلام نے چراغ ایسے لوگوں سے روشن کیا جن کا مال مکروہ تھا آپ نے چراغ بجھا دیا۔

حکایت: بعض بزرگ نے تنور میں مکروہ لکڑی کی چنگاری بچ رہنے کی وجہ سے آگ نہیں جلائی۔ اور بعض نے بادشاہ کی مشعل کی روشنی میں اپنے جوتے کا تسمہ مضبوط باندھنے سے احتراز کیا۔

فائدہ: یہ باریکیاں تقویٰ کے طور راہ آخرت کے سالکین کے نزدیک ہیں ورنہ تحقیق یہ ہے کہ تقویٰ میں ایک تو ابتدا ہے یعنی جس چیز کو فتویٰ حرام کہے اس سے اجتناب کرنا یہ عوام کا تقویٰ ہے اورر ایک اس کی انتہاء ہے جو صدیقوں کا تقویٰ ہے یعنی جتنی چیزیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہوں بلکہ شہوت کے طور پر ہوں یا مکروہ طریقہ سے پہنچی ہوں یا ان کے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو ان سب سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

فائدہ: ان دونوں درجوں کے درمیان میں احتیاط کے بہت سے درجات ہیں تو جس قدر سالک اپنے نفس پر احتیاط

میں مبالغہ کرے گا اسی قدر قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا ہوگا اور پل صراط سے جلد گزرے گا اور برائی کے پلے جھکنے سے بے خوف رہے گا اور آخرت کے درجات اسی طرح مختلف ہوتے ہیں جس طرح تقویٰ کے درجات دنیا میں ہوں گے جیسے ظالموں کے حق میں دوزخ کے طبقات جداگانہ ہوں گے جتنا حرام اور خبیث مال میں ان کا تفاوت ہوگا۔ (جب تم اس تحقیق کو جان چکے تو اب اختیار ہے احتیاط بہت زیادہ کرو یا کم اگر احتیاط کرو گے تو اپنے لئے کرو گے اور نہ کرو گے تو اپنے لئے)

مشتبہات کے مراتب و مقامات

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال بین و الحرام بین و بینھما امور متشبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات فقد استبرء بعرضه ودینه ومن وقع فی الشبھات واقع الحرام کالراعی حول الحمی یوشک ان یقع فیه ترجمہ: حلال واضح ہے اور حرام بھی ان کے درمیان میں امور مشتبہات ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے تو جو کوئی مشتبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور آبرو بچالی اور جو کوئی ان میں واقع ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوا جیسے چراگاہ کے گرد چرانے والا کہ غالباً اس میں واقع ہوجاتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں تین قسموں کی نص صریح ہے اور مشکل ان میں سے درمیان قسم ہے جسے بہت سے لوگ نہیں جانتے یعنی شبہہ اس لئے اس کا بیان کرنا اور اس کی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہے کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہیں جانتے تو اسے کم لوگ جانتے ہیں حلال مطلق وہ چیز ہے جس کی عین ذات سے تحریم کی صفات علیحدہ ہوں اور اس کے اسباب میں ان چیزوں کا گزر نہ ہو جن میں حرمت یا کراہت کو دخل ہو اس کی مثال یہ ہے کہ پانی جس وقت برسے اسی وقت اسے کوئی شے اپنی زمین مباح میں جمع کرے۔ حرام محض وہ ہے جس میں کوئی صفت حرام کرنے والی پائی جائے سرور لانے والی تیزی شراب یا نجاست پیشاب میں یا یہ کہ وہ چیز کسی قطعی ممنوع سبب سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود یہ دونوں طرفین ظاہر ہیں شبہہ کو ان میں دخل نہیں۔

فائدہ: ان میں دونوں طرفیں وہ بھی داخل ہیں جن کا حال معلوم ہے کہ مثلاً حلال ہیں مگر یہ بھی احتمال ہے کہ غیر کی ہوں لیکن اس احتمال کیلئے کوئی سبب نہیں بجز خیال و وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا کہ حلال ہے مگر کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہے کہ اس کو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور یہ اس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی مارے تو احتمال ہے کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اس سے پھسل کر پھر پانی میں چلی گئی ہو اس طرح احتمال بارش کے پانی میں نہیں ہوسکتا مگر چونکہ اس احتمال کا کوئی سبب نہیں اس لئے یہ شکار بھی حلال مطلق میں داخل ہے اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہئے ہم اس سے احتراز کرنے کو وہمیوں کا تقویٰ کہیں گے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم کے نہیں ہاں جس صورت میں کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی کے کان میں بالی پڑی دیکھی یا کوئی دلیل قوی ہو مثلاً ہرن میں زخم ایسا پایا کہ داغ کا بھی ہوسکتا ہے اور دوسری طرح بھی ہوسکتا ہے تو اس صورت میں تقویٰ بچا ہے

اور جبکہ کسی طرح کی دلالت نہ ہو نہ یقینی نہ ظنی تو دلالت کا نہ ہونا ایسا ہے جیسے احتمال کا نہ ہونا اسی لئے اس کو وہم اور وسواس کہا جائے گا۔

فائدہ: اسی طرح یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہیں چلا گیا تو وہ مکان سے نکل جائے اور کہنے لگے کہ احتمال ہے کہ مالک مرگیا ہے اور اس کے وارثوں کا حق اس مکان سے متعلق ہوگیا ہو اس لئے میں نہیں رہتا تو یہ بھی وسواس ہے کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا ظنی نہیں پایا گیا اور شبہ ممنوع وہی ہے جو شک سے پیدا ہو اور شک اس کو کہتے ہیں کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو جداگانہ اسباب سے پیدا ہوں تو جس بات کا سبب ہی نہ ہوگا اس کا اعتقاد دل میں کیسے مضبوط ہوگا کہ دوسرے اعتقاد کے مخالف ہوسکے اور شک بن جائے اسی قاعدہ پر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی کو شک ہو کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہے اگر کسی شخص سے سوال کیا جائے کہ تم نے ظہر کی نماز دس سال پہلے فلاں دن تین پڑھی تھی یا چار تو اسے یقیناً یاد نہ ہوگا کہ چار پڑھی تھی اور جب یقین نہ ہوا تو اس کا بھی وہم کرے گا کہ شاید تین ہوں مگر یہ وہم شک نہیں اس لئے کہ اس کا کوئی سبب نہیں جس سے تین رکعتوں کا اعتقاد ہو۔

انتباہ: شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہئے وہ اشیاء جن میں صرف وہم و خیال پایا جائے۔ حرمت کی اور کوئی وجہ نہ ہو۔ وہ حلال مطلق میں داخل ہیں اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہمی ہو اور اس کا کوئی سبب نہ ہو تو وہ حرام محض ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے ہاتھ میں اس کے مورث کی چیز ہے اور اس کا دوسرا کوئی وارث نہیں اور وہ کہیں چلا جائے اور شخص مذکور سمجھے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مرگیا ہو اور وہ چیز میری ملک میں آگئی ہو اور اسی وہم سے اس چیز میں تصرف کرے تو حرام کا مرتکب ہوگا کیونکہ اس کے وہم کا کوئی سبب نہیں۔ اسی طرح کی اشیاء کو مشتبہات نہ جاننا چاہئے بلکہ مشتبہ چیزیں وہی ہیں جن کا حال مشتبہ ہوجائے یعنی دو اسباب کے دو اعتقاد پیدا ہوں اور کسی کو ترجیح نہ ہو اس صورت کو ہم مشتبہ کہیں گے۔

مشتبہات کے پیدا ہونے کے مقامات چار ہیں۔

مقام نمبر1: سبب حلت و حرمت میں شک ہونا یہ دو حال سے خالی نہیں - (1) دو احتمال برابر ہوں گے۔ (2) ایک غالب ہوگا۔ اگر دونوں برابر ہوں گے تو جو پہلے سے معلوم ہوگا وہی بحال رہے گا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ لگایا جائے گا حکم سابق کو دیکھ کر حال پر ویسا حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہے اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اس کے غلبہ بھی معتبر دلیل سے ثابت ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جائے گا۔

فائدہ: یہ مقام مثالوں اور دلائل کے بغیر واضح نہ ہوگا اسی لئے ہم اسے چار قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(1) حلال ہونا پہلے سے معلوم نہ ہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوئی۔ اس میں شک پڑے گا تو ایسے شبہ سے احتراز کرنا واجب ہے بلکہ اس پر جرات کرنا حرام ہے۔

مثلاً: ایک شخص نے شکار کو تیر مارا اور وہ زخمی ہو کر پانی میں گرا اور وہ اسے مردہ ملا اور معلوم نہیں کہ ڈوب کر مرا یا زخم سے۔ تو یہ حرام ہو گا اس لئے کہ اصل میں حرام تھا بجز ایک خاص طرح کے مرنے کے اور اس طریق معین میں شک پڑ گیا تو یقینی بات شک سے نہ چھوڑی جائے گی جیسے طہارات اور نجاسات اور نماز کی رکعات وغیرہ۔

ازالہ وہم: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو روکنا اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جب اسے فرمایا کہ نہ کھا شاید تمہارے کتے کے سوا کسی اور شے نے قتل کیا ہو۔ وجہ یہ تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی اور اس کا حال مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دریافت فرماتے کہ ان دونوں میں سے کون سا ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات جاگتے رہے ازواج مطہرات میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں جاگتے رہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک کھجور کھائی تھی اب خوف ہوا کہ کہیں صدقہ کی نہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے اسے کھالیا اسی وجہ سے جاگتا رہا۔

حکایت: ایک صحابی سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمیں بھوک لگی اور ایک منزل میں اترے جس میں گوہیں بہت تھیں۔ ہم نے انہیں ذبح کر کے ہانڈیوں میں ڈال دیا وہ پک رہی تھیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل میں مسخ ہو گئی تھی مجھے ڈر ہے کہ یہ اس میں سے نہ ہوں ہم نے ہانڈیوں کو الٹا دیا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ہم نے کسی مخلوق کو اسی طرح مسخ نہیں کیا کہ اس کی نسل باقی رہی ہو۔

فائدہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلے نہ روکنا اس وجہ سے تھا کہ اصل اشیاء میں عدم حلت (حلال نہ ہونا) اور اس وقت شک اس لئے ہوا کہ گوہ ذبح کے بعد حلال ہو گئی یا نہ (جو لوگ گوہ کھانے کی شوقین ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کرتے ہیں حالانکہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ترین ہے ۔(اتحاف ص 35 جلد 6) اور تحقیق یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہ نہیں کھائی ادھر گوہ کی شوقین مدعی ہیں کہ ہم صرف رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و عمل پر کرتے ہیں بسا اوقات یہ لوگ صحابہ کے اقوال و افعال کو بھی رد کر دیتے ہیں لیکن گوہ کھاتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ عمل بالحدیث کے دعوٰی میں جھوٹے صرف نفس کی خواہشات کی شوقین ہے۔

قسم نمبر2: کوئی چیز حلال ہو پھر وجہ حرمت میں شک ہو جائے تو اس میں اصل حلت کا حکم رہے گا اس کی مثال یہ ہے کہ دو شخصوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک پرندہ اڑتا ہوا دیکھ کر ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اس کی بیوی پر طلاق دوسرے نے کہا کہ اگر کوا نہ ہو تو اس کی زوجہ کو طلاق ہو اور اس پرندے کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا۔ یا نہیں تو

کسی کی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگے گا اور نہ ان مردوں کو ان سے اجتناب کرنا واجب ہو گا بلکہ تقویٰ کی رو سے احتراز کرنا اور دونوں کو طلاق دینا مناسب ہو گا تاکہ وہ عورتیں دوسروں کو حلال ہو جائیں۔

فائدہ: مکحول رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسئلہ: دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ایک نے دوسرے سے کہ تو حاسد ہے اس نے جواب دیا کہ ہم میں جو سب سے زیادہ حاسد ہو اس کی زوجہ پر تین طلاق یہ مشکل ہے کہ زیادہ حاسد کون ہے تو مذکورہ بالا مسئلہ کے متعلق حضرات امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دونوں کو اپنی بیوی سے اجتناب چاہئے تو اگر شعبی اور مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اجتناب سے وہی ہے کہ تقویٰ کی رو سے احتراز چاہئے تب تو درست ہے اگر یہ مراد ہے کہ حرمت ثابت ہوگئی تو حرمت کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیوں اور نمازوں میں یہ حکم ہے کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہیں تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہے یہاں بھی یہی حکم ہو گا۔

سوال: اس مسئلہ میں طہارت کے مسائل میں مناسبت کیا ہے جو اس کا ایک حکم کہتے ہو؟

جواب: مناسبت کی ضرورت نہیں بعض صورتوں میں حکم بلامناسبت بھی لازمی آتا ہے مثلاً پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو پھر اسے اس کی نجاست میں شک ہو جائے تو اس صورت میں اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اس طرح پینا بھی درست ہو گا جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے رفع نہیں ہوتا پانی کی نظیر جب درست ہوئی تو اسی طرح کوئی اس میں شک کرتا ہو کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں تو اس وقت یوں واجب ہو سکتا ہے کہ اصل یہی ہے کہ طلاق نہیں دی مگر پرندے کی مسئلہ کی نظیر اس پر منطبق نہیں ہوتی کہ یقین شک سے نہیں جاتا بلکہ اس کی نظیر یہ ہو سکتی ہے کہ دو برتنوں سے۔ ایک یقینی نجس ہوا اور یاد نہ رہے کہ وہ کون سا ہے تو اب ان میں سے کسی کا استعمال درست نہیں جب تک سوچ اور غور و فکر نہ کرے۔ اس لئے کہ اس میں ایک طرف طہارت یقینی ہے اور دوسری طرف سے نجاست بھی یقینی تو دونوں یقینوں کے مقابل کی وجہ سے استعمال درست نہ ہو گا مگر یہ کہ ایک یقین کو گمان اور انکل سے ترجیح دی جائے یہی معاملہ مسئلہ پرندے کا ہے کہ ایک کی بیوی پر طلاق یقینی پڑ گئی اور یہ معلوم نہیں کہ کون سی عورت پر پڑی تو چاہئے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی اور دوسری حرام ہو جاتی۔

فائدہ: اس نکتہ کے تحت ہم کہتے ہیں کہ دو برتنوں میں شوافع کے تین اقوال ہیں۔ (1) بعض فرماتے ہیں کہ بلااجتہاد ایک سے وضو درست ہے۔ (2) بعض کہتے ہیں کہ طہارت کے یقین کے مقابلہ میں نجاست کے یقین کے حصول کے بعد دونوں سے اجتناب چاہئے اور اجتہاد کرنا اس میں مفید نہ ہو گا۔ (3) بعض فرماتے ہیں کہ اجتہاد کرے ایک کا استعمال جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

فائدہ: اس کی نظیر پرندے کا مسئلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ پرندے کو دیکھ

کر کہے کہ اگر یہ کوا ہے تو ہندہ کو طلاق ہے ورنہ خالدہ کو تو اس صورت میں اسے دونوں سے علیحدگی کرنا ہوگی اور استقاب کی وجہ سے دونوں سے صحبت کرنا ناجائز ہوگا اور اجتہاد بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ کوئی علامت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے ہم دونوں کو حرام کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ دونوں سے صحبت کرے گا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا۔ اور اگر ایک سے کرے گا تو کہے گا کہ میں اسی پر کفایت کرتا ہوں تو ترجیح بلامرجح زبردستی لازم آئے گی۔

فائدہ: اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر اس مسئلہ پرندے میں اگر ایک شخص ہو تو اس کا حکم جدا ہے اور دو ہوں تو حکم اور ہے کیونکہ ایک شخص میں تو حرمت یقینی ہے اور دو میں ہر ایک شخص کو حرمت میں شک ہے۔

سوال: دو مشکوک برتن دو شخصوں کے ہوں تو چاہئے کہ وہاں بھی اجتہاد مفید نہ ہو اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرے اس لئے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہے اور نجاست میں شک ہے؟

جواب: واقع میں احتمال فقہی تو اسی طرح ہے مگر ظن غالب کی رو سے اس صورت میں یہ حکم ہے کہ کوئی شخص ان دونوں برتنوں سے وضو نہ کرے۔ پانی کی صورت میں دو اور ایک کا حکم یکساں ہے اس لئے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہیں چاہتا کہ پانی اس شخص کی ملکیت بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کرے گا تب بھی رفع حدث کیلئے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے بارے میں ملک جداگانہ ہونا کچھ موثر نہ ہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ سے صحبت کرنے کے کہ وہ ناجائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نجاسات کے باب میں علامات دخل ہے اور اس میں اجتہاد ہوسکتا ہے اور طلاق میں یہ بات نہیں ہوسکتی اس لئے کہ پانی میں استقاب کی تقویب کسی علامت سے ضروری ہے تاکہ ان کی نجاست کے یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہے دفع کردیا جائے اور یہ اقسام استقاب اور ترجیحات فقہ کے حقائق میں سے ہے ہم نے انہیں فقہ کی کتابوں میں مکمل لکھا ہے اسی مقام پر اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں کہ اس کے قواعد پر تنبیہہ کی جائے۔

قسم نمبر3: اصل میں حرمت ہے مگر اس پر کوئی ایسی شے طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کی وجہ سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہے اور غالب یہی ہے کہ حلال ہو اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ غلبہ ظن کا سبب اگر شرعی ہے اور معتبر ہے۔ تو ایسی صورت میں مختار یہ ہے کہ وہ چیز حلال ہے اور اس سے اجتناب کرنا تقویٰ میں داخل ہے۔ مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہوگیا اس کے بعد مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ گر کر مرگیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہو تب تو اول قسم میں لاحق ہوجائے گا مگر جب اور نشان نہ ہو تو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قول اس میں مختلف ہے اور مختار یہی ہے کہ حلال ہے اس لئے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہے اور اصل یہی ہے کہ اس پر اور کوئی امر مہلک طاری نہیں فقط شک ہے کہ طاری ہوگیا تو یقین شک کے باعث دور نہ کیا جائے گا۔ (یعنی یقین پر عمل کیا جائے)

سوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کل ما اصمیت ودع ما انمت ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایااور عرض کی کہ یہ میرا شکار ہے میں نے اسے اپنے تیر سے مارا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے غائب ہوگیا تھا عرض کی کہ نظر سے غائب ہوگیا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کا اندازہ اس کے خالق کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ شاید اس کے قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو ان کے تربیت یافتہ کتے کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ کھائے تو تو نہ کھا ممکن ہے کہ اس نے اپنے لئے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب گمان یہی ہے کہ کتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہیں بھولتا اور مالک کیلئے شکار پکڑتا ہے مگر باوجود اس کے ان کو ممانعت فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حلت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اس کا سبب کامل محقق ہوجائے اور سبب کا کامل ہونا اس طرح ہے کہ بغیر دوسرے سبب کے طاری ہونے کے صرف وہی موت باعث ہو جب اس میں شک ہوگا تو سبب کے کامل ہونے میں شک پڑے گا یہاں تک کہ یہ امر مشتبہ ہوجائے گا۔ کہ اس کی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر اسی لئے یہ شکار اس طرح کا نہ ہوگا جو یقینی طور پر حلال ہوتا ہے جس کا مرنا یقینی حلت پر اس وقت ہوا پھر شک سبب طاری واقع ہو۔

جواب نمبر 1: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منع فرمانا یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عدی کو منع فرمانا تقویٰ کی وجہ سے تھا نہی تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ بعض روایات میں یہ بھی وارد ہے کہ ایسے شکار میں سے کھالے۔ اگرچہ تجھ سے غائب ہوجائے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان موت نہ پائے اور یہ روایت اسی علت کی تنبیہہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی اگر دوسرا نشان پائے گا تو سبب میں تعارض ہوجائے گا اسی لئے گمان غالب میں تعارض ہوگا اور لوگو اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائے گا تو غلبہ ظن حاصل ہوجائے گا۔ اسی لحاظ سے حلت اور استحباب کا حکم کیا جائے گا خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے مطابق عمل کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

جواب نمبر 2 یہ کہنا کہ یقینی محقق نہیں ہوا کہ اس کی موت اسی وقت حلت پر ہوئی تو سبب میں شک واقع ہوگیا تو یہ ایسے نہیں ہے جیسے معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہوگیا۔ کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہے ہاں دوسرے سبب کے طاری ہونے میں شک ہے اور ہمارے اس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہوکر غائب ہوجائے پھر مردہ ملے تو اس پر اجماع ہے کہ اس کے زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہے بلکہ اگر وہ غائب نہ ہو تب بھی معترض کے قول بموجب قصاص نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی موت کسی باطنی خلط کے ہیجان سے ہوئی ہو۔

جیسے آدمی اچانک مرجاتا ہے تو چاہئے کہ قصاص ایسی صورتوں میں نہ ہو بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ

ڈالے یا ایسا گہرا زخم لگائے کہ فوراً موت واقع ہو جائے اس صورت میں قصاص لازم آئے۔ کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلک ہیں اس سے بچاؤ کی صورت نہیں اور ان کی وجہ سے تندرست آدمی اچانک مرجاتا ہے حالانکہ اس کا قاتل کوئی نہیں باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے مگر یہاں کوئی قصاص کو ساقط نہیں کہ اسی طرح ذبح کئے ہوئے جانور کے پیٹ میں سے جو بچہ نکلتا ہے وہ حلال ہوتا ہے۔

حالانکہ ممکن ہے کہ وہ ذبح ہونے سے پہلے مرگیا ہو یعنی اس کے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اس میں روح شروع سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی شخص صدمہ پہنچائے اور اس کا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اس شخص پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے۔

اگرچہ ممکن ہے کہ بچہ میں پہلے روح نہ پڑی ہو یا اس کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مرگیا ہو لیکن ان تمام باتوں کی بنا۔ ظاہری اسباب پر ہوتی ہے اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی سبب نہ پایا جائے گا تو وہ وہم اور وسواس میں شامل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہئے اور وہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے۔ کہ تربیت یافتہ کتے نے اپنے لئے شکار نہ پکڑا ہو تو اس کے متعلق حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ عنہ کے دو قول ہیں اور ہمارے نزدیک ان میں سے مختار قول حرمت ہے اس لئے کہ یہاں سبب میں تعارض واقع ہوتا ہے کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہے اگر خود چھوٹ کر اپنے لئے پکڑ لیتا ہے تو حرام ہو جاتا ہے اور مالک کیلئے پکڑتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس جس صورت میں کہ مالک کے اشارے سے جاکر شکار پکڑ کر کھائے تو شکار اشارہ سے جانا اس بات کو چاہتا ہے کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہے اور بعد کو شکار میں سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنے لئے شکار پکڑا ہے نہ کہ مالک کیلئے تو اب دونوں سببوں میں حلت اور حرمت کا تعارض ہو اس لئے احتمال میں بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہے گی وہ شک سے زائل نہ ہوگی۔

فائدہ: یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل بنایا کہ میرے لئے ایک لونڈی خریدے وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہیں پایا کہ اپنے لئے لی ہے۔ یا مالک کے لئے کہ مرگیا تو کل کو اس صورت میں اس لونڈی سے صحبت حلال نہ ہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لئے خریدنے کی بھی قدرت تھی اور تو کل کیلئے بھی اور ترجیح کی کوئی علت موجود نہیں اور اصل حرمت ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا پس یہ صورت پہلی قسم میں ملحق ہے نہ کہ تیسری میں۔

قسم نمبر4: حلت معلوم ہو اور کوئی معتبر وجہ شرعی حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبہ ظن حرمت ہو جائے۔ پس اس حلت سابقہ دور کی جائے گی۔ اور حرمت کا حکم دیا جائے گا کیونکہ معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ سے ضعیف ہے اور غلبہ ظن کے ساتھ اس کا حکم باقی نہ رہے گا اس کی مثال یہ ہے کہ دو برتنوں میں سے ایک کی نجاست سوچ و بچار سے معلوم کرے یعنی اسی علامت معین پر اعتماد کرکے ظن غالب اس بات کا کرے کہ ہر برتن نجس ہے۔ تو یہ

غلبہ ظن اس پانی کے پینے اور اس سے وضو کرنے کی حرمت کا موجب ہوگا۔ یا یوں کہا کہ اگر زید عمر کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے۔ اور اس کے مارنے میں تنہا وہی ہو تو میری بیوی کو طلاق پھر زید نے عمرو یا شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا بعد میں مردہ ملا تو اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی۔ اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ مقتول صرف زید ہی نے مارا ہے جیساکہ پہلے بیان ہوا۔

مسئلہ: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر کوئی چشموں میں رنگ بدلا ہوا پانی پائے ہوسکتا ہے کہ زیادہ دنوں کے رہنے سے بگڑ گیا ہو یا کسی نجاست کی وجہ سے متغیر ہوا ہو تو یہ پانی استعمال کرے۔

مسئلہ: اگر کسی ہرنی کو پانی میں پیشاب کرتے دیکھا پھر پانی متغیر پایا اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہے یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت میں اس کا احتمال درست نہیں کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبہ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہے یہ قسم چہارم کی مثال ہے۔

فائدہ: یہ غلبہ ظن اس صورت میں معتبر ہے کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اس شے میں موجود ہو اور جو غلبہ ظن اس طرح کی علامت کے متعلق نہ ہو تو اس میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے کہ آیا اصل حلت غلبہ ظن سے جاتی رہتی ہے یا نہیں چنانچہ مشرکوں اور دائم الخمر لوگوں کے برتنوں سے وضو کرنے میں اور کھدی ہوئی قبروں میں نماز پڑھنے میں اور سڑکوں کی کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے میں بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہے اس سے زائد لگ جائے ان کا قول مختلف ہے اور اس مسئلہ کا نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہے کہ جب اصل اور غلبہ ظن تعارض ہو تو کس کا اعتبار ہوتا ہے بہرحال یہ غلبہ ظن دائم الخمر اور مشرکوں کو برتنوں سے پانی پینے کی حلت میں جاری ہے کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ماخذ اور نجاست' حلت کا ایک ہی ہے اگر دونوں میں سے ایک میں تردد ہوگا تو دوسرے میں بھی تردد ہوگا اور جس بات کو میں نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتبار اصل کا ہے اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق نہ ہوگی تو اصل دفع کرنے کی موجب نہ ہوگی اور قریب ہے کہ اس کا بیان اور شبہہ کے اٹھنے کی دلیل دوسرے مقام میں مذکور کریں گے جسے شبہہ غلط کہتے ہیں۔

فائدہ: اوپر کی تقریر سے اس حلال کا حکم معلوم ہوگیا جس کے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک غالب ہوا اور اس حرام کا حکم بھی معلوم ہوا جس میں حلت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا ظن ہوا در یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو جو چیز کی ذات میں پائی جائے تو وہ اور ہے اور جو ایسی علامت سے متعلق نہ ہو تو وہ اور ہے اور ان چاروں قسموں میں ہم نے جن چیزوں کو حلال کہا ہے اول درجہ کی حلال ہیں احتیاط یہی ہے کہ ان سے اجتناب کیا جائے جو کوئی ان پر اقدام کرے گا تو وہ متقیوں اور صالحین سے نہ ہوگا بلکہ عادلوں کے زمرہ میں شمار ہوگا یعنی شرع کے فتویٰ کے مطابق جب بدکار اور گناہگار اور

مستوجب سزا نہ ٹھہرے گا ہاں جن امور کو ہم وسواس کے مرتبہ میں شامل کر چکے ہیں ان سے احتراز کرنا تقویٰ میں ہرگز داخل نہیں چنانچہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہیں۔

مقام نمبر(2) شبہ پیدا ہونے کی بحث

: حلال اور حرام آپس میں مل جائیں کوئی تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہوجائے تو اس کی تین صورتیں ہوجائیں گی۔

(1) دونوں طرف اعداد بے انتہاء ہوں (2) ایک ہی طرف ہوں (3) دونوں طرف محصور معدود ہوں اس تیسری صورت کی دو نوع ہیں۔

(1) اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ حلال و حرام کے افراد کی طرف اشارہ جداگانہ نہ کرسکیں جیسے بہنے والی چیزیں آپس میں مل جائیں۔

(2) اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کرسکتے ہوں۔ جیسے غلاموں اور مکانوں اور گھوڑوں کا آپس میں مل جانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال سے خالی نہیں جو چیزیں مخلوط ہوئی ہیں۔

(1) ایسی ہیں کہ ان کی ذات مقصود ہو جیسے اسباب۔

(2) ایسی ہیں کہ ان کی ذات مقصود نہیں جیسے نقد تو اس تقسیم سے اس کی بہت سی قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔

قسم نمبر6: کوئی چیز چند محصور اشیاء میں مل جائے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریوں میں مل جائے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتوں میں مل جائے یا دو بہنوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کیا پھر شبہہ ہوگیا کہ کس کے ساتھ کیا تھا کہ تو اس قسم کے شبہہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ علامات اور سوچ و بچار کو اس میں دخل نہیں اور چونکہ اختلاط اعداد محصور میں ہوا ہے تو سب مل کر ایک چیز کی طرح ہوگئے اور اس میں یقین حلت اور یقین حرمت دونوں ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہیں۔

مسئلہ: اختلاط اگر یوں ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجائے جیسے دو بیویوں میں سے ایک پر طلاق کا وقوع مسئلہ پرندے میں گزرا یا یوں اختلاط ہو کہ حلت سے پہلے یہ حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہوجائے ایک کو حلال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں دونوں کا حکم حرمت ہی رہے گا مگر حرمت کے طاری ہونے کے صورت میں بھی مشکل ہوتی ہے مثلاً دو بیویوں میں سے ایک کی طلاق میں کہ بمطابق بیان گزشتہ استجاب ہوسکتا ہے لیکن ہم نے مسئلہ پرندے میں جواب کی وجہ بھی لکھ دی ہے کہ یقین حرمت بالمقابل یقین حلت کے ہے۔

اس وجہ سے استجاب ضعیف ہے اور شرع کی نظر میں خطرہ کی جانب غالب تر ہوتی ہے اس لئے ترجیح حرمت کو رہتی ہے اور یہ صورت اس وقت ہے کہ حلال محصور حرام محصور میں مختلط ہو اور جس صورت میں کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہے کہ اجتناب بطریق اولیٰ ہوگا۔

قسم نمبر6: حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے ایک دودھ شریک بہن یا دس عورتیں دودھ شریک بہنیں کسی بڑے شہر کی عورتوں میں مختلط ہو جائیں تو اس صورت میں سارے شہر کی عورتوں سے نکاح کرنے میں اجتناب کرنا لازم نہیں بلکہ جائز ہے کہ جس سے چاہئے نکاح کرلے اور اس قسم میں علت یہ ٹھہرانا کہ حلال کی کثرت کی صورت میں حلت کو ترجیح چاہئے جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ اگر ایک دودھ شریک بہن دس اجنبی عورتوں میں مختلط ہوجائے تو نکاح درست ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ علت کثرت اور حاجت دونوں میں ہے کیونکہ جس شخص کا دودھ شریک بھائی یا کوئی اور محرم یا سسرال کے رشتہ سے اور کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہوجائے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ اس پر نکاح بالکل روک دیا جائے۔

مسئلہ: جس شخص کو معلوم ہو کہ فلاں مال میں قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اس پر ضروری نہیں کہ خریدنا اور کھانا چھوڑ دے۔ کیونکہ اس میں دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام میں تنگی اور حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایک ڈھال چوری ہوگئی تھی کسی اور نے خیانت کرکے غنیمت کے مال میں سے عبا لے لی تھی تو دنیا میں کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے امتناع نہیں کیا تھا۔

مسئلہ: کوئی چیز چوری ہوجائے تو کسی پر اس کی جنس کی بیع و شراء کا ترک لازم نہیں۔

فائدہ: یہ بھی صحابہ کرام کو معلوم تھا کہ بعض لوگ روپوں اشرفیوں پر سود لیتے دیتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روپوں اشرفیوں کو بالکل چھوڑ نہ دیا تھا تمام کاروبار ان سے ہوتے تھے خلاصہ یہ کہ مال حرام سے تب ہی بچاؤ ہوسکتا ہے جب تمام دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دیں اور یہ محال ہے جب اس طرح کا اجتناب دنیا میں شرط نہیں تو شہر میں بھی مشروط نہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: جس صورت میں کہ عدد محصور ہوتو مضائقہ نہیں اور عدد غیر محصور کی صورت میں اجتناب کرنا وسواسیوں کا تقویٰ ہے کیونکہ نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی ملت اور کسی زمانہ میں اس طرح کا اجتناب کسی کو خیال میں آیا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تمام عدد محصور ہیں پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی شہر کے باشندوں کا شمار کرے تو ہوسکتا ہے بشرطیکہ کوئی اس شمار میں مزاحم نہ ہو۔

جواب: ان جیسے امور کی حد بندی ناممکن ہے ہاں تخمیناً تقریباً حد کردیا کرتے ہیں اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان میں سب اکٹھے ہوجائیں تو دیکھنے والے کو مجرد نگاہ ڈالنے کے ان کا شمار مشکل ہو جیسے ہزار دو ہزار کہ عدد غیر محصور ہیں اور اگر شمار کرنے میں دقت نہ ہو بلکہ آسانی سے گن لئے جائیں جیسے دس یا بیس تو وہ محصور ہیں اور ان دونوں حدوں کے درمیان کے عدد اوساط مشتبہ ہیں کہ گمان غالب کے ذریعہ

سے کسی طرف ملا دیئے جاتے ہیں۔

مسئلہ: جس عدد میں شک واقع ہو اس میں فتویٰ دل سے لینا چاہئے کہ گناہ دل پر کھٹکا کرتا ہے اور اسی جیسے مقام میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت بصر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا اِستفت قلبک وان افتوک وامروک ترجمۃ: دل سے فتویٰ لو اگرچہ تجھے فتویٰ دیں اور حکم کریں۔

فائدہ: اسی طرح جو چار قسمیں کہ ہم نے مقام اول میں بیان کی ہیں ان میں حلت و حرمت میں بعض تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہیں اور کچھ اوساط متشابہ ہوتے ہیں اور مفتی ان میں ظن غالب سے فتویٰ دے دیتا ہے مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے اگر اس کے دل میں کچھ خلش رہے گی تو وہ امر اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گناہ ہوگا مفتی کا فتویٰ آخرت میں اس گناہ سے اس کو نجات نہ دے گا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتویٰ دیتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ باطن کے حالات کا مالک ہے۔

قسم (3): حرام غیر محصور حلال غیر محصور سے مخلوط ہوجائے جیسے اس زمانہ کے اموال ہیں پس جو لوگ احکام شریعت کی صورتوں سے لیتے ہیں وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ غیر محصور کو غیر محصور سے وہ نسبت ہے جو محصور کو محصور سے ہے اور چونکہ محصور کے محصور میں اختلاط ہونے سے ہم حرمت لکھ آئے ہیں تو چاہئے کہ یہاں بھی حرمت کا حکم دیں حالانکہ ہمارے نزدیک مختار ہے یہ ہے کہ اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہیں ہوتی جس میں احتمال حلت اور حرمت دونوں کا موجود ہو ہاں اگر اس چیز میں کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ چیز حرام میں سے ہے تو حرج نہیں لیکن جس صورت میں کہ کوئی علامت ہو تو چیز کا ترک کرنا تقویٰ ہے اور لینا حلال ہے اس کے کھانے سے آدمی فاسق نہ ہوگا۔

فائدہ: مال حرام کی علامات آگے مذکور ہوں گی ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم سے پہنچے اور یہ حکم جو ہم نے بیان کیا اس پر احادیث و آثار اور قیاس دلالت کرتے ہیں حضور علیہ السلام اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں سود کے روپے اور شراب کے ثمن ذمیوں سے وصول ہو کر عام اموال میں مل جاتے تھے۔

مسئلہ: غنیمت میں خیانت کا بھی یہی حال تھا جس وقت سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا کہ اول ربوا اضعہ ربوا العباس سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ عباس (رضی اللہ عنہ) کا سود ہے۔
تمام لوگوں نے ربوا کا لین دین ترک نہیں کیا تھا جیسے شراب کا پینا سب نے بالکل ترک نہیں کیا تھا (علیٰ ہذا القیاس) دیگر گناہوں کے مرتکب بھی کچھ نہ کچھ ہوتے ہی تھے۔

حکایت: کسی صحابی نے شراب بیچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے فلاں پر کہ اس نے اول شراب کے بیچنے کی رسم مقرر کی۔

فائدہ: اس بیچ کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگوں نے شراب کی حرمت سے یہ نہیں سمجھا تھا کہ اس کا بیچنا اور ثمن حرام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فلاں شخص دوزخ میں اس عبا (چادر) کو گھسیٹتا ہے جسے خیانت کر کے لیا تھا۔

حکایت: ایک شخص مارا گیا جب اس کا اسباب کھولا گیا تو اس میں ایک مہو یہود کے مہون میں سے (کہ دو درہم کا بھی نہ تھا) خیانت کا نکلا۔

فائدہ: نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظالم حکام کا زمانہ پایا مگر بازار کی خرید و فروخت سے دست بردار نہیں ہوئے بتقے اس طرح صحابہ بھی دست بردار نہ ہوئے اس خیال سے کہ کہیں یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہ ہو حالانکہ تین دن تک یزید کے لشکر نے مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اگر کوئی ایسے مال سے دست بردار بھی تھا تو وہ تقویٰ کی وجہ سے تھا لیکن اکثر کا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت مال لوٹ کے ظالموں کے عہد میں اس سے دست بردار نہیں ہوئے اور اختلاط کو مانع نہیں سمجھا۔

انتباہ: اگر کوئی شخص اپنے اوپر وہ بات لازم کرے جسے سلف صالحین نے لازم نہیں کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ میں نے شریعت میں سے وہ بات سمجھ لی جو اسلاف نے نہیں کی تھی تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہے۔

فائدہ: اگر ان جیسی باتوں میں ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی بات کی جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن امور میں کوئی سند سوائے اجماع اکابر کے نہیں ان میں بھی ان کا خلاف درست ہو جیسے یہ مسئلہ کہ حرمت میں دادی ماں کی طرح ہے یا یہ کہ پوتا بیٹے جیسا ہے اور سور کے بال اور چربی کا حکم گوشت کی طرح ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور سود چھ چیزوں کے سوا اوروں میں بھی پایا جاتا ہے تو ان مسائل میں مخالفت سراسر باطل اور غلط ہے اسی طرح ان سے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہے کہ اکابر فہم شرعی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ رکھتے تھے۔

مثال از قیاس: اگر دنیا کے اموال کا ترک شروع کیا جائے تو تمام تصرفات مسدود ہو جائیں اور جملہ عالم کا کاروبار خراب ہو جائے اس لئے کہ عوام میں بدکاری غالب ہے اور اسی وجہ سے کاروبار اور معاملات میں شرعی شرائط ملحوظ رکھنے میں تساہل کرتے ہیں نوبت اختلاط اسی سبب سے پہنچتی ہے۔

سوال: خود تم نے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گوہ کے کھانے سے انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ جانور ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہیں اللہ تبارک تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت اختلاط غیر محصور کی ہے؟

جواب: یہ نہی تقویٰ اور تنزیہ پر محمول ہے یا یوں کہیں گے کہ گوہ کی شکل عجیب ہوتی ہے غالباً اس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اس صورت میں نفس چیز میں علامت حرمت موجود ہے۔

سوال: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں سود اور چوری اور لوٹ مار اور

غنیمت کی خیانت وغیرہ کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہاں حلت کے ہونے کے مضائقہ نہ تھا مگر ہمارے زمانے میں معاملات کی خرابی اور شروط کالحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے اور سود کی کثرت اور ظالم باشاہوں کی زیادتی سے اکثر مال خراب اور حرام ہورہے ہیں تو اگر ان اموال میں سے کچھ مال کسی کو ملے اور اس میں کوئی خاص علامت نہ ہوتو اس کو تم حرام کہو گے یا حلال؟

جواب: اس تقویٰ سے نہایت مشکل ہے جو مال حرام کم ہونے کی صورت میں ہو اس کا صحیح جواب اس طرح ہے کہ یہ جو سائل کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر اموال حرام ہیں یہ مقدمہ غلط ہے اور اس کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کثیر اور اکثر کے معنوں میں فرق نہیں کرتا اور سائل پر کیا منحصر ہے اکثر عوام بلکہ اکثر فقہاء کو یہ گمان ہے کہ جو چیز کمیاب نہیں وہ اکثر ہے اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں ان کے گمان میں ان دونوں کے درمیان میں کوئی تیسرا مرتبہ نہیں حالانکہ واقع میں اشیاء کی تین اقسام ہیں۔ (1) قلیل جسے نادر کہتے ہیں (2) کثیر (3) اکثر اب ان کی مثالیں سمجھئے۔ (1) خنثی عوام میں نادر ہے۔ (2) اس کی نسبت اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہوں گے۔ (3) ایسے ہی مسافر بھی خنثی کی نسبت کثیر ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ مرض اور سفر عذر عام ہیں اسی طرح استحاضہ نادر عذر ہے ظاہر ہے کہ مرض نہ تو نادر ہے اور نہ اکثر بلکہ کثیر ہے اور فقہاء آسانی کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نادر نہیں ہیں اگر یہ مراد نہ ہوتو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہیں اور مسافر اور مریض کثیر ہیں اور استحاضہ والی عورتیں اور خنثی نادر ہیں جب یہ سمجھ چکے تو ہم کہتے ہیں کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہے باطل ہے اس لئے کہ حرمت کی وجہ یا ظالموں اور سپاہیوں کی کثرت کو کہا جائے گا یا سود اور معاملات فاسد کی کثرت کو یا ملکوں کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک ان موجودہ اموال کی اصلوں پر بدلتے رہے ہیں۔

پہلی وجہ: باطل ہے اس لئے کہ ظلم کثیر ہوسکتا ہے اکثر ناممکن ہے کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہوتے ہیں کہ دباؤ اور شوکت کے بغیر ظلم ہونہیں سکتا اور سپاہیوں کو اگر تمام جہاں کے لحاظ سے خیال کرو تو دسواں حصہ بھی نہ ہوں گے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی اس کی رعایا میں کم از کم دس لاکھ عوام ہوں گے اور غالباً ایک ہی بڑے شہر کے عوام اس کے تمام لشکر سے شمار میں زیادہ ہوں گے اور اگر بادشاہوں کا عدد رعایا کی گنتی سے زیادہ ہوتو سب ہلاک ہوجائیں کیونکہ اولیٰ یہ ہے کہ رعیت کے افراد میں سے ایک سلطان دس خدمت گار رکھے حالانکہ بادشاہوں کا گزارہ ہزار سے بھی نہیں ہوتا اور یہی حال چوروں کا ہے کہ وہ بھی بڑے شہروں میں تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ: بھی باطل ہے اس لئے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہیں اکثر نہیں کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملات شریعت کی شرائط کے موافق کرتے ہیں اور گنتی میں ان لوگوں کے شمار سے زیادہ ہیں جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہیں علاوہ ازیں سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے ہیں تو دوسرے لوگ معاملات صحیح بھی کرتے ہیں اگر خود ان کے

صحیح اور فاسد معاملات کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلیں گے ہاں اگر شہر میں کوئی ایسا خبیث بد دین چھانٹ لیا جائے جس کے معاملات فاسد زیادہ ہوں تو اس طرح کے آدمی کم ہوتے ہیں اور اگر کثیر بھی ہوں تو اکثر نہیں ہوسکتے جن کے معاملات فاسد ہوں کیونکہ خود ان کے معاملات بھی صحیح اس قدر ہوں گے کہ معاملات فاسدہ کے برابر یا امن سے زائد ہوں گے اور یہ بات غور کرنے والے کے نزدیک یقینی ہے مگر چونکہ دلوں میں فساد کی برائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہے اس لئے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہے تو بہت معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہے اور اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہوں گے حالانکہ یہ غلط ہے وہ لوگ کم ہیں اگرچہ کثرت کے ساتھ ہوں۔

تیسری وجہ: قرین قیاس ہے مثلاً یوں کہیں کہ مال تین طرح سے حاصل ہوتے ہیں۔ (1) کان سے (2) حیوانات سے (3) نباتات سے۔

حیوانات اور نباتات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہیں پس اگر بکری کو مثلاً دیکھیں جو ایک برس میں بچہ دیتی ہے تو اس اصول پر نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک پانچ سو کے قریب ہوں گے اور ضروری ہے کہ ان میں سے کسی اصل میں غصب یا معاملہ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جائے کہ ان کے اصول میں ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہیں ہوا اسی طرح غلہ اور میووں کی بھی پانچ سے یا ہزار اصلیں حلال ہوں گی تو وہ بھی تب حلال ہوں گی جب ان کی تمام اصلیں زمانہ نبوت تک حلال ہوں اور کان کی چیزوں میں سے تو بعض ایسی ہیں کہ ہر زمانہ میں از سرنو نکال جاتی ہیں وہ تو ہیں بھی بہت کم مگر جن کا استعمال زیادہ ہے وہ روپے اور اشرفیاں ہیں جو ٹکسال میں بنتی ہیں اور ٹکسالیں سب ظالموں کے قبضے میں ہیں بلکہ دکانیں بھی انہیں کے قبضے میں ہیں کہ لوگوں کو ان سے روکتے ہیں اور عوام پر زبردستی کرکے کان کھدواتے ہیں پھر ان سے چاندی سونا چھین لیتے ہیں تو جب ان باتوں کا لحاظ کیا جائے تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی نہ ہوگی کہ تو کان میں سے نکلتے وقت عقد فاسد یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال میں بنتے وقت اور نہ بعد کو اس کے عقب میں معاملات بیع صرف اور سود میں کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت میں کہ تینوں قسموں کے مال کا یہ حال ہے تو اب بجز شکار یا ویران زمین یا جنگل کی گھاس اور لکڑی کے علاوہ اور کوئی چیز حلال نہیں رہی پھر جو کوئی ان چیزوں کو پیدا کرے تو ضرور ہے کہ کھانے کیلئے غلہ وغیرہ ان کے عوض خریدے گا جو عام انسانوں کی کمائی سے پیدا ہوتا ہے تو گویا مال حلال دے کر حرام خریدے گا غرضیکہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہوں سے زیادہ مضبوط ہے۔

جواب: یہ غلبہ حرمت حرام کثیر کے حلال کثیر میں اختلاف سے پیدا نہیں ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کررہے ہیں اس میں سے خارج ہوگیا اور اس صورت میں داخل ہوگیا جس کا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں یعنی اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ اصل ان اموال میں یہ ہے کہ تصرفات کو قبول کریں ان پر تراضی طرفین ہوجائے اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہے جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ پر نہیں چھوڑتا تو اس کی ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے حکم

نجاسات کے متعلق حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دو قول ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ راستوں میں جب نجاست کا نشان معلوم نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ راستوں کا کیچڑ پاک ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح جانتے ہیں کہ مشرکوں کے برتن سے وضو کرنا جائز ہے اور کھدی ہوئی قبروں میں نماز پڑھنا درست ہے پس ان مسائل کو پہلے تم ثابت کرو پھر ہم اس مسئلہ مال کو ان پر قیاس کریں گے۔

فائدہ: مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے برتن سے وضو کیا تھا باوجودیکہ عام نصرانی شراب پیتے ہیں اور سود کھاتے ہیں اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہے اس سے احتراز نہیں کرتے تو ان کے برتن ان کے ہاتھوں سے کیسے بچ سکتے ہوں گے علاوہ ازیں ہم قطعاً" جانتے ہیں کہ اکابرین سلف صالحین پوستین رباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والوں اور دھوبیوں اور رنگریزوں کے احوال پر غور کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہے اور ان کے یہاں کپڑوں کا طاہر رہنا محال یا بہت ہی کم ہے علاوہ ازیں ہمیں یہ بھی قطعاً" معلوم ہے کہ اکابر دین سلف صالحین گیہوں اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور انہیں دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہیں اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہیں ایسا غلہ کم ہوگا جس پر یہ کیفیت نہ گزرے اسی طرح گھوڑوں پر پسینے کی حالت میں سوار ہوا کرتے تھے اور ان کی پیٹھوں کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریاں اکثر نجاستوں میں ہوا کرتی تھیں بلکہ جو جانور اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے آلودہ نجاسات ہوتا ہے وہ نجاست کبھی تو بارش برسنے سے دھل جاتی ہے اور کبھی نہیں دھلتی اور اس سے کوئی احتراز نہیں کرتا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستے میں ننگے پاؤں اور جوتیوں کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلاضرورت گارے میں داخل ہوجایا کرتے تھے مگر انہیں پیشاب اور پاخانہ نہیں کرتے نہ چلتے اور نہ ان پر بیٹھتے تھے بلکہ ان سے کنارہ کرتے تھے حالانکہ راستوں کا نجاستوں سے صاف رہنا ممکن نہیں کہ کتے اور گھوڑے گدھے وغیرہ پیشاب اور غلاظات وغیرہ پھیلاتے رہتے ہیں۔

ازالہ وہم: اس سے یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ اس بارے میں ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا تاکہ یہ سمجھا جائے کہ گزشتہ زمانوں میں راستے دھوئے جاتے ہوں گے یا جانوروں کے گزر سے محفوظ رکھے جاتے ہوں گے کیونکہ یہ امر عادت کے لحاظ سے قطعاً" محال ہے معلوم ہوا کہ[1] ان حضرات نے اسی نجاست سے احتراز کیا کہ جو ظاہر ہو یا اس کی کوئی علامت ہو اور جو احتمال غالب کی وجہ سے یا وہم کرنے سے پیدا ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں کرتے تھے یہی مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ ان کے نزدیک تھوڑا پانی بغیر اوصاف بدلے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ حماموں میں جاتے اور موتوں سے وضو کرتے حالانکہ ان میں پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ ان میں ہمیشہ پڑتے رہتے تھے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں پس جب نصرانی عورت کے برتن سے وضو جائز ہوا تو اس کا پانی پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے مل گیا۔

---

[1] یہ امام غزالی قدس سرہ کا زمانہ ہے ہمارا زمانہ تو کئی صدیاں اور زیادہ ہے اس لئے اس کا حساب کیا 12 (اویسی غفرلہ)

سوال: حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہیں اس لئے کہ اکابر دین سلف صالحین امور طہارت میں تو بہت مسامحت (چشم پوشی) کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کا احتراز کرتے تھے اس صورت میں ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب: اگر طہارت کی مسامحت (چشم پوشی) سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز رکن دین ہے اور نجاست کے ساتھ پڑھنا گناہ ہے تب تو ان کی طرف نہایت بدگمانی ہے۔ بلکہ ان کے حق میں یہ اعتقاد واجب ہے کہ جن نجاستوں سے اجتناب کرنا واجب ہے ان سب سے سلف صالحین نے اجتناب کیا ہے صرف شارع ایسی صورت میں کیا ہے جس اجتناب کرنا واجب نہیں اور وہ وہی صورت ہے جس میں کہ اصل .. احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز میں نہ ہو اس کا اعتبار نہیں باقی رہا ان کا احتراز تو وہ تقویٰ کے طور پر تھا یعنی جس چیز عام ہے اس خیال سے ترک کر دینا جس میں خوف ہو کہ ممکن ہے کہ کوئی حرام کی ملاوٹ ہو اس لئے کہ اموال کا حال خطرناک ہے اور اگر نفس کو ان سے نہ روکا جائے تو ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور طہارت کا حال ایسا نہیں اسی وجہ سے بعض حضرات نے محض حلال سے بھی دست برادری کی تھی کہ مبادا (کہیں ایسا نہ ہو کہ) دل مشغول نہ ہو جائے۔

حکایت: کسی کے متعلق منقول ہے کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو کرنے سے احتراز کیا کرتا تھا حالانکہ طاہر محض ہے پس اس بارے میں اختلاف کا ہونا ہمارے مطلب کو مخل نہیں علاوہ ازیں ہم اس کا جواب اس طرح بھی دے سکتے ہیں جیسے پہلی دونوں وجہوں کا دیا ہے یعنی ہم یہ نہیں مانتے کہ حرم مال اکثر ہے اس لئے کہ اموال کے اصول اگرچہ بہت ہوں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کے اصول میں حرام بھی ہو بلکہ جو مال اس زمانہ میں موجود ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے اصول میں کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہیں ہو سکتے نہ اکثر ہیں کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا مال اس دور میں بہ نسبت دوسرے اموال کے کم ہے اسی طرح ہر زمانہ میں اس طرح کا مال دوسرے اموال سے کم یہ تھا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک فرد معین کونسی قسم میں ہے اس لئے کہ ہم کیسے کہہ دیں کہ احتمال غالب اس کی حرمت ہی کا ہے کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہے ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہے تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ میں اکثر ہی ہوگی بلکہ غلہ مغصوب (غصب کیا ہوا) غالباً کھانے کیلئے چھینا کرتے ہیں نہ کہ کاشت کرنے کیلئے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لئے جاتے ہیں اور نسل ان سے نہیں لی جاتی تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حرام کی فروع اکثر ہیں جس صورت میں کہ حلال کے اصول ہر زمانے میں حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہوں سالک کو چاہئے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لئے کہ یہ جگہ قدم پھسلنے کی ہے اور اس میں اکثر علماء غلطی کر جاتے ہیں عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ حال حیوانات اور غلوں کا ہے جو تناسل سے ہوتے ہیں۔

کانوں کے احکام: بلاد ترک وغیرہ میں کانیں عام ہوتی ہیں جس کا دل چاہئے ان میں سے لے لے۔ مگر حکام اس میں سے کچھ لے لیا کرتے سو وہ بہت کم ہوتا ہے نہ کہ اکثر اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہوجاتے ہیں تو ان کا ظلم تو یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں مگر اور لوگ جو اس میں سے لیتے ہیں تو بادشاہ سے اجرت میں لیتے ہیں ان کے مالک ہوتے ہیں کچھ خرابی نہیں کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہوتے اور ان کے ٹھیکہ لینے کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ درست ہے مثلاً پانی لانے والا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہے تو جس کی طرف سے مستاجر ہوتا ہے پانی اس کی ملک میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح اس مسئلہ میں سمجھنا چاہئے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہیں۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی کی ذات میں کوئی حرمت نہیں ہاں بادشاہ کا ظلم یوں ہوسکتا ہے کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہے دوسرے اس سے بھی ذات نقدین (سونا چاندی) میں کچھ خرابی نہیں بلکہ اس نظر سے کہ اس کے ذمہ پر اجرت باقی رہ گئی ظالم ٹھہرے گا۔

ٹکسال کے احکام: جو سونا اس میں بن کر نکلتا ہے وہ خاص سلطان کا نہیں جو غصب اور ظلم سے لیتا ہے بلکہ سوداگر سونے کی ڈلیاں یا خراب سکے اس کو دیتے تاکہ نیا سکہ ان پر ہوجائے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہیں اور جس قدر سونا دیتے ہیں اسی قدر تول کر لے لیتے ہیں صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہیں اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ اشرفیاں خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہیں تب بھی سوداگروں کے مال کی بہ نسبت بے شک کم ہوں گی ہاں سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگوں کو تمام خلق میں سے اس کام کیلئے خاص کرتا ہے یہاں تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے ان کے پاس مال زیادہ ہوجاتا ہے پس جو کچھ خود سلطان لیتا ہے وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہے جو ظلم ہے لیکن یہ مقدار ان روپوں اور اشرفیوں کی بہ نسبت جو ٹکسال سے نکلتی ہے بہت کم ہے یعنی ٹکسال والوں اور سلطان کو سو کے پیچھے ایک روپیہ بچتا ہے سو اس قدر اکثر کیسے ہوسکتا ہے خلاصہ یہ کہ اس طرح کے مغالطے مال حرام کے اکثر ہونے کے دلوں پر چھا گئے ہیں اور کچھ لوگ دین میں کمزور ہیں اس وہم میں اتنے مبتلا ہیں کہ انہوں نے تقویٰ کو برا جانا اوراصل تقویٰ کا باب بالکل بند کردیا اور جو شخص ایک مال میں دوسرے مال سے فرق بنالیتا ہے اس کو برا جانتے ہیں اور یہ عین بدعت و گمراہی ہے۔

سوال: بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہو اور غیر محصور میں مختلط ہو تو جس صورت میں کہ کسی مال میں علامت خاص نہ ہو اس کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے؟

جواب: اس مال کا ترک کرنا تقویٰ ہے اور اس کا لینا حرام نہیں اس لئے کہ اصل حلت ہے اور بغیر علامت معین کے وہ دفع کی جاسکے گی جیسے کہ راستوں کی کیچڑ و دیگر مسائل میں حکم ہے بلکہ ہم اور بڑھ کر کہتے ہیں کہ اگر بالفرض

حرام ساری دنیا کو ڈھانپ لے اس قدر کہ کہیں بھی یقیناً حلال کا نشان نہ رہے تب بھی ایسی صورت میں ہم از سرنو اپنے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کریں گے اور جو باتیں گزر چکی ہیں ان کو چھوڑ دیں گے یعنی ہمارا مدعا یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ جاتی ہے تو الٹی ہوکر اپنی ضد میں داخل ہوجاتی ہے تو اس صورت میں جب چیزیں حرام ہوجائیں گی تو سب حلال ہوجائیں گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہوسکتے ہیں۔

احتمالات خمس: (1) سب آدمی کھانا چھوڑ دیں یہاں تک کہ مرجائیں۔

(2) اشیاء میں سے سد رمق پر قناعت کرکے زندگی گزاریں۔

(3) مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیں خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال میں اور کسی وجہ سے لینے میں کچھ فرق نہ ہو۔

(4) شرع کی شرائط کا اتباع کرکے اس کے قواعد پر از سرنو عمل کریں اور قدر حاجت پر مکتفی نہ ہوں۔

(5) باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر بھی اکتفا کریں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ احتمال اول باطل ہے دوسرا بھی قطعاً" باطل ہے اس لئے کہ جب لوگ سد رمق پر اکتفا کرتے ہوئے کمزوری کے دن بسر کریں گے تو اپنی موت مرجائیں گے کیونکہ ان سے کوئی کام اور پیشہ نہ ہوسکے گا اوردنیا بالکل خراب ہوجائے گی اور دنیا کی خرابی میں دین کی خرابی ہے اس لئے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور خلافت اور قضاء سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتیں ہیں اس اعتبار سے کہ ان سے دین کامل ہوجائے تو ظاہر ہے کہ دنیا کی خرابی باعث خرابی دین ہے تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفار کرنا اور اس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت میں فرق نہ کرنا اور جہت میں فرق نہ کرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو برابر جاننا تو اس میں یہ خرابی ہے کہ باب شریعت مفسدوں کیلئے بالکل بند ہوجائے گا پھر وہ طرح طرح کے فساد کریں گے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف بڑھائیں گے اور ان کو جھڑکنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دیں گے کہ چیز پر قبضہ کا حق ہم سے زیادہ کسی کو نہیں اس لئے کہ وہ چیز ہم پر اور دوسروں پر یعنی ہم دونوں پر حرام ہے ہر ایک اس میں فقط مقدار حاجت لے سکتی ہے پھر جیسے اسے ضرورت ہے ہمیں بھی ہے اگر بالفرض ہم نے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہے تو ایسے شخص سے لیا ہے جس کے پاس اس دن کی ضرورت سے زائد تھی تو اب ایک دن کی ضرورت کا ضبط کرنا چاہئے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو غرضیکہ ایسے احتمال کئے جانے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہوجائے گی اور فساد والے فساد کرنے پر اٹھ کھڑے ہوں گے جب کہ تینوں احتمال نہیں ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنی یہ کہا جائے گا کہ جس کے قبضہ میں جو چیز ہے وہی اس کا زیادہ مستحق ہے اس لئے براہ غصب اور چوری لینا درست ہے بلکہ تراضی سے لینا چاہئے اور تراضی بھی طریق شریعت سے مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہیں بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتیں متعلق ہیں اور اس کا دستور شریعت میں مقرر ہے پانچوں احتمال بھی قبضہ والوں سے چیز کو بمطابق طریق شرع پر حاصل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا ہے تو وہ یہ ہے کہ سالک طریق آخرت کیلئے ہمارے خیال پر تقویٰ مناسب ہے مگر

عوام پر اس کے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ فتوائے عام میں اسے داخل کرسکتے ہیں ورنہ اس صورت میں لوگوں کے اموال پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھ کر ظالم دست درازی کریں گے اور چور بھی زائد از حاجت چیز کے چرانے کا قصد کریں گے اور جو غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لے گا اور جس کو موقع ملے گا دوسرے کی چیز چرالے گا اور کہے گا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت میں ہے اور میں محتاج ہوں زائد از حاجت کو میں نے لے لیا ہے اب سلطان پر واجب ہوگا کہ قبضہ والوں کے پاس جو چیز زائد از حاجت پائے اسے ان سے لیکر تمام اہل حاجت کو دے دے اور اس طرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ کیا کرے پس اس صورت میں بے انتہا تکلیف اور اموال کا تلف کرنا ہے تکلیف تو خود ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اتنا قدرت کہاں کہ تمام مخلوق میں اس صورت میں جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہے اور مال کا تلف کرنا اس طرح سے کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہے گا اس کو سمندر میں ڈالنا چاہئے یا چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ گل سڑ جائے کیونکہ میوہ اور غلہ اللہ تعالیٰ اتنا پیدا کرتا ہے کہ قدر ضرورت کا کیا معنیٰ اگر تمام مخلوق پوری وسعت کے ساتھ برتیں تب بھی بچ رہے علاوہ ازیں ایک خرابی اس میں یہ ہے کہ حج اور زکوٰۃ اور کفارہ مالی اور جتنی عبادات کہ دولت مندی سے متعلق ہیں تمام لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہوجائیں گی کیونکہ لوگوں کے پاس بجز قدر ضرورت کے اور کچھ نہ رہے گا اور یہ بھی نہایت بری بات ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر مثلاً ایسے وقت میں کوئی نبی آئے تو اس پر واجب ہوگا کہ معاملہ از سرنو کرلئے اور ملکوں کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہوں یا دیگر طریقوں سے سب کی تمہید کرے اور وہی باتیں کرے جو تمام مال حلال ہونے کی صورت میں کرتا اس میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ جو ہم نے کہا کہ اس پر واجب ہے اس سے مراد وہ صورت ہے کہ نبی علیہ السلام موصوف ان لوگوں میں سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا کے مصلحت کیلئے بھیجے جاتے ہیں کیونکہ بہتری تو اس سے پوری نہ ہوگی کہ تمام مخلوق کو قدر ضرورت پر پابند کردیا جائے تو ضروری ہے کہ اسباب ملک کی تفصیل از سرنو ہونی چاہئے اور اگر نبی علیہ السلام کی بعثت بہتری کیلئے نہ ہوگی تو اس پر امر مذکور واجب بھی نہ ہوگا اور گو ہمارے نزدیک یہ بھی امر ممکن ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت بہتری کے لئے نہ ہو مثلاً اللہ تعالیٰ جل جلالہ کوئی ایسا سبب مقدر فرمائے کہ اس سے تمام مخلوق ہلاک ہوجائے تو دنیا بھی ان سے فوت ہوجائے اور دین میں بھی گمراہ رہے۔ اس لئے کہ گمراہی' ہدایت' مارنا اور جلانا اس کے اختیار میں ہے مگر پھر بھی ہم اس امر کو اللہ تعالیٰ کی عادت جماوی کے مطابق فرض کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کیلئے ہوتا ہے اور اس کے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہیں وہ موجود ہی ہوگیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا جبکہ انبیاء علیہ السلام کی آمد بند ہوچکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو گزرے تقریباً چھ سو سال ہوگئے تھے اور کچھ لوگ تو حکل یہودیوں اور بت پرستوں کے آپ کو مانتے ہی نہ تھے اور کچھ مانتے تھے مگر ان میں فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانے میں پھیل گیا ہے۔

مسئلہ: فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہے اور مال نہ ماننے والوں اور ماننے والوں دونوں کے قبضہ میں تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے خلاف کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات میں تساہل برتتے تھے جیسے آپ مسلمان کر رہے ہیں حالانکہ زمانہ نبوت کو گزرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت میں کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گزشتہ کو معاف فرمایا اور ان کے بارے میں کچھ تعارض نہ کیا اور مال قبضہ والوں کا ٹھہرا کر اپنی شریعت کی بنیاد ڈالی حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت میں ثابت ہوگئی ہو وہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال ہو اور نہ اس طرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ میں حرام ہے وہ اس کو دے ڈالے چنانچہ جزیہ میں اہل ذمہ اگر ہمیں وہ مال دیں جسے ہم جانتے ہو کہ شراب کی قیمت ہے یا سود کا مال ہے تو اس خاص مال کو ہم نہ لیں گے اور پہلے لوگوں کے مال بھی اس وقت میں ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے اموال ہیں بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی ابتر تھا کہ لوٹ کھسوٹ ان میں زیادہ تھی۔

فائدہ: اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتویٰ کیلئے معین ہے اور احتمال پنجم طریقہ تقویٰ ہے بلکہ تقویٰ کامل یوں ہے کہ مباح میں بھی بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور دنیا میں توسیع کو بالکل ترک کیا جائے اور یہ طریق آخرت کا ہے اور ہم اس وقت فقہ کی بحث کرتے ہیں جو مخلوق کی بہتری کے متعلق ہے اور فتویٰ ظاہری کا رنگ ڈھنگ موافق مقتضائے مصلحات کے ہوا کرتا ہے اور دین کے طریق پر چلنا کس سے ہو سکتا ہے اگر تمام مخلوق طریق آخرت میں مشغول ہوجائے دنیا کا نظام بے کار اور عالم دنیا خراب ہوجائے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا وہاں کی بڑی سلطنت کا طالب ہونا ہے اور اسے دنیا کی سلطنت پر قیاس کرلینا چاہئے کہ اگر تمام لوگ سلطنت کی جستجو میں مشغول ہوجائیں اور ادنیٰ کاروبار معمولی صنعتوں کو چھوڑ دیں تو پہلے والے انتظام بگڑ جائیں گے پھر سلطنت بھی باطل ہوجائے گی تو جس طرح دنیا کے انتظام کیلئے کاروباری حضرات مسخر ہیں اور اپنے پیشے اسی لئے کرتے ہیں کہ بادشاہوں کا انتظام صحیح رہے اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اس لئے مسخر ہیں کہ طریق دین' دینداروں کیلئے درست رہے اور طالبان ملک آخرت کا انتظام ابتر نہ ہونے پائے اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو اہل دین کی سلامتی نہ ہوتی اس لئے کہ ان کے حق میں دین کے سلامت رہنے کی شرط یہ ہے کہ اکثر لوگ ان کے طریق سے اعراض کرکے دنیاوی امور میں مشغول رہیں اور یہ امر تقدیر ازلی نے اس طرح تقسیم کردیا ہے کہ ایک کو ایسا بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہے۔ نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا (25) سورۃ زخرف آیت (32) ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے۔ (کنزالایمان)

سوال: حرام کو ایسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی نہ رہے اس کی کچھ ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ امر واقع میں موجود نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ اور اس میں شک نہیں کہ بعض حرام موجود ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ وہ بعض کتنے ہیں

یا اکثر اور تم نے کہا ہے کہ وہ بعض کل کے اعتبار سے کمتر ہیں ایک امر صاف ہے مگر اس کے لئے کوئی دلیل قطعی چاہئے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی بہ نسبت حرام کمتر ہے اور تم نے جو تقسیمات اس بارے میں بیان کی ہیں وہ سب امور فرضی ہیں بعض علمائے فرضی دلائل نہیں مانتے اس لئے ضروری ہے کہ کوئی نظیر معین بیان کیجو تاکہ اس پر قیاس کیا جائے اور سب کے نزدیک دلیل مقبول ٹھہرے؟

جواب: اگر یوں مان لیا جائے کہ حرام کمتر ہے تب تو ہماری دلیل کیلئے عہد مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی ہے کہ اس میں بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ مار موجود تھی اور باوجود اس کے اموال کا لین دین بند نہ ہوا اور اگر فرض کیا جائے کہ زمانہ حال میں حرام اکثر ہے تب بھی حرام کے باوجود لین دین حلال ہوجائے گا اور اس کی دلیل تین امور ہیں وہ تقسیم جسے ہم نے حصر کی صورت میں لکھا ہے اور چار قسمیں باطل کرے پانچویں قسم کو قائم رکھا ہے کیونکہ جس صورت میں کہ وہ تقسیم اس طرح جاری ہے کہ کل مال حرام ہے تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہوگا تو اس میں بطریق اولیٰ جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہے تو یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ امر وہمی مظنون باتوں میں ہوا کرتا ہے اور یہاں امر مظنون نہیں بلکہ یقینی ہے کیونکہ ہمیں اس میں شک نہیں کہ شریعت کا مقصود دین و دنیا کی مصلحت ہے یہ بداہتہ معلوم ہے ظنی نہیں اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اگر تمام لوگوں کو مقدار ضرورت و حاجات پر منحصر کردیا جائے یا گھاس اور شکار پر چھوڑا جائے تو یہ پہلے تو دنیا کی خراب کرے گا پھر دنیا کے ذریعہ دین کی خرابی لائے گا جس میں کوئی شک نہ ہو اس کے لئے کسی شاہد کی ضرورت نہیں شاہد انہیں خیالات کیلئے بیان ہوا کرتا ہے جو مظنون ہو اور جداگانہ خود بشر سے متعلق ہو۔ دوسری یہ کہ اس کی تعلیل میں ایک ایسا قیاس جزئی لکھا جائے جس کا مال ایسی اصل پر ہو کہ جتنا فقہاء جزئی قیاسات سے مانوس ہیں سب اس پر متفق ہوجائیں ہرچند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت امور کلی کے حقیر متصور ہوتے ہیں چنانچہ امر کلی ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر بالفرض حرام عام ہوجائے اور ضرورتاً کسی نبی علیہ السلام کے بھیجنے کی پڑے تو وہ بھی اسی امر کلی کے موافق کاربند ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے خلاف حکم کرے گا تو عالم خراب ہوجائے گا یہاں قیاس جزئی یوں ہوسکتا ہے کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہیں اور ان کا تعارض ایسی صورت میں ہوا ہے جو امور غیر محصور میں سے ہے اور اس میں کوئی علامت معین بھی موجود نہیں تو اس صورت میں حکم اصل پر کیا جائے گا نہ ظن غالب پر جیسے راستوں کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکوں کے برتنوں میں اصل پر حکم ہوتا ہے چنانچہ اس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل سے ہم ثابت کرچکے ہیں۔

فائدہ: علامت معینہ کے نہ ہونے کی قید ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ اس سے وہ برتن نکل جائیں جن میں اجتہادی سوچ و بچار کو دخل ہے اور غیر محصور اس لئے کہا کہ مسئلہ مردار اور مذبوح جانور کے مشتبہ ہوجانے اور دودھ شریک بہن اور اجنبی کے مختلط ہونے کے مسائل نکل جائیں۔

سوال: اس جواب میں یہ خدشہ رہا کہ پانی کی طہارت یقینی ہے اور یہ اصل ہے لیکن یہ کون مانتا ہے کہ اموال

میں اصل حلت ہے بلکہ ان میں تو اصل حرمت ہے؟

جواب: جو اموال ایسے ہیں کہ ان کی حرمت اس لئے نہیں ہے کہ ان کی ذات میں کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سود کی ذات میں ہے کہ تو وہ ایسی صفت پر مخلوق ہیں جس میں استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہوجاتی ہے جس طرح کہ پانی میں استعداد وضو کی مقرر ہوئی ہے اور شبہ پڑا ہے وہ اسی استعداد میں ہے تو دونوں میں کوئی فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہے تو ان میں معاملہ کے قبول کی صفت نہیں رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی میں استعداد وضو کے قبول کی نہیں رہتی تو اب دونوں میں فرق نہیں۔

جواب نمبر2: قبضہ ایک دلیل ظاہر ملک کی ہے اور قائم مقام استصحاب اور اس سے قوی تر ہے اس لئے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہے چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا دعویٰ کیا جائے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ اس کے ذمہ کچھ نہ ہو تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعویٰ کہ جو چیز اس کے قبضہ سے ہے وہ اس کی ملک ہے تو یہاں بھی قابض کا قول معتبر ہے اس لئے کہ قبضہ قائم مقام استصحاب کے ہے کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ میں ہو تو اصل یہی ہے کہ اس کی ملک ہوگی جب تک کہ اس کے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نہ کرے۔

وجہ نمبر3: جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کرتی ہے اور معین چیز پر دلالت نہیں کرتی اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالۃ ہو تو جس صورت میں کہ دلالت ظنی ہوگی اس کا اعتبار بطریق اولی نہ ہونا چاہئے مثلاً اگر کسی چیز کے متعلق معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہے تو اس چیز کا حکم یہ ہے کہ بغیر اجازت زید کے اس میں تصرف نہ کیا جائے اگر یہ معلوم ہو کہ اس کا مالک دنیا میں کوئی ہے مگر وہ اس کا وارث معلوم نہیں ہوسکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ چیز مسلمانوں کی مصلحت کیلئے قرار پائے گی اور بحکم مصلحت اس میں تصرف کرنا درست ہوگا اگر یہ معلوم ہو کہ اس چیز کا مالک دس یا بیس شخصوں میں ایک ہے تو اس صورت میں تصرف ممتنع ہوگا غرضیکہ جس چیز کے مالک میں شک ہو کہ قابض مالک ہے یا نہیں اور جس چیز کے مالک کے بارے میں یقین ہو کہ کوئی مالک ہے مگر اس کے متعلق یقین سے معلوم نہ ہو تو ایسی دونوں چیزیں برابر ہیں اوّل کچھ دوسرے سے زائد نہ ہوگی تو ایسی چیزوں میں تصرف بمقتضائے مصلحت درست ہونا چاہئے اور مصلحت وہ ہے جسے ہم نے اقسام پنج گانہ میں ذکر کیا ہے کہ پس یہ اصل اس کی شاہد ہوگی اور کیسے نہ ہو حالانکہ ہر وہ مال جس کا مالک نہ ملے اسے بادشاہ مصلحات میں صرف کرتے ہیں اور مصلحات میں فقراء وغیرہ بھی ہیں تو جس فقیر کو بادشاہ وہ مال دے گا اس کا مالک ہوجائے گا اور اس کا تصرف اس میں نافذ ہوگا اگر اس سے کوئی چور چرا لے گا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ غیر کی ملک میں کیسے تصرف اس میں نافذ ہوا اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہے اس کی ملکیت ثابت ہوجائے اور وہ چیز اس کیلئے

اے "اگر بالفرض" کو یاد رکھیں تاکہ مرزائی ٹولہ اس سے دلیل نہ پکڑے کہ نبوت تا قیامت جاری ہے 12 (اویسی غفرلہ)

حلال ہو اس لئے ہم نے مصلحت کے مطابق حکم کیا۔

سوال: یہ صورت تو بادشاہ کے تصرف کی ہے؟

جواب: بادشاہ کو غیر کی ملک میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کیوں درست ہے اس کی وجہ چیز مصلحت کے اور کچھ نہیں اور مصلحت یہ ہے کہ اگر ترک کردے تو ضائع ہو جائے گی اب دو صورتیں بادشاہ کو پیش آتی ہیں یا تو ضائع کردے یا کسی امر ضروری میں صرف کرے اور امر ضروری میں صرف کرنا ضائع کرنے کی بہ نسبت بہتر ہے اس لئے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی۔

مسئلہ: جس میں شک ہو اور اس کی حرمت معلوم نہ ہو اس میں مصلحت یہ ہے کہ قبضہ کی دلالت پر حکم کیا جائے اور قبضہ والوں کی ملک میں چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ شک کی وجہ سے انہیں آپ کا نکالنا اور ان کو یہ تکلیف دینا کہ قدر ضرورت پر اکتفا کریں اس سے وہ ضرر ہوگا جسے جو ہم لکھ آئے ہیں۔ اور مصلحت کی وجوہ مختلف ہیں اس لئے کہ بادشاہ کو کبھی تو اس کی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ اس مال سے پل بنائے اور کبھی لشکر السلام میں اس کا صرف کرنا اور کبھی فقراء کو دینا مصلحت سمجھتا ہے پس جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا ہی اس کا تصرف ہوتا ہے اور اس طرح کے مال میں فتویٰ بھی مصلحت کے مطابق جاری ہوتا ہے اس بیان سے ثابت ہوا کہ اشیاء مال میں عوام پر ان ظنون کا مواخذہ نہیں جن کی سند کوئی خاص دلالت ان اشیاء میں نہ ہو جیسے کہ بادشاہ اور فقراء سے جو بادشاہ سے لے جاتے ہیں مواخذ انہیں اگرچہ جانتے ہیں کہ اس مال کا کوئی مالک ہے لیکن چونکہ مالک معین کا علم نہیں اس لئے ان سے مواخذہ نہیں اور اس میں ذات مالک اور ذات املاک میں کوئی فرق نہیں یعنی اختلاط میں دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے۔

یہ تھا بیان شبہ اختلاط کا اب صرف اس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ میں اگر مل جائیں تو ان کا کیا حکم ہے۔ اور ان شاء اللہ اس کا بیان عنقریب اس فصل میں ہوگا جس میں مظالم سے بری ہونے کے طریق کی تفصیل مذکور ہے۔

شبہ پیدا ہونے کا مقام: جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہے اس میں کوئی معصیت مل جائے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنی ساتھ والی چیزوں میں ہوگی یا نتائج میں یا مقدمات میں یا عوض میں اور اس میں یہ شرط ہے کہ ایسی معصیت نہ ہو جو عقد کے فساد یا سبب محل کے ابطال کا موجب ہو اب ان چاروں معصیتوں کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں قرائن میں معصیت کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کے دن اذان کے وقت بیع کرنا یا منحوس چھری سے ذبح کرنا یا غصب کی کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹنا یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے طے شدہ بیع کو زیادہ قیمت کی لالچ دیکر خریدنا اسی طرح کی اور صورتیں ہوسکتی ہیں ایسے معاملات میں جیسے بھی وارد ہو اور اس سے عقد کا فساد معلوم نہیں ہوتا تو ان سے باز رہنا تقویٰ میں داخل ہے ایسا نہیں۔ کہ جو چیز اس طرح حاصل ہو اس پر حکم حرمت لگ جائے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہے اس لئے کہ شبہہ اکثر ایسی جگہ میں بولتے ہیں جہاں اشتباہ اور جہالت ہو اور یہاں اشتباہ کچھ

نہیں اس لئے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے میں گناہ کا ہونا معلوم ہے اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہے تو اشتباہ اور جہالت نہیں کہ شبہ کہا جائے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ شبہہ کو مشتق از مشابہت کیا جائے اور کہا جائے کہ چونکہ اس طریق سے حاصل شدہ چیز مکروہ ہے اور کراہت مشابہ حرمت کے ہے اس لئے اس کو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت میں اس کو شبہہ کہنا درست ہوگا اور نہ اس کا نام کراہت ہونا چاہئے نہ شبہہ بہرحال جب معنی معلوم ہوگیا تو اب نام میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فقہاء کی عادت ہے کہ الفاظ کے اطلاق میں تسامح کرتے ہیں۔

درجات کراہت: یاد رہے کہ اس کراہت کے تین درجات ہیں ان میں سے پہلی حرام کے قریب ہے اور اس سے تقویٰ ضروری ہے اور درجہ دوم کی انتہاء ایک گونہ مبالغہ ہے کہ گویا اس سے بچنا وسواسیوں کے تقویٰ میں لاحق ہوتا ہے اور ان دونوں درجات کے درمیان اور بھی درجات ہیں کہ وہ انہیں دونوں طرفوں کی طرف مائل ہیں مثلاً اگر شکاری کتے کو چھین کر اس سے شکار کھیلے تو اس میں کراہت بہت زیادہ ہوگی بہ نسبت اس ذبیحہ کے جو مغصوبہ چھری سے ذبح ہوا ہو یا مغصوبہ تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ کتا ذی اختیار شے ہے۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ جو کچھ اس کتے سے شکار حاصل ہوگا وہ شکار کرنے والے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا۔

مسئلہ: اسی کراہت کے قریب یہ مسئلہ ہے کہ تخم کو مغصوبہ زمین میں بوئے زراعت بیج والے کی ہوگی مگر اس میں شبہہ ہے اگر مالک زمین کیلئے ہم زراعت میں حق حبس ٹھہرائیں تو ثمن حرام کی مانند ہوگا مگر قیاس کے مطابق یہی ہے کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جائے جیسے کوئی مغصوبہ چکی سے آٹا پیسے یا غصب کے جال سے شکار کرے کہ جال والے کا حق شکار میں کچھ نہیں۔

مسئلہ: اس کراہت سے قریب ہے کہ مغصوبہ کلہاڑی سے لکڑیاں جمع کرے اور اس سے کمتر کراہت اس میں ہے کہ اپنی خاص ملک کو مغصوبہ چھری سے ذبح کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہیں۔

مسئلہ: اسی کے قریب اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا ہے اس لئے کہ مقصود عقد سے اس کو علاقہ ضعیف ہے مگر بعض علماء کہتے کہ عقد فاسد ہوجاتی ہے کیونکہ غایت ماضی الباب یہ ہے کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے واجب کو چھوڑ کر بیع میں مشغول ہوا اور اگر اسی قدر سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہئے کہ جس کے ذمہ ایک درم زکوۃ ہو یا کوئی نماز قضا ہو جس کا وجوب فوراً ہو یا اس کے ذمہ کسی کا حق ایک درم ہو تو اس کی بیع فاسد ہوجائے اس لئے کہ بیع میں مشغول ہونا اس کے حق میں دوسرے واجبات کی بجا آوری سے مانع ہے اور جمعہ میں اذان کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہے تو جب اذان کے وقت بیع مانع جمعہ کے ادا کی ہو۔ فاسد ٹھہری تو ایسے ہی اور واجبات کی بھی مانع ہونی چاہئے اور انجام یہ ہوگا کہ ظالموں کی اولاد کا اور جن کے ذمہ ایک درم ہو ان کی اولاد کا نکاح درست نہ ہو اس لئے کہ وہ نکاح میں مشغول ہوئے اور جو واجب ان کے ذمہ تھا اس کے تارک ہوئے مگر چونکہ جمعہ کے دن میں بالخصوص نہی وارد ہوئی ہے اسی لئے ذہن میں اس کی خصوصیت جلد آئے گی اسی وجہ سے اس کی کراہت زیادہ ہے اور اس سے احتراز کرنے

میں کوئی حرج نہیں مگر کبھی نوبت وسواس تک پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ جن لوگوں کے ذمہ دوسروں کے حقوق ہوتے ہیں ان کی بیٹیوں کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی ہونے لگتی ہے۔

حکایت: کسی بزرگ نے کسی سے کوئی شے خریدی پھر سنا کہ اس نے جمعہ کے دن خریدی تھی تو وہ چیز اسے واپس کردی اس خطرہ سے کہ کہیں اس سے اذان کے وقت نہ خریدی ہو۔

فائدہ: یہ نہایت مبالغہ ہے کہ شک سے چیز کو لوٹا دیا اگر منہیات اور مفسدات میں اس طرح کا وہم کیا جائے تو جمعہ پر کیا منحصر ہے اور دنوں میں بھی مشکل ہوجائے گا تقویٰ اچھی چیز ہے لیکن اس میں مبالغہ کرنا اور اچھا ہے لیکن ایک حد معین تک ہوتو خوب تر ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (ہلک المتنطعون) ہلاک ہوئے مبالغہ کرنے والے ان جیسے مبالغات سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ ہرچند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہیں کرتا مگر غیر کو اس سے اکثر یہ وہم ہوجاتا ہے کہ ایسا مبالغہ ضروری ہے پھر اس کے کم سے بھی عاجز ہوجاتا ہے اور سرے سے تقویٰ کو ترک کردیتا ہے چنانچہ اس زمانہ کے اکثر لوگوں کی یہی حجت ہوگئی ہے کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی جب اس کی بجا آوری سے ناامید ہوئے تو اسے چھوڑ دیا غرضیکہ جیسے طہارت کے وسواسی کبھی طہارت سے عاجز ہوکر اسے چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح جو لوگ حلال کے بارے میں وسواس کرتے ہیں اور ان کے وہم میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ دنیا کا تمام مال حرام ہے۔ انہوں نے حلال و حرام کی تمیز اٹھا ڈالی ہے اور یہ عین گمراہی ہے۔ نتائج میں معصیت کی موٹی مثال یہ ہے کہ جس تصرف کے کرنے سے آئندہ کو معصیت ہو ان میں سے زیادہ کراہت ان مسائل میں ہے کہ انگور کو شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے یا غلام بے بس کو ایسے کے ہاتھ بیچے جو لواطت میں مشہور ہو یا تلوار کو رہزنوں کے ہاتھ بیچے علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ معاملات صحیح ہیں یا نہیں اور ان سے جو ثمن آتا ہے وہ حلال ہے یا نہیں۔ قیاس کے مطابق یہ ہے کہ عقود صحیح ہیں اور جو ثمن لیا جاتا ہے وہ حلال ہے ہاں عاقد اس عقد کے سبب سے گناہگار ہے جیسے مغصوبہ چھری سے ذبح کرنے سے گناہگار ہوتا ہے لیکن ذبیحہ حلال ہے اس لئے کہ عاقد کا گناہ یہ ہے کہ اس نے معصیت پر دوسرے کی مدد کی مگر یہ بات ذات عقد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی وہ ثمن جو اس وجہ سے لیا جاتا ہے وہ سخت مکروہ ہے اور اس کا نہ لینا تقویٰ ہم میں متصور ہے مگر حرام نہیں۔

مسئلہ: اس میں کراہت ہے کہ انگور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو لیکن بناتا نہ ہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ اس صورت میں ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہے۔

فائدہ: اکابر دین اور سلف صالحین نے فتنہ کے وقت تلوار بیچنا مکروہ جانا ہے اس خوف سے کہ کہیں ظالم نہ خرید لے تو یہ تقویٰ پہلے کی بہ نسبت زیادہ اچھا اور اس میں کراہت کم ہے اس کے بعد درجہ مبالغہ ہے اگرچہ یہ واسواس میں مل جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کاشتکاروں کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہیں اس لئے کہ وہ

ان آلات سے زراعت کر کے ظالموں کے ہاتھ غلہ فروخت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے ہاتھ بیلوں اور ہلوں اور دوسرے آلات نہیں بیچنے چاہئیں تو یہ تقویٰ وسوسہ سے ہے کیونکہ اس کا انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جائے کیونکہ اس سے بھی تو وہ زراعت پر تقویت پائے گا اور نہ اسے پانی دینا چاہئے جو خصوصیت سے کاشتکاروں کے لئے ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت اسی مبالغہ تک پہنچ جائے گی جس سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ: جو شخص بارادہ خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم حقیقی سے نہیں روکتا تو وہ زیادتی کرتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ کسی ایسے عمل پر اقدام کر بیٹھے جو بدعت ہو اور اس کے بعد لوگوں کو اس بدعت سے دینی نقصان ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو کہ میں خیر میں مشغول ہوں اسی لئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادنیٰ رجل من اصحابی والمنظعون ہم الذین یخشی علیہم ان یکونوممن قیل قسم الذین ضل سعیہم فی الحیواۃ الدنیا وہم یحسبون وانہم یُحْسِنُوْنَ صنعا۔ ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر اور مبالغہ کرنے والے وہی ہیں جن پر خوف ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی مثل میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ کہ ان کی سعی صحیح رہی ہے دنیوی زندگی میں اور اپنے کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سالک کو لائق نہیں کہ تقویٰ کے دقائق میں کسی محقق عالم سے پوچھے بغیر مشغول ہو اس لئے کہ اگر وہ اپنے ذہن سے کوئی بات بنائے گا اور اپنی سمجھ سے تجاوز کرے گا تو جس قدر اس کے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی بہ نسبت خرابی زیادہ ہوگی۔

حکایت: حضرت سعد بن ابی وقاص نے انگور کا باغ جلا دیا تھا اس خوف سے کہ کہیں اس کے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہوں جو شراب بناتا ہو۔ فائدہ: اس کی وجہ معلوم نہیں ہوئی شاید کوئی اور سبب خاص جلانے کا آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہ میں آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے انہوں نے ایسا نہیں کیا علاوہ ازیں اگر یہ بات درست ہو تو چاہئے کہ زنا کے خوف سے ذکر کاٹ دیا جائے اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کو قلم کر دیا جائے اسی طرح اور اعضاء کا تلف کرنا درست ہو جائے۔

وقوع معصیت کے مقدمات: اس کے تین درجات ہیں سب سے بڑا درجہ جس میں سخت کراہت یہ ہے کہ معصیت کا اثر عمل میں باقی رہے۔ مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی یا چراگاہ حرام میں چری اس کا کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ غصب سے گھاس کھلانا معصیت ہے اور یہی اس کی بقا کا سبب ہے اور غالباً اس کا گوشت اور خون اور اجزاء اس گھاس سے ہی ہیں اور یہ تقویٰ ضروری ہے کہ اگرچہ واجب نہیں اور سلف صالحین میں بہت سے بزرگوں سے ایسا تقویٰ منقول ہے۔

حکایت: ابو عبداللہ طوسی بروفندی کے پاس ایک بکری تھی جس کا دودھ پیا کرتے تھے ہر روز اسے گردن پر لاد کر

جنگل میں چھوڑ آتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے رہتے ایک دن ایک لحہ ان سے غفلت ہوگئی کہ وہ بکری ایک باغ کے کنارے پر انگور کے پتے کھانے لگی آپ اسے باغ ہی میں چھوڑ کر چلے آئے اسے اپنے لئے حلال نہ سمجھا۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ نے کچھ اونٹ لیکر چھوڑ دیئے وہ چر کر موٹے ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ان کو چراگاہ میں چرایا ہے انہوں نے عرض کیا ہاں آپ نے ان سے نصف اونٹ لے لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رائے میں جو گوشت کہ گھاس کھاتے ہیں پیدا ہوا وہ گھاس والے کا تھا پس اس صورت میں ایسا جانور حرام ہونا چاہیئے نہ مکروہ؟

جواب: گوشت گھاس والے کا نہیں ہوتا اس لئے کہ گھاس کھانے سے جاتی رہتی ہے اور گوشت ایک نئی پیدائش ہے عین گھاس نہیں پس شرعاً گھاس والا اس میں شریک نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صاحبزادوں سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی رائے میں نصف اونٹوں کے برابر تھی اس لئے تخمیناً" اجتہاد سے نصف نصف اونٹ لے لئے جیسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب کوفہ سے آئے تھے تو ان سے بھی نصف مال لے لیا تھا اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نصف لے لیا تھا کیونکہ آپ نے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہیں بقدر اجرت عمل اسے ملنا چاہیئے تو نصف مال کو ان کے عمل کے عوض میں کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا۔

درجہ نمبر2: وہ ہے جو بشر بن حارث سے منقول ہے کہ آپ نے پانی نہ پیا جو ظالموں کے کھدوائی ہوئی نہر میں بہتا تھا اس لئے کہ نہر کی وجہ سے وہ پانی ان تک پہنچا اور نہر کے کھودنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی تھی کسی دوسرے بزرگ نے اس باغ کے انگور نہ کھائے جسے ظالموں کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ درجہ اول کی بہ نسبت بلند تر ہے اور اس میں تقویٰ بہت زیادہ ہے اور ایک بزرگ اس پانی کے پینے سے باز رہے جو راستوں پر بادشاہوں پر بادشاہی چشموں سے گزرتا تھا۔

فائدہ: ان سب سے بڑھ کر ذوالنون مصری کا تقویٰ ہے کہ جیل خانہ میں حلال کھانا جو داروغہ مجلس کے ہاتھ ان کے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ سے میرے پاس آیا ہے ایسے امور کے درجات غیر منحصر ہیں۔

درجہ نمبر3: یہ وسواس اور مبالغہ کے قریب ہے یہ ہے کہ ایسے حلال طعام سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھوں پہنچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہوگا یا گالی دی ہو۔ ایسے شخص کے ہاتھوں طعام پہنچے تو بھی نہ کھائے اور اس کا حال ایسا نہیں جیسے غذا حرام کے کھانے والے کا ہے کیونکہ اس صورت میں پہنچانے والی چیز وہ ایک قوت پیدا ہو غرضیکہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہنچے تو اس سے باز رہنا بھی وسواس ہے۔ بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کو کھانا اٹھانے سے کوئی تعلق نہیں اگر اس طرح کی احتیاط کی جائے تو انجام یہ ہوگا کہ جس نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا گناہ ہو اس کے

ہاتھ سے بھی کوئی چیز نہ لی جائے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہے غرضیکہ تقویٰ میں وہ بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری اور بشر بن حارث کے تقویٰ میں معلوم ہو چکی کہ جو سبب موصل میں معصیت سے تقویٰ کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذا حرام سے حاصل ہوا تھا اسباب موصلہ تھے ان سے تقویٰ کرنے کا حرج نہیں اب اگر کوئی اس پر قیاس کر کے کوزے سے پانی نہ پیئے۔ اس وجہ سے کہ جس کمہار نے یہ کوزہ بنایا تھا اس نے ایک دن اللہ عزوجل کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی دی تھی تو یہ تقویٰ وسواس ہو گا اسی طرح اگر اس بکری کا گوشت نہ کھائے اس لئے کوئی حرام کھانے والا اسے ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہیں جیسے داروغہ جیل کے ہاتھوں کھانا گیا تھا اس لئے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہنچاتی ہے اور بکری خود بخود چلی جاتی ہے۔ ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہے کہ راستہ سے دوسری طرف نہیں جانے دیتا۔ پس اس سے تقویٰ کرنا بھی وسواس کے قریب ہے یہ باتیں جن امور کے بیان کی مقتضی تھیں انہیں ہم نے درجہ وار بیان کر دیا ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ یہ درجات علمائے ظاہر کے فتویٰ سے خارج ہیں فقیہہ کا فتویٰ صرف درجہ اول سے خاص ہے جس کیلئے عام کو حکم شرعی ہو سکتا ہے اگر تمام لوگ اس کی تعمیل کرنے لگیں تو دنیا ویران نہ ہو گی لیکن متقیوں اور صالحین کا اتقاء ایسا نہیں کہ علمائے ظاہر کا فتویٰ اس پر جاری ہو سکے بلکہ اس میں فتویٰ وہ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ استفت قلبک وان افتوک وافتوک۔ ترجمہ: اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ اس کے خلاف فتویٰ دیں یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

فائدہ: واقعی دل سے معلوم بھی ہو جاتا ہے کیونکہ ارشاد ہے (الاثم حَزّازُ القلوب) گناہ دل کا کھٹکا ہے۔ اگر سالک کے دل میں ان اسباب میں سے کوئی سبب کھٹکے اور وہ باوجود دل پر کھٹکے کے اس پر اقدام کرے گا تو بے شک نقصان پائے گا اور جتنا کھٹکا اسے معلوم ہوتا ہو گا اسی قدر قلب تاریک ہو جائے گا بلکہ جو چیز اللہ کے علم میں حرام ہے اسے مرید سالک حلال خیال کے بغیر کھٹکے اپنے خیال کے مطابق اس پر اقدام کرے گا تو یہ امر اس کے دل کی سختی میں موثر نہ ہو گا اور اگر ایسی چیز پر اقدام کرے گا جو علمائے ظاہر کے فتویٰ سے حلال ہے مگر خود اس کے دل میں کھٹکتی ہے تو یہ اسے مضر ہو گی۔

فائدہ: ہم نے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہے اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتوں میں کوئی خلش نہیں پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جائے اور ان میں خلش پائے اور دل کی خلش پر جرات کرے تو اسے ضرر ہو گا کیونکہ جو معاملہ اس میں اور اللہ تعالیٰ میں ہے اس کے دل کا فتویٰ معتبر ہو گا اور اسی کے مطابق اس کا مواخذہ ہو گا اسی وجہ سے جس کو طہارت یا نماز میں وسواس ہوتا ہے اس پر تشدد کیا گیا ہے یعنی جب اس کے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ پانی بہانے میں تمام اجزاء پر پانی نہیں پہنچا اس لئے کہ وسواس غالب ہے تو اس پر واجب ہے کہ چوتھی بار پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اسی کے حق میں ہے اگرچہ نفس الامر میں وہ اس

بارے میں خطاوار ہے غرضیکہ ان لوگوں نے خود تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تشدد کیا اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب گائے کے بارے میں بہت سے سوال کئے تو اس طرف سے بھی ویسا ہی تشدد ہو گیا اگر پہلی دفعہ لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا۔

فائدہ: ان دقائق کو نہیں بھولنا چاہئے جنہیں ہم نے نفیاً" اور اثباتاً" مکرر لکھا ہے کیونکہ جو کلام کی ماہیت پر آگاہ اور اس کے مضامین پر واقف نہیں ہوتا وہ اس کے مقاصد کے دریافت کرنے میں ممکن ہے لغزش کر جائے۔

مسئلہ: عوض میں معصیت کے بھی کئی درجات ہیں سب سے بڑا درجہ جس میں کراہت زیادہ ہے یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور اس کا ثمن مال غصب یا مال حرام ادا کرے اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس کو بائع نے قبض ثمن سے پہلے بیع کو اپنی دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہو گا اور مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے اس کو کھا لیا ہو گا تب وہ حلال ہو گا اور اس کا ترک کرنا بالا جماع واجب نہیں یعنی ادائے ثمن سے پہلے کسی کے نزدیک یہ واجب نہیں کہ ایسی چیز نہ کھائے ورنہ تقویٰ موکد میں داخل ہے۔

مسئلہ: اگر ثمن کھانے کے بعد مال حرام سے ادا کیا تو ایسا ہو گا کہ گویا ادا نہیں کیا۔

مسئلہ: اگر بالفرض ادا نہ کرتا تو حق بائع کا یعنی دین اس کے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہ ہو جاتا۔

مسئلہ: حرام سے ثمن ادا کرنے پر اگر بائع بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اس نے مجھے مال حرام دیا ہے تو مشتری بری الذمہ ہو جائے گا اور اس پر صرف اتنا گناہ رہے گا کہ حرام کے روپوں میں اس نے تصرف کر کے بائع کے حوالہ کئے۔

سوال: اگر بائع نے یہ سمجھ کر بری کیا کہ ثمن حلال ہے تو مشتری بری نہ ہو گا کیونکہ وہ تو یہ جان کر بری کرتا ہے کہ میں نے اپنا حق حاصل کر لیا ہے اور حرام کا روپیہ اس قابل نہیں کہ اس سے حق ادا ہو سکے۔

مسئلہ: اگر بائع نے اس کو بخوشی خاطر وہ چیز نہ دی تھی مگر مشتری نے لی تو اب مشتری کو اس کا کھانا حرام ہے ثمن مال حرام سے اول ادا کر دے یا بعد کھانے کے کیونکہ اس باب میں فتویٰ یہی ہے کہ بائع کو بیع کے روکنے کا حق اس وقت تک ثابت ہونا چاہئے جب تک کہ اس کی ملک ثمن میں متعین ہو جائے جیسے مشتری کی ملک متعین ہو گئی ہے اور اس کے روکنے کا حق دو طرح سے ہو جاتا ہے یا مشتری کو معاف کر دے یا اس سے پورا حق ادا کر کے اور یہاں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہے وہ اس کھانے سے گناہگار ہوتا ہے جیسے راہن غلہ گروی کرے اور بغیر اذن مرتہن اسے کھا جائے تو وہ بھی اگرچہ اپنی ملک کھاتا ہے مگر گناہگار ہے اسی طرح اپنی ملک کھانے میں اور غیر کے مال کھانے میں فرق ہے مگر اصل حرمت دونوں میں شامل ہے یہ صورت اس وقت ہے کہ بیع ثمن دینے سے پہلے لے لے۔ خواہ بائع کی دل کی خوشی سے یا بغیر اس کے دل کی خوشی کے لیکن جس صورت میں کہ ثمن مال حرام سے اولاً" ادا کر دے۔ پھر مبیع لے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہے اور باوجود اس کے

بیع حوالہ کردے تو اس کا حق بیع روکنے کے باطل ہوجائے گا اور اس کا دام مشتری کے ذمہ رہے گا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہے وہ ثمن نہیں اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو بیع کا کھانا حرام نہ ہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہیں کہ ثمن حرام ہے لیکن اگر معلوم ہوتا تو وہ بیع نہ دیتا اور نہ ثمن سے راضی ہوتا تو اس جہالت سے اس کا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہ ہوگا اس صورت میں مشتری کو بیع کھانا حرام ہے جیسے مرہون چیز کو بغیر اذن مرتہن کے کھانا حرام ہے یہاں تک کہ بائع اسے بری کردے۔ یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا کردے۔ یا خود بائع حرام سے راضی ہوکر مشتری کو درم معاف کردے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر راضی ہوجانا صحیح نہ ہوگا۔

فائدہ: خلاصہ کلام یہ مقتضائے فقہ اور شرعی حکم اس درجہ میں یہ ہے جو اوپر بیان حلت و حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم کرنا چاہئے کہ اس سے احتراز ضروری ہے کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہوکر چیزیں مضبوط ہوجاتی ہے تو اس میں کراہت بہت زیادہ سخت ہوجاتی ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور اس باب موصل میں سب سے قوی ثمن ہے اگر بالفرض ثمن حرام نہ ہوتا تو بائع اپنی چیز کو مشتری کے حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا مبیع کو مکروہ ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ صرف اتنا ہے کہ عدالت اس سے نہیں جاتی مگر تقویٰ اور ورع کا درجہ اس سے جاتا رہتا ہے۔

مسئلہ: اگر بادشاہ کوئی تھان یا زمین ادھار پر خریدے اور اسے بائع کی خوشی سے ثمن ادا کرنے سے پہلے قبضہ کرکے کسی عالم وغیرہ کو انعام یا خلعت میں دے ڈالے اور اسے شک ہو کہ اس کا دام نہ معلوم حلال سے ادا کرے گا یا حرام سے تو اس کی کراہت خفیف ہے یہ نسبت پہلے درجہ کے اس لئے کہ یہاں اس میں شک ہے کہ ثمن میں معصیت داخل ہوگی یا نہیں اور کراہت کا خفیف ہونا اسی حساب سے ہوگا جتنا اس بادشاہ کے مال میں حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبہ ظن سے اس کا حال معلوم ہوگا اور بعض صورتیں دوسری کی بہ نسبت سخت تر ہوں گی اور اس میں اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو دل میں خلش کرے۔

درمیانہ درجہ: عوض نہ غصب ہو نہ حرام مگر کسی گناہ کا آمادہ کرنا لازم آتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے شخص کو دینا جو شراب پیتا ہے یا تلوار رہزن کو دینا اس کے ثمن کے عوض دینے سے وہ بیع جو ادھار لی تھی حرام نہیں ہوجاتی مگر اس پر حکم کراہت کا ہے اور یہ کراہت اس سے کم ہے جو غصب میں تھی اور اس رتبہ کے درجات بھی اسی قدر متفاوت ہوتے ہیں جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا غلبہ ظن یا احتمال کم ہوتا ہے اور جس صورت میں کہ عوض عمل حرام ہو تو اس کا بدل بھی حرام ہوتا ہے اور اگر اس کی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جائے تو اس کا بدل مکروہ ہوتا ہے اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی قاعدہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند بار منع فرمایا پھر اجازت بخشی کہ اسے اپنے پانی بھرنے والے اونٹ کو کھلائے۔

فائدہ: بعض لوگ وہم کرتے ہیں کہ اس کے کسب کی کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی مباشرت ہے تو یہ وہم فاسد ہے اس لئے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو تو چاہئے کہ موچی اور جھاڑو بردار کے کسب میں بھی کراہت ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اگر بالفرض ان کی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصاب میں یہ قاعدہ نہ چل سکے گا کیونکہ اس کا کسب تو گوشت کا بدل ہے اور گوشت بذاتہ مکروہ نہیں تو اس کا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت قصاب کی پچھنے والے اور فصاد کی غلاظت وغیرہ کی بہ نسبت زیادہ ہے کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکال کر اسے روئی سے پونچھتا ہے اور قصاب اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت دور کرتا ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے میں خون کا نکلنا ہوتا ہے جس سے آدمی کی حیات قائم ہے تو اس میں اصل حرمت ہے اور حلال صرف ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہے ممکن ہے کہ فصد کو مفید گمان کیا جائے اور وہ مضر پڑے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے اعتبار سے اس کی حلت کا حکم دیا جاتا ہے اسی وجہ سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بے ہوش کی فصد کھولنی بغیر ان کے ولیوں کی اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہیں اور اگر فصد کھولنا ظاہر میں حلال نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پچھنے لگانے والے کو اجرت عطا نہ فرماتے اگر اس میں احتمال حرمت نہ ہوتا تو اس اجرت سے منع نہ فرماتے ان دونوں صورتوں کا جمع کرنا بغیر اس علت کے جو ہم نے بیان کی ہے ممکن نہیں۔ اور اس صورت کیلئے یوں چاہئے تھا کہ ہم سبب کے قرائن مقرونہ میں لکھتے اس وجہ سے کہ یہ انہیں سے زیادہ قرب رکھتی ہے اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس اس کا درج ہے مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ اپنی ماں کا کاتا نہ پہنوں گا پھر اس کا سوت بیچ کر اس سے کپڑا خرید کر پہنے تو اس میں کراہت نہیں اور اس سے احتراز کرنا وسواس ہے۔

فائدہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حیلہ درست نہیں۔ آپ نے اپنے تقویٰ کو دلیل میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اس لئے کہ ان پر شراب حرام کی گئی تھی۔ انہوں نے بیچ کر اس کا درم کھایا اس سے معلوم ہوا کہ جو شے حرام ہو اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے انتفاع بھی درست نہیں۔

انتباہ: یہ قیاس حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا درست نہیں اس لئے کہ شراب کی بیع باطل ہے کیونکہ شریعت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہے اور یہ صورت سوت کے بیچنے کی شراب کی طرح نہیں بلکہ اس کی مثال یہ ہے کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اس کی دودھ شریک بہن ہو اور پھر اسے ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اس اجنبی لونڈی سے تقویٰ کرنا وسواس ہے اور اس طرح کا تقویٰ نہایت غلو ہے اور ہم نے تمام درجات کو اور ان کے درمیان کو بتدریج داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کر دیا ہے اور ہر چند ان درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد میں منحصر نہیں۔ لیکن شمار سے مقصود تسہیل اور فہمائش ہے۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کا خرید لے جن میں ایک درم حرام کا

ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کرے گا جب تک اس کے بدن پر وہ کپڑا رہے گا پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں دیں اور فرمایا کہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو۔

جواب: اس حدیث میں اس خرید کا ذکر ہے جو معین روپے سے خریدے ادھار خریدنے کا ذکر نہیں اور جس صورت میں ادھار ہو تو ہم نے اکثر صورتوں میں حرمت کا حکم رکھا ہے اس پر بھی اسے محمول کرنا چاہئے علاوہ اس کے بہت سی ملکیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان پر نماز کے قبول نہ ہونے کی وعید پائی جاتی ہے۔ کسی گناہ کی وجہ سے جو اس ملک کے سبب میں آگیا ہے مگر باوجود اس کے فسد عقد نہیں پایا جاتا جیسے اذان جمعہ کے وقت چیز خریدی وغیرہ وغیرہ۔

مقام نمبر 4 رفع شبہ کے دلائل اور ان میں اختلاف: دلائل کا اختلاف ایسا ہے جیسے سبب میں اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب ہوتا ہے اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب بنتی ہے تو دلیل معرفت کے حق میں سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت میں ثابت نہ ہوگی تب تک اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ نفس الامر میں تو وہ ثابت ہی ہے اور دلائل کا اختلاف شریعت کے دلائل کے تعارض سے ہوتا ہے یا علامات والہ کے تعارض سے یا اشباہ و نظائر کے اختلاف سے۔

قسم نمبر 1 شرعی دلائل کا تعارض: قرآن مجید کی دو آیتیں یا دو حدیثیں یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہوں یا ایک قیاس اور ایک آیت یا حدیث متعارض ہوں یہ تمام اقسام تعارض شک کے موجب ہوتے ہیں اور ان صورتوں میں اسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو پہلے سے معلوم ہو اگر ترجیح نہ ہو پھر اگر حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی تو اس ترجیح کو اختیار کرنا واجب ہے اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے مگر اس سے تقویٰ کرنا اچھا ہے اور تقویٰ کے باب میں خلاف مقدمات سے بچنا مفتی اور مقلد دونوں کے حق میں ضروری ہے مگر مقلد کو جائز ہے کہ جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علماء سے افضل ہے اس کے قول اور فتویٰ پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگوں کے سننے سے معلوم ہوتا ہے جیسے طبیب کا شہر کے طبیبوں سے افضل ہونا سننے اور قرائن سے پہچانا جاتا ہے اگرچہ طب اچھی طرح نہ جانتا ہو اور فتویٰ لینے والے کو یہ جائز نہیں کہ مذاہب میں سے جس میں زیادہ گنجائش اور اپنے لئے سہولت دیکھے اسے اختیار کرے بلکہ اسے چاہئے کہ تلاش کرتا رہے یہاں تک کہ ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جائے پھر اس مذہب کا اتباع ایسا کرے کہ پھر ہرگز اس کی مخالفت نہ کرے ہاں اگر اس کا امام کسی چیز کا فتویٰ دے اور اس میں کسی امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو اس طرح عمل کرنا کہ دونوں فتویٰ پر عمل ہو اور خلاف سے بچنا تقویٰ موکد میں داخل ہے اسی طرح اگر مجتہد کے عندیہ میں دلائل متعارض ہوں اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اس کے حق میں تقویٰ یہ ہے کہ اس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف صالحین میں مفتی بہت سی چیزوں کی حلت کا فتویٰ دیا کرتے تھے مگر تقویٰ کی وجہ سے خود ان پر اقدام نہ

کرتے تھے کہ شبہ سے محترز ہیں اسے ہم تین مراتب پر تقسیم کرتے ہیں مرتبہ وہ ہے کہ اس سے احتراز کرنے میں نہایت درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہے جس میں مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت میں مستحب موکد یہی ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑ کر خود کھانے لگے تو اس شکار کے کھانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے اگرچہ مفتی فتویٰ دے کہ وہ حلال ہے اس لئے کہ اس میں ترجیح بہت دقیق ہے اور ہم نے اختیار کرلیا ہے کہ وہ شکار حرام ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے قیاس کے مطابق یہی ہے اور جس صورت میں کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابوحنیفہ یا کسی اور امام کے پایا جائے تو اس میں تقویٰ کرنا ضروری ہوگا اگرچہ مفتی دوسرے قول کے مطابق فتویٰ دے۔

مسئلہ: اسی قبیل سے ہے اس جانور سے احتراز کرنا جس پر ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہی گئی ہو اس میں قول امام شافعی کا مختلف نہیں اس لئے کہ آیت میں بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہے اور اخبار اس میں احادیث متواردہ ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے شکار کا پوچھا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب تم نے اپنے کتے تربیت یافتہ کو چھوڑا اور اس پر بسم اللہ کہی تو اس کا شکار کھاؤ اور مکرراً ایسا ہی ارشاد منقول ہے بسم اللہ کہہ کہ ذبح کرنا مشہور ہے اور یہ تمام باتیں اس کی تائید کرتی ہیں کہ بوقت ذبح بسم اللہ شرط ہو لیکن چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔ المومنین یذبح علی اسم اللّٰہ تعالٰی سمی اولم یسم۔ ترجمہ: مومن اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے یا نہ لے۔

فائدہ: یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہے (1) عام ہو اور آیت و احادیث کو ان کے ظاہری معنوں سے بدل دے۔ (2) یہ حدیث بھولنے والے کے لئے خاص ہو اور آیت دوسری احادیث اپنے معنی ظاہری پر رہیں ان میں کوئی تاویل نہ کی جائے اس دوسرے احتمال کے امکان کی یہ وجہ ہے کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے میں معذور ہے اور احتمال اول کو ثابت رکھنا چونکہ آیت کی تاویل کرنا زیادہ تر قریب الامکان تھی۔ اس لئے ہم اسی کو ترجیح دی اور جو احتمال اس کے مقابل ہو اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ غرضیکہ ایسے جانور سے اجتناب ضروری ہے اور درجہ اول میں داخل ہے دوسرا مرتبہ وسواس کے قریب ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس بچہ کے کھانے سے پرہیز کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا گوہ کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ بچہ کا ذبح ہونا اس کی ماں کے ذبح ہونے سے ہوجاتا ہے اور اس حدیث کی صحت اسی درجہ ہے کہ نہ اس کے متن میں احتمال ہے اور نہ اس کی سند میں ضعف ہے

حدیث: گوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی۔ یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

ا۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب اسی احتمال پر ہے 12 (اویسی غفرلہ)

2۔ یہ علت نہیں امام صاحب کا فتویٰ عین حدیث کے مطابق ہے وہ حدیث یہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گمان کرنا کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی اور اگر پہنچتی تو اس کے مطابق حکم دیتے کہ اگر کوئی انصاف کرے ان کا خلاف کرنا درست نہیں اور نہ کسی طرح شبہ کا مورث ہے جیسے اس صورت میں کہ کسی چیز کا حکم خبر واحد سے ثابت ہو اور کوئی اس کا مخالف نہ ہو۔ تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہے یہ ہے کہ مسئلہ میں ہرگز کوئی خلاف نہ ہو مگر حلت خبر واحد سے ثابت ہو اب کوئی کہے کہ خبر واحد میں لوگوں کو اختلاف ہے اور بعض اسے قبول نہیں کرتے اس لئے میں اس سے پرہیز کرتا ہوں کیونکہ حدیث کے راوی اگرچہ عادل ہیں مگر ان سے غلطی ممکن ہے اور کسی خفیہ مقصد کیلئے ان سے جھوٹ بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ عادل بھی کبھی جھوٹ بول دیتا ہے اور وہم بھی ان پر ممکن ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کہنے والے نے کچھ کہا ہو اور انہوں نے کچھ اور سمجھا ہوتو اس طرح کا تقویٰ صحابہ رضی اللہ عنھم سے منقول نہیں وہ لوگ جو بات راوی عادل سے سنتے تھے انہیں اس پر اطمینان ہوجاتا تھا ہاں راوی کے حق میں کسی خاص سبب یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہوتو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہے گو وہ راوی عادل ہو مگر بلاوجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہیں جیسے نظام اجماع کے بارے میں مخالف ہے اور کہتا ہے کہ اجماع حجت شرعی نہیں اور اگر بالفرض اس طرح کا تقویٰ جائز ہوتو چاہئے کہ یہ بھی تقویٰ میں شمار کیا جائے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث نہ لے اور کہے کہ قرآن مجید میں تو پوتے کا ذکر نہیں اس میں تو صرف بیٹوں کا ذکر ہے اور پوتے کو بیٹے کی جگہ ثابت کرنا صحابہ رضی اللہ عنھم کے اجماع سے ہوا ہے اور وہ لوگ معصوم نہ تھے غلطی ان سے بھی ہوسکتی ہے چنانچہ نظام اس میں خلاف کرتا ہے تو یہ ایک خیال خام ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو امور قرآن مجید کے عام الفاظ سے معلوم ہوئے ہیں وہ بھی ترک کردیئے جائیں اس لئے کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ عمومات کیلئے کوئی لفظ نہیں بلکہ جو باتیں ان میں سے صحابہ رضی اللہ عنھم نے قرائن اور علامت سے سمجھی ہے وہی حجت ہے اور جب صحابہ رضی اللہ عنھم معاذاللہ متہم ٹھہرے تو عام آیت کے معانی پر کیسے عمل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہیں جس میں غلو اور مبالغہ نہ ہوتو اسے سمجھ لینا چاہئے اور جب کوئی امر ان میں سے مشکل ہوتو اس میں دل سے فتویٰ لینا چاہئے اور مقتضائے تقویٰ مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہئے اور جو خیال دل میں آئے اور سینوں میں کھٹکے اس سے کنارہ کرنا چاہئے اور یہ امر اشخاص اور وقائع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر سالک کو چاہئے کہ اپنے دل کو ایسی چیزوں سے بچائے جو وسواس کی موجب ہوں حتیٰ کہ جب حکم کرے تو حق کا کرے اور وسواس کی ذرا بھی خلش نہ آئے اور کراہت کے مواقع میں کھٹکے سے خالی نہ ہو ایسا دل نہایت کمیاب ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شخص کو دل کے فتویٰ پر راجع نہیں فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ ان کے دل کا حال آپ کو معلوم تھا۔

دوسری قسم: تعارض ان علامات کا تعارض جو حلت و حرمت پر دلالت کریں مثلاً متاع کی کوئی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت میں لوٹ جاتی ہو بغیر لوٹ کے اس کے اس کا ملنا مشکل ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت کے قبضہ میں پائی جائے تو یہاں دونوں علامتیں موجود ہیں قابض کی نیک بختی تو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اس شی کی قسم اور بغیر

لوٹ مار کے مشکل ملنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اس اس شی کی قسم اور بغیر لوٹ مار کے مشکل ملنا اس امر کے دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہاں دوسرے کی متعارض ہیں اسی طرح اگر کوئی عادل کہہ دے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسقوں کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو۔ یا لڑکے اور بالغ کا قول متعارض ہو تو تمام صورتوں میں امر مشتبہ رہے گا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہو تو اس پر حکم لگے گا مگر تقویٰ یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور اگر ترجیح ظاہر نہ ہو تو توقف واجب ہوگا اور اس کی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال آئندہ میں مذکور ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قسم نمبر3: اشباہ کا تعارض ان صفات میں ہو جن سے احکام متعلق ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال وصیت فقہاء کیلئے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ میں فاضل ہو وہ اس وصیت میں داخل ہے اور جس نے ایک دن یا ایک مہینے سے فقہ شروع کی ہے وہ داخل نہیں اور ان دونوں کے درمیان بے شمار درجات ہیں جن میں شک پڑتا ہے پس مفتی اپنے ظن کے مطابق فتویٰ دیتا ہے لیکن تقویٰ کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم شبہ کے مقامات میں سے نہایت دقیق ہے کیونکہ اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مفتی کو اس میں حیرت ہوتی ہے اور اسے کوئی حیلہ نہیں آتا یعنی جس صورت میں کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجات مقابل کے درمیان میں ہوں تو اس صورت میں اس کو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف میں عمل کیا جائے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہیں۔ یہی حال ان صدقات کا ہے۔ جو محتاجوں میں صرف ہوتے ہیں اس لئے کہ ظاہراً جس کے پاس کچھ نہیں وہ قطعاً" محتاج ہے اور جس کے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان دونوں کے درمیان میں بہت سے مسائل دقیقہ ہیں مثلاً ایک شخص کے پاس ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابیں ہیں اب اگر یہ چیزیں بقدر حاجت ہیں تو اس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہیں اگر مقدار حاجت سے زائد ہیں تو مانع ہیں اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہیں وہ تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اس میں یہ بحث ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو شہر کے وسط میں ہو یا کنارہ پر ہونے سے مقدار قیمت کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کمتر سے اسی اثاث البیت اور تانبے کے برتنوں میں نظر کرنی پڑے گی اور ان کی شمار اور قیمت میں گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزیں روزانہ کی ضرورت کی ہیں اور بعض سال بھر کار آمد رہتی ہیں مثلاً لوازمات سرما اور بعض ایسی ہیں کہ برسوں کے بعد ان کی ضرورت ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہیں اور اس صورت میں کار آمد وہی حدیث ہے۔ مایریبک الی مالا یریبک ترجمہ: جو شک میں ڈالے اسے چھوڑ وہ لے جو شک میں نہ ڈالے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں محل ریب ہیں اگر مفتی اس میں توقف کرے تو بجا ورع ہے کہ بغیر توقف کے اور کوئی صورت نہیں۔

مسئلہ: اگر ظن اور تخمین سے حکم کردے تو تقویٰ کی رو سے توقف چاہئے اور تقویٰ کے مقامات میں سے یہ تمام نہایت ضروری ہے اور یہی حال ان صورتوں میں ہے کہ اقرباء کا نفقہ اور بیویوں کا لباس کس قدر واجب ہے اور

فقہاء اور علماء کو بیت المال میں سے کس قدر ملنا چاہئے اس لئے کہ یہاں بھی دو طرفیں ہیں جن کا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور ان دونوں کے درمیان میں متشابہ امور ہیں کہ شخص اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہیں اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے انسان کو اس کی حدود پر کوئی واقفیت نہیں مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ایک قوی الجثہ آدمی کیلئے آدھے سیر سے کم غذا شب و روز میں کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اوران کے درمیان کوئی حد نہیں پس اہل تقویٰ کو چاہئے کہ مشکوک چیز کو چھوڑ دے اور یقین پر عمل کرے جیسے حدیث مذکورہ بالا میں مندرج ہے اور یہ قاعدہ ان تمام امور میں چلے گا جو کسی سبب سے متعلق ہیں اور ان کے اسباب الفاظ سے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ عرب اور دوسرے اہل زبان نے لغات کے معنی کی کوئی ایسی حدود مقرر نہیں کی ہیں کہ ان سے اطراف متقابل ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں جیسے علم الحساب میں ہوتا ہے مثلاً چھ عدد اپنے سے کمتر اور زائد دونوں کا احتمال نہیں رکھتا اسی طرح تمام حسابات مقرر ہیں مگر الفاظ لغوی ایسے نہیں اس لئے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ایسا نہیں کہ اس میں رتبہ درمیانی کا شک داخل نہ ہو اور وہ اطراف متقابلہ کے بیچ میں واقع نہ ہو اسی وجہ سے وصایا اور اوقاف میں اس فن کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر صوفیہ پر وقف کیا جائے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کے مصداق میں بہت سی باریکیاں ہیں اسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہئے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے مقتضا پر اشارہ کریں گے تاکہ اس سے الفاظ میں تصرف کرنے کا طریقہ معلوم ہو ورنہ تمام الفاظ کا لکھنا تو غیر ممکن ہے غرضیکہ جو علامات متعارض ہوتی ہیں اور دو طرفوں متقابل کو کھینچتی ہیں ان سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور یہ سب شبہ ہیں جن سے اجتناب کرنا واجب ہے جس صورت میں حلت کی جانب غلبہ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد حضور علیہ الصلوۃ والسلام دع ما یریبک الخ کے استصحاب سے یا کسی اور دلیل سے جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے راجح نظر نہ آئے۔

فائدہ: مقامات شبہ کے پیدا ہونے کے یہی تھے اور ان میں ایک دوسرے کی بہ نسبت زیادہ سخت ہے اور جس صورت میں ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہوجائیں تو معاملہ اور بھی دشوار ہو گا مثلاً ایسا کھانا خریدے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے کسی شراب بنانے والے سے انگوروں کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال میں بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ مال حرام نہیں مگر مشتبہ تو ہوگیا ہے۔

خلاصہ: یہ کہ اس طرح کے شبہات کے اجتماع سے یہ حال ہوتا ہے کہ کسی امر پر اقدام بہت دشوار ہوجاتا ہے ہم نے ان مراتب پر واقف ہونے کے طریقے بتلا دیئے ہیں اور سالک کی طاقت سے خارج ہے کہ ان سب کو شمار کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہوجائے اسے اخذ کرے اور جو گول مول رہے اس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہے جو دل میں کھٹکے اور جس جس جگہ جگہ ہم نے حکم کیا ہے کہ دل سے فتویٰ لے اس سے ہماری یہ مراد ہے کہ جہاں مفتی مباح یا جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اس سے باز رہنا واجب ہے پھر دل سے فتویٰ لینے میں بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہیں کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہیں کہ ہر جائز و ناجائز سے اجتناب کرتے ہیں اور بہت سے حریص

چشم پوشی کرکے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہوئے مباح سمجھتے ہیں تو ایسے قلوب کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار ہے جو احوال کی باریکیوں کا نگران ہے اور وہ کسوٹی ہوتی ہے جس سے پوشیدہ امر کے امتحان کئے جاتے ہیں مگر ایسا دل کہاں جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہ ہو اسے چاہئے کہ اس صفت کے دل سے نور کا طالب ہو اور اپنے حال کو اس پر ظاہر کرکے عمل کرے۔

فائدہ: زبور میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ میں تمہاری نماز اور روزہ کو نہیں دیکھتا بلکہ اسے دیکھتا ہوں جو کسی چیز میں شک کرے پھر اس کو میری خاطر ترک کردے میں ایسے شخص کی غیبی تائید سے مدد کرتا ہوں اور اپنے فرشتوں پر اس سے فخر کرتا ہوں۔

فصل نمبر3: اس میں اس مسئلہ کا بیان ہے جو مال کسی کو میسر ہو اس کی تفتیش اور تلاش کرے یا بغیر پوچھے اسے لے لے اس میں بحث و تمحیص کے کون کون سے مقامات ہیں۔

مسئلہ: جب کبھی کوئی تمہارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اس میں سے خریدنا یا ہبہ لینا چاہو تو ضروری نہیں کہ اس کے حال کی تحقیق کرو اور یوں کہو کہ ہمارے نزدیک اس کی حالت ثابت نہیں اس لئے نہیں لیتے اور اس کی تحقیق کرتے ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزوں کی حرمت یقینی نہ ہو انہیں لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور اس کے حال کی تحقیق کرنا بعض صورتوں میں واجب ہے اور بعض میں حرام اور بعض میں مستحب بعض میں مکروہ اس لئے اس کی تفصیل ضروری ہے قول فیصل اس میں یہ ہے کہ مقامِ سوال شبہہ کی جگہیں ہیں اور شبہ کے ہٹانے کا مقام یا تو ایسا ہے جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے تعلق رکھتا ہو اسی لئے اسے دو بیانوں میں تحریر کیا جاتا ہے۔

مالک مال کے حال کی تحقیق: مالک کا حال عوامی اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے مجہول، مشکوک، کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جس پر کوئی دلالت ہے۔ مجہول مالک کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے اس کا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیوں کا لباس یا تمغہ اور نہ اس میں کوئی صلاحیت کی علامت ہے جیسے اہل تصوف اور تاجروں اور اہل علم کا لباس اس میں اور نہ اس میں کوئی دیگر علامت ہے تو شرعاً وہ مجہول الحال ہوگا مثلاً اگر تم کسی گاؤں میں جاؤ جس کا حال تمہیں معلوم نہیں اور اس میں کسی آدمی دیکھو جس کے حال کی تمہیں کچھ اطلاع نہ ہو اور نہ اس میں کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جاسکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا یا جب کسی اجنبی شہر میں جاؤ اور وہاں کوئی نانبائی یا قصاب اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہ ہو جس سے اس کا فریبی یا خائن ہونا پایا جائے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اسے مشکوک نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ شک اس کو کہتے ہیں کہ کسی امر میں دو اعتقاد ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں اور ان دونوں اعتقادوں کے اسباب بھی ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں اور اس صورت میں نہ کوئی اعتقاد ہے اور نہ سبب ہے اکثر مجہول اور مشکوک میں فرق

معلوم نہیں ہوتا حالانکہ دونوں جداجدا ہیں اور پہلے بیان سے تم نے معلوم کرلیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم نہ ہو اس میں تقویٰ کا مقتضا ترک کرنا ہے۔

حکایت: یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ تیس سال سے میرا یہ حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل میں خلش کی اسے میں نے ترک کردیا۔

فائدہ: بعض لوگوں نے باہم تذکرہ کیا کہ تمام اعمال میں مشکل تر کونسا عمل ہے بالاخر یہ تجویز ہوئی کہ مشکل تر تقویٰ ہے۔

حکایت حضرت حسان بن سنان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے نزدیک تقویٰ سے آسان تر کوئی ایسا عمل نہیں جب کوئی چیز میرے سینہ میں کھٹکتی ہے میں اسے چھوڑ دیتا ہوں تو یہ صورت معنوی تقویٰ کی ہے مگر ہم اس کا ظاہری حکم لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر تمہارے سامنے کھانا پیش کرے یا ہدیہ بھیجے یا تم اس کی دکان سے کچھ خریدنا چاہو تو اس کا حال پوچھنا ضروری نہیں بلکہ اس کی چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا کافی ہے کہ وہ چیز تم لے لو اور یہ کہنا لازم نہیں کہ فساد اور ظلم لوگوں میں پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اس سے اس مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہیں اور وہ مسلمان اپنے اسلام کی وجہ سے تم پر حق رکھتا ہے کہ تم اس کے ساتھ بدگمانی نہ کرو۔ پس اگر تم اس خاص شخص پر بدگمانی اس وجہ سے کرو گے کہ دوسروں کو معاملہ میں خراب پایا ہے تو تم اس کے قصوروار ٹھہرو گے اور اس بدگمانی کا گناہ تم کو یقیناً ہوجائے گا اگر بالفرض اس سے مال لے لو تو اتنی ہی خرابی ہو کہ اس کی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہیں ہے لیکن بدگمانی کا گناہ یقینی ہے۔

فائدہ: مجہول الحال لوگوں کے ساتھ کاروبار کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوات اور سفروں میں دیہاتوں میں اترتے تھے اور ضیافتوں کو رد نہیں کرتے تھے اور شہروں میں جاتے تھے تو بازاروں سے احتراز نہیں کرتے تھے حالانکہ مال حرام ان کے زمانہ میں بھی موجود تھا ان سے کبھی نہیں سنا گیا کہ تفتیش کی ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اس کا حال نہیں پوچھتے تھے ہاں ابتداً آپ جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو جو کسی نے کچھ بھیجا تو دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینہ حالیہ اس وقت ایسا ہی تھا اس لئے کہ مدینہ منور میں مہاجرین ہجرت کرکے آئے اکثر مفلس تھے اس لئے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ ان کو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہوگا علاوہ ازیں دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اس پر دلالت نہیں کرتا تاکہ وہ چیز صدقہ نہیں اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو قبول فرمالیتے تھے اس میں استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہیں کیونکہ اس بات کی عادت نہیں کہ ضیافت صدقہ سے ہو اسی وجہ سے آپ کی دعوت ام سلیم نے کی۔

حکایت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ کے سامنے کھانا

رکھا جس میں کدو تھا۔

حکایت: ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں مع عائشہ قبول کرتا ہوں اس نے عرض کیا کہ نہیں صرف آپ کی دعوت ہے آپ نے فرمایا کہ تو میں قبول نہیں کرتا پھر وہ شخص راضی ہوگیا چنانچہ آپ مع عائشہ رضی اللہ عنہ کے ایک دوسرے کے پیچھے تشریف لے گئے اس نے دونوں کے سامنے چربی کا سالن رکھا۔

فائدہ: ان دعوتوں میں منقول نہیں کہ آپ نے کوئی سوال کیا ہو۔

سوال: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے اس کے کسب کا کیوں پوچھا؟

جواب: اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اس کے کاروبار میں کچھ شک پڑ گیا تھا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس شخص نے زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ پلا دیا تھا اس سے سوال کیا کہ یہ کہاں سے آیا کیونکہ آپ کو اس وجہ سے شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اس مزے کا نہ تھا تو یہ وجہ شک تھی۔

مسئلہ: اگر مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بغیر تفتیش اس کی ضیافت مان لے تو گناہگار نہ ہوگا بلکہ اگر اس کے گھر میں تجمل اور بہت سامان دیکھے تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہے اس کے پاس اتنا بہت کہاں سے آیا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو وراثت میں ملا ہو یا اس نے جو کمایا ہو بہرحال وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کے ساتھ حسن ظن کیا جائے بلکہ اس سے بڑھ کر ہم کہتے ہیں کہ اس سے سوال نہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ: کوئی چاہے کہ اپنے پیٹ میں کوئی چیز نہ ڈالے جب تک معلوم نہ کرے کہ کہاں سے آئی تو یہ اچھی بات ہے لیکن اس کا حل یہ ہے کہ اس کا کھانا نہ کھائے اس سے سوال کی کیا ضرورت ہے اگر کھانا ہی ہے تو بغیر سوال کھا لے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ داری اور وحشت دلانا ہے اور وہ بلاشبہ حرام ہے۔

سوال: شاید وہ ایذا نہ پائے؟

جواب: یہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اس کا مال حلال ہو اور شاید اس کو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا میں گناہ مال حرام اور شبہہ کے کھانے سے کم نہیں۔

فائدہ: اکثر لوگوں کا حال یہی ہے کہ تفتیش سے وحشت پاتے ہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ اس کا حال دوسرے کسی اور سے اس طرح پوچھا جائے کہ اس کو بھی خبر ہوجائے کیونکہ اس صورت میں اور زیادہ ایذا ہوتی ہے اگر یوں پوچھے کہ اس کو علم نہ ہو تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہے اور یہ تمام ایک ہی آیت میں ممنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ (الحجرات 12) ترجمہ: اے ایمان والوں بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ (کنزالایمان)

خشک زاہد کی نشانی: بہت سے جاہل زاہد ایسے ہیں کہ تفتیش سے قلوب کو متوحش کردیتے ہیں اور سخت اذیت ناک گفتگو کرتے ہیں اور یہ شیطان ان کے دل میں اچھا کردیتا ہے تاکہ حلال کے کھانے میں مشہور ہو جائیں گے اگر اس کا باعث صرف دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کی اذیت کا خوف اسے زیادہ ہوتا بہ نسبت اس خوف کے کہ پیٹ میں ایسی چیز نہ جائے جس کا حال معلوم نہ ہو علاوہ ازیں اگر ایسی چیز پیٹ میں جائے گی بھی تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہ ہو تو طریق تقویٰ سے ترک کرنا ہے تو تجسس کرنا اور جب اس کا کھانا ہی ضروری ہو تو تقویٰ یہی ہے کہ تقویٰ میں ان سے زیادہ ہونا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے ان کا پیروکار نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی کوہ احد کے برابر سونا خرچ کرے گا تو صحابہ کے ایک مد کے برابر نہ ہوگا اور نہ اس کے نصف کو پہنچے گا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا صحابہ نے عرض کیا کہ یہ کھانا اس کو صدقہ میں آیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کیلئے صدقہ تھا اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اور یہ دریافت نہ فرمایا کہ اسے صدقہ کس نے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک مجہول تھا اور نہ اس کھانے سے ہاتھ کھینچا۔

ملک و مال مالک کی تحقیق: ملک مالک مشکوک فیہ ہو یعنی کوئی وجہ دلالت اس میں شک کی موجب ہوگئی پہلے تو ہم شک کی صورت لکھتے ہیں پھر اس کا حکم بیان کریں گے شک کی صورت یہ ہے کہ جو چیز مالک کے قبضہ میں ہے اس کی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی عادت یا اس فعل اور قول سے پائی جائے عادت میں یوں کہ مثلاً ترکوں یا جنگلیوں یا رہزنوں اور ظالموں کی جبلت پر پیدا ہو اور مونچھیں بڑی رکھتا ہو سر کے بال ایسے ہوں جیسے فسادیوں کے ہوا کرتے ہیں اور لباس میں اس طرح کہ قبا اور ٹوپی اور ظالم سپاہیوں وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول میں اس طرح کہ اس کے کردار و گفتار میں ایسی باتوں کی جرات پائی جائے جو حلال نہیں تو اس سے سمجھا جائے گا کہ یہ شخص مال میں بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو مال حلال نہ ہوگا اسے لے لیتا ہوگا شک کی صورتیں یہی ہوسکتی ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی اس جیسے سے کچھ خریدنا یا ہدیہ قبول کرنا یا ضیافت قبول کرنا چاہے اور سوا ان علامات کے اس کا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت میں دو احتمال ہوسکتے ہیں۔ (1) یوں کہہ سکتے ہیں کہ قبضہ ملک کی دلیل ہے اور یہ علامت ضعیف ہے تو چاہئے کہ اس چیز پر اقدام درست ہو اور اس کا ترک کرنا تقویٰ میں متصور ہو۔ (2) یوں کہئے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہے اور اس کے مقابل یہ علامات موجود ہیں جن سے شک پیدا ہوگیا تو چاہئے کہ اس پر اقدام درست نہ ہو اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیتے ہیں اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دع مایریبک الی مالا یریبک ترجمہ: اسے چھوڑ جو تجھے شک میں ڈالے وہ لے جو شک میں نہ ڈالے۔ بظاہر اس حدیث میں امر وجوبی ہے اگرچہ استحباب کا احتمال بھی پایا جاتا ہے اور آپ ارشاد

فرماتے ہیں۔ الاثم حواز القلوب یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور صورت مفروضہ میں دل پر وہ اثر ہے کہ اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ وہ صدقہ ہے یا ہدیہ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام میں ہوئیں اور ہرچند ان کا تقویٰ پر محمول کرنا بھی ممکن ہے مگر تقویٰ پر محمول کرنا بلاقیاس حکمی نہیں ہو سکتا اور قیاس اس کی حلت کا شاہد نہیں اس لئے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت ان دلالتوں کی مزاحم ہے اور جب دونوں ایک دوسرے کی متعارض ہوئیں تو حلت کی کوئی وجہ نہ رہی اور قبضہ اور اصل سابق کا حکم اس شک میں نہیں چھوڑا کرتے جس کے لئے کوئی علامت ہو مثلاً اگر ہمیں متغیرپانی ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہوگا اب اگر ہم کسی ہرنی کو اس میں پیشاب کرتا دیکھیں اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنی حکم سابق ہی ترک کردیں گے اور صورۃ مفروض بھی اسی کے قریب ہے مگر ان دلالتوں کے درمیان میں فرق ہوتا ہے مثلاً مونچھوں والا ہونا اور ظلم والوں کی وردی پہننا اور سپاہیوں کی صورت بنانا اس کی دلیل ہے کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہوگا اور جو فعل اور قول شریعت کے مخالف ہو اگر وہ مال کے ظلم سے متعلق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہے کہ اسی کی دلیل ہوگی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے کسی کوسنا کہ وہ غصب کیلئے اجازت دیتا ہے یا ظلم کا امر کرتا ہے یا سود کا معاملہ کرتا ہے تو یہ باتیں متعلق بہ مال ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا مال ایسا ہی ہوگا لیکن اگر کسی کو دیکھا کہ غصہ کی حالت میں دوسرے کو گالی دیتا ہے یا جو عورت اس کے پاس سے نکلی اسے گھورتا ہے تو یہ حرمت مال کے باب میں ضعیف دلالتیں ہیں اس لئے کہ بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ طلب مال میں تنگی مٹاتے ہیں اور حلال کے سوا اور کچھ نہیں لیتے مگر غصہ کی حالت میں اپنے نفس کو نہیں روک سکتے اور نہ شہوت میں نفس پر ان کو اختیار رہتا ہے تو اس قسم کے تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہئے اور ممکن نہیں کہ اس کی کوئی حد مقرر کی جائے تو ایسی صورت میں سالک کو چاہئے کہ اپنے دل سے فتویٰ لے۔

فائدہ: یاد رکھئے کہ اگر ان چیزوں کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے۔ دیکھے تب تو ان کا اور حکم ہے اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرات قرآن میں پرہیز کرنے والا مشہور ہوتو اور حکم ہے کیونکہ مال کی بہ نسبت دونوں دلالتیں ایک دوسرے کی متعارض ہوکر ساقط ہوگئیں اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا ہوگیا اس لئے کہ دونوں دلالتوں میں سے بالخصوص مال کے مناسب کوئی بھی نہیں اور بہت سے لوگ مال میں احتیاط کرتے ہیں دوسری چیزوں میں احتیاط نہیں کرتے اور بہت ایسے ہیں کہ نماز اور قرات اور وضو اچھی طرح کرتے ہیں اور مال میں احتیاط نہیں کرتے بلکہ جہاں سے پاتے ہیں کھا لیتے ہیں اس لئے کہ اسی جگہوں میں حکم وہی ہے جس کی طرف دل کا میلان ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تو اس کا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہے کہ بجز بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اطلاع نہ ہو اور یہی حکم دل پر کھٹکے کا ہے۔

انتباہ: یہ نکتہ یاد کر لینا چاہئے یعنی اس دلالت کو ایسا ہونا چاہئے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس شخص کا اکثر مال حرام ہے مثلاً پولیس کا آدمی ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی یا گانے والی عورت ہو اگر یہ معلوم ہوگا کہ اس کا مال حرام تھوڑا ہے تو سوال کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ تقویٰ کے لحاظ سے داخل احتیاط ہوگا۔

نفس مال کی تحقیق: مالک مال کا حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبہ ظن مال کی حلت یا حرمت میں ہو جائے مثلاً کسی کی نیک بختی اور دیانت داری بظاہر معلوم کر لی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت میں سوال اور تفتیش ضروری نہیں بلکہ ناجائز ہے جیسے مجہول الحال میں بلکہ یہاں بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے اور مال لینے میں اقدام یہاں شبہ سے زیادہ بعید ہے بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اس لئے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا تقویٰ سے بعید ہے اگرچہ حرام نہیں مگر نیک بختوں کا طعام تناول کرنا انبیاء اور اولیاء کی عادت ہے (علی نبیاء علیہم الصلوۃ والسلام)

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تاکل الا طعام التقی ولا یاکل طعامک الا تقی متقی کے طعام کے سوا کسی کا طعام نہ کھا اور نہ یہ تیرا طعام متقی کے سوا کوئی اور کھائے۔

مسئلہ: جس صورت میں تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ پولیس کا آدمی ہے یا گانے والا یا سود خوار ہے اور تجربہ کے سامنے وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی حاجت نہ رہی ہو تو یہاں تفتیش بالضرور واجب ہے جیسے شک کی صورت میں چاہئے بلکہ یہاں بطریق اولیٰ ہے۔

بیان نمبر3 متعلق بمال: یعنی شک متعلق بمال ہو نہ کہ مالک کے احوال سے اس کی یہ صورت ہے کہ مال حرام اور حلال مخلوط ہو جائے جیسے کسی بازار میں کچھ مغصوبہ غلہ کے بورے آئیں اور بازار والے خرید لیں تو جو شخص اس شہر کے کسی بازار سے خریدے تو اس پر واجب نہیں کہ بیع کی تفتیش کرے ہاں اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ بازار والوں کا اکثر مال حرام ہے تو اس صورت میں تفتیش واجب ہے اگر ان کے پاس کا مال اکثر نہ ہو تو تفتیش واجب نہیں بلکہ تقویٰ میں داخل ہے اور بڑی منڈی کا حکم شہر جیسا ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں مال حرام اکثر نہ ہو تو تفتیش نہ کرنے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے بازاروں کی خرید سے ہاتھ نہیں کھینچا۔ بازاروں میں سود کے درم اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر معاملہ میں تفتیش نہیں کیا کرتے تھے ہاں بعض صحابہ سے کسی بعض حالت میں سوال منقول ہے لیکن بہت کم اور وہ مقام شک تھا وہ بھی ان اشخاص معینہ میں اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے بھی تھے کہ بعض اوقات مسلمانوں سے لڑ کر ان کا مال چھین کر لے جاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اس میں ایسی چیز بھی ہو جسے کفار نے مسلمانوں سے لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ امام شافعی کے نزدیک وہ اصل چیز

مالک کو واپس ہونی چاہئے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا دام مالک کو ملنا چاہئے بہرحال صحابہ سے اس حال کی تفتیش منقول نہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مضمون: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم آذربیجان کو خط بھیجا اس میں لکھا کہ تم ایسے شہروں میں ہو جہاں مردار کے چمڑے سوکھائے جاتے ہیں تو ذبح کئے ہوئے جانور اور مردار کو دیکھ لیا کرو۔

فائدہ: اس میں تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ حکم نہیں کیا کہ روپوں اور نقد کی تفتیش کرلیا کرو کہ مردار کا ثمن ہے یا مذبوح کا اس لئے کہ اکثر نقد اس طرح کے نہ تھے کہ چمڑوں ہی کا دام ہو اگرچہ چمڑے بھی بیع ہوتے تھے اور چمڑے اکثر مرداروں ہی کے ہوتے تھے اس لئے ان کی تفتیش کیلئے امر فرمایا۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم ایسے شہروں میں ہو کہ وہاں کے اکثر قصاب مجوس ہیں تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو۔

فائدہ: اس میں بھی اکثر ہیں اسی لحاظ سے تفتیش کا امر فرمایا ہے۔

مسائل فقہ: یہ بیان چند صورتوں اور کئی مسائل کے ذکر کے بغیر جو عادتاً اکثر واقع ہوتے ہیں اچھی طرح واضح نہ ہوا لہٰذا ہم ان مسائل کو فرض کرکے لکھتے ہیں۔

مسئلہ: ایک شخص معین کے مال حرام مل گیا ہے مثلاً ایک غلہ فروش کی دکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا بھی بکتا ہے یا قاضی خواہ یا عامل یا فقیہ ہے کہ اس کا کچھ وظیفہ ظالم بادشاہ کے یہاں سے بھی مقرر ہے اور کچھ مال موروثی یا کاشتکاری یا تجارت بھی ہے یا ایک سوداگر ہے کہ تمام معاملات ٹھیک کرتا ہے مگر سود بھی لیتا ہے تو ایسی صورتوں میں اگر اس کا مال اکثر حرام ہے تو نہ اس کی ضیافت جائز ہے اور نہ ہدیہ نہ صدقہ لینا درست ہے لیکن بعد تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہے تب تو قبول کرے ورنہ ترک کردے۔

مسئلہ: اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اسکے حکم میں تامل ہے اس لئے کہ اسے دو صورتوں سے مناسبت ہے۔ (۱) وہ جسمیں ہم نے حکم کیا ہے کہ اگر ایک حلال ذبیحہ دس مردار میں مل جائے تو سب سے اجتناب واجب ہے اور اس کے ساتھ مشابہت اس وجہ سے ہے کہ ایک شخص کا مال محصور چیز جیسا ہے خصوصًا جبکہ مال اس کے پاس زیادہ نہ ہو اور ایک طرح سے اس کے مخالف بھی ہے کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقیناً معلوم ہوتا ہے اور حرام جو آدمی کے مال میں مل گیا ہے اس میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید فی الحال اس کے پاس نہ ہو سکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہے تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ میں ملنے کی صورت یکساں ہے اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو کہ حرام فی الحال اس کے پاس نہ رہا ہو گا تو یہ پہلی صورت کی بہ نسبت آسان ہے من وجہ اس صورت کے مشابہ ہے جس میں حرام کا ملنا غیر محصور چیز میں ہوتا

ہے جیسے بازاروں اور شہروں میں حرام مل جائے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی بہ نسبت سخت تر ہے کیونکہ یہاں یہ معاملہ ایک شخص کے ساتھ خاص ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت پر اقدام تقویٰ سے نہایت بعد ہے مگر بحث اس میں ہے کہ اس کا ارتکاب موجب فسق اور مخالف عدلی ہوتا ہے یا نہیں یہ بحث معنی کے اعتبار سے دقیق ہے کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہے اور کوئی کسی طرف اور نقل کی وجہ سے بھی دقیق ہے اس لئے کہ اس میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوان جیسی صورتوں میں احتراز اور امتناع منقول ہے یا تابعین سے کچھ مروی ہے تو وہ تقویٰ پر محمول ہو سکتا ہے اور حرمت میں کوئی تصریح نہیں پائی جاتی اور دکھانے پر جو اقدام منقول ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا کھایا ہے تو اگر فرض کر لیا جائے کہ جو کچھ ان کے قبضہ میں تھا وہ حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفتیش کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا جو میں کھاؤں گا مباح وجہ سے حاصل شدہ ہے غرضیکہ افعال اس باب میں ضعیف الدلالت ہیں اور علماء متاخرین کا مذہب مختلف ہے حتیٰ کہ بعض فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو میں لے لوں گا اور جس صورت میں کہ اکثر مال حرام ہو اس میں بھی انہوں نے اباحت کو عام رکھا ہے بشرطیکہ اس خاص چیز کا مجھے حال معلوم نہ ہو سکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور ان کی دلیل اس میں یہ ہے کہ اکابرین اور سلف صالحین نے سلاطین سے انعامات لئے ہیں چنانچہ اموال سلاطین کے بیان میں اس کا ذکر آئے گا جس صورت میں کہ حرام ہو یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے پاس موجود نہ ہو گا تو ایسی صورت میں کھانا حرام نہ ہو گا لیکن اگر اس کا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مرداروں میں ہو جائے تو ایسے حال میں مجھے معلوم نہیں کہ کیا کہوں یہ مسئلہ ان تشابہات میں سے ہے جن میں مفتی حیران رہ جاتے ہیں اس لئے کہ تردد ہے کہ اس صورت کو محصور چیزوں کی مشابہت ہے یا غیر محصور سے اور دودھ شریک بہن اگر کسی گاؤں میں مشتبہ ہو جائے جس میں دس عورتیں ہوں تو اجتناب واجب ہے اور اگر کسی ایسے شہر میں ہو جس میں دس ہزار عورتیں ہوں تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہیں اور اب دس اور دس ہزار کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہیں کہ اگر ان کا حکم پوچھا جائے تو میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں اور علماء نے نہ چند مسائل میں توقف کیا ہے جو اس سے بھی واضح تر ہیں چنانچہ امام احمد سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار مذکورہ دوسرے کی ملک میں جا پڑا تو وہ تیر مارنے والے کا ہو گا یا زمین کے مالک کا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ معلوم نہیں کس کا ہو گا ان سے کئی بار اس مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا تو ہر بار یہی فرمایا کہ میں نہیں جانتا اس قسم کے اکثر مسائل ہم نے باب العلم میں سلف صالحین سے نقل کئے ہیں اس صورت میں مفتی کو امید نہیں کرنی چاہئے کہ تمام صورتوں کا حکم اسے معلوم ہی ہوا کرے۔

حکایت: ابن مبارک سے بصرہ میں آپ کے شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے کاروبار کرتے ہیں ان سے کاروبار کروں یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سوائے سلاطین کے اور کسی سے کاروبار نہ کرتے ہوں تو ان سے کاروبار نہ کرنا اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہوں تو ان سے کاروبار کرنا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی معاملہ میں مسالحت کا حرج نہیں بلکہ اکثر میں بھی مسالحت کا احتمال ہے۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول نہیں کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد کیا ہو یا ایک بار سلطان سے کیا ہو تو انہوں نے اس سے بالکل کاروبار چھوڑ دیا ہو۔ اور امور کا اس مقرر کرنا بعید ہے اور مسئلہ بذات خود مشکل ہے۔

سوال: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان دے اسے لے لو کہ وہ حلال ہی میں سے دیتا ہے اور جو کچھ حلال اس کو ملتا ہے وہ حرام کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے کہ میں اسے برا سمجھتا ہوں اور وہ ہماری دعوت کرتا ہے اور ہم بوقت ضرورت اس سے قرض لیتے ہیں تو یہ امور کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب ضرورت ہو تو اس سے قرض لے لیا کرو کہ تمہارے لئے وہ مال اچھا ہے اس کا وبال اسی کے ذمہ رہے گا۔ سلمان نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہے تو یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو کثرت مال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اسی پر وبال ہے یعنی اس لئے کہ اسے اس مال کا حال معلوم ہے اور لینے والے کیلئے اچھا ہے کیونکہ اس کو حال معلوم نہیں اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سود کھاتا ہے اور ہماری دعوت کرتا ہے تو ہم اس کی دعوت میں جائیں یا نہ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت سی مختلف روایات کے ساتھ مروی ہے اور حضرت امام شافعی اور مالک نے خلفاء سلاطین کے انعامات لئے ہیں باوجودیکہ جانتے تھے کہ ان کے مال میں حرام مخلوط ہے تو اگر اس مال میں خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیوں کرتے؟

جواب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول آپ کے فعل کے مخالف مشہور ہے اس لئے کہ آپ بیت المال کا مال نہیں لیا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی تلوار بیچ ڈالا کرتے تھے اور آپ کے پاس ایک ہی قمیض رہا کرتا تھا نہانے کے وقت دوسرا نہ ہوتا تھا اور ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل تقویٰ کا نہیں یا آپ کے قول سے اجازت صریح نہیں پائی جاتی مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ آپ کا ارشاد اگر واقع میں درست ہے تو بادشاہ کے مال میں جس کا حکم دوسرا ہی ہے کیونکہ وہ کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہے جیسے غیر محصور ہوتا ہے چنانچہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا فعل سلطان کے مال سے متعلق ہے اور ہمارا کلام دوسرے لوگوں کے مال میں ہے جن کے مال محصور ہوتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول تو ہے کہ اس کا راوی خوات تیمی ہے اور اس کا حافظہ ضعیف تھا۔ مشہور قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ ہے جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یوں نہ ہو اور توقع رکھتا ہوں کہ ایسا ہو اس لئے کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان میں کچھ مشتبہات ہیں پس شبہہ میں ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جس میں شبہ نہ پڑے اسے اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ خلش سے اجتناب کرو کہ گناہ انہیں میں

ہے جو دل میں کھٹکیں۔

سوال: تم نے یہ کیوں کہا کہ جب حرام کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہیں باوجودیکہ اس چیز میں کوئی علامت ایسی نہیں جو اس کی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل ملک موجود ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسے شخص کا مال چرائے جس کے مال میں حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہے جس کو چیز سے کچھ تعلق نہیں تو چاہئے کہ جس صورت میں حرام زیادہ ہو اس کا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن راستوں کی کیچڑ میں ہو یا غیر محصور میں اختلاط کی صورت میں ہوتا ہے او اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد دع مایریبک الی مالا یریبک سے کرنا اور اس ارشاد کو عام نہیں ٹھہرانا چاہئے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض مقامات میں مخصوص ہے یعنی ان صورتوں میں کہ عین ملک میں کوئی علامت شک موجود ہو کیونکہ اگر حرام قلیل غیر محصور میں مل جائے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہے مگر اس پر بھی تم قطعاً" کہتے ہو کہ وہ حرام نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور انہیں صورتوں کیلئے ہے جن میں عین ملک میں شک ہو؟

جواب: قبضہ ایک دلالت ضعیف ہے جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہے اور یہ قبضہ کی حجت اس وقت ہے جبکہ اس کے قابل کوئی حجت قوی نہ ہو تو جس صورت میں کہ ہمیں یقین ہے کہ حرام جو مخلط ہوگیا ہے وہ فی الحال موجود ہے اور مال مالک اس سے خالی نہیں اور یہ بھی یقین ہے کہ حرام زیادہ ہے اور یہ صورت ایک معین شخص کے متعلق ہے جس کا مال گویا کہ محصور ہے تو اب قبضہ کی حجت سے اعراض کرنا ضروری ہوا اور اگر اس صورت پر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کو محمول نہ کیا جائے تو اس کیلئے کوئی محمل نہیں رہے گا کیونکہ اس کا محمل یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حرام قلیل غیر محصور حلال میں مخلط ہو اس لئے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک میں موجود تھی حالانکہ آپ اس کو ترک کرتے تھے اور جس جگہ پر اس کو محمل کیا جائے تو وہ اسی کے معنوں میں ہوگی اور اگر اس ارشاد کو نہی تنزیہی پر محمل کرو تو ظاہر الفاظ میں قیاس کے بغیر تبدیل اور تاویل کرنی پڑے گی اس لئے کہ اس صورت کی حرمت' علامات اور استصحابات کے قیاس سے کچھ بعید معلوم نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں کثرت کو ظن کے برپا کردینے میں دخل ہے اسی طرح حصہ کو بھی اس میں دخل ہے جس صورت میں حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا یا جمع ہوں گے تو کیسے ظن کی تقویت نہ ہوگی حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ برتنوں میں اجتہاد نہ کرو مگر جس صورت میں کہ پاک برتن زیادہ ہوں تو آپ نے حکم اصل اور اجتہاد کے یکجا ہونے میں یہ شرط کردی کہ علامت اور کثرت ہو او جو لوگ یہ کہتے ہیں کو نسا برتن چاہئے بلااجتہاد لے لے۔ فقط استصحاب کی وجہ سے تو وہ اس کے پینے کو درست کہیں گے اور صرف علامت کی وجہ سے جواز کے قائل ہوں گے اور ان کی یہ دلیل یااس جگہ نہ چلے گی جہاں پیشاب پانی سے مشتبہ ہوگیا ہو کیونکہ یہاں حکم اصل باقی نہیں رہ سکتا اسی طرح اگر مردار ذبح کردہ جانوروں میں مل گیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہ ہوگی کیونکہ مردار میں استصحاب نہیں اور قبضہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ جانور مردار نہیں اور مباح کھانے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مملوک ہے غرضیکہ ایسی صورتوں

میں چار امور متعلق ہوتے ہیں حکم اصل کا باقی رہنا' مخلوط چیز کی کمی یا کثرت' جس مال میں اختلاط ہو اس کا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا' کوئی علامت خاص کا چیز کے اندر ہونا جس سے اجتہاد متعلق ہو۔
جو کوئی ان چاروں امور مجموعہ سے غفلت کرتا ہے وہ اکثر غلطی کر کے بعض مسائل کو ایسی صورتوں میں مشابہ کر دیتا ہے جن سے وہ مشابہ نہیں ہوتے۔

فائدہ: اس تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص کی ملکیت میں مختلط ہو جائے اس میں یا حرام زیادہ ہو گا یا کم اور ان میں سے ہر ایک یقین سے معلوم ہو جائے گا یا ظن مع علامت یا وہم سے یعنی ہر ایک کے جاننے کے تین طور ہیں تو کل چھ صورتیں ہوئیں۔ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو۔ حرام کی زیادتی ظن مع علامت سے معلوم ہو۔ حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو۔ اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے کی صورتیں تین ہیں۔ پس ان چھ صورتوں میں سے دو اول کی صورتوں میں یعنی جبکہ حرام کی زیادتی یقیناً ہو خواہ .غلبہ ظن جیسے کسی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا سب مال غنیمت کا ہو ان دونوں میں تفتیش واجب ہے اور جس صورت میں کہ حرام کی کمی یقیناً معلوم ہو تو یہ صورت مقام توقف ہے اور اکابر دین اور سلف صالحین کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا میلان اس طرف ہے کہ اس صورت میں ضرورت تفتیش باقی نہ ہو۔ باقی رہیں تین صورتیں یعنی حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو یا اس کی کمی ظن سے یا وہم سے معلوم ہو تو ان تینوں صورتوں میں تفتیش ہرگز واجب نہیں۔

مسئلہ: جب کسی کے سامنے کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک میں کسی بادشاہی وظیفہ لینے میں یا کسی اور طرح سے حرام بھی مل گیا تھا اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ مال حرام اس وقت تک باقی ہے یا نہیں تو اسے وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اس کے ذمہ لازم نہیں بلکہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اس میں سے کچھ باقی ہے مگر یہ معلوم نہ ہو کہ بقیہ کم ہے یا زیادہ تو جائز ہے کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کم ہے اور ابھی ہم لکھ آئے ہیں کہ جہاں حرام کی قلت یقیناً معلوم ہوتی ہے وہ موقع مشکل ہوتا ہے اور یہ مسئلہ بھی اسی کے قریب ہے۔

مسئلہ: جب خیرات یا اوقاف یا وصیتات کے متولی کے پاس دو مال ہوں کہ ان میں سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہے اور دوسرے مال کا مستحق نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس میں وہ صفت نہیں جو اس مال کے مستحق میں ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اس شخص کو کچھ دے تو اس کو اس کا لینا درست ہے یا نہیں تو اس میں یہ دیکھنا چاہیے کہ جس صفت سے شخص مستحق ہے وہ اگر ظاہر ہے کہ متولی بھی جانتا ہے اور معہذا متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے تب تو چاہیے کہ بلابحث لے لے کیونکہ متولی پر غلبہ ظن اسی بات کا ہے کہ اس کو اسی مال کا مصرف کرے گا جس کا وہ شخص مستحق ہے اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا مال معروف ہو کہ پرواہ نہیں کرتا اور خلط ملط کرتا ہے تو اس صورت میں لازم ہے کہ تفتیش کرے کیونکہ یہاں نہ تو قبضہ ہے اور نہ حکم اصل سابق پر جس کا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ آپ کو تردد ہو گیا

تھا کہ اس وجہ سے کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہیں تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا بہر حال ایسی صورت میں بجز سوال کے اور کوئی معتبر نہیں کیونکہ سوال کو جو ہم نے مجہول الحال میں ساقط کیا ہے تو ایسی جگہ پر ساقط کیا ہے جہاں قبضہ اور اسلام کی علامت ہو حتیٰ کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان ہے کوئی شخص اس سے گوشت اس کے ذبیحہ کا لینا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اس شخص کو گوشت کا لینا درست نہ ہوگا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہے کیونکہ قبضہ سے مردار کی تمیز نہیں ہو سکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہے ہاں اگر کسی شہر میں اکثر مسلمان ہوں تو ہو سکتا ہے کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہ ہو اس کو مسلمان گمان کیا جائے اگرچہ اس گمان میں غلطی کا بھی امکان ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ جن صورتوں میں قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہے وہ ان صورتوں میں نہیں ملانا چاہیے جن میں ان کی شہادت معتبر نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص شہر میں مکان خریدنا چاہے اور اسے معلوم ہو گیا ہو کہ اس شہر میں مکانات مغصوب ہیں تو اسے خرید لینا درست ہے اس لئے کہ یہ غیر محصور کے اختلاط کی صورت ہے مگر پوچھ لینا احتیاط اور تقویٰ ہے اور اگر کسی کوچہ میں مثلاً دس گھر ہوں جن میں سے ایک مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہیں جب تک کہ وہ مکان متمیز نہ ہو جائے اور ایسے موقع پر اس کا حال پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر میں گیا جس میں بہت رباطین بنی ہوئی ہیں مگر ہر ایک رباط پر مذہب والے کیلئے خاص ہے مثلاً حنفیوں کی جدا ہے اور شافعیوں کی جدا تو اس کو جائز نہیں کہ جونسی میں چاہئے کہ اس میں ٹھہر کر اس کے وقف میں سے کھائے بلکہ جس مذہب کا خود ہو اس مذہب والوں کی رباط کو پوچھنا چاہئے اور اس میں ٹھہرنا چاہئے کیونکہ رباط اور مدرسہ شہروں میں محصور ہوتے ہیں تو محصور کے اختلاط کی صورت میں بلاتمیز اقدام درست نہیں۔

مسئلہ: جن مقامات میں ہم نے سوال تقویٰ ٹھہرایا ہے تو وہاں جائز نہیں کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمہارا مال یا طعام کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت میں غصہ ہوگا بلکہ اگر وہ ناراض نہ ہو تو بھی اس سے پوچھنے کا حق نہیں اور جب یقین ہو کہ اس کا مال اکثر حرام ہے تو اس وقت تفتیش واجب ہے اور پھر یہ پرواہ نہ کرنی چاہئے کہ پوچھنے سے مالک ناراض ہوگا اس لئے کہ ظالم کو تو اس سے زیادہ ایذا ضروری ہے۔ اور غالب یہ ہے کہ اس طرح کا آدمی سوال سے غصہ بھی نہ کرے گا ہاں اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل یا غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار یا نوکر کے ہاتھ سے پہنچے تو جائز ہے کہ ان سے تحقیق کرے کیونکہ وہ اس کے سوال سے غصہ نہ ہوں گے علاوہ ازیں ان سے سوال اس لئے چاہئے کہ ان کو حلال کا طریقہ سکھا دے اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے تحقیق کی جن سے آپ کو زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب آپ کی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کے عدل اور نرمی کی بہ نسبت کوئی شے زیادہ محبوب نہیں اور نہ اس کے جور و ستم سے زیادہ کوئی اسے زیادہ بری ہے۔

مسئلہ: حارث محاسبی فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی ایسا ہو کہ اس سے تحقیق کرنے سے ناراض نہ ہوگا نہ تو تفتیش کرنے سے خفا ہوگا تب بھی تقویٰ کے لحاظ سے اس سے تحقیق کرنی چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جو چیز اس سے پوشیدہ تھی وہ اس پر ظاہر ہوجائے تو گویا یہی شخص اس کی پردہ دری کا باعث ہوگا اور دونوں میں بغض پیدا ہو جائے گا اور واقع میں انہوں نے خوب کہا اس لئے کہ تحقیق جس صورت میں مقتضائے احتیاط اور تقویٰ کے ہے واجب نہیں ہے تو اس جیسی باتوں میں احتیاط اور تقویٰ یہی ہے کہ پردہ دری سے اجتناب کیا اور بغض پیدا کرنے والی بات سے احتراز ہو اور حضرت محاسبی نے اتنا اضافہ فرمایا کہ اگر اسے کچھ شبہ بھی ہو تب بھی تحقیق نہ کرے اور اس پر یوں گمان کرے کہ مجھے مال طیب ہی کھلائے گا اور حرام مال مجھ سے علیحدہ رکھے گا۔

مسئلہ: اگر اس کے دل کو تسکین نہ ہو تو کسی لطیف بہانہ سے نہ کھائے مگر تحقیق سے اس کی پردہ دری نہ کرے اس لئے کہ میں نے کسی اہل علم کو نہیں دیکھا کہ ان سے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود ان کے زہد میں شہرت کے اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب مال میں تھوڑا سا حرام مل گیا ہو تو چشم پوشی کرنی چاہئے مگر شرط یہ ہے کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا چنانچہ ان کے قول میں لفظ شبہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اس کا یہ حکم نہیں پس تحقیق کرنے والے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہئے؟

سوال: بعض لوگ کبھی کہتے ہیں کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اس سے استفسار کا کیا فائدہ کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہے ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بول دے اور اگر اس میں اسے امین جاننا چاہئے تو حلال مال کے بارے میں بھی اس کی دیانت پر اعتماد چاہئے۔

جواب: جب معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال میں مخلوط ہے اور اس کی ضیافت میں تمہارے جانے سے اس کا ہدیہ قبول کرنے سے کوئی اس کا مطلب نکلتا ہے تو اس صورت میں اس کے قول پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور اس سے استفسار میں بلاشبہ کچھ فائدہ نہیں بلکہ چاہئے کہ اس کے سوا دوسرے شخص سے استفسار کرے۔

مسئلہ: اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کیلئے اس کی بیع کا راغب ہو تو اس کے یہ کہہ دینے سے کہ یہ چیز حلال ہے اعتماد واثق نہ ہوگا اور نہ اس سے استفسار سے کچھ فائدہ ہے بلکہ سوال دوسرے شخص سے کرنا چاہئے غرضیکہ قابض سے استفسار اسی صورت میں چاہئے کہ اس کی کوئی غرض متعلق نہ ہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہے یا جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کے متعلق پوچھا تھا اس طرح کے سوال سے نہ قابض کو ایذا ہے اور نہ کہنے میں اس کی کوئی غرض ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو یوں کہے کہ تمہیں طریقہ کسب حلال معلوم نہیں اور اس کے جواب میں وہ اپنا طریق صحیح بتلا دے تو اسے متہم نہ کیا جائے گا۔

مسئلہ: ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خلوم سے استفسار کرے اس خیال سے کہ ان کے کمانے کا طریق معلوم نہ ہو تو ایسی جگہ استفسار مفید ہوگا۔

مسئلہ: مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اس کا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے۔

مسئلہ: جب ایک مرد عادل کچھ بتادے تو اس کا قول قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور یہاں مقصد نفس کا اطمینان ہے اور بعض اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہے کہ بعض حالات میں عادل کے قول سے بھی نہیں ہوتا اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں جو فاسق ہو وہ جھوٹ ہی بولا کرتا ہے اور نہ یہ ہے کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہی وہ سچ یہ بولتا ہے ہاں گواہی کا مدار جو ظاہری عدالت پر ہے وہ حکم کی ضرورت سے ہے کیونکہ دلوں پر اطلاع نہیں ہوسکتی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے لیکن وہ جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہے تو تم اس کا اعتبار کرلیتے ہو اسی طرح باتمیز لڑکا جس کا حال معلوم ہو کہ اس کے مزاج میں استقلال ہے تو اس کے کہنے سے بھی وثوق حاصل ہوجاتا ہے اور اس پر اعتماد کرنا درست ہے لیکن اگر کوئی مجہول شخص جس کا حال معلوم نہ ہو خبر دے تو یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے قبضہ کی چیز کھانے کو ہم نے جائز لکھا ہے اس وجہ سے کہ اس کا قبضہ بظاہر ملک کی دلیل ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں اس کا مسلمان ہونا اس کی راست گوئی یعنی سچائی کی دلیل ظاہر ہے مگر اسی صورت میں تامل ہے اور اس کا قول کچھ نہ کچھ نفس میں اثر کرتا ہے یہاں تک کہ اگر ایسے ہی بہت سے آدمی ایک بات پر متفق ہوں تو ظن غالب ہوجائے لیکن ایک قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہے اس کی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیئے کہ اس کا دل میں کتنا اثر ہے اس لئے کہ ان جیسی جگہوں میں دل ہی حکم کیا کرتا ہے اور دل کو خفیہ قرینے ایسے محسوس ہوتے ہیں کہ ان کے بیان سے ذہن قاصر ہے اور اس میں تامل کرنا ضروری ہوا اور اس کی طرف التفات کے وجوب کی یہ دلیل ہے کہ عقبہ بن حارث حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اس کے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اس نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دو۔ (طلاق دیدو) عرض کی یا حضرت وہ لونڈی سیاہ فام غیر معتبر ہے آپ نے فرمایا آخر اس نے کہا تو ہے کہ تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تیرے لئے اس منکوحہ میں بہتری نہیں تو اسے چھوڑ دے ایک روایت میں ہے کہ کیسے نہ چھوڑے گا اب یہ جو کہا گیا یعنی ایک عورت کا دونوں کا دودھ پلانا زبان زد ہوگیا۔

فائدہ: جس صورت میں مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہ ہو اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جس سے اس میں اس کی کوئی غرض پائی جاتی ہو تو اس کے قول کا اثر دل میں ضرور ہوتا ہے اسی لئے ایسی صورت میں احتراز موکد ہے اگر اس کے قول سے دل کو اطمینان ہوجائے تو احتراز واجب اور لازم ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں استفسار واجب ہے اگر اس میں دو عادلوں یا دو فاسقوں کے قول ایک دوسرے کی ضد ہوں تو دونوں کا اعتبار نہ کیا جائے گا جائز ہے کہ اپنے دل میں کسی عادل کے قول کو ترجیح دے ایک فاسق کے قول کو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں طرفوں میں سے ایک کو کثرت کی وجہ سے یا اس خصوصیت سے کہ اسے تجربہ اور حالات سے واقفیت زیادہ ترجیح دے۔ اس مسئلہ کی صورتیں اکثر پیش آیا کرتی ہیں۔

سوال: خاص قسم کا اسباب لوٹا گیا اور اس قسم کے اسباب میں سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہے اور دوسرا شخص اسے اس سے خریدنا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ چیز لوٹ کی نہ ہو مشتری کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بائع نیک بختی میں معروف ہو اور مشتری بھی اس کو صالح جانتا ہو تو خریدنا درست ہے اور نہ خریدنا تقویٰ ہے۔

مسئلہ: اگر بائع مجہول الحال ہو یعنی اس کا حال معلوم نہ ہو تو اب یہ خیال کرنا چاہئے کہ اگر اس قسم کی چیز بغیر لوٹ مار والی بھی بہت دستیاب ہو تب تو مشتری کو چاہئے کہ خرید لے اور اگر اس جگہ میں وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ مار سے بہت زیادہ ہو گئی تو اس صورت میں حلت پر دلالت صرف قبضہ کی رہ گئی اور اس کے معارض ایک علامت خاص ہوئی یعنی اس اسباب کی شکل اس کی خرید سے نہ کرنا اہم تقویٰ ہے مگر وجوب تقویٰ میں تامل ہے کیونکہ علامت متعارض ہے اور ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے بجز اس کے کہ مشتری کے دل کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اپنے دل میں قوی بات کا تامل کر لے اگر اس کے دل میں اسی بات کی قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہے تو اس کا نہ لینا لازم ہے ورنہ خریدنا جائز ہے۔

فائدہ: اس طرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور بہت لوگ انہیں نہیں پہچانتے پس جو کوئی ان سے محترز رہے گا وہ اپنی آبرو اور دین محفوظ کرے گا جو کوئی ان میں داخل ہو گا وہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالے گا۔

سوال: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے استفسار فرمایا عرض کی گئی کہ بکری کا ہے آپ نے بکری کے متعلق پوچھا کہ کہاں کی تھی جب اس کا حال بیان کر دیا گیا تو آپ خاموش ہو گئے۔ اس پر ہمارا سوال ہے کہ مال کی اصل کا استفسار واجب ہے یا نہیں اگر واجب ہے تو ایک اصل کا یا دو کا یا تین کا اس بارے میں قاعدہ کیا ہے؟

جواب: اصل کے حال پوچھنے میں کوئی قاعدہ اور حد مقرر نہیں بلکہ جس شبہ کی وجہ سے اس استفسار کی نوبت آئی ہے اسی کو دیکھنا پڑتا ہے اور جس جگہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہے اسی جگہ استفسار موقوف ہو جاتا ہے اس کی کوئی حد نہیں اور یہ شبہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اگر اس میں شبہہ ہو کہ قابض کے پاس یہ چیز بوجہ حلال پہنچی یا نہیں تو جس وقت یہ کہہ دے گا کہ میں نے اس کو خریدا ہے تو ایک ہی سوال میں شبہہ منقطع ہو جائے گا اگر وہ

کہے کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے تو شک ہوگا کہ بکری کہاں سے آئی اس صورت میں اگر کہہ دے گا کہ میں نے خریدی ہے تو شبہ جاتا رہے گا اگر بدون کا حال دیکھ کر کہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ ڈاکے کا مال ہے اور اسی کی نسل جاری رہتی ہے شبہ پڑے گا تو یہ شبہ اتنا کہنے سے نہ جائے گا کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے یا میری بکری کی نسل کا ہے ہاں اگر اس بکری کے متعلق کہے گا کہ مجھے باپ کی وراثت سے پہنچی ہے اور اس کا باپ مجہول الحال ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہوجائے گا اور اگر یہ معلوم ہو گا کہ اس کے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت واضح ہوجائے گی اگر یہ معلوم ہو کہ اس کا اکثر مال حرام تھا تو نسل اور مدت کے گزرنے اور وراثت کے جاری ہونے سے اس کا حکم متغیر نہ ہوگا پس مال کے استفسار میں ان امور کا تامل کرنا چاہئے۔

فائدہ: چند صوفی ایک خانقاہ میں رہتے ہیں اور جو متولی خانقاہ ہے اس کے پاس ایک وقف تو ایسا ہے جو خانقاہ والوں کیلئے ہے اور دوسرا ایسا ہے جو عوام کیلئے ہے اور متولی مذکور دونوں وقفوں کا مال ملاکر ان خانقاہ والوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس کا کھانا صوفیوں کو حلال ہے یا حرام یا شبہ میں نے جواب دیا کہ اصل مسئلہ میں سات اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

اصل (1): جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیوں کے سامنے لاتا ہے غالباً اسے لین دین سے خریدتا ہوگا یعنی الفاظ بیع و شرا کے نہ بولے جاتے ہوں گے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ لین دین سے الفاظ و شرا کے بولے بغیر بیع درست ہوجاتی ہے خصوصاً کھانے کی اشیاء اور کم قیمت والی چیزوں میں تو اس طعام میں اس اصل کے بموجب صرف شبہ خلاف ہے۔

اصل (2): دیکھنا چاہئے کہ خادم اس طعام کو مال حرام دیکر لیتا ہے یا ادھار خریدتا ہے اگر مال حرام کے عوض لیتا ہے تو وہ کھانا حرام ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ کیسے خریدتا ہے تو غالب یہی ہے کہ ادھار لیتا ہوگا اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہے تو اس اصل کے بموجب بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ احتمال بعید کا شبہ پیدا ہوتا ہے یعنی خادم نے مال حرام دیکر لیا ہو۔

اصل (3): خادم وہ طعام کہاں سے خریدتا ہے اگر ایسے شخص سے خریدتا ہے جس کا اکثر مال حرام ہے تو درست نہیں اگر ایسے سے لیتاہے جس کا کم حرام ہے تو اس میں تامل ہے وہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور معلوم نہ ہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اس پر عمل کرنا درست ہے کہ اس نے ایسے سے لیا ہے جس کا حال مشتری کو یقیناً معلوم نہیں جیسے مجہول الحال ہوتاہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہے اس لئے کہ غالب یہی ہے تو اس اصل سے بھی حرمت پیدا نہیں ہوتی بلکہ شبہہ کا احتمال ہوتا ہے۔

اصل (4): طعام اپنے لئے خریدتا ہے یا لوگوں کیلئے کیونکہ متولی اور خادم مثل نائب کے ہوتے ہیں اور نائب کو اختیار ہے چاہے اپنے لئے لے چاہے دوسروں کیلئے لیکن یہ امر نیت سے ہوتا ہے یا صریح الفاظ سے اور جس صورت

ہیں کہ خرید اور لین دین سے ہوئی ہے تو الفاظ کہاں بولے گئے ہوں گے اور غالباً متولی یا خادم لین دین کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہو اور قصاب اور نانبائی اور دوسرے کاروباری اسی پر اعتماد کر کے اور اس کے ہاتھ بیچتے ہوں گے نہ ان لوگوں کے ہاتھ جو موجود نہیں تو یہ بیع بلاشبہ متولی کی طرف سے ہوئی اور بیع اس کی ملک میں داخل ہوگی اس صورت میں نہ حرمت ہے نہ شبہہ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہیں۔

اصل (5): خادم جو اس کے سامنے کھانا رکھتا ہے اسے ضیافت یا ہدیہ بلاعوض نہیں ٹھہرا سکتے کیونکہ متولی اس پر راضی نہ ہوگا بلکہ وہ اس لئے رکھتا ہے کہ اس کا عوض وقف اگر بالفرض ان سے ثمن مانگنے لگے تو بعید ہو جائے گا اور قرینہ حال سے بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا اب اس صورت کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہدیہ بشرط عوض ہے یعنی ایسا ہدیہ ہے جس میں ہدیہ کرنے والے نے کوئی لفظ نہیں کہا مگر اس کے حال کا قرینہ چاہتا ہے کہ عوض کا امیدوار ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہے اور عوض بھی لازم ہے اور یہاں خادم کو کوئی اور عوض کی طمع نہیں بجز اس کے کہ جو کچھ ان لوگوں کا حق وقف میں ہو اسے لے اور اس سے نان بائی اور قصاب اور سبزی فروش کا قرض ادا کرے تو اس اصل میں کوئی شبہہ بھی نہیں کیونکہ بطمع عوض ہدیہ دینے اور طعام سامنے رکھنے میں الفاظ کا کہنا مشروط نہیں اور جو لوگ کہ بطمع عوض ہدیہ کو نادرست کہتے ہیں ان کے قول کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

اصل (6): جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم ہوتا ہے وہ کتنا ہو اس میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ اتنا ہو کہ ادنیٰ درجہ کا مال کہہ سکیں۔ بعض نے کہا ہے بمقدار قیمت کے ہونا چاہئے بعض فرماتے ہیں کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جائے اس قدر چاہئے اگرچہ وہ چیز کی قیمت کا دگنا تگنا ہو جائے صحیح یہی ہے کہ عوض واہب کی رضا کا تابع ہوتا ہے اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو مالک کو واپس کر دیتا ہے اور صورت مفروضہ میں خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف سے ملتا ہے اس پر راضی ہے اب یہ تین صورتوں میں سے خالی نہیں۔ (1) جتنا اس نے طعام میں خرچ کیا اسی قدر وقف سے ملا تو کوئی خدشہ نہیں۔ (2) اس مقدار سے کم ملا اور اس پر خادم راضی ہو گیا تو اس صورت میں بھی معاملہ ٹھیک ہوا۔ (3) خادم راضی نا ہوتا بشرطیکہ اس کے قبضہ میں دوسرا وقف نہ ہوتا جس کو وہ انہیں ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہے تو اس صورت میں وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جس میں کچھ حلال ہے اور کچھ حرام مگر حرام ان رہنے والوں کے ساتھ نہیں آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن میں خلل واقع ہوا جس کا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت میں حرمت کا مقتضی ہے اور کونسی میں شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہیں جیسے ہم نے اوپر تفصیل لکھی ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام تک پہنچے وہ ہدیہ خود حرام ہو جائے۔

اصل (7): خادم نان بائی اور قصاب اور سبزی فروش کا قرض دونوں وقفوں کی پیداوار سے ادا کرتا ہے پس اگر جتنا طعام صوفیوں نے کھایا ہے اسی قدر ان کے وقف سے ان لوگوں کے پاس پہنچا ہے تو معاملہ ٹھیک ہوا اگر اس قدر سے

کم پہنچا ہے تو بالآخر راضی ہوگئے ہیں ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی طعام کے ثمان میں خلل پڑنے کی ہوئی اس میں اس بیان کو دیکھنا چاہئے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ادھار خریدے اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اس وقت ہے کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اس میں یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال سے ادا کیا ہے تو شبہ اور بھی کم ہوجائے گا۔

فائدہ: مذکورہ بالا اصول کے بیان سے ثابت ہوا کہ صوفیوں کو مال کا کھانا حرام نہیں بلکہ شبہ کے مال کا کھانا ہے جو تقویٰ سے بعید ہے اس لئے کہ یہ اصل جب بہت ہوئے اور ہر ایک میں کوئی احتمال نہ رہا تو نفس شے میں حرمت کا احتمال قوی ہوگیا جیسے خبر میں اسناد طویل ہوتی ہے تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اس صورت کے کہ اسناد قریب ہو۔ غرضیکہ اس واقعہ کا حکم یہ ہے اور یہ کثیرالوقوع ہے اور ہم نے اس لئے لکھا تاکہ معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہیں ان کا حکم کس طرح چاہئے اور ان کے اصول کس طرح بنانے چاہئیں کیونکہ یہ اصل اکثر مفتیوں کو معلوم نہیں۔

باب نمبر 4

توبہ کرنے والا مالی حقوق سے کس طرح بری الذمہ ہوگا

یاد رہے کہ جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں مال مخلوط ہو۔ (1) مال حرام کو اپنے مال سے علیحدہ کر دینا (2) صرف کرنا اس لئے اس فصل کو دو بیانوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

بیان نمبر 1 مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت: جو شخص توبہ کرے اور اسکے قبضہ میں کوئی چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہے تو اس کا علیحدہ کرنا آسان ہے اگر مال حرام اس کے مال میں خلط ملط ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ (1) ایسا مال ہے جو مثلی یعنی وزنی یا کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ۔ (2) ایسا ہے جو مثلی نہیں جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام سب میں مخلوط ہے۔ مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال حاصل کیا اور جانتا ہے کہ میں نے بعض مال نفع پر بیچنے میں جھوٹ بولا تھا اور بعض میں سچ کہا تھا یا کسی شخص نے تیل غصب کرکے اپنے تیل میں ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی میں ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہیں۔ (1) مال حرام کی مقدار معلوم ہے یا نہیں مگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال میں نصف حرام ہے تو اسے چاہئے کہ نصف مال علیحدہ کردے اگر مقدار معلوم نہ ہو تو اس کے دو طریق ہیں یقین کو اختیار کرے۔ (2) غالب ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے اشتباہ میں علماء کے دو قول ہیں اور ہم نماز کے باب میں یقین کو اختیار کرتے

ہیں اس لئے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات نمازی کے ذمہ ہیں تو وہی قائم رہے گا اور اس میں بغیر علامت قوی کے کوئی تبدیلی نہ ہوگی اور رکعات کے شمار میں کوئی علامت ایسی نہیں جس کا اعتبار کیا جائے اور یہ صورت مال میں نہیں کیونکہ یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس قدر اس کے قبضہ میں ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لئے اسے غلبہ ظن پر اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر میں حلال ہونے کا یقین ہو اسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبہ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو مال اس کے قبضہ میں ہو اس میں مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت میں چھٹا حصہ مال کا مشکوک رہا اس میں غلبہ ظن پر عمل کرے اور ہر مال میں تخمینہ کا طریقہ ہے کہ جتنا مقدار یقینی حرام ہو اسے علیحدہ کردے اور جس قدر یقیناً حلال ہو اسے علیحدہ رکھے اور جس قدر میں تردد ہو اس میں اگر غلبہ ظن حرام کا ہو تو جدا کردے اگر حلت غالب ہو تو اس کا رکھ لینا جائز ہے لیکن تقویٰ یہ ہے کہ اسے بھی جدا کردے اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہ ہو بلکہ شک ہو تو رکھ لینا جائز ہے لیکن تقویٰ کے رو سے اسے نکالنا چاہئے اور یہ تقویٰ موکد تر ہے کیونکہ مال مشکوک ہے اور اس کا رکھ لینا صرف اس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ میں ہے اور اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ اختلاط حرام کے یقین کے بعد ضعیف ہوگئی اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصل تو حرمت تو ایسی ہی چیز لے جس میں غلبہ ظن حلال ہونے کا ہو اور یہاں دونوں طرفوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہیں ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہوگئی۔

سوال: یہ تو مانا کہ اس نے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالے گا اس کو کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اس کے پاس بچے گا حرام وہی ہو تو ایسی صورت میں اس کا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار ہوا اگر یہ صورت درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہئے کہ جب ایک مردار نو ذبیحوں میں مل جائے تو دسواں حصہ کل کا ہوا اس صورت میں وہ شخص جسے چاہے حرام جان کر نکال ڈالے اور باقی نو کو نکال ڈالے گا اور ایک رکھ لے گا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک ہو تو یہاں پھر مال باقی کو کیسے حلال کہتے ہو؟

جواب: یہ اعتراض تب درست ہوتا جب اور مال مردار کا ایک جیسا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکالنے سے حلال ہوجاتا ہے اس لئے کہ معاوضہ مال پر جاری ہے اور مردار میں معاوضہ نہیں چل سکتا ہے اس لئے دونوں کا حکم جدا جدا ہوا۔

فائدہ: اس اعتراض کے دفع کرنے کیلئے ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کے پاس دو درم ہیں ایک حرام ہے اور وہ معلوم نہیں کہ کونسا ہے حضرت امام احمد سے اس قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ترک کردے یہاں تک کہ معلوم ہوجائے۔

حکایت: امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک برتن کو گروی رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ معلوم نہیں کہ آپ کا برتن کونسا ہے آپ نے دونوں کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے

مجھے فقط آپ کا امتحان منظور تھا آپ نے اس کا قرض دیدیا لیکن برتن نہ لیا۔

فائدہ: یہ آپ کا تقویٰ تھا مثلاً مسئلہ مذکورہ میں فرض کرو کہ اس درم ثانی کا مالک معین اس وقت موجود ہے تو جب قابض نے اسے دونوں درموں سے ایک دیدیا اور حقیقت حال کو جان کر راضی ہوگیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہوگیا اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ درم جو مالک کو ملا اللہ تعالیٰ کے علم میں وہی ہے جو قابض نے اس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہوگیا اگر وہ دوسرا درم ہے تو اس صورت میں ان دونوں شخصوں میں ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہے تو احتیاط یہی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کرلیں اگر نہ کریں گے تب بھی لین دین سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے بدلہ بن جائے گا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب سے مالک کا درم جاتا رہا اور اس کا بعینہ ملنا دشوار ہوگیا تو ان کا مستحق ہوا۔ پس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تو اس کے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہے اور یہ صورت مالک کی جانب تو بن گئی اس لئے کہ جس کی خاطر ضمان لیا جاتا ہے۔ وہ شخص ضمان کا مالک بغور قبضہ کرنے کے ہوجاتا ہے۔ زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں مگر قابض کی جانب یہ صورت نہیں بنتی کیونکہ اس کے پاس درم اگر خود اس کا نہیں تو اس ملک میں داخل نہیں ہوا مگر ہم کہتے ہیں کہ گر اسے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اس کا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ میں جاتا رہا جس کا بعینہ ملنا ممکن نہیں تو وہ بھی ایسا ہے جسے ضائع جائے تو وہ درم جو اسکے پاس رہا وہ اللہ کے علم میں اسی کا عوض رہا جو اس کا ضائع گیا اگر واقع میں ایسا ہی ہوا ہے اور یہ مبادلہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوجائے گا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کردیں تو بدلہ ہوجائے گا کسی سے تاوان نہ لیا جائے گا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ میں دونوں شخص اپنے اپنے درم دریا میں ڈال دیں یا جلا دیں تو ایسے ہے جیسے ضائع کردیا اور کسی پر تاوان نہ ہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق بدلہ ہوگیا تو ایسے ہی اس صورت میں حکم چاہئے جبکہ ضائع نہ ہوا ہو کیونکہ اس حکم کا قائل ہونا اس سے بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ میں دوسرے ملا دے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہوجائے گا اس میں اس کو تصرف کرنا درست نہیں غور کیجئے۔ اس مذہب میں کتنا بعد ہے اور جو حکم ہم نے بیان کیا ہے اس میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں کہ لفظ بیع کو ترک کردیا ہے حالانکہ لین دین بھی بیع ہے اور جو کوئی اس کو بیع نہیں کہتا تو وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ اس میں احتمال کو دخل ہے اس وجہ سے کہ فعل اس کی دلالت کو ضعیف کردیتا ہے اور جہاں تلفظ ہوسکتا ہے اور یہاں اس کا دینا اور اپنا لینا قطعاً" مبادلہ کیلئے ہے اور بیع نہیں ہوسکتی اس لئے کہ بیع نہ تو مشار الیہ ہے اور نہ بعینہ معلوم ہے علاوہ ازیں بعض صورتیں ایسی ہیں کہ بیع کو قبول نہیں کرتیں مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کے ہزار رطل آٹے میں ملا دے یا سوکھی خرما اور ترچھوہارے آپس میں ملا دے اور یہی حال ہر ایک چیز کا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کے بدلے میں بیع کے طور پر نہیں لیا جاتا۔

سوال: تم نے اس جیسی صورت میں اپنے حق کے موافق لے لینے کو جائز رکھا ہے اور اسے بیع قرار دیتے ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں؟

جواب: اسے ہم بیع قرار نہیں دیتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ چیز عوض ہے اس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے جاتی رہی اس لئے وہ اس کا مالک ہوجائے گا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے تلف کردیئے اور مالک نے اسی قدر تلف کنندہ کیلئے تو وہ ان کا مالک ہوجائے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ مال کا مالک بھی اس پر موافق ہو اگر وہ موافق نہ ہو اور کہے کہ میں تو کوئی اور درم نہ لوں گا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی لوں گا اگر وہ مخلوط ہوگیا ہے تو میں نہ چھوڑتا ہوں اور نہ معاف کرتا ہوں دیکھئے میں تیرا مال کیسے بیکار کئے دیتا ہوں کہ تو بھی تصرف نہ کرسکے تو اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ قاضی پر لازم ہے کہ اس شخص کی طرف سے نائب ہوکر اس کا حق دوسرے شخص سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اس کو حلال ہوجائے کیونکہ یہ حق والے کی ہٹ دھرمی اور کم ظرفی ہے اور شریعت میں کہیں ایسی تنگی وارد نہیں ہوئی اور اگر قاضی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیئے کہ کسی دیانتدار کو کہہ دے کہ وہ حق دار کی طرف سے اس کا حق قبض کرے اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہوکر اس کا حق اس نیت سے علیحدہ کردے کہ یہ اسے دیدوں گا اس صورت میں یہ حق اس حقدار کیلئے متعین ہوجائے گا اور باقی مال اس کو حلال ہوجائے گا اور یہ بات مائعات کے مخلوط ہوجانے کی صورت میں ظاہر اور لازم تر ہے۔

سوال: اس تقریر کے مطابق چاہیئے کہ حقدار کا حق اس کے ذمہ ادھار ہوجائے تو پھر پہلے جدا کرنے کی اور باقی میں تصرف کرنے کی کیا ضرورت ہے پہلے ہی سے اسے لے لینا حلال ہونا چاہیئے؟

جواب: بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ جب تک مقدار حرام کی باقی رہے تب تک اس کو اس میں سے لینا حلال ہے مثلاً سو روپیہ میں اگر چار مل جائیں تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہے اور کل لینا درست نہیں اور نہ کوئی اسے جائز کہتا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جب تک مقدار حرام مال میں سے بسب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہ ہوجائے اس وقت تک لینا درست نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دوسرے کو اس شخص سے لینا درست ہے مگر اس کو دینا نہ چاہیئے اگر وہ اس مال کو تصرف کرکے کسی اور کو دے گا تو گناہ اس کے ذمہ ہوگا کہ نہ کہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہیں کیا اور یہ اس لئے کہ اگر مالک پیدا ہوتو وہ اس تمام مال میں سے اپنا حق لے سکتا ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید جو مجھے ملے گا وہ بعینہٖ میرا حق ہو اور جب قابض قدر حرام کو معین کردے گا اور غیر کا حق نکال کر علیحدہ کردے گا تو یہ احتمال جاتا رہے گا پس اس احتمال کی وجہ سے اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دی جائے اور جو چیز کہ اقرب الی الحق ہوتی ہے اسے مقدم کیا جاتا ہے جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہیں اور خود بعینہٖ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہیں اسی طرح جس میں رجوع بالمثل کا احتمال ہو وہ اس پر مقدم ہوگی جس میں رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کیلئے یہ بات درست ہو کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ ادھار کرکے اس کا حق خرچ کرڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیئے کہ دونوں درم لیکر تصرف کرڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق کو ادا کرنا دوسری جگہ سے میرے ذمہ ہے کیونکہ اختلاط تو دونوں کی چیز کا ہے تو قابض کیلئے کون سی ترجیح

ہے کہ دوسرے سے اس بارے میں مقدم کیا جائے یا دوسرے کے مال کو ضائع قرار دیا جائے ہاں اگر کسی کا مال بہت سے اموال میں مل گیا ہو تو فرض کرسکتے ہیں کہ تھوڑا بہت میں مل گیا یا جس نے ملایا اس کے اعتبار سے قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے کے حق کا ضائع کرنے والا ہوا اور یہ دونوں باتیں یہاں نہیں اور یہ معاوضہ مثلی چیزوں ہیں۔ واضح ہے کہ اس لئے کہ مثلی چیزیں اختلافات میں بغیر عقد کے بھی عوض ہوجاتی ہیں لیکن جس صورت میں کوئی مکان دوسرے مکانوں میں یا ایک غلام دوسرے غلاموں میں مشتبہ ہوجائے تو اس میں سبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کوئی نہیں اور اگر وہ نہ مانے بغیر اس کے کہ وہ خاص اپنا ہی لے گا اور قابض سے یہ نہیں ہوسکتا اور دوسرا یہ چاہے کہ قابض پر تمام ملک بیکار اور ضائع کردے تو یہ مکانات ایک دوسرے مثل ہوں تب تو یہ طریقہ ہے کہ قاضی تمام مکانات کو بیچ کر حصہ رسد ان کی قیمت مالکوں کو دے دے اگر مکانات قیمت میں مختلف ہوں تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے اچھے گھر کے دام لیکر جو بیع نہیں چاہتا تھا اس کو ادنیٰ کی قیمت حوالہ کردے اور جس قدر بچ رہے اس میں توقف کرے یہاں تک کہ مدعی بیان کرے یا آپس میں دونوں صلح کرلیں اس لئے کہ یہ صورت مشکل ہے اگر قاضی نہ ہوتو جو شخص خود کو حرام سے بچانا چاہتا ہے اور کل پر قابض ہے وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی میں ہے اور اس کے سوا اور احتمالات ضعیف ہیں جنہیں ہم پسند نہیں کرتے اور بیان سابق میں اس کی وجہ بھی پائی جاتی ہے اور اختلاط مثلیات میں تو یہ امر ظاہر ہے اور نقد میں اس سے کم ہے اور اسباب میں دقیق تر ہے اس لئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہیں ہوتا اسی لئے اس میں بیع کی ضرورت ہوئی۔ اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہیں جن سے اس اصل کا بیان کامل ہو۔

مسئلہ: ایک شخص کئی دوسروں کے ساتھ مورث کا وارث ہے اور حاکم نے ان کے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے وہی ٹکڑا اس شخص کو پھیر دیا تو وہ تمام وارثوں کا ہوگا اور اگر اس قطعہ کا نصف پھیرا اور اس کا حق بھی ترکہ میں نصف ہی ہے تب بھی دوسرے وارث اس کے شریک رہیں گے کیونکہ جو نصف اس کا ہے وہ علیحدہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ اس کا نصف لوٹ آیا اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ نہ ہوگا اگرچہ وہ نیت کرے کہ دوسروں کا حصہ ہے۔ ضبط رکھوں گا۔

مسئلہ: جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور ایسی زمین میں ہو جس سے کچھ پیداوار اسے ملا کرتی ہو تو چاہئے کہ جتنے دنوں اس کی پیداوار کھائی ہو اتنے دنوں کا کرایہ موافق معمولی گردوپیش کے مالک کو دے۔ اسی طرح جس مال مغصوب میں سے نفع حاصل ہو تمام کا حکم یہی ہے یعنی اس کی توبہ جب درست ہوگی کہ مغصوب کی اجرت اپنے پاس نہ رکھے گا یا جو زیادتی اس میں سے حاصل ہوئی ہو اسے مال سے علیحدہ نہ کردے گا اور غلاموں اور کپڑوں اور برتنوں اور ایسے ہی اور چیزوں کا کرایہ (جن کے کرایہ دینے کی عادت نہ ہو) معلوم ہونا دشوار ہے اس کا اندازہ صرف اندازہ اور تخمینہ منحصر ہے اور قیمت لگانا بہرحال اجتہادی سے ہوتا ہے تو ایسی صورتوں میں احتیاط یہ ہے کہ تو زیادہ سے زیادہ اجرت لگالے اور مال مغصوب سے اگر نفع اس طرح حاصل ہوا

ہو کہ چیزیں ادھار پر خریدیں اور ان کا دام اس مال میں سے ادا کیا تو وہ چیزیں اس کی ملک ہوں گی مگر جس صورت میں کہ ان کا ثمن حرام ہوگا تو ان میں شبہ ہوگا چنانچہ اس کا حکم پہلے مذکور ہوا اگر مال مغصوب ہی دیگر معاملات کئے تھے تو وہ معاملات فاسد تھے بعض کہتے ہیں کہ اگر مالک مال اجازت دے تو وہ معاملات نافذ ہوجائیں گے اس صورت میں وہ چیزیں مالک کی ہوں گی نہ کہ غاصب کی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ معاملات فسخ ہوکر ثمن لوٹا دیا جائے اور جس کی جو چیز ہو وہ اس کے حوالہ کی جائے یا اس کا عوض دیا جائے اگر کثرت معاملات کی وجہ سے بات نہ ہوسکے تو جتنا مال اس کے قبضہ میں ہے سب حرام ہے راس المال کے موافق دیگر جتنا بچے اس کو نکالنا واجب ہے تاکہ صدقہ کیا جائے وہ نہ غاصب کو حلال ہے اور نہ مالک کو بلکہ اس کا حکم دوسرے حرام اموال جیسا ہے۔

مسئلہ: جو شخص مال وراثت سے پائے اور اسے معلوم نہ ہوسکے کہ اس کے مورث نے اسے حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہیں جس سے حلت یا حرمت معلوم ہوتو تمام علماء متفق ہیں کہ وہ مال حلال ہے اور اگر اس کو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اس میں حرام ہے اور مقدار حرام میں شک ہوتو اندازہ سے قدر حرام علیحدہ کرے۔ اگر حرام ہونے کا علم نہ ہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہوں کا ملازم تھا اور احتمال ہو کہ اس نے اپنے عمل میں کچھ نہیں لیا یا لیا تھا مگر طویل مدت کی وجہ سے اس کے پاس نہیں بچا تو یہ صورت شبہ کی ہے اس میں تقویٰ بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اس پر اس مقدار کا نکالنا لازم ہوگا بعض علمائے نے فرمایا کہ اس پر علیحدہ کرنا لازم نہیں اور گناہ مورث کے ذمہ ہے اور دلیل میں اس روایت کو بیان کیا ہے کہ سلطان کا عامل مرگیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اس کا مال اس کے وارث کے حق میں پاک ہوگیا اور یہ روایت ضعیف ہے اس وجہ سے کہ صحابی کا نام نہیں بیان کیا شاید کسی ایسے شخص نے کہہ دیا ہو جو تساہل کرتا ہو کیونکہ صحابہ میں ایسے بھی بعض اشخاص تھے جو تساہل کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ جب مال میں حرام یقیناً مخلوط ہوتو قابض کی موت سے وہ مباح کیسے ہوجائے گا اور اس کا ماخذ کہاں سے ہوگا ہاں جس صورت میں کہ وارث کو معلوم نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس بات کا علم اس کو نہیں اس کا مواخذہ اس سے نہ ہوگا اس صورت میں جس وارث کو یہ علم نہ ہوگا کہ اس مال میں یقیناً حرام ہے اس کیلئے وہ پاک ہوگا۔

بیان نمبر2: مال حرام کا خرچ کرنا جب مال حرام علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہیں۔ اس مال کا کوئی مالک معین ہے اس صورت میں اس مال کا مالک خواہ اس کے وارث کو حوالہ کرنا چاہئے اگر وہ اس جگہ نہ ہوتو اس کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے یا جس جگہ ہو وہ مال وہاں پہنچادو اگر اس مال میں کچھ زیادتی اور نفع ہوتو مالک کے آنے تک اس کو بھی جمع رکھے۔ (2) اس کا مالک معین شخص نہیں اور اس کی تعین سے ناامیدی ہوجائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مرنے کے بعد اس کا کوئی وارث ہے یا نہیں اس صورت میں مالک کو اس مال کا پہنچنا ممکن نہیں۔ تو جب تک

خوب واضح نہ ہو اس مال کو رہنے دینا چاہئے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مالکوں کی کثرت کے باعث مال کا ان کو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہے جیسے مال غنیمت کی خیانت کہ غازیوں کے متفرق ہوجانے کے بعد ان کو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کرپائے تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار افراد کس طرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کردینا چاہئے۔ (3) وہ مال فئی یا بیت المال کا ہے جو تمام مسلمانوں کے فائدہ کیلئے ہوتا ہے تو اسے پلوں اور مسجدوں اور سراؤں اور مکہ مکرمہ کے راستوں کے چشموں و دیگر امور کی تیاری میں صرف کرنا چاہئے تاکہ جو مسلمان وہاں سے گزرے ان سے فائدہ اٹھائے اور تمام مسلمانوں کیلئے عام ہوجائے اور قسم اول کے حکم میں کچھ شبہ نہیں مگر دوسری قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور تیسری میں پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہیں کہ ان کا کفیل حاکم کو ہونا چاہئے اگر حاکم دیندار ملے تو مال مذکور اس کے حوالہ کرے اور اگر حاکم مال حرام کو حلال جانتا ہو تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال حق تو ان اس کے ذمہ رہے گا ایسی صورت میں شہر والوں میں سے کسی عالم پرہیزگار کو یہ کام سپرد کردے یا حاکم کے ساتھ اسے شریک کردے کہ ایک سے دو بہتر ہیں اگر یہ صورت بھی نہ بن سکے تو خود ان امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہے اور معین صرف کرنے والے کی ضرورت اس لئے ہے کہ عوام کی مصالح کے دقائق اور مصارف کی باریکیوں سے ہر کوئی واقف نہیں ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کردینے کا ترک کرنا لائق نہیں ہاں اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اس کا ہونا اولیٰ ہے۔

سوال: حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہے اور جس چیز کا آدمی مالک نہیں اس کو صدقہ کیسے کرے گا علاوہ ازیں بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ مال حرام سے صدقہ دینا درست نہیں ہے چنانچہ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہیں دو درم حاصل ہوئے جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ مال حرام کے ہیں تو آپ نے پتھروں میں پھینک دیئے اور فرمایا کہ میں بجز مال پاک کے اور کسی چیز کا صدقہ نہ دوں گا اور دوسرے کیلئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جسے میں اپنے لئے ناپسند کروں؟

جواب: مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کی وجہ احتمال دیگر ہے مگر ہم نے اس کے خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کی وجہ

فائدہ: ترجمہ کے وقت مجھے اس جملہ میں تردد تھا اس پر اپنی یادداشت میں فیتنر (اس میں نظر ہے) لکھ دیا مجھے اس کی شرح کی تلاش تھی ممکن ہے اس سے تشفی ہو چنانچہ اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار علوم الدین ص 96 جلد 6 اس کا حل مل گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم میں لکھا کہ بعض صحابہ سے تساہل ہوا لیکن ہم ان کا تساہل بیان نہ کریں گے اس کی صحابیت کے احترام کی وجہ سے اس پر شارح رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

اس پر اعتراض ہے اور قابل نظر امر ہے اس لئے کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان عادل تھے۔ ہاں یوں کہا جائے کہ ان کے بعض سے ایسا امر صادر ہوا جسے تساہل سے تعبیر کیا جاتا ہے تو وہ ان کا اجتہاد تھا یا ان کے ہاں کوئی جائز تاویل تھی۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: اسی مشہور بحث کی طرف لے آئے ہیں جو اہلسنت کے ہاں متفق علیہ ہے ورنہ ان پر تساہل جائز ماننا انہیں خطاوار ٹھہرانا ہے اور یہ اہلسنت کے اصول کے خلاف (اویسی غفرلہ)

سے اختیار کیا۔

حدیث: حدیث یہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بکری بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی اور آپ سے بولی تھی کہ میں حرام ہوں تو آپ نے اس کیلئے صدقہ دینے کا ارشاد فرمایا تھا یعنی یہ فرمایا قیدیوں کو کھلا دو نیز جب یہ آیت اتری۔ الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون۔ (الروم 1) ترجمہ: رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند برس میں۔ (کنزالایمان) تو کفار نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ غور کیجئے تمہارے ﷺ ست کیا فرماتے ہیں کہ روم عنقریب غالب ہوگا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باجازت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان سے شرط لگادی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سچا کیا تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو شرط جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی خدمت میں لائے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حرام ہے انہوں نے اسے خیرات کردیا اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی نصرت عطا سے خوش ہوئے اور جوئے کی حرمت بعد کو اتری یعنی آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کفار سے شرط لگانے کی اجازت دے چکے تھے اس کے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی۔

1۔ یہاں امام غزالی قدس سرہ نے یہ قصہ اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے۔ فقیر نے فیوض الرحمٰن تفسیر روح البیان پ 21 سورۃ الروم کی اسی آیت 1 تا 3 میں بڑی تفصیل و تحقیق سے لکھا ہے یہاں بقدر ضرورت ملاحظہ ہو

فارس اور روم کے درمیان جنگ تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے۔ اس لئے مشرکین عرب ان کا غلبہ پسند کرتے تھے۔ رومی اہل کتاب تھے اس لئے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ خسرو پرویز بادشاہ فارس نے رومیوں پر لشکر بھیجا اور قیصر روم نے بھی لشکر بھیجا یہ لشکر سرزمین شام کے قریب مقابل ہوئے۔ اہل فارس غالب ہوئے مسلمانوں کو یہ خبر گراں گزری کفار مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور نصاریٰ بھی اہل کتاب اور ہم بھی امی اور اہل فارس بھی امی ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائی رومیوں پر غالب ہوئے ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے۔ یہ آیتیں سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ میں جاکر اعلان کردیا کہ خدا کی قسم رومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے اے اہل مکہ تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ابی بن خلف کافر آپ کے مقابل کھڑا ہوگیا اور آپ کے اور اس کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط ہوگئی۔ اگر نو سال میں اہل فارس غالب آجائیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ابی کو سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آجائیں تو ابی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک قمار کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ (فائدہ) حضرت صدرالافاضل رحمتہ اللہ تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں کہ (مسئلہ) حضرت امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک حربی کفار کے ساتھ عقود فاسدہ ربوا وغیرہ جائز ہیں اور یہی واقعہ ان کی دلیل ہے۔ القصہ سات سال کے بعد اس خبر کا صدق ظاہر ہوا اور جنگ حدیبیہ یا بدر کے دن رومی اہل فارس پر غالب آئے اور رومیوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنا رکھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط کے اونٹ ابی کی اولاد سے وصول کرلئے کیونکہ وہ اس درمیان میں مرچکا تھا۔ سید عالم صلی

حکایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی خریدی مگر اس کا مالک نہ ملا کہ اسے ثمن حوالہ کرتے آپ نے اس کی بہت تلاش کی کہیں نہ ملا پھر آپ نے ثمن خیرات کردیا اور کہا کہ الٰہی یہ میں اس کے مالک کی طرف سے دیتا ہوں اگر وہ راضی ہو تو بہتر ورنہ اس کا ثواب مجھے ملے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی اور لشکر کے متفرق ہونے کے بعد توبہ کی تو اس مال کو کیا کیا جائے فرمایا خیرات کردیا جائے۔

حکایت: ایک شخص کے دل میں برائی کا خیال آیا اس نے مال غنیمت سے سو دینار چرالئے پھر امیر لشکر کی خدمت میں لے گیا کہ مجھ سے قصور ہوا تھا۔ یہ لے لیجئے انہوں نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا میں نہیں لوں گا وہ شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے بھی وہ دینار نہ لئے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اس نے کہا کہ اس مال کا پانچواں حصہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرکے باقی کو خیرات کردے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا قول سنا تو افسوس کیا کہ ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آئی ہے۔

حکایت: احمد بن حنبل اور حارث محاسی اور دوسرے بعض اہل تقویٰ کا مذہب یہی ہے قیاس سے استدلال اس مال کا دو حال میں سے ایک حال ضرور ہونا چاہئے یا تو تلف کیا جائے یا کسی مصرف خیر میں صرف کیا جائے اس لئے کہ اس کے مالک کے ملنے کی تو توقع ختم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر میں ڈال دینے کی بہ نسبت امر خیر میں اس کا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہم نے اسے دریا میں ڈال دیا تو ہمارے سے بھی گیا اور مالک سے بھی اور اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا اگر کسی فقیر کو دے دیں گے تو وہ مالک کیلئے دعا کرے گا پس مالک کو اس کی دعا کی برکت ملے گی اور فقیر کی حاجت روائی ہوگی اور صدقہ میں مالک کو بغیر اس کے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہیں چاہئے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ کاشتکار اور درخت لگانے والے کو اس کی کھیتی اور پھلوں میں سے جس قدر آدمی اور پرندے

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ شرط کے مال کو صدقہ کردیں۔ یہ غیبی خبر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحت نبوت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے (خازن و مدارک)

انتباہ: اس واقعہ سے متعدد مسائل و عقائد کا حل ہے۔ مثلاً علم غیب پر پختہ عقیدہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ آیت میں چونکہ ایک غیبی خبر ہے وہ یہی کہ چند سالوں بعد رومی غالب ہوں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف اس پر اظہار عقیدہ فرمایا بلکہ کفار کو بطور چیلنج اعلان کردیا نہ صرف اعلان بلکہ سو سو اونٹ کی شرط لگادی اور وہ بعد کو وصول بھی فرمائی جسے فقراء پر تقسیم کیا گیا جیسے احیاء العلوم میں پڑھا اس پر مزید تبصرے اور تحقیق فیوض الرحمٰن میں پڑھئے۔

ا۔ یہ حدیث شریف ابو داؤد میں ہے اور امام احمد نے بھی روایت کیا اس کے علاوہ متعدد سندات کے ساتھ۔

یہ حدیث شریف موجودہ دور میں اہلسنت کے مسلک کی تائید میں خوب ہے اور ہے بھی صحاح بلکہ متعدد محدثین کی صحیح سندات سے روایت کردہ ملاحظہ ہو تحقیق عراقی اور شرح الاحیاء۔ ص 100 جلد 6 ۔ اویسی غفرلہ

کھاتے ہیں اسے ثواب ملتا ہے اور یہ ان کے بلا اختیار ہے۔

ازالہ وہم: اوپر قول نقل کیا گیا ہے کہ صدقہ بجز مال پاک کے ثواب نہ ملے گا تو یہ اس صورت میں ہے کہ ہم اپنے لئے ثواب کے خواہاں ہوں اور یہاں یہ صورت ہے کہ ہم اس ادائیگی حق سے جان چھڑانے کے خواہاں ہیں ثواب کے خواہاں نہیں اور مالک کے تلف کرڈالنے اور خیرات کردینے میں متردد ہیں اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ کہ ہم غیر کیلئے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکورہ ہم پر حرام ہے کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں اور فقیر کے لئے حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اس کو حلال کیا ہے اور جبکہ مصلحت حلت کی ہوئی تو حلال کرنا واجب ہے اور جس صورت میں کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اس کیلئے حلال کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو جائز ہے کہ اس مال کو اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل و عیال پر تصدق تو اس لئے کہ ان کے اہل و عیال میں ہونے سے اس کی فقیری جاتی نہیں رہتی بلکہ ان پر تصدق کرنا اوروں کی بہ نسبت بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اس لئے اس کو بھی اس میں سے بقدر ضرورت لینا جائز ہے اگر بالفرض وہ مال کسی فقیر کو دیتا تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہئے۔

اب اس اصل کے بیان میں بھی ہم چند مسائل لکھتے ہیں۔

مسئلہ: جب کسی کو بادشاہ سے کوئی مال پہنچے تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ مال بادشاہ کو واپس کردے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس کو دینا چاہئے اور یہ واپس کرنا اس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے حضرت محاسبی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ خیرات کیسے کرے گا شاید اس کا کوئی مالک معین ہو اگر ایسا مال صدقہ کردینا درست ہو تو یہ بھی درست ہونا چاہئے کہ بادشاہ سے کوئی چیز چرا کر صدقہ کردے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اگر معلوم ہو کہ بادشاہ وہ مال اس کے مالک کو نہ دے گا تو اس صورت میں خیرات کو دے کیونکہ بادشاہ کو دینے میں ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق برباد جائے گا بہتر یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک نہ کرے گا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کردے کیونکہ اگر اس کا کوئی مالک معین ہوگا تو اس کے حق میں بادشاہ کو واپس کرنے کی بہ نسبت یہی بہتر ہے اس لئے کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظلم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو فقیر کی دعا کی برکت سے محروم کرنا ہے اگر مالک معین نہ ہو بلکہ وہ مال مسلمانوں کا حق ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اس کا ضائع کرنا ہے اگر بادشاہ کا مال اسے میراث سے پہنچا ہو یا خود اس نے بادشاہ سے حاصل کرنے میں تعدی نہ کی ہو اس کا حکم لقطہ جیسا ہے کہ جس کا مالک نامعلوم ہو اسے بھی مالک کی طرف سے تصدق کرسکتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ لقطہ کا مالک خود بھی ہوسکتا ہے اگرچہ خود دولت مند ہو کہ وہ مباح وجہ سے حاصل کیا ہے یعنی لقطہ کو اٹھالیا ہے اور صورت مفروضہ میں چونکہ مال وجہ مباح سے حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے خود مالک بننے سے منع کرنا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب کسی کو ایسا مال حاصل ہوا جس کا کوئی مالک نہ ہو اور ہم نے اس صورت میں جائز رکھا ہے وہ شخص اپنی تنگ دستی کی وجہ سے اس سے ضرورت کی مقدار لے لے لیکن مقدار حاجت میں بحث ہے جس کو ہم نے باب اسرار زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے یعنی بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں سے اس قدر لے کہ سال تک اسے اور اس کے عیال کو کافی ہو اگر یہ کر سکے کہ اس سے کوئی زمین خرید لے یا کوئی تجارت کرے جس سے گزراوقات ہو سکے تو یہی کرے اُسے محاسبی نے پسند کیا ہے لیکن یہ فرمایاً ہے کہ اگر اپنے نفس میں توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات کردے اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے حلال مال عنایت فرمادے اور اگر توکل نہ ہو سکے تو اسے جائز ہے کہ اس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا تجارت میں لگا دے جس سے بسراوقات ممکن ہو اور جس دن کہیں سے حلال طعام ملے اس دن اس سے نہ کھائے جب وہ حلال ہوجائے تب اس سے کھائے پھر اگر مال حلال ہے گزراوقات کیلئے معین ہوجائے تو جتنا مال حرام سے پہلے کھا چکا ہو اس قدر خیرات کردے اور وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا اور اس میں سے کھانے میں بھی یہ دستور رکھے کہ اگر ہو سکے تو صرف روٹی کھائے گوشت نہ کھائے چٹنی بمقدار ضرورت عمل میں نہ لائے۔ اس میں آسائش اور وسعت مطلوب نہ ہو۔ یہ قول محاسی کا بہت خوب ہے مگر یہ جو فرمایا کہ جس قدر رکھ چکا ہو وہ اپنے ذمہ قرض لے اس میں کلام ہے اگرچہ واقع میں تقویٰ اس کا مقتضی ہے کہ اسے قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اس سے اتنا ہی صدقہ کردے لیکن گفتگو وجوب میں ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اس پر تو قرض واجب نہیں تو یہ شخص خود اگر تنگ دستی کی وجہ سے کچھ لے گا تو اس کے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوصاً ایسی صورت میں کہ مال مذکورہ اسے میراث میں ملا ہو اور اس نے خود کبھی پر غصب اور تعدی نہ کی ہو تو اس پر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا۔

مسئلہ: جب کسی کی ملک میں مال حلال اور حرام یا شبہ کا ہو اور کل مال اس کی ضرورت سے زائد نہ تو اگر وہ عیال دار ہوتو چاہئے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے کیونکہ انسان سے اپنے نفس کی بازپرس زیادہ ہوگی۔ بہ نسبت غلاموں اور عیال اور چھوٹے بچوں کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھ کر کسی خرابی تک نہ پہنچتی ہوتو انہیں بقدر ضرورت کھلائے یہ کہ جو بات غیر کے حق میں ممنوع ہے وہ خود اس کے حق میں بھی ممنوع ہے اور ایک چیز زیادہ ہے اور ایک کم یعنی باوجود علم کے کھاتا ہے لیکن عیال کو تو عذر بھی ہے کہ معلوم نہ تھا اور نہ ہمارے اختیار میں تھا اس لئے چاہئے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور جب اپنے اخراجات میں تردد ہو کہ طعام و لباس میں حلال مخصوص کرے یا اور کاموں میں صرف کرے۔ مثلاً حجام اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا اور جانوروں کا گھاس کھانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی اور جلانے کے تیل کا دام اور دوسرے اخراجات اسی طرح کے تمام میں حلال مال صرف کرنا چاہئے تو اس صورت میں پہلے طعام و لباس میں حلال مال کو خاص کرنا چاہئے اس لئے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہے اس کا حلال ہونا مناسب تر ہے اب اگر طعام و لباس کے متعلق پوچھا جائے کہ کونسی چیز میں حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے کہ غذا کو اس وجہ سے کہ

غذا گوشت اور خون میں ملتی ہے اور جو گوشت حرام سے بڑھتا ہے مطابق حدیث آتش دوزخ زیادہ لائق ہے اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ ستر چھپانا اور گرمی سردی کا دور کرنا اور ظاہر بدن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا مگر جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ہمارے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ غذا میں حلال کا ہونا مقدم ہے حضرت محاسی کا قول ہے کہ لباس میں صرف حلال مقدم چاہئے اس لئے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد فضلہ خام ہوجاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے بدن پر کپڑا دس درم کی خرید ہو اور اس میں ایک درم حرام کا ہوتو یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اس طرح کی وعید اس کے بارے میں ہے جس کے پیٹ میں حرام ہو اور اس کا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس کا خیال کرنا کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہوتو بہتر ہے اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو نادانستہ دودھ پی لیا تھا اسے قے کردیا تاکہ اس سے گوشت بن کر قرار پکڑ کر پائدار نہ ہوجائے۔

سوال: ہر طرح سے خرچ کرنے میں غرض پوری نہیں ہے تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے میں کیا فرق ہوا اور غذا میں اور دوسرے مصارف میں خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہاں سے معلوم ہوا؟

جواب: فرق اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات ہوئی اپنے ترکہ میں ایک غلام پچھنے لگانے والا اور ایک اونٹ پانی لانے والا چھوڑا صحابہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے غلام کی کمائی سے منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپ نے اس کی اجرت سے ممانعت فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ متوفی کے بچے یتیم اسکی کمائی کھائیں آپ نے فرمایا کہ اس کی کمائی اونٹ پانی لانے والے کو کھلا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے اور جانور کے کھلانے میں فرق ہے تو جب فرق واضح ہوگیا تو جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے اس پر قیاس کرلو۔

مسئلہ: جس کے پاس مال حرام ہے اگر فقراء پر خیرات کرے تو جائز ہے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہئے کہ جس قدر ہوسکے تنگی کرے اور اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو نہ تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے اور اس صورت میں اس کے خرچ کے تین مراتب ہوں گے۔ (1) اگر مہمان اس کے پاس آئے اور وہ مفلس ہوتو اسے خوب کھلائے۔ (2) اگر غنی ہوتو اس کو نہ کھلائے ہاں اگر جنگل میں ہو اور رات کے وقت آئے اور کوئی چیز میسر نہ آئے تو اس سے کھلانے میں حرج نہیں اس لئے کہ اس وقت وہ فقیر ہے اگرچہ بظاہر توانگر ہے۔ (3) اگر مہمان ایسا متقی ہے کہ اگر معلوم کرے گا تو کھانے سے احتراز کرے گا تو اس سے حقیقت بیان کرکے کھانا سامنے رکھ دے تاکہ حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ ہو کیونکہ جس چیز کو وہ خود مکروہ جانتا ہے اس سے مسلمان کی تواضع نہ کرنی چاہئے اور یہ بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ اسے تو معلوم نہیں تو اس کو ضرر بھی نہ کرے گا اس لئے کہ حرام جب معدہ میں جگہ لیتا ہے تو دل میں سختی کا اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانے والے کو معلوم نہ ہوا اسی وجہ سے حضرت

صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ پیا تھا اسے قے کر ڈالا حالانکہ لاعلمی میں پیا تھا اور اس مال کا اگرچہ ہم نے فتویٰ دیا ہے کہ فقراء کیلئے حلال ہے مگر ضرورت کی وجہ سے حلال کہا ہے تو اس کا حال مثل سور اور شراب کے جاننا چاہئے کہ حالت اضطرار میں حلال کرتے ہیں یہ نہیں کہ حلال طیب سمجھ لیں۔

مسئلہ: جس صورت میں مال حرام یہ شبہہ کسی کے والدین کے قبضہ میں ہوتو چاہئے کہ ان کے ساتھ کھانا چھوڑ دے۔ اگر وہ ناراض ہوں تو حرام محض کی صورت میں ان کا کہنا نہ مانے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہئے اگر مال شبہہ کا ہوتو طعام نہ کھانا نیکی کی صورت میں داخل ہے اور اس کے بالمقابل ماں باپ رضا جوئی بھی تقویٰ بلکہ واجب ہے اس صورت میں اگر احتراز کرے تو یوں کہ انہیں ناگوار نہ گزرے اگر یہ نہ ہوسکے تو کھانے میں شریک ہوجائے مگر تھوڑا کھائے چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک چباتا رہے اور بھائی بہن کا حق بھی موکد ہے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ چاہئے اسی طرح اگر مادر مشفقہ کوئی شبہہ کا کرتہ پہنائے اور واپس کرنے سے ناراض ہوتی ہوتو چاہئے قبول کرکے اس کے سامنے پہن لے اور اسکے پیٹھ پیچھے اتارے اور کوشش کرے کہ اس کپڑے سے نماز نہ پڑھے اگر والدہ کے سامنے پڑھے بغیر چارہ نہیں تو مجبوری سمجھ کر پڑھ لے اور جب تقویٰ کے اسباب ایک دوسرے کے معارض ہوں تو دقائق کی تلاش ضروری ہے۔

حکایت: حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی والدہ نے ان کو ایک ترچھوہارا دیکر کہاکہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسے کھالے اور وہ اسے مشتبہ سمجھتے تھے کھا کر بالاخانہ چلے گئے ان کی والدہ بھی پیچھے گئی دیکھا تو قے کررہے ہیں۔

فائدہ: حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے چاہاکہ ماں بھی راضی رہے اور معدہ بھی مشتبہ طعام سے بچ جائے۔

حکایت: حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہاکہ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال میں والدین کی اطاعت ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر ان سے سائل نے کہاکہ محمد بن مقاتل عباوانی سے یہ مسئلہ پوچھا تھا تو انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت کرنی چاہئے آپ کیا فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا جب بزرگوں کے اقوال سن چکے تو مجھے معاف کرو پھر فرمایا کہ بہتر ہے کہ دونوں باتوں کی مدارات کرو یعنی شبہ سے بھی احتراز کرو اور والدین کی اطاعت بھی ہوجائے۔

مسئلہ: جس شخص کے پاس محض مال حرام ہوتو اس پر نہ حج واجب ہے نہ کفارہ مالی اس لئے کہ وہ تنگ دست ہے اور تنگ دست پر نہ حج ہے نہ کفارہ اسی طرح زکوٰۃ کا بھی اس پر واجب نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا معنی مال کا چالیسواں حصہ نکالنا ہے یہاں تو کل کا نکالنا واجب ہے خواہ اس کے مالک کو واپس لوٹا دے اگر جانتا ہو اگر مالک کو نہ جانتا ہوتو فقراء کو دے ڈالے لیکن جس صورت میں کہ کسی کے پاس شبہ کا مال ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی ہے تو اس مال کو اگر اپنے پاس رکھے گا تو اس کی حلت کے احتمال سے حج اس پر واجب ہوگا اور بغیر تنگ دستی کے ساقط نہ ہوگا اور اس صورت میں اس کی تنگ دستی ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ

سبیلا (آل عمران 97) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کیلئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرتا ہے جو اس تک چل سکے۔

مسئلہ: جس صورت میں مال کی حرمت ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اس میں ضرورت سے زائد مال کو تصدق کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کا وجوب اس پر بطریق اولیٰ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: اگر کسی کفارہ کا دینا اس کو لازم آئے تو غلام آزاد کردے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً کفارہ ادا ہوجائے بعض علماء نے دونوں باتیں کرنا واجب کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ روزے رکھنا لازم ہیں طعام کھلانا یا غلام آزاد کرنا لازم نہیں اس لئے کہ جیسی دولت مندی چاہئے وہ اسے حاصل نہیں۔ حضرت محاسبی کہتے ہیں کہ طعام کھلانا بھی کافی ہے لیکن ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس شبہہ میں ہم نے حکم دیا ہے کہ اس سے احتراز واجب ہے اور اسے اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم ہے اس وجہ سے ہے کہ احتمال حرمت اس پر غالب ہے تو ایسے شبہ میں تو روزے رکھنا اور طعام کھلانا دونوں جمع کرے روزے تو اس لئے کہ وہ شخص مفلس کے حکم میں ہے اور کھانا اس وجہ سے کہ اس پر سب کا تصدق کرنا واجب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مال اس کا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہئے۔

مسئلہ: جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور اس کو اپنی ضرورت کیلئے روک رکھا ہو وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو دیکھنا چاہئے کہ اگر پیدل جاسکتا بلکہ سواری کا محتاج ہے تو ایسی ضرورت کیلئے اس مال سے لینا جائز نہیں جیسے کوئی شخص شہر میں رہ کر اگر ضروریات عیال اور حقوق مالیہ کی بجاآوری میں تنگ دست ہو تو اسے سواری خریدنا جائز نہیں اگر اس شخص کو توقع ہو کہ اگر چند روز توقف کروں گا تو مال حلال ہوجائے گا کہ اس مال حرام کی ضرورت نہ رہے گی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہے کہ حلال کی توقع میں توقف کرے۔

مسئلہ: جو حج واجب کیلئے ایسا مال لیکر جائے جس میں شبہ ہو تو یہ کوشش کرے کہ غذا مال پاک سے کھائے اگر تمام راستہ میں نہ ہوسکے تو جب سے احرام باندھے اس وقت سے حلال ہونے تک غذا طیب کی فکر کرے۔ اگر یہ بھی نہ سکے تو عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام اور دعا مانگتے وقت غذا حرام نہ ہو اور لباس بھی حرام نہ ہو بلکہ یہ کوشش کرے کہ اس دن نہ اس کے معدہ میں حرام ہو نہ بدن پر اس لئے کہ اگرچہ ہم نے مال مشتبہ کو ضرورت کیلئے جائز بتایا ہے تاہم وہ جواز ضرورت کیلئے ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال مذکور طیب ہو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو اپنے دل میں خوف اور غم رکھے کہ مال طیب نہیں اس مشتبہ مال کو اضطرار اور اور مجبوری سے کھاتا ہوں شاید اس خوف و غم سے اللہ تعالیٰ نظر عنایت فرمائے اور خطا معاف فرمادے۔

حکایت: حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مرگیا ہے۔ اس نے مال چھوڑا ہے اور وہ ایسے لوگوں سے کاروبار کرتا تھا جن سے کاروبار کرنا مکروہ ہے تو اب میں کیا کروں آپ نے فرمایا جس قدر اسے نفع ہوا اسے چھوڑ دے اور باقی اپنے پاس رہنے دے اس نے عرض کیا کہ قرض بھی اس کے ذمہ ہے اور کچھ لوگوں کے پاس اس کا قرض ہے آپ نے فرمایا کہ اس کے ذمہ کا قرض ادا کردے اور اس کا لینا وصول کرلے اس نے پوچھا کہ

آپ اسے جائز جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ وہ قرضہ میں پھنسا رہے۔

فائدہ: یہ جواب امام صاحب کا درست ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندازہ سے مقدار حرام نکال ڈالنا ان کے نزدیک درست ہے کیونکہ یہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور راس المال کی چیزیں آپ کے نزدیک ملک مالک ہوگئیں اس طرح کہ فاسد معاملات میں جو اس نے ان کا عوض دیا اور تصرفات بہت سے ہوئے اور واپس کرنا اصل مالکوں کو دشوار ہوا تو تقابل اور بدلہ کے طور پر وہ اس کی ملک میں آگئیں کہ اوروں کے پاس اس کی چیز گئی اور اسکے پاس اوروں کی آگئی اور قرض ادا کرنے میں انہوں نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یقینی ہے شبہہ کے سبب سے ترک نہیں کرنا چاہیے۔

بادشاہوں کے انعامات و وظائف اور عطیات و تحائف کی حلت و حرمت

جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اسے دو باتیں دیکھنی ضروری ہیں۔ (1) وہ مال بادشاہ کے پاس کس مد سے آیا۔ (2) اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال لینے کا ہوا اور یہ مقدار جو لیتا ہے اگر اسے بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقوں کے حال کو دیکھا جائے تو اسی مقدار کا مستحق ہے یا نہیں اس لئے اس فصل کو دو بیانوں میں لکھتے ہیں۔

بیان نمبر1 بادشاہ کی آمدنی کی مدات: ویران زمین کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہے اور رعیت اس میں شریک ہے وہ دو قسم پر ہے۔ (1) وہ ہے جو کفار سے لیا جائے جیسے غنیمت جو جنگ جیتنے سے حاصل ہو اور جو بغیر جنگ کئے حاصل ہوں اس قسم کی آمدنی سے صرف دو طرح کے مال بادشاہ کو حلال ہیں (1) میراث یا وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ (2) وقف جس کا کوئی متولی نہ ہو اور صدقات تو اس زمانہ میں لئے نہیں جاتے کہ ان کے متعلق لکھا جائے اور ان مدات کے سوا جتنے خراج یا جرمانے جو مسلمانوں سے لئے جاتے ہیں اور مال رشوت سب کے سب حرام ہیں۔

فائدہ: اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کیلئے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہیں۔ (1) جزیہ کی آمدنی (2) لاوارثی میراث (3) اوقاف (4) اپنی ملک جسے قابل زراعت بنایا ہے۔ (5) اپنی زر خرید ملک (6) اس عامل پر جو مسلمانوں سے خراج لیتا ہے۔ (7) کسی سوداگر سے لیا ہے۔ (8) خزانہ خاص۔ اب ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ (1) جزیہ جس کے چار خمس مسلمانوں کی مصلحتوں کیلئے ہیں اور ایک خمس مصارف معینہ کیلئے اگر بادشاہ ان مصارف کا خمس دے گا یا ان چار خمسوں سے دے گا بایں لحاظ کہ اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے اور مقدار انعام میں بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہے اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنی فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ سے زیادہ نہ ہو کیونکہ مقدار جزیہ میں اختلاف ہے اور بادشاہ کو جائز ہے کہ اختلافی صورت میں جس قول پر چاہے عمل کرے اور ایک شرط یہ ہے کہ جس ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے وہ ایسا پیسہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جس کی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہ ہو اور شراب نہ بیچتا ہو اور یہ کہ لڑکا اور عورت نہ ہو اس لئے کہ ان دونوں پر جزیہ نہیں تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ میں اور جس کو وہ دیا جائے اس کی صفت میں اور جس قدر کہ دیا جائے اس مقدار میں ان امور کا لحاظ ہونا چاہئے اسی لئے ان تمام امور کی بحث واجب ہے۔ (2) دوسرے میراث اور اموال لاوارث کہ وہ بھی مسلمانوں کی بہتری کیلئے ہیں ان سے بادشاہ بھی دے تو دیکھنا چاہئے کہ جس نے وہ مال چھوڑا ہے

اس کا تمام مال حرام تھا یا کم ان کا حکم ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور اگر حرام نہ تھا تو اب دیکھنا چاہئے کہ جس کو دیا جاتا ہے اس کے دینے میں کوئی بہتری ہے یا نہیں اور کس قدر میں بہتری ہے۔ (3) وقف کا مال جو امور میراثوں میں قابل لحاظ تھیں وہ مال وقف میں بھی ملحوظ رہیں اور ایک بات اس میں اور زیادہ ہے کہ وقف کرنے والے کی شرط بھی دیکھنی چاہئے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہے وہ مطابق وقف کی شرائط کے ہو۔ (4) وہ زمین کہ بادشاہ نے اسے قابل زراعت بنایا ہو۔ اس میں کوئی شرط معتبر نہیں اس لئے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جسے چاہے جس قدر حوالہ کرے ہاں یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ غالبًا بادشاہ نے جو اس زمین کو بنایا ہے تو مزدوروں کو زبردستی پکڑ لیا ہوگا یا ان کی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کو قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہیں بلکہ مزدوروں کا کام ہے مثلاً نہریں کھودنا احاطہ بنانا زمین برابر کرنا یہ تمام امور مزدوروں کے متعلق ہیں اگر ان سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اس زمین کا مالک نہیں ہوا اور وہ حرام ہے اگر مزدوروں کو اجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی تو اس صورت میں شبہ ہے جس پر ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں کہ عوض میں کراہت کے ہوجانے سے مال مشتبہ ہوجاتا ہے۔ (5) مال زر خرید سلطانی یعنی زمین یا خلعت یعنی پوشاک اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہیں اور اس میں اسے تصرف کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر ان کا دام مال حرام سے ادا کرے گا یا مشتبہ سے تو ایک صورت میں حرام ہوں گے دوسری میں مشتبہ اور ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (6) مسلمانوں سے جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت یا جرمانہ جمع کرتا ہو کسی کو لکھ دے تو یہ مال حرام محض ہے اس میں شبہ بھی نہیں اور اکثر جاگیریں اس زمانہ میں ایسی ہی ہیں مگر عراق کی زمینیں ایسی نہیں کہ وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلمانوں کی بہتری کیلئے وقف ہیں۔ (7) ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے کاروبار کرتا ہے وہ کسی دوسرے سے کاروبار کرتا ہی نہیں تو اس کا مال ایسا ہے جیسے خزانہ شاہی کا مال ہے اگر دوسروں سے کاروبار زیادہ کرتا ہے تو جو کچھ بادشاہ کے لکھنے کے مطابق دے وہ بادشاہ پر ادھار ہوگا اور اس کا عوض حرام سے وصول کرے گا تو اس صورت میں عوض کے اندر خلل رہ پائے گا اور ہم ثمن حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہیں۔ (8) خزانہ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جس کے پاس حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہ ہو تو قطعی حرام ہوگا اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ خزانہ شاہی میں حلال اور حرام دونوں ہیں اور احتمال قریب ہیں ہو کہ جو کچھ عامل مذکور کو دیتا ہے وہ بعینہ حلال ہے اور دل میں بھی یہ احتمال پختہ ہو اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ ان دونوں میں تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہیں اور مال حلال ان کے پاس نایاب یا کمیاب ہے تو اس صورت میں علماء کے متعلق اختلاف ہے کہ بعض کا قول تو یہ ہے کہ جس چیز کا یقین نہ ہو کہ یہ حرام ہے تو وہ اسے لے سکتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ چیز مذکور حلال ہے تب تک اس کا لینا نہ چاہئے اس لئے کہ شبہ کبھی حلال نہیں ہوسکتا اور یہ دونوں قول حد اعتدال سے تجاوز ہیں اور قول معتدل اس میں وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ اگر اغلب حرام ہے اور اگر حلال غالب ہے اور حرام کے ہونے کا بھی یقین ہے تو محل توقف ہے جیساکہ گزرا۔

فائدہ: جو علماء اموال سلاطین کا لینا جائز کہتے ہیں اس صورت میں کہ ان کے مال میں حرام اور حلال دونوں ہیں اور جو چیز لی جاتی ہے خود اس کی حرمت بعینہ ثابت نہ ہو تو وہ اپنے قول کی دلیل میں کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بہت ایسے ہیں جنہوں نے ظالموں کا زمانہ دیکھا اور ان سے مال لیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک اور مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہ ہم رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم اور یزید بن عبدالملک سے لیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے لیا اور بہت سے تابعین نے بھی لیا جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلیٰ اور حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ ہزار دینار لئے تھے اور امام مالک نے خلفاء سے بہت سے اموال لئے اور حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو کچھ بادشاہ تجھے دے اسے قبول کر کہ وہ تجھے حلال سے دیتا ہے اور جو کچھ اسے حلال سے ملتا ہے وہی زیادہ ہوتا ہے اور جن لوگوں نے عطائے شاہی سے انکار کیا ہے تو انکار ترک ازراہ تقویٰ تھا اور اس خوف سے کہ کہیں ایسی چیز نہ آجائے جو حلال نہ ہو اور خرابی دین کا موجب ہو۔ حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس کو فرمایا کہ عطا اس وقت لو کہ طیب خاطر ہو اور جب دین بکتا محسوس ہو تو ترک کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہمیں کوئی عطا کرتا ہے تو قبول کر لیتے ہیں اور نہیں دیتا تو سوال نہیں کرتے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر نہیں دیتے تھے تو کچھ نہیں کہا کرتے اور شعبی حضرت مسروق سے ناقل ہیں کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لیں گے یہاں تک کہ وہ ان کو دوزخ میں داخل کرے یعنی ہوتے ہوتے حرام لینے لگیں گے نہ یہ کہ عطاء فی نفسہ حرام ہے اور نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مختار ثقفی ان کے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اسے قبول کر لیتے تھے پھر فرماتے تھے کہ میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور جو چیز مجھے اللہ تعالیٰ نے دی اسے پھیرتا نہیں ایک دفعہ اس نے آپ کو ایک اونٹنی بھیجی تھی آپ نے لے لی اور وہ مختار کی اونٹنی کے نام سے مشہور تھی۔

فائدہ: اس روایت کی معارض وہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کا ہدیہ واپس نہیں کیا بجز مختیار کے اور واپس کرنے کی روایت زیادہ ثابت ہے بہ نسبت قبول کے۔ اور نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ساٹھ ہزار درم بھیجے آپ نے اسی وقت تقسیم کر دیا پھر ایک سائل آیا تو آپ نے کسی سے قرض لیکر سائل کو دیا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ آپ سے پہلے میں نے نہ کسی عرب کو دیا نہ بعد کو کسی کو دوں گا پھر چار لاکھ درم پیش کئے آپ نے لے لیا اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ میں نے مختار کا انعام حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے دیکھا ہے دونوں حضرات نے قبول کر لیا۔ لوگوں نے پوچھا

وہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ نقد اور کپڑا تھا۔ زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت سلیمان فارسی کا ارشاد ہے کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر مرتکب ربوا ہو اور وہ تجھے کھانے وغیرہ کی دعوت کرے یا کوئی چیز دے تو قبول کرلے کہ تیرے لے جائز اور طیب ہے اور گناہ اوروبال اس کے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے بارے میں قبول ثابت ہوا تو ظالم کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہئے کہ دونوں کا حال ایک جیسا ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات قبول کرلیا کرتے تھے۔ حکیم بن جبیر کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب ایک فرات کے سفلی کی جانب کے عاشر مقرر ہوئے تھے آپ نے عشر لینے والوں کے پاس آدمی بھیجا کہ کچھ تمہارے پاس ہے اس سے ہمیں بھی کھلاؤ انہوں نے کھانا بھیج دیا۔ آپ نے کھایا اور علاء بن زہیر آزری کہتے ہیں کہ میرا باپ حلوان میں عامل تھا اس وقت ابراہیم نخعی ان کے پاس آئے انہوں نے کچھ پیشکش کی آپ نے قبول کرلی۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاملوں کے عطیہ کا کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہیں اور ان کے بیت المال میں خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے تو جو کچھ تمہیں دیں گے وہ اپنے طیب مال میں سے دیں گے۔

فائدہ: ان تمام حضرات نے ظالم بادشاہوں کے عطیات لئے حالانکہ جو کوئی سلاطین کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کرتا تھا یہ حضرات اسے برا کہتے تھے۔

فائدہ: سلف صالحین میں سے جس نے بادشاہی انعامات کو نہیں لیا ان کا نہ لینا حرمت پر دلیل نہیں بلکہ تقویٰ کی وجہ سے نہیں لیا تھا جیسے خلفاء راشدین اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اور دوسرے زہاد کہ وہ اپنے زہد کی وجہ سے حلال مطلق بھی نہیں لیتے تھے اور جس حلال سے کہ کسی ممنوع امر تک پہنچانے کا خوف ہوتا تھا اسے ورع اور تقویٰ کی وجہ سے نہیں لیتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے منقول ہے انہوں نے اپنی عطاء بیت المال میں چھوڑ دی یہاں تک کہ تیس ہزار سے زائد جمع ہوگئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں زرگر کے پانی سے وضو نہیں کرنا اگرچہ نماز کا وقت تنگ ہوجائے کیونکہ مجھے اس کے اصل مال کی خبر نہیں تو یہ تمام تقویٰ کے اقوال ہیں اور ہم اس کے منکر نہیں ایسا کرنا واقع میں بہت خوب ہے۔ بہ نسبت نہ کرنے کے لیکن کلام اس میں ہے کہ اگر کوئی ان کا اتباع تقویٰ نہ کرے اور اموال سلطانی لے لے تو حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ان عطاء کی ہے جو ظالم بادشاہوں سے مال لینا درست کہتے ہیں۔

فائدہ: جن حضرات سے عطایا لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت ان روایات کے جو ان کے انکار اور واپس کرنے میں مروی ہیں اگر نہ لینے میں صرف ایک احتمال تقویٰ کا ہے تو لینے والوں کے لینے میں تین احتمال مختلف درجات کے ہوسکتے ہیں بسبب تقویٰ کے تفاوت کے اموال سلاطین میں تقویٰ کے چار درجات ہیں۔

درجہ نمبر1: ان کے مال میں سے کچھ نہ لئے جیسا سلف صالحین کے اہل تقویٰ نے کہا اور جیسا کہ خلفاء راشدین کیا کرتے تھے تو چھ ہزار درم ہوئے وہ چھ ہزار درہم آپ نے بیت المال میں لوٹا دیئے۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ ان کی صاحبزادی آئی اور مال سے ایک درم اٹھا لیا آپ اس کے پکڑنے کیلئے ایسے اٹھے کہ چادر آپ کے ایک شانہ سے اتر گئی اور آپ کی صاحبزادی روتی ہوئی گھر چلی گئی ایک درم اپنے منہ میں رکھ لیا تھا آپ نے اپنی انگلی اس کے منہ میں ڈال کر وہ درم نکال لیا اور واپس خراج میں ڈال دیا اور فرمایا کہ لوگو عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی اولاد کو اس میں سے اسی قدر حق ہے جو دیگر دور و نزدیک کے مسلمانوں کو ہے۔

حکایت: حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بیت المال میں صفائی کی تو ایک درم ان کو ملا۔ آپ نے وہ درم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے کو دیدیا جو وہاں پھرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درم بچے کے ہاتھ میں دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے لیا اس نے عرض کیا کہ ابو موسیٰ نے دیا ہے آپ نے ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ والوں میں کوئی گھر تمہارے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کے گھر سے زیادہ ذلیل نہ تھا تمہارا یہ ارادہ ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کوئی ایسا نہ رہے جو ہم سے اپنا حق طلب نہ کرے یہ کہہ کر وہ درم بیت المال میں لوٹا دیا۔

فائدہ: وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ہمارے حق میں اس قدر نہ پہنچے بہرحال خلفاء راشدین دین اور آبرو بچانے کیلئے اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے۔ بحکم حدیث شریف دع ما یریبک الی مالا یریبک اور بمطابق اس ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آپ نے فرمایا ومن ترکہا فقد استبرء اعرضہ ولدینہ۔ ترجمہ: جس نے مشتبہ چیزوں کو ترک کیا اس نے اپنی آبرو و دین کو پاکیزہ کیا۔

اموال سلطانی پر وعیدات: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اموال سلطانی کے باب میں تشدیدات وارد ہیں۔ (1) جب حضرت عبادہ بن صامت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ لینے کیلئے بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ولید اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ایسا نہ ہو کہ قیامت میں تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر لاد کر لائے جو بلبلاتا ہو یا گائے کو جو رانبھتی ہو یا بکری کو جو لیاتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا ہی ہوگا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں کسی چیز پر کبھی عامل نہ ہوں گا۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انی الا اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی انما اخاف علیکم ان تنافسوا۔ ترجمہ: میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ میرے بعد شرک کرو گے لیکن یہ خوف کہ ایک دوسرے پر حرص کرو گے۔

فائدہ: آپ کو صرف خوف مال کے حریص ہوجانے کا تھا۔ (3) ایک طویل حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال بیت المال کے بارے میں فرمایا کہ میں اپنے آپ کو اس مال کے بارے میں ایسا پاتا ہوں جیسے یتیم کے مال کا متولی ہوتا ہے اگر ضرورت نہیں ہوتی تو میں اس سے دور رہتا ہوں اگر ضرورت ہوتی ہے تو معمولی طور پر لیتا ہوں۔

حکایت: طاؤس کے ایک لڑکے نے ان کی طرف سے ایک جعلی خط حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دیا آپ نے تین سو اشرفیاں اسے دے دیں۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچ کر آپ کے پاس تین سو اشرفیاں بھیج دیں حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے یہ درجہ تقویٰ کے درجات میں نہایت اونچا مقام رکھتے تھے۔

درجہ نمبر2: بادشاہ کا مال لے لیکن اس وقت جبکہ معلوم ہوجائے کہ جو کچھ میں لیتا ہوں بوجہ حلال ہے اگر سلطان کی ملکیت میں کوئی دوسرا حرام ہوگا تو اس شخص کو ضرر نہ کرے گا اکثر آثار صحابہ بلکہ اکابر صحابہ جو اہل تقویٰ تھے ان کا لینا اسی درجہ پر محمول ہے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو تقویٰ میں نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سے زیادہ انکار کرتے تھے بلکہ ان کے اموال کی برائی سب سے زیادہ کرتے تھے۔

حکایت: ایک دفعہ لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جبکہ وہ بیمار تھے اور اپنے عامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماخوذ ہونے سے ڈرتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ توقع ہے کہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا اسلئے کہ تم نے کنویں کھدوائے اور حاجیوں کے قافلوں کو پانی پلوایا اور ایسا کیا ویسا کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی چپکے سے سنتے تھے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں اس وقت ہیں کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر بھگت لو گے۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خبیث چیز گناہوں کا عوض نہیں ہوسکتی اور تم بصرہ کے حاکم رہے ہو۔ میرے گمان میں تم نے اس میں برائی کمائی ہے۔ ابن عامر نے کہ آپ نے خدمت میں عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول۔ ترجمۃ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر صدقہ قبول نہیں کرتا اور نہ ہی خیانت کے مال سے صدقہ قبول کرتا ہے۔ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے۔

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حجاج بن یوسف کے وقت میں آپ نے فرمایا کہ جب سے دارالخلافہ لٹ گیا ہے میں نے آج تک شکم سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا۔

حکایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک برتن سربمہر میں کچھ ستون تھے جن میں آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ اس کو عرق میں ہوکر سربمہر رکھتے ہیں یہاں تو کھانا بہت ہے یعنی کوئی

اسے نہیں چرائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر لبراس لئے نہیں کرتا کہ اسے دوسروں کے ساتھ بخل کروں بلکہ مجھے یہ برا محسوس ہوتا ہے کہ اس میں وہ چیز ملا دی جائے جو اس میں نہ ہو اور یہ بھی برا جانتا ہوں کہ میرے پیٹ میں غیرطیب چیز داخل ہو۔

فائدہ: ان اکابر سے ایسے اقوال و عادات مشہور ہیں۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اسے ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے اپنے غلام نافع کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں یہ کہہ کہ نافع کو آزاد کردیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایسا کوئی نہیں جس کو دنیا نے مائل نہ کردیا۔ بجز ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کہ انہیں دنیا کی رغبت نہ تھی۔

فائدہ: اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر یا جو کوئی ان کے مثل منصب رکھتا ہو اس پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے کوئی مال بغیر حلال معلوم کئے لے لیا ہوگا۔

درجہ (3): بادشاہ سے جو کچھ لے اسے فقراء اور مستحقین پر تقسیم کردے اس خیال پر کہ جس مال کا مالک معین نہ ہو حکم شریعت اس میں بھی ہے تو جس صورت میں کہ بادشاہ ایسا ہو کے اگر اس سے نہ لیا جائے تووہ خود تقسیم نہ کرے بلکہ اس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اس حال میں ہم یہی کہتے ہیں کہ اس سے مال لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا ہے کہ اس کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے بعض علماء کی رائے ہے کہ اس کی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہے اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطاؤں کو آج لیتے ہیں اور اپنی حجت حضرت ابن عمراور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ٹھہراتے ہیں کہ وہ ان دونوں کا اقتداء نہیں کرتے اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ لیا اسے بانٹ دیا حتیٰ کہ ساٹھ ہزار دیکر خیرات کرکے ایک سائل کے لئے اسی مجلس میں قرض لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایسا کیا اور جابر بن زید نے قبول کرکے خیرات کردیا اور فرمایا کہ ان سے لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قبضہ میں رہنے دوں۔ حضرت امام شافعی نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اس کو بھی چند دنوں میں خیرات کردیا تھا یہاں تک کہ اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا تھا۔

درجہ (4): یہ ثابت نہ ہو کہ وہ مال حلال ہے اور نہ تقسیم کیلئے لیتا ہے بلکہ رکھنے کیلئے لیتا ہے مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جس کا اکثر مال حلال ہے اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں خلفاء اسی طرح کے تھے اور ان کا اکثر مال حرام نہ تھا اور اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال ملتا ہے وہ اکثر ہے اور اس کو علماء کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنے سے جائز رکھا ہے اور ہم نے صرف ایسی صورتوں میں عام

لوگوں کے مال میں توقف کیا ہے جن کے مال بمنزلہ محصور کے ہیں اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اسی طرف پہنچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو اس کا لینا جائز ہے بسبب غلبہ مال حلال کے اور ہم نے منع اس صورت میں کیا ہے کہ حرام زیادہ ہو جب ان درجات کو سمجھ لیا تو معلوم ہوگیا کہ جاگیریں اور وظائف ظالم بادشاہوں کے اس زمانہ میں ویسے نہیں جیسے پہلے تھیں اور ان میں دو یقینی وجوں سے فرق ہے۔ (1) اس زمانہ میں سلاطین کے تمام اموال یا اکثر حرام ہیں اس لئے کہ حلال صرف صدقات اور فی اور غنیمت کی مدات سے تھیں ان میں سے کوئی شے بادشاہ کے پاس نہیں آتی کہ ان کا وجود ہی نہیں رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہے کہ اس ظلم کے ساتھ میں اس کا لینا حلال نہیں اس لئے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ میں حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہیں اور نہ ذمیوں کے بارے میں اور نہ ان کی شرائط کو پورا کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ آمدنی ان کی مسلمانوں کے خراج اور چرانے اور رشوتوں سے ہوتی ہے اس کی بہ نسبت جزیہ سوان حصہ بھی نہیں ہے۔ (2) وجہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کو دل جوئی کا شوق رکھتے تھے اور حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطایا انعامات قبول کرلیں اور ان کے بغیر مانگے اور ذلیل کئے بغیر ان کی خدمت میں بھیج دیا کرتے ہیں اور ان کے قبول کرنے سے احسان مند ہوکر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ حضرات بھی سلاطین سے لیکر تقسیم کردیا کرتے تھے اور سلاطین کی اغراض کی اطاعت نہیں کرتے تھے نہ ان کی مجالس میں جاتے نہ ان کہ مجالس بڑھاتے نہ ان کا باقی رہنا پسند کرتے بلکہ بد دعا کرتے اور ان کے حق میں برا بھلا کہتے ان کی برائیوں کو برا جانتے تو ان پر یہ خوف نہ تھا کہ جس قدر سلاطین سے ملے گا اس قدر ان کے دین میں نقصان ہوگا۔ اور ان کو بھی سلاطین کا کچھ خوف نہ تھا لیکن اب یہ حال ہے کہ سلاطین کا دل اسی شخص کے دینے کو چاہتا ہے جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کام کرے گا اور ہماری جماعت بڑھائے گا اور مدد کرے گا اور ہماری مجلسوں میں شرکت ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق میں ہمیشہ دعا اور ثنا کرتا رہے گا اور سامنے اور پس پشت ہماری تعریف میں مبالغہ کرتا رہے اگر لینے والا ان سات ذلتوں کو اپنے اوپر نہ لے۔ یعنی (1) مذلت سوال۔ (2) خدمت میں کمربستہ ہونا (3) دعا اور تعریف کرنا۔ (4) استعانت کے وقت ان کے مقاصد میں کام آنا۔ (5) مجلس اور سواری کے وقت ان کی جمعیت زیادہ کرنا۔ (6) ان کی محبت اور ان کے دشمنوں پر ان کی شرکت کا ظاہر کرنا۔ ان کے ظلموں اور برے کاموں کو چھپانا تو یقین ہے کہ سلاطین ان کو ایک درم بھی نہ دیں۔ اگرچہ وہ اپنے وقت کا امام شافعی ہو پس ان وجوہات کے پیش نظر اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال ہوتا تو بھی لینا درست نہ تھا جس صورت میں کہ معلوم ہے مال ان کا حرام یا مشکوک ہے تب بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا اب جو کوئی ان کے مال پر جرات کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین سے تشبیہ دے تو وہ فرشتوں پر لوہاروں کو قیاس کرتا ہے اور ان سے مال لینے میں ان سے ملنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی پاسداری کرنی پڑتی ہے اور ان کے ملازموں کی خدمت اور ان کے سامنے ذلت اٹھانی اور ان کی تعریف کرنی اور ان کی کوٹھی پر حاضری دینی پڑتی ہے اور یہ سب باتیں گناہ ہیں چنانچہ چھٹی

فصل میں مذکور ہوں گی اور جبکہ بیان گزشتہ سے مدلت سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلاں حلال ہے اور فلاں حرام اب اگر فرض کیا جائے کہ کسی شخص کو مدحلال میں سے بقدر اس کے استحقاق کے گھر بیٹھے مل جائے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آئے اور نہ ان کے مطالب میں موافقت ہو تو ایسی صورت میں مال لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجوہ سے مکروہ ہوگا جن کا بیان چھٹی فصل میں آئے گا ان شاء اللہ۔

بیان نمبر6 مال ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت: چونکہ بعض اموال ایسے ہیں کہ ان کے مستحق معین ہوتے ہیں جیسے مال وقف یا زکوٰۃ یا خمس یا فی یا غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہیں جیسے وہ زمین جس کو قابل زراعت کرے یا جو چیز اس کی زر خرید ہو کہ ان میں بادشاہ کو اختیار ہے جب چاہے اور جس قدر چاہے دے اسی لئے ہم ان اموال میں بحث کرتے ہیں جو مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے ہوں جیسے چار خمس فیٔ کے اور میراثین لاوارثی تو ان اموال کا دینا انہیں لوگوں کو چاہئے جن کے دینے میں عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اس کا محتاج اور کمانے سے عاجز اور جو شخص صاحب ثروت ہو اور اس کے دینے میں کسی طرح کی بہتری نہ ہو تو بیت المال کا مال اسے نہ دینا چاہئے اگرچہ اس میں علماء کو اختلاف ہے اگر صحیح یہی ہے کہ نہ دینا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ بیت المال کے مال میں ہر مسلمان کا حق ہے بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنے کے مگر باوجود اس کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں پر مال تقسیم نہیں کیا کرتے تھے بلکہ انہیں دیتے تھے جن میں خاص صفات ہوا کرتی تھیں جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ مسلمانوں کو اس کا نفع ہو اور اگر وہ اس کام کو چھوڑ کر کمائی کی فکر میں پڑے تو وہ کام نہ ہوسکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال میں ہوگا اس قاعدہ کی وجہ سے تمام علماء کا حق بیت المال میں ہے کہ بقدر کفایت انہیں ملے مگر علوم سے ہماری مراد وہ علوم ہیں جن سے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث اور تفسیر اور قرات یہاں تک کہ علم پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی اسی میں ہیں اور ان علوم کا طالبان علم بھی داخل ہیں کیونکہ اگر ان کو بقدر کفایت نہ ملے گا تو تحصیل علم نہ کرسکیں گے اور اسی میں وہ عامل بھی داخل ہیں جن کے عمل سے مصالح دنیاوی وابستہ ہیں جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیوں اور ڈاکہ ڈالنے والوں اور اسلام کے دشمنوں سے بچاتے ہیں اور اسی میں حساب دان اور کاتب اور متصدی اور جن لوگوں کی ضرورت دفتر خراج میں پڑتی ہے داخل ہیں بشرطیکہ دفتر اموال حلال کا ہو۔

فائدہ: یہ مال مصلحتوں کیلئے ہوتا ہے۔

اور مصلحت یا متعلق بہ دین یا متعلق بہ دنیا پس علماء سے دین کی حفاظت ہے اور لشکریوں سے دنیا کی حفاظت اور دین اور ملک جڑواں ہیں ایسا نہیں کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہ ہو اور طبیب کے علم سے اگرچہ کوئی امر دینی متعلق نہیں، مگر چونکہ اس پر بدن کی صحت منحصر ہے اور دین صحت سے صحیح رہ سکتا ہے تو اہل علم کے لئے خواہ اور

علم ایسا ہو کہ اس کی مصلحت بدن یا مصلحت بلادین میں حاجب ہوتی ہو تو اس کے لئے وظیفہ بیت المال سے ہونا چاہئے تاکہ جو بلا اجرت ان سے علاج کرانا چاہے تو کر سکے اور ان میں ضرورت کا ہونا شرط نہیں بلکہ ان کی دولت مندی کے ہوتے ہوئے بھی انہیں دینا درست ہے۔ چنانچہ خلفائے راشدین' مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ ضرورت سب کو نہ تھی اور وظیفہ کی بھی کوئی مقدار معین نہیں' بلکہ حاکم کی رائے پر منحصر ہے۔ اس کو اختیار ہے چاہے اتنا دے کہ غنی کر دے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے۔ جیسی مصلحت وقت اور مال میں گنجائش ہو کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ چار ہزار درہم لئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض لوگوں کو بارہ ہزار درہم سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی فہرست میں لکھ رکھا تھا اور بعض لوگوں کو دس ہزار اور بعض کو چھ ہزار اس طرح ہر ایک کیلئے مختلف وظائف مقرر تھے۔ خلاصہ یہ کہ بیت المال ان لوگوں کا حق ہے ان پر تقسیم کیا جائے یہاں تک کہ کچھ نہ رہے۔ اگر کسی کو مال زیادہ دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں۔ اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہے کہ اس مال سے اہل خصوصیات کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے کہ یہ پہلے بھی ہوتا تھا مگر اس میں مصلحت کا لحاظ ضرور رہنا چاہئے اور جب کبھی اہل علم یا بہادر آدمی انعام سے مخصوص ہو گا تو دوسرے لوگوں کو ترغیب ہو گی اور شوق پیدا ہو گا کہ ہم بھی ان کی طرح کام کریں۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ خلعت اور انعام سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اچھے امور کی ترقی ہو گی اور یہ تمام باتیں سلطان کے اجتہاد سے وابستہ ہیں۔

مسئلہ : ظالم بادشاہوں کے بارے میں دو باتوں پر وجہ ضروری ہے (1) سلطان ظالم حکومت سے معزول کرنے کے قابل ہے تو وہ معزول ہے یا واجب العزل پھر جب وہ حقیقت میں سلطان ہی نہیں تو اس کے پاس سے مال لینا کب درست ہو گا۔ (2) سلطان ظالم اپنا مال تمام مستحقوں کو دیتا نہیں پھر ایک دو کو اس سے لینا کیسے درست ہو گا' پھر اس میں بھی کلام ہے کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا درست ہے یا بالکل نہ لینا چاہئے۔ یا جسے جو کچھ ملے' اسے لے لینا درست ہے۔ پہلی صورت میں ہماری رائے ہے کہ اسے اپنا حق لینے سے منع نہ کیا جائے' اس لئے کہ سلطان حسن صورت میں کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اس کا معزول کرنا دشوار ہوتا ہے اور دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے میں ایسا فساد برپا ہوتا ہو جس کی عوام کو طاقت نہ ہو تو اسی سلطان کو رہنے دینا اور اس کی فرمانبرداری واجب ہوا کرتی ہے جیسے کہ امراء کی اطاعت واجب ہے اور امراء کی اطاعت کرنا اور ان کی موافقت سے باز رہنے کے ترک میں بہت سے امور باتاکید اور وعید شدید وارد ہیں - ہماری رائے یہی ہے کہ جس خلافت کا کوئی شخص حضرت عباس کی اولاد میں سے ہے وہ منعقد ہے اور جن سلاطین نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہے اطراف بلاد میں ان کی حکومت نافذ ہے اور اس بارے میں مصلحت ہے اسے ہم نے اپنی کتاب مستظہری میں بیان کیا ہے۔

فائدہ : مختصر یہ ہے کہ ہم سلاطین میں صفات و شروط کا لحاظ اس لئے کرتے ہیں کہ اس میں زیادتی مصلحت کی توقع

ہے اور اگر ہم حکومتوں کو باطل کہہ دیں تو سرے سے مصالح باطل ہو جاتے ہیں۔ تو نفع کی طلب میں ہم راس المال کو کیسے ضائع کریں' بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہے۔ اہل شوکت جس سے بیعت کر لیں وہی خلیفہ ہے اور جس کی شوکت مستقل ہو اور وہ خطبہ اور سکہ میں خلیفہ کا مطیع ہو وہی سلطان نافذ الحکم ہے اور اطراف زمین میں قاضی حاکم اور نافذ الحکم ہیں اور اس کی تحقیق ہم نے رسالہ الاقتصادی فی الاعتقاد میں احکام اقامت کے ذکر میں لکھی ہے اب یہاں لکھ کر طویل کلام نہیں کرتے۔

فائدہ : بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہیں تو ایک شخص کو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں تو اس میں علماء کے چار مختلف اقوال ہیں۔ (ا) بعض نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ جو کچھ لے گا اس میں سب مسلمان شریک ہوں گے اور چونکہ معلوم نہیں کہ اس کا حصہ اس قدر میں سے ایک ٹیڈی ہے یا زائد ہے یا کم اس لئے کل کا ترک کرنا چاہئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسے اس دن کی غذا کی مقدار لینا درست ہے' اس لئے کہ ضرورت کی صورت میں مسلمانوں پر اس قدر استحقاق اسے حاصل ہے اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اسے سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہے' کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہے اور اس مال میں اس کا حق ثابت ہے تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور بعض کہتے ہیں کہ جس قدر اسے ملے اتنا لے لے ظلم رہے گا تو باقیوں پر رہے گا اور یہی قیاس ہے' اس لئے کہ یہ مال مسلمانوں میں مشترک تو ہے نہیں جیسے مال غنیمت جنگ لڑنے والوں میں مشترک ہوتا ہے اور نہ یہ میراث ہے کہ ورثہ کی ملک ہو گئی ہے کہ اگر بالفرض وہ مرجائیں اور ان پر تقسیم نہ ہو تو ان کے وارثوں پر وراثت کے مطابق تقسیم کرنا واجب ہو' بلکہ یہ مال حق غیر معین ہے اور اس کا تعین قبضہ سے ہے۔ یا اسے صدقات جیسا مال کہو کہ جب صدقہ سے فقراء کو ان کا حصہ دیا جاتا ہے تب ان کی ملک ہو جاتا ہے اور اگر مالک مال ظلم کرے اور صدقات سے مساکین اور مسافروں اور قرضہ داروں وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنی فقراء کو دے دے تو یہ نہ ہو گا کہ فقرا مالک کے ظلم کے سبب سے اس صدقہ کے مالک نہ ہوں یہ اس صورت میں ہے کہ بادشاہ اس کو کل مال حوالہ نہیں کرتا' بلکہ اس قدر دیتا ہے کہ اگر اوروں کو بھی دیتا اور ان کی بہ نسبت اسے زیادہ دیتا تو لینا درست ہوتا' کیونکہ عطا میں کمی بیشی بدرست ہے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو برابر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے اور انہیں دنیا بقدر کفایت ہی ہے اور جب خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو کمی بیشی کی۔ حضرت عائشہ کے لئے بارہ ہزار اور اور حضرت زینب کے لئے دس ہزار اور حضرت جویریہ کے لئے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہ کے لئے مقرر فرمایا اور ایک جاگیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے مختص کر دی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی پانچ باغ اپنے لئے مختص کئے تھے پھر اپنی ذات پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی اور فرمایا کہ یہ آپ لے لیں اور انہوں نے منظور کر لئے اور انکار نہ فرمایا۔

فائدہ : اختلافات میں یہ سب باتیں مجتہد کی جانب سے درست ہیں اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں ہم کہتے

ہیں کہ مجتہد صواب کرتا ہے' یعنی ایسے مسائل جنہیں بعینہ کوئی نص نہیں اور نہ ان کے قریب اور مثل پر نص ہے کہ وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے جیسے یہ مسئلہ ہے اور مسئلہ سزائے شراب بھی ایسا ہی ہے کہ صحابہ کرام نے اس میں چالیس کوڑے بھی لگائے اور اسی (80) بھی اور دونوں سنت کے مطابق اور حق ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صواب پر ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ دونوں کے فصل پر متفق تھے جس کو حضرت صدیق کے زمانہ میں زیادہ ملا تھا اور فاروق کے زمانہ میں کم ملا اس نے اپنی پہلی زیادتی واپس نہ کی اور نہ ان لوگوں نے جس زمانہ حضرت فاروق میں زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس بارے میں تمام صحابہ مشترک تھے۔ تمام نے یہی اعتقاد کیا کہ دونوں راہیں حق ہیں تو جن اختلاف میں مجتہد کی رائے صواب پر ہوا کرتی ہے ان میں اسی قسم کو دستور بنالینا چاہئے لیکن جس مسئلہ میں نص موجود تھی یا قیاس جلی ہے اور مجتہد غفلت سے یا سوئے تدبیر سے اس میں خلاف قیاس کہہ دیا۔ نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ میں ہم یہ نہ کہیں گے کہ ہر مجتہد صواب پر ہے بلکہ صواب پر وہی ہے جو ٹھیک نص کو پہنچا یا معنی نص کو تمام مجموعہ باتوں کے مجموعہ سے حاصل ہوا کہ جو ایسی صفت سے موصوف ہو کہ اس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کوئی خلعت یا وظیفہ لے لے' میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے فاسق نہ ہو جائے گا بلکہ فسق کی یہ علامات ہیں کہ سلطان کی خدمات اور اعانت کرے اور ان کے دربار میں جائے اور تعریف میں مبالغہ کرے اور دیگر وہ امور ''کہ بغیر ان کے بادشاہ سے کچھ نہیں ملتا'' بجالائے چنانچہ فصل ذیل میں ہم اسی کو بیان کریں گے۔

فصل نمبر6 : سلاطین کا میل جول کونسا حلال ہے اور کونسا حرام اور ان کے دربار میں جانے اور ان کی تعظیم کے احکام اور ظالم حکام اور اعمال کے ساتھ تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ (1) ان کے پاس جانا' (2) ان کا کسی کے ہاں آنا' (3) ان سے الگ رہنا نہ وہ دیکھیں نہ ہم یہی قسم ہر طرح کی برائی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اب تفصیل ملاحظہ ہو۔ (1) سلاطین کے پاس جانا شریعت میں نہایت مذموم ہے اور احادیث و آثار میں اس کے متعلق تشدیدات وارد ہیں بعض ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ فرمایا ہے اور بعد کو لکھیں گے کہ مقتضائے فتویٰ علم ظاہری کن حکام کے پاس جانا حرام ہے اور کونسا مکروہ اور مباح اس کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

احادیث مبارکہ : (1) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ظالم امراء کا ذکر فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا۔
فمن نابذهم نجا ومن اعتزلهم سلم او كاد ان يسلم ومن وقع معهم في دنيا هم فهو منهم ترجمہ: (جو ان کا خلاف کرے گا نجات پائے گا اور جو ان سے علیحدہ ہو گا یا قریب ہے کہ بچ جائے اور جو ان کے ساتھ ان کی دنیا میں رفاقت کرے گا تو وہ انہیں سے ہو گا۔

فائدہ : اس سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی ان سے علیحدہ رہے گا وہ ان کے گناہ سے محفوظ رہے گا لیکن اگر ان پر عذاب نازل ہو گا تو اس سے بچے گا' اس لئے کہ ان کے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا۔ (2) حضور

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امراء ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے تو جو کوئی ان کے جھوٹ کو سچا کہے گا اور ظلم پر ان کی اعانت کرے گا وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے اور وہ میرے پاس حوض کوثر وارد نہ ہو گا۔ (3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابغض القراء الی اللہ تعالیٰ الذین یزورون الامرا ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قرا (علماء) بدتر ہیں جو امراء (حکماء) سے ملتے ہیں۔(4) ایک حدیث میں ہے کہ امراء سے بہتر وہ ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں اور علماء میں سے بدتر وہ ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں۔ (5) حضرت انس سے حدیث مروی ہے العلماء امنا الرسل علی عباد اللہ مالم یخابطو السلطان فاذا افعلو اذلک فقد خانو الرسل فاحذروھم و اعتزلوھم ترجمہ: (علماء اللہ کے بندوں پر رسل کرام کے امین ہیں جب تک کہ حکام کو نہ ملیں جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے رسل کرام کی خیانت کی تم ان سے ڈرو اور ان سے علیحدہ رہو۔

اقوال اسلاف صالحین رحمہم اللہ : (1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتنوں کی جگہ سے دور رہو۔ عرض کی گئی کہ وہ کیا ہیں' فرمایا کہ امراء کے دروازے جب کوئی تم میں سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ پر اسے سچا کہتا ہے اور جو بات اس میں نہیں ہوتی اس میں بتاتا ہے۔ (2) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلمہ کو نصیحت کی کہ اے سلمہ سلاطین کے دروازوں پر نہ جانا کہ ان کی دنیا میں جس قدر تجھے ملے گا اس سے افضل وہ تیرے دین سے لے لیں گے۔ (3) سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخ میں ایک وادی ہے' جس میں وہی قاری (علماء) رہیں گے جو بادشاہوں کے یہاں جاتے ہیں۔ (4) اوزاعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عالم سے برا کوئی نہیں جو کسی عامل یعنی حاکم کے پاس جائے۔ (5) سمنون فرماتے ہیں کہ عالم کے حق میں کتنا برا ہے کہ جب اس کی مجلس میں کوئی آئے اور اسے نہ پائے پوچھے کہ کہاں ہے تو جواب ملے کہ وہ امیر کہ یہاں ہے۔ میں یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اسے اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول کو میں نے خود آزما لیا یعنی میں جب کبھی سلطان کے پاس گیا اور دربار سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اس پر مائل پایا باوجودیکہ میں ان سے سختی کے ساتھ بولتا ہوں اور ان کی خواہشات کے خلاف کہتا ہوں۔ (6) حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قاری عالم' عابد اگر امراء سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہے اگر دولت مندوں سے محبت کرے تو ریاء ہے۔ (7) حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ جو کسی کی محفل کو زیادہ کرے تو وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

فائدہ : مراد یہ ہے کہ ظالموں کی جماعت بڑھانے سے ظالم کہلائے گا۔ (8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے کہ انسان جب بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو اس کا دین اس کے پاس ہوتا ہے اور وہاں سے پھر کر آتا ہے تو دین رخصت ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ وہ بادشاہ کو ایسی باتوں سے خوش کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو۔ (9) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو عامل مقرر کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہے' آپ نے اسے معزول کر دیا' اس نے عرض کیا کہ میں نے تو اس کے عہد میں

تھوڑے دن کام کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کی صحبت ایک روز خواہ چند گھنٹے کی نحوست اور شرارت کے لئے کافی ہے۔ (10) حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر انسان سلطنت والے کا مقرب ہوتا جاتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ سے دور رہو جاتا ہے۔ (11) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تیل کی تجارت کرتے تھے اور فرماتے کہ اس تجارت کی وجہ سے ان سلاطین سے کچھ حاجت نہیں رہتی۔ (12) وہیب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ بادشاہوں کے یہاں جاتے ہیں وہ امت کے حق میں جواریوں سے بھی زیادہ مضر ہیں۔ (13) محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ جو قاری (عالم) ان سلاطین کے دروازے پر ہو اس کی بہ نسبت پاخانہ کے اوپر کی مکھی بہتر ہے۔ (14) جب زہر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلطان سے میل جول رکھا تو ان کے ایک برادر دینی نے اسے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اے ابوبکر تمہیں فتنوں سے بچائے کہ تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہے اسے شایان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ تم پر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں نے تم کو بھاری کر دیا ہے کہ اپنی کتاب کی سمجھ تم کو عنایت کی اور طریق اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (آل عمران 187) ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ عزوجل نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا جان رکھو کہ جس امر کے مرتکب ہوئے ہو اس کی ادنیٰ خرابی یہ ہے کہ تم نے ظلم کی وحشت کو دور کیا۔ اور اپنے قرب سے اس شخص پر گمراہی کا طریق آسان کر دیا جس نے نہ کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا' تمہیں ان لوگوں نے اپنا مقرب بنا کر اپنے ظلم کا مرکز ٹھہرا لیا اور ان کے ظلم کی چکی ہمارے گرد گھومے اور تم ان کے لئے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت میں تم پر عبور کریں۔ تم ان کی سیڑھی ہو کہ تمہاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کریں۔ تمہارے سبب سے علماء پر شک ڈالیں گے اور جاہلوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچیں گے تو جتنا انہوں نے تمہارا بگاڑ کیا اس کے مقابل تمہارا فائدہ ہیچ ہے۔ کیا تمہیں یہ خوف نہیں کہ اس آیت کے مصداق ہو جاؤ۔ مخلف من بعد ہم خلف اضا عوالصلوۃ (المریم 59) تو ان کے پیچھے نااہل لوگ جنہوں نے نماز ضائع کی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہیں رابطہ ایسے شخص سے ہے جو تمہارے حال سے ناواقف نہیں اور تمہارے افعال کے وہ لوگ محافظ ہیں۔ جو غافل نہیں۔ لہٰذا اب تم اپنے دین کا خود خیال کرو کہ اس میں ضعف آگیا ہے اور اپنے لئے آخرت کے توشہ کی تیاری کرو۔ سفر دور اور پر کٹھن ہے اور اللہ سے زمین اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں والسلام۔

فائدہ: ان اخبار و آثار سے معلوم ہوا کہ سلاطین کے میل جول میں کس طرح کے فتنے اور فسادات ہیں' مگر ہم ان کی تفصیل فقہ کے طور پر کرتے ہیں' جس سے معلوم ہو کہ اس اختلاف سے حرام کونسا ہے او رمکروہ اور مباح کونسا ہے۔

مسئلہ: جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی معیت کا تعرض کرتا ہے۔ (1) اپنے فعل سے' (2)

ساکت رہنے سے' (3) قول سے' (4) اعتقاد سے ان چاروں میں کوئی ایک شے ضرور ہوتی ہے۔ فعل کی معیت اس طرح کہ بادشاہوں کے پاس جانا اکثر احوال میں مغصوب مکانات میں ہوتا ہے اور مکانوں میں راستہ بنانا اور بلااجازت داخل ہونا حرام ہے۔ یہ امر حقیقت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگ اس میں درگزر کرتے ہیں۔' جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اٹھا لیتے ہیں' ان میں تعرض نہیں کرتے' اشتباہ اس تقریر سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ درگزر کرنا غیر مغصوب چیز ہوتا ہے یہ غصب کی چیز میں نہیں ہوتا' اس لئے کہ اگر کہا جائے کہ تھوڑی دیر بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہیں ہوتا یہ قابل درگزر ہے کہ اس طرح زمین پر گزر جانے سے کچھ نقصان نہیں تو ہر ایک گزرنے والے کے لئے یہی کہا جائے گا کہ سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب ان تمام افعال سے پورا ہوا ہے اور درگزر وہاں کیا جاتا ہے کہ گزرنے والا اکیلا ہو' کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گزر جانا برا محسوس نہیں ہوتا' لیکن جب اس کی ملک سابقہ میں راستہ عام بنایا جائے تو حرمت سب پر آجائے گی اور کسی کا بھی گزرنا جائز نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس اعتماد پر ہر ایک چلنے والے کے ایک بار گزرنے سے ملک میں نقصان نہیں آتا' کسی کی ملک کو راستہ بنا لینا درست نہیں کیونکہ سب کا گزرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ شاگرد کو معمولی طور مارنا تعلیم میں مباح ہے اسی

ا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جراح نے جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شام میں ملاقات کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع فرمایا اور بعض علماء نے اس بات میں ایسا مبالغہ کیا ہے کہ بادشاہوں کے سلام کا جواب دینا بھی منع ہے اور فرمایا کہ ان کو حقیر جان کر ان کی طرف سے منہ پھیر لے تو یہ امر باعث اجر و ثواب ہے۔ مگر

ہم کہتے ہیں کہ سلام کے جواب نہ دینے میں کلام ہے کیونکہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اس کے ظلم کی جہت سے واجب کس طرح دوسرے شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ ہمارے دور کے خوارج توحید کے نشہ میں بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کو شرک کہتے ہیں' یہ الحاد (بے دینی) بلکہ تحریف دین ہے' اس لئے کہ بزرگوں کے بوسہ (ہاتھ پاؤں) کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اس موضوع پر فقیر کی دو تصانیف ہیں یہاں اختصار کے طور چند روایات صحیحہ عرض کرتا ہوں۔ (اویسی غفرلہ)

پابوسی و دست بوسی : اہلسنت میں بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کی عادت ہے اور یہ عادت انہیں صحابہ کرام سے وراثت میں ملی ہے' چنانچہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے فنقبل یدر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورجلہ (مشکوٰۃ صفحہ 702) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومتے"۔ لیکن کمالات نبوت اور ولایت کے منکرین اسے شرک کے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ فقیر چند روایات پیش کرتا ہے تاکہ شرک کے مفتیوں کا فتویٰ ان کے منہ پر مارا جا سکے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا عمل مبارک : الادب المفرد میں امام بخاری حدیث روایت فرماتے ہیں کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاحسات بیدہ و قبلتہ آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اسے چوم لیتیں' پھر جب بی بی فاطمہ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر آتیں تو واخذ بیدہا و قبلتا آپ بی بی کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے

شرط پر کہ مارنے والا کہ تنہا ہو۔ اگر بہت سے آدمی مل کر ایک شخص کو ضرب خفیف کریں کہ جس سے وہ مر جائے تو سب پر قصاص لازم ہو گا' حالانکہ اگر اتنی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نہ تھی۔ اگر فرض کرو کہ ظالم مغصوب جگہ میں نہیں' بلکہ خود ایسی زمین میں ہے جو اس کی ملک میں ہے۔ تو اگر خیمہ وغیرہ میں ہو گا تب بھی اس کے پاس جانا حرام ہے۔ اس لئے کہ خیمہ اسی کے مال حرام سے بنا ہے اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور اس کے سایہ میں بیٹھنا حرام ہے۔ اگر فرض کیا جائے یہ سب چیزیں مال حلال سے ہیں تو اس صورت میں صرف سامنے سے گزرنے اور اسلام علیکم کہنے سے گنہگار نہ ہو گا' اگر سجدہ کرے گا یا جھکے گا یا سلام وغیرہ کے لئے کھڑا رہے گا تو ظالم کی تعظیم اس کی حکومت کی وجہ سے کریگا اور حکومت اس کے ظلم کا ساماں ہے اور ظالم کے سامنے گردن جھکانا گناہ ہے بلکہ اگر کسی ایسے دولت مند کے سامنے گردن جھکائے جو ظالم نہ ہو اور وجہ اس تعظیم کی سوائے دولت کے اور کوئی شے نہ ہو تو دین کی دو تہائی ضائع ہو جاتی ہے۔ تو جس صورت میں کہ ظالم کے سامنے یہ عمل ہو تو قیاس کرنا چاہئے کہ دین کی خرابی اس قدر ہو گی غرضیکہ سوائے لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی مباح نہیں اور ہاتھوں کو بوسہ دینا اور سلام کے لئے جھکنا حرام ہے۔

مسئلہ : اگر خوف کے سبب سے یا امام عادل کے لئے یا کسی عالم کے لئے یا اور کسی نیک آدمی کے لئے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہیں۔

فائدہ : چونکہ ہاتھ پاؤں چومنے کو بخاری وہابی شرک اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے سجدہ و تعظیم غیر اللہ لازم آتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ مندرجہ ذیل اہل صحابہ کے متعلق کیا جواب ہے۔ مثلاً سیدنا امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سیدنا امیر المومنین عمرفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' امین الامت ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمرفاروق' حضرت فاطمہ الزہرہ' زید بن ثابت' عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین! ان حضرات سے ہاتھ پاؤں چومنا ثابت بلکہ مندرجہ ذیل محدثین سے بھی مثلاً امام بخاری' امام ترمذی' امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ' امام مسلم' امام نووی' علامہ بن حجر مکی' حضرت امام اعظم' امام ابو یوسف' علامہ حلبی' سفیان بن عیینہ' علامہ بدرالدین عینی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' علامہ حموی' علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی' علامہ ابن عابدین شامی' علامہ محمد امین الاسلمی' علامہ ابن عقیل' شاہ ولی اللہ' شاہ عبدالعزیز دہلوی' علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ہمارے اکابر اولیاء کی تو شمار ہی نہیں۔ مثلاً حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظیم جیلانی' داتا گنج بخش علی ہجویری' شیخ احمد رفاعی' امام محمد غزالی' خواجہ حسن بصری' ابراہیم ادہم' امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی' شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی' خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' خواجہ فریدالدین گنج شکر' خواجہ نظام الدین اولیاء' شیخ شرف الدین یحییٰ منیری' شیخ رکن الدین عالم ملتانی شیخ حکیم سنائی' عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

احادیث صحیحہ صریحہ : (1) مشکوۃ شریف 17 میں ہے یہودیوں نے کچھ سوال کئے' حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جواب صحیح عطا فرمایا تو یہودیوں نے سن کر فقبلا یدیہ ورجلیہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے۔ یہ صحاح ستہ کی صحیح ترمذی میں بھی صفحہ

مسئلہ : بادشاہ کے پاس جانے والا بادشاہ سے کوئی بات نہ کرے۔ صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہو گا کہ اس کے فرش پر بیٹھے گا' کیونکہ بادشاہ کا سب مال حرام ہے تو اس کے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہ ہو گا (یہ امور بلحاظ فعل کے ہوئے)۔

فائدہ : دربار شاہی میں سکوت سے جانیوالا دربار میں اور بھی کچھ نہ کرے گا یہ امور تو ضروری ہیں کہ بادشاہوں کے ریشمی لباس اور جو چاندی کے برتن اور ان کے غلاموں کا ریشمی لباس یا زیور وغیرہ (جو حرام ہیں) دیکھے گا اور جو شخص گناہ کی چیز دیکھ کر خاموش رہے وہ اس برائی میں شریک ہوتا ہے اس کے سوا ان کی گفتگو میں فحش جھوٹ اور گالی اور ایذاء کے کلمات اور غیبت سنے گا اور ان سب کو سن کر چپ رہنا حرام ہے' پھر ان کو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھے گا اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ سب حرام ہے تو اس پر بھی سکوت کرنا جائز نہیں' کیونکہ اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنی زبان سے واجب ہے۔ اگر فعل سے نہ کر سکے تو اسے دل سے تو برا سمجھے؟

سوال : وہ ڈر کے مارے کچھ نہیں بولتا اس لئے یہ سکوت عذر ہے۔

جواب : اسے وہاں جانے کی ضرورت کیا تھی۔ غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہے۔ اگر یہ نہ جاتا اور ان حالات کو نہ دیکھتا تو اس کو شرعاً حکم بھی نہ ہوتا کہ امر بالمعروف بجا لائے وہ تو اپنے آپ اس ارتکاب کا سبب ہوا ہے اس لئے اس کا عذر بھی مسموع نہیں۔

مسئلہ : اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص سمجھے کہ فلاں جگہ میں فساد کی کوئی بات ہے اور مجھ سے اس کا دور کرنا ممکن نہیں تو اس کو وہاں جانا جائز نہیں تاکہ جاکر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ چاہئے اس کے دیکھنے سے احتراز کرے۔

خوشامد کی مذمت : سلطان ظالم کیلئے دعا اور ثنا کے لئے یا جو کوئی صریح باطل قول اس کی زبان سے نکلے تو کہہ دے کہ حضور بجا فرماتے ہیں یا سر سے اشارہ کر دے کہ درست ہے یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اس کی محبت اور طرف داری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اس کی عمر درازی اور بقاء کے حرص کا بیان کرے' کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ دربار میں جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہے گا' کچھ نہ کچھ بولے گا تو وہاں کا کلام انہیں اقسام میں سے کوئی نہ کوئی ہو گا۔

مسئلہ : دعا میں ظالم کے لئے یہ الفاظ بولنا جائز ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی کی توفیق دے یا اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق خیر

---

94 مجلد 2۔ (2) ایک اعرابی نے معجزہ طلب کیا آپ نے معجزہ دکھایا تو عرض کی اذن لی اسجد لک اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں آپ نے منع فرمایا۔ ایذن لی ان اقبل یدیک و رجلیک فاذن کہ شفاء شریف صفحہ 196) مجھے اجازت فرمائیے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بوسہ دوں اس پر اسے آپ نے اجازت بخشی۔

عنایت فرمائے یا اپنی اطاعت میں آپ کی زندگی کرے' جو بھی اس قسم کے الفاظ ہوں تو جائز ہے۔

مسئلہ : اسے آقاء و مولا کہہ کر طول بقاو حراست میں اتمام نعمت کی دعا مانگنا جائز نہیں۔

احادیث مبارک : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من دعا لظالم بالبقاء فقدا احب ان یعصی اللہ فی ارضہ ترجمہ: جس نے ظالم کے لئے بقا کی دعا مانگی اس نے اللہ کی زمین معیت کی۔

مسئلہ : اگر دعا میں مبالغہ کرکے اس کی ثناء کرے گا تو بعید نہیں کہ وہ صفات ذکر کرے جو اس میں نہ ہوں تو اس ۔ جھوٹا اور منافق اور ظالم کی تعظیم کرنے والا ہو گا اور یہ تین گناہ ہیں۔

حدیث 2 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے جس وقت کے فاسق کی تعریف کی جاتی ہے۔

حدیث 3 : من اکرم فاسقا فقد اعان علی ہرم الاسلام ترجمہ: (جس نے فاسق کی تعریف کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد کی)

مسئلہ : مدح سے گزر کر اس کے قول کو سچا کہے گا یا اس کے افعال کو اچھا بتائے گا تو گناہ گار ہو گا اس لئے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اس پر مدح کرنا گویا اس معصیت پر مدد کرنا ہے اور اس کی رغبت پر متحرک کرنا جیسا کہ ظالم کو برا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا اسی کام کے زجر اور اس کے لوازم کے کمزور کرنے میں مفید ہوتا ہے اور معصیت پر اعانت بھی معصیت ہے اگرچہ ایک لفظ کہے یا آدھا۔

حکایت : حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل میں مر رہا ہے اس کو پانی پلانا جائز یا نہیں' آپ نے فرمایا کہ نہیں اسے مرنے دینا چاہئے' کیونکہ پانی پلانا اس کی اعانت ہے اور بعض علماء کا اس مسئلہ میں یہ قول ہے کہ اسے اتنا پانی ضرور پلائے کہ اس کے دم میں دم آجائے۔

مسئلہ : اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہو گا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت میں مبتلا ہو گا۔ اگر سچا ہو گا تو ظالم کی محبت اور بقا چاہنے کی وجہ سے سے گنہگار ہوگا' کیونکہ وہ مستحق ہے کہ اس سے بغض للہ کیا جائے اور بغض فی اللہ واجب ہے اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونیوالا گنہگار ہے۔

مسئلہ : جو شخص ظالم سے محبت کرے گا وہ اگر ظلم کے باعث کرے گا تب تو اس کی محبت کے سبب سے گنہگار ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اس سے بغض رکھے اور اس نے بغض کی بجائے بلکہ الٹا اس سے محبت کی۔

مسئلہ : اگر ایک شخص میں دو باتیں خیر و شر کی جمع ہوں تو چاہئے خیر کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے اور شر کی وجہ سے اسے برا سمجھا جائے اور باب پنجم میں ہم بیان کریں گے کہ بغض اور محبت جمع کس طرح ہو سکتی ہیں۔

فائدہ : اگر ان تمام باتوں سے محفوظ رہے گویا محفوظ رہنے کا یقین ہو لیکن اپنے دل میں خرابی سے بالکل نہ بچے گا' یعنی سوچے گا کہ ظالم اتنی بڑی آسائش میں ہے' اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہے اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ممانعت کے خلاف کریگا۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یامعشر المهاجرین لا تدخلوا علی اهل الدنیا فانها مسنخطة یلرزق ترجمہ: (اے مہاجرو دنیاداروں کے پاس مت جاؤ' اس لئے کہ دنیا روزی کو ناراض' کر دیتی ہے)۔ اس کے سوا اتنی خرابیاں اس کے جانے میں اور ہوں گی وہ یہ کہ دوسرے لوگ اس کا اقتداء کریں گے اور خود بھی میں شریک ہو کر ان کی جماعت کو زیادہ کرے گا۔ اگر یہ شخص ان کے تجمل کا سبب ہو گا تو اپنے جانے سے ان کے تجمل کو بڑھادے گا اور یہ تمام امور مکروہ ہیں یا ممنوع۔

حکایت : حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان (جو عبدالمالک کے بیٹے تھے) ان دونوں کی بیعت کرلو۔ آپ نے فرمایا جب تک رات دن بدلتے ہیں میں ان دو کی بیعت نہ کروں گا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تو ایک دروازے سے جا کر دوسرے سے نکل آنا۔ آپ نے فرمایا کہ بخدا کبھی نہ کروں گا۔ اس لئے کہ شاید کوئی میری اقتداء کرے۔ آپ کو سو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہاں جانا منظور نہ کیا۔

فائدہ : سلاطین کے صرف اکراماً نہ بلایا گیا ہو اسے یہ معلوم ہو کہ اگر میں نہ جاؤں تو مجھے ستائیں گے۔ بارعیت کی طاقت فاسد ہو جائے گی اور انتظام درہم برہم ہو گا تو اس صورت میں اس پر جانا واجب ہو گا مگر نہ ان کی اطاعت کیلئے بلکہ مصلحت مخلوق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہ ہو۔ (2) اس لئے ان کے پاس جائے کہ کسی بھائی مسلمان سے ظلم کو ہٹائے یا یہ نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہ ہو۔ خواہ اس کو سمجھانے سے یا فریاد واویلا کرنے سے تو اس طرح جانے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ جھوٹ نہ بولے اور نہ اس کی تعریف کرے اور جو نصیحت کے قبول ہونے کی توقع ہو اسے بیان کئے بغیر نہ رہے (یہ حکم ہے بادشاہوں کے پاس جانے کا) (2) خود سلطان ظالم تمہاری ملاقات کو آئے تو اس صورت میں جواب سلام دینا ضروری ہے۔ اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہیں' اس لئے کہ اس نے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اس وجہ سے قابل تعظیم ہو گیا' جس ظلم کے باعث مستحق دوری کا تھا تو تعظیم کے بدلے میں تعظیم اور اسلام کے بدلے میں جواب دینا چاہئے۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ اگر بادشاہ خلوت میں آئے تو اس کے لئے کھڑا نہ ہو تاکہ اس وجہ سے اس کو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اس کی نظر میں حقیر محسوس ہو۔

مسئلہ : اگر یقین کرے کہ یہ دین کے لئے خفا ہوتے ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ روگردانی کرتا ہے اسی سے اس

کے خاص بندے اعتراض کرتے ہیں۔

مسئلہ : اگر مجمع میں ملاقات کو آئے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا ان کی رعایا کے سامنے ضروری ہے۔ پس اس نیت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ : اگر یقین کرے نہ کھڑے ہونے سے رعیت میں کچھ فساد نہ ہو گا اور اس کے غصے سے کچھ ایذا نہ پہنچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ : ملاقات کے بعد واجب ہے کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جس کی حرمت نہ جانتا ہو اور توقع نہ ہو کہ حرمت جان جائے گا تو چھوڑ دے گا تو اسے اس چیز کی حرمت بتا دینا واجب ہے اور جن چیزوں کی حرمت اس کو خود معلوم ہے مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا ان کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ جن گناہوں کا وہ مرتکب ہے اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کرے گا تو ان گناہوں سے ڈرا دینا چاہئے اور ایک یہ واجب ہے کہ سلطان کو ازراہ مصلحت بتا دے یعنی اگر ظالم کی مطلب براری کا کوئی طریقہ موافق شرعاً کے خود جانتا ہو تو اسے بتا دے تاکہ اس کا مطلب بھی پورا ہو اور ظلم سے بھی بچا رہے۔

مسئلہ : اگر یہ محسوس کرے کہ سلطان میں بات تاثیر کرے گی تو تین باتیں اس پر واجب ہیں (1) سلطان کو معلوم نہ ہو اس کو بتا دینا' (2) جن باتوں کو وہ عملاً کرتا ہے ان سے زجرو توبیخ کرنا' (3) جس چیز سے وہ غافل ہو اس کی طرف رہنمائی کرنا اور یہ تینوں باتیں اس شخص کو لازم ہیں جن کو خود بادشاہ کے پاس جانے کا اتفاق ہو عذر سے یا بلاعذر حکایت محمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے گھر میں صرف چار چیزیں دیکھیں۔ (1) بیٹھنے کا بوریا' (2) تلاوت کا قرآن' (3) کتابوں کا بستہ' (4) وضو کا لوٹا۔ ایک دن میں ان کے ہاں تھا کسی نے دروازے پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہے' آپ نے اجازت دی وہ اندر آکر بیٹھ گیا اور عرض کی کہ کیا بات ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر رعب چھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم دین جب اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اس سے ہر شے ڈرتی ہے' جب علم سے دنیا جمع کرنا چاہتا تو وہ ہر چیز سے خود ڈرتا ہے۔ پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درہم آپ کو نذر دیئے اور عرض کی کہ اپنی ضروریات میں صرف فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں پر تم نے ظلم کرکے یہ حاصل کئے ہیں' انہیں واپس کردو۔ اس نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں نے آپ کی نذر وہ مال پیش کیا ہے جو مجھے وراثت میں ملا ہے میں نے ظلم سے کسی سے نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے مال کی ضرورت نہیں اس نے عرض کیا کہ آپ لیکر لوگوں پر تقسیم کر دیں' آپ نے فرمایا کہ میں تقسیم کرنے میں شاید عدل نہ کر سکوں مجھے ڈر ہے کہ جس کو اس میں سے کچھ نہ ملے تو وہ کہے گا کہ اس نے تقسیم میں عدل نہیں کیا۔ پھر میری وجہ سے اسے گناہ ہو گا' اسی لئے ان کو مجھ سے علیحدہ رکھئے۔

سلاطین سے علیحدگی : سالک پر لازم ہے کہ نہ خود ان کو دیکھے نہ وہ اسے دیکھیں اور یہ واجب ہے۔ اس لئے

کہ سلامتی اسی میں ہے۔ اسی لئے سالک پر واجب ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل میں ان کے عداوت رکھے اور نہ ان کی بقا چاہئے اور نہ ان کی تعریف کرے نہ ان کے حالات کا مداح ہو جو لوگ ان کے قریب رہتے ہیں ان کے نزدیک نہ جائے اور ان سے دور رہنے کی وجہ سے اگر کوئی چیز نہ ملے تو افسوس نہ کرے محبت نہ کرے گا کیونکہ جس نے اس کو میرے ہاتھ پکڑنے کے لئے مسخر کیا ہے' اسی کی خاطر میں اس سے بغض رکھتا ہوں۔

فائدہ : تقریر گزشتہ سے معلوم ہوا کہ اسی زمانہ میں سلاطین سے مال لینا اگرچہ وجہ حلال سے ہو ممنوع اور مذموم ہے۔ اسی لئے کہ ان خرابیوں سے مذکورہ بالا خالی نہیں ہوتا۔

سوال : مال لینا اور مساکین کو دینا تو درست ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلطان کا مال چرا کر یا اس کی امانت کو چھپا کر عوام کو تقسیم کر دیا جائے؟

جواب : یہ جائز نہیں اس لئے کہ کیا معلوم شاید اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت میں ہو کہ اسے واپس کر دوں گا اور یہ مال ویسا نہیں ہو سکتا جیسے وہ خود تمہارے پاس بھیج دے کیونکہ عقل مند سلطان پر یہ گمان نہیں کرتا کہ جس مال کا مالک اسے معلوم ہو اس کو خیرات کر دے تو اس کا دینا اس کی دلیل ہے کہ اس کو مالک کا حال معلوم نہیں' پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے حالات اس پر مشتبہ رہتے ہیں تو وہ مال قبول نہیں کرتا' جب تک کہ اچھی طرح دریافت نہ کرے۔ پھر چوری کیسے ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اس نے ادھار خریدا ہو کہ بظاہر اس کا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہے بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پائے پھر ظاہر ہو کہ اس کا مالک کوئی لشکری ہے اور یہ احتمال ہو کہ اس نے وہ چیز ادھار کرلی ہو گی یا اور کسی طور سے اس کی ملک میں آئی ہو گی تو اس چیز کا اسے واپس کرنا واجب ہے۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ سلاطین کا مال چرانا واجب نہیں نہ خود ان سے اور نہ اس سے کہ جس کے پاس انہوں نے ودیعت رکھا ہو اور ان کی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہیں اور جو کوئی ان کا مال چرائے اس پر چوری کی سزا واجب ہے' لیکن اگر چور دعویٰ کرے کہ یہ مال ان کی ملک نہیں تو دعویٰ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ : سلاطین کیساتھ کاروبار کرنا حرام ہے اس سے کہ ان کے اکثر اموال حرام ہوتے ہیں' تو جو کچھ عوض میں آئے گا وہ حرام ہی ہو گا ہاں اگر وہ چیز کی قیمت ایسی جگہ سے دیں جس کی حلت بھی یقیناً معلوم ہو تو اس میں کلام ہے جو شے ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہے اگر یہ معلوم ہو کہ بیع لیکر وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کریں گے مثلاً ریشمی کپڑا بیچ ہے اور بالغ کو معلوم ہو کہ سلطان اس کو پہنے گا تو یہ بیع حرام جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانے والے کے ہاتھ۔ اس صورت میں ہے کہ بیع درست ہو اگر یہ احتمال ہو کہ بادشاہ خود پہنے گا اور یہ احتمال بھی ہو۔

فائدہ : ہاں خلاف مستورات کو پہنائے گا تو یہ بوجہ معاملہ شبہ کے مکروہ ہو گا۔

فائدہ : یہ ان اشیاء کا حال ہے جن سے خود اس سے معصیت ہوتی ہے۔

مسئلہ : یہی حال ان سے گھوڑا بیچنے کا ہے خصوصاً جب مسلمانوں سے لڑنے یا ان سے خراج لینے کے لئے سوار ہوتے ہوں کیونکہ اس سے بھی ان کی اعانت ہوتی ہے اور گناہ کی اعانت بھی ممنوع ہے۔

مسئلہ : وہ چیزیں جس سے خود معصیت نہیں بلکہ ذریعہ معصیت ہیں' جیسے دراہم و دنانیر کا بیچنا' یا ان جیسی اور اشیاء تو یہ بیع بھی مکروہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ظلم پر اعانت ہے کیونکہ وہ ظلم کرنے میں مال اور گھوڑوں اور اسباب ہی سے اعانت کرتے ہیں۔

مسئلہ : یہ کراہت ان کو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے اور ان کا کام بلااجرت کر دینے میں بھی جاری ہے' یہاں تک کہ ان کی تعلیم میں اور ان کی اولاد کو رسم خط و کتابت اور حساب سکھلانے میں بھی ہاں قرآن سکھلانا مکروہ نہیں' اس میں اگر کراہت ہے تو بلحاظ اجرت لینے کے ہے کہ وہ حرام مال سے حاصل ہوتی ہے۔

مسئلہ : اس کی حلت اگر قطعی معلوم ہو تو حرج نہیں۔

مسئلہ : اگر سلاطین کو اپنا وکیل بنائیں کہ بازاروں سے ان کے لئے خرید و فروخت بلکہ تجارت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر کسی سے چیز خریدے گا جس سے جانتا ہے کہ وہ اس سے گناہ کا کام کریں گے جیسے غلام لواطت کے لئے اور ریشمی کپڑا لباس کیلئے ایسے ہی ظلم اور قتل وغیرہ اور گھوڑا سوار کے لئے تو یہ حرام ہو گا۔

مسئلہ : بیع سے اگر قصد معصیت ظاہر ہو گا تو حرمت حاصل ہو گی۔ اگر قصہ ظاہر نہ ہو گا لیکن مقتضائے دلالت حال پایا جاتا ہو گا تو کراہت ہو گی۔

مسئلہ : جو بازار سلاطین نے حرام سے بنائے ہیں ان میں تجارت حرام ہے اور ان میں سکونت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی سوداگر ان میں رہ کر شرعی طریق سے کچھ حاصل کرے گا تو اس کا مال حرام نہ ہو گا مگر سکونت کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور عوام کو ان تاجروں سے خریدنا درست ہے لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں سے خریدیں' کیونکہ ان تاجروں سے خریدنے میں ان کو سکونت پر اعانت اور دکانوں کے لئے کرایہ کا زیادہ کرنا ہے اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے خراج مقرر نہیں کیا اس میں کاروبار کرنا جائز ہے بہ نسبت ان منڈیوں کے جن پر خراج ہے اور بعض لوگوں نے اتنا مبالغہ کیا ہے کہ جن اراضی پر سلاطین نے خراج مقرر کیا ہے ان زمینداروں اور کسانوں سے بھی کاروبار جائز نہیں' اس لئے کہ بعض اوقات جو مال ان کو ملتا ہے اسے خراج میں ادا کر دیتے ہیں تو اعانت ظلم ہو جاتی ہے۔ مگر یہ دین میں غلو کرنا اور مسلمانوں پر تنگی ڈالنا ہے' اس لئے کہ خراج تمام زمینوں پر ہو گیا ہے اور زمین کی پیداوار کے بغیر لوگ رہ نہیں سکتے اور اس کے منع کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی' اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہئے کہ مالک کو زمین کی کاشت کرنا بھی حرام ہو تاکہ اس سے خراج کا مطالبہ نہ ہو اور

اسی طرح ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہو جائے گا۔

مسئلہ : بادشاہوں کے قاضیوں کو کام اور عیال اور خدام سے بھی کاروبار حرام ہے جیسے خود ان سے حرام ہے، معتبر قاضیوں وغیرہ سے حرمت زیادہ ہے، اس لئے کہ وہ قاضی صریح مال حرام لیتے ہیں اور ظالموں کی جماعت کو زیادہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے لباس سے دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ وہ علماء کا لباس پہن کر سلاطین سے میل جول رکھ کر ان کے مال لیتے ہیں اور ان کی فطرت میں ہے کہ اہل جاہ و حشمت کی مشابہت اور اقتداء ہو تو مخلوق کے ان کی طرف مائل کرنے کا باعث ہوتا ہے اور بادشاہ کے خدام و عمال سے کاروبار اس لئے حرام ہے کہ ان کا اکثر مال غصب کا ہوتا ہے ان کے ہاں اکثر مال مصلحت اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہیں ہوتا، تاکہ کہا جاسکے کہ ان کے مال میں مال حلال کے مل جانے سے شعبہ حرمت کمزور ہو گیا۔

حکایت : حضرت طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سلاطین کے قاضیوں کے ہاں گواہی نہیں دیتا، اگرچہ واقعہ مجھے یقیناً معلوم ہو اس لئے کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ لوگ ان پر زیادتی نہ کریں، جن پر میں گواہی دوں، خلاصہ یہ کہ رعایا کی خرابی بادشاہوں کی خرابی سے ہوئی اور بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی (علماء) خراب نہ ہوتے تو بادشاہ نہ بگڑتے اس خوف سے کہ شاید یہ لوگ کہیں ہمیں برا سمجھ کر حکم نہ مانیں۔

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور پناہ میں رہے گی جب تک کہ اس کے قاری (علماء) امراء کی موافقت نہ کریں گے۔

فائدہ : اس حکم میں قراء کا اس لئے ذکر فرمایا کہ وہی اس زمانے میں علماء تھے اور ان کا علم صرف قرآن مجید تھا اور اس کے معنی جو حدیث سے سمجھے جاتے ہیں اور ان کے سوا اور علوم ان کے بعد پیدا ہوئے۔

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں سے میل جول نہ کرو اور نہ اس سے جو بادشاہوں سے ملتے ہیں اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والا اور کاغذ اور سوف والا سب ایک دوسرے کے شریک ہیں۔

فائدہ : آپ نے درست فرمایا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس اشخاص کو لعنت کی ان میں نچوڑنے والا بھی ہے۔

فائدہ : حضرت ابن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سود کھانے والا اور کھلانے والا اور دونوں گواہ اور کاتب سود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سب ملعون ہیں۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سلطان کا خط کہیں نہ لے جاؤ جب تک کہ یقین نہ کر لو کہ اس میں کوئی مضمون ظلم کا تو نہیں۔

حکایت : حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلیفہ وقت کو دوات اٹھا کر دینے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ

جب تک یقین نہ کر لوں کہ تم کیا لکھو گئے' خلاصہ یہ کہ سلاطین کے گرد وپیش جتنے خدام اور لواحقین ہوتے ہیں سب ظالم ہیں ان سے بغض رکھنا واجب ہے۔

حکایت : عثمان بن زائدہ سے کسی سپاہی نے راستہ پوچھا وہ خاموش رہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اس خوف سے کہ شاید ظلم کو جاتا ہو تو راستہ بتانے سے ظلم پر اعانت ہو گی۔

فائدہ : یہ مبالغہ جو سلاطین کے بارے میں سلف صالحین سے فاسق تاجروں اور جولاہوں اور لگانے والوں اور حمامیوں اور زرگروں اور رنگ ریزوں اور دوسرے پیشہ وروں کیساتھ منقول نہیں باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگوں پر غالب ہے بلکہ ذمی کافروں کیساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہیں یہ تشدد ظالموں کیساتھ ہے اس لئے کہ وہ یتیموں اور مسکینوں کے مال کھاتے اور ہمیشہ مسلمانوں کو ستاتے ہیں اور شریعت کے آثار و علامات کے مٹانے پر آمادہ ہیں۔

فائدہ : تشدد کی وجہ ان کے ساتھ یہ ہے کہ معصیت دو قسم کی ہے۔ (1) لازم' (2) متعدی فسق اور کفر و قصور لازم میں یعنی ان کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہے اور کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اور حکام کی معصیت ظلم سے ہے اور متعدی ہے' اسی وجہ سے ان کے متعلق تشدد زیادہ ہے اور جس قدر ان کا ظلم زیادہ اور عام ہو گا' اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ناراضگی کے مستحق ہوں گے۔ اس لئے ان سے زیادہ اجتناب اور ان کے لین دین سے شدت احتراز واجب ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یقال للشوطی دع سوطک وادخل النار ترجمہ (سپاہی کو کہا جائے گا کہ کوڑا رکھ دے اور دوزخ میں چلا جا) اور فرمایا من اشراط اساعتہ رجال معھم سیاط کاذناب البقر ترجمہ: (قیامت کی علامت میں سے ہے ان کا ہونا جو گائے کے دم کی طرح کوڑا اپنے ساتھ رکھتے ہوں)۔

فائدہ : یہ حکم عام ہے اور جو ظلم وغیرہ میں معروف ہیں وہ تو معروف ہی ہیں اور جو معروف نہیں اس کی علامت قبا پہننا اور مونچھیں بڑی ہونا اور ان کی تمام ہیئات مشہور ہیں تو جو کوئی اس ہیئت پر نظر آوے اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور یہ عمل بدگمانی میں داخل نہیں' اس لئے کہ اس نے خود خطا کی کہ ظالموں کا لباس پہنا' لباس کی برابری سے دل کی مساوات معلوم ہوتی ہے اور دیوانہ وہی بنتا ہے جو مجنون ہو اور فاسقوں کی صورت وہی بنائے گا جو فاسق ہو گا۔ ہاں فاسق کبھی نیک بختوں کی صورت بنا لیتا ہے' مگر نیک بخت کو لائق نہیں کہ فسادیوں کی سی صورت بنائے۔ کیونکہ اس حرکت سے ان کی جماعت کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان الذین توفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم (النساء 97) ترجمہ کنزالایمان: (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے) مشرکوں سے مل کر ان کی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے۔

حکایت : مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ میں تیری قوم سے چالیس ہزار نیک

بندے اور ساٹھ ہزار برے تباہ کروں گا۔ انہوں نے عرض کی کہ نیکوں کی تباہی کی کیا وجہ ہے ارشاد ہوا کہ انہوں نے میرے غصہ کے ساتھ بروں پر غصہ نہ کیا اور ان کے کھانے پینے میں شریک رہے۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ ظالموں سے بغض رکھنا اور اللہ کے لئے ان پر غصہ کرنا واجب ہے۔

حدیث : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علماء بنی اسرائیل کو لعنت کی اسی لئے کہ انہوں نے معاش میں ظالموں کے ساتھ میل جول رکھا۔

مسئلہ : جو مکانات ظالموں کے تعمیر کردہ ہوں مثلاً پل اور سڑکیں اور مسجدیں اور باولیاں تو ان میں بھی احتیاط کرنا چاہئے یعنی پلوں کے اوپر سے گزرنا بوقت ضرورت جائز ہے اور حتیٰ الوسع اس سے احتراز کرنا تقویٰ ہے اگر کوئی کشتی مل جائے تو تقویٰ موکد ہو جاتا ہے۔

فائدہ : باوجود کشتی ملنے کے جو ہم نے پلوں پر گزرنا جائز کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے جب پلوں کا مالک معین معلوم نہیں تو ان کا حکم یہی ہے کہ خیرات میں صرف کی جائیں اور ان پر گزرنا بھی ایک اور خیر ہے' لیکن اگر معلوم ہو کہ پل کی اینٹیں اور پتھر فلاں مکان سے یا مقبرہ یا مسجد سے اکھاڑ کر لگائے گئے تو اس پل پر گزرنا جائز نہیں' ہاں اگر ایسی مجبوری ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے غیر کا مال حلال ہو جاتا ہے تو حرج نہیں کہ اس پر گزر کر چیز کے مالک سے معاف کرا لے' بشرطیکہ اسے جانتا ہو۔

مسئلہ : اگر مسجد زمین مغصوب میں تعمیر کی گئی ہو یا کسی اور مسجد کی سامان یا کسی مالک معین کی غصب کر کے لگائی گئی ہو تو اس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہئے کہ خود اس کے پیچھے مسجد کے باہر کھڑا ہو اس لئے کہ غصب کی زمین میں نماز ادا کرنا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اقتداء کے حکم میں بھی معتقد ہے مگر اس کے اندر قیام سے گنہگار ہو گا۔

مسئلہ : اگر مسجد ایسے مال سے بنائی گئی کہ جس کا مالک معلوم نہ ہو تو اگر دوسری مسجد مل سکے تو تقویٰ یہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جائے اور اگر دوسری مسجد نہ ہو تو جمعہ اور جماعت اس میں ترک نہ کرے اس لئے کہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ شاید بنانے والے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گویا احتمال ان ظالموں کے حالات کے لحاظ سے بعید ہے۔

مسئلہ : اگر اس کا مالک معین نہیں تو مسلمانوں کی بہتری کے لئے ہے اس میں نماز پڑھنا کوئی حرج نہیں اور اس صورت میں کہ بڑی مسجدیں کئی ظالم بادشاہ کی تعمیر شدہ ہوں تو باوجود مسجد میں گنجائش کے جو کہ کوئی اس عمارت میں نماز پڑھے گا اس کا عذر تقویٰ میں غیر مسموع ہو گا۔

حکایت : امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ جماعت کی نماز کیلئے کیوں نہیں جاتے اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ ہم لشکر میں خدمت کے لئے موجود ہیں آپ نے فرمایا کہ میری حجت یہ ہے کہ حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم تیمی رحمہمٔ علیہم کو خوف تھا کہ حجاج ان کو فتنہ میں نہ ڈالے اس لئے شریک جماعت نہ ہوتے تھے میں بھی خوف کرتا ہوں کہ

فتنہ میں مبتلا نہ ہوں اس لئے میں جماعت کے لئے مسجد میں نہیں جاتا۔

مسئلہ : مسجد کی میناکاری اور نقش و نگار مانع نہیں کہ اس میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ چیزیں فائدہ کی نہیں صرف زینت کی ہیں اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے لئے جائے تو ان کی طرف نگاہ نہ کرے۔

مسئلہ : چٹائیاں جو مسجد میں ڈالتے ہیں اگر ان کا کوئی مالک معین ہو تو ان پر بیٹھنا حرام ہے' ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لئے ہوتی ہیں تو ان کا بچھانا جائز ہے مگر حتی الوسع ترک کرنا اور دوسری مسجد میں جہاں فرش ظالموں کا فرش ڈالا ہوا نہ ہو تو نہ جانا مقتضائے تقویٰ ہے اس لئے کہ ان کی چٹائیاں شبہ کا مقام ہیں۔

مسئلہ : سقایہ کا حکم بھی وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ تقویٰ کے رو سے ان میں وضو کرنا اور پانی پینا اور ان اندر جانا درست نہیں' لیکن اگر نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو وضو کرے اور یہی حال مکہ مکرمہ کے راستوں کے چشموں کا ہے۔ یہ اسی دور کے مطابق ہے آج کل یہ حکم اس پر جاری نہیں)

مسئلہ : مدارس کی زمین اگر مغصوب ہو یا اینٹیں کسی معین جگہ سے اٹھوا کر لگائی گئی ہوں اور ان کے مستحق کو واپس کرنا ممکن ہو تو ان کے اندر جانے کی اجازت نہیں' اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر میں لگی ہیں اسی لئے ان میں جانے کا حرج نہیں مگر احتیاط ان سے اجتناب بہتر ہے۔ ہاں ان کے اندر جانے سے فسق لازم نہ آئے گا۔

مسئلہ : یہ عمارات اگر بادشاہوں کے خدام نے بنائی ہوں تو ان کا معاملہ نہایت دشوار ہے اس لئے کہ لاوارث اموال کو مصالحتوں میں خرچ کرنے کا انہیں اختیار نہیں' ایک وجہ یہ ہے کہ ان کا مال غالباً حرام ہوتا ہے' کیونکہ مال برائے مصالح ان کو لینا درست نہیں' یہ کام والیان ملک اور ارباب حکومت کا ہے۔

مسئلہ : زمین مغصوب اگر شارع عام کر دی جائے تو اس پر چلنا جائز نہیں' اگر اس کا کوئی مالک معین نہ ہو تو چلنا جائز ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ حتی الوسع اس پر نہ چلے۔

مسئلہ : اگر شارع عام مباح ہو اور اس پر اگر چھت ڈال دی گئی ہو تو اس پر گزر جانا اور اس کی چھت کے نیچے بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان میں بوجہ ضرورت بیٹھتے ہیں تو جائز ہے' مگر دھوپ یا بارش کے بچاؤ کیلئے اس کے نیچے بیٹھنا حرام ہے۔ اس لئے کہ چھت انہیں اغراض کے لئے بناتے ہیں اور جب وہ خود حرام ہے تو اس سے نفع لینا بھی حرام ہے۔

مسئلہ : یہی حکم اس شخص کا ہے جو مسجد یا زمین مباح میں جائے' لیکن اس کی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اس پر گزرنے سے منتفع نہیں ہو گا مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے آڑ مطلوب ہو تو حرام ہے۔ اس لئے کہ حرام سے انتفاع ہوا جیسے زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہے' ایسے ہی چھت سے سایہ لینے میں انتفاع ہو تو دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

مسائل متفرقہ : ان کی ضرورت بہت زیادہ ہوتی ہے اور ان کے متعلق باربار پوچھنا پڑتا ہے۔

مسئلہ : بعض صوفی بازار میں جاکر طعام جمع کرتے ہیں یانقد لیکر اس کا کھانا خریدتے ہیں تو اس کھانے میں سے کھانا حلال ہے کیا یہ صوفیوں کے لئے مخصوص ہے یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ صوفیہ کے حق میں اس سے کھانے کی حلت میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اور غیر صوفی اگر خادم کی رضامندی سے کھائیں گے تو ان کو بھی حلال ہے۔ مگر شبہ سے خالی نہیں۔ حلت کی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کے خدام کو جو کوئی کچھ دیتا ہے وہ صوفیوں کی وجہ سے دیتا ہے اگر لینے والا خود بھی صوفی نہیں ہوتا تو یہ ایسا ہے جیسے عیالدار کا عیال کی وجہ سے کچھ مال لوگوں سے حاصل کرے' کیونکہ وہ ان کا کفیل ہے اور جو کچھ وہ لیتا ہے وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے عیال کی ملک نہیں ہوتی اور اس کو جائز ہے کہ عیال کے سوا دوسروں کو کھلائے اور یہ بھی بعید ہے کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ دینے والے کی ملک سے باہر نہیں ہوا اور خادم اس سے کوئی چیز خریدنے اور سپرد کرنے پر مسلط نہیں اس لئے کہ اس کا انجام کار یہ ہے کہ صرف لین دین کافی نہیں' حالانکہ یہ بات ضعیف ہے قوی نہیں ہے کہ لین دین کافی ہو خصوصاً صدقات اور ہدیہ میں کوئی ایسا نہیں کہ لین دین کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی بعید ہے کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ ان صوفیوں کی ملک ہو گیا۔ جو خادم کے بھیک مانگنے کے وقت خانقاہ میں موجود ہیں اس لئے کہ بالاتفاق خادم مذکور کو جائز ہے کہ جو ان کے بعد آئے اس کو اس کھانے سے کھلا دے اگر بالفرض موجودہ اشخاص یا ان میں سے کوئی مر جائے تو واجب نہیں کہ اس کا حصہ اس کے وارثوں پر خرچ کرے اور یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ خادم کو دیا جانا جنہیں صوفیہ کیلئے ہے' اس کا دیگر کوئی شخص مستحق نہیں' اس لئے کہ یہ ملک کا دور کرنا جنس کی طرف سے اس بات کا موجب نہیں کہ چند افراد اس کے تصرف میں تسلط کر دیئے جائیں کیونکہ اس میں تو بے شمار صوفیہ داخل ہیں بلکہ قیامت تک جو صوفیہ کی جنس کا پیدا ہو گا وہ بھی داخل ہے اور ایسے اموال میں حکام تصرف کیا کرتے ہیں خادم ساری جنس کا نائب نہیں ہو سکتا۔ اہم بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہے اور وہ صوفیوں کو شرط تصوف اور مروت کی وجہ سے کھلاتا ہے اگر وہ ان کے کھانے سے منع کر دے تو وہ بھی اس کو روک دیں کہ ہماری کفالت کے نام سے سوال نہ کرو پھر عوام اس لئے سلوک نہ کریں گے جیسے عیالدار کیساتھ عیال کی وجہ سے کرتے ہیں اگر عیال نہ رہے تو لوگ سلوک سے ہاتھ روک لیں۔

مسئلہ : مجھ سے پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیوں کے لئے وصیت کیا گیا اس کا صرف کرنا کس پر جائز ہے میں نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہے اس پر واقفیت نہیں ہوا کرتی اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ حقیقت تصوف کو مطلقاً منضبط کر دیں بلکہ چند امور ظاہری بیان کر سکتے ہیں جن پر اعتماد کر کے اہل عرف کسی کو صوفی کہا کرتے ہیں اور فائدہ کلیہ یہ ہے کہ ایسی صفت سے موصوف ہو۔ اگر صوفیوں کی خانقاہ میں اترے تو اس کا وہاں رہنا اور ان حضرات سے میل جول ان کے نزدیک برا نہ ہو تو ایسا شخص صوفیوں کے گروہ میں داخل ہو گا۔

صوفیانہ صفات و علامات : (1) نیک بختی' (2) فقیری' (3) لباس صوفیہ' (4) کسی کاروبار میں مشغول نہ ہونا' (5) خانقاہ میں بطور ایک ساتھ رہنے کے ان سے ملاجلا رہنا ان صفات میں سے یہ پانچ ہیں بعض ایسی ہیں کہ اگر کسی میں نہ ہوں تو صوفی کا لفظ اس پر نہ بولا جائے گا اور بعض ایسی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو دوسری صفات سے ان کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : جس میں نیک بختی نہ ہو' بلکہ فسق ہو تو وہ اس مال کا مستحق نہ ہو گا۔ اس لئے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہیں جو صفت مخصوص کیساتھ موصوف ہو تو جس کا فسق ظاہر ہو گا۔ گو وہ لباس صوفیوں کا رکھتا ہو اس مال کا مستحق نہیں جو صوفیوں کے لئے وصیت ہوا ہو اور ہم صغیرہ گناہوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ فسق سے غرض ارتکاب کبیرہ ہے اور پیشہ کرنا اور مال کے حاصل کرنے میں مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہے تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دکان میں یا گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے' یہ سب اس مال کے مستحق نہیں جو صوفیوں کے لئے وصیت ہو۔ (3) لباس سے اور صوفیوں میں ملے جلے رہنے سے اس کا جبر نقصان نہیں ہوتا۔ ہاں کتابت اور کپڑے سینا یا کوئی ایسا کام جو صوفیوں سے ہو سکے مانع استحقاق نہیں' بشرطیکہ ان کاموں کو دکان پر نہ کرے اور نہ پیشہ کے طور پر کرے اس کا جبر نقصان ان کیساتھ رہنے اور دوسری صفات کے پائے جانے سے ہو جائے گا اور پیشوں پر قادر ہونا بغیر ان کے کرنے کے مانع استحقاق نہیں۔

مسئلہ : وعظ و درس منافی نہیں بشرطیکہ لباس اور صوفیہ کیساتھ رہنا اور فقیری بھی موجود ہو کیونکہ اس میں کچھ تناقص نہیں کہ صوفی کو قاری یا واعظ یا عالم یا مدرس کہا جائے ہاں صوفی کو کسان یا سود اگر عامل کہنا نازیبا اور منافی ہے۔

فائدہ : فقیری یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنا مال ہو جائے کہ جس سے بظاہر لوگ امیر کہنے لگیں تو اتنا مال ہو کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے سے کم ہو گو اس کا خرچ کچھ نہ ہوتا ہو یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کی دلیل بجز عادات کہ اور کچھ نہیں۔

مسئلہ : صوفیہ سے ملاجلا رہنے اور خانقاہ کی سونت میں شریک ہونے کو بھی کچھ اثر ہے لیکن جس میں خاص یہ صفت نہ ہو اور وہ اپنے مکان یا مسجد میں انہیں کے لباس اور اخلاق رہتا ہو تو وہ ان کے حصہ میں شریک ہو گا اور ترک مخالفت کا جبر لباس کی مداومت سے ہو جائے گا۔

مسئلہ : اگر لباس بھی ویسا نہ ہو صرف باقی صفات پائی جائیں تو مال کا مستحق نہ ہو گا' ہاں اگر اس صورت میں خانقاہ میں ان کیساتھ رہتا ہو تو اس پر بھی ان کی متابعت سے انہیں کا حکم لاگو ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ لباس اور میل جول ایک دوسرے کے عوض ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ : جو فقیر لباس صوفیانہ نہیں رکھتا' اگر وہ خانقاہ میں نہیں رہتا تو صوفی شمار نہ ہو گا' اگر صوفیوں کیساتھ رہتا ہے اور باقی صفات سے بھی موصوف ہے تو بعید نہیں کہ ان کی متابعت میں اس پر بھی ان کا حکم لاگو ہو گا۔

مسئلہ : صوفی کے لئے استحقاق مال مذکورہ میں یہ شرط نہیں کہ کسی شیخ کے ہاتھ سے اس نے خرقہ بھی پہنا ہو یہاں تک کہ اگر اور شرائط پائی جائیں اور خرقہ پہننا نہ پایا جائے تو اس سے کچھ ضروری نہیں اور جو صوفی شادی شدہ ہو اور اس وجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ میں رہتا ہو تو وہ صوفیہ کے زمرہ سے خارج نہ ہو گا۔

مسئلہ : جو مال کہ خانقاہ اور اس کے مقیمین کے لئے وقف ہو تو وصیت کے متعلق اس میں گنجائش زیادہ ہے اس لئے کہ وقف کا معنی یہ ہے کہ صوفیوں کی مصلحتوں میں صرف ہو تو جو صوفی نہ ہو وہ بھی ان کی رضامندی سے ان کے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو جائز ہے کیونکہ کھانے کی چیزوں کی بنا تسامح پر ہے' یہاں تک کہ مشترک غنیمت میں سے ان کو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہے اور صوفیوں کے ساتھ میں اس مال وقف سے قوال بھی کھا سکتا ہے کہ وہ ان کے مصالح سے شمار ہوتا ہے مگر جو مال کہ صوفیوں پر وصیت ہوا ہو اس کا قوال کو دینا جائز نہیں اسی طرح جو لوگ کہ صوفیوں کے پاس آئیں یعنی عامل اور تاجر اور قاضی اور علماء اور دوسرے وہ لوگ جن کو صوفیوں کی توجہ مطلوب ہو تو ان کو بھی مال وقف میں سے ان کی رضا کے ساتھ کھالینا جائز ہے اس لئے کہ وقف کرنے والا اسی نیت سے وقف کرتا ہے کہ صوفیوں کی جو عادت ہے اسی صورت سے اس کو صرف کریں گے تو اس میں عرف ملحوظ ہو گا' لیکن یہ حال دائمی نہیں یعنی جو شخص صوفی نہیں اس کو ان کے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہیں' اگرچہ صوفی راضی ہوں کیونکہ ان کے اختیار دینے سے یہ تو نہیں کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بدل دیں اور اپنے ساتھ غیرجنس کو ملالیں۔

مسئلہ : کوئی عالم دین اگر صوفیہ جیسا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اس کو ان کے پاس آنا جانا جائز ہے اور عالم ہونا صوفی کے منافی نہیں اور نہ تصوف میں جاہل ہونا شرط ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو تصوف سے واقف ہیں۔

جاہل صوفیہ کا رد : بعض احمق بکتے ہیں کہ علم حجاب اکبر ہے اور جہل حجاب خاص ہے ان کے اقوال پر التفات نہ کرنا چاہئے اور ہم نے اس جملہ کا معنی باب العلم میں بیان کیا ہے اور یہ کہ حجاب علم مذموم ہوتا ہے نہ علم محمود اور ان دونوں علموں کی تفصیل بھی اس جگہ بیان کی ہے۔

مسئلہ : جس صورت میں کہ فقیہ صوفیہ کے لباس اور اخلاق سے متصف نہ ہو تو صوفیوں کو حق پہنچتا ہے کہ اس کو اپنے پاس نہ آنے دیں اور وہ اگر اس کے آنے جانے سے راضی ہو جائیں تو اس کو ان کیساتھ بطور متابعت کھانا حلال ہو گا۔ ترک لباس کا جبر نقصان ان کے ساتھ رہنے اور لباس والوں کی رضامندی سے ہو جائے گا' یہ وہ باتیں ہیں کہ عادات ان کے شاہد ہیں اور ان میں بعض امور متقابل ہیں جن کے اطراف کا حکم نفی اور اس بات میں مخفی

نہیں اور اوساط متشابہ ہوتے ہیں تو جو کوئی اشتباہ کی جگہوں سے احتراز کرے گا وہ اپنے دین کو پاک و صاف رکھے گا۔ چنانچہ شبہات کے بیان میں ہم نے لکھ دیا ہے۔

مسئلہ : مجھ سے پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ میں کیا فرق ہے۔ رضامندی سے دونوں دیئے جاتے ہیں اور غرض بھی دونوں میں ایک ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ رشوت حرام ہے اور ہدیہ حلال؟ میں نے جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنیوالا کبھی مال بلاغرض خرچ نہیں کرتا اس سے یا غرض اخروی ہوتی ہے جیسے ثواب یا وہ غرض دنیوی یا مال ہے یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب یا دوسرے کے دل میں ،طلب محبت محض محبت کے ذریعے سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمیں ہوئیں۔ (1) وہ دینا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جسے دینا منظور ہے وہ محتاج ہے یا شریف النسب ہے یا عالم ہے یا صالح اور دیندار ہے پس اگر محتاج جان کر دیا جاتا ہے اور واقع میں وہ محتاج نہیں تو لینے والوں کو اس کا لینا حلال نہیں اگر شریف النسب کے سبب سے دیا جاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اس کا لینا حلال نہیں' اگر علم کی وجہ سے دیا جاتا ہے تو لینا اس وقت حلال ہو گا کہ علم میں اسی قدر ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہے' اگر ایسی صورت ہو تو اپنے دل میں اس کو کامل سمجھ کر دیتا ہے کہ تو اب زیادہ ہو اور یہ کامل نہیں تو لینا حلال نہ ہو گا۔ اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور یہ باطن میں فاسق ہے اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اس صورت میں بھی لینا حلال نہ ہو گا۔ نیک بخت ایسے کم ہوتے ہیں اگر ان کے باطن کا حال ظاہر ہو جائے تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل رہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کا ستر جمیل ہی ایک کو دوسرے کا محبوب بنا دیتا ہے پھر اہل تقویٰ خرید و فروخت میں ایسے شخص کو اپنا وکیل بنایا کرتے ہیں' جیسے لوگ نہ جانیں کہ یہ شخص ان کا وکیل ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ کاروباری لوگ انہیں عام خریدار سمجھ کر دام کم لیں گے اور اجنبی خریدار اسے نرخ بازار کا لیں گے تو یہ خوف تھا کہ ان کا درگزر کرنا' کہیں ہماری دیانت کا عوض نہ ہو اور ہم دین کے بدلے میں کھانے والے نہ ٹھہریں' کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہے اور تقویٰ اسی میں پوشیدہ ہے علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہیں تو چاہئے کہ دین کی وجہ سے جو چیزیں اس کے لینے سے حتیٰ الوسع اجتناب کیا جائے۔ (2) وہ دینا جس سے سردست کوئی غرض معین مد نظر ہے۔ جیسے فقیر کسی دولت مند کو طمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہدیہ بشرط عوض ہے اس کا حکم ظاہر ہے یہ اس وقت لینا حلال ہے جس عوض کی طمع ہو وہ مل جائے اور معاملہ کی تمام شرطیں بھی پائی جائیں۔ (3) وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو مثلاً شخص بادشاہ سے حاجت ہے اور وکیل سلطانی اور کسی ذی رتبہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہے کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہے کہ مرتبہ حال سے معلوم کیا جاتا ہے تو جو عمل کہ اس ہدیہ کا عوض ہے اسے دیکھنا چاہئے اگر وہ حرام ہے مثلاً سعی کرنا کہ کسی طرح وظیفہ حرام جاری ہو

جائے یا کسی کو ستایا جائے یا کوئی اور فعل اسی طرح کا ہو تو اس ہدیہ کا لینا حرام ہے۔ مسئلہ : اگر وہ عمل واجب ہے مثلاً ظلم دفع کرنا کہ جو شخص اس کو دفع کر سکے اس پر واجب ہے یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہے تو ان جیسے امور پر لینا حرام ہے اور مال رشوت یہی ہے جس کی مذمت میں شریک نہیں۔

مسئلہ : اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اس میں اتنی مشقت بھی ہو کہ اجرت پر کیا کرتے ہوں تو ایسے عمل کے عوض میں ہدیہ لینا حلال ہو گا' بشرطیکہ لینے والا اس کی غرض پوری کر دے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے لئے جیسے مثلاً یوں کہیں کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہنچا دو تو تمہیں ایک دینار دوں گا اور پہنچانے میں کچھ مشقت اور عمل کیلئے قیمت کی ضرورت پڑتی ہو یا یوں کہے کہ فلاں شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلاں مقصد میں وہ میرا مددگار ہو یا مجھے فلاں چیز انعام میں دے اور وہ شخص اس کی غرض پورا کرنے میں بہت سی باتیں بطور مشقت کرے تو ہدیہ اس کے حق میں ان باتوں کی اجرت ہو گی جسے افسر کے سامنے جھگڑے کہ وکیل کی گفتگو پر اجرت ملتی ہے تو وہ حرام نہیں' بشرطیکہ حرام میں سعی نہ کرے۔

مسئلہ : اگر اس کا مقصود ایسے کلمات سے حاصل ہوتا ہو جس میں کچھ مشقت نہ ہو لیکن اس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صدور ہو کسی جاہ و حشم والے سے واسطہ پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کے دربان سے یہ کہنا کہ جب یہ شخص آئے تو نہ روکنا یا درخواست فقط بادشاہ کے سامنے رکھ دینا تو اس کے عوض میں کچھ لینا حرام ہے کیونکہ جاہ کے عوض میں کچھ لینے کا جواز شریعت میں ثابت نہیں بلکہ اس سے نہی وارد ہے چنانچہ بادشاہوں کو ہدیہ دینے کے بارے میں بیان ہو گا۔

مسئلہ : جس صورت میں کہ بعض غرضوں کے عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہیں مثلاً شفعہ سے دستبردار ہونے کا عوض اور کسی کو عیب کے سبب سے شے پھیر دینے کا عوض اور درخت کی شاخیں جو خلا میں پھیلتی ہیں اور خلا ملک بادشاہ ہے ان کا عوض بھی ناجائز ہے تو صرف جاہ کے عوض کیلئے جائز ہو گا۔

مسئلہ : جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اس کو دوسرا نہ جانتا ہو اس کے بتانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہے جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہو جاتا ہے اور وہ بلا اجرت نہیں بتاتا تو یہ اجرت جائز نہیں اس لئے کہ ذرا زبان ہلا دینا کوئی قیمتی چیز نہیں' جس کی اجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ جس کی قیمت کچھ نہیں اور نہ اس کے بتانے پر اجرت چاہئے' اس لئے کہ اس کے بتانے سے اس کا علم تو کم ہوتا نہیں' دوسرے کو ویسے ہی علم ہو جاتا ہے اور وہ بھی عالم بدستور عالم رہتا ہے۔

مسئلہ : اس ماہر کی اجرت ہے جو کسی فن کو خوب جانتا ہے اور ادنیٰ عمل سے کام کرتا ہے لیکن اجرت بہت لیتا ہے مثلاً ایک شخص صیقل گر ہے کہ اپنے فن میں اتنی مہارت اور ہنر رکھتا ہے کہ تلوار اور آئینہ کی میل کچیل ایک دفعہ ہاتھ مارنے سے نکال دیتا ہے لیکن اس طرح کی اجرت میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ اول تو اس کی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صنعتوں کے سیکھنے میں انسان بہت مشقتیں اس لئے اٹھایا کرتا ہے کہ اس سے روزی حاصل کرے اور اپنے سے کثرت عمل کو ہلکا کرے۔ وہ دنیا جس سے صرف محبت مراد ہو کہ جس کو دے اس کے دل کی محبت کا حصول مدنظر ہو اور اس محبت

سے کوئی غرض معین نہ ہو بلکہ صرف انس اور تاکید محبت اور دلوں کا ایک دوسرے کو چاہنا مطلوب ہو تو یہ دنیا عقلاء کا مقصود اور شریعت میں مستحب و محبوب ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تہادوا تحابو ترجمہ: (ایک دوسرے کو ہدیہ دیکر محبت بڑھاؤ) خلاصہ یہ کہ ہرچند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت سے ازخود محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کی محبت سے کسی فائدہ کے لئے ہوتی ہے' لیکن جس صورت میں کہ وہ فائدہ متعین نہ ہو اور اس کے دل میں کوئی ایسی غرض معین مستحکم نہ ہو جائے جو حال میں آیندہ اس فائدہ کا باعث ہو تو اسے ہدیہ کہتے ہیں اور اس کا لینا حلال ہے۔ (5) وہ دنیا کہ جس سے دوسرے کے دل میں تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور انس کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی جاہ کی بدولت اغراض پوری ہوں اور ان اغراض کی جنس منحصر ہو' اگرچہ علیحدہ علیحدہ معین نہ ہوں اور ایسی صورت ہو کہ اگر اس شخص کو جاہ و حشمت نہ ہوتی تو ہدیہ نہ دیتا' پس اگر جاہ علم یا نسب سے ہو تو یہ معاملہ خفیف ہے اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہے' کیونکہ اسے رشوت سے مشابہت ہے لیکن ظاہر میں ہدیہ ہے۔

مسئلہ : اگر جاہ و حکومت مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوۃ وغیرہ محصل یا خراج وغیرہ کا جمع کرنے والا یا کوئی اور حکومتی کام رکھتا ہو' اگرچہ یہاں اوقاف کا متولی ہو (مثلاً) اگر بالفرض وہ اس عہدہ پر نہ ہوتا تو کوئی اسے ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہے۔

ہدیہ کی صورت میں پیشکش ہوئی ہے کیونکہ دینے والے کا مقصد فی الحال تقریب اور اکتساب محبت ہے مگر ایک غرض کے لئے جس کی جنس منحصر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہیں اور اس کی محبت محض نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اسی وقت دوسرا حاکم ہو جائے تو ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دے گا' بلکہ نئے حاکم کو دے گا تو اس طرح کے ہدیہ میں بلاتفاق سخت کراہت ہے ہاں اس کی حرمت میں اختلاف ہے اور علت متعارض ہے یعنی محض ہدیہ کہیں یا رشوت جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض معین میں دیتے ہیں اور جب مشابہت قیاس ایک دوسرے کو متعارض ہوتی ہے اور اخبار اور آثار ان میں سے ایک کی تقویت کر دیتے ہیں تو اسی کی طرف رغبت کرنا متعین ہو جاتا ہے اس کے متعلق احادیث ہیں سخت تشدد ہے

احادیث : (1) چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں ہدیہ کے نام سے حرام کو حلال سمجھا جائے گا اور عبرت کے لئے قتل حلال سمجھے جائیں گے بے گناہ کو مارا جائے گا تاکہ عام لوگوں کو عبرت ہو۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ سخت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی کسی کا کام کر دے پھر اس کے پاس ہدیہ آئے (فائدہ) غالباً آپ کی غرض کام کر دینے سے یہ ہے کہ ذرا سے کہہ دینے میں جس میں مشقت نہ ہو کام کر دیا ہو یا یہ کہ تبرعاً بلااجرت کی نیت کے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آئے اس کا لینا درست نہ ہو گا۔

حکایت : حضرت مسروق نے کسی کی سفارش کی اس نے آپ کی خدمت میں ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ ناراض ہوئے اور اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تیرے دل میں یہ خیال ہے تو ہرگز میں تیری ضرورت میں نہ بولتا اور جس قدر رہ گئی ہے اس میں کچھ نہ کہوں گا۔

مسئلہ : طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بادشاہوں کے ہدیہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا کہ حرام ہے۔

حکایت : حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو بیٹوں سے مال کا نفع لے لیا جو انہوں نے بیت المال میں سے مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تمہیں لوگوں نے میرا رشتہ دار سمجھ کر یعنی اس وجہ سے جو حکومت نفع ہوا اس لئے اسے کر بیت المال میں شامل کر دیا۔

حکایت : حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی بیوی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے ان کے پاس ایک قیمتی جوہر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جوہر ان سے لے لیا اور اسے بیچ کر خوشبو کا دام ان کے حوالے کیا اور باقی بیت المال میں جمع کر دیا۔

فائدہ : حضرت جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بادشاہوں کے لئے ہدیہ کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ مال خیانت ہے۔

حکایت : حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگوں نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے لئے وہ ہدیہ تھا اور ہمارے حق میں رشوت ہے یعنی آپ کو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے نہ کہ حکومت کی وجہ سے اور ہمیں حاکمی کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

فائدہ : ان تمام اخبار اور آثار سے بڑھ کر وہ حدیث ہے جسے ابوحمید ساعدی نے روایت کیا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعض چیزیں اپنے ساتھ کی روک لیں اور کہا کہ یہ مجھے ہدیہ ملی ہیں اور یہ باقی آپ کے لئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اگر سچا ہے تو اپنے باپ اور ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا کہ تجھے ہدیہ آتا پھر آپ نے ارشاد فرمایا ما لی استعمل رجلا منکم فیقول هذا لکم وهذا لی هدیة الا جلس فی بیت امه وابیه والذی نفسی بیده لا یاخذ منکم احد شیئا بغیر حقه الا اتی الله یحمله یوم القیامة فلا اعرفن احدا منکم یحمل بعیرا له رغاء او بقرة لها خوار او شاة تیعر۔ کیا وجہ ہے کہ میں تم میں سے کسی ایک کو عامل مقرر کرتا ہوں تو وہ کہتا ہے یہ شے مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے وہ اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا کہ کوئی اسے ہدیہ دیتا تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے جو کوئی ناحق لے گا تو اس کے سر پر اٹھا کر اللہ کے حضور میں پیش کیا جائے گا تو لائق نہیں کہ قیامت میں تم میں سے کوئی اونٹ اٹھائے بلبلاتا آئے یا گائے اٹھائے جو بلبلاتی ہو یا

بکری جو میماتی ہو پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں نے پہنچایا ہے یا نہیں۔

فائدہ : جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو حاکم اور افسر کو چاہئے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کر لے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی میں اس کو ملتی تھی وہ حکومت کی وقت میں آئے تو اس کو لینا درست ہے اور جس چیز کو سمجھے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہے اس کا لینا حرام ہے۔

مسئلہ : اگر بعض دوستوں کو ہدیہ میں اشتباہ پڑ جائے کہ نامعلوم یہ حالت معزولی میں دیتے ہیں یا نہیں تو وہ مال مشتبہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ باب حلال و حرام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ختم ہوا۔الحمدللہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنًا و صلی اللہ علیہ کل عبد مصطفٰی

دوستی اور صحبت کے آداب

ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنا اور دین میں بھائی بننا افضل قربات سے ہے اور جو طاعات کہ عادات سے سرزد ہوتی ہیں ان سب میں یہ زیادہ لطیف ہے' لیکن اس کی کچھ شرطیں ہیں جن کی وجہ سے انسان دوست فی اللہ کے زمرہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور چند حقوق ہیں کہ ان کے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وسواس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہے جو اس کے حقوق کی بجاآوری سے قرب اللہ اور ادائے شروط سے درجات اعلیٰ حاصل ہوتے ہیں' اس لئے ہم اس کی تفصیل تین فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔

فصل نمبر1 : الفت اور اخوت اس کی شرائط اور درجات اور فوائد میں پانچ بیانات ہیں۔

بیان 1: الفت اور اخوت کی فضیلت : الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہے اور علیحدہ رہنا بدخلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے اور بدخلقی بغض اور حسد اور جدائی لاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اصل اچھی ہوتی ہے تو پھل بھی اچھا ہوتا ہے اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیاں ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس سے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وانک لعلی خلق عظیم (القلم 4) ترجمہ کنزالایمان : اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔

احادیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر مایدخل الناس الجنتہ تقوٰی و حسن الخلق ترجمہ : (وہ شے جو لوگوں کو زیادہ جنت میں داخل کریگی وہ تقویٰ و حسن خلق ہے) (2) حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' جو چیزیں انسان کو عطا ہوئی ہیں ان میں سے بہتر کونسی شے ہے' آپ نے فرمایا (3) حسن خلق' فرمایا (4) بعثت لا تمم محسن الاخلاق ترجمہ : (میں اس لئے مبعوث ہوا تاکہ محاسن اخلاق کی تکمیل کروں) (5) فرمایا اثقل مایو ضع فی المیزان خلق حسن (6)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کی خلق اور خلق اچھا نہیں بنایا کہ پھر اسے آگ کھائے یعنی جس کی صورت اور سیرت دونوں اچھی ہوں وہ مستحق آتش نہیں۔ (7) حضرت ابوہریرہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہے فرمایا کہ ملو اسے جو تجھ سے جدا ہو اور اسے معاف کرو جو تجھ پر ظلم کرے اور اسے دو جو تجھے محروم رکھے۔

فائدہ : مخفی نہ ہو کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع و وحشت ہے تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اس کا ثمرہ بھی اچھا ہو گا۔ علاوہ ازیں خاص بالخصوص جس صورت میں رابطہ الفت تقویٰ اور دیانت اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتا کر فرماتا ہے۔ لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم (الانفال 63) ترجمہ کنزالایمان : (تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے) پھر پھوٹ کی برائی او راس سے زجر کے لئے ارشاد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو اواذکرو انعمتہ اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بینعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار مانقد اکم منہا کذالک یبین لکم ایتہ لعلکم تہتدون (آل عمران 103) ترجمہ : (اللہ کی رسی مضبوط سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیات بیان فرماتا ہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں نعمت سے مراد الفت ہے' (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اقربکم منی مجلسا احسنکم اخلاقا الموطون اکنافا الذین یالفون ویولفون ترجمہ : (زیادہ قریب مجھ سے مجلس میں وہ ہیں جو خلق میں اچھے ہیں اور جن کے پہلو دوسروں کے لئے نرم ہیں او روہ دوسروں سے الفت کرتے ہیں اور دوسرے لوگو ان سے الفت کرتے ہیں) (5) فرمایاالمومن الف مالوف ولاخیر فیمن لا یالف ولا یولف ترجمہ : (مومن الفت کرنے والا اور الفت کیا گیا ہوتا ہے اور اس میں خیر نہیں جو الفت نہ کرے)۔ دینی برادری کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ بہتری چاہتا ہے اسے دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلائے اور یاد کرے تو اس کی مدد کرے۔ (1) فرمایا جب دین کے دو بھائی ملتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور دو ایماندار جب کبھی ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے بہتری کا کوئی فائدہ دلوا ہی دیتا ہے۔ (6) اخوۃ اللہ کی ترغیب کے بارے میں فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اسے ایسے بلند درجہ پر پہنچا دے کہ اسے کسی علم سے ملنا نصیب نہ ہو۔ (7) ابو ادریس خولانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے آپ سے محبت فی اللہ ہے۔ فرمایا کہ تمہیں مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

قیامت کے دن کچھ لوگوں کے لئے عرش کے گرد کرسیاں بچھیں گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے ۔ سب لوگ گھبرائیں گے اور قیامت میں ڈریں گے وہ نہ گھبرائیں گے اور نہ خوف کریں گے وہ اولیاء اللہ ہیں کہ نہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غم کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی کہ وہ کون ہیں (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ والے ہیں۔ (8) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اس میں یوں فرمایا ہے کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر ایک قوم ہو گی جن کے لباس اور چہرے نور کے ہوں گے وہ لوگ نبی ہوں گے نہ شہید مگر نبی اور شہید ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کا وصف بیان فرمایئے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ آپس میں محبت فی اللہ رکھنے والے ہیں اور آپس میں فی اللہ نشست و برخواست رکھنے والے اور باہم فی اللہ علیحدہ ہونے والے ہیں۔ (9) فرمایا جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہیں ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو اور کہتے ہیں کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہیں اگر ان میں سے ایک کا مقام اعلیٰ ہو گا تو دوسرا بھی اسی مقام پر اس کے ساتھ کے بلند کیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا' جیسے اولاد ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کئے جائیں گے۔

کیونکہ جب اخوت فی اللہ حاصل ہو گی تو رشتہ دار قرابت سے کم نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحقنا بهم ذریتهم وما التنا هم من عملهم من شيء ترجمہ: (ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں کچھ کمی نہ دی) (10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں اور میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہیں۔ (11) ایک اور حدیث میں فرمایا ان اللہ تعالی یقول یوم القیمته این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی ترجمہ: (اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے جلال کی وجہ سے آپ ایک دوسرے سے محبت کرتے' آج میں انہیں اپنے سایہ تلے جگہ دوں جس دن بجز اس کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہو گا) (12) فرمایا سبعته یظلهم اللہ فی ظله یوم لا ظل الا ظله امام عادل و شاب نشا فی عبادت اللہ ورجل قلبه متعلق بالمسجد اذا خرج منه حتی یعود الیه ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذالک و تفرقا علیه ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت له عیناه ورجل دعته امرات ذات حسب و جمال فقال انی اخاف اللہ تعالی ورجل تصدق بصدقته فاخفاها حتی لا تعلم شماله ماتنفق یمینه ترجمہ: (سات آدمیوں کو اللہ اپنے سایہ میں جگہ دیگا جس دن کے اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا 1۔ امام عادل 2۔ وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں بڑا ہوا 3۔ وہ جس کا دل مسجد سے باہر آنے پر بھی مسجد کی طرف لگا رہا' جب تک اس

اسے یہ طرۂ امتیاز صرف اہلسنت (بریلوی) کو حاصل ہے کہ ان کے ہر فرد کو اولیاء اللہ سے محبت ہے تو انشاء اللہ اور امید رکھتے ہیں اسی وعدہ کے مطابق مراتب میں اولیا اللہ کا مقام حاصل ہو گا 12 = اویسی غفرلہ

کی طرف لوٹ نہ آئے 4 - وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کے لئے دوستی کی اسی پر جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے 5 - جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا 6 - وہ جسے خاندانی عورت حسن و جمال والی نے بلایا تو اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہو 7 - وہ جو اللہ کی راہ میں دیکر اتنا چھپائے کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا کر رہا ہے)۔ (13) فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص فی اللہ ملتا ہے اس کی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت میں تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے سے اسے یوں کہتا ہے کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا پاکیزہ ہوا اور تیری جنت پاکیزہ ہوئی۔ (14) فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالیٰ نے راستہ میں اس کے لئے فرشتہ بٹھا دیا اس نے پوچھا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہاکہ اپنے فلاں بھائی کی ملاقات کو جاتا ہوں کہاکہ اس سے کچھ مطلب ہے کہا نہیں پوچھا کہ تمہاری اس سے کچھ قرابت ہے جواب دیا نہیں پوچھا کہ اس نے کچھ تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے کہ کہا نہیں، فرشتے نے پوچھا پھر کس وجہ سے ملاقات کو جا رہے ہو اس نے جواب دیا کہ میں فی اللہ اس سے محبت رکھتا ہوں فرشتے نے کہاکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے اطلاع کر دوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہے اسی وجہ سے کہ تو اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور تیرے لئے جنت واجب کر دی۔ (15) فرمایا کہ ایمان کی رسیوں میں زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے۔

فائدہ : اسی حدیث کی وجہ سے انسان پر واجب ہے کہ ان لوگوں سے دشمنی رکھے جو بغض فی اللہ ہیں اور ان محبوبوں سے محبت کرے جو محبوبان خدا ہیں (یہ سعادت بھی اہلسنت بریلوی کو حاصل ہے بالخصوص وہ حضرات جو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتداء اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو سعادت سمجھتے ہیں) اویسی غفرلہ (16) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک نبی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے جو دنیا میں زہد کیا اس سے تمہیں راحت ملی اس لئے صرف میرا ہی بن کر رہا اس سے تجھے عزت ملی لیکن یہ بتاؤ کہ تو نے میرے لئے کسی میرے دشمن سے عداوت اور میرے دشمن سے محبت کی یا نہیں۔ (17) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی الٰہی کسی غلط کار کا مجھ پر احسان نہ کرنا کہ اس وجہ سے اسے میری محبت نصیب ہو (یعنی میں اس سے اس کے احسان کی وجہ سے محبت کروں ایسا نہ ہو)۔ (18) مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تم میری عبادت زمین و آسمان والوں جیسی کرو لیکن تم میں الحب فی اللہ و ابغض فی اللہ نہ ہو تو وہ عبادت کسی کام کی نہیں۔ (19) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل معصیت سے دشمنی کرکے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرو اور ان سے دور ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور انہیں ناراض کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔ عرض کی گئی کہ اے روح اللہ (علیہ السلام) ہم کس کے پاس بیٹھیں۔ آپ نے فرمایا ان حضرات کے پاس بیٹھو جن کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ یاد آجائے اور جن کی گفتگو تمہارا علم بڑھا دے اور جن کا عمل تم کو آخرت کا شوق دلا دے۔ (20) اخبار گزشتہ میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے ابن عمران اپنا یار غار بناؤ اور جو شخص میری خوشی پر تیرا موافق نہ ہو وہ تیرا دشمن ہے۔ (21) حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی گئی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہے

کہ ایک کونہ میں سب سے الگ رہتے ہو عرض کی یاالٰہی میں صرف تیری رضا پر مخلوق کو برا جانتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے داؤد ہوشیار ہو اور اپنے لئے دوست تلاش کر اور جو دوست میری مسرت پر تیرا موافق نہ ہو اس کے ساتھ مت رہو وہ تیرا دشمن ہے وہ تیرا دل سخت بنا دے گا اور تجھے مجھ سے دور کر دے گا۔ (22) اخبار داؤد (علیہ السلام) میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہی یہ کس طرح سے ہو کہ تمام لوگ مجھ سے محبت کریں اور وہ معاملہ جو میرے اور تیرے درمیان ہے اس میں بھی میں سلامت رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کے اخلاق کے موافق سلوک کیجئے اور وہ معاملہ جو میرے اور تیرے درمیان ہے اس میں احسان کر۔

فائدہ : ایک روایت میں ہے کہ اہل دنیا سے ان کے اخلاق کے مطابق میل جول رکھ اور اہل قرآن سے ان کے اخلاق کے موافق رہ۔ (23) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہوتے ہیں جو زیادہ الفت کرتے ہیں اور الفت کئے جاتے ہیں اور زیادہ مبغوض وہ ہیں جو چغلی کھائے اور اپنے بھائیوں میں بغض ڈالتے ہیں۔ (24) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نصف بدن آگ کا اور دوسرا نصف برف کا وہ کہتا ہے کہ اے اللہ جیسے تو نے برف اور آگ میں الفت پیدا فرمائی ایسے ہی نیک بندوں کے دلوں میں الفت پیدا کر۔ (25) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نیا دوست فی اللہ بنتا ہے اسی وقت اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے نیا درجہ مقرر فرماتا ہے۔ (26) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت میں سرخ یاقوت عمود پر ہوں گے اور اس عمود کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیاں ہوں گی اور وہ لوگ جنت والوں کو جھانکیں گے ان کا حسن جنت والوں پر ایسے چمکے گا جیسے سورج اہل دنیا پر چمکتا ہے۔ تو جنت والے کہیں گے کہ محبان فی اللہ کی زیارت کریں پھر ان کا حسن اہل جنت کیلئے سورج کی روشنی کی طرح چمکے گا۔ ان کا لباس سبز ریشم جیسا ہو گا' ان کی پیشانیوں پر المتحابون فی اللّٰہ لکھا ہو گا اور دوزخ والے اس دن کہیں گے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم (الشعراء 100/101) ترجمہ کنزالایمان : تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غم خوار دوست۔ (27) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا اگر میں اتنے روزے رکھوں کہ افطار نہ کروں اور شب بھر عبادت کروں کہ نیند نہ کروں اور اپنا نفیس مال راہ اللہ میں خرچ کروں لیکن جس دن مروں میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداروں کی محبت اور اس کے نافرمانوں کا بغض ہو' تو یہ تمام امور میرے کسی کام میں نہ آئیں گے۔ (28) ابن سماک نے اپنی موت کے وقت عرض کی الٰہی تو جانتا ہے کہ میں ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ملتا اس سے میں محبت کرتا تھا اے اللہ میری اس عادت کو اپنے قرب کا باعث بنا۔ (29) حضرت حسن بصری یہ فرماتے ہیں جو اس مضمون کے نقیض ہے' یعنی اے ابن آدم اس بات سے دھوکہ نہ کھانا' المرء مع من احب (ہر مرد اس کے ساتھ جس سے اسے محبت ہے) کیونکہ تجھے دیدار کا مرتبہ عمل کے بغیر ہرگز نہ ملے گا' یہود و نصاریٰ بھی تو اپنے انبیاء سے محبت رکھتے ہیں لیکن ان کے ساتھ نہیں تھے۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ صرف محبت بغیر موافقت بعض یا کل اعمال کے مفید نہیں۔ حضرت فضیل رحمتہ اللہ

تعالیٰ علیہ نے اپنے وعظ میں فرمایا اے فلاں تو فردوس بریں میں رہنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی اس کے مکان میں انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ تلاش کرتا ہے کس نیکی کی امید پر جو تو نے کبھی کونسی شہوت کو تونے ترک کیا کون سے غصہ کو تو نے پیا' کون سے قاطع رحم سے تو نے صلہ رحمی کی' کون سے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا' کون سے قریبی رشتہ دار سے تو اللہ کی رضا پر علیحدہ ہوا' فی اللہ ہوا کون سے بعیدی سے اللہ کی رضا پر قریب ہوا۔ (27) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لئے کوئی کام کیا ہے عرض کیا کہ الٰہی میں نے تیرے لئے نماز پڑھی' روزہ رکھا' صدقہ دیا زکوٰۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لئے برہان ہے اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ اور زکوٰۃ نور ہے میرے لئے کونسا عمل کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی مجھے بتا دے کہ تیرے لئے کونسا عمل ہے ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لئے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہیں۔

(28) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کہ ستر سال عبادت کرے تب بھی اللہ تعالیٰ اس کا حشر اس کے ساتھ کریگا' جس سے اس کو محبت ہو گی۔ (29) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہے۔

(30) کسی نے محمد بن واسع رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ جس کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے پھر اپنا منہ پھیر کر کہا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس بات سے کہ لوگ مجھے تیری خاطر سے محبوب جانیں اور تو مجھ سے بغض رکھے۔ (31) ایک شخص داؤد طائی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے سے تمہارا کیا مطلب ہے اس نے کہا صرف آپ کی زیارت آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر میں اپنے حال کو سوچتا ہوں کہ مجھ سے یہ کہا جائے گا کہ تو کون ہے کہ زیارت کیا جاتا ہے تو زاہد ہے یا عابد یا نیک بخت ہے تو اس وقت کیا ہو گا تو بخدا ایک بھی نہیں پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ جوانی میں تو فاسق تھا اب بڑھاپے میں ریاکار ہو گیا بخدا ریاکار کا فاسق سے بہت برا درجہ ہے۔ (32) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی کسی بھائی کو دوست پائے تو اسے مضبوط پکڑ لے کہ ایسے لوگ بہت کم ملا کرتے ہیں۔ (33) حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب فی اللہ محبت کرنے والے آپس میں مل کر ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے جاڑے میں درخت کے پتے سوکھ کر گرتے ہیں۔ (34) حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کا اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہے۔

اخوت فی اللہ کا معنی اور اخوت فی اللہ اور دنیوی اخوت میں فرق

یاد رہے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق امور ہیں ان کا حال تقریر آئندہ سے منکشف ہو گا وہ یہ ہے کہ محبت دو طرح ہے۔ (1) اتفاقی جیسے ہمسائیگی میں رہنے سے یا مکتب و مدرسہ میں ساتھ رہنے سے یا بازار میں یکجا ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر میں رفیق ہونے سے۔ (2) قصد و اختیار پیدا کی جائے اور ہمارا مقصد اسی کا بیان ہے کیونکہ اخوۃ فی الدین یقیناً اسی قسم میں سے اس لئے ثواب اور ترغیب انہیں افعال میں ہوتی ہے جو اختیاری ہوں۔

فائدہ : صحبت کا معنی ہے پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہے جب اس سے محبت کرتا ہے' کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور احتراز کرتا ہے نہ ہی اس سے میل جول چاہتا ہے اور جس سے محبت رکھتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں۔ (1) صرف اس کی ذات سے محبت ہے کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہیں' جس کا ذریعہ اس کی محبت کو بنایا جائے۔ (2) اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دوسرا مقصد حاصل ہو' پھر یہ مقصد تین صورتوں سے خالی ہے۔ (1) حرف متعلق منافع دنیاوی سے ہو۔ (2) آخرت سے متعلق ہو۔ (3) محبت متعلق باللہ تعالیٰ' یہ محبت چار قسم کی ہوئی' اب ان چاروں کو علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا ہے۔ پہلی قسم یعنی انسان دوسرے سے محبت صرف اس کی ذات کے لئے کرے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب یعنی جب وہ دیکھے اور پہچانے اور اس کے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اس کو لذت حاصل ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ اسے اچھا جانتا ہے کیونکہ اہل جمال اس شخص کے حق میں لذیذ ہوتا ہے جو اس کے جمال کو سمجھے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہے اور لذت جاننے کے بعد ہوتی ہے اور بہتر جاننا فطراتی مناسب اور موافقت کا تابع ہوتا ہے پھر مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنی اعضائے ظاہری کا بہتر ہونا یا صورت باطنی ہو یعنی عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا بہتر ہونا اور اخلاق کے بہتر ہونے سے افعال بہتر ہوتے ہیں اور کمال عقل کے تابع علم کی کثرت ہے اور یہ تمام امور طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہیں اور ہر مستحسن شے قابل لذت اور محبوب ہوتی ہے بلکہ دلوں کی الفت کے بارے میں ایک اور بات اس سے باریک تر ہو۔ یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات دو شخصوں میں دوستی اور مودت مضبوط ہو جاتی ہے حالانکہ اس کا سبب نہ ظاہر کی ملاحت ہوتی ہے اور نہ خوبی عادت بلکہ اس کی وجہ مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہے جو ان دونوں میں الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے کیونکہ چیز کا مشابہ اپنی فطرت سے اس کی طرف کھینچتا ہے۔ اور باطنی مشابہت پوشیدہ ہیں اور ان کے اسباب زیادہ دقیق ہیں انسان کی طاقت نہیں کہ ان پر واقف ہو اور اسی رمز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندہ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف ترجمہ: (عالم ارواح میں لشکر در لشکر تھے دنیا میں پہچان لیا تو آپس میں محبت کرتے ہیں نہیں تو اختلاف کرتے ہیں۔

فائدہ : جان پہچان کا نہ ہو ناجدا رہنے کا نتیجہ ہے اور الفت تناسب کا نتیجہ جسے تعارف سے تعبیر فرمایا ایک اور

روایت میں ہے ان الارواح جنود مجندہ تلتقی فتشام فی الھواء ترجمہ: (ارواح لشکر در لشکر میں ملاقات کرتی ہیں تو)۔

فائدہ: بعض علماء نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کر کے ان میں سے بعض کے دو ٹکڑے کئے اور ان کو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو ان دو ٹکڑوں میں سے جن دو دو میں تعارف وہاں ہو گیا وہ دنیا میں بھی ملے رہے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ دو دو مومنوں کی روحیں ایک مہینہ کے فاصلے سے ملتی ہیں حالانکہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کبھی نہیں دیکھا۔

حکایت: مروی ہے کہ ایک عورت مکہ مکرمہ میں عورتوں کو ہنسایا کرتی تھی دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ میں تھی کہ یہ عورت اتفاقاً مدینہ منورہ میں آئی اور اس مدنی عورت کے پاس اقام کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہو کر آپ کو ہنسایا کرتی آپ نے پوچھا کہ تو کہاں مقیم ہے کہاں فلاں عورت کے ہاں آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے (الارواح جنود مجندہ النح) فرمایا ہے کہ روحیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی لشکر ہیں)

فائدہ: واقعی مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہے اور اخلاق باطنی اور ظاہری میں تناسب کا ہونا سمجھ میں آتا ہے اور جن اسباب سے یہ مناسبت ہوتی ہے ان کا دریافت کرنا قوت بشریٰ سے خارج ہے غایت یہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ نجومی یہ کہا کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کی تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہے تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہے اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہے تو دوری اور عداوت کا ہونا مقتضی ہے تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو عادت آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں مقرر کی ہے اس کے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہے تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے میں تھا اس سے زیادہ اس میں ہو گا پس ایسی صورت میں خوض کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کا راز بشر کے لئے واضح نہیں کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم میں سے تھوڑا سا عطا ہوا ہے اور اس کی تصدیق کے لئے تجربہ و مشاہدہ کافی ہیں اور حدیث شریف میں یہ ہے کہ اگر ایک مومن اس مجلس میں جائے جس میں سو منافق ہوں اور ایک مومن تو مومن کے پاس جا کر بیٹھے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مثل کو اپنی مثل کی طرف کشش ہوتی ہے اگرچہ اسے علم نہ ہو۔

فائدہ: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے کہ دس آدمیوں میں دو کا اتفاق تب ہو گا کہ ایک میں دوسرے کا کوئی وصف پایا جائے اور لوگوں کی شکلیں ایسی ہیں جیسے پرندوں کی جنسیں کہ اڑنے میں دو قسم پرند کبھی متفق نہیں ہوتے اور بلامناسب ان کی پرواز ایک ساتھ نہیں ہوتی' چنانچہ مشہور ہے (کبوتر با کبوتر باز با باز' کند ہم جنس باہم جنس پرواز)۔

حکایت: ایک دن مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کوے کو کبوتر کے ساتھ اڑتا دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ساتھ ہوئے۔

یہ تو ایک شکل کے نہیں پھر انہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں' تب فرمایا کہ اسی وجہ سے ان میں اتفاق ہوا ہے۔

فائدہ : بعض حکماء نے کہاکہ ہر انسان اپنے ہم شکل سے انس کرتا ہے جیسے ہر پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اڑتا ہے جب دو شخص ایک عرصہ ساتھ رہیں اور حالت میں ہم شکل نہ ہوں تو لازماً جدا ہو جائیں گے اور یہ بات ایسی ظاہر ہو گئی ہے کہ شاعر بھی اس کو جان گئے ہیں' چنانچہ کسی نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے ۔ وقائل کیف تفارقتما= فقلت قولا فیہ انصاف= لم یک من شکلی ففارقتہ= والناس اشکال ولاف ترجمہ : (وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ میں نے ان سے کہا' تیری صورت کا نہ تھا اس لئے ہوں اس سے جدا ہوا اور لوگ ہم شکل بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مانوس بھی) خلاصہ یہ کہ انسان کو دوسرے سے کبھی محبت لذاتہ ہوتی ہے کسی فائدہ کے سبب سے نہیں کہ اسے حال یا مال میں حاصل ہو بلکہ صرف اس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی فطرتوں اور پوشیدہ اخلاق میں ہوتی ہے اور اس قسم میں خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہے بشرطیکہ اس سے شہوت رانی مقصود نہ ہو کیونکہ اچھی صورتیں بذات خود لذت بخش ہوتی ہیں' اگرچہ وہاں اصل شہوت ہی نہ ہو مثلاً میووں اور کلیوں اور پھولوں اور سرخی آمیز سیبوں اور آب رواں اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہے اور سوائے ان کی ذات کے اور کوئی بری غرض درمیان میں نہیں ہوئی اور یہ محبت چونکہ فطرتی اور خواہش نفس سے ہے اور یہ ملحدوں کو بھی ہوتی ہے اس لئے اللہ کے لئے والی محبت اس میں داخل نہیں لیکن اگر اس محبت میں کوئی بری غرض مل جائے گی تو بری ہو جائے گی مثلاً کسی اچھی صورت سے محبت شہوت رانی کے لئے کہ اس کی تقبیل حلال نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی بری نہ ہو تو یہ محبت مباح ہے.کہ نہ اسے محمود کہیں گے نہ مذموم کیونکہ محبت تین طرح ہوتی ہے۔ (1) قابل مدح (2) قابل مذمت (3)مباح کہ نہ قابل مدح ہو اور نہ قابل مذمت

قسم دوئم : انسان دوسرے سے محبت اس نظریہ سے کرے کہ اس کی ذات سے اس کا مقصد ہو تو یہ محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہے اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہے اور جو چیز کہ غیرچیز کی خاطر محبت کی جاتی ہے تو حقیقت میں محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہے مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہے اس لئے محبوب ہے اس وجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہیں' حالانکہ ان دونوں کی ذات سے کوئی غرض نہیں کیونکہ نہ کھائی جاتی ہیں نہ پہنی جاتی ہیں' مگر چونکہ وہ دوسری محبوب چیزوں کی ذریعہ ہیں اس لئے محبوب ہیں تو یہی حال بعض لوگوں کا ہے کہ ان سے لوگ اس طرح سے محبت کرتے ہیں جیسے چاندی اور سونے سے اس اعتبار سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہیں یعنی ان کی وجہ سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً عام انسان بادشاہ سے محبت کرتا ہے تو اسی وجہ سے کہ اس کے مال یا جاہ سے نفع ہو گا اور اس کے خواص سے محبت کرتا ہے تو اس غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اس کا

حال اچھی طرح پیش کریں گے اور اس کے دل میں اس کی جگہ بنائیں گے اور جس مقصد کے لئے شخص محبوب کو ذریعہ بنایا جاتا ہے اگر اس کا فائدہ صرف دینوی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہ ہو گی اور دینوی دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہیں مگر محبت کرنے والے کی غرض دنیا کا فائدہ ہے تب ہی وہ محبتہ اللہ متصور نہ ہو گی جیسے شاگرد استاد سے محبت تحصیل علم کے لئے کرے تو علم کے فوائد منحصر بدنیا نہیں مگر شاگرد کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور مخلوق میں مقبول ہونا ہو گی تو اس کی محبت اللہ نہ ہو گی کیونکہ مقصد اس کا اس صورت میں جاہ و مال ہو گیا' جس کے حصول کا ذریعہ علم ہے اور علم کے حصول کا وسیلہ استاد ہے تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی ہوئی ہاں اگر علم کا تقرب الی اللہ کے خیال سے حاصل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ورنہ اس طرح کی استاد کی محبت تو کافر سے بھی سرزد ہوتی ہے پھر اس محبت کی بھی دو قسمیں ہیں (1) مذموم (2) مباح اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنے کی نیت سے مثلاً ہمسروں کو مغلوب کرنا اور یتیموں کا مال حاصل کرنا اور قاضی بن کر رعیت کو ستانا وغیرہ تو یہ محبت مذموم ہو گی' اگر مباح مقاصد کی نیت ہو گی تو محبت بھی مباح ہو گی۔ خلاصہ یہ کہ ذریعہ بذات خود مستقل نہیں ہوتا اور مقصد کا تابع ہوا ہے اس لئے حکم اور صفت ذریعہ پر ہوتا ہے جو مقصد پر ہو۔

قسم سوئم : محبت لذاتہ نہ ہو غیر کے لئے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دینوی میں نہ ہو بلکہ حظوظ آخرت میں سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہے کہ محبت فی اللہ متصور ہو گی مثلاً کوئی شخص اپنے استاد اور مرشد سے اس لئے محبت کرے کہ ان کے ذریعے سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہو گی اور علم و عمل سے اس کا مقصد آخرت کی بہتری ہو تو اس کی محبت فی اللہ میں شمار ہو گی' اسی طرح استاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصد دینوی نہ ہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہے' اس کی بدولت مجھے رتبہ تعلیم ملے گا اور عالم ملکوت میں درجہ تعظیم پر ترقی کروں گا' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص علم پڑھ کر عمل کرے اور دوسروں کو سکھائے وہ آسمان کے ملکوت میں عظیم سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ : ظاہر ہے کہ تعلیم بغیر متعلم کے نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں استاد کو اس کمال کے حصول کا سبب شاگرد ہے آپس میں اگر استاد اس سے محبت اسی لحاظ سے کرے کہ وہ میرے لئے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہے کہ اس کی وجہ سے درجہ عظیم آسمان کے ملکوت میں ملے گا تو وہ محب فی اللہ ہو گا۔

مسئلہ : جو اپنا مال خیرات کرتا ہو وہ اگر کسی باورچی یا فن کے ماہر سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ میں سے ہو گا۔

مسئلہ : اگر کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو اس کی خدمت خود کرتا ہو یعنی اس کے کپڑے دھونا اور گھر میں جھاڑو دینا اور کھانا پکانا اپنے ذمے کر لے تاکہ اس کو علم و عمل کے لئے فراغت ملے اور اس کا مقصد ان کاموں کے لینے سے عبادت کے لئے فارغ ہونا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہو گا۔

مسئلہ : اس سے مزید ہم کہتے ہیں کہ جب ایک شخص دوسرے کی تمام اغراض دنیاوی کا کفیل ہو جائے یعنی طعام اور لباس اور مسکن و دیگر ضروریات اپنے ذمہ لگا لے تاکہ اسے علم و عمل کے لئے فراغت ہو جائے اور دوسرا شخص اسی لحاظ سے اس سے محبت کرے اور علم و عمل سے اللہ تعالٰی سے تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محبت فی اللہ ہے چنانچہ بزرگوں میں بعض صلحاء ایسے تھے کہ ان کے مقاصد دنیوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کر لی تھی اور یہ دونوں شخص محبین فی اللہ میں ہوئے۔

مسئلہ : اس سے مزید ہم کہتے ہیں کہ جو شخص ایک نیک بخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اس کے سبب سے شیطانی وسوسہ سے بچے اور اپنے دین کو بچائے یا اس نیت سے کہ فرزند نیک بخت پیدا ہو جو میرے لئے دعائے خیر کرے اور وہ اپنی بیوی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھ کر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ ہو گا اسی وجہ سے احادیث میں عیال پر نفقہ کرنے کا بہت اجر و ثواب وارد ہے' حتیٰ کہ اگر لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں دے تو اس پر بھی ثواب ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص اللہ تعالٰی کی محبت اور اس کی رضا اور دیدار اخروی کی محبت میں مشہور ہو تو وہ شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہو گا' اس لئے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی ایسی چیز سے محبت کرے جس میں اس کے محبوب کی مناسبت نہ ہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضائے مولیٰ جو اس کا محبوب اور مطلوب ہے اول مد نظر رکھے گا۔

مسئلہ : ہم جب ایک شخص میں دو باتیں جمع ہوں کہ ایک ذریعہ تقریب الی اللہ ہو اور دوسرا ذریعہ حصول دنیا اور کوئی دوسرا شخص جس کے دل میں اللہ تعالٰی اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے اسی وجہ سے محبت کرے کہ اس میں دونوں باتوں کی صلاحیت ہے تو وہ بھی محبین فی اللہ میں سے ہو گا' جیسے استاد اپنے شاگرد کو دین سکھائے اور مل دیگر دنیا کی ضروریات سے بچائے اور شاگرد جس کی طبیعت میں طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونوں ہوں اسے دونوں امر کا ذریعہ سمجھ کر استاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہو گی' کیونکہ محبت فی اللہ میں یہ شرط نہیں کہ خط دنیا کی محبت بالکل نہ ہو۔ اس لئے کہ جس دعا کا حکم انبیاء علیہم السلام کو ہوا اس میں دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کیا ہے' چنانچہ ایک دعا یہ ہے۔ ربنا آتنا فی الدینا حسننه وفی الا خره حسنته وقنا عذاب النار (البقرا 201)
ترجمہ کنزالایمان : (اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا) (دعائے عیسیٰ علیہ السلام) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا عرض کی الٰہی مجھ پر میرے دشمن کو نہ برائی پہنچا میرے سبب سے میرے دوست کو برائی نہ پہنچا اور میری مصیبت میرے دین میں نہ کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد نہ بنا۔

فائدہ : اس دعا میں دشمنوں کی ہنسی کو ٹالا محظوظ دنیوی سے ہے اور یہ نہیں کہاکہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز نہ کہ بلکہ

یوں دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد نہ کر اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں عرض کیا اللھم انی اسالک رحمتہ امال بہا لشرف کرامتک فی الدنیا والاخرہ ترجمہ: (اے اللہ میں تجھ سے اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے تیری کرامت کی بزرگی کو دنیا و آخرت میں حاصل کروں)۔ اور فرمایا اللھم عافنی من بلاء الدنیا و عذاب الاخر ترجمہ: (اے رب مجھے دنیا و آخرت کی بلا سے عافیت بخش)۔ خلاصہ یہ کہ جس صورت میں سعادت اور اخروی کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی منافی نہیں تو دنیا میں صحت اور سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الٰہی کی منافی ہو گی' کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتیں ایک دوسرے کے قریب ہیں' ایک حال میں ہے اور ایک مال میں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے آنے والے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج ان سے محبت نہ کرے اور کل جو ان سے محبت کرتا ہے تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب ہے اور وہ آج کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

بیان بغض فی اللہ

یاد رہے کہ جن پر فی اللہ محبت کرنا واجب ہے انہیں پر بغض فی اللہ کرنا بھی ضروری ہے مثلاً اگر تم کسی سے اس لئے محبت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اس کے نزدیک محبوب ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو لازم ہے کہ اس سے بغض رکھو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور اس کے نزدیک مستحق غضب ہے' کیونکہ محبت اگر کسی سبب سے ہوئی ہے تو اس کی ضد سے بغض ہوا کرتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں ایک دوسری سے علیحدہ نہیں ہو سکتیں اور یہ قاعدۂ محبت اور بغض فی العادات میں عام ہے مگر ہر ایک کے دل میں رہتی ہے بوقت غلبہ ظاہر ہوتی ہے اور اسی کے مطابق افعال مترشح ہوتے ہی یعنی۔ باقتضائے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہے اور بغض کی صورت میں بعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہے اور فعل میں ظاہر ہونے کے بعد پہلی صورت کو موالات کہا جاتا ہے اور دوسری کو معادات اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ تو نے میرے متعلق کسی سے موالات یا معادات کی ہے یا نہیں جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ دونوں مفرد ہونے کی صورت میں تو ظاہر ہیں مثلاً اگر کسی شخص کی اطاعت ہی تمہیں معلوم ہو تو تم اس پر قادر ہو کہ اس کے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی معلوم ہو تو ہو سکتا ہے کہ تم اس سے بغض رکھو لیکن مشکل اس صورت میں ہے کہ اطاعت اور معاصی مخلوط ہوں۔

سوال: محبت و بغض تو ایک دوسرے کی ضد ہیں اب یہ دونوں کیسے جمع ہو گئیں اسی طرح ان کے نتائج مختلف ہیں یعنی موافقت اور مخالفت اور موالات اور معادات پھر دونوں ایک ساتھ کیسے اکٹھی ہو گئیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے حق میں ان دونوں میں تناقض نہیں جیسے کہ خطوط انسانی میں بھی تناقض نہیں کیونکہ اگر کسی میں چند خصلتیں جمع ہوں کہ کچھ محبوب ہوں اور کچھ مکروہ تو ہمیں اس شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہو گی

اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بیوی خوبصورت ہے مگر بدعادت ہے یا لڑکا ذکی خدمت گزار ہے مگر غلط کار ہے تو اب ظاہر ہے کہ ان دونوں سے من وجہ محبت ہو گی اور من وجہ بغض ہو گا تو اس کا حال ان کے ساتھ دو حالتوں کے درمیان میں ہو گا نہ محض محبت ہو گی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہیں ایک ذکی اور خدمت گزار ہو۔ دوسرا غبی اور نافرمان اور تیرا غبی اور خدمت گزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے دل میں ان تینوں سے تین حالتیں متفاوت رکھے گا جیسے ان تینوں کی خصلتیں متفاوت ہیں' اسی طرح تمہارا حال بھی لوگوں کے ساتھ متفاوہ ہونا چاہئے یعنی جس پر غلبہ فجور ہو اس کے ساتھ بغض اور اعراض اور جدائی اور جس پر غلبہ اطاعت ہو اس کے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جس میں دونوں چیزیں جمع ہوں اس کے ساتھ کچھ محبت کی باتیں اور کچھ بغض کی باتیں۔

سوال : ہر مسلمان کے حق میں اسلام اطاعت ہے تو باوجود اسلام کے اس سے بغض کیسے کیا جائے؟

جواب : اسلام کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اس سے بغض کرو ایسی صورت رکھو کہ اگر مثلاً اس کو کافر یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونوں میں کچھ فرق معلوم ہو گا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہے اور اسی سے اس کا حق ادا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اطاعت اور قصور کو ایسا سمجھ جیسے اپنے حق کی اطاعت اور قصور کو سمجھتے ہو مثلاً جو شخص ایک غرض میں تمہاری موافقت کرے اور دوسری میں مخالفت تو اس کے ساتھ ایک درمیانی حالت میں رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اس کی تعظیم سے اتنا مبالغہ کرو جتنا اس کے لئے کرتے ہو جو تمام اغراض میں تمہارا موافق ہے اور نہ اس کی اہانت میں اتنا زیادتی کرو جتنا اس کے لئے کرتے ہو جو تمام اغراض میں تمہارا مخالف ہے پھر اس حالت درمیانی کی رغبت کبھی تو اہانت کی طرف ہو جاتا ہے جبکہ قصور کا غلبہ ہو اور کبھی تعظیم کی طرف جب غلبہ موافقت ہو تو اس طرح تمہارا حال اس شخص کے ساتھ ہونا چاہئے جو کبھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعض اوقات اس کی رضا کا متعرض ہو اور کبھی اس کی ناراضگی کا۔

سوال : بغض کا اظہار کونسی بات سے ہو سکتا ہے؟

جواب : قول سے بھی ممکن ہے اور فعل سے بھی۔ قول سے یوں کہ کبھی تو اس سے گفتگو کرنا ترک کر دی جائے اور کبھی سخت و سست کہا جائے اور فعل سے یوں کہ کبھی تو اس کی اعانت نہ کرے اور کبھی اس کو اذیت پہنچانے اور کام بگاڑنے میں کوشش کرے اور ان باتوں میں بغض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہے مگر فسق و معصیت جو اس سے سرزد ہوں تو طریقے ان کے مطابق ہونے چاہئیں' جیسی خطا کرے اسی قسم کا بغض کیا جائے لیکن جو لغزش اس سے اس طرح سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اس پر نادم ہے اور آیندہ اصرار نہ کریگا تو بہتر یہ ہے کہ اس سے چشم پوشی اور درگزر کیا جائے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ تم میں اور اس میں اگر پہلے سے

مضبوط دوستی اور صحبت اور الفت ہے تو اس کا حکم اور ہے جسے ہم آگے بیان کریں گے اور اسی میں علماء کا اختلاف ہے لیکن اگر الفت و صحبت موکد نہ ہو تو بغض کی علامت ظاہر کرنا ضروری ہے یا تو یوں کہ اس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کی جائے او رتوجہ کم کردی جائے یا اس کو زبان سے سخت و ست کہہ کر اس کی تحقیر کی جائے۔ اعراض کی یہ صورت بہ نسبت دوسری صورتوں کے سخت ہے۔

فائدہ : معمولی خطاؤں میں اعراض کا استعمال کرنا چاہئے اور سخت غلطیوں میں برا بھلا کہنا ضروری ہے اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہیں۔ (1) اس کی اعانت اور رفاقت اور موافقت ترک کی جائے یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ (2) یہ کہ اس کے کام بگاڑ دے اور کوئی کام اس کا پورا نہ ہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مقاصد کے مانع ہوتے ہیں۔ مگر یہ ان مقاصد میں ہونے چاہیں جن سے طریق معصیت کے فاسد راستے بند ہو جائیں کہ پھر معصیت کا ارتکاب نہ کر سکے اور جن مقاصد کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے میں نہ ہو ان کا بگاڑنا مناسب نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے شراب نوشی کرکے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' پھر وہ کسی غیرعورت سے تعلق چاہتا ہو کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہو جائے تو لوگ اس کے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کریں لیکن اس کا نکاح نہ ہو تو اس کی شراب خواری کو مانع ہو نہ باعث ترغیب شراب نوشی۔ اب اگر تمہیں یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اس کی اعانت کرکے اس کا نکاح کرا دو اور چاہو کوئی رکاوٹ پیدا کرکے نکاح نہ ہونے دو تو اس صورت میں ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ اس کے مقصد میں نقصان کی کوشش کرو۔ ہاں اگر غصہ کی وجہ سے اعانت نہ کرو تو کوئی حرج نہیں مگر اعانت کا ترک ضروری بھی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری نیت اس کی اعانت ہو کہ ہماری وجہ سے اس کا اگر کام ہو گیا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہو گا پھر جو کچھ ہم کہیں گے اسے وہ مان لے گا تو اس نیت سے اعانت بہتر ہو گی۔ اگر یہ نیت نہ ہو تب بھی بدعایت ادائے حق اسلام اس کی اعانت ممنوع نہیں بلکہ اگر اس نے کوئی قصور تمہارا یا تمہارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اس وقت اعانت بہتر ہے اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم (۸ نمبر 22) ترجمہ کنزالایمان: (اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ شان نزول مروی ہے کہ مسطح بن اثاثہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہتان میں شریک ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کچھ مالی مدد کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اسے کچھ نہ دیں گے تو یہ آیت اتری۔

فائدہ : باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی غلط تھی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہ ہو گی' یعنی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کی' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن بی بی پر بہتان میں حصہ لیا' چونکہ اس حادثہ میں گویا اس نے حضرت ابوبکر صدیق کا قصور کیا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو معاف کردینے کا حکم فرمایا

اس لئے صدیق کی عادت ہے کہ جو اس پر ظلم کرے وہ اسے معاف کردے اور جو ان کے ساتھ برائی کرے اس پر احسان کرے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مسطح کا عطیہ موقوف کر دیا تھا۔ اسے جاری کر دیا اور اس مضمون پر عمل فرمایا۔

فائدہ : احسان اسی پر بہتر ہوتا ہے جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو کسی دوسرے پر ظلم کرے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس پر احسان کرنا اچھا نہیں اس لئے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ برائی کرنا ہے حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کر کے اس کے دل کو مضبوط کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت میں کہ تم خود مظلوم ہو تو تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ معاف کر کے درگزر کرو۔

فائدہ : اسلاف کے طریقے اہل معاصی پر بغض کے اظہار میں مختلف ہیں اور وہ اس پر تمام متفق ہیں کہ ظالموں اور اہل بدعت اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی اپنی نافرمانی کریں جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے' بغض کا اظہار چاہئے اور جن لوگوں نے کہ معصیت خود اپنے حق میں کی تو اس بارے میں سلف کے طریقے مختلف ہوئے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کیا اور بعض نے انکار میں مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ اس نے ملنا چھوڑ دیا' چنانچہ امام احمد حنبل معمولی سی بات سے اکابر کا ملنا ترک کر دیتے تھے۔

حکایت : یحییٰ بن معین کے اس قول پر کہ میں کسی سے نہیں مانگتا اگر بادشاہ مجھے کچھ بھیج دیگا۔ تو لے لوں گا' اس سے امام احمد نے ملنا چھوڑ دیا۔

حکایت : حارث محاسبی سے آپ نے ملاقات ترک کر دی کہ انہوں نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد میں لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے ان کا اعتراض نقل کرتے ہو پھر جواب دیتے ہو تم عوام کو ان شبہات میں خود ڈالتے ہو۔

حکایت : ابو ثور سے آپ نے اس وجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی تھی۔ (ان اللہ خلق ادم علی صورتہ) اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس اپنی صورت پر پیدا فرمایا

مسئلہ : درگزر کرنا ایک ایسا امر ہے جو نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور اختلا حال کی وجہ سے نیت مختلف ہوتی ہے اگر دل پھر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہے جو ان کی تقدیر میں لکھا گیا ہے اسی کے تابع ہیں تب تو عداوت اور بغض میں چشم پوشی کا موجب ہو گا اور اس کی بھی ایک وجہ سے لیکن کبھی اس طرح کی حالت مداہنت میں سے مشتبہ ہو جاتی کہ اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہے۔

فائدہ : عوام کی رعایت اور یہ خوف کہ کہیں یہ لوگ مجھ سے وحشت اور نفرت نہ کرنے لگیں اور شیطان یہ بات جاہل احمق کے خیال میں یوں ڈالتا ہے کہ میں لوگوں کو بنظر رحم دیکھتا ہوں کہ یہ حرکت ان سے بوجہ اضطرار اور مجبور

ہونے کے سرزد ہوئی ہے اور اس کی صداقت کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر کوئی اس کا قصور کرے اور اس وقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ تقدیر میں یونہی تھا اور تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی یہ جرم تو اس پر لکھا ہوا تھا اس کا مرتکب کیسے نہ ہوتا تب تو اللہ تعالیٰ کے حق میں قصور پر چشم پوشی کرنا صحیح ہوگی اگر اپنے قصور پر تو کٹ مرنے کو تیار ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے قصور پر چشم پوشی کرے۔تو یہ صورت مداہنیت اور لوگوں کی رعایت اور شیطان کے دھوکہ سے ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے۔

سوال : ادنیٰ درجہ بغض کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض اور رفاقت و اعانت کا قطع کرنا ہے تو کیا یہ باتیں واجب ہیں کہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گناہگار ہوگا؟

جواب : علم ظاہر میں یہ باتیں تکلیف کے اندر داخل تھیں اور نہ ان کے وجوب کا حکم پایا جاتا ہے اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شراب پی اور برائیاں کیں تو ملاقات میں بالکل چھوڑے نہیں جاتے تھے بلکہ یوں ہوتا تھا کہ بعض ان کو سخت سست کہتے تھے اور اظہار بغض کرتے تھے اور بعض ان سے اعراض کرتے تھے۔ زیادہ مزاحمت نہیں کرتے تھے اور بعض ان کو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور ان سے بغض کرنا اور دور رہنا پسند نہ کرتے تھے۔

فائدہ : یہ دینی دقائق ہیں طریق آخرت کے راہی کی راہیں مختلف ہیں ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہے جس سے اس کا حال مقتضی ہو اور مقتضائے احوال ان امور میں کراہت ہے یا استحباب تو بھی ان کا کرنا فضائل کے رتبہ میں ہوگا' حریت یا وجوب کی حد تک نہ پہنچے گا اس لئے کہ تکلیف شرعی میں تو اصل مذمت الٰہی اور صرف محبت میں داخل ہے اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہو کر اس کے غیر پر پہنچتی ہو اور متعدی وہی محبت ہوتی ہے جو درجہ افراط اور استیلا تک پہنچے تو اس درجہ کی محبت عوام کے حق میں فتویٰ کے لحاظ سے ہرگز تکلیف شرعی میں داخل تھیں۔

بیان نمبر 4:

بغض فی اللہ کی کیفیت و مراتب

سوال : فعل سے بغض و عداوت کا اظہار اگرچہ واجب نہیں مگر اس کے استحباب میں تو شک نہیں اور عاصی اور فاسق کے مراتب مختلف ہیں تو ان سے معاملہ کرنے میں فضیلت کیسے حاصل ہو اور سب کے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہئے یا نہیں۔

جواب : حکم خداوندی کے مخاطب دو قسم ہیں' نمبر(1) مخالف فی العقیدہ' (2) مخالف فی العمل اور مخالف فی العقیدہ تین طرح ہیں (1) کافر' (2) بدعتی' (3) بدعتی دو حال سے خالی نہیں۔ نمبر1 دوسروں کو اپنی بدعت کی طرف ترغیب دینے والا۔ 2 عجز کی وجہ سے خاموش ہو' ہم تینوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ 1 کافر اگر حربی ہے تو مستحق قتل اور غلام بنانا ہے ان دونوں باتوں سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی اہانت نہیں کافر اگر ذمی ہو تو اسے ایذا دینا جائز نہیں بجز اس کے کہ اس سے اعراض کیا جائے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہ ہو اگر وہ السلام علیک کہے جواب میں وعلیک کہہ دیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس سے گفتگو اور کوئی معاملہ نہ کیا جائے اس کے ساتھ کھانا نہ کھایا جائے لیکن مروت اور میل جول جیسے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے تو سخت مکروہ ہے گویا کہ اسے میل جول حرمت کی حد تک پہنچتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانو اباء ھم و ابناء ھم (آیت پ 28 مجادلہ 22) ترجمہ کنزالایمان: (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں)۔ اور فرمایا یا ایھا الذین امنوا لا تتخذو اعدوی وعدو کم اولیاء (الممتحنہ 1) ترجمہ کنزالایمان: (میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

احادیث : حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں >مومن و مشرک کا اتنا دور ہیں کہ ان میں سے ایک آگ دوسرے کو نظر نہیں آتی۔ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بدعت ایسی ہو جس کا قائل کافر ہو جاتا ہو تو اس کا معاملہ ذمی سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ وہ نہ تو جزیہ کا اقراری ہے اور نہ عقد ذمہ کے لئے مانع اگر ایسی بدعت ہو کہ اس سے کافر نہ ہوتا تو اس کا معاملہ اس میں اور اللہ تعالیٰ میں کافر کی بہ نسبت خفیف ہے مگر اہل اسلام کو اس پر سختی کافر کی بہ نسبت زیادہ چاہئے اس لئے کہ کافر کی برائی مسلمانوں پر متعدی نہیں کہ وہ اس کے کفر کے معتقد ہیں' اسی لئے اس کے قول پر التفات نہیں کرتے اور نہ وہ دعویٰ مسلمان ہونے اور اعتقاد حق کا کرتا ہے' بخلاف بدعتی کے جو اپنی بدعت کے طرف ترغیب دیتا ہے (اسی لئے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدمذاہب سے میل جول اور لین دین و دیگر امور میں ان سے یاری

دوستی کو حرام فرمایا کہ ہمارے بدمذاہب نہ صرف اپنے مذاہب کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ ان میں داخل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ (اضافہ اویسی)۔ ایسا بدعتی یہی کہتا ہے کہ جس چیز کی طرف سے میں بلاتا ہوں وہی حق ہے اسی لئے عوام کی گمراہی کا باعث ہے اور اس کی برائی دوسروں میں موثر ہے تو اس پر بغض کا اظہار اور اس سے عداوت کرنا اور ملاقات ترک کرنا اور اس کی بدعت کی وجہ سے اس کی حقارت اور اس کو برا کہنا اور لوگوں کو اس کے پاس نہ جانے دینا اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔

مسئلہ : اگر وہ تنہائی میں سلام کرے تو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ : اگر یہ معلوم ہو کہ اس سے اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا اس کے دل میں اس کی بدعت کی مذمت ہو گی اس کی زجرو توبیخ میں اثر کرے گا تو اس صورت میں جواب نہ دینا بہتر ہے۔ اس لئے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہے' مگر ادنیٰ غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی حمام میں ہو یا قضاء حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور بدعتی کو زیر کرنا ان اغراض کی نسبت زیادہ ضروری ہے۔

مسئلہ : اگر بدعتی مجمع میں سلام کرے تو ترک جواب بہتر ہے کہ عوام اس سے نفرت کریں اور اس کی بدعت کو برا سمجھیں۔

مسئلہ : اس بدعتی سے اچھا سلوک نہ کرنا اور اس کی مدد نہ کرنا بالخصوص ان امور میں جو عوام پر ظاہر ہوں' بہتر ہے۔

حدیث : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص بدعت والے کو جھڑکے اور اس کا قول و فعل نہ مانے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور ایمان سے پر فرمائے گا اور جو شخص بدعتی کی اہانت کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن امن دے گا اور جو اس سے نرمی کریگا یا اس کی تعظیم کریگا یا خندہ پیشانی سے اسے ملے گا تو وہ اس کی خفت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔ (3) عامی بدعتی جو دوسروں کو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلائے اور نہ اس کی اقتدا کا خوف ہو تو اس کا معاملہ آسان ہے اس کے ساتھ یوں کرنا چاہئے کہ ابتداء سے سختی اور اہانت نہیں چاہئے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "اسلامی سلام" اویسی غفرلہ اس ارشاد کو صلح کلی سنی غور سے پڑھ کر ابھی سے سنبھل جائے ورنہ ......) بلکہ نرمی سے اسے نصیحت کرنی چاہئے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہیں اگر نصیحت مفید نہ ہو اور اعراض کرنے سے اس کی نظروں میں بدعت بری محسوس ہوتی ہو تو اعراض زیادہ مستحب ہے۔

مسئلہ : اگر معلوم ہو کہ خواہ کچھ ہو وہ بدعتی ہی رہے گا کہ دل میں جو بات جم گئی وہ نہ نکلے گی اور کند مزاج ہے تو اس صورت میں بھی اعراض اولیٰ ہے کیونکہ بدعت کو قبیح جاننے میں اگر مبالغہ نہ کیا جائے تو پھیل جاتی ہے اور اس کا

فساد عام ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : جو عمل اور فعل سے گناہ کرے اور عقیدہ میں مخالف نہ ہو تو اس کی معصیت یا تو ایسی ہو گی کہ اس سے دوسروں کو ایذا ہوتا ہے جیسے ظالم اور غضب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور عوام میں نزاع بپا کرنا اور چغلی کھانا وغیرہ

مسئلہ : اگر بدعت ایسی ہو کہ اس سے دوسروں کو ایذا نہ ہو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ (1) دوسروں کو شر اور فساد کی طرف بلائے جیسے شراب فروش کو عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے اسباب شر و فساد پر آمادہ کرتا ہے۔ (2) غیر کو اپنے فعل کی طرف نہیں بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہو یا زنا کرتا ہو یہ بھی دو قسم ہے۔ (1) گنا کبیرہ کا مرتکب ہو۔

نمبر2 صغیرہ : دونوں صورتوں میں اصرار کرتا ہے یا نہیں تو ان تمام قسموں سے تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں اور ہر ایک قسم کا اپنا مرتبہ ہے کہ کسی میں شدت زیادہ کسی میں کم اور سب کے ساتھ ایک طریقہ نہیں کیا جاتا۔

نمبر1 قسم : یہ گناہ کی سب سے سخت ہے وہ یہ کہ جس سے لوگوں کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غضب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہوں بہتر ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے اور ان کا میل جول متروک ہو اور ان کے معاملہ سے کشیدگی ظاہر کی جائے اس لئے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت ہوتی ہے پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہے مثلاً ایک شخص قتل و خون سے ظلم کرتا ہے دوسرا مال کا اور تیسرا آبرو کا یہ ہر ایک دوسرے سے سخت ہیں تو ان کی اہانت اور ان سے اعراض کرنا نہایت موکد ہے اور جس صورت میں کہ اہان سے یہ توقع ہو کہ ان کو یا غیروں کو توبیخ ہو گی تو اس صورت میں حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہو گا۔

نمبر2 قسم : مجرم خراباتی جواب اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہے اور مخلوق پر طریق فساد آسان کرتا ہے تو یہ ہرچند مخلوق کو دنیا میں ایذا نہیں دیتا مگر اپنے فعل سے ان کا دین چھینتا ہے اگرچہ ان کی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہے اگرچہ اس سے خفیف ہے' کیونکہ جو گناہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو ہرچند عفو کے قریب ہے مگر اس وجہ سے کہ وہ فی الجملہ دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے سخت یقیناً ہو تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہے کہ اس کی اہانت کی جائے اور اعراض اور علیحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا عمل میں لایا جائے' بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ اس سے اس کو اور غیروں کو کسی قسم کا زجر ہو گا۔

نمبر3 قسم : وہ مجرم کہ جو خود شراب خوری یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ممنوع کے مرتکب ہونے سے فاسق ہوتا ہے تو وہ اس کا معاملہ خفیف ہے لیکن اس گناہ کے ارتکاب کے وقت اسے دیکھ لیا جائے تو اس کا روکنا واجب ہے جس سے وہ باز رہے۔ اگرچہ مارنے سے ہو یا اس سے نفرت کرنے سے اس لئے کہ بری بات سے منع کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا ہو اور معلوم ہو کہ یہ فلاں گناہ کا عادی ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہے اور اگر یقینی معلوم نہیں کہ باز آوے گا مگر ظن غالب ہے تو افضل ہے کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کی جائے یا اگر سختی مفید تو سختی سے زجر کی جائے اور جس صورت سے کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہے اور نصیحت اس کو موثر نہیں۔ تو اس کے سلام کے جواب نہ دینے اور اس کے میل جول سے باز رہنے میں کلام ہے اور علماء کا اس باب میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا دارومدار نیت پر ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوا کرتا ہے' کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے میں ایک طرح کی تواضع اور انکساری ہے اور درشتی اور اعراض میں کی گونہ زجر ہے تو اس کا حکم اپنے دل سے پوچھا جائے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضائے طبع کے مطابق پائے اس کا الٹ کرے کیونکہ اس کی تحقیر اور اس پر درشتی برتنا کبھی تکبر اور غرور سے ہوتی ہے اور اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہے کہ اس سے اپنا کوئی مطلب نکلنا مدنظر ہوتا ہے یا بظن قریب خواہ بعید یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں لوگوں کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال میں اثر نہ کر جائے اور یہ سب باتیں اشارات شیطانی کے بموجب چلنے کی ہیں اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہیں خلاصہ یہ کہ شخص اعمال دین کا راغب ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق غور و فکر اور ان حالات کی نگرانی میں اجتہاد کرتا ہے اور اس باب میں اپنا دل مفتی ہوتا ہے اور کبھی تو اپنے اجتہاد میں حق کو پہنچتا ہے اور کبھی بھٹک جاتا ہے اور کبھی جان بوجھ کر اپنی خواہش نفس کا اتباع کرتا ہے اور کبھی اس دھوکے میں اقدام کرتا ہے' اسے یہی گمان ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرتا ہوں اور راہ آخرت پر چلتا ہوں اور ان حقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور میں آئے گا اور جو فسق اس طرح کا ہی کہ اس کا گناہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور اس کا ضرر خاص عاصی ہی پر ہو دوسرے پر نہیں اس کے معاملہ میں نرمی کی دلیل حدیث میں ہے کہ ایک شراب پینے والا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کئی بار سزا پاتا رہا' لیکن پھر وہ دوبارہ وہی حرکت کرتا تھا اور پکڑا جاتا تا کسی ایک صحابی نے کہا کہ اللہ عزوجل اس پر لعنت کرے باربار شراب پیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کا مددگار نہ ہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جس کا مضمون یہی تھا۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ نرمی بر نسبت درشتی او رسخت کے بہتر ہے۔

بیان 5: صحبت و رفاقت کی صفات : جس شخص سے صحبت اختیار کی جائے۔ اس میں کون کونسی صفات ضروری ہیں۔ واضح ہو کہ ہر انسان اس بات کی لیاقت نہیں رکھتا کہ اس کی صحبت اختیار کیجئے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہی کہ انسان اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے تو تم میں سے کوئی جس کسی کو دوست بنائے تو اس کو دیکھ بھال لو۔ پس ضروری ہے کہ انسان کچھ خصلتوں اور صفتوں سے متمیز ہو کہ جن کے سبب اس کی صحبت کی رغبت ہو اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہیں ان کے لحاظ سے ان خصلتوں کا

شرط ہونا چاہئے۔ ضروری ہے اس لئے کہ شرط اسی کو کہتے ہیں جس کا پایا جانا مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ شرطوں کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہے۔ صحبت سے فوائد دنیاوی اور دینی دونوں مطلوب ہوتے ہیں دنیاوی فوائد جیسے مال یا جاہ سے نفع لینا یا صرف ملاقات اور ہم نشینی سے دل کا بہلانا وغیرہ اور ان کا بیان کرنا منظور نہیں اور فوائد دینی میں ہی بہت سی اغراض میں مجتمع ہوا کرتی ہیں مثلاً (1) علم اور عمل کا استفادہ۔ (2) جاہ سے استفادہ بایں لحاظ کہ جو لوگ دل کو پریشان کریں اور عبادت سے مانع ہوں ان کی ایذا سے محفوظ رہے۔ (3) استفادہ مال سے تاکہ غذا کی طلب میں اوقات ضائع نہ ہوں اور عبادت میں اس سے بے فکری ہو جائے۔ (4) ضروریات میں مدد لینا تاکہ معصیت اور حوادث میں کام آئے۔ (5) صرف دعا کی برکت کا حصول۔ (6) ششم آخرت میں شفاعت کی توقع۔

فائدہ : بعض اکابر سلف نے فرمایا کہ دوست بہت سے پیدا کرو کہ ہر مومن شفاعت کریگا تو کیا عجب بعید ہے کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت میں داخل ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر میں آیت و یستجیب الذین امنوا وعملو الصالحات و یزید ھم من فضله ترجمہ : (اور ان اہل ایمان کی دعا قبول کرتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں اور اپنے فضل سے دور بہت کچھ بڑھاتا ہے)۔

کا معنی یوں مذکور ہے کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستوں کے حق میں قبول ؛ ر دوستوں کو ان کے ساتھ جنت میں داخل کریگا۔

فائدہ : جب کسی کی مغفرت ہو جائے گی تو وہ اپنے دوستوں کے لئے سفارش کریگا اسی لئے بعض صالحین نے صحبت اور الفت اور میل جول کی ترغیب دی ہے اور تنہائی اور جدا رہنے کو برا سمجھا ہے۔

فائدہ : یہ فوائد دینی ہیں کہ ہر فائدہ کے شرائط ہیں کہ ان کے بغیر حاصل نہ ہو گا اور ان کی تفصیل طویل ہے' ہاں مجملاً یہ ہے کہ جس شخص کو دوست اختیار کیا جائے اس میں پانچ باتیں صفات ضروری ہیں۔ عقل' خوش خلقی' بدکار نہ ہو' بدعتی نہ ہو' دنیا کا حریص نہ ہو۔

1-# عقل : اس لئے ضروری ہے کہ راس المال اور اصل یہی ہو۔ احمق کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں اور اس کا انجام وحشت اور جدائی ہے' اگرچہ کتنا عرصہ سے دوستی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ فلا تعجب اخا الاجھل۔ ایاک وایاہ = فکم من جاہل اردی - حلیما حسین آخاہ= یقاس المر ابالمرا' اذا المرا ماشا = وللشی من اشی مایسیں اشباہ = ولاعتب علی القلب۔ دلیل حسین یلقاہ ترجمہ : جاہل سے دوستی نہ کر' خود کو اس سے اور اسے اپنے سے بچا۔ بہت سے جاہل سمجھداروں کو لے ڈوبے جب اس نے اس سے دوستی کی۔ دراصل ہر انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے تو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے دل کو دل پر قیاس ہے اور وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اسی لئے جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو دل دوسرے کی خود واضح دلیل ہے۔

شیخ سعدی شیرازی نے کریما رسالہ میں گویا یہی مضمون کہا ہے۔ (زجاہل حذر کردن اولی بود + کنونگ

دنیا و عقبی بود) اس لئے کہ ممکن ہے احمق دوست کے نفع کے اور اعانت کا ارادہ کرے وہ اس کے حق میں ہلاکت کا موجب ہو اور اس احمق کو خبر نہ ہو اور اسی لئے کسی شاعر نے انی لا من من عدو عاقل۔ واخاف خلا یعتربہ جنون۔ فالعقل فن واحد و طریقہ۔ ادری فارصد الجنون فنون ترجمہ: (مجھے دانا دشمن سے امن ہے ہاں اس دوست سے خوف ہے جس پر جنون طاری ہوتا ہے اس لئے کہ ایک فن اور ایک طریقہ یہ ہے اور یقین کیجئے کہ جنون کے کئی فن ہیں)۔

فائدہ: اسی لئے کہتے ہیں کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالیٰ کے قریب کا حصول ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ احمق کا چہرہ دیکھنا خطاء ہے۔

عاقل کون؟: عاقل وہ ہے جو امور کو اسی طرح سمجھے جس طرح ان کی حقیقت ہے اگر خود سمجھے تو سبحان اللہ ورنہ دوسرے کے سمجھانے سے حقیقت تک پہنچ جائے۔

خوش خلقی: دوستی میں خوش خلقی اس لئے ضروری ہے کہ اکثر عقلمند چیزوں کی حقیقت کو سمجھتے ہیں لیکن جب ان پر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہے یا بخل یا نامردی کا دباؤ پڑتا ہے تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کر جاتے ہیں او رجو بات ان کو معلوم ہوتی ہو اس کے خلاف کرتے ہیں اس لئے کہ اپنی صفات کے تابع کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہیں تو اسے لوگوں کی صحبت سے کوئی نفع نہیں۔ (3) دوست کے فاسق نہ ہونے کی ضرورت اس لئے ہے کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اس کی صحبت میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہے وہ کبیرہ پر اصرار نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کے فساد سے بے خوف رہنا اور اس کی دوستی پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے وہ تو اغراض کے متغیر ہونے سے بدلتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه (الکہف 28) ترجمہ کنزالایمان: اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها واتبع هواه (طٰہٰ 16) ترجمہ کنزالایمان: تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور فرمایا فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد الا الحيوة الدنيا (النجم 29) ترجمہ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیرلو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ اور فرمایا واتبع سبيل من اناب الي ترجمہ: (اور اس کی راہ چل جو میری طرف راجع ہے)۔ ان آیات کے مفہوم سے فاسق کی زجر معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں فسق اور فاسقوں کے دیکھنے اور ان کی ملاقات سے بھی زجر ہے۔ علاوہ ازیں ان کے دیکھنے اور ملاقات سے گناہ کا امر دل پر آسان ہو جاتا ہے یعنی دل کو گناہ سے نفرت نہیں رہتی۔ حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظالموں کی طرف نہ دیکھو ورنہ تمہارے نیک اعمال حبط ہو جائیں گے بلکہ ان لوگوں کے میل جول میں سلامتی نہیں سلامتی ان سے علیحدہ رہنے میں ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان 63) ترجمہ

کنزالایمان : اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام

فائدہ : لفظ سلاما میں الف عوض ا کے ہے یعنی سلامتہ کہتے ہیں۔ یہ مراد یہ کہ ہم تمہارے گناہ سے سلامت رہے۔ (4) بدعتی سے احتراز ہونے کی ضرورت اس لئے ہو کہ اس کی صحبت میں یہ خوف ہے کہ کہیں اس کی بدعت اثر نہ کرے او راس کی نحوست دوسرے میں متعدی نہ ہو اور بدعتی تو ترک ملاقات اور جدا رہنے کے لائق ہے تو اس کی صحبت کیسے اختیار کی جائے گی۔

حدیث : حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوست دیندار کی طلب کی ترغیب میں ارشاد فرماتے ہیں بمطابق روایت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کہ یاران کے صادق کو لازم پکڑو اور ان کی حمایت میں زندگی بسر کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت میں اور مصیبت رفع کرنے کا بہتر سامان ہے اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محول کرو یہاں تک کہ اس کی کوئی بات معلوم ہو تو اس پر نیک گمان غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو ورنہ تم اس کی غلط کاری سیکھو گے اسے اپنے راز کی بات نہ بتاؤ اور اپنے معاملات کا مشورہ اس سے جو امین اور خوف خدا رکھتا ہے۔
(5) دنیا پر حریص نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ایسے کی صحبت زہر قاتل ہے اس لئے کہ آدمی سرشت میں ہے کہ دوسرے کی مشابہت اور اقتدا کیا کرتا ہے بلکہ انسان اپنے ہم نشین کی طبیعت سے کچھ باتیں چرا لیتا ہے اور صاحب طبیعت کو خبر تک نہیں ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی صحبت ہو گی تو اس سے حرص دنیا حرکت میں آئے گا اور زاہد کی ہم نشینی سے زہد کو حرکت ہو گی اسی وجہ سے طالب دنیا کی صحبت مکروہ ہے اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب۔

خوش خلقی کی تفصیلی بحث: نمبر1 : علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت میں مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا اگر تجھے لوگوں کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اس کی خدمت میں جائے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اس کے پاس بیٹھے تو تجھے زینت دے اگر تجھے کوئی مشکل پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کیلئے پھیلانا چاہے تو پھیلا دے اگر تجھ سے کوئی خوبی دیکھے تو اسے بیان کرے اگر برائی دیکھے تو اسے روک دے جس وقت تو اس سے سوال کرے تو عطا کرے۔ اگر تو خاموش رہے تو خود ابتداء کرے۔ اگر تجھے کوئی بلا نازل ہو تو تیری غم خواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تصدیق کرے اگر کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے اگر تم دونوں میں اختلاف ہو تو تجھے اپنے نفس پر ترجیح دے۔

فائدہ : یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہے اور تمام کی بجا آوری کو مشروط کر دیا ہے۔

حکایت : یحیٰی بن اکثم کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے مذکورہ بالا وصیت کو دیکھ کر کہا کہ ایسا شخص کہاں ہے کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ سمجھے کہ یہ وصیت کیوں کی ہو خلیفہ نے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ علقمہ کا مقصد یہ تھا کہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرے، اسی لئے اتنی شرطیں لگا دیں۔ بعض اولیاء نے فرمایا کہ دوستوں میں اس کی صحبت کرے جو راز چھپائے اور عیب ظاہر نہ کرے اور مصیبتوں میں ساتھ دے اور نفیس چیزوں میں دوست کو اپنے اوپر مقدم رکھے اور

دوست کی خوبیوں کو پھیلائے اور برائیوں کو چھپائے۔ اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہے۔ ان اخاک الحق من کان ملکہ۔ ومن یفرنفسہ ینفعک۔ ومناذ اریب الزمان صدعک شتت فیہ شملہ لیجمعک ترجمہ: (تیرا سچا بھائی وہ ہے جو تیرے ساتھ ہے اور تیرے نفع کے لئے اپنا نقصان برداشت کرے اور جب تجھے حوادث زمانہ ستائے تو وہ اپنے امور کی پراگندہ کردے لیکن تیرے خاطر جمع رکھے)

فائدہ : (4) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ صرف دو آدمیوں سے صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ (1) جس سے کہ دین سیکھو کہ تمہارے کام آئے۔ (2) تم کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے تیسری کہ پاس نہ بیٹھو۔

مصاحبین کی قسمیں : بعض علماء فرماتے ہیں کہ دوست چار قسم ہیں۔ (1) شیریں کلام کہ اس سے سیری نہ ہو۔ (2) تلخ مزاج کہ اچھا نہ لگے۔ (3) کھٹا میٹھا ہو تو اس سے کچھ حاصل کرے اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے حاصل کرے۔ (4) وہ جو نمکین ہو اسے حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہئے اور بس۔ (4) حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ آدمیوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔

نمبر1 جھوٹا : کہ تجھے اس سے دھوکا ہو گیا ہو اس کا حال مثل سراب کے ہے کہ بعید کو تجھ سے فریب کریگا اور قریب کو بعید۔

نمبر2 احمق : احمق کہ اس سے تجھے کچھ نہ ملے گا وہ تجھے نفع پہنچانا چاہئے گا او راپنی بے وقوفی سے ضرر پہنچائے گا۔

نمبر3 بخیل : کہ جب تجھے اس کی طرف حد سے زیادہ حاجت ہو گی اس وقت تجھ سے دوستی چھوڑ دے گا۔

نمبر4 نامرد : کو شدت کے وقت تجھے چھوڑ کر رفوچکر ہو گا۔

نمبر5 فاسق : کہ ایک لقمہ یا اس سے کمتر کے بدلے تجھے بیچ دے گا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ لقمہ طمع کرنا پھر اس کا نہ ملنا حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اس سے بہتر ہے کہ میری صحبت میں عالم بدخلق ہو۔ ابن الحواری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ اے احمد دو آدمیوں کے سوا اور کس کے پاس نہ بیٹھنا۔ (1) جس سے اپنے دنیاوی معاملہ میں مستفید ہوں۔ (2) جس کے ساتھ ہو کہ امر آخرت سے منتفع ہوں ان دو کے سوا اور اس سے دوستی کرنا بے وقوفی ہے۔

سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ : فرماتے ہیں تین آدمیوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (1) جابر غافلوں سے (2) علماء مداہنوں سے۔ (3) صوفیہ جاہلوں سے۔

فائدہ : اکثر کلمات صحبت تمام مقاصد کو محیط نہیں اور احاطہ مقاصد اس طریق سے ہو جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ مقاصد کو دیکھ کر انہیں کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہوں کیونکہ جو شرائط صحبت مقاصد دنیوی کے ہیں وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت میں مشروط نہیں چنانچہ بشر رحمتہ اللہ علیہ (حافی) فرماتے ہیں کہ صحبت کے بھائی تین ہوتے ہیں۔ (۱) آخرت کے لئے' (2) دنیا کے لئے' (3) دل بہلانے کیلئے اور یہ سب باتیں ایک شخص میں کم جمع ہوتی ہیں بلکہ چند شخصوں میں متفرق ہوتی ہیں تو ضروری ہے کہ شرائط بھی ان میں متفرق ہوں۔ مامون نے کہاکہ بھائی تین طرح کے ہیں۔ (۱) مثل غذا کے کہ اس سے نقصان نہیں۔ (2) دوا کے طرح کہ کبھی اس کی ضرورت ہو اور کبھی نہ ہو۔ (3) مرض کی طرح کہ اس کی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر بطور امتحان انسان کو کبھی اس سے واسطہ پڑ جاتا ہے یہ وہ ہے کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ تمام آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے درخت اور سبزہ کہ ان میں سے بعض سایہ دار ہوتے ہیں اور ثمروار نہیں ہوتے تو وہ ایسے لوگ ہیں جن سے دنیا میں تو فائدہ ہے لیکن آخرت میں ان سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ کی طرح سریع الزوال ہوتا ہے اور بعض درخت ایسے ہیں کہ پھل رکھتے ہیں سایہ نہیں رکھتے تو اس کی مثل وہ لوگ ہیں جو آخرت کے کام کے ہیں' لیکن دنیا میں کسی کام کے نہیں اور بعض درخت ایسے ہیں جنہیں پھل اور سایہ دونوں ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں دونوں چیزوں میں سے ایک بھی نہیں جیسے ببول کا درخت کہ یہ کپڑے پھاڑنے کا ہے کھانے کا ہے نہ پینے کا اور حیوانات میں چوہا اور بچھو ہیں اور آدمیوں میں وہ ہیں جن سے نہ نفع دین نہ دنیا بلکہ مردم آزاد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یدعو لمن ضره اقرب مین نفعه لبئس المولٰی ولبس العشیر (الحج 13) ترجمہ کنزالایمان: ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بے شک کیا ہی برا مولیٰ اور بے شک کیا برا رفیق۔ ایک شاعر نے یہ مضمون یوں فرمایا ہے۔ الناس متشفی اذا اما انت ذقهتم لا یستوون کمالا یستوی الشجر هذا به ثمر صلوه مذااقتمه وذاک میس سر طعم ولا ثمر ترجمہ: (لوگ مختلف المزاج ہیں جب تم انہیں چکھو گے تو تم درختوں کی طرح برابر نہ پاؤ گے درخت بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا ثمر مزیدار ہے اور دوسرا وہ ہے نہ اس کا ذائقہ نہ ثمر)۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا دوست میسر نہیں جس سے محبت رکھئے یا کوئی مقصد اس سے حاصل کرے تو اس کے لئے تنہائی بہتر ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہم نشین اچھا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرو طاعات کو ان لوگوں کے پاس بھیجنے سے جن سے لوگ حیا کریں۔ حضرت امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بلا میں ایسے لوگوں کی صحبت نے ڈالا جن سے میں حیا نہیں کرتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹا علماء کے پاس بیٹھ اور ان کے زانوں سے زانو ملائے رکھ یعنی ہمیشہ علماء کے ساتھ رہو) کہ دل حکمت سے زندہ ہوتا ہے جیسے ویران زمین موسلادھار بارش سے یہاں تک بیان اخوت کے معانی اور شرائط اور فوائد کا بیان جتنا لکھنا منظور تھا ہو گیا اب ہم اس کے حقوق کی بجاآوری کے طریقے لکھتے ہیں۔

فصل اخوت اور صحبت کے حقوق : واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصوں میں ایک قسم کا تعلق ہے جیسے نکاح زن و شوہر کا ایک تعلق ہوتا ہے جس طرح کہ نکاح چند حقوق کا مقتضی ہے کہ جن کا پورا کرنا نکاح کی ادائیگی کے لئے واجب ہے چنانچہ ان کا ایک باب آداب النکاح میں بیان ہو چکا۔ اسی طرح عقد اخوت میں کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی ضروری ہے۔ مثلاً جس سے دوستی کرو اس کا حق تمہارے مال میں اور نفس میں اور زبان میں اور دل پر ہو گا او رتمام حقوق کا مجموعہ آٹھ ہے۔

حق مال : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔

سوال : دو ہاتھوں کی مثال فرمائی ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کی کیوں نہیں۔

جواب : دونوں ہاتھوں ایک ہی غرض پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اسی طرح دو بھائیوں کی اخوت اس وقت کامل ہوتی ہے کہ دونوں ایک مقصد میں ایک دوسرے کی رفاقت کریں تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہیں اور یہ اس کا مقتضی ہے کہ نفع اور نقصان میں دونوں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور مال اور حال میں باہم شریک ہوں اور خصوصیت درمیان میں اٹھ ہو جائے۔

فائدہ : دوستوں کے ساتھ مال سے سلوک کرنا تین مراتب رکھتا ہے۔ (۱) سب سے کم تر وہ یہ کہ دوست کو بمنزلہ خادم وغیرہ کے جانے اور جو کچھ کہ تمہارے مال میں زائد ہے اس سے اس کی خبر گیری کی جائے۔ اور جس وقت اسے ضرورت ہو اور تمہارے پاس مال زائد ہے کچھ موجود ہو تو تم سوال کئے بغیر وہ مال اس کے حوالہ کر دو اگر اسے مانگنے کی حاجت ہوئی تو حق اخوت میں نہایت کوتاہی ہو گی۔ (2) دوست کو اپنے نفس کا قائم مقام جانو اور اس کی شرکت اپنے مال میں پسند کرو یہاں تک کہ اپنا مال اس سے نصف و نصف بانٹنے کو گوارہ کر لو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف صالحین میں دوستوں کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کرکے آدھی خود رکھتے آدھی اپنے دوست کو دیتے سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم جانو او ریہ مرتبہ صدیقین کا ہے یہی انتہائی رتبہ ورجہ الحب فی اللہ کا ہے۔

فائدہ : اس رتبہ کا کمال یہ ہے کہ نفس میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے۔

حکایت : بعض صوفیہ کی کسی خلیفہ کے سامنے شکایت ہوئی ان میں ابوالحسنین نوری بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے اس نے تم کو قتل کرنے کا حکم دیا ابوالحسنین نوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سب سے پہلے جلاد کے سامنے پہنچ کر فرمایا کہ پہلے میری گردن مارو۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس لحظہ میں اپنے بھائیوں کی

زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کروں اسی قول کے سبب سب کی رہائی ہوگی۔ (فائدہ) ان تینوں مراتب میں سے تم کو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہ ہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمہارے اندر ابھی تک منعقد نہیں ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمول و رواج جاری ہے جس کا اعتبار عقل اور دین میں کچھ نہیں اور میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جو شخص کہ یاروں سے اس بات پر راضی ہو کہ اس کو زیادہ نہ سمجھیں تو اس کو چاہیئے کہ اہل قبول سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی مروی نہیں چنانچہ مروی ہے کہ عقبہ ایک غلام اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے تیرے مال میں سے چار ہزار کی حاجت ہے اس نے کہا کہ دو ہزار لے لو انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو اللہ عزوجل پر ترجیح دی تجھے شرم نہیں آتی کہ فی اللہ محبت کا دعویٰ کر کے یہ کہتا ہے۔

جو شخص کہ اخوت کے مراتب میں سب سے کم تر رکھتا ہو چاہیئے کہ اس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابو حازم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہارا بھائی فی اللہ ہو تو اس سے دنیاوی معاملات نہ کرو اس سے ان کی غرض یہی ہے کہ جو مرتبہ ادنیٰ اخوت رکھتا ہو اور سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ ہے کہ جس کے سبب سے اللہ عزوجل ایمانداروں کی تعریف اس آیت میں فرماتا ہے۔ وامرهم شورٰى بينهم ومما رزقنهم ينفقون ترجمہ کنزالایمان: یعنی ان کے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نہ کرتا تھا اور بعض اکابر ایسے تھے کہ اگر کوئی یوں کہتا کہ میرا جوتا ہے تو اس کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے اس لئے کہ اس نے اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کیا۔

حکایت : فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کے ہاں تشریف لائے وہ گھر پر موجود نہ تھے آپ نے ان کی لونڈی کو فرمایا کہ ان کا صندوق لائیں آپ نے اپنی حاجت کی چیز اس میں سے لے لی اور تشریف لے گئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو ان کی لونڈی نے ان سے حال سنایا انہوں نے خوش ہو کر فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔

حکایت : کسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے اخوت اللہ کے لئے دوستی کروں آپ نے فرمایا کہ کیا تو اخوت کا حق بھی جانتا ہے اس نے عرض کیا کہ مجھے آپ بتایئے آپ نے فرمایا کہ اس اخوت کے بعد تو اپنے دینار و درہم کا مستحق مجھ سے زیادہ نہ رہے گا اس نے کہا کہ میں ابھی اس درجہ کو نہیں پہنچا آپ نے فرمایا کہ پھر یہاں سے چلے جاؤ۔

حکایت : حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی جیب یا تھیلی میں ہاتھ ڈال کر جو چاہتا ہے بغیر اس کی اجازت کے لئے لیتا ہے یا نہیں اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا تو تم بھائی نہیں ہو۔

کچھ لوگ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ نے نماز ادا فرمالی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے کہا کہ بازار والوں نے تو ابھی نہیں پڑھی آپ نے فرمایا کہ بازار والوں سے دین کا

طریق کون سیکھے میں نے یہ بھی تو سنا ہے کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی کو درہم نہیں دیتا۔ یہ بات آپ نے براہ تعجب فرمائی۔

ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا اس نے عرض کیا کہ میں آپ کا دوست ہوں آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اس پر تجھ سے زیادہ میرا اختیار ہو اس نے کہا کہ یہ مجھ کو منظور نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو تیرا سچ کتنا اچھا معلوم ہوا راوی کہتا ہے کہ آپ کی رفاقت میں جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھ بھی اسی کو لیتے تھے جو آپ کے موافق ہوتا تھا۔ ایک بار آپ کے ساتھ ایک شراک بنانے والا ہوا کسی منزل میں ایک شخص نے آپ کے لئے ایک پیالہ ثرید کا ہدیہ بھیجا آپ نے اپنے دوست کی گٹھری کھول کر ایک مٹھا شراکوں کا نکال کر پیالہ میں بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیج دیا جب دوست آیا تو اس نے پوچھا کہ شراک کہاں ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ ثرید کس چیز کا کھایا اس کے عوض میں گئے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ درگزر کر اللہ عزوجل تجھ سے درگزر فرمائے گا۔ ایک بار اپنے دوست کا گدھا نیز اس کی اجازت سے ایک اور شخص کو پیادہ پا دیکھ کر دیدیا جب دوست آیا تو خاموش ہو رہا اور برا نہیں مانا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس اصحاب میں سے بکری کی سری ہدیہ میں آئی۔ انہوں نے سوچا کہ میرے فلاں بھائی کو میری نسبت زیادہ حاجت ہے اس لئے وہ سری ان کے پاس بھیج دی انہوں نے تیسرے کے پاس بھیج دی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہاں تک کہ سات ہاتھوں میں پھر کر پھر پہلے والے شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہے کہ حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ نے بہت بھاری قرض اور ان کے دوست خیثمہ کے ذمہ قرض تھا آپ نے جاکر وہ قرض ادا کردیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی اور خیثمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سروق رضی اللہ عنہ کا قرض ان کی ناداسنگی میں ادا کردیا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما میں بھائی چارہ مقرر فرمادیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے ان کو اپنے نفس اور مال کا اختیار دیدیا کہ یہ تمہارا ہے جو چاہو کرو' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ عزوجل تم کو ان دونوں میں برکت دے اور ان کو قبول کرکے پھر وہی کیا جو انہوں نے کیا تھا۔ یعنی دونوں کا اختیار ان کو دیدیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فعل تو مساوات ہے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا فعل جو ابتدا تھا وہ ایثار ہے اور ایثار مساوات سے افضل ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور میں اس کو اپنے ایک فی اللہ دوست کے منہ میں رکھوں تو اس کے حق میں اس بات کو بھی کمتر جانو اور یہ بھی انہیں کا ارشاد ہے کہ میں لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہوں اور اس کا مزہ اپنے گلے میں پاتا ہوں اور چونکہ دوستوں پر خرچ کرنا فقیروں پر خیرات کرنے سے افضل ہے اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ بیس درہم جن کو میں کسی اپنے دوست فی اللہ کو دوں میرے نزدیک اس سے بہتر ہیں کہ سو درہم مساکین پر خرچ کروں اور یہ بھی آپ ہی کا

ارشاد ہے کہ اگر ایک صاع کھانا تیار کر کے اس پر اپنے فی اللہ دوستوں کو جمع کروں تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ ایک غلام آزاد کروں۔

ایثار کے باب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں کہ آپ کا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک صحابی رضی اللہ کے ساتھ ایک جنگل میں تشریف لے گئے اور اس میں سے دو سواکیس چنیں ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھی کو عنایت فرمائی اس نے عرض کیا کہ میری نسبت آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہے گو دن میں سے ایک ساعت ہی کو ہو اس سے صحبت کی باز پرس ہوگی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بجالایا تھا یا ضائع کیا تھا (فائدہ) اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ صحبت کی باز پرس ہوگی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بجالاتا ہے۔

حکایت : ایک دن حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کنوئیں پر غسل کے لئے تشریف لے گئے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر کی آڑ کر لی یہاں تک کہ آپ نے غسل فرما لیا پھر حضرت حذیفہ نے غسل کے لئے بیٹھے تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑا لیکر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں سے انہیں آڑ میں کر دیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا فدا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے والدین آپ ایسا نہ کریں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدستور چادر لیکر کھڑے رہے یہاں تک کہ بدستور جب کہ وہ غسل سے فارغ نہ ہو گئے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ نرم ہو۔

حکایت : مالک بن دینار اور محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر میں ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نہ تھے محمد بن واسع نے ان کی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا جس میں کچھ کھانا تھا اور اس کو کھانے لگے مالک بن دینار نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو جب تک کہ مالک مکان تشریف نہ لائیں محمد نے نہ سنا بدستور کھاتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حسن بصری تشریف لائے اور فرمایا کہ اے مالک بن دینار ہمارا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے سے تکلف نہیں کرتے تھے' یہاں تک کہ تم اور تمہارے ہم عصر پیدا ہوئے۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ دوستوں کے گھر میں بے تکلفی اخوت میں خلوص کی نشانی ہے۔ کیسے نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے او ماملکتم مفاتحہ او صدیقکم (النور 61) ترجمہ : (یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں) (کنزالایمان)

فائدہ : صالحین میں پہلے یہ دستور تھا کہ پہلے اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست کے سپرد کر دیتا تھا اور ہر طرح کے تصرف کا اسے اختیار دے دیتا تھا مگر وہ شخص باعث تقویٰ کے اس کا مال نہ کھاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ

نازل فرمائی اور دوستوں کے مال میں کشادگی اور بے تکلفی کی اجازت دی۔

حق : دوست کی ذاتی طور اعانت کرے یعنی حاجت پورا کرنے اور قبل سوال ان کا کام پورا کرنے میں اور اپنی خاص حاجت پر ان سے مقدم کرنے میں مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے کئی درجے تھے ویسے ہی اعانت کے بھی کئی مراتب ہیں ان میں سے ادنیٰ یہ ہے کہ سوال کے وقت اس کی حاجت پوری کرے مگر بکشادہ پیشانی اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو۔

فائدہ : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے کسی دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اس کو پورا نہ کرے تو اس کو دوبارہ یاد دلاؤ شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ پورا نہ کرے تو اللہ اکبر کہہ کر یہ آیت پڑھو والموتی یبعثھم اللہ الایتہ ترجمہ : (اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا)۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ وہ اور مردہ بے مروتی میں برابر ہیں۔

حکایت : ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ ان کے پاس کچھ ہدیہ لایا انہوں نے پوچھا یہ کیسا ہے کہاکہ آپ نے میرے ساتھ نیک سلوک کیا۔ انہوں نے کہاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت دے۔ اپنا مال اپنے پاس رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اس کے پورا کرنے میں بہمہ تن کوشش نہ کرے تو وضو کرکے اس کی نماز جنازہ پڑھو اور اسے مردہ تصور کرو۔

فائدہ : حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دشمنوں کی حاجات کے پورا کرنے میں جلدی کرتا ہوں اس خوف سے کہ شاید ان کو واپس کردوں تو مجھ سے بے پروا نہ ہو جائیں۔

فائدہ : جب ان کا دشمنوں سے یہ حال ہو تو دوستوں سے کیسے ہوگا۔

فائدہ : اسلاف صالحین کے بعض حضرات ایسے تھے کہ اپنے دوست کے عیال کی خبر گیری اس کے مرنے کے بعد چالیس سال تک کرتے تھے یعنی ان کی حاجات پوری کرنے اور ہر روز ان کے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے۔

فائدہ : متوفی کی آل و اولاد اور عیال صرف اپنے باپ کو آنکھ سے نہ دیکھتے تھے بلکہ تمام شفقت اور عنایت ان کے ہاں موجود تھے بلکہ جو راحت کہ متوفی کی زندگی میں نہ ہوتی وہ متوفی کے دوستوں اور رفیقوں سے پاتے تھے۔

فائدہ : بعض کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے دروازہ پر جاتے اور پوچھتے تمہارے ہاں تیل ہے یا نہیں نمک ہے یا نہیں کوئی اور کسی طرح کی ضرورت ہے تو بتاؤ بلکہ جو ضرورت دیکھتے اسے بلا اطلاع صاحب خانہ کو موجود کر دیتے۔

فائدہ : انہیں امور سے شفقت ظاہر ہوتی ہے اور اخوت میں اگر ایسی شفقت نہ ہو جیسے خود اپنے نفس پر ہوتی ہے تو اس اخوت میں خیر نہیں۔

فائدہ : میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس کی دوستی سے تمہیں فائدہ نہ ہو اس کی دشمنی بھی تم کو تمہارا نقصان نہ دے گی۔

حدیث : حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کے کچھ برتن ہیں اور وہ دل ہیں تو تمام برتنوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر وہ ہے جو سب سے زیادہ صاف اور سخت تر اور نرم تر ہو یعنی زیادہ صاف گناہوں سے اور زیادہ سخت دین میں اور زیادہ نرم بھائیوں پر۔

خلاصہ : یہ کہ دوستی و اخوت میں یوں ہونا چاہئے کہ تمہارے نزدیک اپنے بھائیوں کی ضرورت اپنی ضرورت کی طرح ہو جائے بلکہ اس سے بھی اہم اور یہ کہ اس کی حاجت کے اوقات و احوال سے غافل نہ رہو۔ جیسے اپنے احوال سے غافل نہیں رہتے اس کی مدد کرنے میں اسے سوال اور اظہار پر حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اس کی ضرورت کو اسی طرح ادا کرو کہ تمہیں گویا یہ علم ہی نہ ہو کہ میں نے ادا کی اور نہ اس ادا کرنے سے اس پر کچھ اپنا حق سمجھو بلکہ اپنے حق میں جو اس نے تمہاری سعی قبول کی اس کے ممنون ہو اور صرف تکمیل حاجت پر ہی اکتفا نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ زیادہ اکرام اور ایثار ابتدا تمہاری جان سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اس کو مقدم سمجھو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے کہ ہمارے دوست ہمیں ہمارے گھر والوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اس لئے کہ گھر والے تمہیں دنیا کی یاد دلاتے ہیں اور دوست آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

فائدہ : یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ جو اپنے اسلامی دوست کی مشایعت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے بھیجے گا جو اس کی جنت تک ہمراہی کریں گے۔

حدیث : جب کوئی اپنے کسی اسلامی دوست کی زیارت اس کی ملاقات کے شوق سے کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے سے آواز دیتا ہے کہ اچھا ہوا اور تیرے لئے جنت خوب ہوئی۔

فائدہ : حضرت عطاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تین صورتوں میں اپنے دوستوں کی خبر کرو۔ (1) بیمار ہوں ان کی عیادت کرو۔ (2) کام میں پھنسے ہوں ان کی اعانت کرو۔ (3) بھول گئے ہوں تو ان کو یاد دلاؤ۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں دائیں بائیں بار بار دیکھتے تھے آپ نے استفسار فرمایا عرض کیا مجھے ایک شخص سے محبت ہے اسے دیکھتا ہوں وہ کہیں سے نظر نہیں آتا۔ آپ فرماتے کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اگر کام میں ہو تو اعانت کرو ایک روایت میں ہے کہ اس کے دادا کا نام اور قوم بھی دریافت کر لیا کرو۔

تحقیقی فائدہ : فرماتے ہیں کہ جو دوسرے کے پاس بیٹھتا اٹھتا ہو پھر کہے کہ میں اس کی صورت پہچانتا ہوں لیکن

نام نہیں جانتا تو یہ شناسائی بیو قوفوں کی ہے۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا جلیس پھر فرمایا کہ جو میری مجلس میں تین بار آتا ہے اسے کوئی کام مجھ سے نہیں ہوتا تو میں جان لیتا ہوں کہ اس کا تدارک دنیا سے نہ ہو گا۔ سعید بن العاص فرماتے ہی کہ میرے جلیس کے حق مجھ پر تین ہیں جب میرے قریب ہو تو میں مرحبا کہوں اور جب بات کرے تو اس کی طرف متوجہ ہوں اور اگر بیٹھے تو اس کو اچھی طرح جگہ دوں۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ فرمایا ہے اس میں بھی شفقت اور اکرام کی طرف اشارہ ہے اور نتیجہ شفقت یہ ہے کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا نہ کھائے اور نہ کسی خوشی میں اس کے بغیر جائے بلکہ اس کے فراق میں مکدر اور وحشت زدہ رہے تیسرا حق دوست کا زبان پر ہے کہ چند مواضعات میں سکوت کرے اول یہ کہ نہ اس کے عیب اس کے سامنے ذکر کرے نہ پیچھے بلکہ عیبوں سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ جب وہ کلام کرے تو اس کی رد نہ کرے اور نہ اس کی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے۔ تیسرے یہ کہ اس کے احوال کو تجسس نہ کرے اور جب اس کو راہ میں یا کسی کام میں دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتدا بیان نہ کرے کہ کہاں سے آتا ہوں اور کہاں جاتا ہوں تو اس سے سوال نہ کرے کیونکہ تعجب نہیں کہ بعض اوقات اس کو بیان کرنا دشوار ہو یا بالکلف جھوٹ بولنا پڑے جو تھا۔ یہ کہ جو اسرار اس نے کہے ہوں اس کے افشاء سے خاموش رہے۔ اس کے سوا دوسرے سے ہرگز نہ کہئے۔ یہاں تک کہ اپنے یا اس کے خاص دوستوں سے بھی ذکر نہ کرے۔ بعد یاری جاتے رہنے کے بھی ایسا نہ کرے کہ راز فاش کرنا خبیث باطن کی نشانی ہے۔ پانچواں _ یہ کہ اس کے احبا اور اقارب اور اہل فرزند کی طعن سے سکوت کرے۔ چھٹا _ یہ کہ اگر کسی نے اس کو برا کہا تو اس کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی گویا وہی دیتا ہے جو اس کی نقل اس کے سامنے کرتا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے سامنے وہ بات نہ کرتے جو اس کو بری محسوس ہو۔ اپنا اول کلام کے نقل کرنے والے سے ہوتی ہے پھر اصل کہنے والے سے ہاں جو کچھ کوئی اس کی تعریف کرے اس کو چھپانا نہیں چاہئے کیونکہ اول سرور نقل کرنے والے سے ہوتا ہے اور پھر اصل کہنے والے سے اور اس کا چھپانا داخل حسد ہے غرض کہ خاموشی ان باتوں سے چاہئے جو اس کو بری لگیں جس صورت میں اس کو بُرا ماننے کی پرواہ نہ کرے اس لئے کہ یہ بولنا حقیقت میں اس کے ساتھ سلوک کرنا ہے گو اس کے گمان میں یہی ہے کہ میرے ساتھ مظاہر جدی کرتے ہیں مگر اس کی برائیاں اور عیب اور اس کے گھر والوں کے عیب بیان کرنے میں غیبت داخل ہے۔ جو ہر مسلمان کے حق میں حرام ہیں اور تم اگر دو باتوں کو سوچو تو پھر اس کو برا کہنے پر زبان نہ کھولو گے۔

(1) اپنے احوال پر غور کرو اگر ان میں کوئی برائی پاؤں تو جو بات اپنے بھائی میں دیکھو اسے خود اپنے نفس پر ناگوار جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے میں ایک برائی کرنے میں معذور اور اس کے ترک سے عاجز ہوں اور ویسے ہی وہ بھی اس عبادت میں اپنے نفس کو نہیں روک سکتا اور ایسا انسان کہاں ہے جو برائی سے خالی ہو اور جو تم حقوق اللہ ترک کرتے ہو اس کی توقع اپنے دوست سے نہ کرو بالخصوص اپنے حق میں کہ وہ بجا لائے گا کیونکہ جتنا حق اللہ تعالیٰ کا تم پر ہے اس سے زیادہ تمہارا حق اس پر نہیں ہے۔ (2) اگر تمہیں یہی مدنظر ہو کہ دوست ہر عیب سے پاک ہو تو عوام سے گوشہ نشینی اختیار کرو اور کسی سے نشست و برخاست نہ رکھو کیونکہ دنیا میں جتنے لوگ ہیں ان میں برائیاں بھی ہیں اور بھلائیاں بھی اگر کسی کی خوبیاں ہی زیادہ ہوں تو غنیمت جاننا چاہیے۔

خلاصہ : اچھے لوگ اور مومن مخلص ہمیشہ اپنے دل میں اپنے دوست کی خوبیاں موجود رکھتے ہیں تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور حرمت ظاہر ہو اور منافق بدبخت ہمیشہ برائیاں اور عیوب کی تاک میں رہتا ہے۔

فائدہ : حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن معذرت کا متلاشی رہتا ہے اور منافق لغزشوں کا حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بھائیوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنا جوانمردی ہے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استعیذ واباللہ من جار السواء ان رای خیرا سترہ وان رای شدا اظہر ترجمہ : : (اس برے ہمسایہ سے پناہ مانگ جو نیکی دیکھے تو چھپا دے اور برائی دیکھے تو اسے ظاہر کرے)۔

فائدہ : کوئی انسان نہیں جس کے چند خصائل حمیدہ کی وجہ سے اسے اچھا کہنا ممکن نہ ہو ایسے ہی اسے برا بھی کہہ سکتے ہیں۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص کی تعریف کی گئی دوسرے دن پھر اس کی برائی کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ کل تو اس کی تعریف کی گئی اور آج اس کی مذمت کیوں راوی نے عرض کیا کہ میں نے کل بھی سچ کہا تھا اور آج بھی جھوٹ نہیں کہتا' اس نے کل مجھے خوش کیا تھا اس لئے جو باتیں میں اس میں بہتر جانتا تھا ذکر کیں اور آج جو اس نے مجھے ناراض کیا تو جو اس کی بری بات مجھے معلوم تھی میں نے بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا ان من البیان سحرا ترجمہ : : (بعض بیان جادو ہیں)۔

فائدہ : آپ نے برا سمجھ کر اسے سحر سے تشبیہ دی ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا البذاء والبیان شعبتان من النفاق ترجمہ : (فضول بات اور بیان منافق کے دو شعبے ہیں)۔ ایک حدیث میں ہے ان اللہ یکرہ لکم البیان کل بیان ترجمہ : (اللہ تعالیٰ تم سے فضول باتوں کو پسند نہیں کرتا)۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صرف اطاعت کرے اور گناہ نہ کرے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ صرف گناہ ہی کرے اور اطاعت نہ کرے تو جس شخص کی اطاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہے تو جب حقوق اللہ میں

ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہے تو تم اگر ایسے کو اپنے حق میں اور بہ تقاضا ہے اخوت عدل سمجھو تو زیادہ مناسب ہے۔

مسئلہ : جس طرح تمہیں اپنے دوست کی برائیاں بیان کرنے سے خاموشی واجب ہے اسی طرح دل سے سکوت بھی واجب ہے یعنی اس کے ساتھ بدگمانی نہ کرو کیونکہ بدگمانی دل کی غیبت ہے اور اس سے بھی ممانع شرعی پائی جاتی ہے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب تک دوست کے فعل کے لئے اچھا محمل مل سکے غلطی پر محمول نہ کرنا چاہئے' ہاں جو بات کہ یقین اور مشاہدہ سے منکشف ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ تم اسے آگاہ کرو لیکن حتی الوسع سہو اور نسیان پر محمول کرنا ضروری ہے۔

فائدہ : ظن دو قسم ہے۔ (1) تفرس جس کی کوئی علامت ہو کہ اس علامت کی وجہ سے ظن قیاس متحرک ہوتا ہے کہ انسان دور نہیں کر سکتا۔ (2) جس کا منشا بد اعتقادی ہوتی ہے مثلاً کوئی کام اس نے کیا جو دو وجہوں پر محمول ہو سکتا ہے مگر چونکہ تمہارا اعتقاد اس کی طرف اچھا نہیں تو تم اس فعل کو خراب وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت اس کے ساتھ اس طرح کا ظن حرام ہے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ قد حرم علی المومن من المومن دمه وماله و عرضه وان یظن به ظن السوء ترجمہ : (اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے مومن کا خون اور مال اور بدگمانی حرام فرمائی ہے)۔ اور فرمایا کم والظن فان الظن اکذب (الحدیث) ترجمہ : (بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے بڑا کذب ہے)؟ بدگمانی مقتضا یہ ہے کہ انسان دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری چھپی اس کی حرکات کا نگران ہو حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ولا تجسسو ولا تحسسو اولا تقاطعو اولا تدبر واوکونوا عباد اللہ اخوانا ترجمہ : (ایک دوسرے کا عیب تلاش مت کرو ایک دوسرے کی گھات میں نہ رہو اور ایک دوسرے سے انقطاع کی فکر نہ رہو۔ ایک دوسرے کے درپے نہ رہو اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن جاؤ)۔

فائدہ : تجسس سے مراد حالات کا معلوم کرنا ہے کہ اور تحسس سے مراد خود اپنے آپ دوسرے کے گھات میں رہنا کہ کیا کرتا ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ عیوب کا چھپانا اور ان سے بے خبر رہنا اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہے اور برائی کے چھپانے اور اچھائی ظاہر کرنے کی فضیلت اتنا ہی کافی ہے کہ دعا ماثورہ میں اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا ہے۔ یا من اظهر الجمیل وستر القبیح ترجمہ : (اے وہ ذات جو اچھائی کو ظاہر کرتی ہے اور برائی کو چھپاتی ہے)؟ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے کہ جو اخلاق اس کے ہیں انہیں کو انسان اپنی عادت ٹھہرائے تو جب وہ عیوب کو چھپاتا ہے اور گناہوں کو بخشتا ہے اور بندوں سے درگزر فرماتا ہے تو تم ایسے شخص سے کیسے درگزر نہ کرو جو تمہارے برابر ہے یا زیادہ ہے اور کسی حال میں تمہارا غلام یا پیدا کردہ نہیں۔

حکایت : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا دیکھتے ہو اور ہوا سے اس کا کپڑا علیحدہ ہو گیا تو تم کیا کرتے ہو عرض کی ہم اس کو ڈھانپ دیتے ہیں یعنی کپڑا اڑا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس کا ستر کھول دیتے ہو عرض کیا سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں اپنے بھائی کے بارے میں کوئی بات سنتا ہے تو اس زیادہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ میں ایک دوسری بات کہنے سے بڑھ کر ملا دیتا ہے۔

مسئلہ : انسان کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

فائدہ : درجات اخوت میں ادنیٰ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جسے خود چاہتا ہو کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اس میں شک نہیں کہ انسان دوسرے سے یہی توقع کرتا ہے کہ ہمارے عیوب سے چشم پوشی کرے اگر اپنی توقع کے خلاف اس سے ظاہر کرتا ہے تو اس پر سخت غصہ کرتا ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ خود تو چشم پوشی کی توقع رکھے لیکن دوست کے عیوب سے چشم پوشی نہ کرے ایسے ظالم کے لئے قرآن میں خرابی مذکور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ویل للمطففین الذین اذا کتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون (المطففین ۱) ترجمہ کنزالایمان : (کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ناپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں)۔

فائدہ : اس مقدار سے زیادہ انصاف چاہئے جتنا اس کا دل دوسرے کے لئے گوارہ کرتا ہے تو وہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے اور عیب پوشی میں کوتاہی کرنا اور اس کے اظہار میں سعی کرنے کی علت ایک بیماری ہے جو باطن کے اندر چھپائے رہتا ہے یعنی حقد اور حسد یہ دونوں بیماریاں جس کے اندر ہوتی ہیں اس کے باطن کو خباثت سے بھر دیتی ہیں مگر اس کے باطن میں یہ چیزیں دبی ہوئی اور مفید رہتی ہیں جب موقع ملتا ہے تو کسر نہیں چھوڑتا اور پردۂ حیا اٹھ جاتا ہے اور وہی خباثت کھل کر سامنے آجاتی ہے جس میں حقد اور حسد باطن ہو اس سے دوستی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس سے علیحدگی بہتر ہے۔

فائدہ : بعض حکما کا قول ہے کہ بھائیوں پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہے اور کینہ ور کا لطف بجز اس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہیں بڑھتا۔

فائدہ : جس کے دل میں کسی مسلمان کا کینہ ہو تو اس کا ایمان ضعیف ہے بلکہ اس کا معاملہ خطرناک ہے کہ اس کا دل دیدار الٰہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

حکایت : عبدالرحمٰن بن جبیر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ میں یمن میں تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا

وہ تورایت کی خبریں مجھے سنایا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جس نے ہمیں مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہو گئے اور ہمارے لئے ایک کتاب لائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے جس کی توراۃ تصدیق کرتی ہے۔ یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمہارے پیغمبر علیہ السلام لائے ہیں تم نہ کر سکو گے ہم ان کی اور ان کی امت کی پہچان توراۃ میں اس طرح پاتے ہیں کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پاؤں رکھتا نہیں اس حال میں کہ اس کے دل میں کسی مسلمان پر کینہ ہو۔

فائدہ : حقوق دوستانہ سے یہ بھی ہے کہ جو راز اس نے ودیعت رکھا ہے اسے افشا نہ کرے اگر ضرورت ہو تو اس کا انکار بھی جائز ہے کہ اس نے مجھ سے کوئی راز نہیں کہا اگرچہ یہ جھوٹ ہے مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے اسے اپنے عیوب اور اسرار کا چھپانا جائز ہے اگر چہ جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے لئے کرنا درست ہے کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہے گویا ایک جان دو قالب ہیں یہ حقیقت اخوت کی ہے اسی لئے جو عمل ایسے دوست کے سامنے کرے تو ریا کار نہ ہو گا اور نہ عمل باطنی سے خارج ہو کہ عمل ظاہری میں داخل ہو گا کیونکہ بھائی کے عمل کو جاننا ایسے ہے جیسے خود اپنے آپ کو جاننا ہے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من ستر عورت اخیہ سترہ اللہ تعالی فی الدنیا والاخرہ ترجمہ: (جو اپنے بھائی کا عیب چھپاتا ہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں اس کے عیب چھپائے گا)۔ ایک اور روایت میں ہے من ستر عورت فیہ فکانما احیا موؤدۃ ترجمہ: (جس نے اپنے بھائی کا عیب چھپایا گویا اس نے زندہ درگو کو زندہ کیا) اور فرمایا اذا حدث الرجل لحدیث ثم التفت فھو امانتہ ترجمہ: جس نے کوئی بات کی دوسری طرف متوجہ ہو کہ وہ امانت ہے) اور فرمایا کہ مجلس امانت کے ساتھ ہیں تین مجلسیں (1) جس میں ناحق خون کیا جائے۔ (2) جس میں زنا حلال جائز سمجھا جائے۔ (3) جس میں مال بوجہ ناجائز حلال کیا جائے اور فرمایا کہ دو آپس میں ہم نشین امان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو جائز نہیں کہ دوسرے کی بات ظاہر کرے کہ اسے بری لگے۔

فائدہ : کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ میں راز کے حق میں قبر بن جاتا ہوں یہ مثل بھی مشہور ہے نیک لوگوں کے سینے اسرار قبور ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ احمق کا دل منہ میں ہوتا ہے اور عاقل کی زبان دل میں ہوتی ہے یعنی احمق اپنے دل کی بات چھپا نہیں سکتا وہ اسے ظاہر کر دیتا ہے کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی اسی وجہ سے احمقوں سے ترک ملاقات اور ان کی صحبت بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہے۔

فائدہ : کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہنے والے سے انکار کرتا ہوں اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہوں ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں راز کو چھپاتا ہوں بلکہ خود اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہوں ابن المعتز نے راز چھپانے کے متعلق یوں کہا ہے۔

ومستودعی سرا تبوات کنمه = فاودعته صدری فکان له

ترجمہ : میرے ہاں راز چھپانے کی امانت گاہ ہے میں نے اسے راز چھپانے کے لئے ہی تیار کیا ہے۔ اسے میں نے سینہ میں امانت رکھا ہوا اب تو میرا سینہ ہے سراپا راز چھپانا ہی ہے لیکن میں نے تو اسے ایسے بھلایا ہے کہ گویا میں سمجھتا ہوں کہ میں اس سے ایک لحہ بھی آگاہ نہ ہوا تھا۔ اگر راز کو سینے سے بھی چھپانا روا ہوتا تو خود میرا سینہ اور اندر کا حصہ اسے نہ جانتا

فائدہ : قوۃ القلوب میں فکان کے بجائے ممفار ہے دونوں کا ایک مطلب ہے۔

حکایت: کسی نے اپنا راز کسی دوست سے کہہ کر پوچھا کیا تم نے یاد کر لیا اس نے جواب دیا کہ میں تو بھول گیا ابوسعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں کسی سے بھائی چارہ مطلوب ہو تو پہلے اسے ناراض کر دو پھر خفیہ ایک آدمی مقرر کرو کہ اس سے تمہارا حال اور تمہارا راز دریافت کرے اگر وہ تمہارے حق میں بہتر کہے اور تمہارے راز افشا نہ کرے پھر اس کی صحبت اختیار کرو۔ ابوزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت والے سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے مخفی حال جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور پھر وہ ایسے چھپاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جس کو یہ بات پسند نہ ہو کہ تجھے گناہوں سے معصوم دیکھے اس کے ساتھ رہنے میں بھلائی نہیں جو آدمی غصہ کی حالت میں راز افشا کرے وہ ذلیل آدمی ہے۔ رضا کے وقت تو رازداری ہر ایک طبیعت سلیم کا تقاضا ہے۔

فائدہ : کسی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص چار باتوں میں بدل جائے اس کی صحبت اختیار نہ کرنا۔ (1) غصہ (2) رضا (3) خواہش نفسیاتی' میں فوراً حق دوستی کو بھول جائے بلکہ چاہئے کہ ان تمام صورتوں میں دوستی کے حقوق میں صادق الاخوت ہو اس لئے کسی نے یہ قطعہ کہا ہے۔

وتری الکریم اذا الصرم و صله = یخفی القبیح ویظهر الاحسان وتری اللیم اذراتنقضی وصله = ینی الجمیل و یظهر ابهتانا ترجمہ: (تم کریم لوگوں کو دیکھتے ہو کہ دوستی کے انقطاع کے بعد بھی دوستوں کے عیوب چھپانے اور ان کی اچھائیاں بیان کرتے ہیں لیکن کمینے کو بھی دیکھتے ہو کہ جب دوستی ٹوٹتی ہے تو اچھائیاں چھپاتا ہے اور برائیاں ظاہر کرتا ہے۔

حکایت: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہیں بوڑھوں پر مقدم کرتے ہیں اس لئے میں پانچ باتیں بطور نصیحت کہتا ہوں ان کو یاد کر لو۔ (1) انکا راز فاش نہ کرنا۔ (2) ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔ (3) ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔ (4) ان کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔ (5) ایسی بات نہ کرنا کہ انہیں تمہاری خیانت ثابت ہو۔

فائدہ : ایک بزرگ نے فرمایا کہ ان میں ان کی ہر بات ہزار سے بہتر ہے زبانی حقوق دوستانہ میں سے یہ بھی ہے کہ

جو بات دوست کہے اسے نہ کاٹے اور نہ اس کا مزاحم ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی بیوقوف کی بات نہ کاٹو کہ وہ تم کو ایزا نہ دے اور کسی دانا کی بات نہ کاٹو کہ وہ تم سے بغض کرے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اسے کے لئے ایک کنارہ پر گھر بنے گا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کو ترک کریگا اس کے لئے سب سے اوپر کی جنت میں مکان بنایا جائے گا۔

فائدہ : یہ ثواب بات کاٹنے کے ترک کا ہے حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہے اور حق پر ہو کہ ساکت رہنا مستحب ہے، مگر مستجب پر تواب اس لئے زیادہ ہوا کہ حق پر ہو کہ خاموشی ہونا نفس پر بہت زیادہ سخت ہے بہ نسبت باطل پر ہو کہ سکوت کرنے کے اور ثواب بقدر مشقت ہوا کرتا ہے۔

فائدہ : دو بھائیوں میں آتش حقد بھڑک اٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مخالفت ہے اس لئے کہ خلاف پہلے آراء میں ہوتا ہے پھر اقوال میں پھر ابدان میں تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس میں بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے ہو کر آپس میں بھائی ہو جاؤ۔

حدیث : فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمه والا یحرمه ولا یحزله یحسب المرمن الشران یحقره اضاه المسلم ترجمہ: (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اسپر ظلم کرتا ہے نہ اسے محروم کرتا ہے انسان کو اتنی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی تحقیر کرے)

فائدہ : بھائی کو سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہے کیونکہ جو دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہے تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو اس کو جہالت و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہے یا حقیقت اشیاء کی فہم سے اس کی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہیں۔

حکایت : ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنا چھوڑ دو اس میں بہتری نہیں اور اسے جانے دو کہ اس میں فائدہ بہت کم اور بھائیوں میں عداوت پیدا کرتا ہے۔

فائدہ : کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو بھائیوں سے لڑائی جھگڑا کرے اور ان کی بات کاٹے اس کی مروت کم ہو گئی اور بزرگی جاتی رہی۔ عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تم پر کسی دانا کا داؤ چل جائیگا یا کوئی جاہل اچانک دشمن ہو جائیگا ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے عاجز وہ ہے جو دوستوں کی طلب میں کوتاہی کرے اور اس سے بھی بڑھ کر عاجز وہ ہے جو دوست حاصل کرکے ضائع کردے اور ظاہر ہے کہ کثرت

مخالفت ضائع کرنے اور جدائی اور عداوت سے ہوتی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہزاروں کی دوستی کے بدلے میں ایک آدمی کی عداوت مت خریدو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہے کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اس میں تکبر حقیر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حماقت و جہالت جیسی گالی دینا سب کچھ پایا جاتا ہے اور دشمنی میں بجز ان باتوں کے اور کیا ہوتا ہے۔ اخوت اور دوستی میں یہ باتیں شامل نہ ہونی چاہئیں۔

حدیث : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات نہ کاٹ اور اس سے مذاق نہ کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا خلاف کرے۔ ایک اور حدیث میں یہ ارشاد ہے۔

حدیث : تم عوام کو مال دیتے ہو لیکن مال ان کو تم سے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہئے اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہے۔

فائدہ : سلف صالحین بات کاٹنے سے بہت ڈرتے تھے۔ دوست کی بات پر تکرار نہ کرتے ان کا مذہب تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے کہے کہ اٹھ اور وہ پوچھے کہاں تو اس کی دوستی چھوڑ دو بلکہ دوست کو چاہئے کہ کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور کچھ نہ پوچھے۔

حکایت : ابو سلیمان درانی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست عراق میں تھا حوادث کے وقت اس کے پاس جاکر کہتا کہ اپنے مال میں سے کچھ دو وہ ایک تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا' میں اس میں بقدر ضرورت لے لیتا۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا اور کہاکہ مجھے کچھ ضرورت ہے اس نے کہاکہ کس قدر چاہتے ہو اس کے سنتے ہی اس کی دوستی کی حلاوت میرے دل سے جاتی رہی۔

فائدہ : کسی ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کیا کرو گے تو اس نے حق اخوت ترک کر دیا۔

انتباہ : یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کے موافقت اور فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہے۔ ابو عثمان حیری کہتے ہیں کہ دوستوں کا تحمل ہونا ان پر شفقت کرنے کی بہ نسبت بہت ہے۔ حقیقت یہی ہے جیسے انہوں نے فرمایا۔

حق اخوت زبان کی گفتگو: یہ بھی حق اخوت ہے کہ دوست کے سامنے بری باتوں سے سکوت کیا جائے ایسے ہی جو باتیں دوست کو پسند ہوں وہ اس کے سامنے بیان کی جائیں بلکہ یہ اخوت ہی سے خاص ہے ورنہ صرف سکوت ہی پر قانع ہو وہ گویا مردوں کا دوست ہے دوستوں کی جستجو اس لئے ہوتی ہے کہ ان سے کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ ان کی ایذا سے بچا رہے اور خاموشی کا یہی معنی ہے کہ دوسرے کو زبان سے نہ ستایا جائے۔

سبق : سالک کو چاہئے کہ دوست سے بات کرے اور جن باتوں کا پوچھنا واجب ہو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجائے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اس کی خیر و عافیت معلوم ہوئے مدت ہو گئی ہو یا کوئی اور حالت جو اس کو بری معلوم ہوئی ہو تو چاہئے کہ اسے زبان سے کہے کہ ہمیں بھی اس سے رنج ہے اور جن سے وہ خاموش ہوتا ہو ان میں اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کا معنی یہی ہے کہ رنج و راحت میں شریک ہو۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا احب احدکم خاہ فلیخبرہ ترجمہ: (جب کوئی کسی سے دوستی کرے اسے چاہئے کہ اسے آگاہ کرے)

فائدہ : اس حدیث میں دوست کو خبر دینے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے صحبت بڑھتی ہے۔ مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اسے معلوم نہ ہو کہ تمہیں اس سے محبت کرتا ہے تو محبت کی ترقی نہ ہو گی لیکن اگر وہ معلوم کرے گا کہ تمہیں محبت ہے یا تب تم سے محبت کریگا اور جب تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو لازماً تمہاری اس کے ساتھ محبت زیادہ ہو گی اسی طرح دونوں طرفوں سے محبت ہمیشہ بڑھتی جائے گی اور شریعت میں مومنوں کا باہم محبت کرنا مطلوب ہے اور دین میں بھی یہی امر محبوب ہے اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اس کا طریقہ سکھایا اور ارشاد فرمایاتہادوا اوتحابوا اخوہ ترجمہ: (زبان کی گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور محبت کرو) جس نام سے دوست کو پکارا جانا پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پس پشت اس کا نام وہی لے جو اسے محبوب ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کو بھائی کے ساتھ برتو تو اس کی دوستی تمہارے ساتھ خالص ہو جائے گی۔ (1) جب اس سے ملو پہلے سلسلہ کرو۔ (2)اسے اچھی طرح بلاؤ۔ (3) نام اچھا معلوم ہو وہی لیکر پکارو۔

حق نمبر2 : جس کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اس کے سامنے جو خوبیاں تمہیں معلوم ہوں ذکر کرو کہ یہ کشش محبت کا بڑا سبب ہے اسی طرح اس کی اولاد اور اہل خانہ اور کردار کی تعریف کرنا بلکہ اس کی عقل اور صورت اور نوشت و خواند اور اشعار و تصنیف یا اور امور کی خوبی بیان کرنا جن سے وہ خوش ہو مگر تعریف میں جھوٹ اور مبالغہ نہ ہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اس کی خوبی بیان کی جائے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر اس کی تعریف کرتا ہو تو اظہار فرحت کے ساتھ دوست سے اس کا قول نقل کرے کہ اس کا چھپانا حسد ہے۔

حق نمبر3 : اگر دوست نے تمہارے ساتھ کوئی نیک سلوک کیا ہو تو اس کا شکریہ کرو بلکہ اگر اس نے حسن سلوک کی نیت کی ہو اور وہ پورا نہ اترا ہو۔ تب بھی شکریہ کرو۔

فائدہ : حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے بھائی کی حسن نیت پر شکر گزار نہ ہو گا وہ اس کے حسن سلوک پر بھی ممنون نہ ہو گا اور سب سے زیادہ تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی اسے پیٹھ پیچھے

برا کہے یعنی صراحتاً" کنایتہ اس کی عزت کے درپے ہو تو خود دوست کی طرف داری اور حمایت کے لئے مستعد رہو اور اس بدگو کو خاموش کر دے۔

حق نمبر3 : اگر دوست نہ تمہارے ساتھ کوئی نیک سلوک کیا ہو تو اس کا شکریہ ادا کرو بلکہ اگر اس نے حسن سلوک کی نیت کی ہو اور وہ پورا نہ اترا ہو تب بھی شکریہ ادا کرو۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دو دوستوں کو دو ہاتھوں سے تشبیہ دی ہے ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اس کا قائم مقام بنے۔

حدیث : ارشاد فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمه ولا یخذ دلا یلسلمه ترجمہ: (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے رسوا کرے اور نہ اسے تنہا چھوڑ)۔ اس کی برائی سننا اسے رسوا کرنا ہے بلکہ اسے اسے اعداء کے حوالہ کرنا ہے اس لئے اس کی حرمت کو ٹکڑے ہونے دینا ایسے ہی ہے جیسے اسے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا بلکہ اسے ایسا سمجھو کہ کتے تمہیں چیر رہے ہوں اور تمہاری بوٹیاں اڑاتے ہوں اور کوئی تمہارا بھائی دوست خاموش کھڑا دیکھتا رہے اور تم پر ترس نہ کھائے تو کیا برا معلوم ہو گا حالانکہ اور حرمت کی ہتک دلوں پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے غیبت کو اللہ تعالیٰ نے مردار گوشت کھانے کے مشابہ فرمایا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکر للنهو ترجمہ: (کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے)۔

فائدہ : جو روحیں خواب میں لوح محفوظ کو دیکھتی ہیں تو فرشتہ ان کے دیکھے ہوئے معاملات کو محسوسات کی شکل میں بنا کر دکھلا دیتا ہے اور غیبت کو مردار گوشت کھانے کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

فائدہ : اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ مردار کا گوشت کھاتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ لوگوں کی غیبت کرتا ہے' اس لئے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہے تو صرف ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ اس چیز اور صورت مثالیہ میں مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال بمنزلہ روح کے ہے۔

فائدہ : اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ حق اخوت کی رعایت اور دشمنوں کی برائی کے وقت اس کی حمایت اور بدگوؤں کی بدگوئی سے اسے نجات دینا دوستی ہے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دوست کو اس کی غائبانہ یوں یاد کرو۔ جیسا تم چاہتے ہو کہ تمہارے غائبانہ وہ تمہارا ذکر کرے۔ یہاں دو باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔

(1) فرض کرو جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمہیں اور دوست مذکور وہاں موجود ہوتا تو تمہارا دل اس وقت کیا چاہتا کہ تمہارا دوست تمہارے بارے میں کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اس وقت نہیں پسند ہوئی وہی اس پر طعنہ کرنے والے کے ساتھ کرنی چاہیے۔

(2) فرض کرو کہ تمہارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہو اور تمہاری تقریر سنتا ہو اور اس کے خیال میں ہو کہ تم اس

کی موجودگی نہیں جانتے تو اس وقت اس کی طرف داری' جتانا اور اس کے سنانے کو جو کچھ تمہارا دل میں ہے وہی اس کے پس پشت بھی ہونی چاہئے۔

حکایت : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اس کے غائبانہ ہوتا ہو تو میں خیال کر لیتا ہوں کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور پھر وہ باتیں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اسے اچھی معلوم ہوتیں کسی بزرگ نے فرمایا کہ جب میرے کسی بھی دوست کا ذکر ہوتا ہے تو میں خود کو اس کی صورت سمجھ لیتا ہوں اور اس کے بارے میں وہ بات کہتا ہوں جو اپنے حق میں کہا جانا بہتر سمجھتا ہوں۔

فائدہ : یہ مسلمانی سے ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات مناسب سمجھے جو اپنے لئے۔ بہتر سمجھتا ہو۔

حکایت : حضرت ابودرداء نے ایک ہل میں دو بیل جوتے ہوئے دیکھے ہل کھینچے چل رہے ہیں۔ جاتے جاتے ایک بیل کھڑا ہو کر اپنا بدن کھجلانے لگا تو دوسرا بیل بھی کھڑا رہا۔ آپ دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال اسلامی دوستوں کا ہے۔ کہ دونوں اللہ تعالیٰ کیلئے کام میں لگے ہوتے ہیں اور ایک کھڑا ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے موافق ہوتا ہے۔

فائدہ : کامل اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہے اور جو محبت میں اخلاص نہ رکھتا ہو وہ منافق ہے اخلاص یہ ہے کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور تنہائی اور جماعتوں میں یکساں ہو۔ ان دو دو چیزوں میں سے اگر کسی میں اختلاف و افتراق ہو گا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کے طریقہ اسلام کا رخنہ ہے اور جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو کہ ہر حال میں یکساں رہ سکے تو اسے چاہئے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق چاہنا مشکل ہے اس کی تاب اسی کو ہوتی ہے جو محقق ہو اور اس کے ثواب جزیل کا شایان بھی وہی ہے جو موافق ہو۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسایہ کی ہمسائیگی اچھی طرح نبھا۔ مسلمان ہو جائے گا اور جو تیری صحبت میں ہو اور اس کی سنگت اچھی طرح گزار تو مومن ہو جائے گا۔

فائدہ : اس حدیث شریف میں ایمان کو صحبت کی جزا فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزاء تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت میں ہے۔ وہی حق صحبت اور حق ہمسائیگی کی بجاآوری کی مشقت میں ہے اس لئے کہ صحبت کے لئے بہت سے حقوق قریبہ مسلسل بلکہ علی الدوام درکار ہیں اور ہمسائیگی کے لئے حقوق قریبہ ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی ہوتے ہیں ان کے لئے دوام کی قید نہیں۔ بجملہ حقوق زبانی کے تعلیم اور نصیحت ہے کیونکہ علم کی ضرورت اپنے دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہیں جب مال میں اسے اپنا شریک کرنا حق الفت دوستی ٹھہرا تو علم میں بھی بطریق اولیٰ شریک کرنا چاہئے۔ یعنی اگر تمہیں تمام علوم سے بہرہ حاصل ہے تو چاہئے کہ جو امور دین یا دنیا میں دوست کے کارآمد اور مفید

ہوں۔ اسے پڑھاؤ اور تمہاری تعلیم کے بعد اگر وہ علم پر عمل کرے تو لازم ہے کہ نصیحت کرو اس طرح کہ برے افعال کی برائیاں اور ان کے ترک کے فوائد ذکر اور جو بات کہ اس کو دنیا اور آخرت میں بری معلوم ہوتی ہو اس سے ڈراؤ تاکہ وہ ان حرکات سے باز آجائے اور اس کے عیوب پر اس کو آگاہ کرو اور بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اس کے دل میں ڈالو مگر چاہئے کہ یہ امور خفیہ تنہائی میں اسے کہو تاکہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اس لئے کو مجمع میں کہنا توبیخ اور رسوا کرنے میں داخل ہے اور تنہائی میں کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ المومن مراۃ المومن ترجمہ: (مومن مومن کا آئینہ ہے۔

فائدہ : مطلب یہ ہے کہ اس وجہ سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو خودبخود معلوم نہیں ہوتی یعنی ایک ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیوب پر مطلع ہو جاتا ہے۔ اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہ ہوتی۔ جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کے عیب پر واقف ہو جاتا ہے جسے آئینہ کے بغیر معلوم نہیں کر سکتا۔

فائدہ : حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھائے وہ اسے نصیحت کرتا اور زینت دیتا ہے اور جو اسے مجمع میں فرمائش کرے تو اس کی رسوائی اور عیب لگاتا ہے۔ حضرت مسعر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جو آپ کے عیوب بتائے اس سے آپ محبت کرتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ مجھے خود تنہا لے کر نصیحت کرے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور مجمع میں رسوا کرتا ہے تو محبت نہیں کرتا۔

فائدہ : درست فرمایا ہے اس لئے کہ مجمع میں نصیحت کرنا رسوا کرنا ہے۔ مثلاً قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر جو عتاب فرمائے گا تو انہیں اپنی پناہ کے اندر اور ستاری سے علیحدہ کرکے گناہوں پر خفیہ مطلع کرے گا اور اس کا نامہ اعمال مہر لگا ہوا ان فرشتوں کو دے گا جو اس کے ساتھ جنت تک جائیں گے جب باب جنت کے قریب پہنچیں گے اس وقت وہ نوشتہ سربند اس کے حوالہ کریں گے کہ اسے پڑھ لے اور جو لوگ مستحق غضب ہیں وہ برسر مجمع پکارے جائیں گے اور ان کے گناہوں کے لئے ان کے اعضاء بولیں گے جس سے زیادہ تر رسوائی اور شرمساری ہو گی۔ (اللہ تعالیٰ اس دن کی فضیحت (رسوائی) سے ہمیں پناہ میں رکھے۔ آمین)

فضیحت و نصیحت کا فرق : نصیحت تنہائی میں ہوتی ہے اور فضیحت مجمع میں جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونوں چشم پوشی ہوتی ہیں لیکن اگر چشم پوشی اس لئے ہو کہ تمہارا دین سلامت رہے اور مسلمان بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہے اگر اس لئے ہے کہ اپنے نفس کا حظ اور شہوت حاصل ہوں اور مرتبہ بلند رہے۔ تو اس کا نام مداہنت ہے۔

فائدہ : حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صحبت۔ موافقت کے ساتھ اور

خلق خدا سے نصیحت کے ساتھ اور نفس سے مخالفت کے ساتھ اور شیطان سے عداوت ہی کے ساتھ اختیار کرو۔

سوال: جس صورت میں نصیحت کے اندر عیوب کا ذکر ہو گا تو اس سے تو دل کا نفرت دلانا ہوا حق اخوت میں سے کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب: منفر کرنا دل کا اس عیب کے ذکر سے ہوتا ہے جسے دوسرا شخص اپنے میں خود جانتا ہے اور جس عیب کو وہ اپنے میں نہیں جانتا اس پر اس کا آگاہ کرنا عین۔ شفقت او راس کے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ بشرطیکہ سمجھدار ہو اور بے وقوفوں سے کسی بات سے ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اگر تم سے کوئی حرکت سرزد ہو گئی یا کوئی بری عادت تم میں ہے اور دوسرا کوئی اس فعل یا عادت سے آگاہ کردے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کپڑوں میں بچھو یا سانپ ہو اور وہ ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی شخص آگاہ کردے تو اب اگر تم اس کی نصیحت کو برا مانو تو تم سے بڑھ کر زیادہ بیوقوف اور کون ہو گا۔ ظاہر ہے کہ بری عادتوں سے بھی بچھو اور سانپ میں اور آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں کیونکہ وہ قلوب و ارواح کو کاٹتی ہیں اور ان کا درد بہ نسبت دنیا کے سانپ بچھوؤں کے (جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہیں" زیادہ ہے اور وہ اس آگ سے پیدا ہیں جو دلوں کو جھانکتی ہے۔

عادت فاروقی: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیوب پر آگاہی کرنے پر ہدیہ بھیجا کرتے تھے اور فرماتے اللہ تعالیٰ رحم کرے اس پر جو اپنے بھائی کے پاس اس کے عیوب کا ہدیہ لے جائے۔

حکایت: حضرت سلمان فارسی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میری بری بات جو تم نے سنی ہو بیان کرو انہوں نے کہا کہ معاف فرمایئے آپ نے اصرار کیا۔ انہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس دو لباس ہیں ایک دن کو پہنتے ہیں اور ایک رات کو اور میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کی فکر نہ کرو ان دو باتوں کے سوا کچھ اور سنا ہے انہوں نے کہا نہیں۔

حکایت: حضرت حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنا دین دو پیسے کے بدلے بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمہارا دوست تھا اس سے آپ نے دودھ کو پوچھا کہ کتنے کا ہے اس نے کہا چھ پیسے کا۔ آپ نے کہا نہیں چار پیسے کا اس نے کہا لے جاؤ تم اپنے سر پر سے غافلوں کا پردہ اتارو اور خواب غفلت سے جاگو او رجان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے سبب سے غنی نہیں ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے ٹھٹھا مخول کرنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کا وصف بتایا ہے کہ وہ اپنے ناصحوں سے بغض رکھتے ہیں فرمایا۔

"ولکن لا تحبون الناصحین" ترجمہ کنزالایمان: (مگر تم خیرخواہوں کے غرضی ہی نہیں۔ (الاعراف 79)

فائدہ: یہ صورت اسی عیب میں ہے جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر معلوم ہے کہ وہ ایسی خطا کو جانتا ہے مگر اپنی

طبیعت سے مجبور ہے تو اگر وہ گناہ کو چھپ کر کرتا ہو تو اس کی پردہ دری چاہیے۔ اگر ظاہر کر کے اس کا ارتکاب کرتا ہو تو نصیحت میں نرمی کرنی چاہیے اور کبھی تصریح سے یوں سمجھنا چاہیے کہ اسے وحشت نہ ہو۔ اگر خیال کرو کہ نصیحت اثر نہ کرے گی اور وہ اپنی طبیعت سے مجبور ہے اسی وجہ سے گناہ پر مصر ہے تو اس سے سکوت بہتر ہے اور یہ تمام باتیں۔ ان امور میں ہیں جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہوں۔ اگر امور ایسے ہوں کہ تمہارے حق میں کوتاہی کرنے سے متعلق ہوں تو ان میں حوصلہ کر کے درگزر اور معاف کرنا واجب ہے بلکہ دیدہ دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے۔ ان کے لئے اس سے مزاحمت نصیحت نہیں بلکہ عداوت ہے ہاں اگر وہ امور ایسے۔ ہوں کہ انسے ترک ملاقات تک نوبت پہنچ جائے گی تو تنہائی میں اس پر عتاب کرلینا۔ اس سے بہتر ہے کہ اس سے دوستی ترک کی جائے اور عتاب بھی کنایہ صراحت سے بہتر ہے اور لکھ کر دینا زبانی کہنے سے اور زیادہ موزوں ہے بلکہ تحمل کرنا سب سے افضل ہے اس لئے کہ دوستی سے یہ غرض ہونی چاہئے کہ اس کا لحاظ کر کے اس کا حق ادا کرو اور اس کے قصور پر تحمل کرو۔ یہ مراد نہ ہونی چاہئے کہ اس سے اپنے امور میں مدد لو اور وہ تمہارے ساتھ نرمی کرے اور یہ حال نفس کی اصلاح کی نیت ہونی چاہیے۔

حکایت : ابوبکر کتانی فرماتے ہیں کہ ایک شخص میری صحبت میں رہنے لگا میرے دل پر گراں تھا میں نے ایک دن اسے ایک چیز دے ڈالی تاکہ جو بات میرے دل میں ہے وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں لے جا کر اسے کہا کہ اپنا پاؤں میرے منہ پر رکھ دے اس نے انکار کیا میں نے کہا کہ لازماً رکھنا پڑے گا اس نے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے نکل گئی۔

حکایت : حضرت ابوعلی رباطی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ رازی کی صحبت میں رہنا چاہا (وہ جنگل میں رہا کرتے تھے)۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے یہ طے کرلو کہ حاکم تم ہو گے یا میں نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہوں گے۔ فرمایا کہ پھر تمہیں میرا ہر فرمان ماننا ہو گا۔ میں نے کہا بہتر آپ سے ایک تھیلا لے کر اس میں سامان سفر رکھا اور اپنی پیٹھ پر لاد لیا جب میں آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجھے دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں حاکم ہوں تمہیں میرا فرمان ماننا چاہئے ایک رات ہمیں بارش نے آلیا آپ کے پاس ایک چادر تھی صبح تک مجھ پر چادر تانے کھڑے رہے تاکہ مجھ پر پانی نہ پڑے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ کاش میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ حاکم ہیں۔

حق اخوت نمبر 5 : دوست کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کرنا وہ قصور جس کا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین میں کوتاہی کرتا ہے۔ یا صرف تمہارے حق میں کمی کرتا ہے تو جو قصور دین میں گناہ کے ارتکاب ہونے یا اس پر اصرار کرنے سے ہو تو اس کے لئے نصیحت میں ایسی نرمی برتنی چاہئے۔ جس سے اس کی غلطی متبدل بہ اصلاح اور خیال مبدل بجمعیت ہو جائے اور اس کے حال میں از سر نو صلاح و تقویٰ آجائے۔ اگر یہ بات نہ ہو سکے اور وہ اصرار پر جمار ہے تو ایسے شخص سے دوستی باقی رکھنے اور جدائی کرنے

میں صحابہ کرام اور تابعین کے طریقے مختلف ہیں۔

(1) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو یہ ہے کہ اس سے جدائی کرنی چاہئے اور فرماتے کہ جب کسی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو چاہئے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اس سے محبت کرتا تھا اب بری حالت کےسبب سے اس سے بغض کرے اور ان کے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا تقاضا یہی ہے۔

(2) حضرت ابو دردا اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ کہ جب دوست کا حال بدل جائے یعنی حالت سابقہ نہ رہے تو اس کے سبب سے ترک نہ کرو کیونکہ انسان کبھی سیدھا ہوتا ہے کبھی ٹیڑھا وہ ایک حال پر نہیں رہتا۔

(3) حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے دوست نے گناہ کیا تو اس گناہ کے سبب اس سے جدائی اور ترک ملاقات نہ کرو اس لئے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہو گا ممکن ہے کل کو چھوڑ دے۔

فائدہ : یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ عوام میں عالم کی لغزش کا ذکر نہ کریں اس لئے کہ عالم لغزش کرتا ہے اور پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

حدیث : عالم کی لغزش سے ڈرو اور اس سے ترک ملاقات نہ کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کرے گا۔

حکایت : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے دوستی کی تھی اور وہ ملک شام کو چلا گیا تھا۔ ایک آدمی شام سے آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ وہ آپ کا دوست کیوں وہ تو شیطان کا دوست ہے آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے اس نے کہاکہ اس نے بہت سے گناہ کبیرہ کئے یہاں تک کہ شراب میں مبتلا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم ملک شام کو جاؤ مجھے آگاہ کرنا اور جب وہ جانے لگا تو آپ نے خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر (پ 24 المومن) ترجمہ کنزالایمان : (یہ کتاب اتارنا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے جو عزت والا علم والا گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی طرف پھرنا ہے) آیت کے بعد آپ اس کو عتاب اور ملامت کیا شخص خط پڑھ کر رویا اور کہاکہ اللہ تعالیٰ نے درست فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصیحت خوب فرمائی اس پر اس نے توبہ کی اور پہلی حالت پر رجوع کیا۔

حکایت : ایک شخص کسی پر عاشق ہو گیا اس نے اپنے اسلامی دوست کو اس حال سے اطلاع دی اور کہا بھائی میں تو

قصور وار ہو گیا اگر تیرا دل میرے ساتھ قید محبت کرنے کو نہ چاہئے تو محبت نہ کر اس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ تیری خطا کی وجہ سے معاملہ دوستی فسخ کروں پھر اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک میرے دوست کو اس خواہش نفسانی سے نہ بچائے گا۔ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا بھوکا پیاسا رہنا شروع کر دیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمہار کیا حال ہے وہ یہی کہتا کہ جیسے تھا ویسے ہوں یہ مارے غم اور بھوک کے روز بروز نڈھال ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ چالیس دن بغیر آب و دانہ گزر گئے اب جو اس نے دوست سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی دفع ہو گئی ہے' پھر اس نے کھلایا پیا حالانکہ دوست کے غم میں قریب مرگ ہو گیا تھا۔ (اس سے بھوک ہڑتال کا قیاس غلط ہے اس لئے کہ بندگان اللہ کا معاملہ ایسی بھوک روزہ پر مبنی تھی اور ان کا روزہ ہر کراہت سے پاک ہوتا وہ یہی کہ افطار کے وقت تھوڑا سکا کھالیتا خواہ ایک دانہ منہ میں ڈال کر وغیرہ وغیرہ) (اویسی غفرلہ)

حکایت : دور سابق میں دو دوست تھے ان میں ایک راہ راست سے منحرف ہو گیا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اس کی دوستی چھوڑ دو جواب دیا کہ اس وقت تو اسے میری زیادہ ضرورت ہے ایسے وقت میں کیونکر ترک کروں میں تو اب اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے عتاب کروں گا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہوں گا۔ شیخ سعدی نے سچ فرمایا کہ " دوست آن دانم کہ گیر دست دوست در پریشان حالی ودر زندگی" ترجمہ (میں دوست اسے جانتا ہوں جو دوست کا ہاتھ پکڑے پریشانی اور عاجزی کے دوران)

حکایت : دو دوست ایک پہاڑی پر عبادت کرتے تھے ان میں سے ایک گوشت خریدنے کے لئے نیچے اترا قصاب کی دوکان پر ایک کنجری کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا اور تنہائی میں لے جا کر اس سے ہم بستر ہوا اور تین دن اس کے پاس رہا حیا کے مارے اپنے دوست کے پاس واپس نہ گیا اس کے دوست نے تین دن تک انتظار کر کے شہر میں اترا اور پوچھتے پوچھتے اس کا سراغ لگایا جا کر دیکھا تو وہ اس کنجری کے پاس بیٹھا ہے دیکھتے ہی اس کو گلے لگا کر چومنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت شرمندہ تھا اسی لئے انکار کرنے لگا کہ میں تمہیں پہچانتا ہی نہیں دوست نے کہا لو بھائی اب تمہارا حال اور قصہ معلوم ہو گیا تم جیسے اب عزیز اور محبوب ہو ایسے کسی وقت میں نہ تھے جب اس نے دیکھا کہ باوجود خطا کے میں اس کی نظروں سے نہیں گرا۔ ساتھ ہو لیا اور پھر جیسے تھا ویسے ہو گیا۔ یعنی کنجری بازی سے توبہ کر کے نیک اور صالح بن گیا۔

فائدہ : بعض بزرگوں کا طریقہ خطا وار دوستوں سے یوں ہوا کرتا ہے اور یہ طریقہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ سے زیادہ لطیف اور فقہ کے موافق تر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ بھی بہتر اور اسلم ہے۔ (حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ابھی مذکور ہوا انکا مذہب ہے کہ ایسے دوست کو چھوڑ دینا ضروری ہے)

سوال : تم نے اس طریقہ کو زیادہ لطیف اور فقہ کے زیادہ موافق تر کیوں کیا۔ معصیت کے مرتکب سے تو ابتدا ہی

اخوت جائز نہیں بلکہ اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہئے اس لئے کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہے تو قیاس ہی ہے کہ اس علت کے دفع کرنے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملہ اخوت کی علت دین میں ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب یہ اخوت بھی نہ رہنی چاہئے؟

جواب : اس طریقہ کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نرمی اور دل کا مائل کرنا اور مہرو محبت پائی جاتی ہے جس سے گناہ سے رجوع اور توبہ تک نوبت پہنچتی ہے کیونکہ صحبت کے باقی رہنے سے حیا کو دوام ہوگا اگر علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگا مجرم کو توقع صحبت کی نہ رہے گی تو گناہ پر اصرار کرے گا اور فقہ سے موافق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اخوت قائم مقام قرابت ہو جاتی ہے اور جب منعقد ہو جاتی ہے تو اس کا حق مستحکم ہو جاتا ہے اور اس کا نبھانا اور اس کے مطابق کاربند ہونا واجب ہوتا ہے منجملہ اخوت کے بعد یہ بھی ہے کہ دوست کو ایام ضرورت میں نہ چھوڑا جائے اور دین کی ضرورت میں بہ نسبت۔ باقی حاجت کے زیادہ سخت ہے اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت میں مبتلا ہو گیا جس کے سبب سے اس کو دین میں ضرورت پڑی تو اب ضروری ہے کہ اس کی رعایت کی جائے اور چھوڑ نہ دینا چاہئے بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے تاکہ جس حادثہ میں پھنس گیا ہے اس سے نجات پانے پر مدد ملے کہ دوستی مصائب اور حوادث کے لئے ہوتی ہے اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین میں خلل پڑے جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت میں رہتا ہے اور اس کے خوف خداوندی اور وظائف کو دیکھتا ہے تو چند روز میں وہ بھی اپنے گناہ سے منہ موڑ کر اس پر اصرار کرنے سے شرماتا ہے بلکہ ست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہے تو اس سے شرمسار ہو کر کام کرنے کی حرص کرتا ہے۔

حکایت : حضرت جعفر بن سلیمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں عمل میں سستی کرتا ہوں تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہوں تو مجھے عبادت میں سرور جوں کا توں ہو جاتا ہے اور سستی دور ہو جاتی ہے اور ایک ہفتہ خوب چست و چوبند رہتا ہوں۔

فائدہ : تحقیق یہ ہے کہ دوستی کا سلسلہ نسب کا سلسلہ ہے اور معصیت کے سبب سے رشتہ دار کو نہیں چھوڑنا چاہئے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقارب کے متعلق ارشاد فرمایا ہے فان عصوک فقل انی بری مما تعملون ترجمہ کنزالایمان: (تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانے تو فرما دو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں) اور یہ ارشاد نہ ہوا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بری ہوں تاکہ حق قرابت اور سلسلہ نسب ملحوظ رہے اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے ارشاد فرمایا جب ان سے کہا گیا کہ آپ اپنے فلاں بھائی سے بغض نہیں رکھتے وہ تو فلاں فلاں حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی حرکات کو برا جانتا ہوں لیکن وہ خود تو میرا بھائی ہے۔

فائدہ : دین کی اخوت قرابت کی اخوت سے مضبوط تر ہوتی ہے۔

حکایت : کسی حکیم سے سوال ہوا کہ تمہارے نزدیک بھائی اور دوست میں سے کونسا محبوب تر ہے اس نے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اسی صورت میں محبت کرتا ہوں کہ وہ میرا دوست ہو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے بھائی تمہارے ایسے بھی ہیں جو تمہاری ماں جائے نہیں، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ رشتہ داری دوستی کی محتاج ہے اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہیں۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن کی دوستی صلہ ہے اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہے اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہے جو کوئی اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا۔

خلاصہ : عقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اس کا نبھانا واجب ہے اس سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہوا کہ فاسق کے ساتھ ابتدا مواخات کس لئے نہیں چاہئے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے سے اس کا کوئی حق نہیں اگر اس سے پہلے اس کے کوئی ساتھ قرابت ہو۔ تو اس کے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہئے بلکہ اچھی طرح پیش آنا چاہئے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابتداء صحبت اور اخوت کا ترک کرنا نہ تو مذموم ہے نہ مکروہ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تنہائی بہتر ہے لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لئے منقطع کرنے سے نہی آئی ہے اور یہ فی نفسہ بری چیز ہے اور انقطاع اخوت ابتدا ترک کی طرف نسبت ایسی ہے جیسے طلاق کو ہے ترک نکاح کی طرف کہ طلاق نکاح سے بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بری ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطع اخوت کے متعلق فرماتے ہیں۔ شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبہ ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے شریر بندے وہ ہیں چغلی کھاتے اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

فائدہ : بعض اکابر و صالحین فرماتے ہیں کہ شیطان کو یہی مطلوب ہے کہ تمہارے دوست سے کوئی ایسی ہی حرکت کرادے کہ تم اسے چھوڑ کر ملاقات تک ترک کردو تو جب تم نے ایسا کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات پوری ہو گئی یعنی اس کے دو مطلب پورے ہوئے کیونکہ جیسا کہ آدمی کو مبتلا عصیاں کرنا شیطان کو محبوب ہے ویسا ہی دوستوں کا بگاڑ بھی اسے پسند ہے تو جب کسی دوست سے خطا ہو جائے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہوا تو کیا ضروری ہے کہ دوست سے ترک ملاقات کرکے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کریں۔

حکایت : کسی شخص نے ارتکاب معصیت کیا دوسرے نے اسے گالی دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار نہ بنو یعنی ایک غرض تو اس کی ہو چکی دوسری پوری نہ کرو۔

فائدہ : اس تقریر سے صحبت کی بقا اور ابتدا صحبت نہ کرنے میں فرق معلوم ہو گیا وہ کہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ

فاسقوں سے میل جول بھی ممنوع ہے اور دوستوں سے مفارقت بھی ممنوع ہے تو یہ دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہیں جو اس سے خالی نہ ہو اور ابتداء ترک اخوت میں کوئی معارض نہیں صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہے کہ فاسقوں سے میل جول ممنوع ہے تو اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ ان سے ترک دوستی اور دور رہنے کو اولیٰ کہا جائے اور صحبت کی بقاء میں دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں مگر حق اخوت کا چاہنا دوسرے کی تاکید کرتا ہے اس لئے کہ وہی اولیٰ ہو گا۔

فائدہ : یہ دوست کی ان خطاؤں کا حال ہے جو اس کے دین میں ہوں اور جو خطائیں خاص دوست کے حق میں ہوں اور موجب وحشت اور نفرت ہوں۔ ان میں بالاتفاق حکم کرنا اور معاف کرنا بہت ہے بلکہ جن باتوں کا کوئی عمدہ محمل اور بہتر وجہ ہو سکے اور ان میں کوئی عذر قریب یا بعید متصور ہو تو ان کو اسی پر حمل کرنا بتقاضائے عقد اخوت واجب ہے۔

فائدہ : کسی بزرگ نے فرمایا کہ دوست کو چاہئے کہ اپنے دوست کی خطا کے لئے ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سنگدل ہے کہ تیرا دوست ستر عذر کرتا ہے اور تو نہیں مانتا اس سے معلوم ہوا کہ معیوب تو ہے۔ اس کی خطا نہیں پس اگر اس کو نفس قبول نہ کرے تو دوست پر ہو سکے تو غصہ نہ ہو مگر یہ انسان سے یہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو غصہ دلایا جائے اور غصہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے اور جس شخص کو منایا جائے اور وہ نہ مانے تو وہ شیطان ہے۔

فائدہ : سالک کو چاہئے کہ نہ گدھا بنے نہ شیطان بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہو کر اپنے دل کو منائے اور اس سے احتراز کرے کہ درصورت نہ ماننے کے شیطان بن جائے۔

فائدہ : حضرت احنف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دوست کا حق یہ ہے کہ اس کی تین باتوں پر تحمل کرے۔ (1) غصہ کے ظلم پر' (2) ناز کے ظلم پر' (3) لغزش کے ظلم پر۔

فائدہ : کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی' اس لئے کہ اگر مجھے کسی کریم نے برا کہا تو ایسے شخص کی خطا معاف کرنے کا میں زیادہ مستحق ہوں اور اگر کسی لئیم نے برا کہا تو اس کی مکافات اس لئے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اس کا نشانہ کیوں بناؤں پھر یہ شعر پڑھا۔

واغفر زلات الکریم روخاره   وا اعراض عن سنم اللئیم تکرما

ترجمہ: (اچھے لوگوں کی لغزشوں کو بخش دیتا ہوں آخر کار ذخیرہ سمجھ کر اور نالائق کی گالی سے منہ پھیرتا ہوں اپنی عزت سمجھ کر جب کسی اور نے کہا خذمن خلیک ماصفا = ودع الذی فیه الکدر فالعمر و قصرمن معا= تینه الخلیل علی ایفر ترجمہ: (دوست کی اچھی شے لے اور میلی کو چھوڑ' زندگی نہایت تھوڑے اور چند لحات ہیں' اس سے بھی کم کہ جو دوست غری کو عتاب کرتا ہے۔

ے مسئلہ : جب کسی کا دوست عذر کرے سچا عذر ہو یا جھوٹا تو عذر قبول کرنا چاہئے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من اعتذر الیہ اخوہ فلم یقبل عذر ○ فعلیہ مثل اثم صاحب المکس ترجمہ: (جس کے سامنے اس کے بھائی (دوست) نے عذر کیا اور اس نے عذر قبول نہ کیا تو ایسے گناہ ہو گا' جیسے زبردستی ٹیکس لینے والے کو)

حدیث : فرمایا المومن سریع الغضب سریع الرضا ترجمہ: (مومن کو غصہ جلد آتا ہے پھر جلد راضی ہو جاتا ہے)۔

فائدہ : سریع الغضب فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "الکاظمین الغیظ" ترجمہ: (غصہ پینے والے (اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں) آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ ان میں غصہ بالکل نہ ہو۔

نکتہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے یہ امر ممکن نہیں کہ انسان کو زخم لگایا جائے اور اسے درد محسوس نہ ہو ہاں اگر یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو صبر اور حوصلہ ہو اور جس طرح کہ زخم سے بدن کی اذیت طبیعت کا تقاضا ہے اسی طرح اسباب غضب سے درد کا ہونا دل کی طبیعت کا تقاضا ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ غصہ پی جائے اور اس پر سے حوصلہ کیا جائے اور اس کے تقاضا کے خلاف عمد کیا جائے۔ یعنی غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ دوسرے سے بدلہ لے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ اس کو دل سے بالکل نکال دیا جائے' کیونکہ طبیعت کا بدلنا ممکن نہیں' کسی شاعر نے کہا ہے۔

ســست بمستبق افالا تلمه علی شعث ای الرجال امہذب

ترجمہ: (ترک دوستی سبقت نہ کرو اور نہ ہی اسے کی خطا پر ملامت کرو اس لئے دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ہر لحاظ سے پاک و صاف ہو)

حکایت : حضرت ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ میں تم کسی سے دوستی کرو تو چاہئے کہ جو بات اس سے بری معلوم ہو اس پر اس کو عتاب نہ کرو ورنہ خوف ہے کہ جواب میں تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو۔ احمد کہتے ہیں کہ میں نے اسے آزمایا تو ویسا ہی پایا۔' جیسے آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

فائدہ : اکابر فرماتے ہیں کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اس پر عتاب کرنے سے بہتر ہے اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی بہ نسبت بہتر ہے اور ترک ملاقات غیبت کی بہ نسبت بہتر ہے اور چاہئے کہ غیبت کرنے کے وقت بغض میں مبالغہ نہ کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عاویتم منھم مودہ (الممتحنہ 7) ترجمہ کنزالایمان: قریب ہے کہ اللہ عزوجل تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"احبب حبیبک ہونا ماعسی ان یکون بغضیک یوما وابغض۔ بغیضک ہونا ماسی ان یکون حبیبک یوما"

ترجمہ: (دوست کو متوسط طور دوست رکھ کہ شاید وہ کبھی تیرا دشمن ہو جائے اور دشمن سے متوسط رہو ممکن ہے کسی دن وہ تیرا دوست ہو جائے۔

فائدہ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نہ اتنا دوستی کرو کہ افراط کو پہنچے اور نہ اس درجہ کا بغض ہو کہ اپنے دوست کا ضائع ہو جانا چاہو۔

حق اخوت نمبر4 : اپنے دوست کے لئے اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اسی طرح اس کے گھر والوں اور متعلقین کے حق میں دعا مانگے اور اس کے لئے اور اپنے لئے دعا مانگنے میں فرق کرے جس طرح اپنے لئے مانگے اسی طرح اس کے لئے کیونکہ واقع میں اس کے لئے دعا مانگنا اپنے لئے ہے دعا مانگنا ہے۔ چنانچہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ **حدیث** : اذا دعا الرجل لا۔ بظھر الغیب قال الملک لک مثل ذلک (مسلم) ترجمہ: جب آدمی اپنے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا مانگتا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہے۔ دوسری جگہ قال الملک کی جگہ یہ مضمون ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں تجھ سے شروع کروں گا یعنی اس دعا کو اہل تیرے حق میں قبول کروں گا۔ ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ آدمی کی دعا اس کے بھائی کے حق میں اس قدر قبول ہوتی ہے کہ خود اس کے حق میں نہیں ہوتی۔ مزید حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ **حدیث** : دعوۃ الرجل لا فیہ فی الغیب لا ترد ترجمہ: آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لئے اس کی غیبت میں رد نہیں ہوتی۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ میں اپنے ستر بھائیوں کے لئے سجدہ میں دعا مانگا کرتا ہوں سب کے نام لے لے کر اور محمد بن یوسف اصفہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیک بخت دوست جیسا آدمی کہاں ملے کہ تمہارے مرنے کے بعد گھر والے تو تمہارا ترکہ بانٹیں اور جو کچھ تم نے چھوڑا ہو اس چین اڑائیں اور صرف وہ تنہا تمہارا غم کرے اور تمہارے اعمال گزشتہ اور احوال آئندہ کا اس کو تردد ہو رات کی تاریکی میں تمہارے لئے دعا مانگے اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب میں فرشتوں کا اقتدا کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ **حدیث** : جب آدم مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا۔

فائدہ : اعمال گزشتہ اچھے ہوتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اس کا حال پوچھتے ہیں اور اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہنچے اور وہ اس پر رحمت بھیجے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرے تو ایسا لکھا جائے گا کہ گویا اس کے جنازے پر حاضر تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

قبر میں مردے کا برا حال : مردے کا حال اپنی قبر میں ڈوبنے کا سا ہے جو سب چیز کا سہارا چاہتا ہے۔ مردہ بھی

اپنے بیٹے یا باپ یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہے۔ اور مردوں کی قبروں پر زندوں کی دعا سے نور پہاڑوں کے برابر آ جاتے ہیں۔

فائدہ: بعض سلف کا قول ہے کہ مردوں کے حق میں دعا ایسی ہے جیسے زندوں کے تحائف کو ایک فرشتہ دعا کو نور کے طباق میں رکھ کر اور اس پر رومال نور کا ڈھانپ کر مردے کے پاس لے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہدیہ تیرے فلاں دوست نے تیرے فلاں رشتہ دار نے بھیجا ہے تو مردہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے زندہ تحفہ سے خوش ہوتا ہے۔

ساتواں حق: اخوت کا مرنے کے بعد اس کی اولاد اور دوستوں اور اقارب سے وہی معاملہ رکھے اس لئے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آخرت میں کام آئے۔ (فائدہ) اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اتنی محنت اور سعی بیکار ہو جائے اور اسی لئے سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سات اشخاص کے ذکر میں جن کو اللہ عزوجل اپنے سایہ میں جگہ دے گا فرمایا۔ حدیث: دو شخص وہ ہیں جنہوں نے باہم محبت فی اللہ کی اسی پر اکٹھے رہے اور اسی پر جدا ہوئے۔ اکابر فرماتے ہیں کہ وفات بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی کی حالت میں بہت سی وفا سے بہتر ہے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپ کے پاس آئی تھی۔ جب آپ سے اس کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وقت میں آیا کرتی تھی (فائدہ) پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہے۔ غرض کہ دوست کی دوستی نباہنے میں یہ بھی ہے کہ اس کے تمام دوستوں اور اقارب اور متعلقوں کی رعایت کرے اور ان کی مراعات کا اثر دوست کے دل میں بہ نسبت اس کے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ خود اپنے متعلقین کے تفقد سے ہیں۔ زیادہ خوش ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے شفقت اور محبت کا غصہ اسی وقت معلوم ہوتا ہے کہ محبوب سے تجاوز کرکے متعلقین تک پہنچے یہاں تک کہ اس کے دروازہ کے کتے کو بھی دیگر کتوں پر دل میں ترجیح ہو اور اگر دوام محبت کا نبھانا منقطع ہو جائے گا تو شیطان کا کام بن جائے گا کیونکہ اس کو جتنا اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کے دوستوں سے بغض ہے اتنا ان دو شخصوں سے نہیں جو کسی اچھے کام میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور وہ ہمیشہ اسی تاک میں رہتا ہے کہ دو دوستوں میں بگاڑ پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وقل لعبادی یقولو اللتی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم" (بنی اسرائیل 53) ترجمہ: (اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈالتا ہے)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حال میں ارشاد فرماتا ہے

وقد احسن لی اذا خرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعدان نزع الشیطان بینی و بین اخوتی" (یوسف 100) ترجمہ کنزالایمان: (اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی۔

فائدہ : جب دو شخص اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں تو ان میں جدائی کی کوئی صورت نہیں۔ بجز اس کے کہ ان میں سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو۔ حضرت بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قصور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے دوست چھین لیتا ہے۔ اس لئے کہ دوستوں کے باعث دل کے تردد دفع ہوتے رہتے ہیں اور دین پر مدد ملتی ہے۔ حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سب چیزوں میں لذیذ تیرے دوستوں کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہے اور محبت اسے کہتے ہیں جو اللہ کے لئے ہو اور جو کسی مطلب کی دوستی ہو وہ اس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہے اور اللہ کے لئے محبت کا ایک ثمرہ یہ ہے کہ اس میں نہ دین کے بارے میں حسد ہو نہ دنیا کے بارے میں اور حسد کی وجہ کیا ہے کیونکہ جو کچھ دوست کا ہے اس کا فائدہ دوسرے دوست کو معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ اسلامی دوستوں کو اسی وصف سے یاد فرمایا ہے۔

"ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسھم (الحشر 9) ترجمہ کنزالایمان : (اور دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں

مسئلہ : ضرورت کا دل میں پایا جانا بھی حسد ہے۔

فائدہ : وفاء محبت میں ایک یہ ہے کہ دوست کی خاطر اپنا حال نہ بدلے اگرچہ خود بلند مرتبہ تک پہنچ جائے۔ اگر جاہ و حشمت کے زیادہ ہونے سے دوستوں پر برتری کرے گا تو ظالم اور کمینہ ہے کسی شاعر نے فرمایا ان الکرام اذا ما ایسر واذکروا من کان یا نعیم فی المنزل رنجش ترجمہ: (اچھے لوگ وہ ہیں جو جب ذی مرتبہ بن گئے تو انہیں یاد رکھتے ہیں کہ انہیں آڑے وقت میں کام آتے تھے

حکایت : کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا کسی سے دوستی مت اختیار کرنا ہاں جس میں یہ صفات ہوں کہ جب تجھے اس کی طرف حاجت ہو تو وہ تجھ سے قریب ہو اگر تو اس کی پرواہ نہ کرے تو تجھ سے طمع نہ کرے اگر اس کا مرتبہ بڑھ جائے تو تجھ پر برتری نہ کرے۔

فائدہ : کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تمہارا کوئی دوست کہیں افسر بن جائے اور اپنی حکومت میں تمہارے ساتھ پہلے کی نسبت آدھی ہی دوستی رکھے تو بھی غنیمت ہے۔

حکایت : حضرت ربیع نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ بغداد میں کسی سے دوستی کی تھی چند دنوں کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہو گیا۔ اس کا حال سابق طرح کا نہ رہا تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے پاس یہ مضمون اشعار میں لکھ کر بھیج دیا۔ دھب فودک من فوا دی طالق۔ ابلا ولیس طلاق ذات البین۔ فان ارعویت فانہا تعالیقتہ ویلوم ودک لی شنیں۔ وان امتنعت شفعتہا بمنلا بہا فتکون تطلقین فی حیضین فاذ الثلث اتتک منی بتتہ لم تغن عنک ولایتہ العیبین ترجمہ: (جاہیں نے تیرن

الفت کو ہمیشہ طلاق دی۔ لیکن بائن نہیں کہ جس سے ہمیشہ کی جدائی یقینی ہو جائے اگر تو اپنی علامت سے باز آ جائے تو بس یہی ایک راہ ہے اور محبت دوگنی ہو جائے گی اگر نہیں باز آتا تو پھر میں اس ایک کو دوبار دوں گا۔ تو وہ دو حیضوں میں دو طلاقیں ہوں گی۔ اس کے بعد میری طرف تیسری طلاق قطعی آگئی تو پھر یہ قطعہ ہے پھر تجھے سیسن کی عکاسی کام نہ آئے گی۔

انتباہ : جو امر حق متعلق بدین ہو اس کے خلاف دوست کی موافقت کرنا داخل وفا نہیں بلکہ مقتضائے وفا یہ ہے کہ اس صورت میں اس کی مرضی کے خلاف کرے۔

حکایت : حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمد بن الحکم سے دوستی کی تھی اور ان کو اپنا مقرب بنایا تھا اور اس پر توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر میں میرے قیام کا سبب بجز اس کے اور کوئی نہیں ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے تو انہوں نے یہ قطعہ پڑھا فعدتہ فمرضت من حذری علیہ۔ واتی الحبیب یعودنی۔ فبرات مین نقری الیہ ترجمہ: (میرا دوست بیمار ہوا تو اس کی عیادت کو گیا تو اس کی بیماری کے ڈر سے میں خود بیمار ہو گیا' پھر دوست میری عیادت کو آیا تو میں صرف ایک نظر اسے دیکھا تو شفایاب ہو گیا۔

فائدہ : عوام کو ان کے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی وفات کے بعد اپنا حلقہ درس ان کے سپرد کر دیں گے جب امام صاحب کو مرض الموت لاحق ہوا تو پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس کے حلقہ درس میں بیٹھیں محمد بن الحکم آپ کے سرہانے موجود تھے۔ توقع تھی کہ اس طرف اشارہ فرمائیں گے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابویعقوب بو-بطی کے سوا اور کون ہو گا اس میں کیا تردد ہے اس سے محمد بن الحکم کبیدہ خاطر ہوئے۔ امام صاحب کے تمام شاگرد بو-بطی کی طرف مائل ہو گئے۔

فائدہ : باوجودیکہ محمد بن الحکم نے تمام مذہب امام صاحب (شافعی) سے یاد کیا تھا مگر چونکہ ابو-بطی محمد بن الحکم سے افضل اور قریب بہ زہد تھے اس لئے امام صاحب نے اہل اسلام کی خیرخواہی اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر اور رو و رعایت کو بالائے طاق رکھ کر دوست کی رضا کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا پر ترجیح نہ دی۔

فائدہ : حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد محمد بن الحکم نے مذہب شافعی ترک کرکے اپنے باپ کا مذہب مالکی اختیار کیا اور حضرت امام مالک کی کتابیں پڑھیں اور اس مذہب میں بڑے مرتبہ کا شخص ہوا اور بو-بطی نے زہد اور گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ عوام کے ساتھ حلقہ میں بیٹھیں صرف عبادت میں مشغول ہوئے۔

فائدہ : کتاب ام تصنیف کی جواب ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہے۔ در حقیقت یہ بو-بطی کی

لہ عراق میں ایک علاقہ کا نام ہے (12 اشرح الاحیا)

تصنیف ہے لیکن ربیع نے اس میں اپنا نام لکھا بعد کو ربیع نے اس میں کچھ اضافہ کیا او رتصرف کرکے اپنے نام مشہور کر دیا۔

خلاصہ : محبت کی وفا کا ایک کمال خیر خواہی ہے۔

فائدہ : وفا میں کمال محبت یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہو۔ احنف فرماتے ہیں کہ محبت ایک جوہر ہے کہ اگر اس کی حفاظت نہ کرو۔ تو آفت میں جاگرو گے تو اس کی حفاظت کے لئے۔
غصہ کو اتنا پیو کہ اگر دوست تم پر ستم کرے تو اس کے سامنے معذرت کرو اور رضا اس قدر اختیار کرو کہ اپنے نفس میں فضیلت جانو نہ دوست کی طرف سے کوتاہی سمجھو۔

فائدہ : صدق اور اخلاص اور وفائے کامل کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کی جدائی اور فراق نہایت شاق گزرے بلکہ پریشان کردے جیسا کسی نے کہا ہے وجدت معیات الزمان جمیمھا - سوی فرقه الاحباب بمیشه الخطب ترجمہ: (میں پھر زمانہ کی جملہ مصیبتوں سے بڑی مصیبت محبوب کی جدائی کو پایا ہے۔ یہ جدائی و فرقت سخت مصیبت ہے کہ جس کی مثال نہیں)

حکایت : ابن عینیہ کے سامنے جب اس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو فرمایا کہ میں بعض لوگوں کے ساتھ رہا ہوں اب تیس برس سے ان سے جدا ہو گیا ہوں میرے خیال میں کبھی نہیں آیا کہ ان کی حسرت میرے دل سے جاتی ہے۔

فائدہ : وفا کی ایک علامت یہ ہے کہ دوست کے حق میں لوگوں کی شکایت نہ سنے بالخصوص ایسے لوگوں سے کہ پہلے تو ظاہر کریں کہ ہم فلاں شخص کے دوست ہیں اور پھر اس کی طرف سے ایسی باتیں کہیں جس سے دلوں میں کینہ پیدا ہو اور یہ آپس میں پھوٹ ڈالنے کی بڑی گہری تدبیر ہے کہ اول اظہار دوستی کریں تاکہ سامع کے گمان میں متہم نہ ٹھہری اور آخر کو یہ انجام۔

فائدہ : جو دوستی میں اس سے احتراز نہیں کرتا اور دوست کے حق میں چغلی سنتا ہے تو اس کی دوستی ہمیشہ نہیں رہتی۔

حکایت : کسی نے کسی حکیم سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے فرمایا کہ تین باتیں منظور کرو تو میں دوستی کروں گا۔ (1) میری شکایت نہ سننا۔ (2) میرے کہنے کی مخالفت نہ کرنا۔ (3) ناز و نخرے سے۔ مجھے ذلیل نہ کرنا۔

فائدہ : ایک وفا کی علامت یہ ہے کہ دوست کے دشمن سے دوستی نہ کرے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دوست تمہارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونوں تمہاری عداوت میں شریک ہو گئے۔

حق دوستی دوست کو تکلیف نہ دینا اور اس سے تکلف نہ کرنا : دوست پر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے اور

ایسی فرمائش نہ کرے جس سے اس کو مشقت ہو اس کے جاہ و مال سے مدد کی درخواست نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبرگیری کیا کرو اور ہمارے حقوق ادا کرو بلکہ اس کی دوستی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مقصود نہ ہو اور یہی سمجھے کہ اس کی دعا سے برکت ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملے گی اور اس کا کوئی کام اگر ہم کر دیں گے یا اس کا بوجھ ہلکا کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

فائدہ : بعض اکابر کا قول ہے کہ دوستوں سے جو کوئی ایسی چیز کی خواہش کرے جس کی خواہش وہ اس سے نہ کریں تو ان پر ظلم کرتا ہے اور جو شخص ایسی ہی چیز کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہیں تو ان پر مشقت ڈالتا ہے اور جو کوئی درخواست ان سے نہیں کرتا تو وہ ان سے نیک سلوک کرتا ہے۔

فائدہ : کسی حکیم کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستوں میں اپنی قدر سے زیادہ رکھے تو خود بھی گنہگار ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہوں گے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی ان سے وقت بسر کرے گا تو خود مشقت اٹھائے گا اور ان کو مشقت میں ڈالے گا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہو کر ان میں رہے گا تو وہ خود اور وہ تمام آرام سے رہیں گے۔

فائدہ : باسکون و باوقار رہنے کی صورت یہ ہے کہ تکلف کو بالائے طاق رکھے حتیٰ کہ جس بات میں اپنے نفس سے نہ شرمائے اس میں دوست سے بھی حیا نہ کرے۔

فائدہ : حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو اسلامی دوست محبت کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت باحیاء کرتے ہیں تو دونوں میں سے کسی ایک میں مرض ضرور ہوتا ہے۔

فائدہ : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سے بدتر وہی دوست ہے جو تیرے لئے تکلف کرے اور تجھے اس کی مدارات کرنی پڑے اور نہ بن سکے تو معذرت کی ضرورت ہو۔ حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان میں پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہے ایک دوسرے کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کے لئے تکلف کرتا ہے اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مومن مومن کا بھائی ہے کہ نہ وہ اسے لوٹتا ہے اور نہ اس سے تکلف کرتا ہے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیہ کرام کے چار طبقوں کے ساتھ رہا ہوں ہر طبقہ میں تیس اشخاص سے صحبت رہی۔ (1) حارث محاسی اور ان کا گروہ۔ (2) حسن سبوحی اور ان کی جماعت۔ (3) سری سقطی اور ان کا طبقہ اور ابن کریمی اور ان کے ہمراہی ان لوگوں میں سے جن دو شخصوں نے باہم محبت کی اور ایک دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اس کی وجہ یہی ہوئی کہ دونوں میں سے کسی میں کچھ علت تھی۔

فائدہ : کسی سے سوال ہوا کہ دوستی کس سے کی جائے جواب دیا کہ جو تم سے تکلف کا بوجھ دور کر دے اور حیا کی مشقت باہم ختم کر دے۔

فائدہ : حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ ۔۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر میرے دوستوں میں بڑا بوجھ وہ ہے جو میرے لئے تکلف کرتا ہے اور میں اس سے شرماتا ہوں اور سب سے ہلکا مجھ پر وہ ہے جس کے ساتھ میں یوں رہتا ہوں جیسے تنہا رہتا ہوں۔ کسی صوفی کا قول ہے کہ عوام میں ایسے کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اس کی نظروں میں زیادہ نہ ہو اور گناہ کرو تو اس کے نزدیک کم نہ ہو دونوں حال میں اس کے نزدیک برابر ہو نیکی کرو تو اپنے لئے تو گناہ کرو تو اپنے لئے۔

فائدہ : یہ اس لئے کہا کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہو جاتی ہے ورنہ کسی کو کب معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں بات کرنے سے دوسرے کی نظروں میں گر جاؤں گا تو طبیعت میں حیا اور رکاوٹ آجاتی ہے۔

فائدہ : بعض نے کہا ہے کہ دنیا داروں کے ساتھ ادب سے رہنا چاہئے اور آخرت والوں کے ساتھ علم سے اور عارفوں کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔

فائدہ : کسی اور بزرگ نے کہا ہے کہ دوستی ایسے کی اختیار کرو کہ اگر گناہ کرو تو وہ تمہاری طرف سے توبہ کرے اس کے ساتھ برائی کرو تو الٹا تمہارے سے معذرت کرے اور تمہاری مشقت کو خود اٹھا لے گا اور اپنی مشقت تم پر نہ ڈالے۔

انتباہ : ایسے قائل نے دوستی کی راہ عوام پر تنگ کر دی' کیونکہ حقیقت میں یوں نہیں ہے' بلکہ یوں چاہئے کہ ہر دین دار عاقل سے دوستی کرے اور نیت کرے کہ ان شرائط کو اس کے ساتھ ادا کرے گا اور ان شرائط سے تکلیف نہ دے گا تاکہ دوست بہت زیادہ ہو جائیں کیونکہ اس صورت میں محبت اللہ کے لئے ہو گی اور اگر دوسرے سے ان امور کی اُمید کرے گا تو محبت صرف اپنے نفس کے فوائد کے لئے ہو گی۔

حکایت : حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے کہا کہ اس زمانے میں دوست کمیاب ہیں۔ اللہ کی رضا والے دوست کہاں ہیں؟ آپ نے اس سے اعراض کیا اس نے تین بار یہی کہا جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ مشقت سے بچائے اور تمہاری تکلیف اپنے سر پر رکھے تب تو کم ہے۔ اگر ایسا اسلامی دوست چاہتے ہو کہ تم اس کی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہیں جس سے چاہو محبت کر لو۔ یہ جواب سن کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔

تین قسم کے دوست : دوست تین طرح ہیں۔ (1) جس کی صحبت سے فائدہ ہو' (2) اسے تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اس سے تمہیں ضرر نہ ہو' (3) تم فائدہ بھی نہ پہنچا سکو اور اس کی صحبت سے ضرر بھی ہو یہ تو ایسا شخص احمق بد خلق ہے اس کی صحبت سے احتراز چاہئے اور دوسری قسم کے دوست سے اجتناب نہ کرو کیونکہ دنیا میں اگر اس سے کوئی نفع نہیں تو آخرت میں تو فائدہ ہو گا کہ اس کی سفارش اور دعا اور اس کی خدمت کرنے کا ثواب ملے گا اور پہلی

قسم کا دوست بہرحال قابل دوستی ہے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا فرمان مانے تو تیرے بہت سے دوست ہو جائیں یعنی اگر ان کی غم خواری کرو اور ان کی ایذا برداشت کرو اور ان پر حسد نہ کرو۔ تو دوست بن جائیں گے۔

فائدہ : کسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے لوگوں سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھ میں اور ان میں جھگڑا نہ ہوا اس لئے کہ میں ان کے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بوجھ نہ ڈالا اور جس کی یہ عادت ہو گی اس کے بہت دوست ہو جائیں گے او رترک تکلیف کی ایک بات یہ ہے کہ نفل عبادات میں دوست کا مزاحم اور معترض نہ ہو۔

فائدہ : بعض صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی دوستی کرتے تھے کہ چار باتوں میں یکساں رہنا۔ (1) ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نہ کہے کہ افطار کرو۔ (2) اگر ہمیشہ افطار کرے تو یہ نہ کہے کہ روزہ رکھو۔ (3) ساری رات سوئے تو یہ نہ کہے اٹھ کر عبادت کرو۔ (4) تمام شب جاگے تو اسے نیند کا نہ کہے۔

یہ چاروں حالات برابر رہیں کسی میں اخوت کی کمی بیشی نہ ہو اس لئے کہ اگر ان میں تعاون ہوتا ہے تو طبیعت ریاؤ رکاوٹ کی طرف حرکت کرتی ہے او رکہتے ہیں کہ جس کی کلفت گئی اس کی الفت دائمی ہوئی اور جس کا کھٹکا کم ہوا اس کی دوستی ہمیشہ رہی۔

فائدہ : کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکلف کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اناوالا تقیاء من امتی براء من التکلف" ترجمہ: (میں اور میرے متقی امتی تکلف سے بری ہیں۔

فائدہ : کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس نے اپنے دوست کے گھر چار باتیں کیں اس کا انس اس سے کامل ہو گیا ہے۔ (1) اس کے یہاں کھانا کھائے۔ (2) بیت الخلاء میں جائے۔ (3) نماز پڑھے۔ (4) سو رہے۔

ان باتوں کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا انہوں نے فرمایا کہ پانچویں بات رہ گئی۔ وہ یہ کہ اگر اپنی بیوی کے ساتھ اس کے گھر جائے تو اس کی کوٹھڑی میں اس سے ہم بستر ہو اس لئے کہ گھر انہی پانچ باتوں کے لئے بنایا کرتے ہیں۔ ورنہ عبادت کرنے کے لئے تو مسجدوں میں زیادہ آرام ہوتا ہے (فائدہ) جب یہ باتیں دوست کے گھر میں ہوتیں تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اھلا وسہلا تو اس میں انہی امور کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ پہلے لفظ کے معنی ہیں کہ تمہارے لئے ہمارے دل اور مکان میں جگہ وسعت سے ہے اور دوسرے لفظ کے معنی ہیں کہ یہ گھر تمہارا ہے۔ یہاں تمہارا دل لگے گا کسی طرح تم کو ہم سے وحشت نہ ہو گی اور تیسرے لفظ کا مطلب ہے کہ ان سب باتوں میں پر آسانی ہے جو تم چاہو گے ہم پر گراں نہ گزرے گا۔ (فائدہ) آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے

دوستوں سے کم سمجھے اور ان پر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب ان کو اپنے آپ سے بہتر جانے گا تو واقع میں سب سے اچھا آپ ہوگا۔ ابومعاویہ اسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے یار مجھ سے بہتر ہیں لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا کہ ہر ایک مجھ کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے اور جو شخص مجھ کو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھ سے اچھا ہے۔ حدیث شریف : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور جو شخص کہ تیرے لئے وہ بات تجویز نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے اس جحت میں کچھ خیر نہیں (فائدہ) مساوات کی نظر سے دوست کو دیکھنا افضل درجہ ہے اور کامل درجہ یہ ہے کہ دوست کو افضل جانے (حکایت) حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی تجھے بد ترین خلق کہے اور اگر تو غصہ کرے.تو اس صورت میں بدترین خلق ہے یعنی اپنے بدتر ہونے کا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل میں ہونا چاہئے اور باب کبرو عجب جلد سوم میں اس کی وجہ مذکور ہوگی (ان شاء اللہ)

جب کوئی اپنے آپ کو بہتر سمجھے گا تو اپنے دوست کو حقیر جانے گا حالانکہ حقارت عام مسلمانوں کی بھی بری ہے۔
حدیث : یحسب المرء من الشران یحقر اخاہ المسلم ترجمہ : آدمی کو برا ہونے میں اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے (فائدہ) ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہے کہ اپنے مقاصد میں دوستوں سے مشورہ کیا کرے اور ان کا مشورہ مانا کرے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ وشاورھم فی الامر ترجمہ : ان سے مشورہ کر کام میں (فائدہ) اپنا راز ان سے چھپانا نہیں چاہئے۔

حکایت : مولانا یعقوب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اسود بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کہ دوست تھے ان سے کہاکہ بشربن حارث آپ سے دوستی چاہتے ہیں لیکن آپ سے بالمشافہ عرض کرنے سے شرماتے ہیں اس لئے مجھے بھیجا ہے کہ آپ سے ان کی التجا پیش کروں کہ آپ ان سے دوستی کریں۔ اس طرح ہو کہ باعث ثواب جانیں اور قابل اعتبار ہو وہ اس میں چند شرائط بھی بتاتے ہیں۔ (1) یہ دوستی مشہور نہ ہو۔ (2) ان کے اور آپ کے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات زیادہ نہ ہو کہ ان کو زیادہ ملاقات اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت معروف نے فرمایا کہ میرا تو یہ حال ہے کہ جب کسی سے دوستی کرتا ہوں تو رات دن اس کی جدائی نہیں چاہتا اور ہر وقت اس کی زیارت کرتا ہوں اور ہر حال میں اسے اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں پھر آپ نے اخوت کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں بیان فرمائیں۔ ان میں ایک حدیث یہ ہے۔

حدیث : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اخوت کی تو اپنے علم میں شریک کیا اور قربانی کے اونٹ ان کو بانٹ دیئے اور اپنی صاحبزادی جو سب سے افضل اور محبوب تر تھیں، انہیں بیاہ دی اس کی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رحمتہ اللہ علیہ کی استدعا تم لیکر آئے ہو اسی لئے تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اور ان کے درمیان اسلامی دوستی کا عقد اس شرط پر کیاکہ اگر ان کو ملنا ناپسند ہو تو وہ میری ملاقات کو نہ آئیں مگر جب میرا دل چاہئے گا میں ان کی زیارت کو جاؤں گا اور میں انہیں کہہ دیتا ہوں کہ

جن مقامات میں ہم دونوں جمع ہوں وہ مجھ سے ملا کریں کوئی راز مجھ سے نہ چھپائیں اور اپنے تمام حالات سے مجھے آگاہ کریں۔ ابن قاسم نے یہ تمام تقریر حضرت بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جا کر کہی تو وہ خوش ہوگئے' گویا ان کے ارشادات منظور کر لئے۔

خلاصہ : حقوق محبت یہی ہیں جو ہم نے مجملاً اور بعض مفصلاً" بیان کر دیئے اور یہ اس وقت پایہ تکمیل تک پہنچتے ہیں جب مکمل طور پر کہ جب ادا ہوں کہ دوستوں کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان ایسے نہ ہو نہ کہ تمہارا فائدہ ہو اور ان کا نقصان۔

انتباہ : خود کو دوستوں کے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے تمام اعضاء ان کے حق میں استعمال کرو مثلاً آنکھ سے ان کو بنظر محبت دیکھو کہ وہ بھی پہچان جائیں اور ان کی خوبیوں کی طرف دیکھو اور عیوب سے چشم پوشی کرو جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو کر گفتگو کریں تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ کرو۔

اخلاق نبوی : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے ہر ایک کو اپنے چہرہ اقدس سے حصہ عطا فرماتے یعنی ہر ایک طرف توجہ کرتے اور جو کوئی آپ سے بات سنتا وہ خیال کرتا کہ سب سے زیادہ آپ کا کرم مجھ پر ہے یہاں تک کہ آپ کا بیٹھنا اور سنانا اور بیان فرمانا اور لطف کے انداز میں سوال فرمانا اور توجہ کرنا سب حاضرین مجلس کے لئے برابر ہوتا تھا اور آپ کی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپ کا دستور تھا کہ اپنے دوستوں کے سامنے تمام لوگوں سے زیادہ تبسم فرماتے اور جس چیز سے اصحابہ تعجب کرتے اس سے آپ زیادہ تعجب کرتے اور صحابہ کی ہنسی بھی آپ کی عادت کے مطابق مسکرانا تھا ایک تو آپ کے فعل کی وجہ سے دوسرے آپ کی توقیر مد نظر تھی۔

حقوق دوستی اعضاء میں : منجملہ حقوق زبانی یہ ہے کہ دوستوں کے سامنے چیخ کر نہ بولے بیٹھے اور ان سے یوں گفتگو کرے کہ وہ سمجھ لیں اور کان پر یہ حق دوستی کہ جب دوست کچھ کہے اس کی گفتگو ذوق سے سنے اور اسے سچ جانے اور خوشی ظاہر کرے اور ان پر اعتراض اور جھگڑا کر کے بات نہ کاٹے۔ اگر کسی وجہ سے ان کی گفتگو نہ سن سکے تو ان سے معذرت کرے اور کان کو ایسی باتوں کے سننے سے بچائے جو دوستوں کو بری معلوم ہوں اور ہاتھوں پر یہ حق ہے کہ وہ امور جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں دوستوں کی اعانت سے ہاتھ نہ کھینچے اور پاؤں پر یہ حق کہ ان سے دوستوں کے پیچھے خدام کی طرح چلے نہ کہ مخدوموں کی طرح اور ان سے اسی قدر آگے بڑھے جتنا وہ خود بڑھائیں اور ان کے نزدیک اتنا ہو جتنا وہ نزدیک کریں اور جب وہ اس کے پاس آئیں تو ان کے لئے تعظیما" کھڑا ہو جائے اور جب تک وہ نہ بیٹھیں نہ بیٹھے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔

فائدہ : جب اتحاد کامل ہو جاتا ہے تو ان حقوق میں سے بعض آسان بھی ہو جاتے ہیں جیسے تعظیم کے طور کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنا کہ یہ چند حقوق صحبت سے ہیں مگر ان میں ایک قسم کی اجنبیت اور تکلف ہے اس لئے

کہ جب تکلف اٹھ جاتا ہے تو پھر دوستوں کے ساتھ وہی معاملات آسان ہو جاتے ہیں جو اپنے نفس سے کئے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ظاہری آداب باطن کے آداب اور صفائی قلب کے عنوان ہیں اور جب دل صاف ہو جاتے ہیں تو ان ظاہری تکلفوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

فائدہ : جس کی نظر مخلوق کی صحبت کی طرف ہوتی ہے کبھی تو ٹیڑھا ہے اور کبھی سیدھا اور جس کی نظر خالق کی طرف ہوتی ہے وہ ظاہر میں صداقت کا رفیق ہوتا ہے اور اپنے باطن کو حب الٰہی' اور حب خلق سے زینت دیتا ہے اور ظاہر کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت سے مزین کرتا ہے۔ اس لئے کہ بندوں کی خدمت اللہ کی رضا کے لئے ہو تو یہ خدمات کی اعلیٰ قسم ہے کہ اسے حسن خلق کے بغیر کوئی حاصل نہیں کر سکتا ہے اور اپنے حسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

خاتمہ خلق خدا کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے آداب : یہ بحث ایک دانشوروں کے کلام کا انتخاب ہے۔ اگر کسی سالک کو خلق خدا سے اچھی طرح میل جول منظور ہو تو امور مفصلہ ذیل پر عمل کرے۔ (1) دوست و دشمن سے بکشادہ خندہ پیشانی سے ہو نہ ان کو ذلیل کرو نہ خود ہیبت میں پڑو۔ (2) وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنا کہ ذلیل ہو جاؤ اپنے تمام امور میں درمیانہ درجہ پر رہو کہ افراط و تفریط تمام امور میں مذموم ہے۔ (3) اپنی دونوں جانب کو مت دیکھو۔ (4) کثرت سے مڑ کر نگاہ نہ کرو۔ (5) جماعتوں کے پاس نہ کھڑے ہو۔ (6) جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ محسوس نہ ہو کہ یہ اٹھنا چاہتا ہے۔ (7) انگلیاں مت چٹکاؤ۔ (8) داڑھی انگوٹھے وغیرہ سے نہ کھیلو۔ (9) دانتوں میں خلال نہ کرو۔ (10) ناک میں انگلی نہ ڈالو۔ (11) کثرت سے نہ تھوکو۔ (12) بار بار ناک صاف نہ کرو۔ (13) چہرہ سے بار بار مکھیاں نہ اڑاؤ۔ (14) انگڑائی اور جمائی لوگوں کے سامنے نہ لو۔

فائدہ : نماز اور تنہائی میں بھی انگڑائی اور جمائی کثرت سے نہ ہو۔ (15) مجلس میں شور و غل نہ کرو۔ (16) بات مسلسل اور ترتیب وار کہو۔ (17) جو کوئی اچھی بات کہے اس پر کان لگاؤ۔ (18) اس کی عجیب بات سننے کے بعد تعجب میں مبالغہ نہ کرو۔ (19) بلاضرورت اس سے دوبارہ بات کہنے کی درخواست نہ کرو۔ (20) ہنسی مذاق اور کہانیوں کے لئے خاموش رہو۔ (21) اس کا ذکر نہ کرو کہ مجھے اپنا فلاں بیٹا یا اپنا شعر یا تصنیف یا فلاں چیز اچھی لگتی ہے۔ (22) عورتوں کی طرح بہت زیادہ ہارسنگار نہ کرو۔ (23) نوکروں کی طرح میلے کچیلے نہ رہو۔ (24) سرمہ اور تیل کثرت سے نہ لگاؤ۔ (25) حاجات میں اصرار نہ کرو۔ (26) ظلم پر کسی کو بہادر نہ کہو۔ (27) اپنے لڑکے اور بیوی سے بھی اپنے مال کی مقدار نہ بتاؤ غیروں کا تو کیا ذکر ہے اس لئے کہ اگر ان کے خیال میں تھوڑا ہو گا۔ تو تم ان کی نظروں میں گر جاؤ گے اگر بہت ہو گا تو تم سے خوش نہ رہیں گے۔ (28) ان کو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمہارے قریب نہ پھٹکیں اور نہ اتنا خوش کرو کہ سر پر چڑھ جائیں۔ (29) اپنی لونڈیوں' غلاموں اور نوکروں چاکروں سے مذاق نہ کرو ورنہ تمہارا وقار جاتا رہے گا۔(ایسے ہی شاگردوں اور مریدوں اور مقتدیوں کا حکم ہے) (30)جب کسی مقدمہ کی جواب دہی کرو تو عزت

کے ساتھ رہو اور بیوقوفی سے احتراز کرو جلدی مت کرو اور اپنی دلیل غور و فکر کے بعد بیان کرو۔ (31) ہاتھوں سے زیادہ اشارہ نہ کرو اور جو لوگ پیچھے ہوں ان کو گردن موڑ کر بہت زیادہ نہ دیکھو۔ (32) پالتی مار کر مت بیٹھو۔ (33) جب غصہ تھم جائے تب بولو۔ (34) اگر بادشاہ تمہیں اپنا مقرب بنائے تو اس کے ساتھ اس طرح رہو جیسے تلوار کی نوک۔ (35) اگر تم سے خوش رہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ اب نہیں بگڑے گا بلکہ اس کے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر میں بگڑ جاتا ہے۔ (36) اس کے ساتھ ایسی نرمی نہ کرو جیسے بچوں سے کرتے ہیں۔ (37) اس سے وہ گفتگو کرو جس کی اسے خواہش ہے۔ (38) اگر وہ تمہارے ساتھ لطف سے پیش آئے تو اس کے لطف کو دیکھ کر اس کے زن و فرزند اور نوکروں کے معاملہ میں دخل نہ دو گو اس کے خیال میں تم دخل دینے کے مستحق ہو اس لئے کہ بادشاہ اور اس کے گھر والوں کے معاملہ میں دخل دینے والا ایسے گرتا ہے کہ پھر کبھی نہیں سنبھل سکتا۔ (39) جو دوست صرف تندرستی میں یار ہو اس سے احتراز کرو کہ وہ تمام دشمنوں سے بڑا دشمن ہے۔ (40) اپنے مال کو آبرو سے بڑھا کر عزیز مت سمجھو۔ (41) اگر کسی مجلس میں جاؤ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہوں ان کے اوپر نہ پھلانگو جہاں جگہ دیکھو وہاں بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو۔ (42) راستہ میں پہلے تو بیٹھنا نہیں چاہئے اگر بیٹھو تو اس کے آداب یہ ہیں۔ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی اور داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوئے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو' سائل کو کچھ عطا کرو' اچھی بات کا امر کرو' بری بات سے روکو' تھوکنے کا موقع تلاش کرو' قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ ہی داہنی جانب بلکہ بائیں جانب یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکو۔ (43) بادشاہوں کے ہم نشین مت بنو۔ اگر بنو تو اس کا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز مخفی رکھو اور حاجات کم بیان کرو اور گفتگو میں الفاظ شستہ اور شائستہ بیان کرو اور بادشاہوں کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور ان سے بہت خوف رکھو۔ (اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کریں) اور ان کے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد ان کے پاس خلال کرو۔ (44) بادشاہ کو چاہئے کہ ہم نشینوں کی ہر ایک بات پر حوصلہ کرے لیکن انشاء راز اور ملک میں خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کو برداشت نہ کرے۔ (45) عوام کے پاس نہ بیٹھے اگر اتفاق ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی بات میں دخل نہ دے اور ان کی بیہودہ باتیں کم سنے اور جو الفاظ ان سے برے سرزد ہوں ان سے تغافل کرے اور باوجودیکہ ان سے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی ان سے ملاقات کم کرے۔ (46) ہنسی ٹھٹھا نہ عقلمند سے ہو نہ بے عقل سے' اس لئے کہ عقلمند تم سے کینہ کرے گا اور بیوقوف کو تم پر جرات ہو گی ٹھٹھا کرنا' ہیبت دور کرتا اور آبرو ضائع کر دیتا ہے۔ بالآخر کینہ لاتا ہے بلکہ دوستی کی حلاوت کھوتا ہے اور عالم کی سمجھ میں عیب لگاتا ہے اور بیوقوف کو دیر کرتا ہے اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہے اور پرہیز ٹھٹھے والے کو برا سمجھتے ہیں اور ٹھٹھا دل کو بجھا دیتا ہے اور اللہ عزوجل سے دور کر دیتا ہے اور غفلت پیدا کرتا ہے اور لذت کا موجب ہے اس سے باطن اندھے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص کسی مجلس میں مبتلا مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہئے کہ اٹھتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر

کریں۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من جلس فی مجلس تکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک الا غفرلہ ما کان فی مجلسہ ذلک ترجمہ: جو شخص کسی محفل میں بیٹھا اور اس میں بہت سی فضول گوئی اس نے کی اور کھڑا ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لی۔ الٰہی میں تیری پاکی اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں (فائدہ) تو جو کچھ اس شخص سے اس مجلس میں ہوا ہوگا اس کو بخش دیا جائیگا۔ 12

حق نمبر18: بھائی مسلمان سے کلام سے پہلے سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے

احادیث: (1) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے اس کو جواب مت دو جب تک پہلا سلام نہ کرے۔ (2) ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام نہ کیا اور اجازت مانگی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ (3) حضرت جابر راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو گھر والوں پر سلام کرو، کیونکہ جب کوئی تم میں سے سلام کرتا ہے اس کے گھر میں شیطان نہیں آتا۔

تیسری فصل:۔ عام مسلمانوں، ہمسایوں اور لونڈی غلاموں کے حقوق

جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہے یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط اپنے ہم جنس کے دشوار ہے اس لیے اس کو اختلاط کا طریقہ سیکھنا بھی ضروری ہے اور ملنے والے کے ساتھ ادب اسی قدر ہو جتنا اس کا حق ہو اور حق اس قدر ہوتا ہے جتنا اس کا علاقہ ہو جس سے کہ اختلاط ہوا ہے اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب خاص ہے یا اسلام کی اخوت جو سب سے عام ہے یا ہمسائیگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور علاقوں میں سے ہر ایک کے بہت درجہ ہیں۔ مثلاً قرابت کا کوئی حق ہے مگر قریب آکر محرم ہوگا تو اس کا حق زیادہ ہے اور جس قدر محرم کا حق ہے اس سے زیادہ والدین کا حق ہے اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کے نزدیک اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہے اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہے اور فرق اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسبت کر اس کو لحاظ کریں۔ مثلاً بیگانہ شہروں میں ہمسایہ وطن کے رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہے کہ شہر میں ہمسائیگی کا حق اسی کو حاصل ہے یہی حال مسلمان کے حق کا ہے کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سے سن کر جان پہچان ہے اس کے حق کی نسبت کر اس کا زیادہ حق ہے جس سے صورت شناسائی ہے اور شناسائی ہونے کے بعد اختلاط سے اس کا استحکام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح محبت کے درجات بھی مختلف ہیں مثلاً صحبت درس اور مکتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کے موکد تر ہے اور یہی حال دوستی کا ہے کہ متفاوت ہوا کرتی ہے یعنی جب قوی ہوجاتی ہے تو اخوت ہوجاتی ہے اور اس سے بڑھتی ہے تو محبت ہوتی ہے اس سے تجاوز کرتی ہے تو خلت ہوجاتی

ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے کہ محبت اس کو کہتے ہیں کہ دل میں جگہ کرے اور خلت وہ ہے جو دل کی رگ رگ میں پیوستہ ہوجائے تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہیں کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور مشاہدہ سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہے اور خلت کو جو ہم نے اخوت سے زیادہ کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ خلت ایسی حالت کا نام ہے جو اخوت کی نسبت کر کامل تر ہے اور اس کو ہم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے پہچانتے ہیں۔ (حدیث) لو کنت متخذا خليلا لا تخذت ابا بكر خليلا ولكن صاحبكم خليل الله اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر میں تو اللہ عزوجل کا خلیل ہوں (بخاری و مسلم)

اس لئے کہ خلیل اس کو کہتے ہیں کہ محبت محبوب کی اس کے دل کے تمام اجزاء ظاہری اور باطنی میں گھس جائے اور تمام دل کو گھیرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی عزوجل کے اور کسی چیز نے نہیں گھیرا تھا اس لئے خلت میں شرکت نہ ہوسکی باوجودیکہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا (حدیث) علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ایسے ہیں جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے۔ ماسوائے نبوت کے (بخاری و مسلم شریف)

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلت سے پس حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخوت میں علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریک رہے اور اس امر میں بڑھے رہے کہ آپ کو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی' بشرطیکہ شرکت کی گنجائش ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیاقت پر آگاہ کرنے کو فرمایا لا تخذت ابابكر خليلا الخ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حبیب دونوں ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ ایک روز فرحان اور شادان منبر پر چڑھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں اس کا خلیل ہوں۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شناسائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہیں اور خلت کے بعد کوئی درجہ نہیں اور دونوں کے سوا جو اور مدارج ہیں وہ ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور ہم حق صحبت اور اخوت کو بیان کرچکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزیں ہیں وہ سب انہیں میں آگئیں مگر جس قدر محبت اور اخوت کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اسی قدر ان حقوق مراتب میں تفاوت ہوتا ہے جیسے پہلے مذکور ہوا یہاں تک اقتضائے حقوق یہ ہے کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو لٹایا اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بدن کو آپ کے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب یہ چاہتے ہیں کہ اخوت اسلامی اور اقرباء اور ہمسایہ اور لونڈی غلاموں کے حقوق لکھیں اس لئے اس فصل کو چار بیانوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی فصل

عام مسلمانوں کامعاملہ : کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اس کو سلام کرنا' اور جب پکارے اس کا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مرجائے تو جنازہ پر جانا اور اگر تم پر قسم کھالے اس کی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اس کو بہتر بات بتانی اور اس کے پیٹھ پیچھے اس کو برا نہ کہنا اور اس کے لئے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لئے پسند ہو اور اس کے حق میں وہ بات بری سمجھنی جو اپنے حق میں بری لگے اور یہ سب امور احادیث و آثار میں وارد ہیں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے حقوق سے چار باتیں تجھ پر لازم ہیں اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے۔ دوم نے گناہ کرنے والے کے لئے مغفرت چاہے۔ سوم ان کے بدنصیب کے لئے دعا مانگے۔ چہارم ان میں کے تائب سے محبت رکھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینھم کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی بدکار کے لئے دعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی نیک کو دیکھے تو یوں دعا مانگے الٰہی تو نے جو اس کو خیر عنایت کی اس کو اس میں برکت کر اور اس کو اسی پر ثابت رکھ اور ہمیں اس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیک بخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اس کو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اس کی خطا معاف کر۔ اب حقوق کو شرح لکھتے ہیں اول حق یہ ہے کہ جمع اہل ایمان کے لئے وہی بات چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور ان کے لئے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لئے بری سمجھتا ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا(حدیث) ایمانداروں کی مثال آپس میں دوستی اور رحم کرنے میں ایسی ہے جیسے جسم۔ کہ جب اس کا کوئی جوڑ درد کرتا ہے تو سب کو باعث بخار اور بیداری کا ہوتا ہے (بخاری و مسلم)

اور حضرت ابو موسیٰ آپ سے راوی ہیں۔ (حدیث) ایماندار دوسرے ایماندار کیلئے ایسا ہے جیسے کہ عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے قول یا فعل سے ایذا نہ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (حدیث) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ترجمہ : مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

اور ایک بڑی حدیث شریف میں جو فضیلت کی باتوں کے لئے حکم فرمایا ہے اس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور نہ بن پڑیں تو اتنا ہی کرو کہ لوگوں کو بدی مت پہنچاؤ کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا اور فرمایا۔ (حدیث) افضل المسلمین من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (ترجمہ) مسلمانوں میں افضل وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اور فرمایا (حدیث) کہ تم کو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانوں اور مالوں کے باب میں محفوظ ہوں انہوں نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے اور ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہیں اور مجاہد فرماتے ہیں کہ دوزخیوں پر خارش مسلط کی جائے گی پھر وہ اتنا کھجلائیں گے کہ ان میں کسی کی ہڈی ظاہر ہوجائے گی اور چمڑا اور گوشت اڑ جائے گا اس کو کوئی نام لے کر پکارے گا کہ تجھ کو اس کی تکلیف ہے یا نہیں وہ کہے گا کہ ہاں بہت تکلیف ہے جواب ملے گا کہ یہ اس کی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے کروٹیں لیتا دیکھا۔ اس نے راہ میں سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگوں کو ایذا دیتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کچھ تعلیم فرمائیے جس کی تعمیل سے میں نفع اٹھاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیث)

عزل الاذی عن طریق المسلمین ترجمہ: مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے فرمایا جو کوئی مسلمانوں کی راہ میں سے ایسی چیز دور کردے جو ان کو ستاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے عوض میں ایک نیکی لکھے گا اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھے اس کے لئے اس نیکی کے سبب سے جنت واجب کردے گا اور فرمایا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اس کو ایذا ہو اور فرمایا کہ مسلمان کو حلال نہیں کہ مسلمان کو ڈرائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیئے جانے کو برا جانتا ہے اور ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک اہل ایمان ان کو تو ایذا مت دو، دوسرے جاہل ان کے ساتھ جاہل مت بنو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اس پر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا۔ (آیت) خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین عفو و درگذر سے کام لیں نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں ماہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ یہاں تک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اس کو تحمل کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے (آیت) خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین

اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ (حدیث) کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا نف ولا یتکبرون بمشی مع الارملۃ والمسکین فیقفی حاجتہ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غرور و تکبر نہ فرماتے اس بات سے کہ بیوہ اور مساکین کے ساتھ جاکر اس کی حاجت پوری فرمائیں 12

چوتھا حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہنچائے

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (حدیث) لا یدخل الجنۃ قتات ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ 12

اور خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ جو شخص تجھ سے دوسروں کی چغلی کھائے گا وہ تیری چغلی دوسروں سے کھائے گا اور جو تجھ سے غیروں کی خبر کہے گا وہ تیری خبر غیروں سے کہے گا اسی مضمون کو سعدی فرماتے ہیں۔

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد باشد   بیگماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد

پانچواں حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اس سے اگر کبیدگی کی صورت ہوجائے تو تین دن سے زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث ملقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدا بالسلام ترجمہ: کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے آپس میں ملیں تو ایک ادھر کو منہ پھیرے اور ایک ادھر کو اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہلے کرے۔ اور فرمایا من اقال مسلما عثرتہ اقالہ اللہ یوم القیامتہ ترجمہ: جو مسلمان کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کرے اللہ عزوجل بروز قیامت اس کو معاف فرمائے گا۔ 12-حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنے بھائیوں کی خطا معاف فرمائی اس لئے میں نے تمہارا ذکر ذاکروں میں بلند کردیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ماانتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط الا ان تنتھک حرمتہ اللہ فینتقم اللہ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کی خاطر بھی انتقام نہ لیتے مگر یہ کہ ہتک کی جائے اللہ کی حرمت تو آپ انتقام لیتے تھے اللہ عزوجل کے لئے۔ 12 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت ہی بڑھائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانقص مال من صدقتہ وماذا اللہ رجلا بعفوالا عزاومامن احد تواضع اللہ الا رفعہ اللہ ترجمہ: نہیں گھٹتا مال صدقہ کرنے سے اور نہیں زیادہ کیا اللہ عزوجل نے کسی شخص کو معاف کرنے سے بجز عزت کے اور نہیں تواضع کی کسی نے اللہ عزوجل کے لئے مگر یہ کہ بلند کیا اللہ عزوجل نے اس کو۔ 12- چھٹا حق یہ ہے کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے۔ یہ تمیز نہ کرے کہ لائق احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے۔ حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے نانا علیہم السلام سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو نہ پہنچے گا جو قابل احسان نہ ہو تو تم تو بہرحال قابل احسان ہو اور انہیں حضرات سے یہ حدیث شریف منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگوں سے دوستی کرنی ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ سے نکلا ہوا معلوم نہ ہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا اس کی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اس کی طرف

سے روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ گفتگو سے فارغ نہ ہولیتا۔ ساتواں حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بغیر اس کی اجازت کے نہ جائے بلکہ تین بار اس سے اجازت چاہے مگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت لینا تین بار اول بار میں وہ چپکے ہوجائیں گے اور دوسری میں مشورہ بلانے کا کریں گے اور تیسری میں خواہ اجازت دیں گے یا کہہ دیں گے کہ چلے جاؤ آٹھواں حق یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آئے' ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل سے علم کی باتیں اور عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کرے گا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو بھی ایذا دے گا۔

نواں حق یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیس منا من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا ترجمہ: جو ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں میں رحم نہ کرے وہ ہم میں سے ہیں -12- اور لڑکوں پر تلطف کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا من اجل اللّٰہ اکرام ذی الشیبتہ المسلم ترجمہ: بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ عزوجل کی تعظیم کرنا ہے - 12- اور بوڑھوں کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے سامنے کلام نہ کرے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنیہ کا قافلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے ایک لڑکا بولنے کے لئے کھڑا ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر بڑا شخص کہاں ہے کہ وہ گفتگو کرے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بوڑھے کی عمر میں پہنچنے پر کسی کو مقرر کردیتا ہے کہ اس کی تعظیم کرے۔ اس میں زندگی کے دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھوں کی تعظیم کی توفیق اسی کو ہوتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عمر کی زیادتی لکھ دی ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لڑکا موجب غصہ نہ ہوجائے اور مینہ باعث نہ جمنے سبزہ کا اور گرم ہونے ہوا کا اور پاجی ہر طرف بہہ نہ نکلیں اور کریم غائب نہ ہوجائیں اور چھوٹا بڑے لئیم آدمی کریم پر جرات نہ کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملتے تو ان کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقف فرماتے اور لوگوں سے کہتے کہ ان کو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیتے اور کسی کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اجازت فرماتے کہ تم اٹھالو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجھ کو پیچھے سوار کیا اور بعض یوں کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہہ دیا کہ تم کو اپنے پیچھے سوار کرلیں اور چھوٹے بچوں کی جو آپ کی خدمت میں دعا اور برکت اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں ان کو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر پیشاب کردیتا اور جو شخص دیکھتا

ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اس کا پیشاب بند مت کرو اور اس کو ویسے ہی رہنے دیتے۔ یہاں تک کہ بالکل پیشاب کر چکتا' پھر اس کے لئے دعا کرتے اور اس کا نام رکھتے۔

یہاں تک کہ اس کے گھر والے خوش ہوجاتے اور یہ گمان نہ کرتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے پیشاب کی ایذا ہوئی اور جب وہ چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے دسواں حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر حرام ہے جو نرم اور منکسر اور آسان گیر اور ملنسار ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے اور کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ کو ایسا عمل بتا دیجئے کہ مجھ کو جنت میں داخل کرے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موجبات مغفرت کی یہ باتیں بذل سلام اور خوبی کلام۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نیکی ایک ادنیٰ چیز ہے یعنی نرما گفتار رہنا۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔ (حدیث) اتقوا النار ولو بشق تمرة لم تجدوا فكلمة طيبة آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا نصف ہی ہو اور اگر تم کو میسر نہ ہو تو اچھا لفظ کہہ کر آگ سے بچو۔ 12

اور فرمایا کہ جنت میں چند دریچے ہیں کہ ان کے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے۔ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کن لوگوں کیلئے ہیں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلا دے اور رات کو اس وقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہوں' اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفائے عہد اور ادائے امانت اور ترک خیال اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک عورت راہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجھ کو خدمت اقدس میں کچھ عرض کرنا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب اس وقت کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کوچوں کی جونسی طرف میں تیرا دل چاہے بیٹھ جا' میں تیرے پاس بیٹھ کر سن لوں گا' اس نے ویسا ہی کیا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے یہاں تک کہ جو کچھ اس کو کہنا تھا' اس نے کہہ دیا (حکایت) اور وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ستر برس اس طرح روزے رکھے کہ ساتویں روز افطار کرتا' اس نے دعا مانگی کہ مجھ کو یہ دکھلا دے کہ شیطان آدمیوں کو کس طرح بہکاتے ہیں جب بہت عرصہ گزرا اور اس کی دعا قبول نہ ہوئی تو اس نے کہا کہ جو خطا میرے اور میرے پروردگار کے معاملہ میں مجھ سے ہوئی

ہے اگر میں اس پر اطلاع پاتا تو میرے حق میں اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا' اتنے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجا' اس نے اس سے کہا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام جو تو نے کیا' میرے نزدیک تیری گزشتہ عبادت کی نسبت کر بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری آنکھیں کھول دیں ہیں اب تو دیکھ لے' اس نے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے گرد شیطان مکھیوں کی طرح نہ ہوں' اس نے عرض کیا کہ الٰہی ان سے کون بچتا ہے' ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہے۔ گیارہواں حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اس کو پورا کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا (حدیث) ثلث فی المنافق اذاحدث کذب واذاوعداخلف واذا تمن خان ترجمہ: تین باتیں منافق میں ہوتی ہیں جب کہے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت سپرد کی جائے اس میں خیانت کرے - 12- اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ثلث من کن فیہ فھومنافق وان صلی و صام اذاحدث کذاب الخ ترجمہ: تین باتیں ہیں کہ جس میں ہوں وہ منافق ہے گو نماز پڑھے روزہ رہ رکھے اور زکوٰۃ دے اور جب کہے جھوٹ بولے - 12- بارہواں حق یہ ہے کہ لوگوں کا عوض اپنے نفس سے لے اور ان کے ساتھ وہی کام کرے جس کو چاہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہیں کرتا جب تک اس میں تین خصلتیں نہ ہوں' اول مفلسی کے ہوتے ہوئے خرچ کرنا' دوم اپنے نفس سے انتقام لینا' سوم سلام کرنا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت میں داخل ہو تو چاہئے کہ ایسے حال میں مرے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے رہا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ کام کرے جس کو خود اپنے ساتھ دوسروں سے چاہتا ہو اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اپنے جیسے کی ہمنشینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہوجائے گا اور لوگوں کے لئے وہ بات پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو مسلم ہوجائے گا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتیں کر جو تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے سب باتوں کی اصل ہیں' اور ان میں سے ایک خاص میرے لئے ہے اور ایک خاص تیرے لئے' اور ایک مشترکہ ہے مجھ اور تجھ میں اور ایک تجھ میں اور مخلوق میں مشترک ہے۔ جو بات کہ خاص میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور ایک میرا شریک کسی کو نہ کرے اور جو تیرے لئے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے اس کی جزا تجھ کو ایسے وقت میں دوں گا کہ تجھ کو اپنے عمل کی شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھ میں اور مجھ میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور میں قبول کروں' اور جو تجھ میں اور مخلوق میں ہے وہ یہ ہے کہ تو ان کی صحبت اس امر سے کرے جسے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ الٰہی تیرے بندوں میں سب سے عادل کون ہے' فرمایا کہ جو لوگوں کا عوض اپنے نفس سے لے۔ تیرھواں حق یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رتبہ کا ہے تو اس کی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہئے۔

مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سفر میں ایک منزل میں اتریں اتنے میں ان کا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا' آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو' پھر ایک شخص سوار آیا' آپ نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ' لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اس کو بلواتی ہیں' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کا ایک رتبہ بنایا ہے ہم کو بھی ان کو اسی مرتبہ پر رکھنا چاہئے' وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہوگیا مگر ہم کو نامناسب ہے کہ اس توانگر کو اس صورت پر ایک روٹی دیدیں' اور مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبداللہ بجلی تشریف لائے' اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر مبارک لپیٹ کر ان کے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ جریر نے اس کو لیکر آنکھوں سے لگایا اور اس کو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہہ کرکے آپ کے پاس پھینک دی اور عرض کیا کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے کپڑوں پر بیٹھوں' اللہ تعالیٰ آپ کا اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آئے تو اس کی تعظیم کرو اسی طرح جس شخص کا آدمی کے اوپر قدیم حق ہو' اس کی تعظیم بھی ضرور ہے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا کہ اے مادر خوب کیا آپ تشریف لائیں پھر ان کو چادر پر بٹھا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کروں گا اور جو سوال کرو گی وہ دوں گا انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی قوم کی سفارش کرتی ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تم کو دیا یعنی جس قدر ان کے حصہ میں لوگ آئیں ان کو تمہارے حوالہ کردوں گا پس ہر طرف سے لوگ اٹھے اور عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے بھی اپنا حق ان کو دیا پھر ان کے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور ایک خادم دیا اور خیبر میں سے اپنا حصہ ان کو بخش دیا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ درہم کو ان سے مول لے لیا اور بعض اوقات آپ کی خدمت میں کوئی حاضر ہوتا اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس میں اتنی گنجائش نہ ہوتی کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر اس شخص کیلئے ڈال دیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اس کو قسم دیکر بٹھلاتے چودھواں حق یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانوں میں اصلاح کردینے کی بن سکے تو چاہئے کہ ان میں صلح کرادے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا تم کو میں وہ بات نہ بتادوں جو نماز اور روزوں اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ آپس میں صلح کرا دینی ہے اور باہم دگر پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانے والا ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا افضل الصدقتہ اصلاح ذات البین ترجمہ: بہتر صدقہ آپس میں صلح کردینا ہے - 12- اور حضرت انس راوی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے سامنے والے

دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدا ہوں آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دو زانوں بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یارب میرا حق اس سے دلا دے اللہ تعالیٰ نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اس نے عرض کیا کہ الٰہی میری نیکیوں میں سے کچھ نہیں رہا جو اس کو حوالہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے مدعی کو فرمایا اب تو کیا کرے گا' اس کے پاس تو نیکیوں میں سے کچھ نہیں رہا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے گناہ اس پر کردیئے جائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ یہ دن بڑا سخت ہے' آدمی کو اس روز یہ حاجت پڑے گی کہ اس کے گناہ کوئی اپنے ذمہ کرلے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اٹھاکر جنت میں نگاہ کر' وہ دیکھ کر عرض کرنے لگا کہ یارب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیوں سے جڑے ہیں' یہ کسی نبی کے ہیں یا صدیق یا شہید کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کے ہیں کہ جو ان کا دام دے' اس نے عرض کیا کہ پروردگار ان کی قیمت کس کے پاس ہوگی' ارشاد ہوا کہ تیرے پاس' اس نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے' فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کردینا' اس نے عرض کیا کہ الٰہی میں نے معاف کیا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو اٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کے اس کو جنت میں داخل کر' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو' آپس میں صلح کرتے رہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اہل ایمان کے درمیان صلح کرے گا' اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا ادنمی خیرا ترجمہ: جھوٹا نہیں وہ جو دو شخصوں یں صلح کرے پس کہے بہتر بات یا اصلاح کے لئے کوئی خبر اچھی ایک طرف سے دوسرے کو پہنچا دے۔ 12- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں صلح کرا دینی واجب ہے کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہے اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا' لاا اس صورت میں کہ دوسرا واجب اس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہوجائے تو جب دو شخصوں میں صلح کرنے والا جھوٹا نہ ٹھہرے تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت کر زیادہ موکد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (حدیث) کل الکذب مکتوب الاان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعتہ او یکذب بین الاثنین فیصلح بینھما او یکذب لامراتہ لیرضیھا ترجمہ: ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر یہ کہ آدمی لڑائی میں جھوٹ بولے کہ لڑائی فریب ہے یا یہ کہ جھوٹ بولے درمیان آدمیوں کے اس لئے کہ صلح کرا دے دونوں میں یا یہ کہ اپنی زوجہ سے جھوٹے بولے تاکہ اس کو راضی رکھے -12- پندرھواں حق یہ ہے کہ سب مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (حدیث) من ستر علی مسلم سترہ اللّٰہ تعالٰی فل الدنیا والاخرۃ ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ 12 اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا

کوئی عیب دیکھے اور پھر اس کو چھپاوے تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جب ماعز نے اپنے زنا کا حال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اس کو اپنے کپڑے کے تلے ڈھانپ لیتا تو تیرے حق میں اچھا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہے اس لئے کہ اس کے خود اسلام کا حق اس کے ذمہ ایسا ہی واجب ہے جیسے غیر کے اسلام کا حق' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی شراب خور کو پکڑ پاؤں تو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا عیب چھپائے۔ اور اگر کسی چور کو پکڑوں' تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی فرمائے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں ایک رات گشت فرماتے تھے' آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا' صبح کو لوگوں سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور ان دونوں کو حد مارے تو بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ امام ہیں آپ کو اختیار ہے' لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو حد مارنا جائز نہیں ورنہ تمہارے اوپر حد قائم کی جائے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کے لئے چار شاہدوں سے کم نہیں فرمائے۔ پھر آپ نے چند روز توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگوں نے اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر میں تردد تھا کہ حدود الٰہی میں امام کو اپنے علم کے بموجب حکم دینا جائز ہے یا نہیں' اس لئے بطور مثال فرضی کے سوال کیا' یہ نہ فرمایا کہ میں نے ایسا دیکھا ہے اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امر ہم کو درست نہ ہو تو اس صورت میں ان کا حال بیان کرنا گالی ٹھہرے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس طرف مائل ہوئی کہ امام کو یہ جائز نہیں اور شریعت میں عیب پوشی کے مطلوب ہونے کے لئے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ سب عیبوں میں فاحش تر زنا ہے جس کا ثبوت چار گواہوں پر ہے جو مرد کسی عضو کو عورت کے عضو کے اندر اس طرح دیکھیں جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور یہ امر کبھی نہیں ہوتا' اور اگر قاضی اس کو تحقیقاً" معلوم بھی کرلے تو اس کو جائز نہیں کہ اس کو افشا کرے۔ تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اس کے لئے سزا سنگسار کرنا ہے جو سب سے بڑی سزا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہ گاروں پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہے کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہے ہم کو توقع ہے کہ قیامت کے دن اس کرم عمیم سے ہم محروم نہ رہیں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا عیب دنیا میں چھپاتا ہے تو اس کا کرم اس بات کا کب مقتضی ہوگا کہ قیامت میں اس کو فاحش کرے اور اگر دنیا میں فاحش کرے گا تو اس بات سے کریم تر ہے کہ دوبارہ اس کو افشا کرے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گشت کرتا تھا کہ اتنے میں ہم کو ایک چراغ معلوم ہوا ہم اس کی طرف کو چلے جب اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہے اور مکان کے اندر لوگ شوروغل مچا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تم کو

معلوم ہے کہ کس کا گھر ہے میں نے کہا کہ نہیں' آپ نے فرمایا کہ ناصر ربیعہ بن امیہ کا ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں' تمہاری کیا رائے ہے ان کو گرفتار کریں' میں نے کہا کہ ہم نے وہ کام کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ولا تجسسوا یعنی بھید کی تلاش مت کرو' پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویسے ہی چھوڑ کر واپس چلے آئے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیب کا چھپانا اور اس کے درپے نہ ہونا واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اگر تم لوگوں کے عیبوں کے درپے ہوگئے تو ان کو خراب کردو گے یا قریب ہے کہ ان کو بگاڑ دو گے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اے گروہ ان لوگوں کے جو زبان سے ایمان لائے اور دل میں ایمان داخل نہ ہوا مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور ان کے عیوب کے درپے نہ ہو' اس لئے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے درپے ہوتا ہے اور جس شخص کے عیب کے درپے خدا تعالیٰ ہوتا ہے وہ اس کو رسوا کردیتا ہے گو اپنے گھر کے اندر رہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض میں کسی شخص کو حدود الٰہی میں سے کسی حد پر دیکھوں تو میں اس کو گرفتار نہ کروں اور اس کے لئے کسی کو بلاؤں یہاں تک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو یعنی دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہوجائے گا اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہے' آپ نے فرمایا کہ اس کو سونگھو' لوگوں نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع میں شراب پی ہے' آپ نے اس کو قید کیا' یہاں تک کہ اس کا خمار جاتا رہا' پھر ایک کوڑا منگایا اور اس کی چوٹی کی گرہ کھولی اور جلاد کو فرمایا کہ اس کے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اونچا کرکے لگانا اور سب اعضاء پر متفرق لگانا' جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبایا کرتہ پہنے ہوئے تھا جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اس مجرم کو لایا تھا' اس سے آپ نے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کا چچا ہوں' آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور جو نہ اس کی عیب پوشی کی۔ اور امام کو چاہئے کہ جب اس حد تک پہنچے تو اس کی تعمیل کرے' اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اول کسی شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور حاضر کیا گیا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپ کا چہرہ مکدر ہوگیا' لوگوں نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے گویا اس کا ہاتھ کاٹنا برا جانا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو برا نہ جاننے کا مانع کون بات ہے اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو' انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاف کیوں نہ فرما دیا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم کو چاہئے جب اس حد تک پہنچ جائے تو اس کی جاری کرے۔ اللہ تعالیٰ بہت درگزر کرتا ہے اور درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم اور

ایک روایت میں یوں ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپ کا چہرہ ایسا متغیر ہوگیا گویا چہرہ مبارک پر راکھ پڑ گئی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو مدینہ میں گشت کررہے تھے کہ ایک مکان میں سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی' آپ دیوار پر چڑھ گئے' دیکھا تو اس کے پاس ایک عورت اور شیشہ' شراب موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی فرمائے گا اور تو اس کی نافرمانی کرتا رہے گا' اس نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین' آپ جلدی نہ فرمایئے اگر میں نے ایک بات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو آپ نے تین باتوں میں نافرمانی کی' اس کا ارشاد ہے ولا تجسسوا حالانکہ آپ نے تجسس کیا اور اس نے فرمایا ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا (البقرہ 189) ترجمہ کنزالایمان: اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں چھیت توڑ کر آؤ۔ اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے۔ اور وہ فرماتا ہے۔ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علٰی اھلھا اور آپ میرے گھر میں بغیر اجازت اور سلام کے چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بھلا اگر میں تجھ کو چھوڑ دوں تو کچھ آگے کو درست ہوجائے گا۔ اس نے عرض کیا یا امیرالمومنین آپ مجھ کو معاف کریں گے تو میں ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھروں گا۔ آپ نے اس کو ایسی حالت پر چھوڑ کر معاودت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمانداروں کو قریب بلائے گا اور اس کے اوپر اپنا سایہ رحمت کرکے لوگوں سے چھپائے گا اور فرمائے گا کہ تو فلاں گناہ پہچانتا ہے فلاں گناہ یاد ہے' وہ عرض کرے گا کہ یارب ہاں پہچانتا ہوں' یہاں تک کہ جب اس سے اس کے گناہوں کا اقرار لے لے گا اور وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ میں تباہ ہوا' اس سے ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں نے تیری عیب پوشی دنیا میں اس لئے کی تھی کہ آج تیری خطاؤں کو معاف کروں' پھر اس کو نیکیوں کا نامہ دیا جائے گا۔ اور کافروں اور منافقوں کا حال یہ ہوگا کہ ان پر گواہ کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر' اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا (حدیث) کل امتی معافی الا المجاہرون ترجمہ: میری ہر امت معاف شدہ ہوگی مگر وہ جنہوں نے اعلانیہ گناہ کئے - 12- اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو برا عمل خفیہ کرے پھر اس کی اطلاع کردے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (حدیث) من استمع سنر قوم وھم لہ کارھون صب فی اذنہ الانک یوم القیمتہ ترجمہ: جو شخص کسی قوم کا بھید سنے اور وہ لوگ ان کو برا چاہیں تو قیامت کے دن ان کے کان میں رانگ گلا کر ڈالا جائے گا-12-

سولھواں حق یہ ہے کہ تہمت کی جگہوں سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور ان کی زبانیں غیبت سے بچی رہیں کیونکہ اگر وہ اس کو برا کہہ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور اس معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اس میں شریک ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم ترجمہ کنزالایمان: اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے وہ تمہارے نزدیک کیسا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں

دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہے گویا خود اس کا مرتکب ہو۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی کہ اتنے میں کوئی شخص گزرا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بلاکر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اگر میں کسی پر گمان کرتا تو یہ نہیں تھا کہ آپ پر گمان کروں۔ فرمایا کہ شیطان آدمی میں اس کے خون کی جگہ چلتا ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ عشرہ آخر رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے اور دو شخص گزرے' ان سے فرمایا علی رسلکما انہا صیفتہ انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شراً اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو تہمتوں کی جگہ میں کھڑا کرے تو پھر اگر اس پر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ملامت نہ کرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ راستہ پر ایک عورت سے باتیں کرتا ہے' آپ اس کو درہ سے مارنے لگے' اس نے عرض کیا کہ یاامیرالمومنین یہ میری بی بی ہے' آپ نے فرمایا کہ پھر ایسی جگہ کیوں نہیں باتیں کرتا جہاں تجھ کو لوگ نہ دیکھیں۔ سترھواں حق یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ میں اپنی قدرومنزلت ہو اگر اس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے تو اس سے کسی کی سفارش کردے اور اس کی مطلب برآری کے لئے جو کچھ اپنے آپ سے ہوسکے کر گزرے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (حدیث) انی اوتی واسال وتطلب الی الحاجتہ دانتم عندی فاشفعوا التوجر واویقضی اللّٰہ علی ایدی نبیہ ما احب ترجمہ: میرے پاس آکر لوگ سوال کرتے ہیں اور مجھ سے حاجت مانگتے ہیں اور تم میرے پاس ہوتے ہو تو سفارش کرو تاکہ ثواب پاؤ اور اللہ عزوجل اپنے نبی علیہ السلام کے ہاتھوں پر جو چاہے گا-12 اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تاکہ تم ثواب ملے اور میں کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہوں لیکن اس میں دیر لگاتا ہوں کہ تم میرے سامنے سفارش کرو اور ثواب پاؤ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہیں۔ کسی نے پوچھا زبان کا صدقہ کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اس کے باعث خون محفوظ ہوجاتا ہے اور دوسرے فائدہ پہنچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اس کی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے کھڑا رو رہا ہے اور اس کے آنسو داڑھی پر جاری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اس سے شدت متنفر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ کو فرمایا کہ خوب ہوتو اس کے پاس پھر جائے کہ وہ تیرے بچے کا باپ ہے' اس نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ کو حکم فرماتے ہیں تو میں ایسا ہی کروں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکم تو نہیں کرتا ہوں بلکہ سفارش کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آٹھ برس خدمت کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو پورا کرکہ اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی۔ اور میری امت میں سے جس سے ملے اس سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیاں زیادہ ہوں گی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کر کہ تیرے گھر میں برکت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا حییتم بتحیتہ فحیوبا حسن منہا اوردوھا (النساء 86) (5) ایک حدیث میں فرمایا والذای نفسی بیدہ لا تدخلون الجنتہ حتی تومنوا والا تؤمنو احتی تحابو افلا اولکم علی عمل اذا عملتموہ تحاببھم قالوا ابلی یا رسول اللہ قال افشو اسلام بینکم (6) فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اس پر ستر بار رحمت بھیجتے ہیں۔ (7) فرمایا کہ یسلم الراکب علی الماشی واذا سلم من القوم واحدا اجاز عنھم (9) حضر قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ پہلے لوگوں کے لئے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے۔ اور ابو مسلم خولانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی قوم پر گزرتے تو سلام نہ کرتے اور کہا کرتے کہ سلام نہ کرنے میں کی اور کوئی حرج نہیں لیکن خوف رہتا ہے کہ یہ لوگ میرے سلام کا جواب نہ دیں اور فرشے ان پر لعنت کریں۔

مسئلہ مصافحہ: سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سنت ہے۔ (بقیہ احادیث و حکایت سلام)

حکایت: ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپ نے فرمایا اس کیلئے دس نیکیاں ہیں پھر دوسرا شخص آیا اور کہا السلام علیکم و رحمتہ اللہ آپ نے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ آپ نے فرمایا۔ تیس۔ (11) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ لڑکوں کے پاس گزرتے تو ان سے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ (12 حدیث) عبدالحمید بن بہرام سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک جماعت عورتوں کی موجود تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا عبدالحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کے بیان کرنے کے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا۔ (حدیث 13) فرمایا لاتبدأ و ا لیھود ولا انصاری بالسلام واذالقیتم احد ہم فی الطریق فاضطر وہم الی اصیقہ (14) ابو ہریرہ راوی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تضا فحو اہل الذمتہ ولا اھنداو اھم بالسلام فاذا القیتمو ہم فی الطریق فاصطر وہم الی اضیقہ (حدیث 15) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک قوم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا السلام علیکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا بل علیکم السلام واللعنہ۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہیں۔ انہوں نے کہاکہ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہہ دیا علیکم۔(حدیث 16) فرمایا لیسلم الرکب علی الماشی و الماشی علی القاعد وا القلیل علی ابکثیر و

الصغیر علی الکبیر (17) فرمایا یہود اور نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے۔

فائدہ : ابو عیسیٰ صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ (18) فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں آئے تو چاہئے کہ سلام کرے۔ مرضی ہو تو بیٹھ جائے پھر جب کھڑا ہو تو پہلا سلام کرے' کیونکہ اسلام دوسرے کی بہ نسبت زیادہ مستحق نہیں۔ (حدیث 19) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کہ جب دو مومن ملاقات کرے اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ 69 اس کو ملتی ہیں جو دونوں میں سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو۔ (حدیث 20) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب دو مسلمان ملتے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ نوے تو ابتدا کرنے والے کو ملتی ہیں اور دس دوسرے کو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے۔ (حدیث 21) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمہارے آپس کے سلام کا تمہ ہمارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہے اور ایک احادیث ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بھائی کا بوسہ مصافحہ ہے۔

مسئلہ : بزرگوں کے ہاتھ وغیرہ چومنا' بوسہ دینا برکت حاصل کرنے اور اس کی تعظیم کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (حدیث 23) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضو اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ (حدیث 24) کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (حدیث 25) مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ آپ سے مصافحہ کروں اور ہاتھ کو بوسہ دوں۔ آپ نے اجازت دی اس نے آپ کے ہاتھ مبارک اور چہرہ اقدس کو بوسہ دیا۔ (حدیث 26) حضرت ابو عبیدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے تو آپ نے مصافحہ کیا اور ہاتھ چوما پھر دونوں چیخ کر رونے لگے۔ (حدیث 27) حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے کہ میں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا وضو سے فارغ ہوکر نہ صرف سلام کا جواب دیا بلکہ ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیوں کی عادت ہے آپ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (حدیث 28) فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم پر گزرے اور اس پر سلام کرے اور وہ سلام کا جواب دیں۔

تو اس کو ان کا ایک درجہ زیادتی ہو گا کہ ان کو سلام یاد دلا دیا اور اگر اس کے سلام کا جواب دیں گے تو جماعت

ان سے بہتر اور طیب اور افضل ہو گی وہ اس کے سلام کا جواب دے گی (یعنی فرشتے جواب سلام دیں گے)

مسئلہ : سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے۔ (حدیث 30) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کے لئے جھکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں عرض کیا باہم مصافحہ کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

مسئلہ : معانقہ اور بوسہ سفر سے واپسی کے وقت جائز ہے۔ (حدیث 31) میں وارد ہے۔ (حدیث 32) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بھی ملا ہوں تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا ہے۔ ایک دن آپ نے مجھے تلاش کیا میں گھر پر نہ تھا جب مجھے معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھ سے معانقہ فرمایا۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہے۔

مسئلہ : علماء کی تعظیم کے لئے رکاب تھامنا آثار میں آیا ہے۔ (33) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی۔ (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کی رکاب تھامی یہاں تک کہ آپ سوار ہو گئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور ان کے ساتھیوں سے ایسا ہی کیا کرو۔

قیام تعظیمی : کسی کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ شخص اس کا خواہشمند نہ ہو اور اگر وہ چاہئے کہ لوگ میری تعظیم کریں اور کھڑے ہوں تو ایسی صورت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (34) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہ ہوتے تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ یہ فعل آپ کو ناپسند ہے۔ (حدیث 35) ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ جب تم مجھے دیکھو تو کھڑے نہ ہو جایا کرو جیسے عجمی کرتے ہیں۔ فرمایا من سرہ ان یمثل الرجال قیاما فلیتبوا مقعدہ من النار (حدیث 36) فرمایا لا یقم الرجل الرجل عن مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن توسعوا وتفسحوا

فائدہ : اس سے اکابر دین احتراز کرتے تھے صرف اسی نہی کی وجہ سے۔ (حدیث 37) فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہ جائیں اور کوئی اپنے بھائی کو بلا کر جگہ دے تو اس کے پاس چلا جانا چاہئے' کیونکہ اس نے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اس نے جگہ نہ دی تو جہاں وسعت پائے بیٹھ جائے۔ (حدیث 38) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیشاب کے وقت کسی نے سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت میں ہو اسے سلام کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ سلام کی اس طرح ابتداء کرے۔ علیک السلام اس لفظ کو۔ (39) ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ علیک السلام مردہ کا تحفہ ہے اس کو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یوں کہنا چاہیے۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ کسی مجلس میں آئے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نہ پائے تو چاہیئے کہ وہاں سے واپس نہ جائے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جائے۔ (حدیث 40) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے کہ تین شخص آئے ان میں سے دو آپ کی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان تینوں کا حال یوں ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا اسے اللہ تعالیٰ نے جگہ دی دوسرے نے حیا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حیا کیا۔ تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روگردانی کی۔ (حدیث 41) فرمایا ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا (حدیث 42) حضرت ام ہانی نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہیں آپ نے فرمایا کہ مرحبا اے ام ہانی۔ (حق 19) اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال ظلم سے بچائے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اس سے دفع کرے اور اس مسلمان کی طرف سے ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کا یہی تقاضا ہے اور یہ مسلمان پر واجب ہے۔ (حدیث 1) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہو کر اس کو روکا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من ذب عن عرض اخیه کان له حجابا من النار (حدیث 2) فرمایا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے دوزخ سے بچائے گا۔ (3) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سامنے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اس کی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی گرفت کریگا اور جس کے سامنے کسی بھی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔ (حدیث 4) فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی دنیا میں عزت بچائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا کہ اسے دوزخ سے بچائے۔ (حدیث 5) حضرت جابر اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد ایسی جگہ کرے کہ وہاں اس کی ہتک عزت اور زوال حرکت ہوتو اللہ تعالیٰ اس کی مدد ایسی جگہ پر کریگا جہاں اس کا دل مدد کو چاہتا ہو گا اور جو کسی مسلمان کی طرف داری ایسے موقع پر نہ کرے گا جہاں اس کی حرمت ضائع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع میں بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا جہاں اس کو مدد کا ملنا محبوب ہو گا۔

حق 20: مومن کی چھینک کا جواب دینا

احادیث : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والا کہے الحمد اللّٰہ علی کل حنی اس کا جواب دے یرحمکم اللّٰہ پھر چھینکنے والا کہے یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم (2) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم میں سے چھینکے تو کہے لحمدللّٰہ رب العالمین جو شخص اس کے پاس ہو وہ کہے یرحمک اللّٰہ پھر چھینکنے والا کہے یغفراللّٰہ لی ولکم (3) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا۔ اور دوسرے کو نہ دیا۔ دوسرے نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا۔ (حدیث 4) فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا اور زیادہ وہ چھینکے تو زکام ہے۔ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب اس نے اور چھینکا تو آپ نے فرمایا تجھے زکام ہے۔ (5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ناک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے۔ (6) ایک روایت میں ہے کہ منہ ڈھانپ لیتے تھے۔ (7) حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ یہودی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس توقع پر چھینکتے کہ آپ یرحکم اللّٰہ فرمائیں مگر آپ یھدیکم اللّٰہ فرمایا کرتے۔ (8) عبداللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے نماز میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا الحمد للّٰہ حمدًا کثیرًا طیبًا مُبٰرکًا فیہ کما یرضی رَبّنا وبعد مایرضی والحمد اللّٰہ علی کل حال جب آپ نے سلام پھیرا تو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے اس نے عرض کیا کہ میں نے اور میری نیت ان کے کہنے سے خیر ہی تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ہر ایک ان کی طرف تیزی کرتا تھا کہ کون لکھے۔

علاج درد گروہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس چھینکا گیا اور وہ الحمد للہ کہے تو اسے دردگروہ نہ ہو گا۔ (حدیث 10) فرمایا العطاس من اللّٰہ والتشادب من الشیطان فاذا اتشادب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ فاذا قال اٰہ اٰہ فان الشیطان یضحک من خوفہ ترجمہ: (چھینک اللہ کی طرف سے ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے تم میں جو کوئی جمائی لے تو چاہئے اپنا ہاتھ منہ پر رکھدے کہ جب وہ آہ آہ کرتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ سے ہنستا ہے)

اقوال بزرگان : (1) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو استنجا کے وقت چھینکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کوئی حرج نہیں۔ (2) حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چھینک والا اپنے جی میں الحمدللہ کرے۔ (3) کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی تو قریب ہے کہ میں آہستہ کچھ کہوں یا بعید ہے کہ آواز دوں اشارہ ہوا کہ جو کوئی مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا جلیس ہوں عرض کیا کہ ہم ایسے حال میں ہوتے ہیں کہ اس میں تیرا ذکر کرنا مخل ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ارشاد ہوا کہ

میرا ذکر ہر حال میں کرو۔

حق 21: اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہئے کہ اس سے خوش خلقی کرکے محفوظ رہے۔ (1) بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مومن سے اخلاص قلبی کرنا چاہئے اور غلط کار سے اس کے کردار کے مخالف کام کرنا چاہئے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہے۔ (2) حضرت ابودردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کے سامنے ہنستے ہیں اور ہمارے دل کو لعنت کرتے ہیں اور ظاہرداری کی معنی یہی ہے اور یہ امر ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جن کے شر سے خوف ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن (المومنون 96) ترجمہ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ (3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ویدرون بالحسنۃ السیئۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سیئہ سے مراد فحش اور ایذا ہے اور حسنہ سے سلام اور مدارات اور آیت ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض (الحج 40) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتی خانقاہیں۔ میں فرماتے ہیں کہ خوف ورجا اور حیا و مدارات مراد ہے۔ (حدیث 1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے آنے دو کہ یہ اپنی قوم سے معزز ہے۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے ایسی نرمی فرمائی کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اس کی کوئی عزت ہے جب وہ چلا گیا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ جس وقت وہ آنے کو تھا اس وقت تو آپ نے بہت سخت فرمایا۔ اس کے ساتھ نرم گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن میں بدتر مرتبہ اس کا ہوگا جسے لوگ اس کے فحش کے خوف سے چھوڑ دیں۔ (حدیث 2) میں ہے کہ کوئی شے دیکر آدمی اپنی عزت بچائے وہ اس کے حق میں صدقہ ہے۔ (1) آثار میں وارد ہے کہ لوگوں سے میل جول اس کے اعمال کے موافق کرو اور دلوں سے ان سے علیحدہ رہو۔ محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسے لوگوں سے جن کی صحبت مضر نہیں باخلاق پیش نہ آئے۔ یہاں تک جب کہ اللہ تعالیٰ کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہیں۔

حق 22: دنیاداروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے۔ اور مساکین سے میل جول رکھے اور یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

احادیث: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین ترجمہ: (اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں میں اٹھا) (2) حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت میں مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی مسکین کو دیکھتے تو اس کے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہم نشین ہوا۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لقب سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا مسکین کہہ کر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ (4) حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

کہ قرآن میں جس جگہ یا ایھاالذین آمنوا ہے وہ توریت میں یا ایھاالمساکین ہے۔ (5)عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں تین امرا کیلئے دو دولت مندوں کے لئے اور تین عورتوں کے لئے اور ایک فقیر اور مساکین کے لئے ہے۔ (6) حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ کسی نبی علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیاکہ الٰہی میں کس طرح جانوں کہ تو مجھ سے راضی ہے ارشاد ہوا کہ دیکھ لے کہ مساکین تجھ سے راضی ہیں۔ (7) ایک حدیث میں ہے کہ خود کو مردوں کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مردے کون ہیں۔ فرمایا دولت مند۔ (8) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی میں تجھے کہاں تلاش کروں ارشاد ہوا شکستہ دلوں کے پاس۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاجر کی نعمت پر رشک نہ کرو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد اس کا کیا حال ہو گا۔ اس کے پیچھے تو ایک طلب گار جلد باز لگا ہوا ہے۔

یتیم کی تیمارداری کے فضائل :

احادیث مبارکہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جس کے ماں باپ مسلمان تھے تو اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہو جاتی ہے۔ فرمایا انا کافل لیتیم کھا تین و یشیربا صبیعه ترجمہ: (میں اور یتیم کا کفیل ان جیسے ہیں آپ اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرماتے تھے) فرمایا جو یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ایک بال کے عوض میں ایک نیکی ملے گی۔ (4) فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے اچھا وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہووے۔

حق 23 : ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا اور اس کے دل میں خوشی داخل کرنے کی کوشش کرنا۔

احادیث مبارکہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب لا خیه مایحب لنفسه ترجمہ: (تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے لئے وہ چاہئے جو اپنے لئے چاہتا ہے) اور فرمایا ان احدکم مراۃ اخیه فاذا رای فیه شیئا فلیمطه عنه ترجمہ: (مومن اپنے مومن بھائی کا آئینہ ہے جب کوئی شے اس میں دیکھے تو اس سے دور کرے) (2 فرمایا اپنے بھائی کی حاجت پوری کر دے تو گویا اس نے تمام عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ (3) فرمایا کہ جو کسی مومن کو راحت پہنچائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے آرام دے گا۔ (4) فرمایا کہ جو رات یا دن میں ایک گھڑی اپنے بھائی کے کام میں چلے گا اسے وہ کام پورا ہو یا نہ یہ اس کے حق میں دو ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہو گا۔ (5) فرمایا جو غمزدہ مومن کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے بہتر مغفرت عطا فرمائے گا۔ فرمایا انصرا خاک ظالما او مظلوماً فقیل کیف تنصر ظالماً قال تمنعه من الظلم ترجمہ: (اپنے بھائی ظالم و مظلوم کی مدد کرو عرض کیاکہ ظالم کی مدد کیسی فرمایا اسے ظلم سے بچانے کی مدد کرنا) (7)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امور محبوب ہیں۔ مومن کا دل خوش کرنا۔ اس سے غم ٹالنا اس کا قرض ادا کرنا' بھوکا ہو تو کھانا کھلانا۔ (8) فرمایا کہ جو کسی مومن کو منافق سے بچائے جو اسے تنگ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ (9) فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی بڑھ کر برائی نہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ (2) اس کے بندوں کو نفع نہ پہنچانا۔ (10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کی غم خواری نہ کرے وہ ان سے نہیں۔

وظیفہ : حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں کہ جو ہر روز تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اللّٰہم اصلح امتہ محمد اللّٰہم ارحم امتہ محمد اللّٰہم فرج عن امتہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ترجمہ: (اے اللہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہتری کرائے اللہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحم فرما اے اللہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کشادگی فرما) اللہ تعالیٰ اسے ابدال میں لکھ لے گا۔

حکایت : ایک دن علی بن فضیل رونے لگے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ مجھے اس شخص کے حال پر رونا آتا ہے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے کل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ ظلم کیوں کیا تھا اور اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی۔

حق نمبر21: بیمار پرسی : اس کے ثبوت اور ثواب کے لئے جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے۔

بیمار پرسی کے آداب : (1) بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا۔ (2) اس سے پوچھنا۔ (3) اس کے حال پر رحم کا اظہار۔ (4) شفا کی دعا مانگنا اس کی جگہ کے قبائح سے نگاہ نیچی رکھنا اور اجازت چاہنا

بیمار سے اجازت چاہنے کا طریقہ : (1) دروازہ کے بالمقابل کھڑا نہ ہونا۔ (2) نرمی سے کواڑ کھٹکھٹانا۔ (3) جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہے میں ہوں اور نہ یوں پکارے اے فلانے بلکہ الحمد للہ سبحان اللہ کہے۔

احادیث : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہے کہ اس کی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔ (2) فرمایا کہ جو بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے باغ میں بیٹھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اٹھتا ہے اس پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہیں کہ رات تک اس پر رحمت بھیجیں۔ (4) فرمایا کہ جو کوئی کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت میں داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کے اندر مستحکم ہو جاتی ہے۔ (5) فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت میں ایک گھر بنا لیا۔ (6) فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے انہیں حکم دیتا ہے کہ دیکھو کہ یہ اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے اگر عیادت کرنے والوں کے آنے پر مریض مذکور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے تو فرشتے جناب الٰہی میں

عرض کرتے ہیں (حالانکہ وہ خود خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ پر لازم ہے کہ اگر میں اس بندہ کو وفات دوں گا تو اسے جنت میں داخل کروں گا اگر اس کو شفا بخشوں گا تو اس کے گوشت سے بہتر گوشت بدل دوں گا اور خون سے بہتر خون اور اس کے گناہ معاف کروں گا۔ (7) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی بہتری چاہتا ہے اسے مبتلائے مصائب کرتا ہے گناہوں سے پاک و صاف ہو جائے۔ (8) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور یہ فرمایا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اعیذک باللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد من شر ما تجد (اسے کئی بار پڑھا۔ (9) ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ بیمار ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یوں کہو۔ اللّٰہم انی اسئالک تعجیل عافیتک وصبرًا علیٰ بلیتک او خروجا من الدنیا الی رحمتک ترجمہ: (اے اللہ میں تجھ سے جلدی عافیت کا سوال کرتا ہوں اور تیری آزمائش پر صبر کا یا تیری رحمت کی طرف دنیا سے خراج کا) ان میں سے ایک تمہیں عنایت ہو گی۔

مسئلہ : بیمار کیلئے مستحب ہے کہ یوں کہے اعوذ بعزۃ اللّٰہ و قدرۃ من شر ما اجد

پیٹ کے درد کا علاج : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہئے کہ اپنی بیوی سے مہر سے کچھ مانگے اور اس کا شہد خرید کر بارش کے پانی میں ملا کر پی جائے تو اس کو یہ نسخہ رچتا پچتا اور اس کی برکت سے شفا ہو گی۔

فائدہ : فائدہ تینوں چیزوں کی صفات قرآن مجید میں مذکورہ ہیں۔ (۱) مہر کے متعلق فرمایا فکلوہ نیا مرئیا (2) شہد کے بارے میں فرمایا فیہ شفا للناس (النحل 169) ترجمہ کنزالایمان: جس میں لوگوں کی تندرستی ہے (3) بارش کے لئے فرمایا وانزلنا من السماء مبارکًا

احادیث . حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتا دوں جو اس کے شایان تر ہے کہاگر کوئی اپنے مرض کے اول میں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے نجات دے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا فرمائے آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرے لا الہ الا اللّٰہ یحییی و یمیت وھو حی لا یموت سبحان اللّٰہ رب العباد والبلا دوالحمدللّٰہ کثیرًا۔ طیبًا مبارکًا فیہ علی کل حال اللّٰہ اکبر کبیرًا ان کبریا ربنا و جلالہ وقدرتہ بکل مکان اللھم ان انت امر ضتنی لتقبض روحی فی مرضی ھذا فاجعل روحی فی ارواح من سبقت لھم منک الحسنیٰ و باعدلی من النار کما باعدت اولیائک الذین سبقت لہم منک الحسنی (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنا ہے۔ جتنا اونٹنی کے دوبار دھار نکالنے میں ہے۔ (2) طاؤس فرماتے ہیں کہ افضل عیادت وہ ہے جو سب میں ہلکی اور جلد ہو۔ (4) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہے اور زیادہ

مستحب ہے۔ (5) بعض اکابر فرماتے ہیں کہ عیادت تین دن کے بعد چاہیے۔ (6) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ سے کرو اور اس میں نرمی اختیار کرو۔

مریض کے آداب : (1) اچھی طرح صبر کرے۔ (2) شکایت اور اضطراب کم کرے۔ (3) ملتجی بدعا رہے۔ (4) دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے۔

حق نمبر25: مومن کے جنازہ کیساتھ جائے۔

احادیث : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من شیع جنازہ فلہ قیراط من الاجر فان وقف حتی تدفن فلہ قیراطان

ترجمہ : جو جنازے کے ساتھ ہے اسے ایک قیراط ہے اگر دفن ہونے تک ٹھہرے اس کے دو قیراط ہیں۔

فائدہ : قراط کوہ احد کے مثل ہے۔ جب حضرت ابو ہریرہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بیان کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ ہم نے اب تک بہت قیراط ضائع کئے۔ (کہ صرف جنازہ پڑھ کر چلے جاتے حالانکہ ہمیں دفنانے تک ساتھ رہنا چاہئے تھا) مسلمان کے جنازے کے ساتھ جانے میں مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنا مقصود ہے۔

فائدہ : مکحول و مشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ ہم بھی آتے ہیں نصیحت پوری ہے مگر غفلت چھا رہی ہے۔ پہلے لوگ چلے جاتے ہیں اور پچھلے نہیں سمجھتے۔ مالک بن دینار اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ بخدا مجھے چین نہ آئے گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ تمہارا انجام کیا ہوا واللہ زندگی بھر تو یہ حال نہ کھلے گا۔ اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں پر حاضر ہوتے تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کس کی کریں کیونکہ اندوہ و ملال سب کو یکساں ہوتا تھا۔ ابراہیم زیات نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعائے رحمت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم اپنے لئے دعائے رحمت کرو تو بہتر ہے اس لئے کہ یہ مردہ تو تین ہولناکیوں سے نجات پا چکا۔ (1)ملک الموت کی صورت دیکھ چکا۔ (2) موت کی تلخی بھی چکھ لی۔ (3) خاتمہ کے خوف سے مامون ہوا اور تم کو یہ تمام باتیں باقی ہیں۔

حدیث : حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یتبع المیت ثلثتہ فیرجع اثنان ویبقی واحد یتبعہ اہلہ و مالہ و عملہ فیرجع اہلہ و مالہ ویبقی عملہ ترجمہ: (مردہ کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں دو لوٹ جاتی ہیں ایک باقی رہتی ہے۔ اہل' مال' عمل اہل و مال لوٹ جاتے ہیں عمل ساتھ رہتا ہے)

حق نمبر22: قبور کی زیارت: اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے۔

احادیث : (1) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ہر دیکھنے کی جگہ دیکھی ہے قبر سب سے

زیادہ ہولناک ہے۔ (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے آپ قبرستان میں تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے میں دیگر لوگوں کی بہ نسبت آپ سے زیادہ قریب تھا۔ آپ روئے تو ہم بھی روئے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیوں روئے ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب (والدہ ماجدہ) کی ہے میں نے اپنے رب سے اجازت زیارت مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر میں نے درخواست کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کروں اس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مانا اس وجہ سے مجھے وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ (اس سے وہابیوں اور بعض دیوبندیوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے کفر اور جہنمی ہونے کا ثبوت دیا ہے) (معاذ اللہ) حاشیہ پڑھئے) (3) حضرت عثمان جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ میں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ ان القبرا ول منازل الاخرہ فان نجا منہ صاحبہ فمابعدہ الیسر وان لم ینج منہ فمابعدہ اشد

مجاہد: فرماتے ہیں کہ انسان سے اس کی قبر یہ کلام کرتی ہے کہ میں کیڑوں کا گھر ہوں تنہائی کا مکان ہوں خانہ غربت ہوں منزل ظلمت ہوں یہ چیزیں میں نے تیرے لئے رکھ چھوڑی ہیں تو نے میرے لئے کیا سامان کیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سن لو تمہیں اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہوں وہ دن ہے جس میں قبر میں رکھا جاؤں گا۔ حضرت ابو دردا قبور کے پاس بیٹھے لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں کہ آخرت کی یاد دلاتے ہیں اگر ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔ (7) حاتم اصم فرماتے ہیں کہ جو قبرستان سے گزرے اور اپنے بارے میں فکر نہ کرے اور نہ ان کے لئے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور ان کی خیانت کرتا ہے۔ حدیث 8) میں ہے کہ ہر رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو!تم کن لوگوں کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہیں کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہیں کہ وہ روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ہمیں یہ باتیں میسر نہیں۔ (9) حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قبر کو زیادہ یاد رکھے گا وہ اس کو جنت کے باغات کا ایک باغ پائے گا اور جو اس کی یاد سے غافل رہے گا وہ اس کو دوزخ کے گڑھوں کا ایک گڑھا پائے گا۔ (10) ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل میں سختی پاتے تو اس کے اندر لیٹتے اور گھڑی بھر ٹھہر کر کہتے ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت پھر فرماتے کہ اے ربیع تو لوٹایا گیا اب عمل کرے اس سے پہلے کہ لوٹایا نہ جائے۔

حکایت: میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبرستان گیا آپ نے قبور کو دیکھا رو پڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبریں بنی امیہ (میرے آباء) کی ہیں گویا دنیا کے لوگوں کی لذتوں میں کبھی شریک نہ تھے دیکھو اب بچھڑے پڑے ہیں اور صرف قصے کہانی رہ گئے۔ کیڑے ان کے بدنوں کو کھا گئے پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا کہ عیش کیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف رہا ہوں۔

تقریب کے آداب: (۱) انکسار (۲) غم کا اظہار (۳) ترکِ تبسم۔

نوٹ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں کیونکہ کفار کی قبروں پر جانے سے منع کیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ کو استغفار سے کیوں منع کیا گیا تو اس سے وہم پیدا ہوتا کہ آپ کی والدہ گناہ گار تھیں اس وہم کو دور کرنے کے لئے منع کیا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی [illegible]

جنازہ کے ساتھ جانے کے آداب : (1) خشوع' (2) ترک سخن' (3) میت کے حال میں تامل کرنا' (4) اپنی موت کا سوچنا' (5) اس کے سامان کی تیاری کی فکر کرنا' (6) جنازہ کے قریب چلنا۔

مسئلہ : جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہے۔

فائدہ : یہ وہ امور ہیں جن سے عام مخلوق کے ساتھ بسر کرنے کے آداب مذکور تھے۔

جامع اور آداب : (1) کسی کو حقیر نہ جانو' وہ زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اس لئے کہ تم کو کیا خبر شاید وہی تم سے بہتر ہو کیونکہ وہ ہرچند فاسق ہے مگر شاید خاتمہ ایمان پر ہوا ہو اور تمہارا خاتمہ فاسق کے حال کے مطابق ہو۔ (2) کسی کو دنیا کی حالت کے اعتبار بے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہے اور اس کی چیزیں ذلیل اگر تمہارے نفس کے اندر دنیا والوں کی عظمت ہو گی تو دنیا کی بھی ضرور ہو گی اس لئے اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاؤ گے۔ (3) ان کو اپنا دین اس غرض سے نہ دو کہ ان سے دنیا حاصل کرو ورنہ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے پھر دنیا بھی نہ ملے گی اگر ملی بھی تو ادنیٰ چیز کو لیکر عمدہ چیز کے عوض میں کھو بیٹھو گے۔ (5) ان سے دشمنی نہ کرو اس طرح کہ عداوت ظاہر ہو جائے اور پھر اسی کے ہور ہو اور دین و دنیا سب اسی میں چلی جائے اور ان کا دین تمہارے بارے میں جاتا رہے۔ (6) اگر کوئی بات دین کی خرابی کی ان سے نظر آئے تو ان کے برے افعل سے عداوت رکھو اور ان پر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کے غصہ اور عذاب کے مستحق ہو گئے ان کو یہی ور کافی ہے کہ دوزخ میں جائیں گے تم کو کیا ضرورت ہے کہ ان سے عداوت کرو۔ (7) ان کی دوستی اور منہ پر تعریف کرنے اور ظاہر میں تمہیں دیکھ کر خوش ہونے پر اطمینان نہ کرو اس لئے کہ اگر یہ باتیں تلاش کرو گے تو واقعہ میں ظاہر کے مطابق سو میں سے ایک میں پاؤ گے بلکہ ممکن ہے کہ ایسا نہ ملے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ (8) اپنے حالات کی شکایت ان سے نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں انہیں کے حوالہ کریگا اور یہ توقع نہ کرو کہ غائب اور باطن میں وہ تمہارے حق میں ایسے ہیں۔ جیسے سامنے ظاہر میں ہیں کیونکہ یہ طمع جھوٹا ہے ایسے لوگ کہاں ہیں ان کی چیزوں میں طمع نہ کرو کہ سردست تمہیں ذلت ہو گی اور غرض بھی پوری نہ ہو گی۔ (9) اگر تمہیں ان کی ضرورت نہ ہو تو تکبر سے ان کو کاٹ کھانے کو نہ دوڑو اگر اپنے استغنا کے اظہار کی وجہ سے تکبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دے گا کہ تمہیں ان کی التجا کرنی پڑے گی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کر دے تو وہ بھائی کام کا ہے اگر پوری نہ کرے تو اس پر عتاب نہ کرو ورنہ دشمن ہو جائے گا اور ملت تک اس کا دکھ نہیں اٹھانا کھینچنا پڑے گا اور جسے جانو کہ کہنا نہیں مانے گا بلکہ دشمن ہو جائے گا اسے نصیحت نہ کرو بلکہ اس کی نصیحت اس طرح ہے کہ کنایۃً اور اشارہ کا بیان کیا جائے خصوصیت سے تصریح نہ ہو۔ (9) جب دیکھو کہ لوگ تمہاری تعظیم کرتے اور نیک سلوک سے پیش آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جس سے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اس سے کہ تمہیں ان کے حوالہ کر دے۔ (10) جب تمہیں خبر پہنچے کہ لوگ تیری غیبت کرتے ہیں یا ان کی کوئی شرارت

دیکھو یا کوئی برائی ان سے پہنچے تو ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو اور ان کے شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو بدلہ لینے کی فکر میں مشغول نہ ہو ورنہ ضرور زیادہ ہو گا اور اس فکر میں عمر مفت برباد جائے گی اور ان سے یہ نہ کہو کہ تم نے ہماری قدر و منزلت نہ کی اور عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ڈال ہی دے گا کیونکہ دلوں میں محبت اور بغض ڈالنے والا وہی ہے۔ (11) ان میں اس طرح رہو کہ حق بات سن لو اور باطل سے بہرے ہو جاؤ۔ حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو۔ اور اکثر لوگوں کی صحبت سے احتراض کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کریں نہ خطا کو بخشیں نہ عیب کو چھپائیں حساب کوڑی کوڑی کا کریں تھوڑے بہت پر حسد کریں اپنے انتقام میں دوسروں کا انصاف نہ کریں بھول چوک پر مواخذہ کرنے بیٹھیں۔ عفو کرنے سے اینٹھیں بھائیوں کو بھکائیں اور چغلی اور بہتان سے ان میں مفارقت کرائیں۔ اکثروں کی صحبت میں نقصان اور زیادہ ہے اور ان سے علیحدہ رہنا زیبا اور شایان ہے۔ اگر خوش ہوئے تو بظاہر خوشامد ہے اگر ناخوش ہوئے تو دل میں کینہ اور حسد ہے۔ نہ کینہ کی حالت میں ان سے چین موجود ہے نہ خوشامد کی صورت میں توقع بہبود ہے۔ بظاہر ذی لباس ہیں اور باطن میں موذی خناس کہاں کہاں خیال دوڑاتے ہیں۔ تمہارے پیچھے چشمکوں سے اشارے اڑاتے ہیں۔ دوستوں کا یہ وقار ہے کہ حسد کے مارے ان کی موت کا انتظار ہے۔ جلسوں میں تمہاری خطائیں شمار کریں تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت میں ان سب کی تم پر بھرمار کریں اور جس کو خوب نہ آزمالو اس کی دوستی پر اعتماد نہ کرو۔

دوست کو آزمانے کا طریقہ : آزمانے کا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ میں اس کے ساتھ رہو اور بحالی اور موقوفی اور تونگری اور مفلسی اس کو دیکھو یا اس کے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اس سے کرو یا تم کو کوئی سختی پیش آئے اور اس میں اس کے محتاج ہو تو ان باتوں میں اگر اس کو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر میں تم سے بڑا ہے تو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ۔ یہ خلق کے ساتھ بسر کرنے کے آداب ہیں جو مذکور ہوئے۔

ہمسایوں کے حقوق : جس قدر اخوت اسلامی کے حق میں ہمسائگی کے دن سے سوا ہیں۔ (فائدہ) اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہو تو اس کا حق بہ نسبت اور مسلمانوں کے زیادہ ہو گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (حدیث) ہمسایہ تین ہیں۔ 1۔ جس کا ایک حق ہو۔ 2۔ جس کے دو حق ہوں۔ 3۔ جس کے تین حق ہوں۔ (فائدہ) جس کے تین حق ہیں وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اس کو حق ہمسائگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ کہ اس کو حق ہمسائگی اور حق اسلام ہے اور جس کا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے تو دیکھنا چاہئے کہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہمسائگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا (حدیث) جو شخص تیرے ہمسایہ میں رہے اس کی ہمسائگی اچھی طرح کرے اس سے تو مسلمان ہو جائے گا اور فرمایا (حدیث) مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ ترجمہ: جبریل مجھ کو مدام ہمسایہ کے بارے میں وصیت کرتے رہتے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ ہمسایہ کو وارث بنا دیا جائے گا اور فرمایا

(حدیث) من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلیکرم جارہ (ترجمہ) جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ عزوجل اور روز آخرت پر اسے چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کا اکرام کرے اور فرمایا (حدیث) لا یومن عبد حتٰی یامن جارہ بوائقہ ترجمہ: کوئی بندہ ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ہمسایہ اس کی آفات سے محفوظ نہ ہو (حدیث) قیامت کے دن سب سے پہلے دو شخص باہم خصومت کریں گے وہ دو ہمسایہ ہوں گے اور فرمایا (حدیث) جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اس کو ایذا دی اور کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے وہ مجھے ستاتا ہے اور گالی دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اگر اس نے تمہارے بارے میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کی تو تم اس کے بارے میں اللہ عزوجل کی اطاعت کرو (حدیث) سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات بھر عبادت کرتی ہے مگر پڑوسیوں کو ستاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی (حدیث) (ایک شخص نے سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وسلم) خدمت میں حاضر ہو کر راستہ میں ڈال دے وہ شخص کہتا ہے کہ لوگ اسباب کے پاس آئے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہے کوئی بتا دیتا کہ اس کے ہمسایہ نے اپنا سامان اٹھالو بخدا اب ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

(حدیث) زہری سے مروی ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے آیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جائے کہ سن لو چالیس گھر پڑوسی ہیں (فائدہ) زہری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس دائیں چالیس بائیں چالیس آگے اور چالیس پیچھے (چاروں طرف اشارہ کیا) (حدیث) برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑے میں ہے (فائدہ) عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہو اور نکاح سہولت سے ہو اور اس کا خوش خلق ہونا۔ اس کی نحوست یہ ہے کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور اس کا خلق برا ہونا۔ مکان کا مبارک ہونا:۔ یہ ہے کہ فراخ ہو پڑوسی اچھے ہوں اور ہوس کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور پڑوسی برا ہو۔ گھوڑے کا مبارک ہونا:۔ یہ ہے کہ مالک کا فرمانبردار ہو اور عادتوں کا اچھا ہو اس کی نحوست عیبی اور بدرکاب ہونا ہے۔ انتہاہ: اب جاننا چاہئے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہیں کہ اس کو ایذا نہ دی جائے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ میں بھی ہے کہ ان سے ایذا نہیں پہنچتی بلکہ یہ چاہئے کہ اگر پڑوسی تکلیف دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ نرمی کرے اور سلوک و احسان کے ساتھ پیش آئے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ مفلس پڑوسی قیامت کے دن اپنے تونگر پڑوسی سے لپٹے اور عرض کرے گا یا اللہ عزوجل اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجھے کیوں محروم رکھا اور مجھ پر اپنا دروازہ کیوں بند کیا؟ (حکایت) ابن مقنع کو خبر پہنچی کہ ان کا ہمسایہ قرض دار ہو گیا اور اپنے قرضہ میں مکان بیچتا ہے۔ آپ اس کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گھر بیچ دیا تو ہم سے اس کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے کا حق بھی ادا نہ ہوا۔ اس کو مکان کی قیمت دے کر فرمایا کہ گھر کو فروخت مت کر (حکایت)

کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گھر میں چوہے بہت ہوگئے ہیں ان سے کسی نے کہا کہ آپ بلی کیوں نہیں پال لیتے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ بلی کی آواز سن کر چوہے پڑوسیوں کے گھروں میں چلے جائیں گے اور جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ ان کے لئے کیسے پسند کروں۔

دیگر حقوق ہمسایہ : اس سے پہلے سلام کرے' گفتگو کو اس سے طوالت نہ دے۔ اس کے حال کو بہت استفسار نہ کرے۔ حالت مرض میں اس کی بیمار پرسی کرے۔ مصیبت میں اس کو تسلی دے اور اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔ خوشی میں مبارکباد دے اور خود بھی اس کے ساتھ خوشی میں شریک ہو۔ اس کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ چھت پر سے اس کے گھر نہ جھانکے' دیوار پر کڑیاں رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرانے یا صحن میں مٹی ڈالنے سے اس کو تکلیف نہ دے۔ اس کے گھر میں جانے کا رستہ تنگ نہ کرے جو کچھ وہ اپنے گھر میں لے جائے اس پر تاک نہ لگائے۔ اگر اس کا کوئی عیب معلوم ہو تو اس کو چھپائے۔ اگر اس پر کوئی حادثہ واقعہ ہو تو جھٹ پٹ اس کی دستگیری کرے۔ وہ جب گھر پر نہ ہو تو اس کے مکان کو دیکھنے سے غافل نہ رہے۔ اس کی برائی نہ سنے۔ اس کے اہل خانہ سے آنکھ نیچی رکھے۔ اس کی خادمہ پر ٹکٹکی نہ لگائے۔ اس کے بچے سے گفتگو میں نرمی برتے۔ جو اعراس کو دنیا یا دین کا معلوم نہ ہو۔ اسے بتائے وہ حقوق جو عام مسلمانوں کے لئے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان کا لحاظ پڑوسی کے ساتھ بھی رکھے۔

احادیث : (1) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اس کے حق یہ ہیں کہ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اگر تم سے کوئی کام پڑے تو پورا کرو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مر جائے تو جنازے کے ساتھ جاؤ اور اس کو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اس کی بلا اجازت اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اس کے مکان میں ہوا کو جانے سے روکے۔ اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اسے ہدیہ دو ورنہ چھپا کر اپنے گھر میں لاؤ اور اپنے بچے کو میوہ لیکر باہر نہ جانے دو تاکہ اس کے بچے کو رنج نہ ہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اس کو ایذا نہ دو مگر اس صورت میں کچھ اس کے یہاں بھی بھیجو۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہمسایہ کا حق اسی سے ادا ہو گا' جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اس حدیث کو عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ (2) حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا اور ان کا ایک غلام بکری کا چمڑا اتار رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب بکری صاف کر لو تو اسے ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا۔ اس غلام نے عرض کیا کہ آپ نے کتنی بار فرمائیں گے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیں ہمسایہ کے متعلق وصیت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں اسے وارث تو نہیں کہہ دیں گے۔ (3) ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاریٰ کو کھلانے میں کچھ مضائقہ نہ تھا۔ (4) ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مجھے وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو بھی بھیجو۔

فائدہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہیں کہ ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھ سے دور ہے بعض لوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہے کہ دونوں کو دینے کی گنجائش نہیں ہوتی تو ان دونوں میں کس کا حق زیادہ ہے آپ نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے سامنے ہے۔ (5) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تندخوئی اور درشت کلامی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا نہ کرو کہ بات رہ جاتی ہے اور لوگ مرجاتے ہیں۔

حکایت : حسن بن عیسیٰ نیشاپوری کہتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے پاس آکر شکایت کرتا ہے کہ تمہارے غلام نے ایسا کیا اور غلام اس فعل سے انکار کرتا ہے تو اب غلام کو مارنے کو بھی دل نہیں چاہتا کہ شاید وہ مجرم نہ ہو اور اس کا چھوڑ دینا بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایہ مجھ سے ناراض ہوگا تو اب میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا غلام اگر کوئی تمہارا قصور کرے تو اس کو اس وقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اس کی شکایت کرے تو اسی قصور سابق پر اسے سزا دو کہ اس صورت میں ہمسایہ بھی راضی رہے گا اور اس کی سزا بھی قصور پر ہو جائے گی۔

مکارم اخلاق : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دس امور مکارم اخلاق ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے ممکن ہے کہ کسی میں ہوں اور اس کے باپ میں نہ ہوں اور غلام میں ہوں اس کے آقا میں نہ ہوں۔ (1) راست گفتاری (2) لوگوں سے سچائی برتنا۔ (3) سائل کا سوال پورا کرنا۔ (4) نیک سلوک کرنے والے کا نیک بدلہ دینا۔ (5) صلہ رحمی۔ (6) امانت کی حفاظت۔ (7) ہمسایہ کے حق کی رعایت۔ (8) ہم رفیق کی پاسداری۔ (9) مہمان کی دعوت۔ (10) سب کی اصل حیاء ہے۔

احادیث : (1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے۔ اگرچہ بکری کا کھری ہو۔ (حدیث 2) فرمایا کہ مسلمان کی مدد یہ بھی سعادت ہے کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ اور صحیح ہو۔ (3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے معلوم ہو کہ میں نے کوئی اچھا کام کیا یا برا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ہمسایوں کو کہتے سنو کہ اچھا کیا تو جان کہ اچھا کیا۔ اگر یوں کہتے سنو کہ برا کیا تو معلوم کرو کہ برا کیا۔ (4) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار میں کوئی ہمسایہ یا شریک ہو تو اسے فروخت نہ کرے جب تک ہمسایہ یا شریک پر پیش نہ کرے وہ نہ لے تو پھر جسے چاہے۔ (5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار میں کڑیاں رکھ لے وہ راضی ہو یا نہ۔ (6) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یمنعن احدکم جارہ ان یضع خشبیہ فی حائطنہ ترجمہ: (اپنے ہمسایہ کو دیوار پر کڑیاں رکھنے سے نہ روکیئے) (7) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ تم اس سے روگردانی کیوں کرتے ہو میں تو اسے تمہارے شانوں کے درمیان میں لاد دوں گا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع نہ کرو اور اسے ناگوار نہ جانو میں تم سے اس سنت کی تعمیل بزور کراؤں گا۔

مسئلہ : بعض علماء اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں۔ (8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اراد اللّٰہ بہ خیرا اعسلہ ترجمہ: (جس کے لئے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے شہید بنا دیتا ہے) ہم نے عرض کیا کہ مسئلہ کا کیا معنیٰ ہے فرمایا کہ ہمسایوں کے نزدیک محبوب کر دینا۔

بیان حقوق اقارب :

احادیث : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یقول اللّٰہ تعالیٰ انا الرحمن وہذہ الرحم شفقت بہا اسماء من اسمی ضـن و صلہا وصلتہ ومن قطعہا قطعتہ ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں رحمان ہوں اور یہ رحم ہے اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے جو اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا جو اسے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا) فرمایا من سرہ ان یبسطلہ فی اثرہ ویوسع لہ فی رزقہ فلیصل رحمہ ترجمہ: (جو چاہئے کہ اس کی موت میں تاخیر ہو اور اس کے رزق میں وسعت ہو تو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے) (3) ایک روایت میں ہے کہ جس کو خوشی ہو کہ اس کی عمردراز ہو اور رزق میں وسعت ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کی ملاقات کیا کرے۔ (4) کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا انسان افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے اور صلہ رحم زیادہ کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر زیادہ کرتا ہو۔ (5) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ صلہ رحم کرکہ اگرچہ تجھ سے اعراض کیا جائے اور مجھے حکم فرمایا کہ حق کہوں اگرچہ تلخ ہو۔ (6) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہے اسی کو جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ لے بلکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس کی قرابت منقطع ہو جائے تو وہ جوڑ دے۔ (7) فرمایا کہ تمام طاعات میں جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہے یہاں تک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہیں لیکن ان کے اموال بڑھتے ہیں اور اس کا مال شمار زیادہ ہو جاتا ہے جس وقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہیں۔ (8) زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ فتح کیلئے تشریف لے گئے تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کا اگر ارادہ خوبصورت عورتوں اور سرخ اونٹنیوں کا ہو تو آپ بنی مدبخ پر حملہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بنی مدبخ سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہیں۔ (9)

اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائیں میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں ائی آئی ہے اور وہ ابھی تک مشرکہ ہے میں اسے ملوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک روایت میں ہے میں اس کو کچھ دوں' آپ نے فرمایا ہاں صلہ رحم کر۔ (10) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقے ہیں۔ (11) جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اپنا باغ جو ان کو محبوب تھا صدقہ کریں بمطابق اس آیت کے لن تنالوا البر حتی تنفقو مما تحبون تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقراء و مساکین کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا ثواب ثابت ہو گیا۔ اب اسے اپنے اقارب میں تقسیم کر دو۔ (12) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل عطائی اس رشتہ دار کی ہے جو باطن میں عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہے جیسا کہ فرمایا کہ نیکیوں میں افضل یہ ہے کہ تو اس سے جو تم سے علیحدہ رہے اور دو اسے جو تمہیں محروم کرے اور درگزر کرو اس سے جو تم پر ظلم کرے۔ (13) مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علماء کو لکھا کہ اقارب سے کہہ دو کہ باہم ملاقات کیا کریں اور ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں نہ رہیں۔

فائدہ : ہمسائیگی سے اس لئے منع فرمایا کہ ہمسائیگی میں رہنے سے حقوق بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات وہ موجب وحشت اور قطع قرابت ہوا کرتے ہیں۔

فائدہ : جس قدر قرابت مضبوط ہوتی ہے اسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب ماں باپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہے۔

حقوق الوالدین: والدین اور اولاد کے حقوق دیگر اقارب سے زیادہ ہیں۔

احادیث مبارکہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من یجزی ولد والدہ حتی لو لیجدہ مملو کا فیشتریہ فیعتقہ ترجمہ: (بیٹا والد کا حق ادا نہ کرے گا یہاں تک کہ باپ کو غلام پائے پھر خرید کر اسے آزاد کرے) (2) فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ (3) فرمایا جو شخص صبح کے وقت اپنے ماں باپ دونوں کو خوش رکھے اس کے لئے جنت کی طرف دروازے کھلے جاتے ہیں اور جو شخص شام کے وقت ان کی مرضی کے مطابق ہے اس کو بھی ایسا ہی ہے۔ اگر ماں باپ میں سے ایک ہی ہو گا تو ایک ہی دروازہ کھلے گا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں اس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے ماں باپ کو ناراض کرے گا اس کے لئے دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جائیں گے اور جو شام کو ناراض کرے گا اس کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ایک ہو گا تو ایک ہو گا۔ اگرچہ وہ ظلم کریں اس کو تین بار مکرر فرمایا۔ (4) فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہے مگر اولاد بے فرمان اور قرابت کے توڑنے والے اسے نہ سونگھیں گے۔ (5) فرمایا کہ اپنے ماں اور باپ اور بہن بھائی کے ساتھ احسان کرو پھر اور رشتہ داروں کے ساتھ بحسب قرابت۔ (6) مروی

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتا اور میری نافرمانی کرتا ہے اس کو میں مطیع لکھتا ہوں اور جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور میری اطاعت کرے اسے میں نافرمان لکھتا ہوں۔

حکایت یوسفی : جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کو گراں سمجھتے ہوں۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہیں پیدا کروں گا (7) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہتا ہے کوئی حرج نہیں کہ ماں باپ کے نام سے دیدے جب وہ دونوں مسلمان ہوں پس اس کا ثواب ان دونوں کو ملے گا اور اس کو بھی انہیں کے برابر ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ (8) مالک بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص بنی مسلمہ میں سے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین مر گئے ہیں ان کا حق مجھ پر ہے کہ ادا کروں۔ فرمایا کہ ہاں ان کے لئے نماز پڑھو اور دعائے مغفرت مانگو اور ان کا عہد و وصیت بجا لاؤ اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرو اور صلہ رحم کرو، جس کا تعلق انہیں دونوں کے سبب سے ہے۔ (حدیث) اور فرمایا ان من ابر البران یصل الرجل اھل ودابیہ ترجمہ : زیادہ خیر کا سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے ملے اور فرمایا کہ ماں کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت دونا ہے۔ اور فرمایا کہ ماں کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا ساقط نہیں ہوتی ہے۔ اور اولاد کے حقوق یہ ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں کس کے ساتھ سلوک کروں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ، اس نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ نہیں، فرمایا کہ اپنے بچوں پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھ پر ہے ویسا ہی تیرے بچوں کا حق ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا۔ اللہ رحم کرے اس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر کرے یعنی ایسے برے کام نہ کرے جس سے وہ نافرمان ہوجائے۔ اور فرمایا کہ دینے میں اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہیں کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم، پھر یا دشمن ہے یا شریک اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرزند کی پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ اور نام رکھا جائے اور آلائش دور کی جائے اور جب چھ برس کا ہو تو اس کو آداب سکھایا جائے اور نو برس کا ہو تو اس کا بستر علیحدہ کیا جائے۔ اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جائے اور جب سولہ برس کا ہوجائے تو اس کا باپ اس کی شادی کردے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں نے تجھ کو ادب سکھایا، علم پڑھایا، نکاح کردیا، میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہے کہ اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور

اس کا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا غلام رھین بعقیقه یذبح عنه یوم السابع دیحلق راسه اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اس کے بال لیکر شہرگ کے سامنے کرو' پھر اسی طرح خون میں تر کر کے لڑکے کی چندیا پر رکھ دو تاکہ خون تار کی طرح بہ جائے پھر اس کا سر دھو ڈالا جائے' اس کے بعد بال مونڈے جائیں۔ اور ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی' آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کو کبھی بددعا دی ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا خود کردہ را چہ علاج' اس کو تو نے ہی بگاڑا ہے۔ اور بچہ کے اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کر رہے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا' آپ ﷺ نے فرمایا من لا یرحم لا یرحم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ایک روز فرمایا کہ اسامہ کا منہ دھو دو' میں دھونے لگی مگر گھن کرتی تھی' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ جھٹک دیا پھر اسامہ کو لے کر اس کا منہ دھویا اور پیار کیا' اور فرمایا کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ لڑکی نہیں ہوا۔ اور ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھسلے' آپ نے اتر کر ان کو اٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی انما اموالکم و اولادکم فتنة (التغابن 15) ترجمہ کنزالایمان : تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔ اور عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے کہ اتنے میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے جس وقت آپ سجدہ میں تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ میں بہت سی دیر لگائی یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے سجدہ لمبا کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اور بات ہو گئی' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مجھ پر سوار ہو گیا تھا اس لئے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا بغیر اس کے مطلب پورا ہونے کے جلدی اتار دوں' اور اس میں کئی فائدے بھی ہوئے اول تو قرب الٰہی اللہ کی سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں ہوتا ہے' دوسرے اولاد پر رحم کرنا' تیسرے امت کو ترحم سکھلانا' اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی بو کا شبہ ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا' جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب میں آپ کیا کہتے ہیں انہوں نے فرمایا اے امیرالمومنین وہ ہمارے دلوں کے میوے اور پشتوں کے تکیے ہیں' ہم ان کے حق میں زمین فرمانبردار اور آسمان سایہ دار ہیں' بڑی بڑی مہمات میں ہم انہیں کی خاطر گھستے ہیں اور اگر کچھ مانگیں تو ان کو دو' اور اگر روٹھ جائیں تو مناؤ کہ پھر تم کو دل و جان سے چاہیں گے اور حتی الوسع تم سے محبت رکھیں گے اور تم ان پر بھاری موت ہو اور سخت مت پکڑو' ورنہ تمہاری زندگی سے عاجز ہو کر چاہیں گے جلد مرجاؤ۔ اور تمہارے پاس رہنا ان کو برا معلوم ہوگا۔ امیر صاحب نے ان سے فرمایا کہ اے احنف بخدا تمہارے آنے سے پہلے میں یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت ہوئے امیر صاحب یزید سے خوش ہوئے اور اس کے پاس دو لاکھ درہم اور دو سو تھان بھیج دیئے۔ یزید نے اس میں سے احنف کو بانٹ دیا یعنی

لاکھ درہم اور سو تھان ان کے پاس روانہ کئے غرضیکہ ان اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت موکد ہے اور ان کے حقوق کی بجاآوری آخرت کے بیان سے تم کو معلوم ہوگئی جس کو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے موکد تر ہے بلکہ اس میں دو باتیں زائد ہیں۔ اول یہ کہ اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ طاعت والدین کی شبہات میں واجب ہے گو حرام محض میں واجب نہیں یہاں تک کہ اگر تمہارے بغیر کھانے میں وہ ناراض ہوں تو تم کو چاہئے کہ ان کے ساتھ کھاؤ اس لئے کہ شبہ کا ترک کرنا ورع ہے اور راضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کسی امر مباح یا نفل میں تم کو جائز نہیں کہ بغیر ان کی اجازت کے سفر کرو اور خاص اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نفل ہے۔ اس لئے کہ اس کا ادا تاخیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور طالب علم کے لئے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اس صورت میں کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم حاصل کرنا منظور ہو اور شہر میں کوئی بتانے والا نہ ہو' جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا' اور شہر میں شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہیں تو اس صورت میں والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑ دے' ورنہ بغیر ان کی مرضی کے سفر اختیار نہ کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے استفسار فرمایا کہ یمن میں تیرے والدین ہیں یا نہیں' اس نے عرض کیا کہ ہیں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ انہوں نے تجھ کو اجازت دیدی' اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اول جاکر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرنا' ورنہ جتنا تجھ سے ہو سکے ان کی اطاعت کرنا کہ یہ امر توحید کے بعد اور اعمال سے بہتر ہے جن کو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جائے گا اور ایک اور شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جہاد کے باب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ لے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہے کہ نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ رہ کر جنت اس کے پاؤں تلے ہے اور ایک اور شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا ہوں کہ اپنے والدین کو رلایا ہے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ان کے پاس جا اور جیسا ان کو رلایا ہے اسی طرح ان کو ہنسا' اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم کحق الوالد علی والدہ ترجمہ: بھائیوں میں سے بڑے کا حق ایسا ہے کہ جیسے باپ کا حق بیٹے پر۔ 12 اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اس کی بی بی نواہ اور گھر والا بدخلق ہو جائے تو چاہئے کہ اس کے کان میں اذان کہے یعنی اس سے سواری یک شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہو جائے گی۔

مملوک کے حقوق یہ ہیں : واضح ہو کہ ملک کی دو قسمیں ہیں' ایک ملک نکاح' دوسری ملک رقبہ اول حقوق آداب نکاح میں گزر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جن کی رعایت لونڈی غلاموں کے ساتھ ضروری

ہے اس لئے کہ سب سے پچھلی وصیت سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلام کے باب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو' جو کچھ تم کھاتے ہو اس میں سے ان کو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اس میں سے ان کو پہناؤ' اور ان سے ایسے کام بزور مت لو جن کی طاقت نہ ہو اور جو تم کو پسند ہوں ان کو رہنے دو' اور جن کو برا جانو' فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے بس میں کردیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم کو ان کی ملک میں کردیتا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہئے اور اس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جائے جس کی اس کو طاقت نہ ہو۔ (حدیث) اور فرمایا لا یدخل الجنته خب ولا متکبر ولا خائن ولا سئی لھاکتہ ترجمہ: فریب دینے والا اور تکبر کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ خائف اور نہ ہی بد خلق -12 اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم کے کتنے بار قصور معاف کیا کریں' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا' پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کے روز عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہے پس اگر غلام کو ایسے کام میں پاتے جس کی طاقت اس کو نہ ہوتی تو اس سے کچھ کام کم کر دیتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اس کا غلام پیچھے دوڑتا آتا تھا' فرمایا کہ اے بندہ خدا اس کو بھی اپنے پیچھے بٹھا لے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ میں ہے ویسی ہی اس میں بھی ہے اس نے اس کو بھی بٹھالیا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوجاتا ہے جب تک کہ آدمی اس کے پیچھے پیادہ پا چلتے ہیں۔ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لونڈی نے ان سے عرض کیا کہ میں نے ایک برس تک زہر دیا مگر تم میں کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے زہر کیوں دیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے راحت مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو جا میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تجھ کو آزاد کیا۔ اور زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو مملوک کو کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو رسوا کرے تو وہ آزاد ہے اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے بردباری کس سے سیکھی' انہوں نے کہا کہ قیس بن عاصم سے' سائل نے کہا کہ ان کا حکم کیا مشہور ہے' کہا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ان کی لونڈی ایک سیخ کباب کی ان کے پاس لائی' وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ان کے لڑکے پر گری جو اسی وقت زخمی ہوکر مرگیا' اس لونڈی کے حواس جاتے رہے اور نہایت ہراساں ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ بغیر آزاد کرنے کے اس کاڈر موقوف نہ ہوگا' اس سے کہا کہ خوف مت کر' جا تو آزاد ہے' اور عون بن عبداللہ کا غلام جب ان کی حکم عدولی کرتا تو فرماتے ہیں کہ تو اپنے آقا کے مثل ہوگیا کہ تیرا آقا اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے۔ ایک روز اس غلام نے ان کو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ کو ماروں' سو یہ نہ ہوگا۔ جا تو آزاد ہے۔ اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی' آپ کے یہاں کوئی مہمان آگیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو جلا دیا' لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے

اور لوگوں کو ادب دینے والے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب کاربند ہوجائیں۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ (آل عمران 134) ترجمہ کنزالایمان : اور غصہ پینے والے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ اس نے کہا کہ آگے یہ ارشادات والعافین عن الناس (آل عمران 134) ترجمہ کنزالایمان : اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو معاف کیا' اس نے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واللّٰہ یحب المحسنین (آل عمران 134) ترجمہ کنزالایمان : اور نیک' اللہ کے محبوب ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔ اور ابن منکدر فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے غلام کو مارا' اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضا کے لئے مجھے چھوڑ دو' مگر اس شخص نے معاف نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا' جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا' اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام نے تم کو اللہ کے واسطے دیئے' تم نے معاف نہ کیا' اب مجھ کو دیکھ دست کش ہوئے' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آزاد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمہارا منہ پھونک دیتی اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دوسرا ثواب ملتا ہے۔ اور جب ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد ہوئے تو روئے اور کہا کہ مجھ کو دو ثواب ملتے تھے' اب ایک جاتا رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اور تین ایسے جو اول دوزخ میں داخل ہوں گے' جو تین کہ اول جنت میں داخل ہوں گے' ایک شہید ہے' دوسرا غلام جس نے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی۔ اور اپنے آقا کی خیرخواہی کی' تیسرا پارسا عیالدار' سوال کا تارک۔ اور جو تین دوزخ میں اول جائیں گے' ایک امیر ظالم' دوسرا مالدار کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا' تیسرے فقیر شیخی باز' اور ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ اتنے میں اپنی پشت کی جانب سے دو بار آواز سنی' خبردار اے مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ میں نے جو منہ پھیر کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ میں نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا' آپ نے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجھ کو اس پر ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو تجھ پر قدرت ہے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم میں خادم مول لے تو چاہئے کہ اول اس کو شیرینی کھلائے کہ اس کے نفس کے حق میں یہ اچھی ہے اس حدیث کو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا لاوے تو چاہئے کہ اس کو ساتھ بٹھلا کر کھلائے۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کو علیحدہ دیدے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کسی کے غلام نے کھانا تیار کرکے اس کو پکانے اور ریندھنے کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اس کے

سامنے لا رکھا تو چاہئے کہ اس کو بٹھلا کر ساتھ کھلائے ورنہ علیحدہ دیدے یا ایک لقمہ کو روغن میں تر کرکے اس کے ہاتھ پر رکھ دے اور کہے کہ اس کو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ روغن میں تر کرکے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کردیا کہ ایسا تر کرے اور ایک شخص حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی کی خدمت میں گیا' دیکھا کہ آپ آٹا گوندھتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کیوں گوندھتے ہیں خادم کہاں ہے' فرمایا کہ اس کو ہم نے اور کام کو بھیجا ہے' ہم کو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اس پر دو کام اکٹھے کردیں اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من کانت عندہ جاریتہ نعالھا واحسن الیھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلذالک لہ اجران ترجمہ: جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی پرورش کرے اور اس کے ساتھ سلوک کرے پھر اس کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔12 اور ایک اور حدیث میں فرمایا (حدیث) کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ ترجمہ: تم سب رعیت دار ہو اور تم میں ہر ایک سے حال اس کی رعیت کا پوچھا جائے گا:12 غرض کہ مملوک کے حقوق مجمل یہ ہیں کہ خوراک اور پوشاک میں ان کو اپنا شریک کرے اور طاقت سے زیادہ کام نہ لے' اور ان کی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے' اور ان کے قصور معاف کرے اور جب ان پر غصہ آئے تو یوں سوچے کہ میں بھی تو آخر اللہ تعالیٰ کی سرکار کا بندہ ہوں' اس کی اطاعت میں قصور کرتا ہوں اور وہ سزا نہیں دیتا۔ اگر اس نے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر زیادہ قادر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس پر قادر ہوں۔ فضالہ بن عبید روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی پرسش نہ ہوگی۔ ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا' دوم جس نے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت میں مرا' ان دونوں کی پرسش نہ ہوگی' سوم وہ عورت جس کا خاوند چلا گیا اور دنیا کی ضروریات سے اس کو فارغ کرگیا' مگر اس کے بعد اس نے بناؤ سنگار کیا اور باہر نکلی تو اس کی چادر کبریا اور ازار عزت ہے یہ جملے بطور مثال کے ہیں جیسے ایک چادر اور ازار میں دوسرا شریک نہیں ہوتا' ویسے ہی اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی اور عزت میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ باب آداب صحبت تمام ہوا۔ والحمدللہ اولًا واخرًا وظاہرًا و باطنًا والسلام علٰی کل عبد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلما

باب نمبر6

گوشہ نشینی کے آداب

گوشہ نشینی اور میل جول میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت میں صوفیہ کا اختلاف بہت زیادہ ہے باوجود یکہ ہر ایک میں کچھ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اور کچھ خوبیاں ہیں کہ ان کی وجہ سے رغبت ہوتی ہے اور اکثر عباد و زہاد کا میلان گوشہ نشینی کی جانب ہے وہ اسے میل جول پر ترجیح دیتے ہیں اور ہم نے باب 5 میں جو میل جول اور اخوت اور الفت کی فضیلت ذکر کی۔ وہ گویا اس مضمون کے مخالف ہے لیکن اکثر صوفیہ خلوت اختیار کرتے ہیں اس لئے امر حق واضح کر دینا ضروری ہے یہ وضاحت چند حصوں میں ہو گی۔

گوشہ نشینی کے مذاہب واقوال اور ان کے دلائل

مذاہب کا اختلاف: اس میں اتنا اختلاف ہوا کہ تابعین تک ایک دوسرے کے مخالف ہیں چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہئے اسے میل جول پر فضیلت ہے اور اکثر تابعین اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ میل جول رکھنا بہتر ہے اس لئے یہ بہت سے یار دوست بنانا اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہنچانا اور دین پر ان کے سبب سے درد چاہنا مستحب ہے کیونکہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا ایسی صورت میں پایا جاتا ہے جس کا حکم وتعاونوا علی البروالتقوٰی (المائدہ 2) ترجمہ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ میں ہے اسی رائے کی طرف سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلیٰ اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبداللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے آئمہ مائل ہیں۔

فائدہ: علماء محققین اس بارے میں ارشادات فرماتے ہیں وہ بعض تو مطلق ہیں جن سے دونوں رائیوں میں سے ایک کی جانب میلان پایا جاتا ہے اور بعض ایسے ارشادات ہیں جن سے میلان کی علت معلوم ہوتی ہے۔

انتباہ: ہم پہلی قسم کے ارشادات لکھتے ہیں اور دوسری قسم کے ارشادات کو وہاں لکھیں گے جہاں خرابیوں اور فوائد

کا ذکر کریں گے۔ (ان شاء اللہ عزوجل)

1۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ گوشہ نشینی سے لو۔ 2۔ حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی عبادت ہے۔ 3۔ حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوستی کے لئے کافی ہے۔ اور قرآن مونس ہونے اور موت واعظ ہونے اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنانے سے لوگوں کی دوستی کو علیحدہ طرف کر دے۔ 4۔ ابوالربیع زاہد نے حضرت داؤد طائی سے عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے انہوں نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت کو اپنے افطار کے لئے مقرر کر اور لوگوں سے ایسے بھاگ جیسے شیر بھاگتا ہے۔ 5۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھے بعض باتیں توریت کی یاد ہیں کسی نے قناعت کی تو بے پروا ہوا۔ لوگوں سے علیحدہ ہوا تو سالم رہا شہوتوں کو ترک کیا تو آزاد ہوا حسد ترک کیا تو صاحب مروت ہوا تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔ 6۔ یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہیں علی بن بکار ان دنوں اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے یعنی گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ باہر نہیں نکلتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ جوانی میں تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگوں کے پاس بیٹھتا تھا لیکن ان سے بات نہ کرتا تھا۔ 7۔ وہیب بن الورد فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حکمت کے دس اجزاء ہیں نو توسکوت میں ہیں اور ایک عوام سے گوشہ نشینی اختیار کرنے میں ہے۔ 8۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اب وہ زمانہ ہے کہ آدمی چپ ہو کر اپنے گھر بیٹھا رہے۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ہم ایک کشتی میں سوار تھے ہمارے ساتھ ایک علوی بھی سوار تھا سات دن ہمارے ساتھ رہا مگر ہم نے اسے بولتے نہ سنا ہم نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو سات دن سے یکجا کیا ہے کیا بات ہے کہ آپ ہم سے بولتے نہیں۔ اس نے قطعہ پڑھا۔

1 قلیل الھم لا ولا یموت۔ ولا امر یحاذرہ یفوت۔ 2 قضیٰ وطر العبا وافادعلما فغایتہ التفرد والسکوت۔

ترجمہ: غم کم ہے نہ ہی بچے کی موت کی فکر۔ نہ ہی کسی کام کے نہ ہونے کا ڈر۔ بچپن کی خواہشات ختم ہو گئیں اور علم نے فائدہ بہت پہنچایا۔ اب اس کی غایت تنہائی اور خاموشی میں ہے۔ 9۔ ابراہیم نخعی نے ایک شخص سے کہا کہ علم حاصل کر کے گوشہ نشینی اختیار کرو۔

حکایت: 10۔ ربیع بن خثیم نے فرمایا کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ جنازوں کے ساتھ جاتے اور بیماروں کو پوچھتے اور یار دوستوں سے ملتے پھر رفتہ رفتہ ایک ایک بات کو ترک کیا یہاں تک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہیں کہ انسان اپنے تمام عذروں کو بیان ہی کر دیا کرے ...... 11۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ کیا بہتر ہوتا کہ آپ ہمارے لئے کچھ وقت دیتے آپ نے فرمایا کہ فرصت رخصت ہوئی اب اللہ تعالیٰ کے پاس ہی فرصت ملے گی۔ 12۔ فضیل فرماتے ہیں کہ میں اس آدمی کا ممنون ہوں کہ وہ راستہ میں ملے اور مجھے سلام نہ کرے اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو عیادت نہ کرے۔

حکایت: ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ کو زخمی کر دیا آپ پیشانی سے خون پونچھ کر کہتے تھے کہ اے ربیع اب تو مجھے نصیحت ہو گئی پھر اٹھ کر مکان میں چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے۔ 13- حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم وادی عقیق میں اپنے گھروں کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ میں صرف جمعہ کے لئے آتے تھے یہاں تک کہ عقیق ہی میں دونوں کا انتقال ہوا۔ 14- یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو کہتے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ اب گوشہ نشینی ضروری ہو گئی۔ 15- بشر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے شناسائی کم کرو اس لئے کہ کیا خبر کہ قیامت میں تمہارا کیا حال ہو گا اگر بالفرض رسوائی ہو گئی تو تمہارے واقف کار تھوڑے ہی ہوں تو بہتر ہے۔

حکایت: ایک امیر حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور عرض کی کہ آپ کو مجھ سے کام ہو تو ارشاد فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ بڑا کام یہ ہے کہ نہ تو مجھے دیکھے نہ میں تجھے۔

حکایت: کسی نے سہل تستری سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں آپ نے فرمایا کہ دونوں میں سے جب ایک مرجائے گا اس وقت کون ساتھ ہو گا اسی کے ساتھ رہنا چاہئے جو ہمیشہ کا ساتھی ہو۔

حکایت: فضیل سے کسی نے کہا کہ آپ کا صاحبزادہ علی کہتا ہے کہ کاش میں ایسی جگہ ہوں کہ میں لوگوں کو دیکھوں لیکن وہ مجھے نہ دیکھیں فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور کہا افسوس ہے علی کے حال پر اس نے ادھوری بات کہی اس کی بات پوری تب ہوتی جب یوں کہتا کہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں نہ وہ مجھے دیکھیں۔ 16- یہ بھی اسی فضیل کا قول ہے کہ بہت سے لوگوں سے شناسائی عقل کے ضعیف کی علامت ہے۔ 17- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجالس میں سے افضل وہ مجلس ہے جو تمہارے گھر کے اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تمہیں دیکھے۔

فائدہ: جو لوگ گوشہ نشینی کی طرف مائل ہیں یہ ان کے اقوال ہیں اب مناسب ہے کہ اس فصل کو دو بیانوں میں منقسم کیا جائے اور ہر ایک بیان میں فریقین کے دلائل اور ان کا نقصان ذکر کیا جائے۔

میل جول کو ترجیح دینے والوں کے دلائل اور ان کی تردید

قرآنی آیات: 1- ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا (آل عمران 105) ترجمہ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہو جانا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی 2- واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم (آل عمران 103) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے

دلوں میں ملاپ کردیا۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالٰی نے لوگوں پر احسان جتلایا کہ ان میں الفت پیدا کی۔

تردید از امام غزالی رحمتہ اللہ: آیت میں یہ دلیل ضعیف ہے اس لئے کہ تفریق سے قرآن مجید اور اصول شریعت میں آراء مفہوم کا اختلاف مراد ہے اور الفت سے مراد یہ ہے کہ قلوب میں سے ان کینوں کو نکال ڈالا جو موجب فتنہ اور باعث خصومات ہوں اور گوشہ نشینی ان امور کے منافی نہیں یہ امور اس میں بھی ممکن ہیں۔

دلائل احادیث: 1- حدیث شریف میں ہے

المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف دلا نیولف ترجمہ: مومن الفت کرنے والا اور الفت کیا ہوا ہے تو اس میں کوئی خیرو بھلائی نہیں جو نہ الفت کرتا ہے نہ الفت کیا جاتا ہے۔

تردید از امام غزالی رحمتہ اللہ: یہ بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں خلقی کی برائی کی طرف اشارہ ہے جس کے سبب سے الفت نہیں ہو سکتی اس کا مصداق وہ نہیں ہے جو خوش خلق ہو اگر میل جول کرے تو خود دوسروں سے الفت کرے اور دوسرے اس سے الفت کریں لیکن اپنے نفس کی سلامتی اور اصلاح کے لئے میل جول ترک کر دیئے۔ حدیث 2- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من فارق الجماعۃ فقد مات میتتہ جاہلیتہ ترجمہ: جو جماعت سے جدا ہوا تو وہ جاہلیت کی سی موت مرا۔

اور ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا

من شق عصا المسلمین والمسلمون فی السلام وامج فقد خلع ربقۃ الا لسلام من عتقہ

ترجمہ: جس نے مسلمانوں کا عصا توڑا یعنی اختلاف ڈالا اس حال میں کہ مسلمان اسلام میں مجمع تھے تو اس نے اسلام کا ڈورا اپنی گردن سے نکال دیا۔

تردید از امام غزالی رحمتہ اللہ: یہ دلیل بھی ضعیف ہے اس لئے کہ جماعت سے یہاں وہ جماعت مراد ہے جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہو گئی تو جو شخص ان لوگوں کے خلاف کرے گا وہ باغی ہو گا یہاں جدائی سے مراد رائے کی مخالفت ہے اور یہ اس لئے ممنوع ہے کہ خلق خدا کے لئے امام لازماً ہونا چاہئے کہ جس کی وہ اطاعت کریں اور سب اس پر متفق ہو جائیں اور یہ صورت بغیر اکثر لوگوں کی بیعت کے نہیں ہو سکتی اس لئے اس امر میں مخالف ہونا معاملہ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ برپا کرتا ہے اس میں گوشہ نشینی کا کوئی ذکر نہیں۔

حدیث: 3- حضور صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مرجائے تو دوزخ میں جائے گا اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ اس کے قاتل جیسا ہے۔

فائدہ: اگر کوئی گوشہ نشینی کرے گا تو دوستوں اور آشناؤں کو بالکل چھوڑ دے گا اور وہ ان احادیث کی وجہ سے ممنوع ہے۔

تردید ازاما غزالی رحمتہ اللہ: یہ دلیل بھی ضعیف ہے کیونکہ اس چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ناراض ہو کر گفتگو اور سلام کر دینا۔ یعنی معمولی اختلاف سے میل جول ترک کرنا۔ اس میں یہ صورت داخل نہیں کہ بغیر ناراضگی کے میل جول ترک کر دے۔ علاوہ ازیں دو جگہ تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط درست ہے۔ ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے میں دوسرا شخص راہ راست پر آ جائیگا۔ دوسرا اپنی سلامتی اسی میں سمجھے۔

فائدہ: ممانعت حدیث کی تو عام ہے مگر اس سے یہ دونوں صورتیں مخصوص و مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک ان کے ہاں جانا چھوڑ دیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک ماہ تک ترک کیا تھا اور قسم بھی کھائی تھی۔ پھر اس مکان میں آرام فرما ہو گئے تھے۔ جس میں آپ کا غلہ وغیرہ تھا۔ اس میں آپ انتیس دن ٹھہرے جب آپ اترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اس صورت میں کہ اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں تخصیص کی صراحت موجود ہے اور حضرت حسن بصری کا قول اسی حدیث پر مبنی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہے یعنی زندگی بھر اس سے جدائی چاہئے کیونکہ حماقت کا علاج ممکن نہیں (حکایت) محمد بن عمرواقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ پہلے بھی کچھ لوگوں نے کیا ہے چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات نہ کی یہاں تک کہ دونوں کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہما) سے نہیں ملتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو چھوڑ دی تھی اور طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہب بن میر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے زندگی بھر ملاقات چھوڑ دی تھی۔

فائدہ: یہ جدائی اس بات پر محمول ہے کہ ان بزرگوں نے اپنی سلامتی اسی میں دیکھی تھی۔

حدیث 3: مروی ہے کہ ایک شخص پہاڑ پر چلا گیا کہ وہاں عبادت کرے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر اور تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے اس لئے کہ بعض اسلام کے مواقع میں تم میں سے کسی کا رہنا تنہائی میں چالیس برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

تردید از امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: غالباً یہ اس لئے فرمایا تھا کہ ابتداء اسلام میں جہاد بہت ضروری تھا اور گوشہ نشینی سے جہاد ترک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کو نکلے ہمارا ایک گھاٹی پر گزر ہوا جس میں ایک چھوٹا سا چشمہ ستھرے پانی کا تھا ایک شخص نے کہا کیا خوب ہو تا کہ میں اس گھاٹی میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی کرتا مگر جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر لوں گا تب تک ایسا نہ کروں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کر کیونکہ اللہ عزوجل کی راہ میں سے کسی کا ٹھہرنا اپنے گھر میں ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے اور تم جنت میں داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اس لئے کہ جو کوئی اللہ عزوجل کی راہ میں اتنا مقدار جنگ کریگا۔ جتنی مقدار دودھ کی دو دھاریں نکالنے کے درمیان میں عرصہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث 5: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یا خذالقاصیته والناحیته والشاذة و ایاکم و اشعاب و علیکم با لعامته و الجماعته و المساجد۔

ترجمہ: بکریوں کے بھیڑیے کی طرح شیطان، انسان کا بھیڑیا ہے۔ بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور اور کنارہ پر اور تنہا ہو۔ تم متفرق ہونے سے بچو اور عوام اور بڑی جماعت اور مساجد کو لازم پکڑو۔ (تردید از امام غزالی قدس سرہ) اس حدیث میں وہ شخص مراد ہے جو علم کی تکمیل سے پہلے گوشہ نشینی کرے اور اس کا بیان عنقریب آئیگا۔ نیز یہ کہ قبل تحصیل علم گوشہ نشینی ممنوع ہے۔ مگر ضرورت کیلئے جرح نہیں۔

گوشہ نشینی کو ترجیح دینے والوں کے دلائل اور ان کی تردید

قرآنی آیات 1: اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قول بیان فرماتا ہے۔
واعتزلکم و ما تدعون من دون اللّٰہ وادعو ربی (الآیہ) (مریم 98) ترجمہ کنزالایمان: اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا۔

ارشاد فرمایا فلما اعتزالھم و ما یعبدون من دون اللّٰہ و ھبنالہ اسحق و یعقوب (مریم 49) ترجمہ کنزالایمان: پھر جب ان سے اور اللہ عزوجل کے سوال ان کے معبودوں سے کنارا کر گیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت گوشہ نشینی سے ملی۔

تردید از امام غزالی (قدس سرہ): یہ دلیل ضعیف ہے اس لئے کہ ہر کافر کے اختلاف سے یہی فائدہ ہے کہ اسے اسلام کی طرف بلائیں جب اس سے ناامید ہو اور جان لو کہ یہ لوگ نہ مانیں گے تو بجز ان کے چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہیں یہاں گفتگو مسلمانوں کے میل جول میں ہے ان کے ملنے سے تو برکت ہوتی ہے۔

دلائل احادیث: حدیث ۱ مروی ہے کہ کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مٹی کے ڈھکے ہوئے برتنوں سے وضو کرنا زیادہ پسند ہے یا ان پانی کے حوضوں سے جن سے لوگ طہارت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان پانی کے حوضوں سے وضو کرنا محبوب ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو۔

حدیث 2: مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اس کا پانی نوش فرمایا دیکھا کہ چمڑے کے گڑوں میں کھجوریں بھیگی ہوئی ہیں اور لوگوں نے انہیں ہاتھوں سے مل دیا ہے اور اسی کو لے کر پی رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس میں سے پلاؤ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو نبیذ ہے کہ ہاتھوں سے ملا اور گھولا گیا ہے حکم ہو تو آپکے لئے ان ڈھکے ہوئے گھڑوں سے جو مکان کے اندر ہیں صاف ستھرا شربت لا دوں آپ نے فرمایا مجھے اسی سے پلاؤ جس سے لوگ پیتے ہیں میں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کا خواہشمند ہوں بالآخر آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔

خلاصہ: کفار اور اصنام سے علیحدگی سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے علیحدگی چاہئے حالانکہ ان کے میل جول میں بہت سی برکت ہے۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا

وان لم تو منوالی فاعتزلون ترجمہ: اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں۔

فائدہ: آپ نے گوشہ نشینی کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

واذاعتزلتموھم ومایعبدون الا اللّٰہ فاروا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمۃ (کہف 16) ترجمہ: اور جب تم نے ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا (کنزالایمان)

فائدہ: ہمیں گوشہ نشینی کے لئے امر کیا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر ظلم و جفا کیا تو آپ ان سے علیحدہ ہو کر پہاڑ کی غار میں چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو گوشہ نشینی کا اور حبشہ کی

طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اکثر صحابہ ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کا بول بالا کیا تو سب مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔

تردید از امام غزالی قدس سرہ: اس دلیل میں بھی یہی بات ہے کہ کافروں سے جس وقت ناامید ہوتے ان سے گوشہ نشینی اختیار کی یہ محض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے گوشہ نشینی کی ہو یا کفار میں سے جس کے مسلمان ہونے کی توقع تھی اس سے علیحدگی اختیار فرمائی ہو اور اصحاب کہف نے ایک دوسرے سے گوشہ نشینی نہیں کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانوں سے گوشہ نشینی کرنے میں ہے اسی لئے اصحاب کہف کی گوشہ نشینی حجت نہیں ہو سکتی۔

حدیث 3: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا یا رسول اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی میں رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی جفا پر رو اور مروی ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

کہ کون سا آدمی افضل ہے آپ نے فرمایا

مومن مجاہد بنفسہ و مالہ فی سبیل اللّٰہ تعالٰی قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبدربہ ویدع الناس من شرہ

ترجمہ: مومن اللہ کی راہ میں نفس و مال سے جہاد کرنے والا ہے عرض کی گئی اس کے بعد کون افضل ہے آپ نے فرمایا وہ جو کسی غار میں کنارہ کر کے عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

ان اللّٰہ یحب العبد التقی الغنی الخفی

ترجمہ: بے شک اللہ متقی غنی گوشہ نشین بندے سے محبت کرتا ہے"۔

تردید از امام غزالی قدس سرہ: ان احادیث کو حجت مانتے ہیں اس لئے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اس وجہ سے تھا کہ آپ نے ان کا حال نور نبوت سے دریافت کر لیا تھا کہ ان کے حق میں گھر میں بیٹھ رہنا میل جول کی بہ نسبت زیادہ لائق اور سالم تر ہے کیونکہ تمام صحابہ کو آپ نے یہ حکم نہیں دیا اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ کسی شخص کے حق میں گوشہ نشینی ہی میں سلامتی ہوتی ہے نہ کہ میل جول میں جیسے بعض کے حق میں گھر بیٹھے رہنا اچھا ہوتا ہے بہ نسبت جہاں میں جانے کے۔

فائدہ: اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہے اور لوگوں کے میل جول میں مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں سے میل جول کرتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ اس کی بہ نسبت بہتر ہے۔ جو لوگوں سے نہ ملے اور ان کی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی پر آپ کا یہ ارشاد محمول ہے۔

رجل معتزل یعبدربه ویدع الناس من شرہ ترجمہ : مرد علیحدہ ہو کر رب کی عبادت کرے اور لوگوں کو چھوڑ دے۔

فائدہ: اس کے لئے اشارہ ہے جو طبعاً" شریر ہو۔

ازالہ اہم: یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
ان اللّٰہ یحب التقی اغنی الغنی ترجمہ : بے شک اللہ متقی غنی اور گوشہ نشین بندے سے محبت کرتا ہے۔
میں اشارہ ہے کہ گمنامی کے میل جول اور شہرت سے محترز رہنا چاہئے اور یہ گوشہ نشینی سے متعلق نہیں اس لئے کہ بہت سے گوشہ نشین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو تمام مخلوق جانتی ہے اور بہت سے میل جول کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کی شہرت کچھ بھی نہیں ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو گوشہ نشینی سے متعلق نہیں ہے۔

حدیث 4: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے بہتری کا طریقہ نہ بتادوں عرض کیا گیا ہاں آپ نے اپنے دست مبارک سے مغرب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر منتظر ہے کہ خود حملہ کرے یا دوسرے لوگ اس پر حملہ کریں اور میں تمہیں وہ بھی بتائے دیتا ہوں جو اس کے بعد سب سے اچھا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے بعد وہ آدمی ہے جو بکریوں کے ریوڑ میں نماز ادا کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق پہچانتا ہے اور لوگوں کے شروں سے الگ ہے۔

فیصلہ امام غزلی قدس سرہ: حضرت حجتہ الاسلام امام غزلی قدس سرہ نے فرمایا کہ جانبین کے دلائل سے خاطر خواہ تسکین نہیں ہوتی اسی لئے ضروری ہے کہ گوشہ نشینی کے فوائد اور نقصانات کو مفصل لکھ کر ایک دوسرے کا مقابلہ کر کے دیکھیں تاکہ امر حق واضح ہو جائے۔

گوشہ نشینی کے فوائد و نقصانات اور فیصلہ کن بحث: گوشہ نشینی اور میل جول کے متعلق آئمہ کا اختلاف ایسا ہے جیسے نکاح اور نہ کرنے کی فضیلت میں اختلاف ہے اور باب النکاح میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہیں کر سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے حق میں نکاح افضل ہے اور کسی کے حق میں ترک نکاح چنانچہ نکاح کی آفات و فوائد کو مفصل بیان کر کے ہم نے اس حکم کو واضح کیا ہے اسی طرح ہم مضمون ہذا کو بھی بیان کرتے ہیں۔

گوشہ نشینی کے فوائد: یہ دو قسم کے ہیں۔ 1- دنیوی 2 دینی جیسے تنہائی میں عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنے سے طاعت کا حاصل کرنا یا جن منہیات کا ارتکاب میل جول پر منحصر ہے ان سے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت اور امر معروف اور نہی منکر سے سکوت اور برے ہم نشینوں کے برے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت

میں آجانا وغیرہ۔

گوشہ نشینی کے فوائد (دنیوی): خلوت میں تحصیل مقصد پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی میں اپنا کام خوب کرتے ہیں اور ان خرابیوں سے بچا رہنا جو میل جول کی صورت میں پیش ہوتی ہیں مثلاً دنیا کی بہار کو جھانکنا اور لوگوں کا ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہونا اور دوسروں کی اشیاء پر طمع کرنا اور اپنی چیز میں دوسروں کا طمع کا موقع دینا اور میل جول سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہم نشین کی بری عادت سے ایذا پانا یعنی بات کاٹنے یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا حسد کرنے سے یا اس کی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ گوشہ نشینی کی وجہ سے ان سے گوشہ نشین محفوظ رہتا ہے۔

گوشہ نشینی کے چھے فوائد: مجموعی طور گوشہ نشینی کے میزان چھے فوائد ہیں۔

1- عبادت اور فکر کے لئے فارغ ہونا اور خلق خدا سے گفتگو کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی مناجات سے انس حاصل کرنا اور معاملہ دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان میں اسرار الٰہی کے معلوم کرنے میں مشغولی نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ امور فراغت چاہتے ہیں اور میل جول کی صورت میں فراغت میسر نہیں ہوتی تو گوشہ نشینی سے ان امور کا وسیلہ ہوتی ہے اسی لئے کسی حکیم نے کہا ہے کہ کوئی بھی بغیر کتاب اللہ کے تمسک کر کے خلوت نہیں کر سکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہیں وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا سے راحت پائی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی وجہ سے کرتے ہیں اور وہ ذکر اللہ پر زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر اللہ تعالیٰ سے ملے اور اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو میل جول فکر اور ذکر سے مانع ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے حق میں گوشہ نشینی بہتر ہے اسی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں جبل حرا پر سب سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ میں نور نبوت قوی ہو گیا پھر تو مخلوق آپ کو اللہ تعالیٰ سے حاجت نہ ہوتی تھی بظاہر آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ تھے حتیٰ کہ لوگوں کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خلیل ہیں مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری ہمت والا مرتبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغرق ہے اور ارشاد فرمایا

لو کنت متخذاً خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللّٰہ

ترجمہ: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارے سب کا خلیل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ظاہر میں لوگوں سے ملا جلا رہنا اور باطن میں بہمہ وجوہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا بجز قوت نبوت کے اور ہے۔ کسی کی طاقت نہیں ایسا نہ ہو کہ ہر ضعیف انسان اپنے نفس سے دھوکہ میں آ کر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اس قدر ہو جانا بھی بعید نہیں۔

حکایت: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں تیس برس سے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگوں کو گمان ہے کہ یہ ہم سے باتیں کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ مرتبہ اسے نصیب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا مستغرق ہو کہ اس میں غیر کی گنجائش نہ رہے اور ایسا ہونا محال نہیں اس لئے کہ یہ تو مجازی عشاق کا حال بھی ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے ملتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہیں۔ اور دوسرے ان سے کیا گفتگو کرتے ہیں کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر بہ کمال درجہ ہوتی ہے بلکہ جس پر دنیوی امور کے متعلق سخت تردد ہوتا ہے تو بعض اوقات اس کی فکر میں وہ ایسا ڈوبتا ہے کہ بظاہر لوگوں سے ملتا ہے مگر کسی کو نہیں پہچانتا اور نہ ان کی آواز سنتا ہے اور عقلاء کے نزدیک آخرت کا معاملہ بہت بڑا ہے اگر اس کی فکر میں سالک کا ایسا حال ہو جائے تو کوئی بعید نہیں مگر اکثر کے لئے گوشہ نشینی سے مدد لینا بہتر ہے اسی وجہ سے کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ گوشہ نشینی سے صوفیاء کرام کیا فرماتے ہیں تو جواب دیا کہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم قلوب میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی بسر کر کے ذوق سے بہرہ ور ہو کسی سالک سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اس نے کہا میں تو تنہا نہیں رہتا اپنے پروردگار کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ فرمائے تو اس کی کتاب پڑھتا ہوں اگر چاہتا ہوں کہ میں اس سے کچھ کہوں تو نماز پڑھتا ہوں کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور گوشہ نشینی سے تمہیں کیا فائدہ ہوا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا انس۔

حکایت: سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کے شہروں میں دیکھ کر عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کو مجھے آرام یہاں ملا ہے کہ میں اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لئے پھرتا ہوں اگر مجھے کوئی دیکھ پاتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ شخص وسواسی ہے یا شتربان یا ملاح ہے۔

حکایت: غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہیں مگر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کون سی شے مانع ہے انہوں نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اس کی ہم نشینی سے میرے دل کو راحت مل گئی اب دنیاوں دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کوئی مطلب نہیں۔

حکایت: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے کہ ہم نے اسے جب بھی دیکھا ہے تو تنہا ایک ستون کی آڑ میں بیٹھا دیکھا ہے وہ آپ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ جب دیکھو تو اطلاع کرنا چنانچہ ایک دن اسے دیکھ کر آپ سے کہا گیا کہ شخص موجود ہے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے بندہ خدا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے گوشہ نشینی پسند ہے مگر بات یہ ہے کہ تم ہمارے حسن کے پاس بھی بیٹھتے انہوں نے جواب دیا کہ ایک ایسا امر مانع ہے جس نے مجھے لوگوں کے میل جول سے روک دیا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اس کے پاس بیٹھا کرو جس کو حسن کہتے ہیں اس نے کہا کہ میں ایسے امر میں مشغول ہوں کہ اب نہ مجھے عوام کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہے نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ وہ کون سا امر ہے اس نے کہا کہ صبح شام مجھے اللہ تعالیٰ کی نعمت حاصل ہوتی رہتی ہے اور پھر میں گناہ کرتا ہوں تو میں نے بہتر یہ سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اس کا شکر کروں اور اپنے گناہوں سے اس سے مغفرت کی درخواست کروں بس ان دونوں باتوں سے فرصت نہیں ملتی۔ آپ نے فرمایا کہ اے

بندہ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھدار ہے جو کام تو کرتا ہے اسی کو لازم پکڑ۔

حکایت: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ھرم بن حیان حاضر ہوئے آپ نے اس سے پوچھا کہ کیسے آئے جواب دیا کہ آپ سے انس حاصل کرنے کو آیا ہوں حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اس کے غیر سے انس حاصل کرے۔

اقوال اولیاء: فضیل علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ جب میں رات کی آمد دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اپنے پروردگار سے خلوت کروں گا اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوئی تو اناللّٰہ وانا الیہ راجعون (البقرہ 156) ہم اللہ عزوجل کے مال ہیں اور ہم اس کو اسی کی طرف پھرنا۔ پڑھتا ہوں کہ اب لوگ مجھے گھیر لیں گے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آ جائے گا جو مجھے میرے پروردگار سے غافل کردے گا۔ 2- عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ خوش حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دنیا بھی عیش سے گزاری اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہیں گے۔ 3- ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔ 4- مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جسے عوام کی ہمکلامی کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی سے انس حاصل نہ ہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے اس نے اپنی عمر مفت ضائع کی ابن مبارک فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اس کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو گیا۔

حکایت: ایک نیک بخت ناقل کہتے ہیں کہ میں ملک شام کی سیر کر رہا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا وہ مجھے دیکھ کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا میں نے اس کے پاس جا کر سبحان اللہ آپ اتنے بخیل ہیں کہ یہ بھی گوارا نہیں کہ آپ کو دیکھوں اس نے کہا بھائی اصل بات یہ ہے کہ میں اس پہاڑ میں مدت دراز سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس میں میں نے بہت مشقت اٹھائی اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ حاصل نہ ہو شکر ہے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اسے مانوس کر دیا اب میں نے تمہیں دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں دل کا حال پھر پہلے کی طرح نہ ہو جائے تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمہارے شر سے پناہ مانگتا ہوں نعرہ مار کر کہا آہ افسوس دنیا میں اتنا زیادہ ٹھہرا پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹکا دے کر کہا کہ اے دنیا مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھے چاہے اسے دھوکا دے پھر کہا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف متوجہ ہونے کی حلاوت عارفین کے قلوب کو ایسی چکھائی کہ وہ بہشت اور حوروں کی یاد بھول گئے اور ان کی ہمتوں کو صرف اپنی ہی یاد میں تسکین دی کہ ان کے نزدیک کوئی چیز اس کی مناجات سے بڑھ کر مزے دار نہیں پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا۔

فائدہ: تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس اور اس کی معرفت کی کثرت ہوتی ہے اور اسی کے متعلق کسی نے کہا

ہے۔

وانی لاستفشی وبالی غشوۃ لغل خیالا منک یلقی خیالیا۔ واخرج من بین الجلوس لعنی احدث عنک النفس باسر خالیاء

ترجمہ: میں از خود بے ہوش ہوں مجھے بے ہوشی نہیں اس ارادہ پر کہ شاید میرا اور تیرا خیال کہیں ملاقات کریں۔ لوگوں سے اس خیال پر علیحدہ رہتا ہوں کہ شاید تنہائی میں تیری قیل و قال جگہ بنا لے۔

فائدہ: کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ میں کوئی فضیلت نہیں پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہے اسی وجہ سے لوگوں سے زیادہ مل کر وحشت کو اپنے نفس سے دفع کرتا ہے لیکن جس صورت میں کہ اس کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی کو تلاش کرتا ہے تاکہ خلوت کی وجہ سے فکر پر مدد حاصل کر کے علم و حکمت کو ظاہر کرے۔

فائدہ: صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے انس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہے۔

خلاصہ: خلوت سے فراغت کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر یہ بعض خواص کے حق میں ہے نہ کہ ہر ایک کے لئے اور جسے ذکر دائمی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس میسر ہو اور دوام فکر سے اللہ تعالیٰ سے معرفت میں استحکام ہو اس کے حق میں جتنی باتیں کہ میل جول سے متعلق ہیں ان سب کی بہ نسبت تنہا رہنا افضل ہے اس لئے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ تمام معاملات کا یہ ہے کہ انسان اللہ کا محب اور عارف ہو اور ایسے حال میں اس پر موت آئے اور محبت جب ہوتی ہے کہ دائمی ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بغیر دوام فکر کے حاصل نہیں ہوتی اور دل کی فراغت محبت اور معرفت دونوں کے لئے شرط ہے اور میل جول سے فراغت قلبی نصیب نہیں ہو سکتی۔

گناہوں سے بچنے کا نسخہ: انسان جو گناہ کو اکثر میل جول سے پیش ہوا کرتے ہیں تنہائی میں ان سے محفوظ رہتا ہے اور ان سے بچنا بھی میسر ہوتا ہے اور وہ گناہ چار ہیں۔ 1- غیبت 2- ریا 3- امر معروف اور نہی منکر سے خاموشی 4- چوری چوری طبیعت میں اخلاق قبیحہ اور اعمال خبثہ کا داخل ہونا جن کا باعث حرص دنیوی ہے۔

مذمت غیبت: آفات زبان اس کتاب کی جلد سوم میں مطالعہ کر کے تم غیبت کی وجہیں معلوم کرو گے تو جان لو گے کہ میل جول کی صورت میں اس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہے بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں بچ سکتا اس لئے کہ لوگوں کی عادت بن گئی ہے کہ جہاں بیٹھتے ہیں اسی کا چرچا کرتے ہیں بلکہ اس میں چاشنی اور لذت میں چینی اور حلوے کی طرح محسوس کرتے ہیں اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے دفع کرتے ہیں اگر تم عوام سے میل جول کر کے انہیں کی باتیں بولو گے تو گنہگار اور مستحق غضب پروردگار ہو گے اگر خاموش رہو گے تب بھی غیبت کرنے والوں میں شمار رہو گے کیونکہ غیبت کا سننے والا ایسے ہی ہے جیسے غیبت کرنے والا ہو اگر تم عوام کو غیبت سے منع کرو گے تو وہ تمہارے

دشمن بن جائیں گے وہ جس کی غیبت کرتے ہیں اسے چھوڑ کر تمہاری غیبت کریں گے پھر ایک شدد و شد کا مضمون صادق آئے گا بلکہ ممکن ہے کہ غیبت سے بڑھ کر تمہیں حقیر جانیں اور گالیاں سنائیں اور امر بالمعروف و نہی منکر دین کے اصول میں سے بلکہ واجب ہے چنانچہ اس کا ذکر اس جلد کے آخر میں آئے گا اور جو شخص عوام سے میل جول کرے گا تو لازماً بری باتیں دیکھے گا اگر ان پر سکوت کرے گا تب تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہرے گا اگر منع کرے گا تو خود قسم و قسم کا ہدف بنائے گا جن افعال سے منع کیا ہے ان سے زیادہ دیگر معاصی کا ارتکاب کرنا پڑے اور ان سے احتراز تلاش کرنا ہو گا۔ اور گوشہ نشینی میں ان امور سے نجات رہتی ہے کیونکہ میل جول کی صورت میں انہیں دیکھ کر نہ چپ ہونے سے بنے نہ کہتے بنے گو ہم مشکل و گرنہ گوہم مشکل کا مصداق بنا تا ہو گا۔

تقریر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ تقریر میں فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو

یاایھاالذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر اپنی جان کی فکر ہے جو تم ہدایت پر ہو گئے تو تمہارا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو گمراہ ہے۔ مگر تم اسے عمل میں نہیں لاتے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے

اذارای الناس المنکر فلم یغیرہ اوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقاب

ترجمہ: جب لوگ برائی دیکھ کر اسے تبدیل نہ کریں تو قریب ہے ان پر اللہ کا عذاب عام کر دے ایک حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے سوال کرے گا یہاں تک فرمائے گا کہ دنیا میں جب تو نے بری بات دیکھی تھی اسے کس لئے منع نہ کیا پھر اللہ تعالیٰ بندہ کو خود جواب سمجھائے گا بندہ عرض کرے گا کہ الٰہی مجھے تیرے رحم کی امید تھی اور عوام سے خوف تھا۔

مسئلہ: نہی عن المنکر سے رک جانا: اس وقت جائز ہے جہاں خطرہ ہو لیکن اس کی پہچان مشکل ہے اور خالی از خطرہ نہیں گوشہ نشینی اس سے نجات دلاتی ہے اور اچھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا خوف اور سینوں میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے کہا

وکم سقت فی آثارکم من نصحیتہ   وقد یستفید البغضہ المتنصح

ترجمہ: میں نے تمہاری نصیحت میں زندگی گزار دی لیکن افسوس اس سے خالص بغض وعداوت نے جگہ لے لی۔

فائدہ: جو شخص امر بالمعروف کرتا ہے اکثر ندامت اٹھاتا ہے کیونکہ امر معروف کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ٹیڑھی دیوار سیدھی کرنا چاہئے اور یقین ہے کہ دیوار اسی پر آکر گرے۔ اور پھر وہ پچھتائے کہ کاش میں اسے جھکی ہوئی رہنے دیتا ہاں اگر بعض لوگ اس کی مدد کریں وہ اس طرح کہ دیوار کو تھام لیں یہاں تک کہ اسے خوب مضبوط کرے تو اس کا

سیدھا ہونا بغیر ضرر کے ہو سکتا ہے لیکن امر معروف کے دور حاضر میں مددگار کہاں کہ ان کے سہارے پر کسی کو کچھ کہے اسی لئے بہتر ہے کہ آدمی گوشہ نشینی اختیار کرے۔

ریاء کی خرابیاں: ریاء ایک لاعلاج مرض ہے جس سے احتراز کرنا ابدال و اوتاد کو بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا کیونکہ جو شخص عوام سے ملے گا ان کی مدارات کرنی پڑے گی اور جو مدارات کرے گا وہ ریا کرے گا اور جو ان کے دکھاوے کے لئے اعمال کریگا وہ انہیں گناہوں میں مبتلا ہوگا۔ جن میں وہ مبتلا ہیں اور جیسے وہ تباہ ہوئے ویسے وہ بھی تباہ ہوگا۔ اور ادنیٰ خرابی اس میں یہ ہے کہ نفاق لازم آئے گا مثلاً اگر تم دو عداوت والوں سے ملو تو اگر اسی طرح ہر ایک سے نہ ملو جو اس کی مرضی کے موافق ہو تب تو دونوں کے نزدیک دشمن ٹھہرو گے۔ اگر دونوں سے اس کی من مانی بات کہو گے تو بدترین مخلوق ٹھہرو گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تجدون من شرار الناس ذوالوجھین الذی یاتی ھولاء بوجه و ھولا بوجه ترجمہ: دورخہ آدمی بدترین مخلوق ہے جو ان کے پاس ایک رخ سے جاتا ہے ان کے پاس دوسرے رخ سے۔

فائدہ: لوگوں کے میل جول میں ادنیٰ بات یہ ضروری ہے کہ ملاقات کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق بیان کیا جائے حالانکہ یہ امر یا تو اصل میں جھوٹ ہوتا ہے ورنہ مقدار زیادتی میں کذب یقیناً ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ملاقات والے سے اس کے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کریں اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپ کا مزاج شریف اور آپ کے اہل و عیال کیسے ہیں اور تمہارے دل میں ان کا کچھ خیال نہ ہو تو یہ نفاق خالص ہے۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راستہ میں کوئی اس سے اپنی ضرورت کہتا ہے کہ فلاں کام کر دیجئے تو وہ بظاہر اس کا شکریہ کرتا ہے کہ خوب کیا۔ تم نے اپنا مطلب مجھ سے کہا مگر اس کی حاجت میں کوئی کام نہیں کرتا۔ پس ایسا شخص گھر کو جو واپس لوٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ناراض کرتا ہے اور دین برباد کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس کوئی دوست آئے اور میں اس کے دکھاوے کو اپنی داڑھی ہاتھ سے برابر کروں تو مجھے یہ خوف ہے کہ میرا نام منافقوں کے دفتر میں نہ لکھا جائے۔

حکایت: حضرت فضیل تنہا مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ آپ کا ایک دوست آپ کے ہاں حاضر ہوا پوچھا کیسے آئے اس نے کہا دل بہلانے کیلئے انہوں نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہے کیونکہ تم یہی چاہتے ہو کہ میرے دکھاوے کے لئے زینت کرو میں تمہارے دکھاوے کیلئے بن سنور بیٹھوں اور تم میرے لئے جھوٹ بولو اور میں تمہاری خاطر اس سے بہتر یہ ہے کہ یا تم میرے سے چلے جاؤ یا میں یہاں سے اٹھ جاؤں۔

فائدہ: کسی عالم دین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی اطلاع اس کو نہ ہو۔

حکایت: حضرت طاؤس خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہشام نے غصہ ہو کر کہا کہ تم نے امیر المومنین کیوں نہ کہا آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ تمام مسلمان تمہاری خلافت پر متفق نہیں۔ مجھے خوف ہوا کہ امیر المومنین کہنے سے کوئی حرج نہیں ورنہ اپنا نام منافقوں کے دفتر میں لکھوانے پر راضی ہو تو وہ جانے اور اس کا کام ہے۔

فائدہ: جس سے اسے تقویٰ ہو سکے اسے عوام سے میل جول میں کوئی حرج نہیں ورنہ اپنا نام منافقوں کے دفتر میں لکھوانے پر راضی ہو تو وہ جانے اور اس کا کام۔

فائدہ: سلف صالحین جب آپس میں ملتے تھے تو کوئی مزاج پوچھتا تو اس کے جواب دینے سے احتراز کرتے تھے۔ کیونکہ انکا دستور احوال دین دریافت کرنے کا تھا نہ حالات دنیا۔

حکایت: حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمہارا حال کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ صحیح سالم اور عافیت سے ہوں حاتم کو یہ جواب برا محسوس ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت میں ہے۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ اسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہیں تو فرماتے کہ ایسا ہوں کہ جس چیز کی امید کرتا ہوں اسے پہلے حاصل کرنے پر قادر نہیں اور جس سے ڈرتا ہوں اسے دفع نہیں کر سکتا لوگ اپنے اعمال کے عوض میں گروی ہیں اور بہتری دوسرے کے ہاتھ ہے اور کوئی محتاج مجھ سے زیادہ حاجت مند نہیں۔

حکایت: ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج کیسے ہیں تو کہتے کہ ضعیف گناہ گار ہوں اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتا ہوں اور اس انتظار میں ہوں کہ کب مرتا ہوں۔

حکایت: حضرت ابودردا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہیں فرماتے کہ اچھا ہوں اگر دوزخ سے بچ جاؤں۔

حکایت: سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہیں فرماتے کہ اس کا شکر اس کے سامنے کرتا ہوں اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر دوسرے کے پاس جاتا ہوں۔

حکایت: حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جو شام ہو تو یہ نہیں جانتا کہ صبح ہو گی یا نہیں اگر صبح ہو تو نہ جانے کہ شام ہو گی یا نہیں۔

حکایت: مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہیں فرمایا کہ ایسا ہوں کہ عمر گھٹتی

جاتی ہے اور گناہ بڑھتے جاتے ہیں۔

حکایت: کسی حکیم نے پوچھا کہ تم کیسے ہو بتایا موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہیں۔ کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہوں اور اس کے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں۔

حکایت: کسی نے محمد بن واسع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کی طرف کو ایک منزل چلتا ہو اس کا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہو گا۔

حکایت: حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ ایک دن اور رات عافیت میں گزرے سائل نے کہا کیا آپ ہر روز عافیت سے نہیں ہیں فرمایا کہ عافیت اس روز ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں۔

حکایت: ایک شخص نزع کی حالت میں تھا اس سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اس نے کہا کہ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو دراز سفر زادِراہ کے بغیر کرنا چاہتا ہے اور قبرو حشت ناک میں مونس کے بغیر جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے حجت کے بغیر حاضر ہوتا ہے۔

حکایت: حسان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا کہ اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو مرے گا پھر اٹھایا جائے گا پھر حساب لیا جائے گا۔

حکایت: حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی عیال دار تنگ دست سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اس نے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اس کا جس کے ذمہ پانسو درم قرض ہوں اور وہ عیال دار ہو۔

حکایت: حضرت ابن سیرین اپنے گھر میں جا کر ہزار درم نکال لائے اور اس شخص کو دے کر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لئے رکھنا اور آپ کے پاس بجز اس ہزار درم کے اور کچھ نہ تھا پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے حال نہ پوچھوں گا اور آپ نے یہ اس لئے کہا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نہ ہو سکے گی تو استفسار ریا اور نفاق میں متصور ہو گا۔

خلاصہ: اکابرین کا سوال دین کے احوال اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دل کے حالات سے ہوتا تھا اگر دنیا کے امور پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اس کے پورا کرنے میں اہتمام کر کے حتی الوسع اسکا مقصد پورا کر دیتے تھے۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کرتے تھے لیکن

اگر ایک شخص دوسرے کے سامان واسباب کا حکم کرتا تو دوسرا کبھی نہیں روکتا اور اب میں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے اتنا تپاک سے ملتے ہیں کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بے تکلفی کر کے دوسرے سے بالفرض ایک درہم لینا چاہے تو وہ ہرگز نہیں دیتا تو یہ بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہے۔

انتباہ: ریا کی ایک علامت یہ ہے کہ جب دیکھو کہ دو آدمی ملتے ہیں تو ایک کہتا ہے مزاج شریف دوسرا بھی کہتا ہے آپ کا مزاج لطیف کہ نہ یہ جواب کا انتظار کرتا ہے نہ دوسرا سوال کا جواب دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک اپنا سوال پیش کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ دوسرے کے دکھاوے اور تکلف ہے بلکہ بعض اوقات دل میں تو کینہ اور بغض ہوتا ہے اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہے۔

حکایت: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ جو اسلام علیکم کہتے تھے تو اسی وقت ان کے دل سلامت ہوتے تھے اور اب جو کہتے ہیں کہ آپ کیسے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست رکھے اور آپ کا مزاج مبارک کس طرح ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بخیریت رکھے اگر ان اقوال پر ہم غور کریں تو یہ تمام ازراہ بدعت ہے تعظیم کے امور نہیں انہیں یہ خیال نہیں؟۔ دوسرا ہم سے ناراض ہے یا راضی۔

فائدہ: آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہے۔

حکایت: کسی نے ابوبکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپ نے جواب نہ دیا اور کہا کہ ہمیں اس بدعت سے معاف کرو۔

بدعت "مزاج شریف" کہنے کا آغاز: اس بدعت کا آغاز یوں ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں جب شہر عمواس میں (شام کے ملک کا علاقہ) وباء طاعون پھیلی تو لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اس وقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کی صبح بخیر ہوئی یعنی رات کو طاعون سے محفوظ رہے یا نہیں اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گزری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات میں یہ تکلف جاری ہو گیا۔

فائدہ: میل جول عادات کے اعتبار سے غالباً اقسام تکلف اور ریاء اور نفاق سے خالی نہیں ہوتا اور یہ تمام باتیں بری ہیں ان میں سے بعض ممنوع اور حرام اور بعض مکروہ ہیں اور گوشہ نشینی کی وجہ سے ان برائیوں سے نجات مل جاتی ہے کیونکہ جو شخص عوام سے ملے اور ان کے عادات میں ان کا شریک نہ ہو تو عوام اس سے ناخوش ہوں گے اور اس کو برا سمجھیں گے بلکہ اس کی غیبت کریں گے اور ایذا کے درپے ہوں گے تو ان کا دین اس کی وجہ سے برباد ہو جائے گا اگر یہ ان سے بدلا لے گا تو اس کی دنیا اور دین دونوں ضائع ہوں گے اور لوگوں کے کے اعمال اور اخلاق کو دیکھ کر دیکھنے والے کی طبیعت کے مطابق ہو جانا ایک خفیہ مرض ہے اس پر عقلاء کو بھی آگاہی نہیں ہوتی غافلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے مثلاً اگر کوئی کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے گو دل میں اس کو برا جانتا ہے تب بھی اپنے دل میں

پہلے کی بہ نسبت متفاوت پائے گا یعنی اس کے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی دل میں فساد سے محسوس کرتا ہو گا اس قدر فساد سے نفرت اب نہ رہے گی اس لئے کہ برائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر گرانی آسان ہو جاتی ہے اور اسے برا ہونا دل سے جاتا رہتا ہے اور خرابی سے روکنے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ دل میں اس کی وقعت بہت زیادہ ہوتی ہے کثرت سے دیکھنے کی وجہ سے وہ حقیر ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ روکنے والی قوت مضمحل ہو جائے۔ بلکہ خود اس خرابی میں پڑجائے یا ارتکاب پر آمادہ ہو جائے۔

فائدہ: جب کوئی کسی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہے تو اپنے گناہ صغیرہ اس کی نظروں میں حقیر محسوس ہوتے ہیں اسی وجہ سے جو شخص دولت مندوں اور امراء کی طرف نظر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہے۔

مسئلہ: تونگروں اور امراء کی صحبت اسی لئے اختیار کی جاتی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہے اسے کم جانا جائے اور فقراء و مساکین کی صحبت اس لئے پسند ہوتی ہے کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہیں انہیں برا سمجھیں تو جائز ہے یہی حال نیکوں اور گناہ گاروں کی طرف دیکھنے کا ہے کہ اس [illegible] طبیعت میں ویسی ہی [illegible] یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا حال دیکھے کہ انہوں نے عبادت کس طرح [illegible] سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھا اور محسوس کرے گا کہ میں نہایت قصور وار ہوں اسی وجہ سے اپنی تکمیل میں کوشش کرتا رہے گا اور چاہئے گا کہ ان اکابر کا اقتدار کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص ان حالات کو دیکھے گا جو دنیا داروں پر غالب ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کا روگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل میں اگر ادنیٰ رغبت نیک بات کی پائے گا اسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھے گا تو تباہی کی صورت ہے۔

قاعدہ: طبیعت کے بدلنے کے لئے صرف خیر اور شر کی باتوں کا سننا کافی ہوا کرتا ہے دیکھنا تو درکنار رہا اسی باریکی سے اس حدیث کا معنی معلوم ہوتا ہے۔

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ

ترجمہ: نیک لوگوں پر ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رحمت تو جنت کے دخول اور دیدار الٰہی کو کہتے ہیں اور یہ باتیں ذکر کے وقت نازل نہیں ہوتیں بلکہ ان کا سبب نازل ہوتا ہے یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور صلحاء کے اقتدار کا حرص اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت اور جوش زن ہوتی ہے غرضیکہ رحمت فضل خیر کی وجہ سے ہوتی ہے اور فضل خیر و عافیت کی وجہ سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کے کرنے سے تو نزول رحمت کا یہی معنی ہوا کہ وہ چیز نزول کرتی ہے جو انجام کو ذریعہ رحمت ہو اور جیسے اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ میں آتا ہے ایسے ہی عقلمند اس کلام کے کفایہ سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ کفار فاسقوں کے احوال بیان

کرتے وقت لعنت برستی ہے اس کثرت سے ان کا ذکر کرنا گناہوں کو طبیعت پر ہلکا کر دیتا ہے اور لعنت اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کو کہتے ہیں اور دور ہونے کا سبب معاصی ہیں ایسے ہی دنیوی لذات شہوات کی طرف بطور متوجہ ہونا اور اللہ تعالیٰ سے روگردانی معاصی کا سبب یہ بھی ہے کہ دل سے ان کی گرانی اور برائی جاتی رہے اور گرانی کے جانے کی وجہ سے ان کے ساتھ مانوس ہونا اور انس کثرت سے گناہ سننے کے سبب سے ہوتا ہے تو جس صورت میں صلحاء وفساق کے احوال سننے کا یہ حال ہے تو ان کے دیکھنے کو خود سمجھ لیں کہ وہ بطریق اولیٰ موثر ہو گا بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ

مثل الجلیس السوء کمثل ارکیر ان لم یحرقک بشررہ علق بک من ریحہ ترجمہ: برے رفیق کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ اگر اس کی چنگاری نہ بھی جلائے تب بھی اس بار بار کی بدبو تمہیں ضرور چمٹے گی۔

فائدہ: جیسے کپڑا بو میں بس جاتا ہے اور اس میں خیر نہیں ہوتی اسی طرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہے اور اس میں خبر نہیں ہوتی اور فرمایا۔ مثل الجلیس الصالح مثل صاحب المسک ان لم یھب لک منہ تجد ریحہ ترجمہ: نیک رفیق کی مثال مشک والے جیسی ہے کہ اگرچہ وہ تمہیں خوشبو نہ بھی دے تب بھی اس کی تم خوشبو ضرور محسوس کرو گے۔ کہ جس شخص کو کسی عالم دین کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اس کا ذکر کرنا حرام ہے۔ 1- غیبت عالم دین 2- عوام عالم دین کا حال سن کر اس گناہ خطاء میں آسانی تصور کریں گے۔ اور اس کی گرانی ان کے دلوں میں سے ساقط ہو جائے گی اور اس پر جرات کرنا بڑی بات نہ سمجھیں گے کیونکہ جب کوئی اس خطاء کا مرتکب ہو گا اور اس پر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ جواب دے گا کہ ہم سے ایسا ہو جانا کیا بعید ہے اس میں تو علماء و عابدین مبتلا ہیں۔ 2۔

اور جہاں معتبر اور مقتدا لوگوں کی کوئی اس قسم کی بات سنی جاتی ہے عوام کے لئے وہ حرکت سند بن جاتی ہے مثلاً اکثر لوگ جو دنیا میں لڑنے جھگڑنے اور اس کے جمع کرنے کے حریص ہیں اور حکومت کی محبت پر کٹ مرتے ہیں ان کے دلوں پر ان امور کی برائی اسی وجہ سے آسان ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حکومت کی محبت سے احتراز نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزاع کو اپنی سند بناتے ہیں اور اپنے جی میں تصور کرتے ہیں کہ یہ نزاع طلب حق کے لئے نہ تھا بلکہ طلب حکومت کے لئے تھا پس اسی جھوٹے غلط اعتقاد سے حصول حکومت ان پر آسان ہو جاتا ہے اور اسی قسم کی مصیبتوں کے مرتکب ہونے لگتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ بری طبیعت لغزشوں کی اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہے بلکہ جس جگہ لغزش نہیں

1۔ جیسے دور حاضرہ میں عادت ہو گئی ہے تو کسی کے ارتکاب کی سرزنش کرنے پر کہتے ہیں فلاں مولوی ایسے کر رہا ہے تو میرے لئے گناہ کیوں اور جب تک اس کے اعتقاد میں یہ بات رہے گی کہ ایسی حرکت پر عالم زاہد بھی مبادرت نہیں کیا کرتے تب تک اس کو اس حرکت کا ارتکاب برا معلوم ہو گا اور جہاں اسی لئے میری علماء کرام و مشائخ عظام سے نیاز مندانہ اپیل ہے کہ آپ حضرات فرض کے علاوہ مستحبات بھی ترک نہ کریں اور الفروارت تسیح الحدود اشکو الگ کر کے مباحات پر عمل ترک کر دیں تو عوام کی حالت آسانی سے بدل سکتی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

ہوتی اپنی غرض کے لئے لغزش مان لیتی ہے کہ بہانہ مل جائے اور یہ شیطان کے باریک مکر ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کی مخالفت کرنے والوں کی ان الفاظ سے تعریف فرمائی۔

الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ترجمہ: اور جو لوگ کوئی بات سنتے ہیں تو اس اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔

حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو حکمت کی بات سنے پھر اس میں سے برائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی چرواہے کے پاس آئے اور کہے کہ اپنے ریوڑ سے مجھے ایک موٹی بکری ذبح کرنے کے لئے دے وہ کہے دے کہ ریوڑ میں جا کر جو بکری سب سے بہتر ملے اسے لے جا اور وہ جا کر کتے کا کان پکڑ لائے۔

فائدہ: اسی طرح جو شخص آئمہ کی لغزشیں نقل کرتا ہے یہ مثال اس کی بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں اکثر لوگوں کا دستور ہے کہ جب کسی مسلمان کو دیکھیں کہ رمضان میں بلاوجہ روزہ نہیں رکھتا تو اس کو اتنا برا جانیں کہ تقریباً اسے کافر جاننے لگیں لیکن بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے یا قضاء کرتے ہیں تو اس سے نفرت نہیں ہوتی جیسے روزہ نہ رکھنے والوں سے نفرت ہوتی ہے باوجود کہ نماز کا ترک بعض آئمہ کے نزدیک موجب کفر ہے اور بعض کے نزدیک گردن مارنے کا باعث ہے اور رمضان کے تمام روزے نہ رکھنے سے بھی یہ سزا کسی کے نزدیک نہیں پھر اس کی وجہ اور کچھ نہی بجز اس کے کہ نماز میں تساہل اکثر ہوتا ہے اور دن میں پانچ بار اس کا مشاہدہ ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دل سے اس برائی کی وقعت جاتی رہی ہے اور روزہ چونکہ سال میں ہوتا ہے اس کی وقعت بدستور ہے کہ اسی طرح اگر کوئی عالم دین ریشمی کپڑا یا سونے کی انگوٹھی پہن لے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو عوام اسے سخت برا جانیں گے اور بہت سے انکار کریں گے حالانکہ اس کو بارہا بڑی دیر تک لوگوں کو غیبت ہی کرتے دیکھتے ہیں اور برا نہیں جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھ کر ہی ہے تو ریشم پہننے سے بڑھ کر کیسے نہ ہو گی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنے والوں کو دیکھتے دیکھتے دل پر اس کی برائی نہیں رہی اسی لئے اس میں چشم پوشی کرنی ہی پڑتی ہے۔

فائدہ: ان دقائق کو سمجھ کر عوام سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو اس لئے کہ عوام میں تم وہی بات دیکھو گے جس سے دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور مصیبت کو سہل سمجھو اور طاعت میں رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہم نشین ایسا مل جائے جس کی صورت اور سیرت اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے تو اس کا ساتھ دو اور اسے غنیمت سمجھو اور اس سے علیحدہ نہ ہو کہ عقلمند کے حق میں اس کا وجود اکسیر اور سونے کا خزانہ ہے اور یہ بھی خوب اچھی طرح جان لو کہ اچھا ہم نشین تنہائی کی بہ نسبت بہتر ہے اور برے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم ان باتوں کو سمجھ لو گے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کرو گے پھر جس سے میل جول کرنا چاہتے ہو اس کے حال پر التفات کرو گے تو واضح ہو جائے گا کہ اس سے گوشہ نشینی بہتر ہے یا میل جول لیکن خبردار مطلق حکم نہ لگانا۔

فائدہ: ان حقائق کو سمجھ کر عوام سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو اس لئے کہ عوام میں تم وہی بات دیکھو گے جس سے دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور مصیبت کو سہل سمجھو اور طاعت میں رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہم نشین ایسا مل جائے جس کی صورت اور سیرت اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے تو اس کا ساتھ دو اور اسے غنیمت سمجھو اور اس سے علیحدہ نہ ہو کہ عقلمند کے حق میں اس کا وجود اکسیر اور سونے کا خزانہ ہے اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہم نشین تنہائی کی بہ نسبت بہتر ہے اور برے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم ان باتوں کو سمجھ لو گے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظ کرو گے پھر جس سے میل جول کرنا چاہتے ہو اس کے حال پر التفات کرو گے تو واضح ہو جائے گا کہ اس سے گوشہ نشینی بہتر ہے یا میل جول لیکن خبردار مطلق حکم نہ لگانا۔ کہ گوشہ نشینی بہتر یا میل جول اس لئے کہ جو چیزیں تفصیل کے ساتھ ہیں ان میں مطلق ہاں یا نہیں کہہ دینا محض خلاف ہے بلکہ تفصیل دار میں تفصیل ہی لائق ہے۔

فائدہ: گوشہ نشینی میں فتنوں اور جھگڑوں سے نجات ملتی ہے اور ان میں گرفتار نہ ہونے سے دین دنیا دونوں محفوظ رہتے ہیں اور چونکہ فتنوں اور تعصبات سے کوئی شہر خالی نہیں تو جو کوئی عوام سے علیحدہ رہے گا وہ ان کے فتنوں وغیرہ سے باسلامت رہے گا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے عہد درہم ہو گئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں اور وہ لوگ یوں ہو گئے آپ نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال لیں میں نے عرض کیا کہ ایسے وقت میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اسے عمل میں لاؤ اور جو نہیں جانتے ہو اسے ترک کرو اور فاضل لوگوں کا طریق لازم پکڑو عوام کا طریقہ ترک کرو۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بھما شعف الجبال و مواقع القطر یفربدینہ من الفتن من شاھق الی شھق

ترجمہ: عنقریب مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی کہ انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں سیجا گیا اپنے دین کے فتنوں سے بھاگا پھرے گا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب عوام پر ایسا وقت آئے گا کہ دیندار کا دین سلامت نہ رہے گا مگر جو شخص اپنا دین لے کر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ میں اور ایک بل سے دوسرے بل میں لومڑی کی طرح ادھر

ادھر بھاگا پھرے گا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہو گا آپ نے فرمایا کہ جس وقت معیشت پروردگار کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے حاصل نہ ہو سکے گی۔ (ہمارا دور اسی فتنہ کی زد میں ہے (الا ماشاء اللہ) (اس دور سے ہمیں محفوظ رکھے آمین) (اویسی غفرلہٗ)

جب ایسا وقت ہو گا تو بے نکاح رہنا واجب ہو گا عوام نے عرض کیا کہ آپ نے تو نکاح کا حکم فرمایا ہے بے نکاح رہنا کیسے واجب ہو گا آپ نے فرمایا کہ جب وہ وقت ہو گا تو آدمی کی تباہی اس کے والدین کے ہاتھوں ہو گی اور اس کے ماں باپ نہ ہوں گے تو اس کی بیوی کی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی نہ ہوں گے تو رشتہ دار کے ہاتھ سے ہو گی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ اسے تنگدستی کا عیب لگاتے ہیں تو وہ تکلف وہ کام کرتا ہے جس کی طاقت اسے نہیں ہوتی اور یہی امراسے تباہی کی جگہ پہنچا دیتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ تجرد کے باب میں ہے مگر گوشہ نشینی بھی اس سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ عیالدار معیشت اور میل جول سے خالی نہیں رہتا اور کسب معیشت بغیر معصیت کے نہیں کرتا۔

انتباہ: میں یہ نہیں کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا میں فرمایا ہے اس کا یہی وقت ہے بلکہ اس حال کے وقت سے بہت پہلے ہو گیا ہے اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہے کہ بخدا گوشہ نشینی واجب ہو گئی۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا میں نے عرض کیا ہرج کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جس وقت انسان اپنے ہم نشین سے امن میں نہ رہے میں نے عرض کیا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس اور ہاتھ کو روک اور اپنے گھر میں بیٹھا رہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ علیہ وسلم اگر کوئی میرے پاس مکان میں چلا آئے آپ نے فرمایا کہ اپنی کوٹھری میں گھس جا میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری میں بھی گھس آئے آپ نے فرمایا کہ اپنی مسجد میں داخل ہو جا اور اس طرح کر آپ نے اپنا پہونچا پکڑ لیا اور فرمایا کہہ میرا رب اللہ عزوجل ہے یہاں تک کہ تو وفات پائے۔

حکایت: حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب عوام نے امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں گھر سے نکلنے اور جنگ لڑنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں جنگ کے لئے نہیں جاتا ہوں ایک طرح چل سکتا ہوں کہ مجھے تلوار دو جو آنکھوں سے دیکھتی اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور میں اسے مار ڈالوں اور ایمان دار کو دیکھ کر کہہ دے تاکہ میں اس کو نہ ماروں اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثل ایسی ہے جیسے بعض لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہوں اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائیں تو کوئی کہے کہ راہ داہنی طرف ہے اور اسی طرف کو چلدیں اور حیران پریشان بھٹکے پھریں کوئی کہے کہ راستہ بائیں کو ہے اس طرف جا کر خراب خستہ ہوں اور جو لوگ اسی جگہ ٹھہر کر صبر کریں کہ آندھی موقوف ہو جائے اور راہ معلوم ہونے لگے۔

فائدہ: حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ علیہم الرضوان نے فتنوں میں شرکت نہ کی اور جب

تک فتنہ دور نہ ہوا عوام سے میل جول نہ کیا۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب خبر پہنچی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عراق کا قصد فرمایا آپ روانہ ہوئے اور تین منزل پر بیٹھ گئے امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کہاں کا ارادہ کرتے ہیں فرمایا کہ عراق کا۔ اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ ان کے خطوط اور عہد نامے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان خطوط کا آپ اعتبار نہ فرمائیں اور وہاں تشریف نہ لے جائیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نہ مانے آپ نے فرمایا کہ میں آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ حضرت جرائیل علیہ اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے میں اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بخدا آپ لوگوں میں سے کوئی دنیا کا حاکم نہ ہو گا اور تم کو دنیا سے اسی چیز نے علیحدہ رکھا ہے جو تمہارے حق میں بہتر ہے امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان سے معانقہ کر کے رونے لگے اور فرمایا کہ اے شہیداکبر آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ [1]

فائدہ: صحابہ اس دور فتنہ میں دس ہزار تھے مگر فتنہ کے ایام میں چالیس سے زیادہ کسی نے جرات نہ کی۔

حکایت: طاوس اپنے گھر میں بیٹھ رہے عوام نے ان سے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حکام کے ظلم کی وجہ سے گھر بیٹھ رہا ہوں۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عقیق وادی میں محل بنوایا اور اس میں بیٹھ رہے عوام نے کہا کہ آپ محل میں بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک کی فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ تمہاری مسجدوں میں لہو لعب ہوتا ہے اور بازاروں میں لغو اور کوچوں میں فحش کا غل ہے اس لئے یہ اختیار کیا کہ اس میں ان تمام باتوں سے نجات ہے۔

فائدہ: اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ گوشہ نشینی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان جھگڑوں اور فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔

لطیفہ: فتنہ یزید ایسے ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض صحابہ و تابعین مسجد نبوی کو بھی چھوڑ کر مدینہ پاک سے باہر چلے گئے ان کے پیچھے نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے۔ لیکن الحمد اللہ ہم دور نجدیت میں ان کے آئمہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن مسجد نبوی میں صحابہ و تابعین نے مسجد نبوی بھی چھوڑ دی لیکن ہماری قسمت میں ہے کہ ہم نمازیں تو مسجد نبوی میں پڑھتے ہیں پر ہم پر طعنہ کیوں اور صحابہ و تابعین پر طعنہ کیوں نہیں کیا جاتا تفصیل و

---

[1] اس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہا نے بھی روکا۔ اس روایت سے یزیدیوں (یزید پرست دیوبندی ٹولے) نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بغاوت ثابت کی ہے اس کے جوابات فقیر کے رسالہ' شہادت حسین بغاوت یزید میں ہے۔ (اویسی غفرلہ)

تحقیق فقیر کے رسالہ امام حرم اور ہم میں دیکھئے۔(اضافہ اویسی غفرلہ)

فائدہ: لوگوں کی ایذا سے پناہ رہتی ہے یعنی لوگ کبھی تو غیبت سے ستاتے ہیں اور کبھی بدگمان ہو کر تہمت لگاتے ہیں اور کبھی وہ سوال کرتے ہیں جو پورا نہ ہو سکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہیں کیونکہ اختلاف کی صورت میں اعمال اور اقوال ان کے پیش نظر ہوتے ہیں جس عمل اور قول پر ان کی عقل کی رسائی نہیں اسے یاد رکھتے ہیں اور جب شر کا موقع پاتے ہیں اس وقت اسے ظاہر کرتے ہیں جب تم ان سے علیحدگی کر لو گے تو ان تمام امور سے احتراز کی حاجت نہ ہوگی جو چاہو گے سو کرو گے ان امور سے احتیاط میل جول میں ہو سکتی ہے۔

حکایت: کسی حکیم نے بھی دوسرے حکیم سے کہا کہ میں تجھے ایک قطعہ سکھاتا ہوں جو دس ہزار درہم سے اچھا ہے ان سے پوچھا وہ کیا ہے ان کو قطعہ پڑھ کر سنایا۔

اخفض الصوت ان نطقت بليل۔ والتفت با مهنار قبل المقال۔ ليس للقوى رجعة حين يبدو بقبيح يكون اوبجمال۔ ترجمہ: اگرچہ رات کو بولو تب بھی آواز آہستہ رکھو اور دن میں گفتگو سے پہلے التفات کر لیا کرو بعد میں بات واپس لوٹ کر نہ آئے گی جب بھی ظاہر ہوگی قبیح ہو یا اچھی۔

فائدہ: اس میں کچھ شک نہیں کہ جو لوگوں سے میل جول رہے گا تو ان کے اعمال میں شریک ہو گا پھر اس کا کوئی حاسد یا دشمن ضرور ہو گا جو اس پر بدگمانی کرے گا وہم کرے گا کہ یہ میری دشمنی پر آمادہ ہے اور اس پر کوئی داؤ چلائے گا اور خفیہ طور دھوکہ کرے گا اس لئے کہ لوگ جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہیں تو ہر کھٹکے کو اپنے حق میں مضر سمجھتے ہیں اور چونکہ عوام دنیا پر شدت سے حریص ہیں تو وہ اوروں کو بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہے متنبی نے دو شعر کہے۔

اذا ساء فعل المرء ساءت ظنونه۔ وصدق ما يعتاده من توہم و عادى محبيه بقول عداته۔ واصبح فى ليل من اشك مظلم

ترجمہ: جب کوئی عمل برا ہو تو اس کے گمان بھی برے ہوتے ہیں اور وہ اپنی عادت سے اپنے وہمی امور کو سچا سمجھتا ہے اپنے دشمنوں کی باتوں سے دوستوں سے بھی بغض رکھنے لگتا ہے شک سے رات کی تاریکی ڈوبا رہتا ہے۔

قاعدہ: بروں کی صحبت میں بیٹھنا نیک لوگوں کے ساتھ بدگمانی کا موجب بنتا ہے۔

فائدہ: برائی کے اقسام جو انسان کو آشناؤں اور میل جول والوں سے پہنچتے ہیں بہت ہیں تم ان کی تفصیل کو ترک کرتے ہیں اس لئے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہیں ان میں مجملاً" میں آگے ہیں گوشہ نشینی میں ان سب سے نجات نصیب ہوتی ہے اور جن لوگوں نے گوشہ نشینی اختیار کی ہے ان کی واقعات و حالات پڑھنے سننے بھی۔

میل جول رکھنے کی خرابیاں: 1- حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو آزما لے تاکہ اس کو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے۔

من حمد الناس ولم یبلم۔ ثم بلاہم ذم من یحمد۔ وصار بالوحدۃ مستناسا۔ بوحشۃ الا قرب والا بعد

ترجمہ: جو لوگوں کی تعریف کرتا ہے لیکن انہیں آزمایا نہیں گیا۔ پھر انہیں آزمایا تو جن کی تعریف کرتا تھا اب اس کی مذمت کرتا ہے۔ پھر گوشہ تنہائی میں انس پاتا ہے اور قریبی بعیدی اقرباء اور دوستوں سے وحشت کرتا ہے۔

2- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گوشہ نشینی برے ہم نشین سے راحت ملتی ہے۔

حکایت: کسی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ میں تشریف نہیں لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہاں باقی ہیں وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہیں یا تکلیف پر خوش ہوتے ہیں۔

حکایت: ابن سماک فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک دوست نے خط لکھا کہ انسان ادویہ تھے ہم ان سے علاج کرتے تھے اب ایسے بیمار بن گئے ہیں جن کا علاج نہیں ہو سکتا اب ان سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

حکایت: ایک عربی ہمیشہ ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہم نشین تین خصلتیں رکھتا ہے۔

1- میری بات سنتا ہے تو میری چغلی نہیں کھاتا۔

2- اگر میں اس پر تھوک بھی دیتا ہوں تو برداشت کرتا ہے۔

3- اگر بد خلقی کرتا ہوں تو مجھ پر غصہ نہیں ہوتا یہ بات ہارون رشید نے سنی فرمایا کہ اس شخص نے ہم نشینوں کے متعلق مجھے زاہد بنا دیا۔

حکایت: ایک بزرگ دفتر یا قبرستان میں بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی کے سوا کسی چیز میں سلامتی معلوم نہ ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شے واعظ ہے اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی ہم نشین سودمند ہے۔

حکایت: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا ثابت بنانی (جو اولیاء اللہ میں سے تھے) نے خبر سن کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ حج کو جاتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں حضرت حسن نے فرمایا کہ بھائی اسی میں خیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری میں رہیں مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ساتھ اگر رہیں گے تو ہم ایک دوسرے کے ایسے حال دیکھیں گے جن سے باہم بغض کی صورت ہو گی۔

فائدہ: اس سے ایک اور فائدہ گوشہ نشینی کا معلوم ہوا یعنی گوشہ نشینی دیں اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہے اور عیوب چھپے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف (البقرا 273) ترجمہ کنزالایمان: نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب۔ ترجمہ: ان کے سوال نہ کرنے سے جاہل انہیں دولتمند خیال کرتے ہیں۔

ولا عار ان زالت عن الحر نعمۃ ولکن عاراں یزول بعمال

ترجمہ: مال چلا جائے تو شرفاء کو عار نہیں ہاں حسن و جمال (اچھی عادات) چلے جانے سے انہیں عار اور ننگ ہے۔

قاعدہ: انسان اپنے دین و دنیا اور اخلاق اور افعال میں ایسے عیوب ضرور رکھتا ہے جن کا چھپانا ہی دارین میں اس کے حق میں مناسب ہوتا ہے اور ان کے ظاہر ہونے پر سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

لطیفہ: حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دور سابق میں لوگ ایسے پتے تھے جن میں کانٹے نہ تھے اور آج لوگ کانٹے ہیں جس میں پتے نہیں۔

فائدہ: جب حضرت ابودردا صحابی کے زمانہ کا حال ایسا ہو وہ خیر القرون تھا تو ظاہر ہے کہ جو زمانہ کے بعد ہو وہ اس سے بدتر ہی ہو گا۔

حکایت: سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری نے اپنی زندگی میں بیداری میں اور مرنے کے بعد خواب میں مجھے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے آشنائی نہ کرو کہ ان سے بچنا بہت مشکل ہے اور میرے گمان میں جو برائی مجھے پہنچی وہ آشنا ہی سے پہنچی۔

حکایت: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مالک بن دینار کی خدمت میں حاضر ہوا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپ کے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوئے تھا میں نے چاہا کہ کتے کو ہٹادوں آپ نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو یہ کوئی ضرر اور ایذا نہیں رکھتا ہے اور برے ہم نشین سے بہتر ہے۔

حکایت: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے تنہائی اختیار کی انہوں نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دین چھن جائے اور مجھے خبر بھی نہ ہو۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ برے ہم نشین کے اخلاق کو طبیعت چرا لیتی ہو۔

فائدہ: حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور لوگوں سے کنارہ کش ہو۔ کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہیں تو اس کی پیٹھ زخمی کر دیتے ہیں اگر گھوڑے پر سوار ہوں تو اس کی کمر توڑ دیتے ہیں اگر اہل ایمان کے دل میں جگہ کرتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں۔

فائدہ: کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمہارا دل و دین خوب محفوظ رہے گا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اس لئے کہ جس قدر آشنا زیادہ ہوں گے اسی قدر حقوق زیادہ ہوں گے اور سب کا ادا کرنا دشوار ہو گا۔

فائدہ: کسی بزرگ کا قول ہے کہ جسے پہچانتے ہو اس سے اجنبی بنو اور جسے نہیں پہچانتے اس سے جان پہچان نہ کرو۔

فائدہ: گوشہ نشینی میں نہ لوگ تم سے طمع کریں گے نہ تم اور دن سے اور لوگوں کی طمع کا تم سے منقطع ہونا ایک نہایت مفید کام ہے اس لئے کہ لوگوں کا راضی کرنا تو ممکن نہیں اس سے یہی بہتر ہے کہ سالک اپنے نفس کی ہی اصلاح کرے اور ادنیٰ اور آسان حقوق میں سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیموں اور عقد نکاح میں حاضر ہونا ہے اور ان سب میں تضیع اوقات اور آفات کا نشانہ بنتا ہے پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالک ان میں سے بعض حقوق ادا کر نہیں سکتا اور عذر اگرچہ قبول ہوتا ہے مگر ہر عذر قابل اظہار کے نہیں ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نہ کیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہے کہ جو شخص بیمار کو عیادت کے وقت میں نہیں پوچھتا وہ یہ چاہتا ہے کہ بیمار مذکور مرجائے تاکہ اچھا ہونے پر اس کی نظر میں عیادت نہ کرنے سے شرمندگی نہ ہو اور جو شخص کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہو اس سے سب راضی رہتے ہیں لیکن جب ایک میں شریک ہو اور دوسری میں نہ ہو اس سے وحشت کرتے ہیں اور اگر کوئی شب و روز تمام اوقات میں ادائے حقوق کا احترام کرے تب بھی تمام حقوق ادا نہ ہو سکیں گے کسی کو دنیا یا دین کا کوئی شغل بھی ہو تو اس سے کیسے ادا ہو سکتے ہیں۔

نکتہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دوستوں کا زیادہ ہونا قرض خواہوں کی طرح یعنی جتنے دوست زیادہ ہواں گے اتنے ہی ان کے حق ادا کرنے ہوں گے اور ابن روحی نے ایک قطعہ کہا ہے

عدوک من صدیقک مستفاد۔ فلا تستکثرن من الصحاب۔ فان الداء اول اتراہ یکون من الطعام و الشراب۔

ترجمہ: تیرا دوست بھی بالا آخر دشمن ثابت ہو گا اسی لئے زیادہ دوست نہ بنا سب سے بڑی بیماری جو تم دیکھ رہے ہو کھانے پینے سے ہوتی ہے۔

نکتہ: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ظالموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہر عداوت کی جڑ ہے۔

دوسروں سے نفع لینے کی امید کے انقطاع کے فوائد: جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت دیکھتا ہے اس کی حرص جنبش کرتی ہے اور حرص کے زور سے لالچ ابھرتی ہے اور اکثر طمع میں بجز نامرادی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے بہت سخت ایذا اٹھاتا ہے اگر گوشہ نشینی کرتا تو پھر ایسی خرابیوں کو دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی جب کسی شے کو دیکھے نہیں تو اس کی تمنا اور طمع بھی نہ کرے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا" منھم (الحجر 88) ترجمہ کنزالایمان: اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(حدیث) انظروا الی من ہو دونکم ولا تنظروا الی من ہو فوقکم فانہ اجدران لا تزدروانعمۃ اللہ علیکم

نعمہ

حکایت: عون بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں ابتدا میں دولت مند کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اداس رہتا کہ ان کے کپڑے اپنے کپڑوں سے بہتر دیکھتا اور ان کی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا پھر میں نے فقراء کی ہم نشینی اختیار کی تو راحت ہو گئی۔

حکایت: مزنی ایک دن جامع مسجد فسطاط کے دروازہ سے نکلے تو ابن عبدالحکم اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرا مزنی ان کا حال دیکھ کر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی

وجعلنا بعضکم لبعض فتنة تصبرون

ترجمہ: ہم نے تمہارے بعض کو بعض کے لئے فتنہ بنایا تو کیا صبر کرو گے پھر فرمایا کہ ہاں میں صبر کروں گا اور راضی ہوں گا آپ تنگ دست اور کم مایہ تھے۔

فائدہ: جو شخص اپنے گھر میں رہتا ہے وہ ان جیسے فتنوں میں مبتلا نہیں ہوتا۔

فائدہ: دنیا کی زینت دیکھنے پر تو دو ہی حال ہوں گے یا یہ کہ دین اور یقین قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہے کہ صبر کی تلخی صبر (معبر دوائی کا نام ہے) سے بھی زیادہ کڑوی ہے یا یہ کہ اس کی خواہش اور طمع ابھرے اور طلب دنیا کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہو جائے دنیا میں تو اس طرح کہ اکثر تمنائیں انسان کی پوری نہیں ہوتیں ہر طالب اور طامع گویا اس مصرع کا مصداق رہتا ہے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور آخرت میں تباہی کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالیٰ کے ذکر الٰہی پر ترجیح دے اسی وجہ سے ابن اعرابی نے ایک شعر کہا ہے۔

اذا كان باب الذل من جانب الغنى سموت الى العلياء من جانب الفقر

ترجمہ: جب تونگری میں ذلت نظر آئی تو میں فقر و فاقہ سے بلندی کو پہنچا۔

فائدہ: پاگلوں اور احمقوں کے دیکھنے اور ان کی بیوقوفی اور اخلاق سے ایذا سے نجات حاصل ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کا دیکھنا گویا آدھا اندھاپن ہے۔

حکایت: اعمش سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھیں چندھی کیوں ہو گئیں فرمایا نکھٹوں اور احمقوں کے دیکھنے سے۔

لطیفہ: سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے پاس تشریف لے گئے تھے اور فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی آنکھیں چھین لیتا ہے ان کے عوض میں سے وہ چیز دیتا ہے جو آنکھوں سے بہتر ہو تو آپ کو کون سی چیز عوض میں ملی ہے انہوں نے مزاحاً" فرمایا کہ مجھے آنکھوں کے عوض یہ کہہ دیا کہ نکمے لوگوں کو دیکھنے سے۔

بچا اور میں بھی انہیں میں سے ہوں۔

حکایت: ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک شخص مجھ سے کہتا تھا کہ میں نے ایک بار پاگل کو دیکھا تو مجھے غش آ گیا۔

طبی فائدہ: الینوس نے کہا ہے کہ ہر شے کا ایک بخار ہے اور روح کی تپ نکمے لوگوں کو دیکھنا ہے۔

حکایت: امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب میں نکمے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں تو میری بدن کی وہ طرف جو ان کی جانب ہو دوسری طرف کی بہ نسبت مجھے بھاری محسوس ہوتی ہے۔

خلاصہ الفوائد: پہلے دو فائدوں کے سوا چار فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہیں ہاں یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان جب نکمے آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائے گا تو اس کی غیبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو برا سمجھے گا اور جب دوسرے لوگوں سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کی وجہ سے ایذا پائے گا ان سے بدلہ لئے بغیر چین نہ لے گا اور یہ تمام امور بالا آخر دین میں خرابی لاتے ہیں اور گوشہ نشینی میں ان سب سے سلامتی رہتی ہے۔

گوشہ نشینی کے نقصانات: مقاصد دینی اور دنیوی جو دوسروں کی مدد سے حاصل ہوتے ہیں وہ میل جول کے بغیر میسر نہیں ہو سکتے جو امور کہ میل جول سے حاصل ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ تنہائی میں رہنے سے جاتے رہیں گے اور ان کا جانا ضائع ہونا گوشہ نشینی کے نقصانات میں سے ہے ہاں میل جول کے فوائد کو اگر لحاظ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ گوشہ نشینی کی وجہ سے اتنے فوائد فوت ہو جائیں گے اور میل جول کے یہ فوائد ہیں۔ 1- تعلیم 2- تعلم 3- نفع پہنچانا 4- نفع حاصل کرنا 5- ادب سکھانا 6- انس حاصل کرنا 7- ادب سیکھنا 8- دوسروں کا انیس ہونا 9- حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور ثواب پہنچانا 10- تواضع کا عادی ہونا 11- حالات کے دیکھنے سے تجربوں کا حاصل کرنا 12- عبرت پکڑنا یہ میل جول کے فوائد ہیں اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہیں۔

نقصان نمبر 1: گوشہ نشینی سے تعلیم و تعلم فوت ہو جاتا ہے جن کی فضیلت ہم باب العلم میں بیان کر چکے ہیں اور یہ دونوں دنیا میں بڑی عبادات میں سے ہیں اور یہ بغیر میل جول کے حاصل نہیں ہو سکتے ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ علوم بہت ہیں بعض ضروری نہیں ہیں اور بعض ضروری ہیں تو جن علوم کا سیکھنا انسان پر فرض ہے اگر نہ سیکھے گا اور گوشہ نشینی کرے گا تو گناہ گار ہو گا اور اگر مقدار فرض کو سیکھ چکا ہے اور باقی علوم میں غور و خوض گوشہ نشینی سے نہیں ہو سکتا اور عبادت کرنے کو دل چاہتا ہے تو گوشہ نشینی کرے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہے تو قبل تعلم گوشہ نشینی کرنا اس کے حق میں نہایت نقصان اور سراسر گھاٹا ہے اسی لئے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہے کہ پہلے عالم بنو پھر گوشہ نشینی کرو۔

مسئلہ: جو شخص علم سیکھنے سے پہلے گوشہ نشینی کرتا ہے وہ اکثر اوقات سونے میں یا کسی ہوس کی فکر میں ضائع کرتا

ہے مقصد یہ ہے کہ تمام اوقات و عبادت میں مستغرق رہے اور جسم سے نیک اعمال کرتا ہے مگر دل میں طرح طرح کی خرابیوں سے نفس کی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کروں گا کہ اس کو خبر بھی نہ ہو گی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے اعتقاد میں کسی قسم کے غلط تصور باندھ کر ان سے انس حاصل کرے گا اور اسے اکثر فاسد و ساوس پیش آئیں گے جن کی وجہ سے اکثر اوقات شیطان کا کھلونا بنے گا اور دل میں خود کو عابد و زاہد سمجھے گا۔

فائدہ: علم دین کی اصل ہے اور علوم اور گوشہ نشینی میں خیر نہیں یعنی جو شخص تنہائی میں عبادت کرنا اچھی طرح نہیں جانتا اور اسے معلوم نہیں کہ خلوت میں کون سی باتیں ضروری ہیں اسے گوشہ نشینی سے کچھ فائدہ نہ ہو گا اس لئے کہ انسان کا نفس ایسا ہے جیسے مریض طبیب مشفق کے علاج کا محتاج تو اگر کوئی جاہل مریض طب نہ سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہئے تو ظاہر ہے کہ مرض سے دوہری ایذا پائے گا پس بجز عالم دین کے اور کسی کو گوشہ نشینی موزوں نہیں۔

تعلیم کے فوائد: تعلیم میں بھی بڑا ثواب ہے بشرطیکہ معلم اور متعلم دونوں کی نیت صحیح ہو اگر معلم کا ارادہ ہو کہ میری قدر و منزلت بہت ہو اور شاگرد اور تابعدار زیادہ ہوں تو یہ دین کی خرابی ہے اور ہم نے اس کی وجہ باب العلم میں ذکر کی ہے۔

دور حاضر کے علماء: اس زمانے میں عالم دین کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو گوشہ نشینی کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہیں آتا جو دین کے فائدے کے لئے علم حاصل کرتا ہو بلکہ ایسی چوڑی چکنی باتوں کے طالب ہیں جن سے وعظ میں عوام کو اپنی طرف پھیرلیں یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہیں کہ ان سے ہمسروں کو لاجواب کریں اور حکام کے یہاں تقرب حاصل کریں اور فخر و مباہات کے مقام میں علم کو استعمال کریں (مسئلہ) مرغوب علوم میں سے سب سے مقرب مذہبی علم ہے۔ ۱ـ

۱ـ کہ کالجوں و سکولوں کی دنیوی تعلیم

یعنی روایات فقیہ جن پر فتویٰ ہے مگر ان کو غالباً اس لئے سیکھتے ہیں کہ ہم سروں سے بڑھ کر رہیں اور عہدہ جات دنیوی پر مامور ہو کر مال جمع کریں دین اور میل جول اسی امر میں ہے کہ عالم ایسے طالب علموں سے احتراز کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالیٰ کے لئے علم سیکھے اور علم سے مد نظر اللہ تعالیٰ کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز نہ کرنا اور اس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہروں میں (دیہاتوں میں بھی اویسی غفرلہ) بھی ایک دو سے زائد نہیں ہو سکتے۔

الحمد اللہ اب بھی ایسے طالب علم مل جاتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کو سینکڑوں ایسے صاحبان میسر ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

ازالہ وہم: سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا نہ کھانا کہ ہم نے علم کو غیر اللہ کے لئے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز

سے کالجوں وسکولوں کی [illegible]

اس کے کہ اللہ ہی کے لئے ہو اور اس دھوکہ میں آ کر یہ نہ سمجھنا کہ علماء علم غیر اللہ کے لئے سیکھتے ہیں مگر بعد کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کا حال تمہارے پیش نظر ہے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی میں مرتے ہیں اور اسی کے حریص رہتے ہیں بہت علماء دیکھو گے کہ دنیا سے اعراض کریں یا اس کے زاہد بنیں۔

مزید توضیح: جس علم کی طرف سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ علم حدیث اور تفسیر اور سید انبیاء علیہ اسلام اور اصحاب کبار کے حالات ہیں کہ اس میں غور خوض کرنا موجب خوف الٰہی ہوتا ہے اور اگر وہ اس وقت اثر نہیں ہوتا تو بالآخر موثر ہوتا ہے ہاں علم کلام اور فقہ خالص جو معاملات کے فتاویٰ اور خصومات مذہبی کے فیصلوں پر مشتمل ہوتی ہے اس کی تاثیر یہ نہیں کہ جو کوئی اس میں دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے بلکہ اس کے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہے گا اور غالباً جو باتیں ہم نے اپنی اس کتاب میں لکھی ہیں اگر طالب علم ان کو دنیا ہی کی رغبت کے لئے سیکھے تو اس کو اجازت دی جا سکتی ہے اس وجہ سے کہ ہمیں توقع ہے کہ آخر عمر میں اپنی حرکت سے وہ باز آ جائے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے اور آخرت پر راغب کرنے اور دنیا کے ڈرانے پر ہے اور یہ وہ باتیں ہیں کہ احادیث اور تفسیر قرآن مجید میں ملتی ہیں۔

دور غزالی قدس سرہ تو پھر بھی مقدس تھا۔ اب کے دور کا حال امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ دیکھتے تو نامعلوم کیا فرماتے یہ ہمارا جہاد ہے کہ ہم اس دور میں تعلیم و تدریس میں منہمک ہیں الحمد اللہ علی ذلک (2] اویسی غفرلہ)

اور علم سلام اور اقوال راجح و مرجوع فقہ میں نہیں ملتے تو ایسا نہ ہو کہ سالک اپنے دل میں دھوکہ کھا کر صرف اس کی تحصیل میں منہمک ملک رہے اور سمجھے کہ میں اچھا کر رہا ہوں کیونکہ قصور وار اگر اپنے قصور کو جانتا ہے تو وہ اس سے اچھا ہوتا ہے جو ناوان اور دھوکا کھایا ہو یا عمداً نادان بن کر نقصان اٹھائے اور وہ عالم جو تعلیم پر شدت سے حریص ہو دور نہیں کہ اس کی غرض قبول و جاہ ہو اور اس کو سردست بھی نفع ہو کہ جاہ و مراتب پر فخر اور ناز کر کے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

حکایت: بشر نے سترہ صندوق کتب احادیث کے سماع کئے تھے سب کو دفن کر دیا پھر کوئی حدیث روایت نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے تمنا ہے کہ حدیث روایت کروں لیکن اسی وجہ سے روایت نہیں کرتا کہ مجھ میں تکبر نہ آ جائے۔

مسئلہ: اگر دل میں حدیث کے بیان کرنے سے نفسیاتی خواہش نہ ہو ورنہ اس پر بھی گرفت ہے۔

فائدہ: انہی بشر نے فرمایا کہ لفظ حدثنا دنیا کے دروازوں کا ایک پھاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے لئے وسعت کرو۔

حکایت: رابعہ عدویہ نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کی رغبت نہ ہوتی آپ نے

پوچھا کہ میں نے کون سی چیز میں رغبت کی ہے رابعہ نے کہا روایت حدیث میں۔

فائدہ: ابو سلیمان درانی نے فرمایا کہ جس نے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحت میں مشغول ہو تو اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور ان آفات پر ہم باب العلم میں آگاہ کر چکے ہیں۔

مسئلہ: میل جول اسی میں ہے کہ جس قدر ہو سکے شاگرد کم کرے اور تنہائی اختیار کر کے اس سے احتراز کرے بلکہ جو شخص تدریس اور تعلیم سے دنیا کا طلب گار ہو تو اس دور میں اس کے حق میں بہتر یہی ہے کہ اگر عقلمند ہے تو تدریس چھوڑ دے

حضرت ابو سلیمان خطابی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کا حال یوں بیان کیا ہے حقیقت یہ ہے درست کہا ہے جو لوگ تمہارے پاس علم پڑھنے اور تم سے کچھ سیکھنے کے راغب ہوں تو ان کو ترک کرو کہ ان سے نہ مال ملے گا نہ جمال وہ لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہیں جب دیکھتے ہیں تو خوشامد کرتے ہیں اور پس پشت غیبت کرتے ہیں۔ 2۔

اور اگر کوئی تمہاری ملاقات کو آتا ہے تو تمہارے افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جا کر تمہاری برائیاں بیان کرتا ہے یہ لوگ نفاق اور چغلی اور کینہ اور فریب کے بندے ہیں ان کے جمع ہونے سے دھوکا نہ کھانا ان کی مراد علم کی تحصیل نہیں بلکہ جاہ و مال کے خواہاں ہیں تمہیں اپنے مطالب کا زینہ یا اپنی حاجات کا گدھا بنانا چاہتے ہیں اگر کسی غرض میں تم سے کوتاہی ہو جائے تو سخت دشمن بن جاتے ہیں پھر تمہارے پاس آمدورفت کا ناز کرتے ہیں اور اس کا تم پر حق واجب سمجھتے ہیں اور تم سے اس کے خواہاں ہیں کہ اپنی عزت اور دنیا و دین سب ان کے لئے خرچ کرو۔ یعنی ان کے دشمنوں سے عداوت کرو اور ان کے قریب کے رشتہ داروں کی مدد اور خدام اور دوستوں کی اعانت کرو ان کی مرضی ہے کہ تم استاد (عالم ہو کر ان کے تابع رہو)

اور وہ متبوع اور تمہارے سردار ہوں تم ان کے تابعدار اور ذلیل و خوار ہو۔

فائدہ: عوام سے کنارہ کرنا مروت کامل ہے یہ تقریر ابو سلیمان کا خلاصہ ہے اور درست اور بجا ہے کہ اساتذہ بیچارے ہمیشہ کی غلامی میں رہتے ہیں یعنی جو کوئی ان کے پاس آتا ہے وہ اپنا حق جتلاتا ہے اور بڑا احسان بتاتا ہے گویا استاد کو

۱۔ یہ تو اس زمانہ کے شاگرد تھے جبکہ ہمارا حال اس سے درجہا بدتر ہے لیکن شکر ہے۔ اویسی غفرلہ

2۔ بلکہ بغاوت و عداوت میں سر نہیں چھوڑتے اس کے باوجود پھر بھی ہم تدریس کو نہیں چھوڑ رہے۔ (الحمد اللہ اویسی غفرلہ) فقیر اویسی غفرلہ کو اس سے بھی بڑھ کر نالائق شاگرد نصیب ہیں لیکن محسوس اس لئے نہیں ہوتا کہ ان سے کئی گنا زائد بہتر و برتر تلامذہ بھی میسر ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

۱۔ جیسے پاکستان میں ضیاء دور میں حکومت کی طرف گرانٹ شروع ہوئی تو جن مدارس کو گرانٹ ملتی تو افسران اہل مدارس کی ذلت میں جو کر گزرتے وہ سب کو معلوم ہے اویسی غفرلہ۔

کوئی جاگیر بخش دی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر استاد اپنی آمدنی سے شاگردوں کی امداد و خوراک کی بھی صورت بنائے تو وہ بیچارہ حکام و افسران اور امراء کا سلامی ہوتا ہے اور قسم و قسم کی ذلت اور رسوائی اٹھاتا ہے یہاں تک کہ حکومت کسی حرام آمدنی سے اس کے لئے کچھ لکھ دیتی ہے تو اسے افسروں کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اور بہت دنوں تک اس کے دفتروں میں ذلیل ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے مال اس طرح وصول ہوتا ہے کہ گویا اس نے اپنی جیب سے دیا ان تمام مشقتوں کے بعد طلبہ میں تقسیم کرنے کا نیا دور اٹھاتا ہے یعنی اگر سب کو برابر دیتا ہے تو محنتی طلبہ ناراض ہوتے ہیں استاد کو احمق کہتے ہیں کہ اسے تمیز نہیں کہ مصارف اہل فضل کے کتنے ہوتے ہیں اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہیں جانتے اگر عدل وانصاف سے تقسیم کرتا ہے تو طلبہ بھی اس پر زبان درازی کرتے ہیں اور شیر واژدہا کی طرح اس پر حملہ آور ہوتے ہیں استاد کی دنیا میں تو یوں مٹی خراب رہتی ہے اور آخرت میں اس مال کی تقسیم کرتا ہے۔ اس کے حقوق میں اس سے بھی باز پرس ہوگی۔

اساتذہ کی خرابیاں: اساتذہ مذکورہ بالا مصائب و مشکلات کے باوجود انہیں نفس امارہ جھوٹی آرزوئیں دلاتا ہے اور اس پر غریب کے داؤ چلاتا ہے کہ تو اپنے کام میں سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہے اس سے رضائے الٰہی کا طالب ہو اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے میں ساعی ہے اور بندگان اللہ میں سے جو علم کے طالب ہیں ان کی خدمت کرتا ہے اور سلاطین کے مال خاص ان کی ملک نہیں بلکہ وہ مصلحتوں کیلئے ہیں اور علم کے زیادہ کرے سے کوئی مصلحت زیادہ تھیں کیونکہ علماء کے سبب سے دین کا اظہار اور اہل دین کی تقویت ہے۔ اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہ ہوتا تو ادنیٰ تامل سے جان لیتا کہ زمان کی خرابی کی وجہ یہی ہے کہ ایسے فقیہ (علماء بے عمل) بہت ہو گئے کہ جو حاصل کرتے ہیں کھا جاتے ہیں اور حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے اور جاہل ان کو دیکھ کر گناہوں پر جرات کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ رعیت خراب نہیں ہوئی مگر بادشاہوں کے خراب ہونے سے اور بادشاہ خراب نہیں ہوتے مگر علماء کی غلط کاریوں سے ہم سب اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں مضائقہ کھانے اور بصیرت کے چلے جانے سے کیونکہ یہ ایسا فرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

نقصان نمبر2: گوشہ نشینی سے دوسروں سے نفع اور نفع لینا فوت ہو جاتا ہے۔ یعنی لوگوں سے خود نفع اٹھانے سے ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں اور یہ بغیر میل جول کے حاصل نہیں ہو سکتے تو جو شخص معاملات و کسب کے ضرورت مند سے خواہ مخواہ گوشہ نشینی یا تارک الدنیا ہوگا پھر امور میں اگر شریعت کے بمطابق عمل کریگا تو میل جول ... بڑی دقت اٹھانی پڑیگی۔ چنانچہ باب الکسب بیان معیشت میں ہم لکھ چکے ہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس اس قدر سرمایہ ہو کہ اسے کفایت کرے تو ایسے سالک کے حق میں گوشہ نشینی افضل ہے اس لئے کہ اب کسب معیشت اس کے لئے معاصی سے نہیں ہوگا۔

مسئلہ: یہ خیال ہو کہ کسب معیشت میں خیرات کا طریقہ جاری رکھے اور حلال کمائی سے کھا کر صدقہ خیرات کرے

تو یہ اس گوشہ نشینی سے بہتر ہے جو صرف نقل صالحین اختیار کرے مگر اس گوشہ نشینی سے افضل نہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کیلئے ہو اور نہ اس سے بہتر ہے کہ سالک ہمہ تن ہمت سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور صرف ذکر الٰہی میں مشغول رہے یعنی کشف و بصیرت کے ساتھ اسے مناجات الٰہی سے انس ہو تو پھر گوشہ نشینی میں حرج نہیں وہمی باتوں اور خیالات فاسدہ کے طور پر ہو تو پھر گوشہ نشینی میں نقصان ہے۔

فائدہ: دوسروں کو نفع پہنچانا یوں ہو کہ مال سے ان کے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے ان کی خدمت بجا لائے اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی ضروریات پورا کرنا بہت بڑا اجر ہے۔ مگر یہ بغیر میل جول کے کام نہ بنے گا تو جو شخص کہ عوام کی ضروریات پورا کرنے پر قادر ہو اور اس کے ساتھ شریعت کی حدود کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے تو اسے سالک کیلئے میل جول گوشہ نشینی کی بہ نسبت افضل ہے۔ بشرطیکہ گوشہ نشینی میں نوافل نماز اور اعمال صالحہ کے سوا اور کچھ نہ کرنا ہو اور جس سالک کو دل سے عمل کرنے کا راستہ کھل گیا ہو اور دائماً ذکر و فکر میں رہتا ہو تو اس کے برابر دوسرا کوئی نیک عمل نہیں ہو سکتا۔

نقصان نمبر3: گوشہ نشینی میں تادیب اور تادب سے باز رہنا پڑتا ہے تادب سے مراد یہ ہے کہ نفس کا پسندیدہ ہو جانا اور لوگوں سے ایذا کا تحمل تاکہ نفس کمزور پڑ جائے اور شہوت مغلوب ہو اور نفس کا پسندیدہ ہونا بھی بغیر میل جول کے نہیں ہو سکتا اور یہ میل جول گوشہ نشینی سے اس سالک کے حق میں بہتر ہے۔ جس کے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کے تابع ہوں۔ اسی وجہ سے خانقاہوں کے خدام جو صوفیہ کرام کی خدمت کرتے ہیں۔ اس عمل کو بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ عوام سے سوال کرتے ہیں نفس کی رعونت کمزور پڑ جاتی ہے اور صوفیہ کرام کی دعا سے برکت ہوتی ہے جو ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہیں سابق دور کے آغاز میں اس عمل کی وجہ یہی تھی اب اس میں چونکہ اغراض فاسدہ مل گئے ہیں اور بزرگوں کا طریقہ باقی نہیں رہا جیسے دین کے دیگر شعائر اپنی اصلی ہیت سے ہٹ گئے ہیں اب خدمت کیلئے یہ لوگ تواضع اس لئے کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ تابع ہو جائیں اور بہت سامان مل جائے اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے گوشہ نشینی بہتر ہے اگرچہ کسی قبر ہی کے پاس ہو اگر وہ فی الواقع نفس کی رعونت دور کرنے کی نیت ہو تو جو سالک ریاضت کا محتاج ہو اس کے حق میں گوشہ نشینی کی بہ نسبت یہی بہتر ہے اور ریاضت کی ضرورت ابتدء سلوک میں ہوتی ہے بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ گھوڑے کو جو دوڑاتے ہیں اس سے فقط دوڑانا مقصود نہیں ہے بلکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ شائستگی کے بعد اس کو قطع منازل کیلئے سواری بنایا جائے گا اور جس منزل کو جانا چاہیں اس کے ذریعہ سے پہنچ سکیں گے۔ اسی طرح سالک کا جسم دل کی سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر طریق آخرت کے منازل کو قطع کرے اور چونکہ اس میں بہت سی شہوات ہیں کہ اگر انہیں دور نہ کیا جائے تو راستہ میں سرکشی کریگا۔ اس لئے ریاضت کی ضرورت ہوئی مگر مقصود سواری ہی ہے پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت میں مشغول رہے تو اس کی مثال ایسی ہو گی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو دوڑائے اور

اس پر سوار نہ ہو تو اس صورت میں اس کی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سروست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ یہ فائدہ بھی مقصود ہے مگر ایسا فائدہ تو مردہ جانور سے بھی حاصل ہے مگر گھوڑا تو اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے زندگی میں کوئی کام لیا جائے۔ اسی طرح نفس کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہے۔ مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہیں بلکہ اس کے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مدنظر ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ صرف ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہ ہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا۔

حکایت: کسی نے راہب سے کہا اے راہب (اللہ والا) اسنے جواب دیا کہ میں تو راہب نہیں ہوں بلکہ میں ایک باولا کتا ہوں۔ میں نے اپنے نفس کو روک لیا ہے کہ لوگوں کو نہ کاٹوں۔

فائدہ: ایسا شخص بہ نسبت موذی جانور کے بہتر ہے مگر صرف اسی قدر پر قناعت نہیں چاہئے کیونکہ جو شخص خود کو قتل کر ڈالے تاکہ لوگوں کو ایذا نہ دے تو اس میں بھی ہو جائے گا مگر طریق آخرت طے نہ ہوگا اسی لئے چاہئے کہ اپنے انتہائے مقصود کو مدنظر رکھے کہ ریاضت کے بعد کیا کرنا ہوگا اور جب کوئی اس نکتہ کو سمجھ لیگا تو وہ راست پر آ کر سلوک پر قادر ہوگا۔ اس پر واضح ہو جائیگا کہ گوشہ نشینی اس کے لئے اس طریق میں زیادہ معین و مددگار ہے۔ بہ نسبت میل جول کے یعنی ایسے شخص کیلئے ابتداء میں میل جول افضل ہے پھر بالآخر کو گوشہ نشینی تادیب سے اور ہماری مراد دوسرے کو ریاضت کش بناتا ہے۔

جیسے صوفیہ کے مرشدانی کرام مریدین: کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ بھی بغیر میل جول کے نہیں ہو سکتا یعنی مرشد جب تک مریدوں کے ساتھ میل جول نہ کریگا ان کی تادیب پر قادر نہ ہوگا اور مرشد کا حال استاد معلم کی طرح ہے اور جو حکم مدرس معلم کا وہی مرشد کا ہے اور ارشاد میں بھی آفت باریک ایسے آتے ہیں جیسے علم کے سکھلانے میں ہاں اتنا فرق ہے کہ جو مرید طالب ریاضت ہیں ان میں طلب دنیا کے آثار بہت دور ہوتے ہیں اور طالبان علم میں طلب دنیا کے علامات قریب ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہیں اور طلبہ علم بہت تو اس صورت میں چاہئے کہ جو بات خلوت سے حاصل ہو اس سے اس کا مقابل کرے جو میل جول سے میسر ہے ان دونوں میں سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا گہری جدوجہد سے متعلق ہے اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے اس پر حکم نفی یا اثبات کا حکم مطلقاً بغیر تفصیل کے نہیں کر سکتے۔

نقصان نمبر 4: گوشہ نشینی سے دوسروں سے انس لینے اور ان کو انس دینے کی قوت ہوتی ہے اور یہ اس سالک کو منظور ہوتا ہے جو ولیموں اور دعوتوں اور دل لگی کے مقامات میں نہیں جاتا اور اس کا مقصد سردست لذت نفسانی ہوتا ہے اور کبھی دیانت بھی مطلوب ہوا کرتی ہے جیسے کوئی مشائخ سے انس حاصل کرے اس وجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقویٰ اور ورع میں رہتے ہیں تو ان کے اقوال اور احوال کو دیکھ کر انس حاصل کرنا دین و اسلام میں مستحب ہے۔

مسئلہ: حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہے جیسے اس شخص سے انس کرنا جس سے انس کرنا درست نہ ہو اور کبھی مباح

اور بعض اوقات مستحب ہے بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت میں کچھ فرحت کی کیفیت متحرک ہو اور دل کو راحت ملے اس لئے کہ دل سے اگر بزور متواتر کام لیا جاتا ہے تو دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اگر تنہائی میں وحشت ہو اور دوسروں کے پاس بیٹھنے سے دل کو انس اور راحت پہنچتی ہو تو میل جول اولیٰ ہے کیونکہ عبادت میں نرمی برتنا احتیاط کا کام ہے۔

حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان اللّٰہ لا یمل حتّٰی تملوا

اللہ تعالیٰ ملال نہیں کرتا یہاں تک کہ تم ملال کرو۔

جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ کوئی کام لگا لیتا ہے تو بالآخر مغلوب ہو جاتا ہے اور دین غالب رہتا ہے احتیاط اسی میں ہے کہ دین میں نرمی سے داخل ہو۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر مجھے وسواس کا خوف نہ ہوتا تو میں عوام سے ہم نشینی نہ کرتا اور ایک دفعہ یوں فرمایا کہ ایسے شہروں میں چلا جاتا جہاں کوئی انس نہ ہوتا اور آدمیوں کی خرابی آدمیوں ہی سے لگا کرتی ہے تو اس صورت میں گوشہ نشینی کے لئے ایک رفیق ضروری ہے جس سے رات دن میں دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلائے مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہئے جو فقط اس ایک گھنٹہ میں اس کے تمام گھنٹوں کی محنت ضائع نہ کرے۔

حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخال ترجمہ: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

فائدہ: چاہئے کہ رفیق سے ملنے کے وقت زیادہ تر تمنا کرے کہ امور دینی میں گفتگو ہو اور دل کا حال اور اس کی شکایت بیان کی جائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل کم رہتا ہے اور اس کی تدبیر کیا ہے تو اس جراح کے میل جول میں نفس کو راحت ملتی ہے اور جو اس کی اصلاح کے در پے ہے اسے اس میں بڑی گنجائش ہے کیونکہ اگرچہ کتنی ہی عمر زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہ ہوگی اور جو اپنے نفس کے حال سے راضی ہو جاتا ہے وہ یقیناً غلطی کھاتا ہے۔

خلاصہ طریقہ انس: دن کے کسی حصہ میں بعض سالکین کے حق میں گوشہ نشینی بہتر ہے تو گوشہ نشین کو چاہئے کہ اپنے دل کا حال معلوم کرے پھر رفیق کو تلاش کرے تو اس سے ہم نشینی کا حرج نہیں۔

نقصان نمبر 5: گوشہ نشینی میں ثواب کے پہنچنے اور پہنچانے سے محروم رہتا ہے خود کو ثواب ہونا تو یوں ہے کہ جنازوں پر جانا اور بیماروں کا پوچھنا اور عیدین میں شریک ہونا اور جمعہ میں حاضر ہونا گوشہ نشین کو ضروری ہے اسی

طرح تمام نمازوں کی جماعت میں بھی شرکت لازمی ہے جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت میں نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی ایسے ظاہری نقصان کا خوف ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کے برابر ہو تو ترک جماعت ہو سکتا ہے لیکن ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔

مسئلہ: ولیموں اور دعوتوں اور نکاحوں میں شریک ہونے سے بھی ثواب ملتا ہے کہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہے۔

فائدہ: دوسروں کو ثواب پہنچانا اس طرح ہے کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اس کی ملاقات کریں اور مصیبت میں تسکین اور خوشی میں مبارکباد دینا کیونکہ ان امور سے ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ: اگر سالک عالم ہو اور وہ اجازت دے دے کہ عوام زیارت کریں تو ان کو زیارت کا ثواب ملے گا اور اب کا سبب پہلا عالم ہو گا تو سالک کو چاہئے کہ ایسے میل جول کے ثواب کو ان نقصانات کا آفت سے تقابل کرے جو ہم نے ذکر کی ہیں اس صورت میں کبھی تو گوشہ نشینی کو ترجیح ہو گی اور کبھی میل جول کو اور سلف صالحین میں سے بعض حضرات جیسے مالک بن دینار وغیرہ بھی اپنے گھروں میں بیٹھے رہے تھے دعوتوں کا قبول کرنا اور بیماروں کا پوچھنا اور جنازوں پر جانا بالکل ترک کر دیا تھا سوائے بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلقاً باہر نہیں نکلتے تھے اور بعض نے شہروں کی سکونت ترک کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لی تھی کہ عبادت میں فراغت ملے اور کوئی مانع پیش نہ آئے۔

نقصان نمبر6: گوشہ نشینی سے تواضع فوت ہوتی ہے جو افضل مراتب سے ہے یہ تنہائی میں نہیں ہو سکتی بلکہ تنہائی کا باعث کبھی تکبر بھی ہوا کرتا ہے۔

حکایت: بنی اسرائیل کے حالات میں ہے کہ کسی حکیم نے حکمت کی تریسٹھ کتابیں تصنیف کی تھیں یہاں تک کہ اسے گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا مرتبہ ہو گا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں حکیم سے کہہ دو کہ تو نے اپنی خرافات سے تمام زمین بھر دی میں تیری کوئی محنت قبول نہیں کرتا اس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے تہ خانہ میں رہنے لگا اور دل میں کہا کہ اب میں اپنے پروردگار کی محبت کو پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نبی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اسے کہدو کہ میری رضا کو نہ پہنچے گا جب تک کہ لوگوں سے میل جول کر کے ان کے پاس بیٹھا اور ملکر کھانا کھایا اور بازاروں میں ان کے ساتھ چلا پھرا کرو تب اللہ تعالیٰ نے اسی نبی علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اب تو ہماری رضا کو پہنچا۔

فائدہ: گوشہ نشین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی گوشہ نشینی کا سبب تکبر ہوتا ہے اور محفل میں اس وجہ سے نہیں جاتے کہ کوئی توقیر کرے گا آگے نہ بیٹھائے گا یا یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم لوگوں سے نہ ملیں گے تو ہمارا مرتبہ بڑھے گا اور نام زیادہ مشہور ہو گا بعض لوگ اس وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں کہ شاید میل سے ہمارے عیوب ظاہر ہوں گے اور زہد و عبادت کا اعتقاد جو ہم پر کرتے ہیں۔ وہ ختم ہو جائے گا اس لئے وہ اپنے گھر کو اپنی برائیوں کی آڑ بنا

لیتے ہیں تاکہ لوگوں میں عابد و زاہد مشہور ہوں حالانکہ گھر میں ذکر و فکر بھی نہیں کرتے۔

فائدہ: ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ خود کسی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتے اور دوسروں کا اپنے یہاں آنا چاہتے ہیں بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ عوام و حکام ان کے دروازہ اور راستہ پر جمع ہوں اور ان کے ہاتھ کو تبرک سمجھا کریں تو ایسے لوگوں کو اگر میل جول نفرت شغل عبادت کی وجہ سے ہوتی تو جیسا اپنا کسی کے ہاں جانا اچھا نہیں سمجھتے تھے ایسے ہی ان کے پاس دوسروں کا آنا بھی برا جانتے جیسے فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال ہم نے ابھی بیان کیا کہ دوست کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ تم صرف اس لئے آئے کہ میں تمہارے سامنے بن سنور کر بیٹھوں اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اس حاکم سے کہا تھا جو اس سے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہے کہ نہ میں تم کو دیکھوں اور نہ تم۔

فائدہ: جیسے تنہائی میں مشغول بذکر اللہ نہیں اس کی گوشہ نشینی کا سبب یہی ہے کہ شدت سے لوگوں میں مشغول ہو یعنی اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ مجھے وقار اور عزت کی نظر سے دیکھیں پس ایسی گوشہ نشینی کئی وجہ سے جہالت ہے۔ جو سالک علم اور دین میں برا ہوتا ہے سو میل جول اور تواضع سے اس کا مرتبہ کم نہیں ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھجوریں نمک اور اپنے کپڑے اور ہاتھ میں اٹھالاتے اور فرماتے۔

لا ینقص الکامل من کمالہ   اجر من نفع الی عیالہ

ترجمہ: کامل کے کمال کو نقصان نہیں۔ اپنے عیال کے لئے کوئی شے لانا

صحابہ کے معمولات: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکڑی کے گٹھے اور آٹے کے گھڑیاں اپنے کاندھوں پر لاتے تھے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چیز خرید فرماتے اور خود مکان کو لے جاتے اگر کوئی عرض کرتا کہ مجھے عنایت فرمایئے تو فرماتے کہ چیز کا مالک اس کو لے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

حکایت: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سائلوں پر گزرتے جو روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے مانگ کر گزارہ کر کے کھاتے وہ آپ کو عرض کرتے کہ حضرت آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اترتے اور راستہ پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھاتے پھر سوار ہو کر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ جو سالک اس خیال میں ہے کہ عوام مجھ سے راضی رہیں اور میرے متعلق اپنا اعتقاد درست رکھیں وہ غلطی پر ہے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کماحقہ پہچانتا ہے تو یقین کرے کہ خلق اللہ سے کوئی کام نہیں بنتا نفع اور نقصان سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اسکے سوا نہ فائدہ پہنچا سکے نہ ضرر اور جو سالک عوام کی رضا و محبت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں چاہتا ہے تو یہ یوں حاصل نہیں ہو

سکتا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی طلب کی جائے۔

حکایت : حضرت امام شافعی نے یونس بن عبداللہ علی کو فرمایا کہ بخدا میں تیری بھلائی چاہتا ہوں کہ عوام سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہیں اس میں غور و فکر کرو جو اپنے حق میں مصلحت جانو اسے عمل میں لاؤ کسی نے کہا ہے

من راقب الناس يات غما' وقاز باللزق الجسور

ترجمہ: جو لوگوں کا لحاظ کرتا ہے وہ غم میں مرے گا اور لذت سے کامیاب ہو گا جو بیباک ہے۔

حکایت : سہل ستری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فلاح عمل کرو اس نے عرض کیا کہ یہ تو عوام کی وجہ سے میں نہیں کر سکتا آپ اپنے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ سالک کو حقیقت معرفت نہیں ملتی جب تک کہ دو باتوں میں سے ایک کے ساتھ موصوف نہ ہو (1) لوگ اس کی نظر سے گر جائیں کہ دنیا میں سوائے اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھ لے کہ کوئی نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتا (2) اس کا نفس اس کے دل کے سامنے حقیر ہو جائے کہ اس کی کوئی پرواہ نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجھے دیکھیں گے۔

فائدہ: حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا نہیں جس کا کوئی دوست اور دشمن نہ ہو تو جب یہ بات ہے تو ان کے ساتھ رہنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔

حکایت : حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا آپ کی مجلس میں بعض لوگ صرف اسی خیال سے آتے ہیں کہ دیکھیں آپ کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا سوال کر کے آپ کو تنگ کریں آپ نے تبسم فرما کر فرمایا کہ اس سے برا نہ مانو کیونکہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں رہنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے تیار کیا ہے تو عوام مجھے جو کچھ کہیں میں نے کبھی خیال نہیں کیا کہ عوام سے سلامت رہوں گا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے جب وہ مخلوق کے شکوہ سے سلامت نہیں رہا میں کیسے سلامت رہ سکتا ہوں۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ بار الہ لوگوں کی زبان مجھ سے روک دے حکم ہوا کہ اے موسیٰ علیہ اسلام یہ وہ بات ہے کہ اسے میں نے اپنی ذات کے لئے بھی پسند نہیں کیا تو تیرے لئے کیسے پسند کروں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ اسلام پر وحی بھیجی کہ اگر تمہیں یہ بات اچھی محسوس نہیں ہوئی۔ کہ میں تمہیں لوگوں کے منہ میں مسواک کی طرح کر دوں کہ تجھے چبایا کریں تو میں تمہیں اپنے یہاں تواضع کرنے والوں میں

نہ لکھوں گا۔

خلاصہ: جو سالک خود کو گھر میں اس لئے روک رکھے کہ اس کے متعلق عوام کا اعتماد اچھا ہو جائے اور تمام لوگ نیک کہیں تو اسے دنیا میں بھی مشقت ہو گی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ گوشہ نشینی اسے مستحب ہے جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت میں مستغرق رہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عوام سے میل جول کرے تو اس کے اوقات ضائع ہوں اور عبادت پریشان ہو تو گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں یہ نقصانات پوشیدہ ہیں ان سے ضرور بچنا چاہئے کہ ظاہر میں نجات دینے والی معلوم ہوتی ہیں مگر واقع میں ہلاک کرنے والی ہے۔

نقصان نمبر 7: گوشہ نشینی میں تجربے فوت ہو جاتے ہیں جن کا دارومدار عوام سے ملنے اور ان کے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہے اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتوں کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں بلکہ مصلحتیں تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہیں اور جو سالک تجربوں سے خوب ماہر نہ ہو اس کی گوشہ نشینی میں کوئی بہتری نہیں مثلاً اگر کوئی نوجوان گوشہ نشینی کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہے گا بلکہ چاہئے کہ پہلے علم پڑھے اور اس عرصہ میں جتنا تجربہ ضروری ہے اسے حاصل ہو جائیں گے اور اسی قدر کافی ہوں گے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ میل جول ہی کے محتاج نہیں۔

فائدہ: زیادہ ضروری تجربوں میں یہ ہے کہ سالک اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزمائے اور یہ امر تنہائی میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تنہائی میں تو ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہے اور جتنے غصہ والے اور کینہ اور حسد والے ہیں جب علیحدہ ہوتے ہیں تو ان سے کوئی خباثت سرزد نہیں ہوتی اور یہ تمام صفات مہلک ہیں ان کا دفع کرنا واجب ہے اور مغلوب کرنے پر یہ کافی نہیں کہ جن امور سے ان کو حرکت ہوتی ہو ان سے دور رہ کر ان کو ساکن کر دیا جائے کیونکہ دل کی مثال جس میں ایسی صفات ہوں ایسی ہے جیسے پھوڑا جس میں پیپ اور لہوا بھر گئی ہو جب تک اس کو جنبش نہ ہو یا کوئی ہاتھ نہ لگائے تب تک پھوڑے والے کو اس کا درد محسوس نہ ہو فرض کرو کہ جس کے ہاتھ نہیں جو اسے چھوئے اور نہ آنکھ ہے کہ دیکھے اور نہ کوئی اس کے پاس ہے جو اسے حرکت دے تو غالباً وہ یہی سمجھے گا کہ میں تندرست ہوں اور میرے جسم میں کوئی پھوڑا نہیں لیکن جب کوئی اسے حرکت دے گا یا نشتر لگائے گا تو اس میں سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگے گا جیسے بند پانی فوارہ میں سے جوش کرتا ہے اسی طرح جس دل میں کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے برے اخلاق ہوتے ہیں وہ بھی جب جوش کرتے ہیں تب انہیں حرکت دی جاتی ہے اسی وجہ سے سالکان طریق آخرت جو اپنے قلوب کو صاف کرنا چاہتے تھے وہ اپنے نفسوں کا امتحان لیا کرتے تھے تو جسے

اپنے نفس میں تکبر معلوم ہوتا تھا تو وہ پانی کی مشک کمر پر لکڑیوں کا بوجھ سر پر لے کر بازاروں میں پھرتا تھا کہ اس سے نفس کا تکبر دور ہو۔

خلاصہ: نفس کی آفات اور شیطان کے کمر پوشیدہ ہوتے ہیں ایسے لوگ کم ہیں جو انہیں جانتے ہوں۔

حکایت: کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال کی نماز دوبارہ پڑھی باوجود یکہ میں ہر نماز صف اول میں پڑھا کرتا تھا مگر نماز لوٹانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن کسی عذر سے نماز میں پیچھے رہ گیا اور اول صف میں جگہ نہ پائی دوسری صف میں کھڑا ہو گیا تو میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے رہ جانے کی وجہ جو لوگ مجھے میرا نفس لوگوں سے حجالت محسوس کرتا تھا اس وقت سے میں نے جانا کہ میری نماز ریا سے تھی اور مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجھے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا دیکھیں۔

فائدہ: میل جول کا ایک بڑا فائدہ واضح یہ ہے کہ اس سے صفات خود میں معلوم ہو جاتی ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ بھی ایک قسم کا میل جول ہے جو دیرپا رہتا ہے لو ان صفات کے معانی اور باریکیاں جلد نمبر 3 (ثالث) میں مذکورہ ہوں گی کیونکہ ان کو نہ جاننے کے سبب سے بہت سے اعمال صالحہ خراب ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے کی وجہ سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اگر یہ بات نہ ہوتی تو علم کو عمل پر فضیلت نہ ہوتی کیونکہ محال ہے کہ نماز کا علم جو صرف نماز کے لئے مقصود ہے نماز سے افضل ہو اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ جو چیز غیر کے لئے وسیلہ ہوئی ہے تو وہ غیر اس سے اشرف ہوا کرتا ہے مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونے کا حکم کہا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی

ترجمہ: عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ عالم کو عابد پر فضیلت تین وجوہ سے ہے۔ 1- وہی جو ہم نے ذکر کی اس کی وجہ سے تھوڑا عمل بھی صاف و شفاف ہوتا ہے۔ 2- علم کا فائدہ دوسرے کو پہنچتا ہے اور عمل کا فائدہ صرف عامل کو۔ 3- علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہے جو تمام اعمال سے افضل ہے بلکہ اعمال سے غرض یہی ہے کہ دل مخلوق سے خالق کی طرف راجع ہو اور بعد رجوع الی اللہ کے اللہ تعالیٰ معرفت اور محبت جوش زن ہو تو علم اور عمل دونوں اسی معرفت کے لئے ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ مریدوں کی انتہا یہی علم ہے اور عمل اس کے لئے شرکا قائم مقام ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں۔

الیہ لصیصد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ

ترجمہ: اسی کی طرف چڑھتا ہے کلمہ طیبہ اور نیک کام کو وہ اٹھالیتا ہے۔

فائدہ: کلمہ طیب یہی علم ہے اور عمل ایسا ہے جیسے بوجھ اٹھانے والا کہ اسے اٹھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ سواری کی بہ نسبت سوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے لئے ہے یہ اس بحث میں مناسب نہیں اسی لئے اب اسے چھوڑ کر ہم اصلی غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ جب تم نے گوشہ نشینی کے فوائد اور آفات معلوم کر لئے تو جان لیا ہوگا کہ گوشہ نشینی کو مطلق افضل کہنا خطا ہے بلکہ چاہئے کہ سالک اور اس کے ہمنشین کے احوال کو دیکھے جائیں اور یہ بھی کہ میل جول کی وجہ سے کون کون سے فوائد ضائع ہوں گے اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب کہیں امر حق واضح ہوگا اور فضیلت بھی معلوم ہوگی۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ: امام شافعی نے فرمایا کہ اے یونس (صوفی) عوام سے انقباض موجب عداوت ہے اور ان سے کھل کھیلنا برے ہم نشین پیدا کرتا ہے تو سالک کو یوں رہنا چاہئے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط یعنی نہ بہت زیادہ گوشہ نشینی نہ بہت زیادہ کھل کھیلنا۔

خیر الامور رو ساطھا: درمیانی چال یعنی میل جول اور گوشہ نشینی میں اعتدال ضروری ہے اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہے اور فوائد و نقصانات کے دیکھنے سے افضل طریقہ واضح ہو جاتا ہے اس کے متعلق امر حق اور صحیح تر یہی ہے اس کے سوا جو کچھ کسی نے کیا ہے وہ ناتمام و ناقص ہے بلکہ ہر ایک نے ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہے جس میں وہ خود ہے اگر غیر شخص جو اس حال میں نہیں اس پر بھی وہی حکم کیا جائے گا تو درست نہ ہوگا اور علم ظاہر میل صوفی اور عالم کے درمیان بھی یہی فرق ہے کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہے جس حال میں خود ہوتا ہے اسی وجہ سے مسائل میں ہر ایک کے جوابات جدا جدا ہوتے ہیں اور عالم وہ ہے کہ امر حق کو نفس الامر میں دریافت کرتا ہے اور اپنے حال کا لحاظ نہیں کرتا اسی لئے وہ جو کہتا ہے وہی حق ہوتا ہے اس میں امکان اختلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بے شمار اسی لئے صوفیہ کرام سے جب درویشی کا حال پوچھا گیا ہے تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور جوابات اگرچہ باعتبار جواب دینے والے کے حال کے حق ہیں مگر نفس الامر میں حق نہیں ہیں اس لئے کہ حق تو ایک ہوا کرتا ہے مثلاً ابو عبداللہ جلا سے پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہے فرمایا کہ اپنی دونوں آستینیں دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے یہی فقیری ہے۔ 2- حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے اور نہ کسی سے مزاحمت کرے اگر اس سے کوئی جھگڑا کرے تو خاموش ہو جائے۔ 3- سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے اور ذخیرہ نہ کرے۔ 4- کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ فقیری یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو اور جب ہو بھی تو اپنی نہ سمجھے چونکہ نہ پہلے اس کی تھی نہ اب۔ 5- ابراہیم خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو۔

خلاصہ: اگر سو صوفیوں سے سوال کیا جائے تو ہر ایک کا جواب جدا جدا ہو گا کہ بلکہ دو کا بھی ایک جیسا جواب نہ ہو گا حالانکہ وہ من وجہ تمام درست ہوں گے اس لئے کہ ہر ایک کا جواب اس کے حال کی خبر ہے اور جو کچھ اس کے دل پر غالب ہے اس کی حکایت ہو گی اسی وجہ سے اس گروہ صوفیہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھو گے جن میں سے کوئی ایک اپنے اپنے ساتھی کو تصوف میں ثابت قدم بتلائے اور اس کی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کا دعویٰ ہوتا ہے کہ واصل اور واقف تجلی میں ہی ہوں اس لئے کہ ان کی دوڑ انہیں احوال کے مقتضا تک ہے جو ان کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہیں دوسروں کی طرف التفات نہیں کرتے اور علم کا نور جب چمکتا ہے تو سب پر محیط ہوتا ہے اور پردہ خفا کو دور کرتا ہے اور اختلاف اٹھا لیتا ہے۔

اختلاف صوفیہ کی مثال: اس کی مثال یوں ہے کہ فقہائے کے زوال کے وقت سایہ اصلی کے متعلق اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ گرمیوں میں سایہ دو قدم کے برابر ہوتا ہے کوئی کہتا ہے کہ نصف قدم ہوتا ہے اور دوسرا اس پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جاڑوں میں سات قدم ہوتا ہے اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہے اور دوسرا رد کرتا ہے تو یہی حال صوفیہ کے جوابات جیسا ہے کہ ہر شخص نے اپنے شہر کے سایہ اصلی کو دیکھ کر کہہ دیا کہ اتنا ہی ہے اور یہ بات درست ہے مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہے وہ بیچارے نے کیونکہ تمام دنیا کو اس نے اپنا شہر یا اس کے مثل سمجھ لیا ہے جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کر کے دنیا پر حکم لگا دیتا ہے اور جو زوال کو جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ سایہ کس سبب سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہے اور شہروں میں کس وجہ سے مختلف ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا جواب ہر شہر کے لئے ایک علیحدہ حکم پر مشتمل ہو گا مثلاً" کہے گا کہ بعض شہروں میں سایہ نہیں رہتا اور بعض میں طویل اور بعض میں کم ہوتا ہے۔

(سوال) اگر کوئی اپنے حق میں گوشہ نشینی کو افضل اور اسلم سمجھے تو گوشہ نشینی کے آداب اس کے لئے کیا ہیں۔

جواب آداب اختلاط کا بیان کرنا طویل تھا اسے ہم باب صحبت میں لکھ آئے اور عزت کے آداب کو ہم طول نہیں دیتے مختصراً بیان کئے دیتے ہیں کہ گوشہ نشین کو پہلے یہ نیت کرنی چاہئے کہ کہ میری برائی عوام تک نہ پہنچے۔

دوسرا: یہ کہ عوام کی شرارت سے سلامت رہوں۔

تیسرا: حقوق مسلمین کی بجا آوری کے قصور سے نجات پاؤں۔

چوتھا: تمام ہمت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ ہو جاؤں جب اس طرح گوشہ نشینی کرنے میں نیت کر چکے تو پھر خلوت میں علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمر گوشہ نشینی سے دامن مراد پر کر سکے اور عوام کو روک دے کہ اس کے پاس زیادہ آمدورفت نہ کریں ورنہ اکثر اوقات میں دل جمعی نہ ہو گی اور عوام کے احوال اور ہر کی خبریں پوچھے نہ سنے اور نہ اس پر کان دھرے کہ لوگ کیا کرتے ہیں کیونکہ یہ تمام باتیں دل میں اثر کر جاتی ہیں

حتیٰ کہ نماز کے اندر اور فکر کے درمیان میں ایسی الجھنیں ہوتی ہیں کہ سالک کو خبر بھی نہیں ہوتی کان میں خبروں کا پڑنا ایسا ہے جیسے زمین میں بیج کا گرنا کہ وہ بھی ضرور باہر نکلتا ہے اور رگ و ریشہ اور برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسی طرح خبروں سے خبریں متفرع ہوتی ہیں اور وسواس پیدا ہوتے ہیں اور گوشہ نشینی میں ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہوں جو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں اور خبریں ان کا سرچشمہ ٹھہریں تو ان سے احتراز ضروری ہوا اور چاہئے کہ تھوڑی سی معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہئے گا تو لازماً عوام سے میل جول کرنا پڑے گا اور چاہئے کہ ہمسائے کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ گوشہ نشینی سے اس کے ثناخواں ہوں یا ترک اختلاط پر طعن کریں تو کچھ نہ سنے اور اپنے شغل میں لگا رہے اس لئے کہ یہ باتیں اگر تھوڑی دیر بھی سنی جاتی ہیں تو بہت ضرر پہنچاتی ہیں اور اپنے شغل قلبی کے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ طریقہ آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنی یہ سیر یا تو اس طرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور قلب کے ساتھ مواظبت کرے یا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار میں فکر کرے یا یوں ہے کہ اعمال کی باریکیوں اور دل کے مفسدات میں غور کرے۔ اور ان امور سے بچنے کی جستجو میں رہے اور یہ تمام طریقے فراغت چاہتے ہیں اور جس صورت میں کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگائے گا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ اسی وقت دل کو پریشانی ہو گی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے۔ اور ایک بات اور ضروری ہے کہ کوئی فیصلہ گھر کا کوئی فرد یا جنس نیک بخت بھی ہو تاکہ گوشہ نشین دن بھر میں ایک گھنٹہ اس کی محبت میں دل بہلائے اور محنت متواتر سے راحت پائے کہ اس طرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور گوشہ نشینی پر صبر کرنا اس وقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جس بات میں دنیا والے مصروف ہوں اس طرح سے طمع قطع کر دے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز عمل کے انحصار کے اور کوئی نہیں یعنی اپنی زندگی زیادہ نہ سمجھے بلکہ یوں جانے کہ صبح ہوئی تو شام نصیب نہ ہو گی۔ اور شام ہوئی تو صبح حاصل نہ ہو گی اس صورت میں اس پر چار پہر کا صبر کرنا آسان ہو گا اگر بالفرض یہ سوچے کہ میری موت بیس سال کے بعد آئے گی تو اس عرصہ تک اسے صبر کرنا دشوار ہو گا۔

چاہئے کہ گوشہ نشینی میں موت کو بہت زیادہ یاد کرے اور جس تنہائی سے دل تنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر میں کون ساتھ ہو گا وہاں بھی تو تنہا پڑا رہنا ہو گا اور یہ یقین کرے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور معرفت سے انس حاصل نہ کرے گا اس کو مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہ ہو گی اور جو سالک اللہ تعالیٰ کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہو گا اور تو مرنے سے اس کا انس جاتا نہ رہے گا کیونکہ موت انس اور معرفت کے محل کو نہیں ڈھاتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی معرفت اور انس سے زندہ اور خوش رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق فرمایا:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین ما اتاھم اللہ من فضلہ (آل عمران 167 تا 170) ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ عزوجل کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ

وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ عزوجل نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

فائدہ: جو سالک اللہ کے لئے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہے وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہے کیونکہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس اور خواہش پر جہاد کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد ان کی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا۔

باب نمبر 7

آداب سفر

سفر نفرت کی اشیاء سے نجات کا ذریعہ اور مطلوبہ اشیاء کے حصول کا وسیلہ ہے سفر دو قسم کے ہیں۔ 1۔ ظاہر بدن سے یعنی اپنے وطن اور مقام سے جدا ہو کر صحرا نوردی کرنا 2۔ سفر باطن یعنی دل کا اسفل السافلین سے ملکوت السموات کی سیر کرے ان دونوں قسموں میں سفر باطن اشرف ہے اس لئے کہ جو شخص اسی حالت پر قائم رہتا ہے جس پر کہ وہ پیدا ہوا ہے اور جو کچھ آباؤ اجداد کی تقلید سے سیکھ لیا ہے اسی پر دائم رہتا ہے تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہے اور وسعت فضا جیت کے بدلے تاریکی مجلس اور وحشت اختیار کرتا ہے اور کسی نے سچ کہا ہے۔

ولم ارفی عیوب الناس عیبا کنقص القادرین علی التمام

ترجمہ: میں لوگوں میں بہت بڑا عیب دیکھتا ہوں۔ ایسے جو قدرت کے ناقص ہو۔ مگر چونکہ اس سفر میں داخل ہونا دشوار ہے اسی لئے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہے اور جو کچھ راہ نامعلوم ہے اور راہبر اور رفیق معصوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ وری پر راغب ہوتے ہیں اور اس دولت کثیر سے غافل لہٰذا ان راہوں پر کوئی چلنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیر گاہوں میں کوئی سیر کرنے والا۔ 1۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی راستہ کی طرف بلاتا ہے۔

سنریہم آیاتنا فی الا فاق و فی انفسہم

ترجمہ: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود انکے نفسوں میں اور فرمایا۔

وفی الارض آیات للموقنین

ترجمہ: اور یقین والوں کے نشانیاں ہیں اور فرمایا۔

وفی انفسکم افلا تبصرون

ترجمہ: اور تمہارے نفسوں میں تم دیکھتے نہیں ہو۔

1۔ اسی کو علامہ اقبال لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ سو ہم راہ دکھلائے کے کوئی رہرو منزل ہی نہیں

ازالہ وہم: اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں سفر سے منع فرمایا ہے۔

وانکم تمرون علیھم مصبحین و باللیل افلا تعقلون (الصٰفٰت 137 تا 138)

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک تم ان پر گذرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

وکاین من آیۃ فی السموت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (سورا یوسف آیت 105) ترجمہ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گذرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اصل وجہ منع کی یہ ہے کہ ملکوتی سفر جسے نصیب ہوتا ہے وہ جسم سے تو اپنے وطن اور مکان میں رہتا ہے لیکن باطن میں سیرگاہ جنت کا تماشہ ہو رہا ہے۔ جسکا عرض افلاک و زمین کے برابر ہی ہے یہی سفر ہے جس کے چشموں اور گھاٹوں پر تنگی کا خطرہ نہیں اور کثرت ازدہام سے اسے کوئی ضرر نہیں بلکہ مسافروں کی کثرت سے اس کے ثمرات اور منافع زیادہ سے زیادہ ہوتے ہیں نہ اس کے ثمرات دائمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد زائد ہوئے۔ کسی کو ممانعت ہاں جو مسافر خود امن سستی سے روگردانی کرے یا اپنی حرکت میں وقفہ کرے تو اپنا نقصان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ماباانفسھم (الرعد 11) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی قسمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ اور جو مرد میداں اور گلستان جنت کا شیدائی نہیں تو دور نہیں کہ بہت سی مدت میں ظاہر جسم سے چند میل چلے اور تجارت یا ذخیرہ اخروی کے لئے اسی کو غنیمت سمجھے۔

فائدہ: اگر اس کا مطلب سفر سے حصول علم اور دین ہو گا یا دین پر مدد لینے کے لئے کفایت کا خواہاں ہو گا تو وہ راہ آخرت کا سالک ہو گا اور اس سفر کے لئے اسے کچھ شرطیں اور آداب چاہئیں کہ اگر ان کا محافظ نہ کرے تو دنیا داروں اور زمرہ شیاطین میں متصور ہو گا اگر ان کا لحاظ ہمیشہ رکھے تو اس سفر میں اسے وہ فوائد ملیں گے جن سے آخرت کے طلب گاروں میں لاحق ہو جائے اس لئے ہم سفر کے آداب و شروط کو دو فیصلوں میں لکھتے ہیں۔

آداب آغاز سفر تا واپسی

بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت:

سفر ایک قسم کی حرکت اور میل جول کا نام ہے اور اس میں بہت سے فوائد و آفات اور نقصانات ہیں چنانچہ باب الصحبت اور گوشہ نشینی میں ہم نے ذکر کیا ہے وہ فوائد جو سالک کو سفر پر آمادہ کرتے ہیں وہ کسی چیز سے گریز یا کسی چیز کی طلب ہوگی اور بس یعنی مسافر سفر کرتا ہے تو وہ اس لئے کہ کوئی چیز حاصل کرے جو بزور اسے گھر سے نکال رہی ہے اگر بالفرض وہ نہ ہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا کسی ایسے خطرہ سے کہ جس کی تاثیر امور دنیوی سے ہو مثلاً طاعون اور وباء کا شہر میں ہوتا یا کسی فتنہ اور خصومت کا کھڑا ہو جاتا یا غلہ کا گراں ہو جاتا یہ امور تو اسباب عام ہیں اور کبھی سبب

خاص بھی ہوتا ہے کہ شہر والوں کو خاص اسی شخص کو ایذا دینا مطلوب ہو اس لئے شہر سے چلا جائے اس کی تاثیر دین میں ہو مثلاً شہر میں رہنے سے جاہ و مال میں مبتلا ہو جانا اور ایسے اسباب کی کثرت جس سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے فارغ بالی میسر نہ ہو تو اس وجہ سے سفر اور گمنامی اختیار اور جاہ غناء سے احتراز چاہئے۔ یا کسی شخص کو شہر کو چھوڑنا چاہئے اور مطلوب چیز بھی دنیوی ہو جیسے مال و جاہ کی طلب یا دینی ہو پھر دینی مطلب یا علم ہو گا۔ علم تین قسم کا ہے۔

فقہ و حدیث و تفسیر:

(1) اور ان کے متعلقات (2) اپنے اخلاق اور صفات کا علم بطور تجربہ (3) زمین کی نشانیاں اور اس کے عجائبات کا علم جیسے ذوالقرنین نے زمین کے اطراف میں سفر کیا تھا۔

عمل دو قسم کے ہیں:

1- عبادت 2- زیارت 1- عبادت جیسے حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر اور 2- زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف جیسے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ (زادہما اللہ شرفا) اور بیت المقدس کا سفر یا دارالاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لئے جانا۔

مسئلہ: کبھی سفر زیارت سے مقصود اولیاء اور علماء ہوتے ہیں اور وہ یا تو زندہ ہوں گے جس کی زیارت موجب برکت ہے اور ان کے حال مشاہدہ سے ان کی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہے یا وہ اہل برزخ ہیں کہ ان کے مزارات کی زیارت غرضیکہ سفر کی یہی قسمیں ہیں۔ [1]

طالب علم کے لئے سفر کرنا: علم پڑھنا واجب ہو گا یا مستحب تو سفر بھی واجب کے لئے واجب یا مستحب کے لئے اور ابھی ہم نے لکھا ہے کہ علم یا امور دینی سے ہے اور یا سفر ہو گا یا اپنے اخلاق سنوارنے کے لئے یا زمین کی عجائب قدرت الٰہی دیکھنے کے لئے تو ان میں سے جس علم کے لئے سفر کرے گا ثواب پائے گا۔

احادیث مبارکہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من خرج من بیته فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع

ترجمہ: جو گھر سے طالب علم کے لئے نکلا تو وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ لوٹے۔

من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له طریقاً الی الجنة

ترجمہ: جو ایسے راہ پر چلا جس میں علم کی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمائے گا۔

حکایت: سعید بن المسیب ایک حدیث کی طلب میں بہت سے دنوں کا سفر کیا کرتے تھے۔ (3) شعبی فرماتے ہیں کہ

[1] اس سے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کا رد ہوا جو کہ مزارات کی زیارت کا سفر حرام کہتے ہیں اور حدیث لا تشد الرحال استدلال کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ اویسی غفرلہ

اگر کوئی ایسے کلمہ کی تلاش میں ہو جو اسے نیک بات بتائے یا ہلاکت سے بچائے اگر شام سے لے کر یمن کے اس کنارہ تک چلا جائے تو اس کا سفر ضائع نہ ہو گا۔

حکایت حضرت جابر بن عبداللہ بمعہ دس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بن انیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں چنانچہ ایک مہینہ برابر چلے اور جا کر وہ حدیث سنی۔

فائدہ: صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک ایسے علماء کم ہوں گے جنہوں نے علم دین کی تحصیل میں سفر نہ کیا ہو۔

فائدہ: اپنے نفس اور اخلاق سنوارنے کا علم بھی ضروری ہے اس لئے کہ طریق آخرت پر چلنا بغیر عادات کی درستگی اور اخلاق کی تہذیب کے ممکن نہیں اور جو اپنے باطن کے اسرار و صفات کی برائیوں سے واقف نہ ہو گا وہ اپنے دل کو کیسے صاف کرے گا اور سفر تو اسی کو کہتے ہیں کہ جس سے اخلاق ظاہر ہوں۔

نکتہ: اور اسی لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے مخصوص امور ظاہر فرماتا ہے۔

سفر کا لغوی معنی: سفر کا نام بھی سفر اسی لئے ہے کہ یہ سفر سے مشتق ہے جس کے معنی ظہور کے ہیں تو اخلاق کے اظہار کی وجہ سے سفر کہلایا گا۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے گواہ کی پہچان بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس گواہ کے ساتھ کبھی سفر میں بھی رہا جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہیں اس نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس سے ناواقف ہے۔

فائدہ حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ اے گروہ قراء و علماء سفر کرو تاکہ طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب رواں ہوتا ہے تو طیب ہوتا ہے اگر مدت تک ایک جگہ میں ٹھہرتا ہے تو متغیر ہو جاتا ہے۔

خلاصہ: انسان جب تک وطن میں رہتا ہے تو جن امور کی عادت اس کی طبیعت میں ہوتی ہے انہیں سے مانوس رہتا ہے عظیم اخلاق ظاہر نہیں ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت نہیں آتی اور جب سفر کی سختی اٹھاتا ہے اور امور معمول اور معتاد میں تغیر پاتا ہے تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہیں اور ان کے عیوب پر مطلع ہو جاتا ہے تو اب ان کا علاج بھی کر سکتا ہے۔

فائدہ: گوشہ نشینی کے نقصانات عزلت کے ضمن میں ہم میل جول کے فوائد ذکر کر چکے ہیں سفر میں میل جول کے علاوہ زیادتی شغل اور مشقتیں اٹھانا بھی ہوتا ہے۔

فائدہ: زمین میں اللہ تعالیٰ کی علامات دیکھنے میں اہل بصیرت کے لئے بہت فائدے ہیں مثلاً ایک مختلف ایک

دوسرے میں سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر قسم و قسم کے حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے میں آتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر شاہد نہ ہو اور زبان حال سے اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی سہادت اور تسبیح کو وہی سمجھا ہے جو کان لگائے اور حضور قلب سے سنے ورنہ منکر اور غافل جو لوگ دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہیں وہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اس لئے کہ ان کے وہ کان ہی نہیں اور نہ ان کی آنکھیں وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں۔

یعلمون ظاہرا من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غافلون اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ انھم عن السمع المعزولون

فائدہ: اس آیت میں ظاہر کے کان مراد نہیں کیونکہ ظاہری کانوں سے تو وہ لوگ صرف نہ تھے بلکہ باطن کے کان مراد ہیں اور ظاہری کان سے بجز آواز کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا اور یہ خصوصیت انسان کو نہیں بلکہ تمام حیوانات بھی آواز سنتے ہیں اور باطن کے کان سے زبان حال سنی جاتی ہے جو زبان قال سے علیحدہ شے ہے جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھ کو کیوں چیرتی ہے۔ میخ نے جواب دیا کہ یہ اس سے پوچھ جو میرے سر پر ہتھوڑا مارتا ہے یعنی پتھر سے پوچھ جو مجھے میری رائے پر نہیں چھوڑتا کہ میں خود اسے کہتی ہوں تو کیوں مجھے ٹھوکتا ہے۔ غرضیکہ آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدنیت پر قسم و قسم کی شہادت نہ رکھتا ہو اور یہی شہادات اس کی توحید ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے پر جو شہادات سے ہر ذرہ میں ہیں وہ اس کی تسبیح میں مگر عام لوگ کسی ذرہ کی تسبیح نہیں سمجھتے اس وجہ سے کہ ان کو کان ظاہری کی تنگی سے میدان وسیع باطن کا سفر میسر نہیں اور زبان قال کی کمزوری سے زبان حال کی وضاحت پر اس کا گزر نہیں ہوا۔ اگر بالفرض ہر عاجز انسان اس طرح کا سفر کر لیا کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندوں کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہ ہوتے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت ہوتی جس کلام پاک کا جاننا حروف اور اصوات کی مشابہت سے مبرا ہے۔

فائدہ: جو سالک سفر کرتا ہے انہیں غرض سے کہ ان شہادتوں کو جو صفحات جمادات پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہیں تلاش کرے تو اسے سفربدنی بہت زیادہ نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دل کو فارغ کرے گا تاکہ ہر ذرہ سے صدائے تسبیح سن کر راحت پائے ایسے سالک کو جنگلوں میں پھرنے سے کیا کام اس کا مطلب تو آسمانوں کے اسرار و رموز سے نکل سکتا ہے۔ کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے مطیع نہیں اور ارباب بصیرت کی نگاہوں میں سال اور مہینہ میں کئی بار دورے کرتے ہیں بلکہ ہر لحاظ حرکت کی مشقت اٹھاتے ہیں تو جس ہستی کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لئے محنت کرے تو خالی از تعجب نہیں اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہوں وہ زمین کی سمتوں میں دورہ کرے۔ تو خالی از تعجب نہیں پھر مسافر جب تک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہے گا اور سیر عالم ظاہری کو آنکھ کے دیکھنے پر منحصر جانے گا تب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سالکین کی اول منزل میں رہ جائے گا گویا کہ ابھی اپنے وطن کے دروازہ پر بیٹھا اور میدان وسیع تک پہنچنے کی

نوبت نہیں آئی اور اس منزل تک محدود رہنے کا سبب سوائے نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہیں۔

حکایت: کسی صاحب دل نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو لیکن میں کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کر کے دیکھ۔

فائدہ: یہ دونوں قول حق ہیں لیکن صرف اتنا فرق ہے کہ قول اول منزل اول کی حکایت ہے جو وطن سے قریب ہے اور دوسرا قول ان منازل کا حال ہے جو وطن سے دور ہیں۔ اور ان کو وہی طے کرتا ہے جو اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالتا ہے اور ان کی طرف گزرنے والا بعض اوقات سالہاسال حیران پھرتا ہے اور کبھی توفیق اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا راستہ بتا دیتی ہے لیکن اس جنگل میں ہلاک ہونے والے بہت ہیں ہاں جن لوگوں کو توفیق یاور ہوئی ان کو راحت بے شمار اور سلطنت پائدار ملی یہ وہی لوگ ہیں کہ کاتب ازل نے ان کی قسمت میں خوش بختی لکھی ہے اسی سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت جیسا سمجھو کہ اول تو باوجود لوگوں کی کثریت کے اس کے طلبگار کم ہوتے ہیں پھر طلب گاروں میں سے ہلاک ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور مراد کو پہنچنے والے کم۔

اذا کانت النفوس کبارا۔ تعبت فی مراع الاجسام ترجمہ: جب نفوس بڑے مرتبہ والے ہوں تو اجسام تھک کر رہ جاتے ہیں۔

قاعدہ: جب مطلب بڑا ہوتا ہے تو اس میں مددگار کم ہوتے ہیں۔

قاعدہ: بزدل اور عاجز طلب سلطنت کے درپے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس میں خطرہ اور مشقت بہت ہے۔ اس کا نتیجہ اس وقت ہوتا ہے کہ نفس کو حوصلہ ہو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے دین اوز دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز محل خطرہ کے اور کسی جگہ نہیں رکھا مگر نامراد اپنی بزدلی اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہے چنانچہ کسی کا شعر ہے۔

یری الجبناء ان الجبن خرم۔ و ملک انحدیقه الطبع اللئیم

ترجمہ: بزدل سمجھتے ہیں کہ بزدلی میں کامیابی ہے یہ ان کی طبع لئیم کا دھوکہ ہے۔

فائدہ: یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ عقدہ کشائیاں زمین میں دیکھ کر سفر باطن طے ہو گا۔ اس کا حکم یہی تھا جو مذکور ہوا اب ہم وہ مطلب لکھتے ہیں جو ہماری مراد ہے۔

قسم نمبر2: وہ سفر جو محض عبادت کے لئے ہو جیسے حج یا جہاد اور اس سفر کی فضیلت اور آداب اور ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج میں ہم لکھ چکے اور یہ اسی میں داخل ہے۔

رد وہابیہ: ہمارے ہاں وہابی فرقہ ابن تیمیہ کی تقلید میں مزارات انبیاء اور اولیاء کی زیارت کے سفر کو حرام سمجھتے اور

اس کی سخت تردید کرتے بلکہ اس سفر کو حرام اور شرک کہتے ہیں ہم اہلسنت اسے نہ صرف جائز بلکہ موجب صد برکات کہتے ہیں اس کا فیصلہ امام غزالی قدس سے ملاحظہ ہو فقیر ان کی اصل عبارت ترجمہ عرض کرتا ہے۔

ویدخل فی جملتہ زیارۃ قبور الانبیاء علیہم السلام وزیارۃ قبور الصحابہ والتابعین وسائر العلماء والاولیاء وکل من یتبرک شاہوتہ فی حیاتہ یتبرک بزیارتہ بعد وفاتہ ویجوز شدالرحال لہذا الغرض (احیاء العلوم ص ج 2) ترجمہ: اسی حکم میں داخل ہے۔ (عبادت کا کا سفر انبیاء علیہم السلام) صحابہ کرام و تابعین و جملہ علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت ایسے ہی اس شخصیت کی مزارات کی زیارت جس کی زندگی میں زیارت کر کے برکتیں حاصل کی جاتی ہیں اس کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا بھی۔

وہابیہ کے سوال کا جواب: ابن تیمیہ اور اس کے مقلدین وہابیہ و فرقہ دیوبندیہ ایک حدیث شریف اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں امام غزالی قدس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی پیش کردہ حدیث شریف کا جواب لکھتے ہیں کہ

ولا یمنع من ھذا قولہ علیہ السلام لاتشدوالرجال الا الی ثلاثہ مساجد مسجدی ھذا و المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ لان ذالک فی المساجد فانہا متماثلتہ بعد ھذا المساجد والا فلا فرق بین زیارۃ قبور الانبیاء والاولیاء والعلماء فی اصل الفضل و ان کان یتفاوت فی الدرجات تفاوتا عظیماً حبب اختلاف درجاتھم عنداللہ (احیاء العلوم الغزالی ص ج 2)

ترجمہ: اس سے حضور علیہ السلام کا قول مانع نہیں کہ فرمایا لاتشد والرحال ترجمہ: کہ سفر نہ کرو سوائے تین مسجدوں کے میری مسجد مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ۔ یہ ممانعت صرف مساجد کے لئے ہے اس لئے کہ تمام مساجد ایک جیسی ہیں ان مساجد کے سوا ورنہ قبور انبیاء اولیاء و صلحاء ہیں اصل فضیلت میں کوئی فرق نہیں ہاں فرق ہے تو درجات میں اور انکا فضائل و درجات کا فرق بہت بڑا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کا درجہ بہت بلند ہے کسی کا کم۔

امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام غزالی قدس سرہ العزیز نے حدیث کا جواب دے کر فیصلہ فرمایا کہ

وبالجملتہ زیارۃ الاحیاء اولی من زیارۃ الاموات وفائدہ زیارۃ الاحیاء طلب برکۃ الاعادو برکۃ النظر ایہم فان النظر الی وجوہ العلماء والصلحاء عبادۃ الخ احیاء العلوم ص ج 2

ترجمہ: خلاصہ یہ کہ زندوں کی زیارت مردوں کی زیارت سے افضل ہے اس لئے کہ زندوں سے دعا کی برکت اور ان کی نگاہ کی برکت حاصل کی جاتی ہے اس لئے کہ علماء و صلحاء کے چہروں کو دیکھنا عبادت ہے۔

چونکہ تمام عبارت عربی میں طوالت ہے اس لئے اسکے بعد بدستور ترجمہ پڑھیئے۔

ان کی زیارت ان کی پیروی اور ان کے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت ہوتی ہے علاوہ ازیں ان کی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حصول کی توقع رہتی ہے اور دینی بھائیوں کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد

کے اس میں کتنا فضیلت ہے۔

چنانچہ مکان کی زیارت کا کوئی فائدہ نہیں سوائے مساجد اور حدود اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ مکانات کی برکت حاصل کرنے کے لئے بجز تینوں مسجدوں کے اور جگہ کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا کے باب فضائل باب الحج میں ہم لکھ آئے ہیں اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہیں۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس میں پہنچے اور پانچ نمازیں اس میں ادا کر کے دوسرے دن وہاں سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا۔

حکایت: حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اس میں نماز پڑھنے کے اور کچھ اس کی غرض نہ ہو تو وہ جب تک اس مسجد میں رہے تو اپنی نظر عنایت اس سے نہ ہٹانا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں سے باہر چلا جائے اور اس کو گناہوں سے پاک کر دینا جیسا کہ وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دعائے حضرت سلیمان علیہ السلام قبول فرمائی۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہے۔

قسم 3: وہ سفر کہ جس سے دین کے اندر تشویش ہو اس کی وجہ سے سفر کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ جس چیز کی برداشت نہ ہو اس سے گریز کرنا انبیاء اور مرسلین علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور جن چیزوں سے بھاگنا واجب ہے ان میں سے حکومت اور جاہ اور علائق کی زیادتی اور اسباب کی کثرت ہے۔ اس لئے کہ یہ تمام سب دل کی فراغت کو خراب کرتے ہیں اور دین اسی وقت کامل ہوتا ہے کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو اگر فراغت کامل نہ ہوگی تو جس قدر فراغت ہوگی اسی قدر دین میں مشغول ہو سکے گا اور دنیا میں دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حاجات معمولی ہوں یا بہت زیادہ بھاری اور معمولی ضرورت والے لوگ ناجی ہیں اور زیادہ ضرورت والے ہلاک ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے نجات کو اس امر پر وابستہ نہیں کیا کہ انسان تمام گناہوں اور بوجھوں سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل و کمال اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والوں کو قبول کر لیا اور ہلکے بوجھ والا وہ ہے کہ جس کی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو اور یہ بات وطن سب بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہیں اس لئے بغیر سفر اور گمنامی اور ان علائق کے منقطع کرنے کے کہ جن سے نقصان ہو سکتا ہے اور مدت حد بد تک نفس کو سنوارنے کا مقصود پورا نہ ہوگا۔ پھر بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اس پر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت فرمائے اور اس کے نزدیک حضر اور سفر یکساں ہو جائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت میں ذکر الٰہی سے اسے کوئی چیز مانع نہ ہو مگر ایسا ہونا نہایت کم ہے۔ اب تو دلوں پر ضعف غالب ہے اور مخلوق اور خالق یکجا ہونے کی گنجائش اس میں بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے۔ تو نہایت

کم۔ ہاں اس قوت سے انبیاء اور اولیاء سرفراز ہوا کرتے ہیں عمل نیک سے اس تک پہنچنا مشکل ہے۔ ہاں ریاضت اور عمل نیک کو کسی قدر اس میں دخل ضرور ہے۔

فائدہ: قوت باطنی کے سبب کا اختلاف ایسا ہے جیسے اعضاء میں قوت ظاہری کا مختلف ہونا ہے۔ مثلاً بعض پہلوان تنہا ڈھائی من بوجھ اٹھا سکتے ہیں اگر کوئی بیمار اور کمزور چاہے کہ بوجھ اٹھانے کی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کرلے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ہاں مہارت اور کوشش سے اس کی قوت کسی قدر زیادہ ہو جائے گی۔ اگرچہ اس کے درجہ کو نہ پہنچے۔

فائدہ: اگر کوئی مرتبہ عالی پر پہنچنے سے ناامید ہو تو محنت ترک نہیں کرنی چاہئے کہ یہ نہایت اور کمال درجے کی گمراہی ہے۔

فائدہ: سلف صالحین اور اکابر دین کی عادت تھی کہ فتنوں کے ڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے۔

حکایت: حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کا دور ایسا سخت ہے کہ اس میں گوشہ نشینوں کو بھی امن نہیں۔ مشاہیر کا تو ذکر ہی کیا یہ وہ زمانہ ہے کہ انسان ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جائے پھر جس جگہ مشہور ہو جائے وہاں سے بھی دوسری جگہ چلا جائے۔

حکایت: ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کو توشہ دان کمر پر رکھ کر اور ہاتھ میں لوٹا لٹکائے ہوئے کہیں سفر کے ارادہ پر جا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمایا کہ میں نے سنا ہے فلاں گاؤں میں ارزانی ہے چاہتا ہوں کہ اس میں زندگی گزاروں۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ جب سنو کہ فلاں گاؤں میں ارزانی ہو تو اس میں جا کر مقیم ہو جاؤ اس سے تمہارا دین بھی باسلامت رہے گا اور کوئی تردد بھی نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا۔

حکایت: حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ صوفیائے کرام سے فرمایا کرتے کہ جب موسم سرما چلا جائے تو اور چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگدار ہونے لگیں اور باغ پھلنے لگیں تو اب گھر سے نکلو اور گھومو پھرو۔

حکایت: حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ کسی شہر میں ایک چلہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے آپ متوکلین میں سے تھے۔ اسباب پر اعتماد کرکے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کے لئے خلل انداز سمجھتے تھے۔ (اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار باب التوکل میں مذکور ہونگے۔ ان شاء اللہ)

قسم 4: سفر اس لئے ہو کہ کوئی ایسی شے لاحق ہونے کا خطرہ ہے جو بدن میں نقصان اور ضرر کا موجب ہوگا۔ جیسے

طاعون یا مال میں نقصان ہوگا۔ جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی مضر چیز اس قسم کے مضر کا بھی کوئی حرج نہیں بلکہ جو فوائد اس مضر سے مرتب ہوتے ہیں۔ اگر وہ واجب ہوں تو بعض صورتوں میں یہ سفر بھی واجب ہوگا۔ مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنٰی ہے کہ اس سے نہ بھاگنا چاہیئے۔

فرار از طاعون کی ممانعت: احادیث مبارکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان ہذاالوجع او السقم رجز عذابہ بعض الامم قبلکم ثم بقی بعد فی الارض فیذہب المرۃ ویاتی الاخری فمن سمع بہ فی الارض فلا لقدمن علیہ و من وقع فی لارض و ہو بہا فلا بخیر جنہاالفرار (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: یہ درد یا بیماری ایک عذاب ہے جس سے تم سے پہلے کی کوئی عذاب دی گئی پھر آگے کو زمین میں یہ بیماری رہ گئی تو کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی آتی ہے تو جو کوئی کسی ملک میں اس کو سنے تو اس ملک میں نہ جاوے اور جس زمین میں یہ ہو تو جو شخص وہاں ہو وہ گریز کرکے چلا نہ جائے۔

(حدیث شریف نمبر2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ طعن کا معنیٰ تو ہمیں معلوم ہے مگر طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ ایک پھوڑا ہے اونٹ کی گٹی کی طرح جو لوگوں کی پیٹھ کے نیچے نرم حصہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جو مسلمان اس سے مرتا ہے وہ شہید ہے اور جو طلب ثواب طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کے انتظار میں تیار بیٹھا ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی صف سے بھاگتا ہے۔

(حدیث شریف نمبر3) مکحول رحمتہ اللہ علیہ ام ایمن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ بنانا اگر تجھے تکلیف دی جائے یا دھمکایا جائے اور ماں باپ کی اطاعت کرنا اگرچہ کہہ دیں کہ جو چیز تیری ہے سب سے دست بردار ہو جا تو سب سے دست بردار ہو جا۔ نماز کو عملاً نہ چھوڑنا جو کوئی نماز عملاً چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے اور شراب سے اجتناب کرنا وہ ہر برائی کی کنجی ہے اور گناہ سے احتراز کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور صف جہاد سے نہ بھاگنا اگرچہ لوگ مر رہے ہوں اور تو ان میں موجود ہو تو وہیں ٹھہرنا اور اپنی نعمت اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا اور اہل و عیال کو ادب سکھانا اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرانا۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہے۔

مسئلہ: طاعون میں جانا ممنوع ہے اس کا راز باب التوکل جلد چہارم میں مذکور ہوگا۔

فائدہ: ان اقسام سفر کے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر برا ہو یا اچھا یا مباح اور برا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا

بھاگنا یا باپ کی نافرمانی کر کے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکل جانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا یا اس علم کی طلب میں جانا جو ہر مسلمان پر فرض ہے یا مستحب ہوگا جیسے علماء اور انکے مزارات کیلئے سفیر۔ ا۔

نیت پر دارومدار انہیں اسباب سے نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیت کا معنی یہی ہے کہ تیار ہونا اس سبب کیلئے جو فعل پر آمادہ کرے۔ خواہش کے حکم ماننے کیلئے تیار ہوجانا تو چاہئے کہ سالک کی نیت تمام سفروں میں آخرت ہی ہو اور یہ باب واجب اور مستحب میں تو ہو سکتی ہے مگر مکروہ اور ممنوع نہیں ہے۔

مسئلہ: سفر مباح کا مال نیت پر ہے یعنی سفر سے غرض انجام کی طلب ہو۔ اس لئے کہ مثلاً یہ نیت کہ کسی سے سوال نہ کرنا پڑے اور اہل و عیال پر مروت کا لحاظ قائم رہے اور جو حاجت سے زائد ہے اسے صدقہ کردے تو یہ سفر نیت کی وجہ سے اعمال آخرت میں سے مباح ہو جائیگا۔ اگر بالفرض حج کو جائے اور نیت ریاؤ شہرت ہو تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے خارج ہو جائیگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انما الاعمال بالنیات۔

ترجمہ: مدار اعمال نیت پر ہے (بخاری و مسلم)

مسئلہ: یہ حکم واجبات اور مستحبات اور مباحات میں عام ہے ممنوعات میں نہیں۔ اس لئے کہ نیت کی تاثیر یہ تھیں کہ ممنوع نہ رکھے۔

فائدہ: بعض اکابر دین سلف صالحین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافروں پر کچھ فرشتے متعین کر دیئے ہیں کہ وہ ان کے مقاصد کو دیکھتے ہیں۔ پھر ہر ایک کو اس کی نیت کے موافق عطا ہوتا ہے۔ یعنی جس کا مقصد دنیا ہوتی ہے اسے دنیا ملتی ہے اور اس کی آخرت میں سے کئی گنا گھٹا دیا جاتا ہے اور ہمت پریشان کر دی جاتی ہے اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہو جاتا ہے اور جس کا مقصد آخرت ہوتا ہے تو اسے بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہے اور بقدر نیت تذکر اور عبرت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کی ہمت مجتمع کر دی جاتی ہے اور فرشتے اس کے حق میں دعا و استغفار کرتے ہیں۔

فائدہ: سفر بہتر ہے یا حضر تو یہ ایسے ہے جیسے کہنا کہ گوشہ نشینی افضل ہے یا میل جول اس کی تحقیق ہم باب عزلت میں لکھ آئے ہیں۔ تفصیل کو وہاں سے سمجھ لینا چاہئے کہ سفر بھی ایک قسم کا میل جول ہے صرف اتنا زیادتی ہے کہ اس میں مشقت راہ اور تفرق و ہمت اور پریشانی دل اکثر لوگوں کے حق میں ہوتی ہے اور اس میں افضل وہی ہے جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس کے ذکر سے انس کا پایا جانا ہے اور انس ذکر دائمی سے اور معرفت دائمی فکر سے حاصل ہوتی ہے اور جو ذکر اور فکر کا طریقہ نہ سیکھا ہوگا اس سے

ا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس قسم کے مضمون کو نہ بھولنا کیونکہ وہابی دیوبندی و دیگر فرقے مزارات کی دشمنی میں ہر طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں اسے شرک کے فتویٰ سے داغدار کرتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

یہ دونوں نہ ہو سکیں گے اور سیکھنے کیلئے ابتداء میں سفر اعانت کرتا ہے اور انجام کو علم کے مطابق عمل کرنے کی ہمت مدد کرتی ہے۔

قاعدہ: ممالک کی ہمیشہ سیر و سیاحت کرنا دل کو پریشان کرتا ہے۔ بجز قوی اشخاص لوگوں کے کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سفر میں جان میں دونوں کے خطرہ سے اللہ ہی بچائے تو بچ سکتا ہے۔ مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کی فکر ہوتی ہے اپنی مانوس اور ممتاز چیزوں کی جدائی کا خیال ہوتا ہے۔ جو بات حضر میں نصیب تھی سفر میں نہیں۔ اگر کسی کے پاس مال نہیں ہوتا جس کا خوف ہو تو لوگوں کی طرف طمع کرنے سے خالی نہیں رہتا۔ کبھی افلاس کی وجہ سے دل ضعیف ہو جاتا ہے اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہے پھر روز مرہ کے کوچ اور مقام کا تردد ایسا ہے کہ یہ تمام حالات کو خراب کر دیتا ہے۔ تو سالک آخرت کو بجز طالب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا نے زیارت جس کی زیارت اس کی سیرت اور نیکی کی رغبت حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے۔

فائدہ: اگر قوی النفس اور واقف کار ہو اور فکر کا طریقہ اور عمل کا راستہ اس کے لئے کھلا ہو تو اس کے لئے حضر بہتر ہے مگر دور حاضرہ میں کے اکثر صوفیہ کے باطن چونکہ لطائف افکار اور حقائق اعمال سے خالی ہیں اور خلوت میں انہیں اللہ تعالیٰ سے انس اور اس کے ذکر سے الفت حاصل نہیں ہوتی۔ اور اکثر ذاکر شاغل ہونے کے بجائے باطل و کاہل ہو رہے ہیں بلکہ ان کی کاہلی کی عادت ہو گئی ہے عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہے سوال و گدا گری سہل سمجھ لی ہے اسی لئے بہتر سمجھتے ہیں کہ شہروں میں جو رباطین صوفیوں کے لئے بنائی گئی ہیں ان میں جا کر ٹھہریں اور وہاں کے خدام جو اہل دل کی خدمت پر معین ہیں ان سے خدمت لیں ان لوگوں نے اپنی عقل اور دین دونوں کو بیکار کر دیا اس لئے کہ ان کا مقصد خدمت سے بجز ریاء و شہرت اور آوارہ گردی اور بھیک مانگ کر مال جمع کرنے کے اور کچھ نہیں۔ اور بھیک مانگنے کا بہانہ یہ کرتے ہیں کہ راہ اللہ سیکھنے والے بہت جمع ہیں پس ایسے شخص لوگوں سے خانقاہوں میں کیا تاثیر ہو گی اور مریدوں کی تربیت کیا نفع دے گی کہ کوئی ان کا کوئی زبردست نہیں گدڑیاں پہن کر خانقاہوں کو سیرگاہ بنا لیا ہے اور کسی قدر دل لبھانے والے چند الفاظ سیکھ لئے ہیں اور خود کو لباس اور سفر اور بول چال اور آداب ظاہری میں اصلی صوفیوں کے مشابہ دیکھ کر ہر ایک سیاہ لباس کو بہتر سمجھتا ہے اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہے کہ ظاہر کے امور میں شریک ہونے سے ضروری ہے کہ حقائق میں بھی شرکت ہو اور یہ بات سوا اس کے اور کہاں ہو سکتی ہے۔

فائدہ: جو موٹاپے اور ورم میں تمیز نہ کرے اس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہو سکتا ہے اس طرح کے صوفیہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ان بیکار کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ ان کو جوانی اور بے کار سفر پر آمادہ کیا ہے۔

مسئلہ: کوئی حج یا عمرہ کے لئے بغیر ریاء و شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کے لئے سفر کرے تو قابل آفرین اور لائق صد تحسین ہے مگر اس زمانہ میں ایسے لوگوں سے اکثر شہر خالی ہو گئے اور امور دینی سب کے سب ضعیف

اور خراب ہو گئے ہیں اور علم تصوف تو بالکل ہی مٹ گیا ہے اس لئے کہ اور علوم تو ابھی تک موجود ہیں گو علماء بگڑ گئے ہیں مگر عالم کا بگڑنا اس کی سیرت کا فساد ہے نہ علم کی خرابی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عالم بے عمل کا علم بحال رہے کہ عمل اور چیز ہے اور علم چیزے دگر لیکن تصوف صرف اللہ تعالیٰ کے لئے دل کا فارغ ہونے کا نام ہے اور اس کے سوا دوسری چیزوں کو حقیر جاننا اور یہ باب دل اور اعضاء کے عمل سے متعلق ہو تو جب عمل خراب ہو گا تو اصل ہی مفقود ہو جائے گا۔ فقہاء کو ایسے صوفیوں کے سفر کرنے میں تامل ہے اس لئے کہ بے فائدہ نفس کو مشقت میں ڈالنا ہے۔ اور نفس کو بلاوجہ مشقت میں ڈالنا ممنوع ہے تو اسی وجہ سے اس بنا پر ان کا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک ثواب یہ ہے کہ اس سفر کو ان کے حق میں مباح کہا جائے کیونکہ ان کی غرض اس سفر سے یہی ہے کہ مختلف شہروں کی سیر کر کے محنت سے آرام پائیں اور یہ علت غرض اگرچہ خسیس اور حقیر ہے لیکن ان کے نفوس بھی اسی قسم کے ہیں۔

مسئلہ: فتویٰ اس کا مقتضی ہے کہ عوام کو جس مباحات میں نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہے اور جو لوگ بغیر کسی غرض دینی کے دنیا میں صرف سیر کی نیت سے سیاحت کرتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے جنگل میں جانور پھرتے ہیں تو ان کی سیاحت کا کچھ نہیں جب تک کہ لوگوں کو ایذا نہ دیں اور اپنے حال سے خلق خدا کو مغالطہ نہ دیں اس صورت میں ان صوفیوں کی غلطی ہے کہ مغالطہ دیتے ہیں اور تصوف کے نام سے بھیک مانگتے ہیں۔ اور جو اوقات کہ صوفیوں کے لئے ہیں انہیں سے کھاتے ہیں حالانکہ صوفی اسے کہتے ہیں جو مرد نیک بخت اور دین میں بے عادل ہو اور نیک ہونے کے علاوہ اور صفات بھی رکھتا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ اصل صوفی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان لوگوں کی ادنیٰ صفت یہ ہے کہ بادشاہوں کا مال کھاتے ہیں اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیک بختی دونوں یکجا نہیں رہ سکتیں اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہو سکتا ہو تو چاہئے کہ کافر بھی ہو سکتا ہے اور فقیہ یہودی بھی ہو سکتا ہے تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہے ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہے جو دین میں اسی قدر پر اکتفا نہ کرے جس سے عدالت حاصل ہو۔ اسی طرح جو شخص ان لوگوں کا ظاہر دیکھے اور باطن کو نہ جانے اور ان کو اپنا تمام مال بطور تقرب الی اللہ کچھ عطا کرے تو انہیں اس مال کا لینا حرام ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں یعنی جس صورت میں دینے والا ایسا ہو کہ اگر ان کے باطن کا حال معلوم کر لیا جائے تو انہیں کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کر کے لینا اور واقع میں حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسے ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو سید کہہ کر مال حاصل کر لے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع میں جھوٹا ہو تو اسے اگر کوئی مسلمان باقتضائے محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دے اور اگر جان لے کہ مدعی جھوٹا ہو تو کچھ نہ دے۔ تو اس مال کا اسے لینا حرام ہے اور یہی حال صوفی کا ہے اسی وجہ سے احتیاط کرنے والوں نے دین کے عوض میں مال کھانے سے احتراز کیا ہے یعنی جو شخص اپنے دین کے متعلق بہت احتیاط کرتا ہے اس کے باطن میں بھی کسی قدر عیوب ہوا کرتے ہیں کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو جو لوگ اس کے ساتھ رعایت رکھتے ہیں وہ رعایت میں کوتاہی کرنے لگیں ایسی صورت میں اس کا لینا اس طرح ہو گا جیسے جھوٹے صوفی اور سید کا ہے تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی

اپنے لئے خود خرید نہ کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں ظاہر نیک بختی کو دیکھ کر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے بدلے کھانا نصیب نہ ہو پس اس نظریہ سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کر دیتے تھے۔ اور وکیل سے شرط کرتے تھے کہ بائع سے نہ کہنا کہ خریدار کون ہے۔

مسئلہ : دنیاداری کے لئے جو مال ملتا ہے اس کا لینا اسو وقت حلال ہے کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کماحقہ معلوم ہو تب بھی اپنے سلوک میں سرمو فرق نہ کرے اور عاقل منصف مزاج جانتا ہے کہ یہ امر محال ہے یاکمیاب ہے اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ میں پڑا ہو اسے معاملہ دین سے توقف رہنا زیبا ہے کیونکہ اس کے جسم سے زیادہ تر نزدیک اس کا دل ہے۔ جب دل کا حال اس پر مشتبہ ہے تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائے گا اور جو سالک اس حقیقت کو پہنچا ہوا ہو اسے لازم ہے کہ اپنی کمائی سے اپنی روزی کمائے تاکہ آفت سے محفوظ ہوجائے یا ایسے شخص کا مال کھائے جسے قطعاً یقیناً جانتا ہو کہ اگر میرے پوشیدہ عیوب اس پر ظاہر ہوں گے تب بھی یہ نیک سلوک سے باز نہ رہے گا بلکہ بدستور جاری رکھے گا۔

مسئلہ : اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا پڑے تو چاہئے کہ دینے والے سے صاف صاف کہہ دے کہ اگر تم مجھے اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ میں بظاہر نیک ہوں تو میں اس مال کا مستحق نہیں اگر اللہ تعالیٰ میرا پردہ فاش کر دے تو تم مجھے تو حقیر کی نگاہ سے نہ دیکھو گے بلکہ اعتقاد کرو گے کہ میں سب سے بڑا مجرم ہوں پھر اگر باوجود اس تصریح کے وہ دیتا ہے تو لے لے اس لئے کہ بعض اوقات دینے والے کو اس کی خصلت اچھی معلوم ہو گی کہ اپنی دینی خامی کا اقرار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اس مال کا مستحق نہیں۔

انتباہ : یہاں نفس کا ایک فریب بھی ہے اس سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے۔ وہ یہ کہ کبھی اس طرح پر اقرار کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ خود کو نیک بختوں کے مشابہ سمجھیں یعنی صلحا کا دستور ہے کہ خود کو برا کہا کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کو حقیر جانتے اور انہیں بچشم حقارت دیکھتے ہیں تو اس صورت میں ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہو گا اور باطن اور روح کلام مدح و ثنا ٹھہرے گی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہیں مگر واقع میں اسی طریق سے گویا تعریف کرتے ہیں اس نظر کو تنہائی میں برا کہنا اچھا ہے اور مجمع میں تو عین ریا ہے۔

مسئلہ : اگر طرز بیان اس طرح ہو کہ سننے والا یقیناً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہوں کا اقراری اور خطاؤں کا معترف ہے تو اس مکر سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ : جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیانی معاملہ میں سچا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے ہو تو اسے ایسی باتوں سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہیں سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہاں تک ختم ہو چکی اب ہم دوسرا بیان شروع کرتے ہیں۔

باب نمبر2

سفر کے آداب

سفر کے شروع سے واپسی تک کے گیارہ آداب ہیں۔

ادب نمبر1: جن لوگوں کے حقوق کھائے تھے انہیں واپس کرے۔ 2- قرض خواہوں کا قرض ادا کرے۔ 3- جن کا خرچ دینا اس کے ذمہ ہو اسے پورا کرے یا اس کی فکر کرے۔ 4- اگر کسی کی امانت ہو تو وہ اصل مالک کے پاس پہنچائے۔ 5- زادراہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے۔ 6- اتنا زادراہ لے کہ اس میں سے رفقائے سفر کو دینے کی بھی گنجائش ہو۔

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ سالک کا ایک کام یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر میں اچھا بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق ظاہر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ سفر باطن کے پوشیدہ امور ظاہر کرتا ہے اور جو سفر میں رفاقت کی لیاقت رکھتا ہے وہی حضر میں رفاقت کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض لوگ حضر کی محبت کے تو قابل ہوتے ہیں لیکن سفر کی صحبت کے لائق نہیں ہوتے۔

فائدہ: بزرگوں کا فرمان ہے کہ جب کسی کی تعریف اس کے ساتھ حضر میں وقت بسر کرنے والے اور سفر کے رفیق دونوں کرتے ہیں تو اس کی نیک بختی میں شک نہ کرو اور سفر تکلیف کے اسباب میں سے ایک ہے تو جو شخص تکلیف میں خوش خلق رہے تو واقع میں خوش وہی ہے۔ ورنہ جب ہر کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جائے تو اس وقت بد خلقی بہت کم ہوتی ہے۔

فائدہ: مشہور ہے کہ تین شخصوں کی بے قراری پر ملامت نہیں ہوتی۔ 1- روزہ دار 2- بیمار 3- مسافر اور مسافر کا حسن خلق اس وقت کامل ہوتا ہے کہ کرایہ والے سے نیک سلوک کرے اور رفقاء کے امور ممکنہ سے اعانت کرے۔ اگر کوئی پیچھے رہ گیا ہو تو اس کی دلجوئی کرے یعنی بغیر اس کی اعانت کے آگے نہ بڑھے سواری یا زادراہ جس کی ضرورت ہو اگر ہو سکے تو دریغ نہ کرے بہتر ہے کہ اس کے لئے ٹھہر جائے اور رفقاء کے ساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جس میں فحش اور گناہ نہ ہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور شدائد راہ کا غم غلط ہو۔

ادب نمبر2: سفر کے لئے اچھا رفیق تجویز کرے اکیلا سفر نہ کرے کہ اول رفیق ثم الطریق (پہلے رفیق پھر طریق یعنی سفر وغیرہ عربوں کا مقولہ ہے)

اور رفیق ایسا ہونا چاہئے جو امور میں مددگار ہو یعنی اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ یاد کرے تو اس کا موافق اور معین ہو کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور انسان بغیر اپنے رفیق کے پہچانا نہیں جاتا۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ تین جماعت ہیں اور فرمایا کہ سفر میں جب تم ہو تو ایک کو اپنا امیر بنا لو اور اکابر دین سلف صالحین ایسا کیا کرتے تھے فرمایا کرتے کہ یہ وہ امیر ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔

فائدہ: چاہئے کہ ایسے شخص کو امیر بنائیں جو اخلاق میں سب سے اچھا اور رفقاء کے ساتھ نرم اور اپنے اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طلب موافقت میں جلد باز ہو۔ (نکتہ) امیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ منازل اور راستوں اور سفر کی مصلحات کی تعین میں آراء مختلف ہوتے ہیں تو اگر ایک کی رائے پر مدار رہے گا تو انتظام درست رہے گا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے پر ٹوٹے گی۔

فائدہ: مشہور ہے دنیا کا انتظام بھی اسی لئے بنا ہوا ہے کہ سب کا مدبر ایک ہے اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی ہوتی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لوکان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا (الانبیاء 22) ترجمہ کنزالایمان: اگر آسمان و زمین میں اور اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے

قاعدہ: سفر اور حضر میں ایک کی رائے پر کام ہو تو کام درست رہتا ہے۔ اور زیادہ آراء پر کام خراب ہو جاتا ہے۔ مگر حضر میں تو امیر عام ہوتا ہے جیسے شہر کا حاکم یا خاص ہوتا ہے جیسے مکان کا مالک لیکن سفر میں بغیر معین کرنے کے ازخود کوئی معین نہیں ہوتا اسی لئے امیر مقرر کرنا ضروری ہوا تاکہ مختلف آراء جمع ہو جائیں۔

امیر سفر کو ہدایت: امیر پر لازم ہے کہ وہ تدبیر سوچے جس میں رفقاء کی بہتری ہو اور خود کو ان کے سپرد کرے۔

حکایت: عبداللہ مروزی سے ابو علی رباطی نے سفر میں ان کی رفاقت چاہی انہوں نے کہا کہ اس شرط پر منظور رہے کہ یا تم حاکم ہو یا میں ابو علی نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہیں پھر تمام سفر میں اپنا اور ابو علی کا سامان اٹھائے پھرتے ایک رات بارش ہوئی تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لئے کھڑے رہے تاکہ وہ بارش میں نہ بھیگے جب ابو علی اس نے کہتے کہ خدارا ایسا نہ کرو تو جواب دیتا کہ اپنے قول سے نہ پھرو۔ تم کہہ چکے ہو کہ میں امیر ہوں جو میرا دل چاہے گا کروں گا تم کو میری اطاعت ضروری ہے ابو علی دل میں کہتے کہ میں نے کیا غضب کیا کہ ان کو حاکم کہہ دیا اس سے تو میں مر جاتا تو خوب ہو تاکہ میرے لئے اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہئے جیسے مذکور ہوا۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں چار کو خاص کیا تو اس میں کوئی فائدہ ضرور ہو گا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے لئے دو کام ضروری ہیں ایک تو حفاظت اسباب دوم حاجات کے لئے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہوں اور انہیں سے دو حفاظت کریں اور ایک ضروریات کے لئے جاوے تو وہ اکیلا گھبرائے گا کہ رفیق کی دل لگی نہ رہی اور اگر دو جائیں گے تو حفاظت پر ایک رہ جائے گا اور تنگ دل ہو گا اور دونوں صورتیں خطرہ سے بھی خالی نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کم سے کام نہیں چلتا چار ہوں تو دو سودا وغیرہ لائیں اور دو حفاظت اسباب کریں۔ اگر چار سے زائد ہوں گے تو انہیں رفاقت کا کام اچھا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ پانچواں شخص زائد از حاجت ہے۔ جب اس کی ضرورت نہ ہوگی تو وہ کیسے اس کی طرف متوجہ ہو گا۔ اور شرط رفاقت بجانہ لائے گا ہاں رفقاء کی کثرت سے یہ فائدہ ہے کہ خوف کے مقامات سے محفوظ رہے اور حدیث میں جو مذکور ہے وہ عدد رفاقت خاصہ کے لئے ہے نہ رفاقت عامہ کے لئے اور کثرت رفقاء کی صورت میں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام راستہ میں ایک دوسرے سے بولنے کی نوبت نہیں بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو۔

ادب نمبر3 حضر کے رفقاء: 1- گھر والوں کو رخصت کرے۔ 2- چلتے وقت وہ دعا مانگے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے۔

استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم اعمالک

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو سپرد کرتا ہوں میں تیرا دین اور گھر بار اور اواخر عمل۔

حکایت: بعض تابعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک رہا جب میں نے آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ساتھ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لقمان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر کوئی چیز سپرد کی جاتی ہے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہوں۔

حدیث: زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے سفر کرنا چاہے تو اپنے بھائیوں سے رخصت کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے اس کے حق میں برکت کرتا ہے۔

حدیث: عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت کرتے تھے تو یوں فرماتے تھے۔

زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ووجھک للخیر حیث توجھت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تیرازاد تقویٰ کو کرے اور تیرے گناہ بخشے اور جہاں کہیں تو جائے تجھے خیر کی طرف متوجہ کرے۔

فائدہ: یہ دعا مقیم کی ہے جب مسافر کو سفر کے لئے روانہ کرے۔

حکایت: موسیٰ بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر کا ارادہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رخصت کے لئے کیا آپ نے فرمایا کہ بھتیجے میں تجھے وہ چیز سکھاتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت ہونے کے وقت سکھائی تھی میں نے کہا سکھایئے آپ نے فرمایا اس طرح کہو

اسدعو رعت اللہ الذی لا تفیح واریعہ ترجمہ: میں تجھے اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں اس کے سپرد کی ہوئی چیز تلف نہیں ہوتی۔

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں سفر کرنا چاہتا ہوں مجھے وصیت فرمائے آپ نے فرمایا۔

فی حفظ اللہ وفی کنفہ زودک اللہ التقوٰی وغفر ذنبک و وجھک للخیر حیث کنت یا اینما کنت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا زاد دے اور تیرے گناہ بخشے اور جہاں تو ہو تجھ کو خیر کا متوجہ کرے۔

فائدہ: چاہئے کہ جب اپنے پس ماندگان کو سپردِ خدا کرے تو سب کو سپرد کر دے کسی کی تخصیص نہ کرے۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو مال مرحمت فرما رہے تھے کہ ایک شخص اپنا بیٹا لے کر آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا تیرے مشابہ ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا اس نے عرض کی میں اس کا حال عرض کرتا ہوں ہوا یوں کہ جس وقت یہ حمل میں تھا میں نے سفر کرنا چاہا اس کی ماں نے کہا تم باہر جاتے ہو اور مجھے اس حال پر چھوڑتے ہو کہ میں حاملہ ہوں میں نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اسے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر میں چلا گیا۔ جب میں سفر سے آیا تو اس کی ماں مر چکی تھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ اس کی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی میں نے پوچھا کہ یہ آگ کہاں سے روشن ہوئی لوگوں نے کہا کہ فلاں عورت کی قبر سے ہے ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہیں یہ اس عورت کے گناہوں کی سزا ہو گی سب نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کرتی یہ کیا بات ہے اس کو دیکھنا چاہئے۔ ایک پھاوڑا لے کر قبر کی طرف روانہ ہوا لوگ بھی ساتھ چلے اس کی قبر کھود کر دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہے اور یہ لڑکا ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے۔ اس وقت آواز آئی کہ یہ تری امانت ہے اور اگر تو اس کی ماں کو بھی سپرد کر دیتا تو وہ تجھے زندہ ملتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے کوے کے ہم شکل ہوتا ہے یہ اس سے بھی زیادہ تجھ سے مشابہ ہے۔

ادب 4: سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوۃ میں اس کی ترکیب ہم نے لکھی ہے چلتے وقت سفر

کی چار رکعتیں پڑھے چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اور عرض کیا کہ میں نے ایک سفر کی منت مانی ہے اور وصیت لکھ رکھی ہے تین شخصوں میں سے کسے وہ وصیت سپرد کروں باپ کو یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نائب اپنے پیچھے گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہیں ہے کہ جب سفر کے کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتیں گھر میں پڑھے۔ اور ہر ایک میں سورۃ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم انی اتقرب بھن الیک فاخلفنی بھن فی اھلی ومالی

ترجمہ: اے اللہ میں ان رکعات سے تیرا تقرب کرتا ہوں انہیں میرا نائب بنادے میرے گھر والوں اور مال پر۔

یہ رکعات اس کے اہل اور مال میں نائب اور اس کے مکان کے گرد محافظ رہیں گی جب تک کہ وہ اپنے گھر واپس آئے۔

ادب 5: جب مکان کے دروازہ پر پہنچے تو یوں کہے

بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ رب اعوذ بک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجھل او یجھل علی

ترجمہ: اللہ کے نام سے نکلتا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ نہیں طاقت گناہ سے بچنے کی اور عبادت کرنے کی مگر بمدد اللہ تعالیٰ اے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے خود گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں یا پھسلوں یا پھسلایا جاؤں یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا جہالت کروں یا کوئی مجھ سے جہالت کرے۔

جب دروازہ سے نکل کر چلے تو کہے۔

اللّٰھم بک انتشرت و علیک توکلت و بک اعتصمت و الیک توجھت اللّٰھم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اھمنی ومالا اھتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک وجل ثناؤک ولا الہ غیرک اللّٰھم زودنی التقوٰی واغفرلی ذنبی ووجھنی للخیر اینما توجھت

ترجمہ: تیری مدد سے نکلا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تجھ کو مضبوط پکڑا اور تیری طرف متوجہ ہوا الٰہی تو میرا اعتماد اور تو میری امید ہے پس بچا مجھ کو اس چیز سے جس نے مجھ کو تردد میں ڈالا ہے اور جس کا اہتمام میں نہیں کر سکتا اور جو چیز کہ تجھ کو معلوم ہے مجھ سے زیادہ بڑا ہے ہمسایہ تیرا اور بزرگ ہے تعریف تیری اور کوئی معبود نہیں سوائے تیرے الٰہی توشہ دے مجھ کو تقویٰ کا اور بخش دے میرے گناہ اور مجھ کو خیر کا متوجہ کر جہاں میں رہوں۔

فائدہ: اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے۔ جب سواری پر سوار ہو تو کہے۔

بسم اللّٰہ وباللّٰہ واللّٰہ اکبر توکلت علی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ما شاء اللّٰہ کان ومالم یشالم یکن ترجمہ: اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے اور اللہ بہت بڑا ہے میں نے بھروسہ کیا اللہ پر نہیں ہے طاقت

گناہ سے بچنے اور قوت عبادت کی سوائے مدد اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے جو اللہ نے چاہا وہ ہو جو نہ چاہا نہ ہوا

سبحان الذی سخرلنا ہذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون(الزخرف 13/14) ترجمہ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کردیا اور یہ ہمارے بوتے کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

جب سواری اس کے نیچے آ جائے یعنی سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائے تو کہے

الحمد اللّٰہ للذی ھدانا ھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ہدانا اللّٰہ اللھم انت الحامل علی الظھور و انت المستعان علی الامور

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو اس کی راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہم کو اللہ الٰہی تو پشتوں پر سوار کرنے والا اور کاموں پر مدد چاہا گیا ہے۔

ادب 6: ہر منزل سے تڑکے چلے۔

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کو بارادہ تبوک بہت تڑکے روانہ ہو کر یہ دعا پڑھی۔

اللھم بارک لامتی فی بکورھا ترجمہ: خدایا میری امت کیلئے تڑکے چلنے میں برکت فرما۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ ابتدا سفر جمعرات میں کرے۔

حدیث شریف: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو جمعرات کی صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے۔

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا اے اللہ میری امت کے ہفتہ کے تڑکے چلنے میں برکت دے۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں کسی سے کچھ کام ہو تو اسے دن میں تڑکے جا کر پورا کرو۔ رات میں اس کی تلاش نہ کرو کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا الٰہی میری امت کے تڑکے اٹھنے میں برکت دے۔

مسئلہ: جمعہ کے دن فجر ہونے کے بعد سفر نہ کرے ورنہ گناہگار ہوگا۔ بوجہ جمعہ کے ترک کرنے کے کیونکہ تمام دن منسوب ۔ ہے تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہے۔

مسئلہ: رخصت کیلئے مسافر کے ساتھ چلنا مستحب بلکہ سنت ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے ساتھ چلنا اور صبح یا شام کو

اس کی سواری کے گرد ہونا دنیا و مافیہا سے میرے نزدیک بہتر ہے۔

ادب 7: جب تک آفتاب خوب گرم نہ ہو تب تک کسی منزل پر نہ ٹھہرے یہ سنت ہے۔ اکثر راستہ رات کو طے کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اندھیرے میں چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اسقدر ہوتی ہے کہ دن کو اتنا طے نہیں ہوتا جب منزل معلوم ہونے لگے کہے۔

اللھم رب السموت السبع وما اظلن ورب الارفین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اظللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما ماجرین اسئلک خیر ہذا المنزل و خیر اہلہ اعوذ بک من شر ہذا المنزل وشرما فیہ صرف عنی شرا شرار ھم

ترجمہ: یااللہ رب ساتوں آسمانوں کے اور اس چیز کے جس پر انہوں نے سایہ ڈالا اور پروردگار ساتوں زمین کے اور جس کو انہوں نے اٹھایا اور رب شیطانوں کے اور جس کو انہوں نے بہکایا اور پروردگار ہواؤں کے اور جس چیز کو انہوں نے پراگندہ کیا اور مالک دریاؤں کے اور جس کو انہوں نے بہایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس منزل کی خیر اور اس کے باشندوں کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس منزل کی برائی سے اور برائی سے اس چیز سے جو اس میں ہو تو مجھ سے ٹال دے برائی کو ان کے بروں سے۔

جب منزل پر اترے تو دوگانہ پڑھ کر کہے۔

اللھم انی اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات التی لا یجاوزھن بدولا فاجر من شر ما خلق

ترجمہ: الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات سے تجاوز کرتا ان سے کوئی نیک نہ بدکار برائی سے مخلوق کی۔

اور جب رات ہو جائے تو یہ دعا پڑھے۔

یا ارض ربی و ربک اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من شرک وشرما فیک و شر ما رب علیک اعوذ باللّٰہ من شر کل اسد واسد وحینہ و عقرب ومن شر سا کی البلد ووالد وماولد ولہ ما سکن فی الیل والنہار وہوا لسمیع العلیم

ترجمہ: اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیری بدی یعنی خسف وغیرہ سے اور برائی سے تیرے اندر کی چیز سانپ وغیرہ سے اور برائی سے اس چیز کی جو تجھ پر چلتی ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں شیر اور اژدہا سے سانپ اور بچھو سے اور برائی سے شہر کے رہنے والے کی اور برائی باپ کی اور بیٹے کی یعنی ابلیس اور اس کی اولاد کی اللہ ہی کا ہے جو پھرتا ہے رات اور دن میں اور وہ سمیع علیم ہے۔

جب راہ میں کسی بلند زمین پر چڑھے تو یوں کہنا چاہیے۔

اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال ترجمہ: الٰہی تجھ کو بلندی ہے ہر بلندی پر سبھی کو تعریف ہر حال میں۔

جب اونچائی سے نیچے اترے تو سبحان اللہ ہے جس وقت سفر میں وحشت ہو تو یہ کہے

سبحان الملک القدوس رب الملئکہ والروح جلات السموات بالعزۃ ولجبروت

ترجمہ: پاک ہے مالک نہایت پاک پروردگار فرشتوں اور جبرائیل کا تو نے آسمانوں کو عزت اور جبروتی میں چھپا لیا ہے۔

ادب 8: دن کو احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نہ چلے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اچانک مارا جائے یا جدا رہ جائے رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ابتدائے شب میں سفر میں سوتے تو ہاتھ مبارک کو بچھا لیتے اگر آخر شب میں سفر میں سوتے تو ہاتھ مبارک کو بچھا لیتے۔ اگر آخر شب میں سوتے تو ہاتھ کسی قدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے اس سے غرض یہ تھی کہ گہری نیند نہ آئے۔ اور ایسا نہ ہو کہ سوتے رہیں اور سورج بےخبری میں نکل آئے۔ اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہے اس سے بہتر چیز یعنی نماز قضاء ہو جائے۔

مسئلہ: رات کو مستحب ہے کہ تمام رفقاء ملکر پہرہ دینے کی باری مقرر کرلیں اور ایک سو جائے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہے۔

مسئلہ: جب رات یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ چڑھ آئے تو آیۃ الکرسی اور اشھدو الا لہ الا اللہ آخر تک اور سورۃ اخلاص اور معوذ تین پڑھے اور یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی اللہ و کفی سمع اللہ لمن دعا لیس وراء اللہ المنتھی ولا دون اللہ ملجا کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم واستعنت بالحی الذی لا یموت اللھم احرسنا بعینک التی لا تنام واکنفنا برکن الذی لا یرام اللھم ارحمنا بقدر تک علینا فلا تھلک وانت ثقتنا ورجاء نا اللھم اعطف علینا قلوب عبادک وامائک برافتہ ورحمتک انک انت ارحم الراحمین

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو چاہا اللہ نے نہیں ہے قوت مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے کافی ہے مجھ کو اللہ بھروسہ کیا میں نے اللہ پر جو چاہا اللہ نے نہیں لاتا بھلائیاں سوا خدا اب جو چاہا اللہ نے نہیں ٹالتا جو برائی کو سوا اللہ کے کافی ہے مجھ کو اللہ اور کفایت ہو اللہ سنتا ہے اس کی جو اس کو پکارے نہیں ہے اللہ سے اس طرف کوئی نہیں اور نہ اس طرف کوئی

پناہ کی جگہ۔ لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے کہ میں غالب ہوں گا اور میرے رسول البتہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے عزت والا میں نے آڑ پکڑی اللہ عظیم کی اور مدد چاہی اس زندہ سے کہ نہ مرے گا الٰہی تو ہم کو اپنی اس آنکھ سے حفاظت کر کہ سوتی نہیں اور ہم کو اس رکن کی پناہ دے کہ اس تک قبضہ نہیں ہوتا الٰہی تو ہم پر رحم کر اپنی قدرت سے جو ہم پر ہے بس ہم کو ہلاک نہ کر اور تو ہمارا اعتماد اور امید ہے۔ الٰہی مہربان کر دے ہم پر دل اپنے بندوں اور لونڈیوں کے اپنی مہر اور رحم سے کہ تو ہی بے شک سب رحیموں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ادب 9: اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنی اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ منہ پر مارے کہ یہ امر ممنوع ہے۔ مگر سواری پر نہ سوئے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑ جاتا ہے جانور کو ایذا ہوتی ہے اہل ورع (تقویٰ) سواری کے جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے بجز اس کے کہ اونگھ آ جائے۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواری کی پیٹھ کو چوکیاں نہ بناؤ۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ سواری سے صبح و شام اتر کر اس کو آرام دے دیا کرے مسنون ہے۔ اور اس میں سلف صالحین سے آثار بھی منقول ہیں بعض اکابر کا دستور تھا کہ کرایہ میں یہ شرط کر لیتے کہ ہم سواری سے نہ اتریں گے اور کرایہ پورا دیتے مگر پھر اتر جایا کرتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ امر صرف جانور پر احسان ہو تا کہ ہماری نیکیوں کے پلہ میں رہے۔ سواری یا مالک کے پلہ نہ جائے۔

مسئلہ: جو مالک جانور (سواری) کو مارنے یا طاقت سے زیادہ لادنے سے ایذا دیتا ہے قیامت میں اس سے مطالبہ کیا جائے گا جیسے اس کی خدمت میں ثواب پاتا ہے۔

حدیث: فی کل کبد حرا اجر ترجمہ: ہر پیاسے جگر کے پانی پلانے میں ثواب ہے۔

حکایت: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا اونٹ مر گیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے اونٹ اپنے پروردگار کے سامنے مجھ سے جھگڑا نہ کرنا میں تجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادتا تھا۔

مسئلہ: لمحہ بھر کے لئے سواری سے اترنے میں دو صدقے ہیں کہ سواری کو آرام دینا دوسرے کرایہ والے کا دل خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہے کہ سواری پر بیٹھے رہنے سے پٹھوں کی سستی کا خطرہ ہے اس لئے اتر کر چند قدم چلنا اور چلنے کی عادت ڈالنا بہتر ہے۔

مسئلہ: جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے علیحدہ علیحدہ چیزوں کے نام لکھ دے بلکہ دکھلا دے تاکہ جس قدر کرایہ مقرر ہو اور جھگڑا نہ ہو۔ کلام طویل تک نوبت نہ پہنچے۔ اور کلام طویل اور جھگڑے سے احتراز چاہئے کہ ہر ایک لفظ پر اللہ عزوجل کا محافظ موجود ہے۔

مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید (سورہ ق 18) ترجمہ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(فائدہ) اسی لئے کرایہ والے کے ساتھ بحث و تکرار نہیں ہونی چاہئے۔

مسئلہ: جو اشیاء مقرر ہو چکی ہوں ان سے زیادہ کوئی چیز جانور پر نہ رکھے گو ہلکی ہو کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے۔ اور جو کاجل کی بھٹی سے گذرے گا سیاہ دھبہ سے نہ بچے گا۔

حکایت: کسی نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ میرا یہ خط فلاں کو دے دیجئے گا آپ کرایہ کے جانور پر سوار تھے فرمایا کہ میں نے تمام چیزیں کرایہ والے سے شرط کرلی ہیں اور اس رقعہ کی شرط نہیں کی جب تک کرایہ والے سے اجازت نہ لوں میں اس کو نہیں لے جا سکتا۔

فائدہ: فقہ کا قول بھی یہی ہے کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہیں کہ ادنیٰ امور سے تسامح کیا جاتا ہے مگر آپ نے فتوئی پر عمل نہ کیا بلکہ تقویٰ اختیار کیا

ادب 10: چھ چیزیں اپنے ساتھ لے لینی چاہئیں۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو اپنے ساتھ یہ چیزیں لے جاتے۔ 1- آئینہ 2- سرمہ دانی 3- کنگھی 4- مدری یعنی دانتا۔ اور ایک رویت میں چھ چیزیں ہیں۔ 1- آئینہ 2- مقراض 3- مسواک 4- سرمہ دانی 5- کنگھی 6- مدری یعنی دانتا۔

ام سعید انصاری رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سفر میں دو چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھیں 1- آئینہ 2- سرمہ دانی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوتے وقت سرمہ لگایا کرو کہ وہ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

حدیث: مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ داہنی آنکھ تین اور بائیں میں دو۔

فائدہ: صوفیہ کرام نے سفر کی چیزوں میں ڈول اور رسی زیادہ کی ہے کسی صوفی کا قول ہے کہ اگر فقیہ کے ساتھ ڈول اور رسی نہ ہو تو معلوم ہو گا کہ اس کا دین ناقص ہے۔ اور ان دونوں کو اس لئے زیادہ کیا کہ پانی طہارت اور کپڑوں کا دھونا احتیاط کی چیز ہے۔ تو ڈول اس مقصد کے لئے کہ پاک پانی اس میں موجود ہے اور رسی کپڑے سکھانے اور پانی کھینچنے کے لئے ہے اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے بھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ اور چشموں وغیرہ کے پانی سے وضو کرنے میں حرج نہ جانتے۔ جب تک کہ نجاست پر یقین نہ ہو جاتا یہاں تک کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑوں پر پھیلا دیتے تھے اس لئے رسی کی حاجت نہ تھی۔

بدعت حسنہ کا ثبوت: اس سے معلوم ہوا کہ ڈول اور رسی بدعت ہے (مگر بدعت حسنہ ہے۔) بری بدعت صرف وہی ہوتی ہے۔ جو صحیح اور ثابت سنتوں کے بالمقابل ہو اور جو چیز کہ دینی احتیاط امور کی ممد ہو وہ مستحب ہے جیسے ڈول اور رسی ہے۔ ا۔

فائدہ: ہم نے طہارت میں مبالغہ کر کے احکام باب الطہارت میں لکھے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو خاص امر دینی ہی میں مشغول ہو اسے لائق نہیں کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت کی ہی احتیاط کرے ہاں اگر احتیاط کرنے میں کوئی عمل اس سے افضل فوت ہوتا ہو تو جواز پر کاربند ہونے میں حرج نہیں۔

حکایت: حضرت خواص رحمتہ اللہ علیہ جو اہل توکل تھے سفر اور حضر میں چار چیزیں ان سے جدا نہ ہوتی تھیں۔ 1- ڈول 2- رسی 3- سوئی دھاگہ 4- مقراض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزیں دنیا کے تعلق کی نہیں۔

ا۔ امام غزالی قدس سرہ کے اس قول میں اہلسنت کی تائید اور وہابیوں کی تردید ہے کہ وہ بدعت کی غلط تعریف کرتے ہیں۔ امام غزالی نے اہلسنت کے مطابق بدعت کی تعریف کی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

باب ۱۰

سفر سے واپسی کا بیان

احادیث مبارکہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی جنگ یا حج یا عمرہ یا کسی دیگر سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر زمین بلند پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر فرماتے

لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک والہ الحمد وھو علی کل شی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وحدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ترجمہ : نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم رجوع کرنیوالے ہیں۔ اور تائب ہیں عبادت کرنیوالے سجدہ کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے سچا کیا اپنا وعدہ اور مدد کی اپنے بندہ کی اور متفرق کیا جماعتوں کو تنہا جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو کہے۔

اللھم اجعل لنا بھا قرارو رزقا حسنا ترجمہ : الٰہی کر ہمارے لئے اس میں قرار اور رزق طیب

کسی کو اپنے گھر روانہ کردے کہ اس کے آنے کی اطلاع کردے اچانک گھر نہ پہنچے ممکن ہے ایسی بات دیکھے جو بری معلوم ہو تو چاہئے کہ گھر پر رات کو نہ پہنچے کہ اس سے ممانعت وارد ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں داخل ہو کر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ جب گھر میں داخل ہوتے تو کہتے

توبا توبا لربنا اوبالا یغادر وعلینا حوبا

ترجمہ : توبہ کرتا ہوں توبہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں اس طرح کہ نہ چھوڑے ہم پر کوئی گناہ

چاہئے کہ اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کے لئے کچھ تحفہ کھانے کی چیز جس قدر ہو سکے ساتھ لائے۔ یہ سنت ہے حدیث مروی ہے کہ اگر کچھ نہ لائے تو اپنے برتن میں ڈھیلے ہی ڈال لے۔ (یعنی پتھر)

فائدہ : غالباً تحفہ لے جانے میں ترغیب ہے کہ ایسا مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کو انتظار رہتا ہے اور تحفہ سے قلوب کو سرور ہوتا ہے اس خیال سے کہ انہوں نے ہمیں یاد رکھا اور زیادہ خوش ہوتے ہیں اسی وجہ سے تحفہ کا لے جانا مستحب ہوا۔

سفر کے باطنی آداب: ان کا مجموعہ تو بیان اول میں گزرا مگر مجملاً یہاں لکھا جاتا ہے۔ 1- سفر اسی صورت میں اختیار کرے کہ سفر میں دین کا اضافہ ہو۔ 2- جس وقت اپنے دل میں تغیر پائے اسی جگہ ٹھہر جائے اور اسی جگہ گھر بنا لے۔ 3- جہاں دل کا تقاضہ ہو اس کے خلاف نہ کرے۔ 4- ہر شہر میں داخل ہونے سے نیت کرے کہ وہاں کے کاملین کی زیارت کروں گا۔ 5- اس میں کوشش کرے کہ جب کامل کی زیارت کرے اس سے کوئی ادب یا کوئی نصیحت سیکھ لے۔ 6- اس ارادہ پر ملاقات نہ کرے کہ عوام کہیں کہ میں نے اتنے مشائخ کی زیارت کی ہے۔ 7- کسی شہر میں ایک ہفتہ یا عشرہ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہاں اگر کوئی مرشد کامل جس کے پاس گیا ہے زیادہ قیام کا فرمائے تو حرج نہیں۔ 8- جتنا دن ٹھہرے بجز سچے فقیروں کے اوروں کے پاس نہ بیٹھے۔ 9- اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہو تو تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے کہ مہمانی کی حد یہی ہے لیکن اگر بھائی کو اس کی جدائی ناگوار ہو تو زیادہ رہنے میں حرج نہیں۔ 10- اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے تو اس کے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو عیش و عشرت میں مشغول نہ کرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہے گی۔ 11- جب شہر میں داخل ہو تو کسی چیز سے مشغول نہ ہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو جائے۔ 12- اگر وہ مکان میں تشریف رکھتے ہوں تو دروازہ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانے کے لئے اجازت چاہے یہاں تک کہ خود ہی باہر تشریف لائیں۔ 13- باہر تشریف لانے کے وقت ادب سے ان کے سامنے سلام کرے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کریں تو جو پوچھیں صرف اسی کا جواب دے۔ 14- اس سے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جب تک کہ پہلے اجازت حاصل نہ کرے۔ 15- جب سفر میں ہو تو شہروں کے کھانوں اور سختیوں کا زیادہ ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستوں کا کثرت سے نام لے بلکہ وہاں کے مشائخ اور فقراء کا ذکر کیا کرے۔ 16- سفر میں صالحین کے مزارات کی زیارت ترک نہ کرے۔ [1]

17- ہر گاؤں اور شہر میں اس کا جو دوست ہے اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اسے ظاہر کرے، وہ بھی ایسے کے سامنے جو اسے پورا کر سکے۔ 18- اثنائے راہ میں ذکر الٰہی اور قرآن کی تلاوت اس طرح کرے کہ دوسرا نہ سنے۔ 19- جب کوئی اس سے گفتگو کرے تو ذکر چھوڑ کر اسے جواب دے۔ 20- جب تک وہ گفتگو کرے ذکر موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے۔ 21- کسی کا دل سفر یا حضر سے گھبرا جائے تو اس کی مخالفت کرنی چاہئے کہ نفس کی مخالفت میں برکت ہے۔ 22- اگر نیک بخت لوگوں کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو ان کی خدمت سے ملال کر کے سفر نہ کرنا چاہئے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ 23- جب اپنے نفس میں جھڑکی بہ نسبت سفر میں نقصان پائے تو جان لے کہ سفر اچھا نہیں پھر گھر کو رجوع کرے اس لئے کہ اگر اچھا ہوتا تو اس کا اثر ظاہر ہوتا۔

حکایت: کسی نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلاں شخص سفر کو نکلا ہے فرمایا کہ سفر میں اجنبی رہتا ہے اور اجنبیت ذلت ہے اور مومن کو جائز نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔

---

[1] امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی ایسی عبارات کو نہ بھولیں کیونکہ دور حاضرہ میں مزارات کے دشمن کیا کہتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ جس کو سفر میں دین کا فائدہ نہ ہو اس نے اپنے نفس کو ذلیل کیا ورنہ ظاہر ہے کہ دین کی عزت بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہیں ہوتی تو چاہئے کہ سالک اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اس غربت میں عزت ملے اور ذلیل نہ ہو ورنہ جو سفر میں اپنی خواہش کا مطیع ہو گا وہ ضرور ذلت اٹھائے گا ابھی یا آئندہ۔

سفر کی رخصتوں اور قبلہ اور اوقات کی تفصیل: مسافر ابتداء سفر میں اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کے لئے کچھ زاد راہ ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا پینا اور دوسری ضرورت کی چیزیں ہیں۔

مسئلہ: اگر سفر قافلہ کے ساتھ ہو یا اثناء راہ میں گاؤں برابر ملتے ہوں تو اس صورت میں اگر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بغیر زاد بھی نکلے گا تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر اکیلا سفر کرتا ہو یا ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جن کے پاس کھانا پینا نہیں اور راستہ میں آبادی بھی نہیں تو ایسی صورت میں اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت تاہفتہ عشرہ کر سکتا ہو یا جنگل کی گھاس پر اکتفا کر سکتا ہو تو اسے بلا زاد سفر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر نہ بھوک پر صبر کر سکتا ہے اور نہ گھاس پر اکتفا کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں بغیر زاد کے نکلنا گناہ ہے اس لئے کہ اپنے نفس کو خود ہلاکت میں ڈالتا ہے اس کا راز باب التوکل میں مذکور ہو گا (ان شاء اللہ)

فائدہ: توکل کا یہ معنی نہیں کہ اسباب بالکل دور ہو جائیں اگر یہی ہو تو چاہئے کہ ڈول اور رسی کی تلاش سے بھی توکل جاتا رہے اور کنوئیں میں سے پانی نکالنا بھی باطل ہو جائے اور متوکل پر اتنا صبر واجب ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی فرشتے یا انسان کو مسخر کر دے کہ وہ اس کے منہ میں پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہیں یہ چیزیں توکل میں خلل انداز نہیں ہیں جب ڈول اور رسی کی حفاظت توکل کو مخل نہیں جو پانی ملنے کے آلات ہیں تو خود کھانے یا پینے کی اشیاء کا ساتھ رکھنا جہاں توقع ان کے موجود ہونے کی نہ ہو بطریق اولیٰ توکل کا مخل نہ ہو گا۔ توکل کی حقیقت ان شاء اللہ جلد چہارم میں مذکور ہو گی جو محققین علمائے کے سوائے اور وطن پر پوشیدہ اور مخفی ہیں۔

مسئلہ: سفرِ آخرت میں علم زادِراہ ہے جس کی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادت میں ہوتی ہے تو اس میں سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہئے۔ اس لئے کہ سفر بعض باتوں کو مسافر پر تخفیف کر دیتا ہے جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازوں کا اکٹھا پڑھنا اور روزہ کا افطار کرنا تو انہیں یہ معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہے کہ تخفیف کس قدر اور کس صورت میں ہے۔ اور بعض امور سفر میں سخت بھی ہو جاتے ہیں کہ جن کی حضر میں کوئی ضرورت حاجت نہ تھی جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر میں مسجدوں کے رخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہو جاتا ہے اور موذنوں کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہے اور سفر میں ان امور کو کبھی خود معلوم کرنے کی ضرورت ہوا

کرتی ہے لہٰذا اس کا سیکھنا بھی ضروری ہوا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن اشیاء کے سیکھنے کی ضرورت سفر میں ہے وہ دو قسم ہیں۔ اس لئے ان کا بیان بھی دو قسموں میں کیا جاتا ہے۔

قسم اول: سفر کی رخصتوں کے معلوم کرنے کا بیان

باب رخصت 1: سفر سے سات رخصتیں حاصل ہوتی ہیں دو طہارت میں موزوں پر مسح کرنے اور تیمم ہیں اور دو فرض نماز کے اندر یعنی قصر کرنا اور دو فرضوں کا جمع کر لینا اور نماز نفل میں دو یعنی سواری پر اور پیادہ چلنے میں ادا کرنا اور ایک روزہ میں ہے یعنی افطار کرنا اب انہیں سے ہر ایک کو مفصل بیان کرتے ہیں۔

رخصت 2: موزوں پر مسح

موزوں کا مسح (حدیث): صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہوں تو تین دن رات تک موزے پاؤں سے نہ نکالیں۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس نے موزوں کو ایسی طہارت کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بے وضو ہو گیا تو اسے جائز ہے کہ بے وضو ہونے کے وقت سے لے کر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہو ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطوں کے ساتھ۔

موزہ پر مسح کی شرائط: 1- موزوں کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر داہنا پاؤں دھو کر موزہ کے اندر کرے گا پھر بایاں پاؤں دھو کر دوسرا موزہ پہنے گا تو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسح درست نہ ہو گا جب تک کہ دہنے موزہ کو نکال کر پھر سے نہ پہنے۔ 2- موزے ایسے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر چل سکے ایسے موزوں پر مسح جائز ہے اس لئے کہ عادت ہو گئی ہے کہ موزے پہن کر منازل طے کرتے ہیں کیونکہ ان میں یہ قوت ہوتی ہے بخلاف صوفیہ کرام کی جرابوں کے اور ان پاؤں کے جو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں۔ ان پر مسح جائز نہیں بوجہ ضعیف ہونے کے۔ 1

1- اسے عرف حاضر میں جراب کہا جاتا ہے غیر مقلدین وہابی وغیرہ جائز سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک جراب پر مسح ناجائز ہے اس کی تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ القول الصواب فی مسح الجراب پڑھئے۔ اویسی غفرلہ

3- جہاں تک پاؤں کا دھونا فرض ہے اتنی جگہ موزہ پھٹا نہ ہو اگر اس قدر پھٹ گیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اس پر مسح جائز نہ ہو گا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہے کہ جب تک موزہ پاؤں پر چمٹا رہے تب تک مسح درست ہے اگرچہ پھٹ گیا ہو اور یہی امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور پھٹنے کا حرج نہیں کیونکہ سفر میں ہر وقت سینا دشوار ہے اور ضرورت بہت زیادہ ہے اور بنے ہوئے پاتیابے پر مسح

مسئلہ: اگر پنڈلی پر مسح کرے گا تو جائز نہ ہو گا اور ادنیٰ مرتبہ مسح کا یہ ہے کہ پشت قدم پر بھیگا ہاتھ اس طرح لگائے جیسے مسح کہ سکیں اگر تین انگلیوں سے مسح کرے گا تو کیسی کا خلاف نہ رہے گا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہے کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایک بار مسح کرے دو دفعہ نہ کرے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

کیفیت مسح برموزہ: دونوں ہاتھ تر کر کے دہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سردہنے پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر ان کو اپنی طرف کھینچتا چلا جائے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سر بائیں موزے کی ایڑی کے نیچے رکھ کر پاؤں کی انگلیوں تک پہنچا دے۔

مسئلہ: حالت حضر میں مسح کیا پھر مسافر ہو گیا یا حالت سفر میں مسح شروع کیا پھر مقیم ہو گیا تو دونوں حالتوں میں اقامت کا حکم غالب رہے گا۔ یعنی ایک دن رات مسح کرے اور دنوں کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر حضر میں صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہیں آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت بے وضو ہوا تو تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنی چوتھے اور جب زوال کا وقت ہو جائے گا تو اب جائز نہ ہو گا کہ بغیر پاؤں دھونے کے نماز پڑھ لے بلکہ پاؤں دھو کر پھر سے موزے پہن لے۔ اور خیال رکھے کہ کس وقت سے وضو جائے گا جب سے بے وضو ہوا اسی وقت سے نئی مدت (تین دن رات حساب کرے)

مسئلہ: اگر حضر میں موزہ پہننے کے بعد بے وضو ہو گیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات کی مسح کرے اس لئے کہ عادت یوں ہی ہے کہ کبھی موزہ سفر سے پہلے پہن لیتے ہیں اور بے وضو ہونے سے احتراز نہیں ہو سکتا لیکن اگر حضر میں موزوں پر مسح بھی کر لیا ہو پھر سفر کا اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہئے۔

مسئلہ: جو حضر یا سفر میں موزہ پہننا چاہئے اسے مستحب ہے کہ موزہ کو الٹا کر کے جھاڑ دے سانپ اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے۔

حدیث: ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزوں کا جوڑا منگوایا اور ایک کو پہن لیا تھوڑی دیر بعد ایک کوا آیا دوسرے موزے کو اٹھا لے گیا پھر پھینک دیا تو اس میں سے سانپ نکلا۔

ہے بشرطیکہ اتنے گھنے ہوں کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو۔ اور یہی حال اس پھٹے موزہ کا ہے جس پھٹی ہوئی جگہ بڑے بڑے ٹانکوں سے سی گئی ہو اس لئے کہ ان تمام کی ضرورت پڑتی ہے اور باتوں کا اعتبار نہیں صرف اتنا دیکھ لینا چاہئے کہ ٹخنوں سے اوپر تک چھپا رہتا ہے یا نہیں اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اس پر مسح جائز نہ ہو گا۔ 4۔ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اگر نکالے گا تو نئے سرے سے وضو کرنا چاہئے اگر صرف دونوں پاؤں دھو لے گا تب بھی کافی ہو گا۔ 5۔ مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بغیر جھاڑے نہ پہنے۔

رخصتِ تیمم: تیمم میں مٹی پانی کا بدل ہے جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اس کی دشواری کی یہ صورت ہے کہ منزل سے اتنی دور ہو کہ اگر وہاں جائے گا تو چیخنے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئے گی اور کوئی مدد کو نہ پہنچے گا یہ وہ فاصلہ ہے کہ منزل والے اتنی دور قضاء حاجت کے لئے نہیں جایا کرتے۔

مسئلہ: ایک صورت پانی کی دشواری کی یہ ہے کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس وقت بھی تیمم درست ہے اگرچہ پانی نزدیک ہو۔

مسئلہ: دشواری کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی اپنے رفقاء میں اس کے پینے کا حاجت مند ہو تو اس صورت میں بھی وضو کرنا درست نہیں بلکہ پانی رفیق کو بہ قیمت یا بغیر قیمت کے دینا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر پانی کی ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگونے کے کے لئے ہو تو اس وقت تیمم درست نہ ہو گا۔ بلکہ چاہئے کہ سوکھے ٹکڑوں پر گزارہ کرے اور شوربا نہ پکائے۔

مسئلہ: اگر کوئی اسے پانی ہبہ کرے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں اس لئے کہ پہلی صورت میں منت نہیں اور دوسری صورت میں منت ہے۔

مسئلہ: اگر پانی معمولی قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہے اگر مہنگا بکتا ہو تو لازم نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس پانی نہ ہو اور تیمم کرنا چاہے تو اگر تلاش سے ملنا آسان ہو تو پہلے تلاش کرنا چاہئے یعنی منزل سے ادھر ادھر چل کر دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنوں کو ٹٹولے اور گھڑوں وغیرہ میں جو کچھ بچا کھچا ہو دیکھے۔

مسئلہ: اگر پانی اسباب میں رکھا ہوا بھول گیا یا کنواں قریب تھا مگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہو گا کہ تلاش میں کوتاہی کی۔

مسئلہ: اگر سمجھے کہ پانی آخر وقت میں مل جائے گا تو بہتر ہے کہ پہلے وقت میں نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہیں اور اول وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اس لئے اسی کو ترجیح ہے۔

اس روایت سے منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی نفی کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث قابل استدلال نہیں کہ عراقی نے فرمایا واہ الطبرانی وفیہ من لا یعرف اتحاف 423 اگر بقول دیگر صحیح ہو تو اس میں نفی کی تصریح نہیں صرف تخمینہ ہے اور نبوت، تخمینہ و بدگمانی گناہ ہے اسے عدم واستغات اور تعلیم امت پر بھی معمول کیا جا سکتا ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف غایۃ المامول فی الرسول اویسی غفرلہ

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار تیمم کیا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تیمم کر رہے ہیں حالانکہ مدینہ طیبہ کی دیواریں نظر آ رہی ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا میں وہاں جانے تک زندہ رہوں گا۔

مسئلہ: نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملے گا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ ورنہ وضو کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ: اگر نماز شروع کرنے سے پہلے پانی ملے گا تو وضو لازم ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں کہ باوجود تلاش کے پانی نہ ملے تو زمین پاک سے تیمم کرے جس پر مٹی میں غبار اٹھتا ہو اور چاہئے کہ اس پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر کے ایک ضرب لگائے اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لے پھر انگلیاں پھیلا کر اور انگوٹھے نکال کر دوسری ضرب لگائے اور اس سے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مسح کرے اگر ایک ضرب سے تمام جگہ غبار نہ پہنچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرے اور جس تدبیر سے کہ سب جگہ پہنچ سکتا ہے اس کو ہم نے باب الطہارۃ میں لکھ دیا ہے۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: جب تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے تو اس سے نوافل جس قدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو تیمم کرے۔ 1۔

مسئلہ: ہر فرض نماز کے لئے جدا تیمم کرنا چاہئے۔ 2۔

مسئلہ: حنفیوں کے نزدیک جائز ہے۔ (اویسی غفرلہ) جب تیمم میں منہ پر ہاتھ پھیرے تو چاہئے کہ نماز کو مباح کرنے کی نیت کر لے۔

مسئلہ: اگر اتنا پانی ملے کہ اس سے بعض اعضاء کی طہارت ہو سکے تو اس قدر اعضاء پر پانی کا استعمال کر کے پھر پورا تیمم کرے۔ 3۔

نماز فرض میں قصر: مسافر ظہر اور عصر اور عشاء میں چار کی جگہ دو پر اکتفا کر سکتا ہے مگر اس کے لئے تین شرطیں ہیں۔

1- عین وقت پر یہ نماز ادا ہوں اگر بالفرض قضاء ہو جائے گی تو ظاہر تو یہ ہے کہ پوری چار پڑھنی لازم ہوں گی۔
2- نیت قصر کی کرے اگر پوری پڑھنے کی نیت کرے گا تو چار پڑھنی لازم ہوں گی اگر شک ہو گیا کہ قصر کی نیت

1- یہ امام شافعی کا مذہب ہے احناف کے نزدیک ایک تیمم سے کئی نمازیں فرض و نفل وغیرہ پڑھ سکتا ہے۔ اویسی غفرلہ

2- یہ بھی امام شافعی کا مذہب ہے احناف کے نزدیک وہی ہے جو ہم نے کہا ہے۔یوں نہیں کہ دخول وقت نماز سے پہلے تیمم کرے اور اگر ایسا کرے گا تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔

3- حنفیوں کے نزدیک صرف تیمم کرے۔ (اویسی غفرلہ)

کی ہے یا پوری کی تو اس صورت میں بھی پوری پڑھنا لازم ہے۔

3- مقیم امام کے پیچھے نہ ہو ورنہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑھے گی بلکہ اگر اس کو شک ہو گیا کہ امام مقیم ہے یا مسافر تب بھی پوری پڑھنی لازم ہو گی۔ اگرچہ بعد کو معلوم ہو کہ وہ مسافر ہے اس لئے کہ مسافر کا حال چھپا نہیں رہتا تو چاہئے کہ نیت کے وقت مستقل ہو۔

مسئلہ: اگر یہ تو معلوم کر لیا کہ امام مسافر ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ اس نے نیت قصر کی کی ہے یا مقیم کی تو اس کے شک سے کوئی حرج نہیں کیونکہ نیت پر اطلاع نہیں ہوا کرتی اور یہ اس وقت ہے کہ سفر دراز اور مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہے اس کا جان لینا ضروری ہے تو سفر اس کو کہتے ہیں کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ معین پر بالقصد جائے اس صورت میں جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہ ہو اس کے حق میں قصر کی رخصت نہ ہو گی۔ اور جب تک شہر کی آبادی سے باہر نہ ہو گا۔ تب تک مسافر نہ ہو گا اور یہ شرط نہیں کہ ویران مکانات اور باغات سے بھی نکلا جائے۔ لیکن احناف کے نزدیک جس ارادہ کا سفر ہو اسی کے لئے ہے (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: جہاں تک شہر والے گاہے بگاہے سیر کو چلے آتے ہیں لیکن اگر گاؤں سے سفر کرے تو یہ شرط ہے کہ جن باغات کا احاطہ بنا ہو ان سے نکلا جائے اور جن کا احاطہ نہیں ان سے نکلنے کی کوئی قید نہیں۔

مسئلہ: اگر مسافر شہر سے نکل کر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اس کا وطن ہے تو جب تک آبادی سے باہر نہ نکل جائے قصر نہ کرے اگر وطن نہیں ہے تو قصر جائز ہے۔ اس لئے کہ اول مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہو گیا۔ یہ حال آغاز کا ہوا۔

مسئلہ: سفر کا انجام تین باتوں میں سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہے۔

1- جس شہر میں اقامت کی نیت کی ہو اس کی آبادی میں پہنچ جائے۔

2- تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے خواہ جنگل میں یا شہر میں (احناف کے نزدیک پندرہ ایام کی نیت ضروری ہے۔)

3- صورت اقامت کی ہو جائے اگرچہ اس نے عزم نہ کیا ہو مثلاً اگر کسی جگہ جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اس کے بعد اس کو رخصت قصر جائز نہیں ہاں اگر عزم اقامت نہیں اور کوئی کام در پیش ہے کہ ہر روز اس کے پورا ہونے کی توقع ہے مگر اتفاقاً" تصدیق اور تاخیر ہو جاتی ہے تو اس صورت میں دو قولوں میں سے قیاس کے مطابق یہی ہے کہ گو کتنی ہی مدت ہو جائے قصر کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ دل سے متحرک ہے۔ اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت نہیں کہ دل برقرار نہ ہو اور ظاہر میں ایک جگہ ٹھہرا رہے اس رہنے کا اعتبار نہیں اور وہ کام جو اس کو درپیش ہے جنگ ہو یا کوئی اور دونوں کا ایک حکم ہے اس طرح مدت کی درازی اور کمی میں بھی حکم کا فرق

نہیں اور نہ اس میں فرق ہے کہ سفر میں دیر بارش کی وجہ سے ہوئی یا کسی اور وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات میں عمل فرمایا ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز کے تعین کی تو کوئی وجہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قصر کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ غازی اور کفار کے بالمقابل۔

طویل سفر کی تعریف: سفر طویل اسے کہتے ہیں جو دو منزل ہو ہر منزل جو بیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم میں پاؤں کا (یعنی حساب مروجہ حال سے قریب بارہ کے) احناف کے نزدیک تین دن اور تین راتیں جو بہ تحقیق امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ساڑھے ستاون میل ہے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: سفر مباح سے مراد یہ ہے کہ ماں باپ کا نافرمان ہو کر نہ جاتا ہو نہ ان سے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ توانگر قرضدار قرض خواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور قتل ناحق کے لئے متوجہ ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام وظیفہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے لئے سفر کرتا ہو۔ خلاصہ یہ کہ انسان کسی غرض کے لئے سفر کرتا ہے تو اگر اس غرض کا حصول حرام ہو اور وہ اگر بالفرض اس کو غرض نہ ہوتی تو سفر نہ کرتا تو اسی غرض کے لئے سفر کرنا گناہ ہے اور اس سفر میں قصر نماز جائز نہیں۔ (احناف کے نزدیک قصر ہے۔)

مسئلہ: جس سفر میں کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت نہیں بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرما دیا ہے اس پر رخصت قصر سے مدد نہیں فرمائی۔

مسئلہ: اگر سفر کے سبب دو ہوں ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر سبب ممنوع نہ ہوتا تب بھی سبب مباح نہ تھا۔ اسے آمادہ سفر کرتا اور بلاشبہ اس کے لئے سفر کرتا تو اس صورت میں قصر درست ہے۔

مسئلہ: بناوٹی صوفی جو شہروں میں پھرتے ہیں اور بجز سیر کے ان کی کوئی غرض نہیں ان کو اس رخصت پر عمل کرنے میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ درست ہے۔

رخصت 4 جمع بین الصلوتین: دونوں نمازوں کے وقتوں میں جمع کرنا مثلاً مغرب اور عشاء کو اسی دونوں کے اوقات میں ایک ساتھ پڑھنا۔ یہ رخصت بھی اسی سفر میں جائز ہے جو طویل اور مباح ہو تھوڑے سفر میں اس کے اکٹھا کرنے کی نیت کرے اور ظہر کے لئے اذان اور تکبیر دونوں کہے۔ اور ظہر کی فراغت کے بعد عصر کی تکبیر کہے۔

مسئلہ: اگر تیمم سے پڑھتا ہو تو تکبیر سے پہلے تیمم کرے اور ظہر اور عصر میں اتنی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہو سکے زیادہ دیر نہ کرے۔

مسئلہ: اگر پہلے عصر کو پڑھے گا تو جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر ظہر کے فراغت سے پہلے جمع کی نیت نہ کی بلکہ نماز عصر کی نیت کے وقت جمع کی نیت کی تو امام مزنی

کے نزدیک درست ہے اور قیاس کی رو سے بھی اس کی وجہ ہے کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہے اور یہ صورت بھی جمع کی ہے اور چونکہ ظہر کو بموجب دستور کے پڑھ لیا اور عصر کو اس کے وقت میں جمع کرنے کی رخصت ہے تو نیت صرف عصر میں کافی ہونی چاہئے۔ پھر جب فرائض سے فارغ ہو تو دونوں نمازوں کی سنتوں کو بھی جمع کرنا چاہئے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہیں مگر ظہر کے بعد کی سنتیں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر خواہ سوار ہو کر پڑھ لے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پہلے پڑھ لے گا تو ظہر اور عصر کے فرضوں میں تسلسل نہ رہے گا جو ایک صورت سے واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں نمازوں کے پہلے کی روایت ادا کرنا چاہے تو اس طرح پڑھے کہ پہلے چار سنتیں قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے سنتوں کا دوگانہ۔

مسئلہ: چاہئے کہ سفر میں نوافل نہ چھوڑے اس لئے کہ جس قدر انکا ثواب ہے جاتا رہے گا اس قدر نفع نہ ملے گا۔ علاوہ ازیں شریعت نے نوافل میں تخفیف بہت کردی کہ سواری پر ادا کرنا درست فرما دیا ہے۔ تاکہ اپنے رفقاء سے نوافل کی وجہ سے تنہا نہ رہ جائے۔ ہاں اگر سفر میں گنجائش نہیں مثلاً بس کا سفر ہے گاڑی ریل کے چلے جانے کا خطرہ ہے وغیرہ وغیرہ تو اس وقت صرف فرض اور وتر پڑھے۔(مزید تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ فیضی بشارہ اور تحفۃ الاخیار اویسی غفرلہ)

مسئلہ: اگر ظہر کو دیر کر کے عصر کے وقت میں جمع کرے تب بھی صورت و ترتیب کو ملحوظ رکھے اور اس کی پروا نہ کرے کہ ظہر کے بعد کی سنتیں عصر کے بعد مکروہ وقت میں پڑھی جائیں گی اس لئے کہ جن نوافل کے لئے کوئی سبب ہو وہ اس وقت میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ: مغرب اور عشاء اور وتر میں بھی ایسا ہی کرے خواہ عشاء کو مقدم کر کے مغرب کے وقت پڑھے یا مغرب کو تاخیر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور دونوں کے فرائض سے فارغ ہونے کے بعد تمام نوافل کو جمع کرے اور سب سے آخر میں وتر پڑھے (یہ شافعی کا طریقہ ہے احناف کا طریقہ فقیر نے پہلے لکھ دیا ہے تفصیل بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے دل میں اس کے نماز کا خیال ہوا تو چاہئے کہ عزم کرے کہ عصر کے ساتھ اسے جمع کرلوں گا کہ یہی نیت جمع کی ہے اس لئے کہ یہ نیت نہ ہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنے کی نیت ہوگی۔ اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں اور اس پر نیت بھی حرام ہے۔ اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہاں تک اس کا وقت نکل گیا خواہ سونے کی وجہ سے یا کسی اور شغل کی وجہ سے تو جائز ہے کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرے اور اس صورت میں گناہگار نہ ہو گا اس وجہ سے کہ سفر جیسے فعل نماز سے مشغول رہتا ہے ویسے ہی نماز کی یاد سے بھی

بعض اوقات غافل کر دیتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ظہر ادا اسی صورت میں واقع ہو گا کہ اس کے وقت کے نکلنے سے پہلے نیت اس کے پڑھنے کی کرلی ہو مگر ظاہر تو یہ کہ ظہر اور عصر دونوں کے وقت کا مجموعہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے لئے مشترک ہو گیا ہے تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت میں پڑھے گا تو ادا ہی واقع ہو گی۔

مسئلہ : اگر حائضہ سفر میں مغرب سے پہلے طاہر ہو گی تو اس کو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑے گی جیسے عصر کی نماز کو قضاء پڑھے گی۔

سوال : ظہر اور عصر کی نمازوں میں ترتیب اور پے در پے پڑھنا شرط نہ ہونا چاہئے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لے گا تو درست نہ ہو گی۔

جواب : ہر چند سب وقت دونوں نمازوں میں مشترک ہے مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لئے کیا گیا ہے تو اب بغیر ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ : بارش کے عذر سے بھی ان نمازوں کا جمع کرنا درست ہے جیسے سفر کے عذر سے جائز ہے۔

مسئلہ : جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتوں سے ہے اور یہ فرض نمازوں سے متعلق ہے۔

مسئلہ : اگر نماز عصر سفر میں پڑھ لی تھی اس کے بعد اقامت کی نیت کی اور ابھی وقت عصر باقی ہے تو اس پر عصر کا ادا کرنا واجب ہے اور جو ادا کر چکا ہے وہ اس صورت میں کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا ہے۔

رخصت 5 سواری پر نفل پڑھنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر کو جاتی ہو اور آپ نے وتر بھی سواری پر پڑھے ہیں۔

مسئلہ : جو سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ میں اشارہ کرے اور سجدہ کے لئے رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضروری نہیں جسے کوئی خطرہ در پیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو۔

مسئلہ : اگر بستر میں نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کیونکہ وہاں پورا کرنے کی قدرت حاصل ہے۔

مسئلہ : قبلہ کی طرف متوجہ ہونا وہ نہ ابتدائے نماز میں واجب ہے اور نہ درمیان نماز میں آخر تک بلکہ راستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہے اب نمازی کو اختیار ہے چاہے تمام نماز میں قبلہ رخ رہے یا راستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہے کہ اس میں ثابت رہے گا۔

مسئلہ : اگر سواری کو قصداً راستہ سے موڑے گا تو نماز باطل ہو جائے گی ہاں اگر قبلہ کی طرف موڑے گا تو درست ہے۔

مسئلہ: اگر بھولے سے موڑے گا تو اگر وقت کم صرف ہو تو نماز نہ جائے گی اگر زیادہ وقت صرف ہو اس میں اختلاف ہے۔

مسئلہ: اگر سواری بھٹک کر خود راستہ سے منحرف ہو گئی تو نماز نہ جائے گی کیونکہ ایسا اکثر ہوا کرتا ہے اور اس میں نمازی پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ بھڑکنا نمازی کا کام نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بھول کر سواری موڑ دی ہو کہ اس میں سجدہ سہو اشارے سے کر لے۔

رخصت 6 پیدل سفر طے کرنا پیدل چلتے ہوئے: نفل پڑھنا درست ہے۔ ا۔

اور رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کرے اور تشہد کے لئے بیٹھے نہیں اس لئے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت کا فائدہ۔

مسئلہ: پیدل چلنے والے کا حکم وہی ہے جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہے کہ کوئی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہے کہ ایک لحہ کے لئے راہ سے دوسری طرف کو منہ پھیرنا کچھ مشکل نہیں بخلاف سوار کے کہ سواری کو متوجہ بقبلہ کرنے میں سخت حرج ہے۔

مسئلہ: اگر راستہ پر نجاست تر ہو تو اس پر نہ چلے اگر چلے گا تو نماز جاتی رہے گی بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پاؤں کے نیچے نجاست آ جائے گی تو نماز باطل نہ ہو گی۔

مسئلہ: یہ لازم نہیں ہے کہ جو نجاستیں راستہ میں اکثر پڑی رہتی ہیں ان سے بچنے کے لئے تکلف کرے۔

مسئلہ: جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیلاب سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیدل اس طرح پڑھ لے جسے ہم نے اوپر لکھا ہے۔

رخصت 6 روزہ رمضان: مسافر کو جائز ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھے۔

مسئلہ: اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا روزہ پورا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرے تو اسے روزہ کا پورا کرنا لازم نہیں بلکہ جب افطار کرنا چاہے جائز ہے۔)

مسئلہ: روزہ رکھنا افطار نہ کرنے سے بہتر ہے اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہے کہ خلاف کا شبہ نہیں رہتا۔

فائدہ: ایک وجہ روزہ کے افضل ہونے کی مسافر کے حق میں یہ بھی ہے کہ اگر افطار کرے گا تو اسکے ذمہ قضا لازم

ہوگی نیز ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے قضا مشکل ہو جائے تو فرض اس کے ذمہ رہ جائے گا۔

مسئلہ: اگر روزہ اسے ضرر کرتا ہو تو اس میں افطار ہی افضل ہے۔

فائدہ: یہ سات رخصتیں ہوئیں۔ تین سفر سے متعلق ہیں۔ یعنی قصر نماز روزہ کا افطار موزوں پر مسح اور دو مطلق سفر سے متعلق ہیں۔ سفر طویل ہو قصید یعنی جمعہ کا سقوط اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اس کی قضاء کا سقوط اور نماز نفل کو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر پڑھنے میں اختلاف ہے اور اصل یہ ہے کہ تھوڑے سفر میں بھی جائز ہے۔ (حنفی اس کے قائل اور عائل نہیں اویسی غفرلہ)

اور دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے اور صحیح تر یہی ہے کہ یہ سفر طویل سے مخصوص ہے اور فرض نماز کو سواری پر اور چلتے ہوئے پڑھنا خوف کی وجہ سے سفر کی خصوصیت نہیں اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم سے نماز پڑھنا سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حضر اور سفر میں سے جس میں ان کے سباب پائے جائیں گے اس میں درست ہے۔

سوال: مسافر کو ان رخصتوں کا سیکھنا سفر سے پہلے واجب ہے یا مستحب۔

جواب: اگر مسافر پہلے سے نیت پختہ کر لے کہ میں مسح اور قصر اور جمع اور افطار نہ کروں گا۔ اور سواری پر اور پیدل چلتے ہوئے نفل نہیں پڑھوں گا تو اسے ان رخصتوں کی شرائط جاننا ضروری نہیں اس لئے کہ رخصت پر عمل کرنا اس پر واجب نہیں مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضروری ہے کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہے اور پانی کا ملنا اس کے اختیار میں نہیں ہاں اگر نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہو اور جانتا ہو کہ انتہا سفر تک یقیناً پانی باقی رہے گا۔ یا راستہ میں کوئی عالم دین ساتھ ہو کہ ضرورت کے وقت اس سے مسئلہ پوچھ لے گا تو ان مسائل تیمم کا سیکھنا حاجت کے وقت تک ملتوی کر سکتا ہے۔

مسئلہ: پانی نہ ملنے کا گمان ہو اور کوئی عالم دین مسئلہ بتانے والا ساتھ نہ ہو تو سیکھنا ضروری ہے۔

سوال: تیمم کی ضرورت نماز کے لئے ہوگی جس کا وقت ابھی داخل نہیں ہوا تو ایسی نماز کے لئے جس کا وقت ابھی نہیں آیا کیونکہ یہ اس پر واجب نہیں جب نماز واجب نہیں تو علم طہارت کیسے واجب ہو گا۔

جواب: جس کے درمیان کعبہ کا فاصلہ ایک سال کی راہ کا ہو تو اسے حج کے مہینوں سے پہلے سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا سیکھنا لازم ہوتا ہے بلکہ گمان غالب ہو کہ راستہ میں کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ملے گا اس کے لئے کہ زندہ رہنا اور انتہا سفر تک زندگی کی بقا ایک وہمی امر ہے۔ جو چیز اس طرح ہو کہ ادائیگی واجب تک بغیر اس کے رسائی نہ ہو تو وہ واجب ہوتی ہے۔ اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر میں بگمان غالب واجب ہو جائے گی اور اس کی کوئی شرط ایسی ہو کہ اس کی تقدیم سے اس چیز تک رسائی ہو تو اس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہے جیسے مسائل حج وقت سے

پہلے اور یعنی ادائیگی سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا اس قدر مسائل تیمم کے سیکھنے کے بغیر سفر کرنا جائز نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر تمام رخصتوں پر عمل کرنے کی نیت پختہ ہو تو اس پر تمام رخصتوں کا علم جس قدر ہم نے ذکر کیا ہے واجب ہے اس لئے کہ اگر اس کو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہ ہو گا کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا تو اس پر اقتصار کیسے کرے گا۔

سوال: مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیدل چلتے ہوئے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھے گا تو اس کا کیا نقصان ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اگر مثلاً نفل پڑھے گا تو فاسد ہو گی تو نفل اس کے ذمہ واجب نہیں اگر فاسد ہو گئی تو کیا خرابی ہوئی پس اس کے بغیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہو گا۔

جواب: یہ امر واجب ہے کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا دوسری جانب کو رخ کرنا اور بغیر نماز کی شرائط کے اہتمام کے پڑھنا حرام ہے تو اس صورت میں ان باتوں کا سیکھنا جن سے نفل فاسد سے احتراز ہو اس پر واجب ہے تاکہ حرام کا مرتکب نہ ہو۔

فائدہ: یہاں تک بیان ان اشیاء کے سیکھنے کا ہوا جو سفر میں مسافر پر خفیف ہو جاتی ہیں۔

قسم 2 مسافر کو نئے امور کا سامنا: سفر کی وجہ سے چند نئے امور مسافر پر ضروری ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قبلہ کا جاننا اور اوقات کا پہچاننا اگرچہ یہ باتیں حضر میں بھی واجب ہیں مگر حضر میں تو مسجدوں کے رخ سے قبلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ سب کا اس پر اتفاق ہوتا ہے اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہیں ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو قبلہ اور وقت کی نشانیاں کا جاننا ضروری ہے۔

قبلہ کی نشانیاں: قبلہ کی نشانیوں کے متعلق تین امور ہیں۔ (1) زمین کی اشیاء مثلاً پہاڑوں، دیہاتوں اور نہروں سے قبلہ پہچاننا۔ (2) ہوا جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواؤں سے حال دریافت کرنا۔ (3) آسمانی مثلاً ستاروں سے شناخت کرنا تو زمین اور ہوا کی علامات ہر شہر میں جدا جدا ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض راستے ایسے ہیں کہ ان میں کوئی اونچا پہاڑ ہے اور معلوم ہے کہ قبلہ رخ کھڑے ہونے سے وہ دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے پڑتا ہے تو اس کو جان لینا چاہئے اور یہی ہوا کا حال ہے کہ بعض ممالک میں کبھی اس سے سمت معلوم ہو جاتی ہے۔ تو اسے سمجھ لے کہ اس طرح سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہے۔ اور ان اشیاء کا پورا بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہے۔

آسمانی علامات: دو طرح کی ہیں۔ (1) دن (2) رات کی علامت آفتاب ہے تو شہر سے نکلنے سے پہلے غور کر لے

کہ زوال کے وقت آفتاب کہاں ہوتا ہے۔ دونوں ابرو کے بیچ میں رہتا ہے یا داہنی آنکھ پر یا بائیں آنکھ پر یا یہ پیشانی کی جانب ان جگہوں کی بہ نسبت زیادہ مائل ہے۔ کیونکہ شمالی ممالک میں آفتاب انہیں مقامات میں سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہے تو جب اس طرح سے زوال کو پہچان جائے گا تو پھر قبلہ کو معلوم کر لے اس علامت سے جو ہم آگے لکھتے ہیں۔ اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے جسم سے ملحوظ رکھے کہ انہیں دونوں وقتوں کے دریافت کی ضرورت ہو گی اور تین وقت تو ظاہری ہیں اور چونکہ یہ امر بھی ہر ملک میں جداگانہ ہے۔ اس لئے اس کا کامل بیان بھی ناممکن ہے۔ باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے تو غروب آفتاب سے ہو سکتا ہے اس طرح کہ اپنے میں معلوم کرے کہ غروب کی جگہ قبلہ رخ انسان سے کس جانب کو رہتی ہے۔ اس سمت کو یاد کرے اور شہر کے وقت قبلہ شفق سے معلوم ہو سکتا ہے اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہے۔ غرضیکہ آفتاب سے گویا پانچوں وقت کا قبلہ دریافت ہو سکتا ہے مگر جاڑے اور گرمی میں کسی قدر مختلف ہو گا۔ اس لئے کہ طلوع وغروب کی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ اگرچہ دونوں طرف میں محدود ہیں تو اس کو بھی سیکھ لینا چاہئے لیکن کبھی مغرب اور عشاء کے پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہے تو اس صورت میں شفق سے اس کا آگاہ ہونا ممکن نہیں بلکہ اسے اس ستارہ کے غیر لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہے کہ اس کی حرکت ظاہر نہیں ایک جگہ ثابت رہتا ہے تو اسے دیکھ لینا چاہئے کہ قبلہ رخ انسان کے پیچھے رہتا ہے یا داہنے کاندھے پر یا بائیں پر ان ممالک میں جو مکہ مکرمہ سے شمال کو ہیں اور جنوبی ممالک ہیں جیسے یمن اور اس کے متعلقات کے تو قبلہ رخ انسان کے مقابل پڑتا ہے اسی لئے قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر میں پائے اس کی رعایت تمام راستے میں رکھے لیکن جس صورت میں کہ مسافت بہت ہو تو وہاں سورج اور قطب کے موقعہ میں اور طلوع اور غروب کے مواقع میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ جس بڑے شہر میں جائے وہاں کے واقف کاروں سے دریافت کرے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہو کر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہے۔ تو جب ان علامات کو سیکھ چکے تو ان پر اعتماد کرے۔

مسئلہ: اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی دوسری طرف کو نماز پڑھ لی تو چاہئے کہ نماز قضا کرے۔

مسئلہ: اگر طرف سے منحرف ہو کہ محاذی قبلہ کو نہیں رہا لیکن جہت قبلہ سے نہیں نکلا تو قضاء نماز لازم نہ ہو گی۔

فائدہ: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہے اس کی ذات اور بعض لوگوں پر یہ مضمون مشتبہ رہا اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں عین کعبہ مطلوب ہے تو ممالک بعیدہ میں عین کعبہ کی طرف ہونا کیسے ہو گا اگر یہ کہیں کہ جہت مطلوب ہے تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کی طرف رخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہ ہو تو سب کے نزدیک اس کی نماز درست نہیں۔

فائدہ: جہت اور عین کے خلاف کے باب متعلق علماء بہت لمبی تقریریں کی ہیں اسی لئے ضروری ہوا کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ بالمقابل ذات کعبہ کسے کہتے ہیں اور جہت کے مقابل ہونے کا کیا معنی ہے جہت کے مقابل ہونے کی تو صورت یہ ہے کہ نمازی ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اگر اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے جاملے اور اس خط کے کھڑا دونوں جانب دو زاویہ تساوی پیدا ہوں یعنی جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اس نقطہ سے اگر دیوار پر خطہ کھینچیں تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشہ اول میں بنایا گیا ہے اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکلا ہے یہ صورت عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہے۔ رحمت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کے درمیان سے خط مستقیم کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہے مگر دونوں جانب کے زاویے برابر نہیں ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا۔ اس کے سوا جتنے نقطوں میں اور آنکھ کے درمیان خط ملاتے جائیں گے ان سے برابر زاویے پیدا نہ ہونگے پس جس صورت میں کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھوں سے اس تک ملے گا اس سے زاویے برابر نہ ہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت میں مقابلہ عین کعبہ نہ رہے گا۔ بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا۔

فائدہ: خط جہتی اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ فرض کیا جائے کہ نمازی کی داہنی آنکھ سے ایک خط اور ایک بائیں آنکھ سے اس طرح کہ اگر ان دونوں کو آنکھ کی سمت میں کھینچیں تو دونوں مل کر زاویہ قائمہ بن جائیں پھر ان دونوں خطوں کو کعبہ کے محاذی تک کھنچیں یعنی دونوں کو برابر اتنا کھینچیں کہ اگر ان دونوں میں خط ملایا جائے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا ہوا گزرے۔ اس خط کا صورت نقشہ دوم میں ہے۔ جو ہم نے پہلے لکھا ہے۔ تو جو نمازی مصلّی کعبہ سے دور ہوگا اسی قدر اس کا خط جہت بڑا ہوگا۔

فائدہ: جب عین اور جہت کا معنی سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک فتویٰ اس طرح ہے کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہے۔ اگر دیکھنا دشوار ہو تو جہت کا مقابل ہونا کافی ہے۔

مسئلہ: دیکھنے کی صورت میں عین کا مقابلہ اس وجہ سے مطلوب ہے کہ اس پر اجماع ہے اور عدم معائنہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر قرآن اور حدیث اور صحابہ کا عمل اور قیاس دلالت کرتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ہے۔
وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ البقرہ 150) ترجمہ کنزالایمان: اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف کرو۔

فائدہ: اس میں شطر سے جہت مراد ہے۔ چنانچہ جو کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اس کو عرب والے کہتے ہیں۔
ولی وجہہ شطرہ ترجمہ: اپنا منہ کعبے کی جہت کو پھیر لو۔

اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا۔

مابین المشرق والمغرب قبلہ

مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔

فائدہ: اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائیں طرف مشرق پڑتی ہے۔ پس اس حدیث سے جو فاصلہ کے مغرب اور مشرق میں تھا اس سب کو آپ نے قبلہ ٹھہرا دیا۔ حالانکہ کعبہ کی مسافت اس فاصلہ کو کافی نہیں البتہ جہت کعبہ کی کافی ہے تو معلوم ہوا کہ خط جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد قباء کے لوگ بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کرکے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کیونکہ مدینہ منورہ دونوں کے درمیان میں ہے۔ ان سے کسی نے کہہ دیا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ ہی قبلہ ہو گیا۔ تو وہ لوگ دلیل علامت پوچھے بغیر عین نماز میں کعبہ کی طرف پھر گئے اور ان کے اس پھرنے پر کسی نے انکار نہ کیا اور ان کی مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھا گیا اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اس کی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونا دشوار تھی۔ جو نہایت غور تامل سے معلوم ہوتی ہے اور لوگوں نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت میں اس کو کیسے جان لیا۔ اور ان کے اس فعل سے بھی جہت معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ کے نواح میں اور تمام بلاد اسلام میں مسجدیں بنائیں اور سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لئے کسی مہندس کو نہیں بلایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بغیر نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہیں ہو سکتا۔

قیاس: یہ ہے کہ قبلہ رخ ہونے اور مساجد کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام اطراف میں ہے اور بغیر علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ ممکن نہیں اور شریعت میں کہیں مذکور نہیں کہ ان علوم میں بحث کی جائے بلکہ اگر ہے تو ان علوم میں زیادہ انہماک سے توبیخ وارد ہے پھر ایسی صورتیں شریعت کا معاملہ اس پر کیسے مبنی کیا جائے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جہت کا مقابل ہونا ضرورت کی وجہ سے کافی ہے اور جس صورت کو ہم نے لکھا ہے یعنی عالم کی جہات کا انحصار چار میں اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قضاء حاجت کے آداب میں یہ اشاد فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے قبلہ کو منہ کرو اور نہ پشت بلکہ مشرق کو منہ کرو یا مغرب کو اور مدینہ مطہرہ میں قبلہ رخ بائیں طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو جہات سے منع فرمایا اور اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ کل جہان چار ہیں اور یہ کسی کے خیال میں بھی نہیں آتا کہ عالم کی طرفیں چھ یا سات یا دس ہو سکتی ہیں۔ بہرحال باقی اطراف کا کوئی حکم نہیں بلکہ جہات اسی طرح رہتی ہیں جیسے انسان کے اعتقاد میں ہوں اور بنظر فطرت انسانی فطرت کے اس کے لئے بظاہر چار ہی سمت ہیں یعنی دہنے بائیں آگے پیچھے اور شریعت کی بنا اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہے اسی آگاہی میں کوشش آسان ہے اور قبلہ کی علامات کا سیکھنا بھی

اس کے لئے دشوار نہیں اور عین کا مقابل اس طرح ہو گا کہ اول مکہ مکرمہ کا عرض خط استواء سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہئے پھر جس جگہ نمازی کھڑا ہے اس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہئے پھر آپس میں مقابلہ کیا جائے اور خط عمودی کے لئے آلات و اسباب بہت کافی درکار ہیں حالانکہ شریعت کی بنا ان پر یقیناً نہیں غرض کہ قبلہ کے علامات میں سے جس قدر سیکھنا چاہئے وہ یہی ہے کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہاں ہوتا ہے اس کا حال دریافت ہو جائے تو اس قدر سیکھ لینے سے وجوب ساقط ہو جائے گا۔

سوال: مسافر اگر ان امور کے بغیر سیکھے' سفر کرے تو وہ گناہ گار ہو گا یا نہیں؟

جواب: اگر اس راستہ میں دیہات قریب قریب ہوں جن میں پر اعتماد ہو تب تو گناہ گار نہ ہو گا اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو گی تو گناہگار ہو گا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اس کو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رخ ہونا واجب ہے تو اس کا علم پہلے سے کیوں نہ سیکھا تو اس کا حال ایسا ہے جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے ہی مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اس صورت میں بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گناہگار ہو گا۔

مسئلہ: اگر علامات سیکھ لیں اور راستے میں بوجہ ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہ ہوا بالکل سیکھا ہی نہ تھا اور راستہ میں کوئی ایسا نہ ملا جس کی اقتدا کرتا تو ایسی صورت میں اس پر واجب ہے کہ وقت پر اپنے طور پر نماز پڑھ لے پھر قضا کرے۔ اگرچہ جس جہت کو صحیح پڑھی یا غلط۔

مسئلہ: نابینا کو بجز اقتداء کے اور کوئی چارہ نہیں تو نابینا جیسے دین اور عقل میں معتمد علیہ جانے اس کی اقتداء کرے بشرطیکہ وہ قبلہ کے حال معلوم کرنے میں کوشش کرتا ہو۔

مسئلہ: اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو نابینا کو جائز ہے کہ کوئی نیک بخت آدمی سے حضر یا سفر رخ میں قبلہ بتلائے' اس قول پر اعتماد کر لے نابینا اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ میں سفر کرنا جائز نہیں جس میں کوئی قبلہ پہچاننے والا نہ ہو جیسے عام آدمی کو ایسی بستی میں رہنا درست نہیں جس میں کوئی عالم فقیہ نہ ہو کہ شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنا لازم ہے جہاں اسے کوئی دین کی تعلیم دے۔

مسئلہ: اگر شہر میں فاسق عالم فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہ ہو تو بھی ہجرت لازم ہے اس لئے کہ فاسق کے فتویٰ پر اعتماد جائز نہیں بلکہ فتویٰ کے قبول کیلئے عدالت شرط ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔

مسئلہ: اگر ایسا شخص فقیہ ہو جس کا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل عالم نہ ملے تو اس مستور الحال کا قول قبول کرنا جائز ہے اس لئے کہ شہروں میں مسافر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مفتیوں کی عدالت تحقیق کرتا پھرے۔

مسئلہ: اگر کسی عالم مستور الحال کو ریشم پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اس کے بدن پر ہو جس میں ریشم غالب ہو یا سونے کی

زین پر سوار ہو تو وہ کھلا فاسق ہے۔ اس کے قول کا ماننا ممنوع ہے۔ اس کے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اس سے مسئلہ پوچھے۔

مسئلہ: کسی عالم مستور الحال کو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جس کا اکثر مال حرام ہے یا اس سے وظیفہ یا انعام لیتا ہے اور یہ تحقیق نہیں کرتا کہ وجہ حلال کا ہے یا نہیں تو یہ امور بھی فسق کے ہیں اور عدالت میں خلل ڈالتی ہیں اور فتویٰ کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہیں۔

سایہ کی پہچان: نماز کے پانچوں اوقات کا پہچاننا سفر میں ضروری ہے تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہے ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو طویل ہوتا ہے پھر جس قدر بڑھتا جاتا ہے تو سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔ زوال کے وقت تک پھر مشرق کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہے اور غروب تک بڑھتا رہتا ہے تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خود کھڑا ہو جائے یا ایک لکڑی سیدھی دھوپ میں گاڑ دے اور اس کے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کر دے پھر ایک ساعت کے بعد اس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہیں ہوا اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت ہو گیا۔

طریقہ دیگر: دوسرا طریقہ سایہ اصلی پہچاننے کا یہ ہے کہ اپنے شہر میں جس موذن کی اذان پر اعتماد ہو اس کی اذان کے وقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر میں جس وقت سایہ تین قدم ہو کر زیادہ ہونے لگے اس وقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اس وقت عصر کا وقت داخل ہو گا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً" ہوتا ہے اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو پر ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر اگر سفر گرمیوں کے سبب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہوگا تو سایہ زوال پر' روز کسی قدر زائد ہوتا جائیگا اگر جاڑوں کے سبب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہوگا تو سایہ ہر روز کم ہو جائیگا۔

زوال کا آسان طریقہ: زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ مسافر اپنے پاس قطب نما رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو سیکھ لے اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رخ انسان کے فلاں موقع پر ہوتا ہے تو سفر میں اگر ایسی جگہ ہو گا جہاں قبلہ کسی اور علامت سے معلوم ہو تو اس جگہ کا زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہے کہ جب قبلہ رخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پائے۔ معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہو گیا اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب پہاڑوں کی وجہ سے غروب کی جگہ نظر نہ آئے تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے افق سے ایک نیزہ اونچی ہو جائے اسی وقت مغرب کا وقت ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شفق کی سرخی کے وقت غائب ہونے سے ہوتا ہے اگر پہاڑوں کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہ ہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے

کثرت سے نکل آئیں تو سمجھ لے کہ شفق نہیں رہی کیونکہ وہ سرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہیں اور صبح کا وقت یوں معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل بھیڑیئے کی دم کے مشرق کی جانب سے پیدا ہوتی ہے اور افق پر اس کی کوئی علامت نہیں ہو تو وہ صبح کاذب ہوتی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں پھر تھوڑی دیر بعد ایک سفید چوڑی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا آنکھ سے معلوم کرنا مشکل نہیں اس لئے کہ ظاہر ہوتی ہے اور افق تک ہوتی ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہیں ہوتی اور دونوں ہتھیلیوں کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہے۔ آپ نے ایک سبابہ کو دوسری پر رکھ کر دونوں کو کھول کر اس میں اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

فائدہ: بعض اوقات صبح پر منازل سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح نہیں کیونکہ وہ تخمینی اور اندازہ ہے ہاں مشاہدہ پر اعتماد کرے۔ یعنی جب عرض میں روشنی پھیلتی دیکھے سمجھ لے کہ صبح ہو گئی اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پہلے نکلتی ہے یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اس وقت صبح کاذب ہوتی ہے۔

فائدہ: بعض محققین کے نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پہلے ہوتی ہے اور یہ بھی تخمینی قول ہے قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ بعض منزلیں پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلی ہوتی ہیں۔ ان کے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہے اور بعض سیدھی نکلتی ہیں تو انکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہے اور یہ امر ہر ملک میں مختلف ہوتا ہے۔ جس کا ذکر کرنا طوالت چاہتا ہے ہاں منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر میں ہونا معلوم ہو جاتا ہے' لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ابتداء وقت صبح کو دو منزل کہہ دیں۔ خلاصہ یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہیں تو ان میں سے ایک منزل تو قطعاً" صبح کاذب کی ہے اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہ جاتی ہیں تو اس وقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے اب ان دونوں صبحوں کے درمیان بقدر دو تہائی ایک منزل کے وقت مشکوک رہتا ہے کہ نامعلوم صبح کاذب کا حصہ ہے یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہے جس میں سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع ہوتا ہے اور ابھی پھیلنا نہیں تو اس وقت سے روزہ دار کو چاہئے کہ سحر کھانا بند کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے پہلے پڑھ لے اور جب تک یہ وقت گزر نہ جائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اس وقت نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر کوئی یہ چاہے کہ ایک وقت معین ٹھیک ایسا معلوم کرے کہ اس میں سحری کیلئے پانی پیئے اور معاً" اس کے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات انسان کے بس میں نہیں بلکہ مہلت ضروری ہے کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہے اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد جب ہے کہ روشنی عرض میں پھیل کر زردی کا آغاز شروع ہو جائے ا

اس میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہے جو ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے سنداً روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیؤ اور چاہئے کہ تمہیں اوپر چڑھنے والی روشنی مضطربہ کردے اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ تمہارے لئے سرخی پھیل جائے (فائدہ) یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے میں صریح ہے اور ابو عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں عدی ابن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس پر عمل اہل علم کے نزدیک ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیؤ جب تک روشنی لمبی رہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زردی کے ظہور کے سوال اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہئے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہے اور مسافر کو اوقات کے پہچاننے کی اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ بعض اوقات کوچ سے پہلے نماز پڑھ لینی چاہتا ہے تاکہ راہ میں سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہے کہ نماز سونے سے پہلے ادا کرکے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کرکے تھوڑی تکلیف اترنے کی اور دیر کر سونے کی گوارا کر لے اور یقینی وقت میں نماز پڑھے تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے۔ اس لئے کہ وقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہے کہ اول وقت کونسا ہے اور درمیانہ اوقات تو ہر شخص نمازی معلوم کرتا ہے۔

باب 8

سماع اور اس کے آداب

تمہید: جیسے لوہے اور پتھر میں آگ پوشیدہ ہے یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہوئی اسی طرح قلوب اور باطن کے جواہر اسرار میں پوشیدہ ہیں اور ان کے اظہار کی تدبیر سماع سے بہتر کوئی نہیں قلوب کی طرف راستہ بجز کان کے معدوم ہے نغمات موزوں اور لذیذ ان کے اندر کے اسرار ظاہر کرتے ہیں وہ برے ہوں یا اچھے کیونکہ دل کا حال برے برتن جیسا ہے کہ جب چھلکاؤ۔ گے تو وہی نکلے گا جو اس میں اسی طرح سماع بھی قلوب کے حق میں سچی کسوٹی ہے جب اس سے قلوب کو حرکت ہو گی تو ان سے وہی باتیں ظاہر ہوں گی جو ان پر غالب ہیں اور چونکہ قلوب بالطبع سماع کی مفید ہیں یہاں تک کہ اس کے سبب اپنی بھلائی سب ظاہر کر دیتی ہیں تو ضروری ہوا کہ سماع اور وجد کو مفصل ذکر کیا جائے۔ اور ان دونوں کے فوائد و آفات اور آداب و ہیات اور علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممنوع ہے یا مباح اسی لئے ہم ان امور کو دو فصلوں میں ذکر کرتے ہیں۔

اباحت سماع میں اختلاف کی تفصیل: علماء کے اختلاف اور فیصلہ پر چار بحثیں ہیں واضح ہو کہ سب سے پہلے سماع سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے۔ اسے وجد کہتے ہیں اور وجد کے سبب سے اعضاء کو حرکت ہوتی ہے اگر غیر موزوں ہوتی ہے تو اسے اضطراب کہتے ہیں اگر موزوں ہوتی ہے تو اس کا تال اور رقص نام ہوتا ہے ہم پہلے سماع کا حکم لکھتے ہیں اور اس میں جتنا اقوال مختلف نقل کرتے ہیں پھر سماع کی اباحت کا ذکر کریں گے اور سب سے آخر میں ان لوگوں کی محبت کا جواب دیں گے جو اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

سماع کی خسلت و حرمت میں علماء و صوفیہ کے اقوال: قاضی ابو طیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت سے علماء سے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سماع کی حرمت کے قائل تھے۔ [1]

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب آداب القضاء میں فرمایا ہے کہ گانا مکروہ اور باطل کے مشابہ ہے اس کا بہت زیادہ

---

[1] جو لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے سماع کے فتوی میں سختی اختیار کی ہے وہ ان آئمہ کرام کو پڑھ کر پھر فیصلہ فرمائیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کا کیا قصور تھا۔

مرتکب بیوقوف ہے اس کی گواہی ناقابل قبول ہے نیز قاضی ابو طیب نے فرمایا کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے گانا سننا جو مرد کی محرم نہ ہو کسی حالت میں جائز نہیں خواہ وہ بے پردہ ہو یا پردہ دار یا لونڈی ہو۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کا مالک لوگوں کو اس کے گیت سنانے کے لئے جمع کرے تو وہ بیوقوف ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ بھی انہیں سے منقول ہے کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانا مکروہ ہے۔ اور فرماتے کہ یہ زندیقوں کی ایجاد ہے تاکہ اس سے لوگ قرآن سے غافل ہو جائیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت لہو ولعب کی دوسری چیزوں کے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور میں شطرنج کھیلنا پسند نہیں کرتا۔ اور جن چیزوں سے لوگ کھیلتے ہیں میں سب کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ کھیلنا اہل دین اور اہل مروت کا کام نہیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے سماع سے منع فرمایا ہے اور فتویٰ دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ یہ گانے والی ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ وہ اسے واپس کردے اور یہی تمام اہل مدینہ منورہ کا مذہب ہے سوائے ابراہیم بن سعد کے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ان ملاہی کہ سب کو برا جانتے تھے۔ اور سماع کو گناہ فرماتے تھے اور یہی تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حملو اور ابراہیم اور شعبی وغیرہ ہم کا ہے۔ یہ تمام اقوال ابو طیب طبری نے نقل کئے ہیں اور ابوطالب مکی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت لوگوں سے اباحت سماع بھی نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے عبداللہ بن جعفر اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ہم نے سنا ہے۔ اور بہت سے سلف صالحین اور تابعین نے بھی اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے سال کے افضل دنوں میں سماع سنتے چلے آئے ہیں اور وہ ایسے چند روز ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ذکر کا حکم فرمایا ہے جیسے ایام تشریق اور اہل مکہ مکرمہ کی طرح اہل مدینہ مطہرہ ہمیشہ ہمارے زمانہ تک سماع سنتے رہے۔ چنانچہ ہم نے ابو مروان قاضی کو دیکھا کہ ان کے پاس چند لونڈیاں گانے والی تھیں جنہیں صوفیوں کے لئے رکھا ہوا تھا وہ لوگوں کو گانا سنایا کرتی تھیں اور حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دو لونڈیاں گانے والی تھیں ان کے دوست ان کا گانا سنا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ابو طالب کا قول ہے کہ ابو الحسن بن سالم رحمتہ اللہ علیہ سے کسی سے پوچھا کہ تم سماع (گانے) سے کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذوالنون رحمت اللہ علیہم گانا سنا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں سماع سے کیسے انکار کروں کہ مجھ سے بہتر شخصیات نے جائز کہا اور سنا ہے چنانچہ عبداللہ جعفر طیار رحمتہ اللہ علیہ سنا کرتے تھے ہاں لہو و لعب کے گانے سے انکار کرتے تھے۔ اور یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہم سے جاتی رہیں اور اب وہ ہمیشہ کم ہوتی نظر آتی ہیں اول خوبصورت ہونا مع حفاظت کے۔ دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی چارہ مع وفا کے اور یہی قول بعض کتابوں میں حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول دیکھا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حارث محاسبی باوجود زہد اور حفاظت اور دین میں جدوجہد و آمادہ کے سماع کو جائز جانتے تھے اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت تب منظور کرتے تھے کہ اس میں سماع بھی ہو۔

حکایت: ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ایکبار کسی دعوت میں گئے آئے اس میں ابوالقاسم منیع کے نواسے اور ابو بکر بن ابی داؤد اور ابن مجاہد اور دیگر ان کے ہم سر علماء تھے تھوڑی دیر بعد محفل سماع شروع ہوئی۔ ابن مجاہد منیع کے نواسے کو فرمایا کہ ابن داؤد کو سماع کا کہ ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھے میرے والد نے فرمایا کہ حضرت امام احمد بن حنبل سماع کو برا جانتے تھے اور میرے والد بھی اسے برا سمجھتے تھے اور میں اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہوں۔

حکایت: ابوالقاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجھ سے صالح بن احمد کا قول بیان کیا کہ ان کا والد ابن حیازہ کا قول سنا کرتا تھا۔ کہ سماع نہ ہو ابن مجاہد نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ ہم اپنے والد کے سے مجھے معاف کرو اور ابولقاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجھے معاف رکھو پھر ابوبکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اگر کوئی شعر پڑھے تو کیا وہ تمہارے نزدیک حرام ہے ابن ابی داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ اگر وہ پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اس پر شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا نہیں پھر پوچھا کہ اگر شعر کو اس طرح پڑھے کہ جو ممدود حرف تھا۔ وہ مقصور ہو جائے اور مقصور ممدود تو کیا وہ حرام ہوگا۔ ابوبکر نے کہا میں ایک شیطان پر غالب نہ ہو سکا دو پر کیسے غالب ہو سکتا ہوں۔

فائدہ: ابوالخیر عسقلانی اسود جو اولیاء میں سے تھے سماع سنتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اس میں منکرین کا رد کیا اور بہت سے لوگوں نے منکرین کے رد میں کتابیں لکھی ہیں۔

حکایت: ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے خضر علیہ السلام کو دیکھ کر عرض کیا کہ آپ سماع کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اس میں ہمارے علماء اختلاف کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ وہ بے کدورت اور صاف ہے کہ بجز علماء کے قدم کے اس پر کوئی نہیں جمتا اور ممشاد دینوری نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ سماع کو آپ برا جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسے کچھ برا نہیں جانتا مگر ان سے کہہ دینا کہ اس سے پہلے قرآن پڑھا کریں اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کریں۔ ا۔

حکایت: طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علماء میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں مسجد جامع جدہ میں سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا ایک دن ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک کونہ میں کچھ گا رہے ہیں اور ان کے بعض سن رہے ہیں۔ میں نے دل میں برا مانا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں شعر پڑھتے اسی رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسی گوشہ میں بیٹھے ہیں اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کچھ شعر پڑھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور وجد کی سی حالت میں ہو کہ اپنا دست ہاتھ مبارک سینہ شریف پر رکھے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے مناسب نہیں تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے انکو برا جانوں یہاں تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشعار سنتے ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سنا رہے ہیں۔

-حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہذا حق تحق یہ درست ہے حق کے موجب ہے یا حق کی جانب سے ہے یا یوں فرمایا کہ حق عین حق ہے مجھے صحیح یاد نہیں رہا کہ کونسا لفظ تھا۔ [1]

فائدہ: حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جگہوں میں رحمت اترتی ہے۔ ایک کھانے کے وقت اس لئے کہ بغیر بھوک کے یہ لوگ نہیں کھاتے۔ باہم ذکر کرتے وقت کیونکہ بجز صدیقوں کے مقامات کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں کرتے۔
سماع کے وقت اس لئے کہ اسے وجد کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کے سامنے ہوتے ہیں۔

حکایت: ابن جریج سے منقول ہے کہ آپ سماع کی اجازت دیا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن سماع آپ کی نیکیوں میں ہوگا۔ یا برائیوں میں فرمایا کہ نہ حسنات میں ہوگا نہ کہ سیئات میں اس لئے کہ یہ لغو کے مشابہ ہے اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

لا یو اخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم (البقرہ 225) ترجمہ کنزالایمان : اللہ عزوجل تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے

فیصلہ امام غزالی قدس سرہ: مذکورہ بالا اقوال وہ عامی آدمی جب سنتا ہے جو حق کا طالب ہوتا ہے کہ وہ تمام اقوال بالا ایک دوسرے کے معارض ہیں تو حیران رہ جاتا ہے یا جدھر کو رغبت طبع دیکھی اسی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ امر نقصان میں داخل ہے چاہئے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنا باتیں سماع میں ممنوع یا مباح معلوم ہوں ہر ایک کا حال معلوم کرے تاکہ بالاخر امر حق واضح ہو جائے۔

اباحت سماع کے دلائل: یاد رہے کہ جو علماء سماع کو حرام کہتے ہیں اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالٰی اس پر عذاب کریگا۔ اور یہ ایسی بات نہیں کہ صرف عقل سے معلوم بلکہ اس کے لئے دلیل نقلی چاہئے اور یہ شرعیات پر منحصر ہے نص میں ہو یا وہ قیاس ہو۔ جو مخصوص امر پر کیا جاتا ہے۔ نص سے ہماری مراد وہ بات ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے یہ مراد ہے کہ جو آپ کے الفاظ اور افعال سے سمجھ میں آتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کسی چیز میں نہ نص ہو نہ قیاس تو اس کی حرمت کا قول باطل ہے بلکہ وہ دوسرے مباحات کی طرح متصور ہوگی کہ اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں یہ سماع کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کی حرمت پر نہ تو نص دلالت

1۔ دور حاضرہ میں سماع کی کیفیت جیسی سی لیکن چشتی حضرات کا یہ طریقہ یونہی ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن شریف پڑھتے ہیں ۔ اویسی غفرلہ

2۔ یہ نعت خوانی کی محفل کی طرح تھا اور وہ ہم اہلسنّت میں مروج ہے نہ کہ قوالی اس کے جواز کی یہ کھلی دلیل نہیں بن سکتی۔

کرتی ہے نہ قیاس چنانچہ یہ بیان چہارم سے واضح ہوگا۔ (ان شاء اللہ) جس میں ہم نے قائلین حرمت کے دلائل کا جواب لکھا ہے اور جب ان کی دلائل کا جواب مکمل ہو جائیگا تو اباحت کیلئے کافی ہوگا مگر یہاں ہم دوسرا طریقہ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ نص اور قیاس دونوں سماع کی اباحت پر دلالت کرتے ہیں۔ قیاس تو اس طرح ہے کہ سماع میں کئی باتیں مجمع ہیں تو چاہئے کہ پہلے ان باتوں کو جدا جدا دیکھیں پھر مجموعہ پر لحاظ کریں یعنی سماع کیا ہے۔ وہ یہ ہے آواز خوش اور موزوں کا سننا جس کا معنی سمجھ آئے اور وہ دل کو حرکت دے اس تعریف میں وصف عام آواز خوش ہے پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ 1- موزوں 2- غیر موزوں۔ موزوں دو قسم ہے۔ 1- وہ جو سمجھ آئے جیسے اشعار 2- وہ جو سمجھ نہ آئے۔ جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازیں پھر خوش آوازوں کا سننا باعتبار خوش ہونے کے ایسی چیز نہیں کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کی رو سے جائز ہے قیاس تو اس لئے کہ اس کا انجام یہ ہے کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہے اور انسان کیلئے ایک عقل اور پانچ حواس ہیں اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہے اور جو چیزیں اس سے مدرک ہوتی ہیں ان میں سے بعض تو اسے اچھی معلوم ہوتی ہیں اور بعض بری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور حسین چہرہ اور تمام خوبصورت رنگوں کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہے۔ اور میلے رنگوں اور قبیح شکلوں وغیرہ دیکھنے کو برا جانتی ہے اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبو سے لذت اور بدبو سے نفرت ہے اور ذائقہ کو لذیز چیزیں مرغن اور شیریں اور کھٹی اور چٹ پٹی اچھی معلوم ہوتی ہیں اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور سیٹھی بری محسوس ہوتی ہیں اور حاسہ لمس کو نرمی اور چکناہٹ اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہے اور کھردرا پن اور اونچا نیچا برا محسوس ہوتا ہے۔ اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہے۔ اور جہالت اور بلادت سے نفرت ہے یہی حال ان اشیاء کا ہے جو حاسہ سمع سے محسوس ہوں کہ بعض لذیز ہونگی جیسے بلبلوں کے چہچہے اور عمدہ باجوں کی آواز اور بعض کریہہ ہونگی جیسے گدھے کی آواز تو اس حاسہ کی لذت کو اور دیگر حواس کی لذت پر قیاس کرنا ظاہر ہے اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آواز خوش کا سننا مباح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر آواز خوش سے احسان جتلایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا یزید فی الخلق ماشاء بڑھاتا ہے۔ پیدائش میں جو چاہے۔

فائدہ: اس سے آواز خوش مراد ہے۔

احادیث مبارکہ 1: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مابعث اللہ نبیا الا حسن الصوت

نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مگر خوش آواز۔

2- ارشاد فرمایا کہ جو قرآن کو خوش آواز سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے بہ نسبت کہ اس مالک کے کہ وہ اپنی لونڈی کے راگ کو سنتا ہے۔

3- حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ وہ نوحہ کرتے ہوئے زبور کی تلاوت میں خوش آواز تھے۔

یہاں تک کہ انکی آواز سننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرندے جمع ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کی آواز سے بعض اوقات چار سو کے قریب جنازے اٹھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی تعریف میں فرمایا۔

لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داؤد

ابو موسیٰ کو ایک نغمہ آل داوٗد یعنی خوش آوازی عطا فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (لقمان 19) ترجمہ کنزالایمان :

بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی۔ فائدہ: مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: آواز مباح اس شرط سے ہے کہ قرآن کی تلاوت میں ہو۔

جواب: اگر یہی شرط ہے تو پھر آواز بلبل کا سننا بھی حرام ہو کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہیں اگر صوت بلبل بے معنی کا ملنا درست ہے تو جس آواز خوش میں حکمت اور معنی صحیحہ پائے جائیں۔ اس کا سننا کیوں ناجائز ہو گا ظاہر ہے کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہیں یہ بحث تو خوش آوازی میں ہوئی اب دوسری بحث کرتے ہیں یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزوں کلام یادرہے کہ وزن اور چیز ہے۔ اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آواز اچھی ہوتی ہے مگر وزن نہیں ہوتا اور بعض اوقات کلام موزوں ہوتا ہے لیکن اچھا نہیں ہوتا۔

فائدہ: موزوں آوازیں بلحاظ اپنے مخارج کے تین قسم ہیں جماد سے نکلیں جیسے مزامیر میں بانسریاں اور تاروں کی آوازیں جیسے ستار اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز۔ انسان کے حلق سے نکلیں۔ حیوانوں کے حلق سے نکلے جیسے بلبلوں اور اور قمریوں اور دوسرے جانور خوش الحان سجع والوں کی آواز کہ اس قسم کی آوازیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔ اور موزوں بھی اور ان کا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کا سننا اچھا معلوم ہوتا ہے اور آوازوں میں اصل حیوانات کے گلے ہیں کہ مزامیر کو انہیں کے مشابہ بنالیا ہے۔ تاکہ صنعت خلقت کے مشابہ ہو جائے۔ اور جتنی چیزیں کہ کاریگروں نے ایجاد کی ہیں کوئی بھی ایسی نہیں جس کی مثال اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نہ ہو۔ مبدی و خلاق نے اسے اختراع فرمایا پھر کاریگروں نے سیکھ کر خالق تعالیٰ کا اقتدا کیا۔ اور اس کی شرح طویل ہے۔

خلاصہ: ان آوازوں کا سننا حرام نہیں ہو سکتا اس وجہ سے کہ اچھی ہیں یا موزوں ہیں کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہیں کہ بلبل کی آواز سننا حرام ہے یا کسی اور پرندے کی آواز اور یہ ظاہر ہے کہ تمام پرندوں کے گلے یکساں ہیں۔ ایک کی آواز حرام ہو اور دوسرے کی نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا اور جماد و حیوان میں کوئی فرق نہیں کہ حیوان کی آواز تو جائز اور جماد کی ناجائز تو چاہئے کہ جتنا آوازیں کہ تمام اجسام سے انسان کے اختیار سے نکلتی ہیں ان کو بلبل کی آواز پر قیاس کیا جائے۔ مثلاً انسان کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت یا ڈھولکی اور دف وغیرہ بجائے سب جائز ہوں ہاں ان

میں سے وہ مستثنیٰ کی جائے جسے شریعت مطہرہ نے منع کیا یعنی آلات لہو اور تار کے باجے اور ان کی حرمت لذت کی وجہ سے نہیں اس لئے کہ اگر لذت کی وجہ سے حرام ہوتیں تو جن چیزوں سے آدمی لذت پاتا ہے سب حرام ہوں بلکہ ان کی حرمت کی وجہ اور ہے وہ یہ کہ مثلاً ابتدائے اسلام میں لوگوں کو شراب کی حرص زیادہ تھی اس لئے اس کی حرمت اس درجہ تک سخت کی گئی کہ مٹکوں کے توڑنے کا حکم ہوا اور اس کی حرمت کے لحاظ سے جو باتیں کہ شراب خواروں کے شعار میں سے نہیں مثلاً مزامیر وغیرہ کے وہ بھی حرام ہوئیں کہ یہ چیزیں اس کی توابع جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے اس وجہ سے کہ وہ جماع کا مقدمہ ہے جیسے ران دیکھنا حرام ہے کہ یہ پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے ملحق ہے اور شراب کی قلیل مقدار بھی حرام ہوئی اگرچہ نشہ نہ کرے اس لئے کہ تھوڑی کا عادی ہونا بہت تک نوبت پہنچ جائے گی۔ ایسے ہی جتنا چیزیں حرام ہیں ان کے لئے ایک حد اور احاطہ ان کے متصل ہے کہ حرمت اس تک موجود ہے تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اس کے اردگرد رہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے محرمات ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب کی طبیعت کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس کے تین اسباب ہیں یہ چیزیں مے نوشی کی طرف بلاتی ہیں کیونکہ جو لذت ان سے حاصل ہوتی ہے وہ شراب ہی سے مکمل ہوتی ہے اسی وجہ سے تھوڑی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت شراب کی داعی ہوتی ہے۔ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے دن ہوئے ہوں اس کو یہ آلات وہی شراب کے مزے یاد دلاتے ہیں تو یہ یاد کا سبب بنتے ہیں اور یاد سے شوق ابھرتا ہے اور شوق جب زیادہ ابھرتا ہے تو وہ فعل پر جرات کا سبب ہوت ہے۔ اسی علت کے باعث ابتدا میں دباو اور مزفت اور حنتم اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوئے کیونکہ ان برتنوں کے دیکھنے سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت کے علاوہ ہے کیونکہ پہلی میں تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہاں معتبر ہے اگر راگ یوں ہو کہ جو شخص مے خواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اس کو مے خواری یاد دلائے تو وہ شخص راگ سے اس وجہ سے منع کیا جائے گا۔ ان آلات پر اجتماع اہل فسق کی عادت ہے تو ان کی مشابہت سے منع کیا گیا۔ کیونکہ جو بھی کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انہیں میں سے شمار ہوتا ہے اور اس علت کے سبب سے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی سنت کہ اہل بدعت نے اپنا شعار کر لیا ہو تو ان کی مشابہت کے خوف سے سنت کا ترک کرنا جائز ہے اور اسی علت کی وجہ سے ڈگڈگی بجانا حرام ہے کہ اس کو بندر والے بجاتے ہیں یا سابق زمانہ میں ہیجڑے بجایا کرتے تھے اگر اس میں مشابہت نہ ہوتی تو یہ بھی حج یا جہاد کے ڈھول کے مشابہ ہوتا اور اسی علت پر یہ متفرع ہے کہ اگر بعض لوگ ایک مجلس مزین کریں اور اس میں آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کریں اور ان میں سکنجبیں ڈال دیں اور ایک ساقی مقرر کریں کہ وہ ان کو بھر بھر کر پلائے اور ساقی سے لے کر پیتے جائیں اور اپنی بولیاں معمولی شراب نوشی کی بولتے جائیں تو یہ فعل حرام ہو گا۔ اگرچہ سکنجبیں کا پینا مباح ہے مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اس کو پیا اس لئے پینا حرام ہوا اسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بالوں کے پٹے رکھانے سے ان بستیوں میں منع کیا جائے جہاں یہ طریقہ اہل فساد کا ہو اور ماوراء النہر کے شہروں میں چونکہ یہ طریقہ

اہل صلاح کا ہے منع نہیں کرنا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ انہیں تینوں علتوں کے سبب سے مزمار عراقی اور تاروں کے باجے جیسے عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہونے اور ان کے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کئے گئے جیسے شاہین چرواہوں اور حاجیوں کے اور شاہین ڈھول والوں کے اور نقارہ اور جن آلات سے خود ہی آواز موزوں نکلتی ہے۔ اور شراب کی عادت خواروں ان کے بجانے کی نہیں وہ اس لئے مباح ہوئے کہ وہ نہ شراب سے متعلق ہیں اور نہ اس کی یاد دلاتے ہیں اور نہ شائق ے نوشی کا شوقین کرتے ہیں اور نہ موجب مشابہت کسی فرقہ کے ہیں اس لئے اصل اباحت پر پرندوں کی آواز کی طرح باقی رہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تاروں کے باجے کو ناموزوں بجائے کہ اس سے لذت بھی نہ ہو تب بھی وہ حرام ہیں۔

فائدہ: اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرمت میں علت صوف لذت نہیں اور نہ طیب خوش ہونا بلکہ قیاس کی رو سے تو تمام طیبات حلال ہیں سوائے ان کے کہ جن کی حلت میں کوئی فساد ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل من حرم زینته اللّٰه التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق (الاعراف 32) ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی اور پاک رزق۔ اس وجہ سے حرام نہیں کہ وہ موزوں ہیں بلکہ ان کی حرمت ایک امر عارض کی وجہ سے ہے۔ اور امور عارضہ جن کے باعث راگ حرام ہوتا ہے ہم اصلی بیان میں ذکر کریں گے۔(ان شاء اللہ)

تیسری بات راگ میں سمجھ ہے یعنی وہ آواز سمجھ میں آتی ہے مثلاً شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہے اور سمجھا جائے تو قطعاً" مباح ہے اس لئے کہ اس آواز پر فقط اتنا زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہو گیا۔ اور کلام مفہوم حرام نہیں اور آواز خوش اور موزوں بھی حرام نہیں تو جب فردا فردا حرام نہ ہوئے تو مجموع ہو کر کیسے حرام ہو گے ہاں اشعار میں یہ دیکھنا ہو گا کہ شعر میں سے جو مضمون سمجھ میں آتا ہے اگر اس کا مفہوم امر ممنوع ہے تو اس کی نثر اور نظم دونوں حرام ہیں اور اسے منہ سے نکالنا بھی حرام ہے خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہ ہو اور اس میں حق وہ ہے جو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا ہے اگر برا ہے تو برا ہے جب شعر کا پڑھنا بغیر آواز اور نغمہ کے جائز ہے تو نغمہ کے ساتھ بھی جائز ہے اس لئے کہ جب افراد مباح ہوئے تو مجموعہ بھی مباح ہو گا۔ ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہیں تو کل حرام نہیں ہوتا بشرطیکہ مجموع کسی امر ممنوع کو متضمن نہ ہو جو افراد میں نہ پایا تھا اور راگ میں کوئی ممنوع سے نہیں پائی جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا

ان من الشعر لحکمته بعض شعر حکمت ہیں۔

شعر گوئی کے دلائل: احادث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہے۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم ویقیت فی خلف کجلد الاجر

ترجمہ: وہ لوگ جن کی گود میں عیش و آرام بلتا تھا اب رہ گئے ایسے لوگ جیسے خارش والا چڑہ ہو یعنی بے کار لوگ۔
صحیحین میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار کا غلبہ تھا اوران دنوں میں مدینہ منورہ میں وبا تھی میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہے اور بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار کا حملہ ہوا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے۔

کل اوا مصبح فی اہلہ والموت ردنی من شراک نعلہ

ہر ایک صبح گھر میں ہوتی ہے لیکن جوتے کے تسمے سے بھی اسے زیادہ قریب ہے۔
اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یوں کہتے

الالیت شعری ہل ابتین لیلۃ بوادو حولی اذخرو جلیل وہل اردن یومًا میاہ محنبۃ وہل یبدون لی شامہ و طفیل

ترجمہ: کاش کب وہ وقت ہو گا کہ میں اسی وادی میں اتروں گا کہ ایک طرف از خود گھاس ہو گا دوسری طرف جلیل۔ کیا کبھی میرا گزر مجنہ کی چشموں پر ہو گا یا کبھی مجھے شامہ پہاڑ اور طفیل بھی نظر آئیں گے۔(گویا دونوں حضرات مکہ کو یاد کرتے تھے)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہمیں مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسے ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی بنانے میں لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے

ہذا الجمال لا حمال خیبر ہذا ابر ربنا واطہر

یہ اونٹ ہیں لیکن خیبر کے نہیں یہ تو کوئی اچھے ہیں اور کوئی پاکیزہ تر۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا
لا ھم ان العیش عیش الاخرۃ فارحم الانصار والمہاجرۃ
ترجمہ: عیش ہے گر تو عیش آخرت ہے اے اللہ اہل ہجرت اور میرے انصار پر رحم فرما
یہ مضمون صحیحین میں ہے

5- حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار میں مباحثہ اور جھگڑا کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہے جب تک وہ جھگڑا اور فخر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے۔

نعت خوانی پر انعام: مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہوا کہ نعت خوانی سننا اور اس پر انعام دینا سنت ہے ہمارے دور 1418ھ میں نعت کی محافل کا خوب چرچا ہے الحمدللہ علی ذلک۔ لیکن بعض نعت خوانوں پر سخت افسوس ہے کہ وہ نعت خوانی کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں جب زر اور خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ نعت خوانی عبادت ہے اور نعت خوانی پر انعام پڑھئے۔ اویسی غفرلہ

6- جب نابغہ نے اپنا شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دانت نہ توڑے۔

7- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

8- عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو قافیہ امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار میں گویا مسلمان ہے۔

9- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حدی پڑھی جاتی تھی نجشہ (حضور علیہ السلام کا غلام) عورتوں کے لئے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے میں نرمی کر کہ ان کے سوار شیشہ کے برتن ہیں۔

فائدہ: اونٹوں کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حد خوانی ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی ہوتے ہیں کہ خوش آوازی اور موزوں نغموں سے پڑھے جاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کسی سے ان کا انکار منقول نہیں۔ بلکہ بعض اوقات اس کی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹوں کی حرکت کے لئے یا اپنی لذت حاصل کرنے کے لئے۔

فائدہ: سماع اس وجہ سے بھی حرام نہیں ہو سکتا کہ وہ کلام لذیذ مفہوم ہے اور آواز خوش اور نغمہ موزوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ چوتھی بات راگ میں یہ ہے کہ دل کو حرکت دیتا ہے اور جو چیز اس پر غالب ہوتی ہے اس کو ابھارتا ہے تو اس میں بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے کہ موزوں نغموں کو ارواح کے ساتھ مناسب رکھی ہے یہاں تک کہ وہ ارواں میں عجیب تاثیر کرتے ہیں مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہے اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہے کسی سے ہنسی کسی میں یہ اثر ہے کہ اس سے موزونین کی حرکت ہاتھ اور پاؤں اور سر و دیگر اعضاء میں پیدا کر دیتا ہے۔

ازالہ وہم: یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہے بلکہ تاروں کے نغمات بھی یہی حال ہوتا ہے یہاں تک کہ مشہور ہے جس شخص کو بہار اور اس کے شگوفے اور ستار اور اس کے نغمے حرکت نہ دیں تو وہ

فاسد المزاج ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں اور معنی کے سمجھنے سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو ذرا سے بچوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ جہاں آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر خاموشی سے آواز کو سنتا ہے۔ اور اونٹ باوجود غبی ہونے کہ حدی سے ایسا اثر پاتا ہے کہ بھاری بوجھ بھی ہلکے جانتا ہے اور شدت نشاط میں بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہے۔ اور حدی کا نشہ اسے ایسے چڑھتا ہے کہ بڑے بیابانوں میں جب بوجھ اور کجاوہ سے تھکتا ہے تو آواز حدی کی طرف گردن بڑھاتا ہے۔ اور آواز حدی کی طرف کان لگا کر تیز چلتا ہے حتیٰ کہ بوجھ اور کجاوہ سب ہل جل کر ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہے مگر اس وقت حدی کے سرور میں اس کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔

حکایت: ابوبکر محمد بن داؤد دینوری (جو رقی کے نام سے مشور ہیں) فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک قبیلہ عرب مجھے ملا اس میں سے ایک شخص نے میری دعوت کی اور خیمہ میں لے گیا۔ میں نے خیمہ میں دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہے اور چند اونٹ دروازے کے سامنے مرے پڑے ہیں صرف ایک باقی ہے تو وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہے کہ مرنے کے قریب ہے اس سیاہ غلام نے مجھ سے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمہارا حق ہے تم میرے آقا کو سفارش کرو کہ وہ مجھے قید سے نجات و رہائی دے میرا آقا مہمانوں کی خاطر کرتا ہے۔ تمہاری سفارش رد نہ کرے گا اور بعید نہیں کہ مجھے قید سے چھوڑ دے گا۔ جب وہ شخص کھانا لایا میں نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم اس غلام کے متعلق میری سفارش منظور نہ کرو گے میں کھانا نہ کھاؤں گا اس نے کہا کہ اس غلام نے تو مجھے کنگال کردیا میرا سارا مال مار ڈالا میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا اس نے کہا کہ میری گذر اوقات اونٹوں کے کرایہ پر تھی اس لئے ان پر بوجھ بہت لادا اس کی آواز اچھی ہے جب اس نے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن میں طے کر گئے جب انکا بوجھ اتارا تو سب مر گئے صرف ایک رہ گیا ہے اور وہ بھی قریب موت کے ہے مگر تم میرے مہمان ہو تمہاری خاطر میں نے یہ غلام تمہیں ہبہ کیا۔ میں نے چاہا کہ اس کی آواز سنوں صبح کو اس نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اس وقت ایک کنویں سے پانی کا اونٹ لئے آتا تھا۔ جب اس نے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادھر ادھر دوڑنے لگا اور رسیاں توڑ ڈالیں اور میں بھی منہ کے بل گر پڑا میرا گمان ہے میں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔

تبصرہ اویسی: خوش الحانی ایک نعمت ہے اور اللہ کی عطا اور دین ہے وہ لوگ غلطی پر ہیں جو خوش الحانوں پر طعن کرتے ہیں لیکن افسوس کہ خوش الحان لوگ اسے جب زر کا ذریعہ بناتے ہیں کاش وہ اسے قرآن خوانی اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت دین پر صرف کریں تو کیا خوب ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلوں میں محسوس ہوتی ہے اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہ ہو تو وہ ناقص اور عتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹوں اور پرندوں بلکہ تمام جانوروں سے طبیعت میں کثیف تر ہے۔ اس لئے کہ موزوں مضمون سے سب کو اثر ہوتا ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: دور حاضرہ میں وہابی، دیوبندی و دیگر فرقے کثیف الطبع ہیں کہ انہیں خوش آواز پر ذوق نہیں ہاں اہلسنّت اس ذوق سے اکثر بھرپور ہیں۔ اللہ کرے کہ انکا یہ ذوق عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام و قرآن کی محبت میں صرف ہو (آمین)

اسی وجہ سے پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کو ہوا میں ٹھہر جاتے تھے۔

مسئلہ: جب راگ کو دل میں تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کریں تو اس پر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہیں بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو دل کے باطن کا حکم ہے۔

فائدہ: ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ راگ دلوں میں وہ بات نہیں پیدا کرتا جو اس میں موجود نہ ہو بلکہ جو بات دل میں ہو اسے حرکت دے دیتا ہے۔

تفصیل مقامات ہفت گانہ: کلمات موزوں اور مقفی کا لگانا چند مواقع پر خاص اغراض کے لئے دستور ہے جن سے دل میں اثر ہوا کرتا ہے اور وہ سات مقام ہیں۔

1- حاجیوں کا گانا کہ وہ پہلے شہروں میں نقارہ اور شاہین بجاتے ہیں اور راگ پھرا کرتے ہیں۔ 1ـ

اور یہ امر مباح ہے اس لئے کہ ان اشعار میں تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی تعریف اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ شوق پہلے سے ہوتا ہے تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہے۔ ورنہ شوق اس وقت ابھرا ہوتا ہے بعد کو کم ہو جاتا ہے اور چونکہ حج کار ثواب ہے اور اس کا شوق اچھا ہے۔ تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہو گا۔ اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز ہے کہ وعظ میں کلام منظوم اور مقفی پڑھ کر خانہ کعبہ اور افعال حج اور اس کا ثواب بیان کرکے لوگوں میں حج کا اشتیاق بڑھائے تو دوسرے کو بھی جائز ہو گا کہ نظم دلکش سے شوق عرب ابھارے اس لئے کہ وزن و قافیہ جب کلام میں ہوتا ہے تو کلام کی تاثیر دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور جب اس پر آواز خوش اور نغمہ دلکش زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اگر نقارہ اور شاہین اور گت ہو تو تاثیر کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ سب امور جائز ہیں 1ـ۔ بشرطیکہ ان میں مزمار اور تار کے باجے جو شراب خواروں کے تمغے ہیں داخل نہ ہوں۔

مسئلہ: اگر اس راگ سے اس شخص کو شوق دلانا منظور ہو جو وہ کام اسے جائز نہ ہو مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کر چکا ہے اور اب اس کے ماں باپ اسے حج پہ جانے کی اجازت نہیں دیتے تو اس کے حق میں حج کو جانا حرام ہے ایسے کو راگ سے حج کا دلانا حرام ہے۔ اس لئے کہ حرام کا شوق دلانا بھی حرام ہے خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے۔

1ـ پہلے کسی زمانہ میں ہوتا ہو گا اب یہ کیفیت کہاں - 12 یہی امور محافل میلاد پر چسپاں کر دیں تو ـــــ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: اگر راستہ پرخطر ہو کہ اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہوں تب بھی لوگوں کو اس کے لئے تشویق جائز نہیں۔

2- وہ اشعار جس کے غازی عادی ہیں لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے پڑھے جاتے ہیں تو وہ بھی مباح ہیں جیسے حاجیوں کے لئے مباح ہیں مگر چاہئے کہ غازیوں کے اشعار اور ان کے گانے کے طریق اور ہوں اور حاجیوں کے لئے اور کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافروں پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے بہادری کے اشعار سے ہوتا ہے جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا۔

فان لا تمت تحت السیوف مکرما تبت و تقاسی الذل عز مکرم۔

اگر تو تلواروں کے سایہ تلے کرم ہو کر نہیں مرتا تو مر جا لیکن ذلت تجھے لازم ہو گی اور تو ہمیشہ بے عزت رہے گا۔

اور دوسرا شعر اسی مضمون کا بھی اسی نے کہا

یری الجبناء ان الجبن حزم وتلک خدیعۃ النفس اللیم

بزدل لوگ بزدلی کو احتیاط کا نام دیتے ہیں یہ دراصل نفس کم بخت کا دھوکہ ہے۔

بہر حال اشعار شجاعت کا طریق جداگانہ ہے اور تشویق کا طریق دیگر ہے۔

مسئلہ: دلیری دلانا امر مباح ہے جس وقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہے اس وقت کہ جہاد مستحب ہو مگر ان لوگوں کے حق میں جن کو جہاد میں جانا جائز ہو۔

الزجریات 3: اس کا لفظی معنی ہے جھڑکنے والی چیزیں اور یہاں وہ اشعار جو بہادر لوگ مقابلہ کے وقت پڑھتے ہیں ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس بہادری دکھلائے اور مدد دینے والے دلیری پر اقدام کریں اور جنگ لڑنے میں سرور ان میں جوش پیدا کرے ایسے اشعار میں شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہے۔ اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہے۔ تو دل پر اثر بہت ہوتا ہے اور ان کا پڑھنا بھی مباح اور لڑائی میں مباح اور مستحب میں مستحب ہوتا ہے لیکن مسلمانوں سے لڑنے کے وقت ایسے اشعار ممنوع ہیں۔

مسئلہ: ذمیوں کے لڑنے اور دوسری لڑائیوں میں کہ ممنوع ہوں ان کا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ ممنوع کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جیسے سیدنا علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ ہما ایسے کرتے تھے۔

مسئلہ: غازیوں کے لشکر میں شاہین نہ بجانا چاہئے اس لئے کہ اس کی آواز نرمی اور غم پیدا کرنے والی ہے عقد شجاعت اس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے اور نفس کی چستی سستی سے بدل جاتی ہے اور اہل وعیال اور وطن کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جنگ میں کمی پڑتی ہے اس طرح جتنی آوازیں اور نغمات دل کو نرم کریں اور حزن میں مبتلا کریں اور بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہیں۔

مسئلہ : جو کوئی انہیں اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہو جائیں اور جنگ میں کمزوری پڑ جائے تو وہ گناہ گار نافرمان ہو گا ہاں اگر قتال ممنوع ہو اور اس سے دل ہٹانے کی نیت سے کرے گا تو اجر کا مستحق ہو گا۔

نوحہ کے نغمات واصوات 4 : ان کی تاثیر یہ ہے کہ غم و حزن کو ابھارتی ہیں اور رونا اور ہمیشہ کی اداسی ان کا خاصہ ہے۔ غم اور حزن دو قسم ہے۔ 1- اچھا 2- برا حزن مذموم جو فوت شدہ چیزوں پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر غم نہ کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا

لكيلا تا سو على ما فاتكم

تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو تم سے فوت ہوا۔

مسئلہ : مردوں پر غم کرنا اسی میں داخل ہے۔ کیونکہ اس سے گویا حکم الٰہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جس کے لئے کچھ تدراک نہیں ہو سکتا ہے تو یہ غم اور حزن چونکہ مذموم ہے اسی لئے نوحہ سے اسے ابھارنا بھی برا ہے۔ [1]

اسی لئے نوحہ کرنے سے صریح نہی وارد ہے۔ حزن محمود وہ ہے کہ انسانی امر دین میں اپنے قصور اور خطاؤں کو یاد کرنے پر حزن کرے اور اس کے لئے رونا اور رونی صورت بنانا اور غم کی صورت کا اظہار اچھا ہے۔

فائدہ : حضرت آدم علیہ السلام کا رونا اسی قسم سے تھا تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس دوام حزن اور کثرت گر یہ خطاؤں اور گناہوں کیوجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام خود غم کرتے اور دوسروں کو غمگین کرتے اور آپ روتے اور دوسروں کو رلاتے تھے کہ آپ کے نوحہ کی مجالس میں سے جنازے اٹھتے تھے۔

فائدہ : یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہے کیونکہ جو اچھی بات کی طرف پہنچائے وہ اچھا ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر طن سے کچھ اشعار غم بڑھانے والے اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا روئے اور رونی صورت اس لئے بنائے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤں پر غم کریں تو افعال جائز ہے۔

خوش اوقات کے گیت : اوقات خوش میں سرور کی تاکید کے لئے گانا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عید اور شادی کی تقریبات اور غائب شخص کی آمد اور ولیمہ اور عقیقہ اور بچے کی پیدائش اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید کے ختم میں سرور کی وجہ سے گانا مباح ہے۔

دلیل : جواز کی وجہ یہ ہے کہ الحان سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان سے خوشی اور سرور کی امنگ ابھرتی ہے۔ تو

---

[1] اسی لئے شیعہ کا ماتم ناجائز ہے۔ کیونکہ انکا رونا پیٹنا و دیگر مراسم ماتم اسی قسم میں داخل ہیں۔ (اولیسی غفرلہ)

جن مواقع پر سرور جائز ہے ان میں سرور کا ابھارنا بھی جائز ہے اور دلیل نقلی اس کے جواز کی یہ ہے کہ

احادیث سے استدلال 1: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضہ رضوان فرمایا تو عورتیں چھتوں پر دف بجا کر گیت گاتی تھیں۔ا۔

طلع البدر علینا، من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعاللہ داعی

ترجمہ: ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے ہم پر شکر واجب ہے داعی کی دعوت کا۔

فائدہ: چونکہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور اعلیٰ تھا تو اس کا ظاہر کرنا شعر و نغمات اور اچھلنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا۔

2- بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ان کو جب سرور ہوا تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اچھلتے تھے۔ چنانچہ انکا حال احکام رقص میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

قاعدہ: ایسا اظہار سرور ہر آنے والے کے آنے میں جائز ہے۔ جس کے آنے میں خوشی جائز ہو اور اسباب سرور میں سے جونسا سبب مباح ہو اس میں بھی درست ہے۔

3- صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجھے اپنی چادر میں چھپا دیتے اور میں حبشیوں کو دیکھا کرتی جو مسجد میں کھیلا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ میں خود ہی تھک جاتی۔

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر میں بچیاں کھیل تماشہ کی حریص ہوتی ہیں۔ غور فرمایئے کہ اتنا دیر کھڑی ہوتیں یہاں تک کہ تھک جاتی تھیں۔

4- بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجاتی اور رقص کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے۔ ان لڑکیوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جھڑکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک کھول کر فرمایا اے ابوبکر جانے دو کچھ نہ کہو کہ یہ عید کے ایام ہیں۔

5- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو دیکھا کہ مجھے اپنی چادر میں چھپائے تھے اور میں حبشیوں کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے بنی ارفدہ تم بے خوف رہو۔

ا۔ میلاد شریف کی نعتیں و قصائد وغیرہ اسی قاعدہ میں داخل ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

6- عمرو بن حارث نے ابن شہاب سے روایت کی اس میں بھی اسی طرح ہے اور اس میں یوں ہے کہ دونوں لڑکیاں گاتی اور دف بجاتی تھیں۔

7- حدیث ابو طاہر میں ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یوں ہے کہ بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ہتھیاروں کا تماشہ کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجھے چھپا دیتے کہ میں ان کا تماشہ دیکھوں پھر میری خاطر کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں خود ہی ہٹ جاتی۔

8- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیوں سے کھیلا کرتی اور میری سہیلیاں میرے پاس آیا کرتیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرکے کوٹھڑی میں گھس جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میرے پاس بھیج دیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔

9- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہیں عرض کیا کہ میری گڑیاں ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کے بیچ میں جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے عرض کیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے ادھر ادھر کیا ہے آپ نے عرض کیا کہ اڑنے کے پر ہیں آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازوں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیاں مبارک ظاہر ہو گئیں۔ (یہ بی بی عائشہ کی دانائی اور بچپن کی ذہانت سے خوشی کا اظہار تھا یہی آپ کے اجتہادی مادہ کی علامت بلکہ مضبوط دلیل ہے۔ (اویسی غفرلہ)

فائدہ: ہمارے نزدیک یہ لڑکیوں کی حدیث عادت پر محمول ہے کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بغیر پوری صورت کے بنا لیتی ہیں۔ چنانچہ بعض روایت میں آیا ہے کہ اس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے۔ (یہ ان لوگوں کا رد ہے جو فوٹو کے عاشق ہیں اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے فقیر کی تصنیف اسوء العزیزفی تصویر التصویر پڑھئے۔ اویسی غفرلہ)

10- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب میرے پاس دو لڑکیاں غزوہ بعاث کے گیت گا رہی تھی آپ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے جھڑکا کہ شیطان کا مار ہے اور تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کہو۔ جب حضرت صدیق ان لڑکیوں سے غافل ہوئے تو میں نے ان کو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئیں۔

11- حدیث شریف میں ہے کہ عید کے دن حبشی پھری گدکے سے کھیل رہے تھے مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو میں نے عرض کیا ہاں آپ نے مجھے اپنی مبارک پشت پر کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار مبارک پر تھا اور آپ ان سے فرماتے تھے کہ تماشا کئے جاؤ

یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا جاؤ۔

صحیح مسلم میں یوں ہے کہ میں نے اپنا سر آپ کے شانہ مبارک پر رکھ کر ان کا کھیل دیکھنا شروع کی یہاں تک کہ میں خود ہی ہٹ گئی۔

فائدہ: یہ تمام روایات صحیحین میں ہیں اور ان میں صاف ظاہر ہے کہ راگ اور کھیل حرام نہیں۔

مسائل فقیہہ: ان احادیث سے چند اقسام کی اجازت ثابت ہوئی۔

1- کھیلنے کی رخصت کیونکہ ظاہر ہے کہ حبشیوں کی عادت ہے کہ وہ ناچتے اور کھیلتے ہیں۔

2- تماشہ کا مسجد میں ہونا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی حرمت کی طرح نہیں بلکہ عورتوں کی آواز اس جگہ حرام ہے جہاں فتنہ کا خوف ہو۔

خلاصہ: قیاسات اور روایات دلالت کرتے ہیں کہ راگ اور رقص اور دف بجانا اور ہتھیاروں سے کھیلنا اور حبشیوں اور زنگیوں کا رقص دیکھنا سب اوقات سرور میں مباح ہیں .قیاس روز عید کہ وہ بھی سرور کا وقت ہے اور اس کی

1- لفظاً" اس کا نام تماشہ ہے ورنہ دراصل وہ جہاد کے طور طریقے تھے۔ بعض لوگ الفاظ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

2- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تماشا کیے جاؤ کہ اس میں کھیل کی اجازت اور اس کی درخواست ہے تو اسے حرام کیسے کہہ سکتے ہیں۔

3- حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار اور منع فرمانا اور ان کی وجہ یہ بیان کرنا کہ عید کا دن ہے اور وہ سرور کا وقت ہے اور گانا بجانا اسباب سرور میں سے ہے۔

4- بہت دیر تک آپ کا رہنا اس کے دیکھنے اور سننے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی خاطرداری کے لئے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں اور لڑکوں کے دل خوش کرنے کے لئے خوش خلقی کرنا اور کھیل کود دیکھنا بہتر ہے اس سے زہد کی وجہ سے بدخلقی اور کج روی نہ کی جائے کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ خود دیکھتے اور نہ ان کو دیکھنے دیتے۔

5- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا چاہتی اور یہ فرمانا کچھ اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا نہ ان کے غصہ اور وحشت کا خوف تھا اس لئے کہ اگر بالفرض پہلے ان کی درخواست ہوتی اور آپ نہ منظور فرماتے تو ممکن ہے سبب وحشت ہوتا لیکن ابتدا سوال کرنے میں تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اس کی کیا حاجت ہوئی۔

6- گانا اور دف بجانا دونوں لڑکیوں کو جائز ہوا باوجودیکہ اسے مزمار شیطان سے تشبیہ دی گئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حرام مزمار اور چیز ہے اور حلال چیز دیگر

8- دونوں لڑکیوں کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پڑتی تھی اور آپ آرام فرما رہے اگر بالفرض کسی جگہ میں تاروں کے باجے بجتے ہوتے تو آپ وہاں کا بیٹھنا کانوں میں اس کی آواز کا آنا ہرگز روانہ رکھتے۔

مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کی واپسی کا دن ہے اور تمام اسباب سرور ہیں یعنی جن سے شرعاً خوشی کرنا درست ہے۔ ان کا یہی حال ہے اور اس لئے کہ دوستوں کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور بایکدیگر کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی خوشی کرنا جائز ہے تو یہ موقع راگ سننے کا ہے۔

سماع عاشقاں 6 : شوق کی تحریک اور عشق کے اضافہ اور نفس کی تسکین کے لئے اگر معشوق کے سامنے ہو تب بھی تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہے اور اگر اس کی جدائی میں ہو تو مقصود شوق کا ابھارنا ہوتا ہے اور شوق ہر چند رنج ہے مگر اس وجہ سے کہ اس میں وصال کی توقع ہے ایک قسم کی لذت بھی دیتا ہے۔ کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہے اور ناامیدی درد افزا ہوتی ہے۔ اور لذت کی توقع اس قدر ہوتی ہے جس قدر شوق قوی ہوتی ہے غرضیکہ اس راگ میں عشق کا اضافہ اور شوق کی تحریک اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا ہوتا ہے اور حسن محبوب کے بیان میں طول دیا جاتا ہے اس طرح کا راگ بھی حلال ہے۔ بشرطیکہ معشوق ان لوگوں میں سے ہو جن کا وصال مباح ہو مثلاً کوئی شخص اپنی منکوحہ پر عاشق ہو جائے تو اس کے راگ پر کان لگتا ہے تاکہ آنکھ کو اس کے دیدار سے اور کان کو اس کی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیف وصال اور فراق کے دل میں سمجھا جائے تو یہ لذت کے اسباب مسلسل ہو جائیں گے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباحات اور مباح سے نفع پاتے ہیں۔ اور متاع دنیا میں لہو و لعب ہے اور یہ امور بھی اس میں سے ہیں۔

مسئلہ : کسی سے لونڈی چھن جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو اسے جائز ہے کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجائے وصال ابھارے۔

مسئلہ : اگر لونڈی کو بیچ ڈالے یا زوجہ کو طلاق دے دے تو اس میں تحریک شوق راگ سے حرام ہے۔ اس لئے کہ جس جگہ وصال اور دیدار جائز نہیں وہاں تحریک شوق بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ : جو شخص اپنے دل میں کسی عورت یا لڑکے کی صورت خیال کرے جس کی طرف دیکھنا اسے جائز نہیں اس کے لئے راگ سننے اور اسے اسی صورت پر ڈھالتا جائے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس سے افعال ممنوعہ کا فکر پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ : اکثر عشاق اور نوجوان غلبہ شہوت میں اس خیال سے خالی نہیں ہوتے کچھ غلط خیال دل میں رکھتے ہیں حالانکہ یہ امر ان کے حق میں ممنوع ہے اس وجہ سے کہ اس میں ایک غلط خیال مخفی ہے نہ اس وجہ سے کہ خود راگ میں کوئی غلط بات ہے۔

حکایت : ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہے تو کہا کہ ایک دھواں ہے جو انسان کے دماغ میں چڑھ جاتا ہے وہ جماع سے چلا جاتا ہے اور سماع سے بڑھتا ہے۔

سماع محبان اللہ عزوجل 7: اللہ تعالیٰ کے محبین اور اس کے دیدار کے مشتاق کہ جس چیز پر نظر کریں اس میں اس کے نور پاک کو دیکھیں اور جو آواز سنیں اس کو اس سے یا اس کے متعلق جانیں ایسے لوگوں کے لئے سماع ان کے شوق کو ابھارتا ہے اور تعلق ومحبت کو پختہ کرتا ہے اور یوں دل پر چقماق کا کرتا ہے اور اس میں سے ان مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہے جو خارج از احاطہ وصف ہیں جسے ان کا اثر ذوق نصیب ہوتا ہے وہی پہچانتا ہے اور جس کی حس ان کے چکھنے سے کند ہوتی ہے وہ ان کو کیا جانے اوران حالات کا نام اہل تصوف کے یہاں وجد ہے جو وجود سے ماخوذ ہے۔ یعنی اپنے نفس میں وہ احوال موجود پائے جو سماع سے پہلے معلوم نہیں تھے پھران حالات کے سبب سے بعد کو ان کے لواحق و توابع ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہیں اور اسے کدورات سے ایسا صاف کر دیتے ہیں جیسے آگ میں سونا چاندی کا میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور اس صفائی کے بعد مشاہدات اورمکاشفات ہوتے ہیں جو علت غائی عاشقان اللہ اور ثمرہ جمیع عبادات ہے تو ان چیزوں کا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ کہ حیت یا صرف مباح۔

فائدہ: دل کو سماع سے ان حالات کے حصول کا سبب یہی ہے کہ نغمات موزوں اور ارواح میں مناسبت اللہ تعالیٰ کا راز ہے ارواح کو اللہ تعالیٰ نے نغمات کا مسخر بنایا ہے اور ان کے اثر سے شوق اور خوشی اور غم اور انبساط اور انقباض ارواح میں پیدا ہوتے ہیں۔

فائدہ: آوازوں سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم مکاشفات کے دقائق میں سے ہے غبی اور سنگدل طبیعت کا منجمد سماع کی لذت سے محروم ہے اور سننے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہے اور وجد کی حالت میں اس کا حال دگرگوں ہوتا ہے اور رنگ بدل جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے لیکن اس کا تعجب ایسا ہے جیسے جانور جلوہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت جماع سے اور لڑکا لذت حکومت اور اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل لذت معرفت الٰہی اور اس کے جلال و عظمت اور عجائب صنعت کے ادراک کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہے۔ یعنی لذت وہ ایک قسم کا ادراک ہے جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہے تو جس کی قوت مدرکہ کامل نہ ہوگی اسے لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی میں قوت ذائقہ نہ ہوگی وہ عقلی چیزوں کا کیسے ادراک کرے گا اسی طرح کان میں آواز پہنچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہے تو جسے وہ حس نہ ہوگی اسے راگ کی لذت بھی نہ ہوگی۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے حق میں کیسے ہو سکتا ہے کہ راگ جسکا محرک ہو۔

جواب: جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اس سے لازماً محبت کرتا ہے اور جس کی معرفت پختہ ہو جاتی ہے اس کی محبت بھی پختہ ہو جاتی ہے۔ اور محبت جب اور زیادہ پختہ ہوتی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں کیونکہ عشق کے معنی فرط محبت • دلدہ

کے ہیں اسی وجہ سے جب اہل عرب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غار حرا میں عبادت الٰہی کے لئے تنہا رہتے ہیں تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہیں۔ ا۔

فائدہ: جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہے اس کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ پر تو خالق (جل شانہ) کا ہے کہ وہ خود جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے تو اگر جمال ظاہری ہو گا یعنی اہیات کا موزوں ہونا اور اس کا رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاشہ سے معلوم ہوتا ہے اگر جمال باطنی ہے یعنی جلال و عظمت اور علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادہ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے حاشہ سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کے لئے بولتے چنانچہ کہتے ہیں فلاں جمیل ہے حالانکہ اس کی صورت مراد نہیں ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایک کو دوسرے سے انہیں صفات باطنی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے۔ جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے اور یہی محبت کبھی بڑھ کر عشق کہلانے لگتی ہے چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی محبت میں بہت لوگ ایسے فریفتہ ہیں کہ جان و مال ان کی طرفداری اور محبت و عقیدت میں صرف کر ڈالتے ہیں کہ یہ غلو اور مبالغہ کسی عاشق میں بھی نہ ہو گا۔ (جتنا ان کو حاصل ہے) تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسے لوگوں پر عاشق ہونا جن کی صورت کبھی نہیں دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت (معاذ اللہ) اب وہ انتقال کر گئے صرف ان کے جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تاکہ سمجھا جائے کہ جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا میں جتنا خیرات اور جمال اور محبوب ہیں وہ سب اس کی خوبیوں کا پر تو ہیں اور اس کے آثار کرم کی علامت اور دریائے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم عقل سے یا حواس ظاہری (آنکھ کان وغیرہ) سے آغاز پیدائش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے اسفل السافلین تک ہوتا ہے اور اس کے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اس کے انوار ذات کا ایک لمحہ ہے توجس ذات پاک کا وصف یہ ہو معلوم نہیں کہ اس کی محبت کیسے سمجھ میں نہیں آتی اور لوگ اس کے اوصاف کے عارف ہوں ان کے نزدیک سے محبت کیسے نہیں بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ عشق کہنا بھی خطا ہے یعنی لفظ عشق بھی اس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہے۔ سبحان اللہ عجب ذات پاک ہے کہ شدت ظہور ہی اس کے ظہور کا حجاب ہے اور اس کے نور کی چمک ہی آنکھوں کا پردہ اگر نور کے ستر پردوں میں وہ ذات مستر نہ ہوتی تو اس کے چہرہ کے انوار اس کے جمال پاک دیکھنے والوں کی آنکھیں پھونک دیتے اگر اس کا ظہور سبب اس کے مخفی ہونے کا سبب نہ ہوتا تو عقل حیران اور قلوب پریشان اور قوتیں ابتر اور اعضاء منتشر ہو جاتے اگر بالفرض

ا۔ یہ صرف سمجھانے کے لئے کہا گیا اور کہنے والے بھی قریش ہیں اسی لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اطلاق عشق برائے اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ اویسی غفرلہ

دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اس کے ادنٰی انوار تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کی ماہیت کی تاب چمگادڑ میں کہاں ہو سکتی ہے اور عنقریب اس اشارہ کی تحقیق باب المحبہ (جلد چہارم) میں مذکور ہو گی (ان شاء اللہ) اور معلوم ہو گا کہ محبت غیر اللہ کی قصور اور جہالت ہے بلکہ معرفت کا محقق سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پہچانتا کیونکہ حقیقت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہیں تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانے گا کہ افعال میں اس کی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھے گی اور نہ دوسرے کی طرف جائے گی' مثلاً جو شخص امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے علوم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہنچائے گا کہ یہ ان کی تصنیف ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہے تو اس کی معرفت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے دوسرے کی طرف نہ جائے گی اور نہ ان کے غیر کی محبت دل میں آئے گی اب دنیا کی موجودات کو پر نظر کیجئے تو کل موجودات اللہ تعالیٰ کی گویا تصنیف اور اس کا فعل جو کوئی ان کو اس اعتبار سے پہنچائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے تو وہ ان مصنوعات میں صانع ہی کی صفات دیکھے گا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف کی فضیلت اور اس کی قدر منزلت کی عظمت معلوم ہوتی ہے اور اس کی معرفت و محبت بھی اللہ تعالیٰ ہی پر منحصر رہے گی دوسرے کی طرف تجاویز نہ کرے گی اور اس عشق کی تعریف یہ ہے کہ شرکت کو قبول نہیں کرتا اور اس کے سوا جتنے عشق ہیں وہ شرکت قبول کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہے اس کا نظیر ممکن ہے۔ خواہ وجود میں یا امکان میں مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان میں ہو سکتا ہے نہ وجود میں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہے نہ حقیقی ہاں جو شخص کہ کم عقل جانور کے قریب ہوتے ہیں وہ لفظ عشق سے طلب وصال ہی سمجھتے ہیں جس کے معنی اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہیں تو ان جیسے گدھوں کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے نہ بولنے چاہیں بلکہ ان کے استعمال سے اجتناب چاہئے جیسے جانور کے نرگس و ریحان نہیں رکھتے بلکہ ان کے آگے گھاس اور بھوسہ اور شاخوں کے پتے رکھ دیتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان الفاظ کا بولنا جائز ہے جس نے سننے والے کو ایسی باتوں کا وہم نہ ہو جن سے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہے اور لوگوں میں ان کی سمجھ کے موافق اوہام مختلف ہوا کرتے ہیں تو ان جیسے الفاظ میں اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہئے بلکہ بعید نہیں کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جس کے سبب سے دل پھٹ جائے۔

حکایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کیا اس نے کہا اللہ عزوجل نے اس نے کہا زمین کس نے پیدا کی اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑوں کو کس نے بنایا اس کی ماں نے کہا اللہ (جل شانہ) نے اس نے پوچھا کہ بادل کس نے پیدا کیا کہا اللہ تعالیٰ نے لڑکے نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے یہ کہہ کر خود کو پہاڑ سے گرا کر پاش پاش ہو گیا۔

فائدہ: اس کا سبب غالباً یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے سنیں یہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل نہیں ہیں تو اس کو طرب خوشی اور وجد ہوا اور وجد کی حالت میں خود کو گرا دیا اور (نکتہ) تمام آسمانی کتب اس لئے اتری ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لوگ خوشی کریں۔

حکایت: بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں نے انجیل میں لکھا دیکھا ہے ہم نے تمہارے سامنے گایا مگر تم نے خوشی نہ کی اور ہم نے تمہارے لئے مزمار بجایا مگر تم نے رقص نہ کیا یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شوق دلایا مگر تم مشتاق نہ ہوئے یہ ہم نے راگ کے اقسام اور اسباب اور مقتضیات کا ذکر کیا تمہیں یقیناً معلوم ہو گیا کہ بعض جگہ راگ مباح ہے اور بعض مستحب ہے اب ہم وہ عوارض لکھتے ہیں جن سے راگ حرام ہو جاتا ہے۔

سماع کی حرمت کے عوارض

حرمت سماع کے عوارض پانچ ہیں۔

1- سنانے والا 2- آلہ سماع 3- نظم الصوت 4- سننے والا 5- عامی آدمی 6- گانے والی وہ عورت ہو جس کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس کے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہے اسی کے حکم میں بے ریش لڑکا ہے کہ جس کا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو یہ حرام ہے اس وجہ سے ہے کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے نہ کہ راگ کی وجہ سے

مسئلہ: اگر عورت ایسی ہو کہ باتیں کرنے سے اس کی آواز کی وجہ سے فتنہ کا خوف ہو تو اس سے گفتگو بھی جائز نہیں اور نہ تلاوت میں اس کی آواز کا سننا جائز ہے یہی حال بے ریش لڑکے کا ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو۔

سوال: تم اسے حرام ہر حال میں کہو تاکہ یہ بات بالکلیہ حرام ہی ہے لیکن یا حرام وہاں کہتے ہو جہاں فتنہ کا خوف ہو وہ بھی اس شخص کے حق میں جسے فتنہ کا خوف ہو۔

جواب: فقہ کے قاعدہ پر یہ مسئلہ دو احتمال رکھتا ہے اور اسے دو اصلوں میں منطبق کیا ہو جا سکتا ہے۔ 1- اصل تو یہ ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت اور اس کی صورت دیکھنا حرام ہے فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو اس لئے کہ یہ ہر حال میں محل فتنہ ہے تو شریعت نے اس باب کے انسداد کے لئے حکم فرما دیا دوسرا صورتوں کی طرف التفات نہیں کیا۔
2- اصل یہ ہے کہ بے ریش لڑکوں کی طرف دیکھنا مباح ہے سوائے اس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لڑکوں کا حال عورتوں کی طرف عام نہیں بلکہ ان کے متعلق فتنہ کی پیروی کی جاتی ہے اور عورت کی آواز ان دونوں اصلوں پر منطبق ہو سکتی ہے تو اگر اس کے دیکھنے پر قیاس کریں تب تو اس کی آواز سننا ہی نہیں چاہئے اور یہی قیاس قریب ہے مگر دیکھنے اور آواز سننے میں فرق بھی ہے اس لئے کہ شہوت پہلی بار دیکھنے

مقتضی ہوتی ہے اور وہ آواز سننے کی داعی نہیں ہوتی علاوہ ازیں دیکھنے سے شہوت ابھرنے کی حرکت زیادہ کرتی ہے بہ نسبت آواز سننے اور عورت کی آواز راگ سے بڑھ کر بھی نہیں کیونکہ عورتیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مردوں سے باتیں کرتی تھیں مسائل اسلام اور فتاوی پوچھتی اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھیں البتہ راگ کو شہوت کی تحریک میں زیادہ اثر ہے عورت کی آواز کو لڑکوں کے دیکھنے پر قیاس کرنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ جیسے عورتوں کو آواز پوشیدہ رکھنے کا حکم نہیں ویسے یہ بے ریش لڑکوں کو پردہ کرنے کا حکم نہیں اس صورت میں حرمت خوف فتنہ پر منحصر ہونی چاہئے ہمارے نزدیک قریب قیاس یہی ہے اور حدیث دونوں لڑکیوں کی جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا کہ ان کے گھر میں گا رہی تھی اس کی موید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سنتے رہے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپ کو نہ تھا خلاصہ یہ کہ عورت اور مرد کا حکم احوال کے لحاظ سے مختلف ہو گا جو ان کا حکم اور ہو گا اور بوڑھے کا اور ان امور میں حکم کا اخلاف دائرہ امکان میں ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بیوی کا بوسہ لے تو جائز ہے اور جوان کا بوسہ لینا درست نہیں اس لے کہ بوسہ جماع کا مقتضی ہو گا اور وہ روزہ کی حالت میں ممنوع ہے اور سماع بھی دیکھنے اور قربت کا مقتضی ہوتا ہے تو وہ جس کے حق میں ہو اسے حرام ہو گا پس سماع بھی ہر شخص کے حق میں جدا حکم رکھتا ہے۔

2- **آلات سماع:** آلات سماع نامشروع ہوں مثلاً شرانجوروں اور ہیجڑوں کے شعار جیسے مزامیر اور ڈور تار والے باجے ان تینوں کے سوا دوسرے اور اپنی اصل اباحت پر ہیں جیسے دف کہ اس میں جھانجھ ہوں اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر گت لگانا اور دوسرے آلات۔

3- **نظم میں خرابی:** مثلاً شعر میں اگر فحش اور بے ہودگی اور ہجو اور وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہ پر بہتان پر مشتمل ہوں جیسے واقعی صحابہ کرام کی شان میں بہتان تراشتے ہیں تو اس طرح کے اشعار وغیرہ کا سننا گیت کی طرح اور بغیر گیت کے حرام ہے۔ اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہے اس طرح وہ اشعار جن میں کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردوں کے سامنے جائز نہیں جس سے اس کے بدن یا اعضاء کا حال معلوم ہو لیکن کافروں اور اہل بدعت بدمذہب کی ہجو کرنا درست ہے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے انہیں اجازت دے دی تھی لیکن اشعار تشبیب ذکر خط خال اور رخسار و قد وغیرہ عورتوں کے اعضاء جو شروع قصائد میں معمول ہے تو اس میں شامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نظم کرنا اور پڑھنا آواز سے ہو یا بغیر آواز کے حرام نہیں اور سننے والے حلال ہو مثلاً اپنی منکوحہ یا محرمہ پر اگر اجنبی عورت پر ڈھالے گا تو اس کا تصور اور اس میں فکر کرنے سے گناہ گار ہو گا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامیت اشعار کو اجنبی عورت کو ڈھالتا ہو تو اسے سرے سے راگ نہ سننا چاہئے اس لئے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہے وہ جو

کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہے خواہ لفظ مناسب ہو یا نہ ہو کیونکہ کوئی لفظ ارسا نہیں جسے استعارہ کے طور پر بہت معانی پر نہ ڈھال سکیں۔ مثلاً جس کے دل پر عشق الٰہی غالب ہوتا ہے۔ وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصل کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اس کی درگاہ سے مردودوں کے زمرہ میں محجوب ہونا اور رقیب وصل کے مخل سے دنیا کے عوائق وافات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس دائمی میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے میں اسے کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو باتیں اس کے دل پر غالب ہیں وہ الفاظ کے ساتھ ہی فوراً سمجھ میں آتی ہیں۔

حکایت: ایک بزرگ بازار میں گزرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار ایک پیسے کے دس ان کو اسی وقت وجد آگیا۔ کسی نے پوچھا تو کہا کہ جب خیار پیسے کے دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔ یعنی خیار جو بے معنی کھیرا ہے انہوں نے جمع خیر بے معنی بہتر سمجھ لیا۔

حکایت: ایک اور شخص کا بازار میں گزر ہوا اور کسی کو کہتے سنا سعتری بری (جنگلی پودنہ) تو ان کو وجد آگیا لوگوں نے پوچھا کہ آپکا وجد کس وجہ سے تھا فرمایا میں نے سنا کہ گویا وہ کہتا ہے اسع تر بری یعنی کوشش کر تو اپنی نیکی دیکھے گا حتیٰ کہ فارسی والوں کو بھی کبھی عرب کے اشعار سے وجد آجاتا ہے۔ اس لئے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ کے ہم وزن ہوتے ہیں اس لئے ان سے وہ اپنا معنی سمجھ لیتے ہیں۔

حکایت: کسی نے یہ مصرع پڑھا مازارنی فی اللیل الا خیالہ ترجمہ: آیا شب کو میرے پاس خیال یار کے سوا اس پر ایک فارس نے وجد کیا اس سے لوگوں نے وجد کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ یوں کہتا ہے کہ مازاریم یعنی لفظ زار فارسی میں نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہیں اور ماتا فیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھ کر یہ خیال کیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ ہم سب آمادہ ہلاک ہیں۔ اور اس وقت اس کے دل میں آخرت کی ہلاکت کا خیال سامنے آگیا وہی باعث وجد ہوا۔

فائدہ: جو شخص آتش محبت میں جل رہا ہو اس کا وجد اس کی سمجھ کے موافق ہوتا ہے اور اس کی سمجھ اس کے خیال کے موافق اور یہ ضروری نہیں کہ اس کا تخیل شاعر کی مراد کے موافق ہو یا شعر کی زبان سمجھے تو اس طرح کا وجد حق اور درست ہے اور جو کوئی آخرت کی ہلاکت کا خطرہ معلوم کرے تو اس پر جو کچھ کیفیت نہ ہو جائے۔ وہ تھوڑی ہے اس طرح عقل میں خلل اور اعضا میں اضطراب ہو تو کیا بڑی بات ہے۔

خلاصہ: حقانی وجد والوں کے لئے الفاظ تشبیب میں کوئی بڑا فائدہ نہیں وہ تو جو لفظ جس زبان کا سنیں گے اس سے اپنا ہی مطلب نکال لیں گے۔

حکایت :ہمارے مرشد خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی بازار سے گذر رہے تھے وہ دکاندار کہہ رہا تھا سوئے۔ پالک۔ چوکلے تینوں سبزیاں ہیں آپ کو وجد آگیا۔ پوچھا گیا تو فرمایا دوکاندار کہہ رہا تھا کہ جو ایک پلک سو گیا وہ چوک گیا۔ (ذکر سیرانی۔ اویسی غفرلہ)

جس پر مخلوق کا عشق غالب ہو چاہیئے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سنے ہر طرح اس سے احتراز کرے

4- سامع (سننے والے) میں خرابی: مثلاً اس پر شہوت غالب ہو اور بہار جوانی میں ہو اور یہ صفت دیگر صفات کی بہ نسبت اس پر غالب ہو تو اس کو سماع حرام ہے خواہ اس کے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہ ہو کیونکہ جب وہ وصف زلف و رخسار اور فراق اور وصال کا سنے گا تو اس کی شہوت جنبش کرے گی اور ان کو کسی معین صورت پر ڈھالے گا پھر شیطان اس کے دل میں وہی خیال پھونک دے گا اس پر اس کی شہوت کی آگ بھڑک اٹھے گی اور شر کے اسباب تیز ہو جائیں گے اس سے شیطان کے لشکر کو مدد اور عقل کو (جو لشکر الٰہی ہے اور شیطان سے بچاتی ہے) شکست دیتا ہے اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نور عقل میں ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا ہے بجز اس دل کے جس میں ایک لشکر کی فتح ہو گی اور دوسرا لشکر بالکل مغلوب ہو گیا۔ تو پھر اس میں جنگ ختم ہو جاتی ہے۔

فائدہ: دور حاضر میں اکثر ایسے ہی ہیں جنہیں لشکر شیطان نے فتح کر لیا ہے اور ان پر وہی غالب ہے۔

اس صورت میں ضروری ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے۔ تاکہ لشکر شیطان کا دل سے تسلط ختم ہو نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار اور زیادہ بہت کر دیے جائیں۔ اور اس کی تلواروں پر باڑھ رکھی جائے اور بھالیں نکیلی کر دی جائیں۔ اور اس قسم کے لوگوں کے حق میں سماع ایسا ہی ہے کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیے جائیں۔ جب یہ کیفیت ہو تو اسے آدمی کو سماع کی مجلس سے نکل جانا چاہیئے ورنہ اسے سماع سے بہت زیادہ ضرر ہو گا۔

5- سامع عامی آدمی: یعنی ایسا آدمی کہ اس پر نہ۔ محبت اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے کہ سماع اس کو اچھا معلوم ہو اور نہ اس پر شہوت غالب ہے کہ اس کے حق میں سماع ممنوع ہو تو ایسے کے حق میں سماع مباح ہے جیسے دیگر لذات لیکن اگر عامی سماع کو اپنی عادت بنالے گا اور اوقات اسی میں صرف کرے گا تو بھی احمق ہے۔ جس کی گواہی قبول نہ ہو گی اس لئے کہ لہو و لعب پر مواظبت گناہ ہے۔

قاعدہ :جس طرح کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے اس طرح مباح پر اصرار کرنے سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً زنگیوں اور حبشیوں کے پیچھے پڑا رہنا اور ان کے کھیل تماشے ہمیشہ دیکھنا ممنوع ہے اگرچہ اصل ممنوع نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشیوں کا تماشہ دیکھا ہے۔

ہمارے دور 1417ھ میں تو اکثر دلوں پر شیطان کا قبضہ ہے اللہ تعالیٰ اس خبیث کا قبضہ ختم کر ڈالے۔ آمین (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: شطرنج سے کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اسی وجہ سے ہے کہ یہ دل کو آرام دینا ہوتا ہے اور بعض اوقات دل کو راحت پہنچانا ہی اس کا علاج ہوتا ہے تاکہ تھوڑا سا ستا کر باقی اوقات دنیا کے امور میں جدوجہد کرے یعنی تجارت میں دینی امور میں مشغول ہو جیسے نماز و تلاوت قرآن وغیرہ اور بہت سی محنت میں تھوڑا سا کھیل ایسے سمجھنا چاہئے جیسے رخسار پر تل کہ اگرچہ وہ سیاہ ہے مگر اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہو جائیں کہ تل رکھنے کی جگہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ چہرہ نہایت بد شکل ہو جائے گا۔ اور جو چیز حسن کا سبب تھی وہی کثرت کی وجہ سے قباحت ہو جائے گی۔ (یہ شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق دلیل ہے اور احناف کے نزدیک شطرنج مباح نہیں اور نہ یہ دلیل شرعی ہے بلکہ عقلی دلیل ہے۔ اویسی غفرلہ)

ازالہ وہم: یہ بھی نہیں کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے یا جو چیز مباح ہے وہ کثیر ہو بھی مباح ہی رہے۔ بلکہ اثر یونہی ہے کہ کثرت کی وجہ سے کراہت اور حرمت کو پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً روٹی مباح ہے اور کثرت سے کھانا حرام ہے تو سماع بھی دیگر مباحات کی طرح ہے کہ قلیل کا حرج نہیں ہاں روزمرہ کا معمول بنا لینا مکروہ اور ممنوع ہے۔

سوال: اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ سماع بعض احوال میں مباح ہے اور بعض میں مباح نہیں تو تم نے پہلے اسے مطلق مباح کیوں کہہ دیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر میں تفصیل ہو اس کے باب میں مطلق ہاں یا نہیں کہہ دینا خلاف اور غلط ہیں پھر تم نے بغیر تفصیل کے مطلق کیسے کہا؟

جواب: مطلق حکم اس تفصیل میں ممنوع ہے جو خود اس شی میں بلالحاظ دوسری چیز کے پائی جائے اور جو تفصیل کے عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اس میں مطلق بیان کر دینا ممنوع نہیں۔ مثلاً اگر کوئی پوچھے کہ شہد حلال ہے یا نہیں تو ہم مطلق کہیں گے حلال ہے باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج انسان پر حرام ہے جسے اس سے ضرر پہنچتا ہو۔ اس طرح اگر کوئی شراب کا مسئلہ پوچھے تو ہم کہیں گے کہ حرام ہے حالانکہ وہ اس کے حق میں حلال ہے باوجودیکہ جس کے گلے میں لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اس کے نیچے اتارنے کی نہ پائے۔ دیکھئے اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہے بلاشبہ حرام ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے حلال ہو گئی اور شہد اس اعتبار سے کہ شہد حلال ہے لیکن نقصان کے عارضہ پے حرام ہو جاتا ہے۔

قاعدہ: جو امر کہ عارض کی وجہ سے ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے بیع حلال ہے لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت ہو تو حرام ہو جاتی ہے اسی طرح اور عوارض سے حرمت ہو سکتی ہے مگر ان پر التفات نہیں کیا جاتا۔

نتیجہ: سماع کو بھی ایسے ہی جاننا چاہئے کہ اگر بغیر لحاظ عوارض کے دیکھا جائے تو اس خیال سے کہ وہ عمدہ آواز اور مفہوم المعنی اور موزوں کلام کا سننا ہے مباح ہے اور اس کی حرمت کسی امر خارجی سے ہو جاتی ہے جو اس کی

حقیقت ذاتی میں داخل نہیں۔

خلاصہ: جب سماع کی اباحت خوب واضح ہو گئی تو اب ہمیں اس کی پرواہ نہیں جو دلائل مذکورہ کے خلاف کہے۔

وکالت غزالی برائے امام شافعی رحمہما اللہ: شروع میں گزرا ہے کہ سماع امام شافعی کے نزدیک حرام ہے اس کے جوابات امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے سنئے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا تو مذہب ہی نہیں کہ سماع کو حرام کہیں۔

ازالہ وہم: انہوں نے تو تصریح کی ہے کہ جو کوئی اسے اپنا پیشہ مقرر کرے اس کی گواہی درست نہیں۔

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ سماع اس قسم کا مکروہ ہے جو باطل کے مشابہ ہو اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائے تو سفاہت اور بے مروتی کی طرف منسوب ہو گا۔ اگرچہ سماع حرام ظاہر حرمت والا نہیں اور اگر اپنے آپکو سماع والا نہ کہلائے گا اور نہ اس وجہ سے کوئی اس کے پاس آئے اور خود اس کی خاطر دوسرے کے یہاں جائے بلکہ یوں مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ گا کر دل خوش کر لیتا ہے۔ تو یہ مروت کو ساقط نہیں کرتا اور نہ گواہی باطل ہو۔ اور امام شافعی کا وہی استدلال دونوں لڑکیوں والی حدیث جو اوپر گزری۔

حکایت: یونس بن عبدالاعلی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے سماع کو مکروہ کہا ہو بجز اس کے جو اوصاف مذکورہ قبیحہ سے ہو ورنہ حدی اور منازل اور ان کے آثار کا گانا اشعار کے نغمات کی طرح اباحت میں کوئی تردد نہیں

ازالہ وہم: اور یہ جو فرمایا کہ سماع کھیل ہے جو باطل کے مشابہ ہے ان (امام شافعی) کا اسے کھیل فرمانا درست ہے۔ مگر کھیل اس نظر سے کہ کھیل حرام نہیں جیسا کہ حبشیوں کا کھیلنا اور وجد ایک کھیل ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اسے برا نہیں فرمایا۔ ہاں اگر یہ معنی ہے کہ ایسا کام کرنا جس میں کوئی فائدہ نہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ بھی مواخذہ نہ فرمائے گا مثلاً کوئی اپنا وظیفہ کرے کہ تمام دن میں سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو اور بے فائدہ ہے مگر اس پر مواخذہ نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لا یواخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم (بقرہ 225) ترجمہ کنزالایمان: اللہ عزوجل تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ نکل جائے

توجب اللہ کا نام بطور قسم لینے کے بغیر اس شے پر عزم کرنے کے مواخذہ نہیں تو شعر اور وجد پر کیسے مواخذہ ہو گا۔

ازالہ وہم: یہ جو امام شافعی نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہے اس سے بھی حرمت نہیں سمجھی جاتی بلکہ باطل ہی فرما

دیتے تو حرمت نہ پائی جاتی اس لئے کہ باطل اس کو کہتے ہیں جس میں فائدہ نہ ہو تو فقط اتنا ثابت ہو گا کہ اس میں کوئی نہیں مثلاً اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچ دیا اور وہ جواب دے کہ میں نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہے۔ بشرطیکہ ہنسی مذاق مراد ہو۔ حالانکہ ایسا کرنا حرام نہیں اگر اس معاملہ سے اس کا حقیقی معنی مراد لے گا اور خود کو مملوک ٹھہرائے گا تو حرام ہو گا کہ شرع نے منع فرمایا ہے۔

ازالہ وہم: یہ جو فرمایا ہے کہ مکروہ ہے تو اس کی کراہت نہیں چند جگہوں میں ہے جنہیں ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کراہت سے یہی مراد ہے جیسے آپ نے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میں ہر ایک کھیل کو مکروہ جانتا ہوں اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہو یعنی آپ نے وجہ کراہت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ اہل دین اور اہل مروت کی عادت نہیں اور سماع پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہے۔ تو اس سے بھی حرمت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ شہادت تو بازار میں کھانے والے کی بھی مقبول نہیں ہوتی حالانکہ اس سے مروت قطع نہیں ہوتی بلکہ نورباتی ایک امر مباح ہے مگر اہل مروت کا پیشہ نہیں اس طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ کرنے سے بھی نامنظور ہوتی ہے غرضیکہ بیان علت کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ اور دیگر آئمہ (حنفی۔ مالکی) نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو اور اگر حرمت مراد لی ہو تو ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہی ان کا جواب ہے۔

منکرین سماع کے دلائل اور سوالات و جوابات

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن الناس من یشتری لہو الحدیث

ترجمہ: اور ایک لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے

حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہوالحدیث سماع ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گانے والی لونڈی اور اس کی خرید و فروخت اور اس کے دام اور اس کی تعلیم کو حرام فرمایا۔

جواب: حدیث میں گانے والی لونڈی سے وہ لونڈی مراد ہے جو شراب کی مجلس میں مردوں کے سامنے گائے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجنبی عورت کا گانا فساق اور ایسے لوگوں کے سامنے کہ جن سے فتنہ کا خوف ہو حرام ہے۔ اور اہل عرب گانے والی لونڈی سے ممنوع گانا ہی سنتے تھے۔ اور اگر صرف مالک اپنے سامنے سماع کے لئے خریدے تو اس حدیث سے اس کی حرمت نہیں سمجھی جاتی بلکہ غیرمالک کو بھی سماع جائز ہے۔ بشرطیکہ فتنہ نہ ہو اور اس کی دلیل وہی حدیث دونوں لڑکیوں والی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں گاتی تھیں اور آیت میں جو لہوالحدیث کا

خریدنا مذکور ہے اس کے آگے یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرے تو واقع میں حرام اور برا ہے۔ اور آیت شریف میں مراد حرمت ایسے سماع کی جو گمراہ کرے بلکہ سماع پر کیا موقوف ہے اگر بالفرض قرآن کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہوں تو اس کا پڑھنا بھی حرام ہو گا۔

حکایت: ایک منافق کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں کی امامت کیا کرتا اور سورۃ عبس کے سوا دوسرا کچھ نہ پڑھتا اس ارادہ سے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے اس عمل کو حرام قرار دے کر اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ اس نظریہ سے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور سماع سے غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولیٰ حرام ہے۔ (یہ واقع تفسیر روح البیان سورہ عبس میں بھی ہے۔)

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

افمن ہذاالحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون (پ27النجم) ترجمہ **کنزالایمان**: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زبان حمیر میں سمود راگ کو کہتے ہیں جس سے سامدون مشتق ہے۔

جواب: اگر آیت میں مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہے تو چاہئے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہو کہ یہ دونوں بھی آیت میں مذکور ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ہنس سے مخصوص ہنسی مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں پر بوجہ مسلمان ہونے کے ہنسنا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سماع سے اشعار اور سماع مخصوص مراد ہے۔ جو مسلمانوں کے تمسخر کے متعلق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والشعراء یتبعھم الغاؤن (الشعراء 224) ترجمہ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

فائدہ: اس میں شعراء کفار مراد ہیں نہ کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ حرام ہے۔

سوال: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اس نے ہی سب سے پہلے راگ گایا۔

فائدہ: اس حدیث میں راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا۔

جواب: کوئی حرج نہیں آخر نوحہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہ گاروں کا گناہوں پر نوحہ مستثنیٰ ہے۔ اس طرح راگ میں سے وہ مستثنیٰ ہو گا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح چیزوں کی طرف ہو جیسے عید کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دونوں لڑکیوں کا گانا اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مطہرہ میں رونق افروز ہوئے تو عورتوں نے قصیدہ گایا اس مضمون کا گانا مستثنیٰ ہے اس سے وہ قصیدہ طلع البدر

علینا من ثنیات الوداع مراد ہے یہ قصیدہ مع ترجمہ اسی بحث میں گزرا ہے۔

سوال: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی آواز راگ میں بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتے اس کے دونوں کاندھوں پر بھیج دیتا ہے کہ وہ دونوں اپنی ایڑیاں اس کے منہ پر مارتے ہیں جب تک وہ خاموش نہ ہو۔

جواب: یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہے یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو تقویت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق متحرک ہو۔ جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکے کی پیدائش پر مسرت یا کسی غائب کی آمد کی فرحت پائی جائے تو یہ تمام امور شیطان کی مراد کے مخالف ہیں اور ان کی دلیل ان دونوں لڑکیوں اور حبشیوں کا قصہ ہے اور وہ احادیث جو ہم صحابہ سے نقل کر چکے ہیں اس لئے کہ جواز کے لئے ایک جگہ میں اباحت کی تصریح کافی ہوتی ہے۔ اور منع ہزار جگہ میں بھی تاویل کا متحمل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اس میں مکروہ تنزیہ کا بھی احتمال ہے مگر فعل میں کچھ تاویل نہیں ہے اس لئے کہ جس کا کرنا حرام ہے وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہے اور جس کا کرنا مباح ہے وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نیتوں اور مختلف ارادوں کی وجہ سے بھی۔

سوال: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی چیزوں سے انسان کھیلتا ہے باطل ہیں مگر اپنے گھوڑے کو پھیرے دینا اور تیر پھینکنا اور اپنی بیوی سے ہنسی مذاق

جواب: فعل کے بطلان کے اظہار سے حرمت نہیں پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیوں کا کھیل ان تینوں میں داخل رہے گا اور حرام نہ ہو گا۔ اور محصور میں غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملایا جائے گا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لا یحل دم امر مسلم الا باحدی ثلث نہیں حلال ہے خون مرد مسلمان کا مگر تین باتوں میں سے ایک کے سبب (قصاص۔ رجم۔ ارتداد) ان تینوں میں چوتھا اور پانچواں ملا لیا جاتا تو ایسے ہی بیوی سے ہنسی مذاق کرنا ہے کہ اس سے بجز شہوت کے اور کچھ کوئی فائدہ نہیں علاوہ ازیں باغات کی سیر اور پرندوں کی آواز سننا اور دوسرے ہنسی مذاق جن سے انسان اپنا دل بہلاتا ہے ان میں سے کوئی بھی حرام نہیں اگرچہ ان کو باطل کہہ سکتے ہیں۔

سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے میں نہ کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا۔

جواب: اگر یہ قول دلیل حرمت ہے تو چاہئے کہ ہر ایک کو داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو۔ علاوہ ازیں یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی۔

سوال: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ راگ دل میں نفاق کو اگاتا ہے اور بعض نے اتنا اور زیادہ کیا کہ جیسے پانی سبزی کو اگاتا ہے اور بعض علماء نے اس قول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے حالانکہ مرفوع صحیحین نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور ان میں سے ایک راگ گاتا تھا آپ نے دوبارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک راستہ میں تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی آپ نے دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس دیں اور اس راہ سے دوسری طرف چلے گئے اور مجھ سے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہے یا نہیں۔ یہاں تک کہ جب میں نے کہا اب آواز نہیں آتی تو آپ نے انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور فضیل بن عباس رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا اور مروت کو ڈھاتا ہے۔ اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ جیسا اثر کرتا ہے اگر تم نے خواہ مخواہ سننا ہے تو عورتوں کا راگ نہ سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے۔

جواب: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا کا قول کہ وہ نفاق اگاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ گانے والے کے حق میں یہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ خود کو دوسرے پر پیش کرے اور اپنی آواز اسے سنائے اور لوگوں سے اس لئے میلان کرتا ہے کہ اس کے راگ سے رغبت کریں اور اس کی شیدائی ہوں یہ نفاق کی علامت ہے مگر اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ نفاق اور ریاء عمدہ پوشاک پہننے اور خوب جم کر گھوڑے پر سوار ہونے اور اقسام آرائش سے بھی ہوتا ہے اور کبھی انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے مگر ان تمام اشیاء کو مطلق حرام نہیں کہا جاتا اور دل میں اگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہیں وہ بھی باعث ظہور نفاق ہوتے ہیں اور بڑا اثر کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑا جب جم کر اور بن سنور کر آہستہ چلا تو آپ اس سے اتر پڑے اور اس کی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اس کی خوش رفتاری سے آپ کے دل میں تکبر کا خیال آ گیا یہ نفاق مباح امور سے بھی ہوتا ہے صرف یہی مخصوص یہ حرام نہیں کہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف راگ کا حرام ہی کہا جائے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اللہ تمہاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اصل بات یوں ہے کہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کو عورتوں کا ذکر مناسب نہ تھا اور ان کے آثار سے آپ کو ظاہر ہو گیا کہ یہ راگ وجد کے لئے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کے لئے نہیں بلکہ صرف کھیل کے لئے گا رہے ہیں اس وجہ سے آپ نے انکار کیا۔ یہ بلحاظ انکے حال کے بالخصوص احرام کی حالت میں زیادہ برا تھا اور ظاہر کہ جتنی حالتیں زیادہ ہوتی ہیں اتنا ہی احتمال کی صورتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور آپ کا کانوں میں انگلیاں دینے سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ

اس قصہ میں اس کا جواب موجود ہے کہ آپ نے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کرلے اور نہ سن بلکہ صرف خود یہ عمل کیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اپنے دل کو سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا بعید نہیں ممکن ہے کہ اس وقت آپ کے لئے محرک ہو کہ جس فکر میں آپ متفکر تھے اس سے مانع ہو یا جو ذکر کہ راگ کی بہ نسبت اولیٰ تھا اسے باز رکھا ہو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا جواب ہے کہ آپ نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو منع نہ فرمایا تو آپ کے اس فعل سے بھی حرمت پائی جاتی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے اور ہمارے نزدیک اس کا ترک اکثر حالات میں بہتر ہے بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیاء کا ترک بہتر ہے۔ بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ ان کا اثر دل میں ہو گا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابی جہم کا بھیجا ہو کپڑا اتار ڈالا تھا کہ اس میں نقش و نگار تھے جن سے آپ کا دل مشغول ہوا۔ تو کیا تو اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہے ہاں تو شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں ہوں گے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اس حالت سے روکتی ہو گی جیسے نقش و نگار نے نماز میں حضور قلب سے روکا بلکہ جن لوگوں کو ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہو ان کو راگ کے حیلہ سے اپنے دلوں میں سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہے اگرچہ یہ تقدیر غیروں کے لئے کمال ہے اور اسی وجہ سے حصیری نے کہا کہ اس راگ کہ کیا کروں کہ گانے والا مرجائے تو سماع بند ہو جائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سننا ہمیشہ باقی ہے تو چونکہ انبیاء علیہ السلام ہمیشہ اللہ سے سنتے اور دیکھنے کی لذت میں رہے ہیں ان کو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہیں۔ اور قول فضیل رحمتہ اللہ علیہ کا راگ زنا کا منتشر ہے اسی طرح دیگر اقوال جن کا مضمون اسی مضمون کے قریب ہے تو وہ فساق اور شہوت پرستوں کے راگ کا حال ہے۔ اگر تمام راگوں کا یہی حال ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ اقدس میں ان دونوں لڑکیوں کا گانا کیوں سنا جاتا یہ ذکر کتاب وسنت کے دلائل کا ہے۔ اور دلیل قدسی کا مقصد کچھ اور ہے اور اسی کی تقریریوں کی جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہیں ویسے ہی راگ بھی حرام ہے تو راگ اور تار کے باجوں میں فرق پہلے مذکور ہو چکا ان پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں۔

سوال: راگ کھیل کود ہے۔

جواب: واقع میں ایسا ہی ہے ایسے ہی تمام دنیا کھیل تماشہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہے گھر کے کونے اس طرح عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی ہر لہو و لعب ہی ہے۔ بجز جماع کے کہ وہ اولاد پیدا ہونے کا سبب ہے اسی طرح ہنسی مذاق جس میں فحش نہ ہو حلال ہے۔ اس طرح ہر قسم کا مزاح خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ چنانچہ باب آفات اللسان جلد سوم میں ان شاء اللہ مذکور ہو گا اور حبشیوں اور زنگیوں کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہے اس کی بھی اباحت نص سے ثابت ہو گئی علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ کھیل دل کو راحت پہنچاتا ہے اور فکر کا بوجھ دل سے ہلکا کرتا ہے اور اگر دل سے

زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دے گا مگر اسے راحت دینے سے اس کی اعانت ہے کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دے مثلاً جو فقہ پڑھتا ہو اسے چاہئے کہ جمعہ کے دن تعطیل کرے اس لئے کہ اس دن کی تعطیل دیگر ایام کے لئے باعث نشاط ہوتی ہے اور دل تھکتا نہیں اسی طرح جو شخص نوافل پر تمام اوقات میں مواظبت کرتا ہے تو چاہئے کہ وہ بعض اوقات ستا لے۔ ایسے ہی کچھ اوقات شریعت نے ایسے مقرر کر دیئے ہیں کہ ان میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔

خلاصہ: تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہے۔ اور کھیل محنت اور جدوجہد پر مدد کرتا ہے اور محض جدجہد اور تلخی اور حق پر سوائے حضرات انبیاء علیہ السلام کے نفوس قدسیہ کے اور کوئی صبر نہیں کر سکتا چونکہ کھیل دل کی تھکن اور تازگی کا علاج ہے اس لئے اس کی اباحت ہونی چاہئے مگر اس میں کثرت نہ ہو۔ ادویہ کی طرح کہ وہ بقدر ضرورت استعمال کئے جاتے ہیں اگر انہیں کثرت ہو تو نقصان ہے ایسے ہی اس نیت سے کھیل میں بھی ثواب ہے یہ اس کے حق میں ہے کہ راگ اس کے دل میں کوئی صفت محمود پیدا نہ کرے جس کو کی تحریک مد نظر ہے۔ بلکہ سوائے لذت اور استراحت کے اور کوئی فائدہ نہیں تو ایسے شخص کے لئے راگ مستحب ہونا چاہئے تاکہ اس کے سبب منزل مقصود تک پہنچے۔ لیکن یہ امر مرتبہ کمال سے نقص پر دلالت کرتا ہے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے نفس کو راحت دینے میں سوائے حق کے کسی دوسرے شے کا محتاج نہ ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ صالحین کی نیکیاں مقربین کے حق میں سیات ہیں اسی لئے اگرچہ راگ مقربین کے حق میں برا ہے مگر صالحین کے لئے کار آمد اور مفید ہے اور جو شخص کہ دلوں کے علم پر آگاہ ہے اور بہتر اور عجیب طریقوں سے حق کی طرف ان کو لے جانا جانتا ہے تو وہ یقیناً سمجھ جائے گا کہ ان جیسے امور سے دلوں کو راحت دینا نافع علاج ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

سماع کے آثار و آداب

سماع کا سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ جو کچھ سنا جائے وہ سمجھ میں آئے اور جو بات کہ سامع کے ذہن میں آئے اسے دل پر ڈھال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہے اور وجد اعضاء پر حرکت پیدا کرتا ہے تو اس اعتماد سے ان تینوں کو تین مقامات میں علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

فہم سماع: یہ سننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہے اور سننے والے کے چار حالات ہیں۔
1- سننا صرف طبعی ہو یعنی بجز نغمات اور الحان کی لذت کے سوا وہ سماع کی کیفیت نہ جانے یہ سننا مباح ہے مگر یہ سماع کے مراتب میں سب سے کم درجہ ہے کیونکہ اس میں تو اس کے اور شریک ہیں جیسے اونٹ و دیگر جانور بلکہ اس ذوق کے لئے تو اعلیٰ زندگی چاہئے ورنہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ 2- فہم کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی معنی معین یا غیر معین پر ڈھالتا جائے اور یہ سننا نوجوانوں اور شہوت والوں کا ہے کہ کچھ سنتے ہیں اس کے موافق اپنی شہوت اور مقتضائے احوال کو ڈھال لیتے ہیں اور یہ حالت بھی ایسے نہیں کہ اس

کچھ ذکر کیا جائے بلکہ اس کی برائی اور اس سے ممانعت کی جائے۔ 3- جو کچھ سنے اسے اپنے حال پر ڈھالے یعنی اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جو اس کے حالات بدلتے ہیں کبھی تمکن ہوتا ہے اور کبھی تعذر تو انہیں پر ڈھالتا جائے یہ سماع مبتدی مریدین کا ہے کیونکہ مرید کا اس میں کوئی مطلب ضرور ہو گا۔ اور اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا دیدار اور شاہد باطنی کے طریق سے اس تک پہنچنا اور حقیقت واضح ہونا۔

فائدہ: اس مقصد کا ایک راستہ ہے جیسے وہ چلتا ہے اور کچھ معاملات ہیں جن پر مواظبت کرتا ہے اور کچھ حالات ہیں جو اسے پیش آتے ہیں تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہے قبول کا یا رد یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس وہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا خوف کا یا گھبر آنے کا یا دل لگنے کا یا ایفائے وعدہ یا عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا محبوب کے دیدار کا یا رقیب کے برطرف ہونے کا یا آنسو بہانے یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق یا وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کاذکر سنتا ہے جس کا بیان اشعار میں ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ بعض ان حالات میں مرید کے مطابق حال ہو اس کا سماع سننا ایسا ہوتا ہے جیسے چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور شوق کا ابھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہے اس سبب سے حالات اس کی عادت کے مخالف اس پر ہجوم کرتے ہیں اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اسے بڑی گنجائش ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ اشعار سے وہی معنی سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتوں پر محمول ہو سکتا ہے اور ہر ذی فہم اس سے اپنی سمجھ کے موافق معنی نکال سکتا ہے۔

مسئلہ: یہاں ہم چند مثالیں لکھتے ہیں کہ عوام نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ وہم نہ کرے کہ جن اشعار میں ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہو گا ان سے تو ظاہری معنی ہی سمجھ میں آئیں گے اور بات کوئی کیا سمجھے گا ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کریں اس لئے کہ یہ امر اہل سماع کی حکایات سے معلوم ہی ہو جاتا ہے۔

حکایت: کسی صوفی نے کسی کو کہتے سنا ہے

قال الرسول غدا تزو رفقلت تعقل تقول

ترجمہ: مجھے رسول نے کہا تم کل ملو گے میں نے کہا تو جو کچھ کہتا ہے کیا اسے سمجھتا بھی ہے۔ اس آواز سے اس کو وجد ہو گیا اور وجد میں آکر مصرعہ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغہ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہاں تک کہ شدت سرور اور لذت سے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو اس سے وجد کا سبب پوچھا گیا کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ اہل جنت اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ میں ایک بار کریں گے۔

حکایت: رقی نے ابن دراج سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر جا رہے تھے کہ اچانک ایک خوبصورت محل نظر آیا اس کے برآمدہ میں ایک شخص بیٹھا تھا اس کے سامنے ایک لونڈی گا

رہی تھی۔

کل یوم تتلون۔ غیر ہذا بک احسن

ترجمہ: تو ہر روز روپ ڈھالتا ہے۔ تجھے اس سے اور طریقہ اچھا ہے اتفاقاً" ایک نوجوان ڈول ہاتھ میں اور گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے بیٹھا تھا یہ آواز اس کے کان میں پہنچی تو لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اور اپنے آقا کی حیات کی اسے دوبارہ سنا دے اس نے دوبارہ پڑھا نوجوان نے کہا بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا تلون (تبدل و تغیر) یہی ہے ایک نعرہ جاں سوز مار کر مرگیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہم پر درپیش ہو گیا یہاں ٹھہرنا چاہئے اس کی تجہیز و تکفین کے لئے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اس لونڈی سے کہا کہ تو بوجہ اللہ آزاد ہے اہل بصرہ نے اس جوان کی نماز جنازہ پڑھی جب وقت سے فارغ ہو چکے تو صاحب مکان نے انہیں کہا کہ تم کو گواہ بناتا ہوں کہ جتنی چیزیں میری ہیں مع اس محل کے تمام سب وقف اور میری تمام لونڈیاں آزاد ہیں پھر اس نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ایک چادر باندھ کر دوسری چادر بدن پر ڈال لی اور جدھر کو منہ ہوا چل دیا لوگ دیکھتے رہ گئے یہاں تک کہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا تمام لوگ اسے مذاق سے روتے تھے پھر اس کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ کہ کہاں گیا اور اس کا کیا ہوا۔

نوجوان کی حقیقت حال: وہ نوجوان ہر وقت اپنے حال میں حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے خود کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاثف تھا تو جب اس کے کان میں وہی بات پڑی جو اس کے حال کے موافق تھی تو یوں خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یوں خطاب ہے کہ ہر روز نئے رنگ بدلتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔

فائدہ: جس کا سماع من اللہ اور علی اللہ اور فی اللہ ہو اسے چاہئے کہ معرفت الٰہی اور اس کی معرفت صفات کا علم خوب منضبط کرے ورنہ سماع سے اسے خطرہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کے حق ایسی بات تصور کرے جو اس کے حق میں محال ہے پھر اس سے وہ کافر ہو جائے۔

فائدہ: مرید مبتدی کو سماع میں خطرہ ہے یا اگر جو کچھ سنے اسے اپنے حال پر ڈھالے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے وصف سے متعلق نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ مشکل ہے مثلاً شعر مذکور میں خطا اس طرح ہو سکتی ہے کہ خود کو متکلم سمجھے اور اللہ تعالیٰ کو مخاطب اور اس کی طرف تلون کی نسبت کرے تو کافر ہو جائے گا۔

فائدہ: ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہے جس میں تحقیق نہیں ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہے کہ اس میں کچھ تحقیق بھی ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اپنے حالات کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے تو یہ بات حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی انسان کا دل کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہے اور گاہے ظلماتی اور کبھی سخت کرتا ہے اور کبھی نرم اور گاہے اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا

ہے اور کبھی اس پر شیطان مسلط کرتا ہے کہ اسے طریق حق سے پھیر دے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

فائدہ: جس سے اوقات قریبہ میں مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہیں اسے عادت اور عرف میں غیر مستقل اور متلون کہا جاتا ہے اور غالباً شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کی طرف منسوب کیا ہے اس خیال سے کہ کبھی وہ قبول کرتا ہے اور کبھی مردود اور گاہے نزدیک کرتا ہے اور گاہے دور مگر سماع سے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کفر خالص ہے بلکہ اللہ (جل شانہ) کے ساتھ یہ عقیدہ چاہئے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہے خود متلون نہیں ہوتا نہ اس کی طرف سے تغیر ہے۔ بخلاف بندوں کے کہ وہ متغیر ہوتے ہیں اور یہ عالم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمان سے حاصل ہوا کرتا ہے اور عارف کو یقین کشفی حقیقی ہے اور یہ وصف اللہ عزوجل حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف حمیدہ ہیں اس کے سوا دوسرے میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے سوا جتنے تبدل و تغیر کرنے والے ہیں وہ اس وقت دوسرے کے بدلتے ہیں کہ خود بھی بدل جائیں۔

فائدہ: بعض ارباب وجد ایسے ہیں جن پر ایسا حال غالب ہوتا ہے جیسے نشہ بے ہوش کر دیتا ہے اس وقت ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی ہے اور اسے بعید جانتے ہیں کہ دل کو اس نے اپنا تابع کر رکھا ہے اور ان کے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہے کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور حضوری عنایت کی اور منکروں اور مغروروں کے دل کو دوری اور مجبوری تو اس کی عطاء کو نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ اس کی روکی ہوئی چیز کا کوئی دینے والا ہے۔ کفار سے توفیق منقطع کر دی ہے تو کسی پہلے قصور کی وجہ سے نہیں انبیاء علیم السلام کو جو توفیق اور نور ہدایت سے نوازا ہے تو کسی سابق ذریعہ سے نہیں بلکہ وہ خود فرماتا ہے۔

ولقدسبقت کلمتنا لعباد ناالمرسلین (الصفت 171) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے۔ اور فرمایا۔

لکن حق القول منی لاملن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (السجدہ 13) ترجمہ کنزالایمان: مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے اور فرمایا۔

!ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک منھا مبعدون (الانبیاء 101) ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

(فائدہ) اگر کسی دل میں یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیوں مختلف ہوئی بندہ ہونے میں تو تمام مشترک ہیں تو سراپردہ جلال سے للکارا جائے گا کہ حد ادب سے باہر نہ ہو وہ ذات پاک ہے جس کی شان ہے۔

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون (انبیاء 23) ترجمہ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

فائدہ: اصل تو یہ ہے کہ زبان ہے اور ظاہر میں ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہیں مگر دل میں ایسے اختلاف ظاہری بعید نہیں کہ خیال گذرتا رہتا ہے کہ نہ ہوتا کوئی تو ہمیشہ شقی اور راندہ درگاہ ہی ہو۔ اور کوئی سعید دائمی اور مقبول درگاہ ہو اور اس پر بجز راسخ العقد کے سوا کسی کو قدرت نہیں۔

حکایت: حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب میں سماع کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اس پر صاف ستھرا ہے سوائے علماء کے قدموں کے اور لوگوں کے قدم نہیں جمتے۔

فائدہ: یہ اس وجہ سے فرمایا کہ سماع کا دلوں کے پوشیدہ اسرار کو متحرک کرتا ہے اور جیسے نشہ بے ہوش کرنے والا ہے انسان کو پریشان کر کے پھر ادب کا عقدہ کھول دیتا ہے اسی طرح سماع بھی پہلے دلوں کو پریشان کرتا ہے پھر عقدے کھولتا ہے لیکن یہ کبھی ممکن ہے ادب باطنی بالائے طاق ہو جائے مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنے نور ہدایت اور عصمت خاص سے بچالے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ کاش ہم راگ سماع سے ہر طرح سے بچ جائیں کہ ہمیں ثواب ہو نہ عذاب اس قسم کے سماع میں اسے سماع سے زیادہ خطرہ ہے جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ شہوت کا انجام یہ ہے کہ مرتکب معصیت ہو جائے ہاں یہ نہیں کہ کافر نہیں ہو جاتا جو اس راگ کی انتہا ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)۔

قاعدہ: کبھی سننے والے کی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والوں کو وجد ہوتا ہے حالانکہ ایک کی سمجھ درست مہم ہوتی ہے اور دوسرے کی خطایا دونوں کی سمجھ درست ہوتی ہے مگر ایک نے کچھ سمجھا اور دوسرے نے کچھ اگرچہ یہ دونوں معانی ایک دوسرے کے ضد ہوں مگر ان دونوں کے حالات کے لحاظ سے ضد نہیں۔

حکایت: عتبہ (غلام) سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی کو گاتے سنا۔

سبحان جبار اسماء۔ انا لمحب عنا۔

پاک ہے۔ جبار سموات۔ بے شک محب دکھ میں مبتلا ہے تو کہا سچ کہتا ہے ایک اور نے اسے سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہے کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونوں درست کہتے ہیں اس لئے کہ پہلے کا قول اس عاشق کا ہے جسے مراد حاصل نہیں بلکہ محبوب کے فراق میں مبتلائے آلام ہے اور دوسرا کلام اس عاشق کا ہے جسے محبت سے انس ہے اور فرط محبت میں خوش و خرم ہے اوروہ درد و تکلیف کا اثر محسوس نہیں کرتا ہے بلکہ اس سے مزہ اور لذت پاتا ہے یا ایسے عاشق کا کلام ہے جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہو اور آئندہ کو خطرہ اعراض سے واقف نہیں یعنی رجا اور حسن ظن اس درجہ تک اس کے دل پر غالب ہوا کہ خطرہ اعراض سے بالکل غافل ہے تو اس طرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

حکایت: ابوالقاسم بن مروان جو ابوسعید حراز رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے تھے کئی سالوں سے راگ سننا چھوڑ

دیا تھا آپ کسی دعوت میں گئے وہاں کسی کو یہ گاتے سنا۔

واقف فی الماء عطشان ولکن لیس سیقی ترجمہ : پانی ہر قائم ہونے کے باوجود پیاسہ ہے اور پانی نہیں پیتا۔ حاضرین اٹھے اور وجد کیا جب وجد سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم اس کا معنی کیا سمجھے سب نے لہا معنی یہ ہے کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہے اور باوجود ان کے سامان موجود ہونے کے ہم ان سے محروم ہیں اس جواب سے ان کی تشفی نہ ہوئی لوگوں نے کہا کہ آپ کے نزدیک کیا مطلب ہے فرمایا اس سے یہ مراد ہے کہ حالات کے بیچ میں ہوں براہ کرم کرامات رحمت کی جائے۔ اگرچہ اصل حقیقت سے کچھ نہ ہو۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز ان کے لئے بعد ہے اس سے پہلے احوال ہوتے ہیں اور کرامات اس کے مبادی ہیں۔ کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت نصیب نہیں ہوتی منزل مقصود دور رہتی ہے۔

خلاصہ : ان معنوں میں جو انہوں نے سمجھے اور جو اور لوگوں نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہے کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے۔ ابو القاسم نے اور مرتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونوں صحیح ہیں اس لئے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہے تو وہ پہلے انہیں کا مشتاق ہوتا ہے جب ان کے دسترس ہو جاتی ہے تو ان کے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہے تو جس مقام پر سالک کو پہنچنا نصیب ہوگا اس کے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہے گا اوپر کے مقامات کا راغب ہو گا۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے۔

ودو لوکم ہجر و حبکم قلی ووصلکم صوم وسلمکم حرب

ترجمہ : تمہارا پیار فراق ہے اور تمہاری محبت دشمنی اور تمہارا وصال جدائی ہے اور تمہاری صلح جنگ ہے۔

فائدہ : اس شعر کو کئی مختلف صورتوں میں سمجھا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بعض حق ہیں اور بعض باطل سب سے ظاہر تر وجہ یہ ہے کہ اسے مخلوق بلکہ تمام دنیا اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے متعلق سمجھا جائے اس لئے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہے کہ دغاباز فریبی اور اپنے دوستوں کی قاتل باطن میں ان کی دشمن اور ظاہر میں دوست جو مکان عیش سے مالا مال ہے۔ آخر کو اسی کا برا حال ہے ابھی مکان والے شاداں و فرحاں ہیں۔ اور ابھی نالہ کناں اور گریاں چنانچہ حدیث میں بھی اس کا انقلاب مذکور ہے اور ثعالبی نے اس کا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہے۔

تنح عن الدنیا فلا تخطبنها ولا تخطبن قتالنه من تناکح

فلیس بقی مرجوبا بمخوفہا ومکروبیا اماتا ملت راجح

ترجمہ : دور ہٹ جا دنیا سے اسے نکاح کا پیام نہ دے یہ جس سے نکاح کرتی ہے اسی کو قتل کر ڈالتی ہے اس کی امیدوں کے بالمقابل خوفناک باتیں زیادہ اگر غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے۔

دیگر اس کے اوصاف بیان کرنے والوں نے کہا اور خوب کہا اور میرے نزدیک اس کی ایک وصف ہے اور وہ خوب

سے خوب تر ہے۔

سلاف قصلرابازعاف و مرکب شہی لذالسنذللته جامح
وشخص جمیل نو ثرللنلس حبہ ولکن لہ لسرل سوء قبائح

ترجمہ: بادہ گلگلوں ہے لیکن موت اس کا خمار ہے باطن میں بہت بڑی خیانتوں سے لبریز ہے ایسی پر کشش ہے کہ اسی کی محبت کھینچ لیتی ہے لیکن اندر سے نہایت قبیح عادتوں والی ہے۔

بہر حال شعر مذکور کے تمام مضمون دنیا پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں نفس کا یہی حال ہے۔ مثلاً اس کی معرفت جہالت ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وما قدرواللّٰہ حق قدرہ ترجمہ: اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پورا حق ادا نہ کیا

اور طاعت اس کی ریا ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سے کماحقہ نہیں ڈرتا اور محبت ایک مرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی شہوت نہیں چھوڑتا اس طرح دیگر اوصاف کمال کو قیاس کر لینا چاہئے اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اس کے نفس کے عیوب پر اسے واقف کر دیتا ہے وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہے اگرچہ غافلوں کی بہ نسبت وہ عالی مرتبہ ہو اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا احصی ثناء علیک انت کما ثنیت علی نفسک
نہیں احاطہ کرتا ہوں میں تجھ پر ثنا تو ایسا ہے جیسے تو نے اپنے نفس کی خود ثنا کی۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔
انی لا ستغفر اللّٰہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں رات دن میں ستر بار۔

ازالہ وہم: حضور سرور عالم کا استغفار اس وجہ سے تھا کہ آپ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل طے فرماتے تھے۔ اور مدارج عالیہ کی نسبت ان مقامات کو بعید سمجھ کر استغفار کرتے تھے۔ گو وہ مقامات اپنے آپ ماقبل کی بہ نسبت درجات قرب میں سے تھے۔ مگر قرب وبعد امور اضافی ہیں کوئی قرب ایسا نہیں کہ اس کے آپ اور قرب نہ ہوں بے انتہا درجات ہیں اور درجات قرب کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جانا محال ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھ کر ان پر راضی ہو کر انہیں پسند کرے پھر ان کے انجام کو دیکھ کر ان حالات کو حقیر جانے یعنی ہر ایک میں مخفی مغالطے پائے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر جب یہ شعر سنے تو اسے قضا و قدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہے جیسے ہم نے اوپر لکھا ہے۔

فائدہ: کوئی شعر ایسا نہیں جس کا ڈھالنا کئی معنوں پر ممکن نہ ہو اور یہ سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہے۔

منتہی کا سماع: مثلاً کوئی سامع ایسا ہو کہ احوال سننے سے مقامات طے کر کے ماسوائے اللہ کے سمجھنے سے فارغ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات تمام سے بے خبر ہو اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا میں مستغرق ہے اور اس کا حال ان عورتوں کے مشابہ ہو جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھتے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اور ایسی مدہوش ہوئی تھیں کہ ہاتھوں کا کٹنا محسوس نہ ہوا اس جیسی حالت کو صوفیہ کرام فنا عن النفس کہتے ہیں یعنی خودی سے فارغ ہوتا اور جب اپنے نفس سے فنا ہو جائے گا تو ظاہر ہے کہ دوسروں سے اور زیادہ تر فنا ہو گا تو وہ گویا بجز ذات واحد شہود کے باقی تمام اشیاء سے فنا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہو جاتا ہے اس لئے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کرے گا اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو گا کہ میں مشاہدہ کر رہا ہوں تو مشہود سے غافل ہو گا بلکہ عاشقان شہود کو مشاہدہ سے سروکار نہیں رہتا جیسے کوئی دیکھی چیز کا حریص جب اس کے دیکھنے میں زیادہ مستغرق ہوتا ہے تو اسے نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہے اور نہ آنکھ کی طرف (جس سے رویت ہوتی ہے) اور نہ دل کی طرف
(جس سے لذت معلوم ہوتی ہے) اس طرح نشہ والے کو اپنے نشہ کی خبر نہیں ہوتی اور نہ لذت پانے والے کی طرف توجہ۔ بلکہ جس سے لذت ہوتی ہے فقط اسی کا حال جانتا ہے اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اس کے جاننے کا علم ہونا چیز دیگر تو ایک چیز کا عالم ہے جب اس کے خیال میں اس کے عالم ہونے کا علم ہو گا تو وہ اس چیز سے اعتراض کنندہ ٹھہرے گا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے حق میں طاری ہوتی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی ہوتی ہے۔ مگر اکثر یوں ہوتا ہے کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہے۔ کہ ثابت اور دائم نہیں رہتی اگر ثابت رہے کبھی تو اس کے تحمل کی تاب قوت بشری میں نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات اس کے بوجھ میں ایسا اضطراب ہوتا ہے کہ اس سے اس کا نفس ہلاک ہو جاتا ہے۔

حکایت: ابو الحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ ایک مجلس سماع میں تھے کہ اس مضمون کا شعر سنا

مازلت انآل من وداوک منزلا　　تتحیر الالباب عند نزوله

ترجمہ: میں تیری محبت میں ہمیشہ ایسی منزل میں اترتا ہوں جہاں اس کے نزول وقت عقول کو حیرانی ہوتی ہے۔
یہ شعر حضرت نوری رحمتہ اللہ علیہ سنتے ہی اٹھے اور وجد میں آ کر جدھر جی آیا چل دیئے اتفاقاً ایک جنگل میں پہنچے کہ اس میں سے لوگ بانس کاٹ لیتے تھے اور ان کی جڑ میں تیز دھار کھڑی تھیں آپ انہیں پر دوڑتے رہے اور دوسری صبح تک شعر مذکورہ کا اعادہ کرتے رہے اور پاؤں میں سے خون کے فوارے جاری تھے یہاں تک کہ دونوں پاؤں اور پنڈلیاں سوج گئیں اس کے بعد چند روز زندہ رہ کر واصل بحق ہوئے۔ (رحمتہ اللہ علیہ)

ا۔ یہی کیفیت یعقوب علیہ السلام کی شیخ سعدی رحمتہ اللہ نے بتائی کہ وہ اپنے ہر طارم اعلیٰ نشنیم گہے برپائے خودنہ بینم۔ لیکن افسوس کہ اسے دیوبندیوں وہابیوں نے لاعلمی پر محمول کیا فقیر نے اسے اپنے رسالہ علم یعقوب میں مفصل لکھا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

فائدہ: اس طرح کی سمجھ اور وجد صدیقوں کا درجہ ہے اور یہ تمام درجات میں اعلیٰ ہے کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجہ کمال سے ناقص ہے۔ اور وہ صفات بشری سے محفوظ رہتا ہے۔ جو ایک طرح کا قصور ہے بلکہ کمال اس کا نام ہے کہ مالک اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہوجائے یعنی نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی بلکہ ان کی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے مصر کی عورتوں کو ہاتھوں اور چھری پر التفات نہیں رہا تھا۔

فائدہ: سماع کو للہ اور باللہ اور فی اللہ میں حق اللہ سنے اور یہ رتبہ اس کا ہے جو ساحل احوال و اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت میں داخل ہو اور صفائے توحید اوراخلاص محض میں مل جائے اور خودی کا نشان اس میں باقی نہ رہے بشریت بالکل مٹ کر رہ جائے اور صفات بشری کی طرف التفات یکسر ختم ہو جائے اور ہماری مراد فنا سے فناء جسم نہیں بلکہ فناء قلب ہے۔ اور قلب سے مراد گوشت وخون نہیں بلکہ وہ سر لطیف ہے جسے قلب ظاہری کے ساتھ ایک مخفی تعلق ہے۔ اور اس کے بعد سر روح ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اسے جو جانتا ہے وہی پہچانتا ہے اور جو جاہل ہے اسے کیا خبراور اس کے لئے ایک وجود ہے اور اس وجود کی صورت وہ ہے جو اس میں موجود ہو تو جب اس کے اندر غیر شے موجود ہو گی تو گویا بجز اس حاضر چیز کے اور چیز کا وجد نہ رہے گا۔ اور اس کی مثال روشن آئینہ کی ہے کہ بذات خود اس میں کوئی رنگ نہیں بلکہ جو چیز اس میں حاضر ہوتی ہے اسی کا رنگ اس آئینہ کا رنگ ہوتا ہے اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خاص رنگ نہیں ہوتا بلکہ جو چیز اس کے اندر قرار پائی اسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے۔ تو اس کا رنگ یہی ہے کہ سب رنگوں کو قبول کرنے کی استعداد اس میں موجود ہو اور سیر قلب کی حقیقت بلحاظ اسے کے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب معلوم ہوتی ہے۔

رق الزاجاج روقتا الخمر   فتشا بہا فتشا کل الامر
فکانما خمر ولا قدح   وکانما قدح ولا خمر

ترجمہ: رقیق ہے پیالہ اور رقیق ہے شراب پس دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوئے تو امر مشکل ہو گیا کہ گویا پیالہ ہے خمر نہیں

انتباہ: یہ امر علوم مکاشفہ کے ان مقامات سے ہے جس سے بعض جاہلوں نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعویٰ کر کے انا الحق کہہ دیا اور فرقہ نصاریٰ جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعویٰ کرتے ہیں یا اول کا لباس دوم کو بتاتے ہیں یا اول کا حلول دوسرے میں کہتے ہیں ان کے قول کی اصل بھی یہی ہے اور یہ ان کی غلطی ہے ان کا کلام ایسا ہے جسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھ کر اس کو سرخ رنگ کہہ دے اور یہ نہ جانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہیں بلکہ اس چیز کا ہے جو اس کے سامنے ہے یا جس کا عکس اس کے اندر پڑا ہے اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہیں

ا۔ اس میں حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ نہیں اس لئے کہ وہ حلول واتحاد کے قائل نہیں بلکہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ اویسی غفرلہ

رکھتی اس لئے ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ فرق سمجھنے کے درجات کا حال لکھ چکے ہیں۔

مقام 2 تعریف الوجد

یاد رہے کہ وجد سماع کو سمجھنے اور اسے قلب پر ڈھالنے کے بعد ہوتا ہے۔ صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے مناسبت کی وجہ میں تقریر کرتے ہیں دونوں (صوفیہ و حکماء) کے وجد کی ماہیت میں بہت سے اقوال ہیں پہلے ہم انکے اقوال نقل کرتے ہیں پھر جو امر محقق ہے اسے بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اقوال صوفیہ کرام: 1- ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ حق سے وارد ہے وہ اس لئے آتا ہے کہ قلوب کی تحریک حق کی طرف متحرک کرے جو کوئی سماع حق کے سبب سے سنے گا وہ محقق ہے اور جو نفس کی وجہ سے سنے گا وہ زندیق ہے۔

ہمارے دور کے قوالی کے عاشق خود فیصلہ فرمائیں کہ وہ قوالی کس نظریہ سے سنتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

فائدہ: گویا ان کے نزدیک وجد سماع میں یہی ہے کہ قلوب کا میلان حق کی طرف ہو یعنی جب سماع میں ان کا حال آئے تو حق موجود پائے کہ اس کا نام ہی وارد حق ہے۔

2- ابوالحسن دراج سماع میں وجد کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ اس حالت کانام ہے جو سماع کے وقت پائی جائے اور فرمایا کہ سماع رونق کے میدانوں میں دوڑ کرلے گیا اور عطاء کے وقت حق کے واجب ہونے سے مجھے وجد میں ڈالا - پھر جام صفا سے مجھے پلایا اور رضا کے مراتب میں نے حاصل کئے اور ریاض نزاہت اور قضاء میں مجھے سیر کرائی۔

3- حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہے اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارہ پہچانتا ہے اسے عبرت کا سننا حلال ہے۔ ورنہ وہ فتنہ کا طالب اور بلا میں پڑنا چاہتا ہے۔

4- بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اہل معرفت کے لئے سماع غذائے روح ہے۔ اس لئے کہ یہ ایسا وصف ہے کہ تمام اعمال سے باریک ہے اور اپنی رقت کی وجہ سے طبیعت کی رقت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اس کے اہل ہیں ان کے نزدیک یہ صاف اور لطیف ہے تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی شے سے معلوم نہیں ہوتا۔

5- عمرو بن عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہیں کرسکتی اس لئے کہ وہ ایماندار یقین والوں کی عبادت کے وقت کا راز الٰہی ہے۔

6- بعض فرماتے ہیں کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات کا نام ہے۔

7- ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہیں کہ وجد سے مراد حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا۔ اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کے درجات میں سے اول ہے اور تمام امور غائبہ کی تصدیق ہے کہ جب صوفیہ

وجد کا مزہ چکھتے ہیں اور ان کے قلوب پر اس کا نور چمکتا ہے تو انہیں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

8- یہ بھی انہی کا قول ہے کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہے اس لئے کہ نفس اپنے اسباب کی وجہ سے محجوب ہے تو جب اس کے اسباب منقطع ہو جائیں اور ذکر خالص ہو اور دل ہوشیار اور رقیق صاف ہو اور نصیحت اس میں اثر کرے اور مناجات کے اجنبی مقام میں پہنچ جائے۔ اور ادھر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے سنے اور جو بات اپنے آپ میں نہ تھی اس کو مشاہدہ کرے تو اس کا نام وجد ہے کہ جو بات معدوم تھی اسے اپنے میں موجود پایا۔

9- یہ بھی انہی کا قول ہے کہ وجد وہ ہے جو امور مفصلہ ذیل کے وقت ہو یعنی ذکر محرک کے وقت یا خوف قلق میں ڈالنے والے کے وقت یا لغزش پر توبیخ کرے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے یا گمشدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھینچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہے کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب کے اور سر کو سر کے اور جو کچھ تقدیر میں ہے فائدہ لکھا ہے مضر چیز کے بدلے میں اسے پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اس میں اس کے لئے لکھ لی جائے۔ اور اسی کی جانب سے شمار کی جائے تو اس صورت میں بغیر سعی کے تو اس کے پاس سعی ہو جائے گی اور بغیر ذکر کے اس لئے کہ شروع میں نعمت دینے والا اور ذمہ دار تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ آئندہ کو اس کی طرف رجوع کرے گا تو علم و وجد کا ظاہر یہ ہے جو بیان ہو۔

صوفیہ کے اقوال تو وجد کے متعلق بہت ہیں ہم انہیں نہیں لکھتے ہاں اقوال حکماء ملاحظہ کریں۔

اقوال حکماء: بعض حکماء کہتے ہیں کہ دل میں ایک عمدہ فضیلت تھی جسے قوت نطق الفاظ سے نکال نہ سکی تو اسے نفس نے نغموں سے باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اس کے سامنے طرب میں آیا تو تم نفس سے سنا کرو۔ اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کردو۔

1- بعض کہتے ہیں کہ سماع کا نتیجہ یہ امور ہیں رائے سے عاجز - رائے کا طالب مستعد بن جائے۔

2- جو فکر سے خالی ہو اسے فکر حاصل ہو جائے۔

3- جو فہم کا کند ہو اس کی فہم تیز ہو جائے حتیٰ کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آئے۔

4- جو تھک گیا ہو وہ چست بن جائے۔

5- جو میلا ہو وہ صاف ہو جائے۔

6- ہر رائے اور نیت میں جولانی کر کے درست بات کہے اور خطا نہ ہو اور کام کرے مگر دیر نہ کرے۔

6- ایک اور حکیم نے کہا ہے کہ جیسے فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہے ویسے ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہے۔

3- کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغموں کے وزن اور گت پر ہاتھ پاؤں کا بالطبع ہل جانا کس وجہ سے ہے تو اس نے کہا

کہ یہ عشق عقلی ہے عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہیں کہ اپنے معشوق سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اس سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشاروں سے کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں باتیں کرتی ہیں مگر روحانی زبان ہیں کہ بغیر عقل کے دوسری طرح سمجھی جاتیں اور جو عاشق بھی ہیں وہ صرف اپنی زبان استعمال کرتے ہیں تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے آراستہ کر دیں۔

4- ایک اور حکیم کا قول ہے کہ جو شخص غمگین و چیزیں ہو اسے نغمات سننے چاہئیں اس لئے کہ نفس پر جب غم آتا ہے تو اس کا نور بجھ جاتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو اس کا نور مشتعل ہے اور اس کی رونق جگمگاتی ہے اس صورت میں جس قدر انسان کو استعداد ہو گی اور کھوٹ اور ناپاکی سے صفائی ہو گی اسی قدر اشتیاق پیدا ہو گا۔

فائدہ: سماع اور وجد کے متعلق اقوال بیشمار ہیں ان سب کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم امر حق کو لکھتے ہیں جسے وجد کہنا چاہئے۔

تحقیق الوجد: وجد اس حالت کا نام ہے جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہے یعنی راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس کے اندر ایک نئی حالت پاتا ہے یہ حالت دو قسموں سے خالی نہیں

1- اس کا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہوں جو منجملہ علوم اور تنبیہات ہوں

2- تغیرات اور احوال ہوں کہ وہ از قبیل علوم نہیں بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض ہے۔

فائدہ: سماع ان احوال کو یا تو جوش میں لاتا ہے یا قوی کردیتا ہے اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت متحرک ہو یا گردن جھکا لے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہیں گے۔ اگر ظاہر بدن پر حال کا متغیر ہونا معلوم ہو گا تو اس کو وجد کہیں گے اور جس قدر اس کا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہو گا اس نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہو گا۔ اور اس کی تحریک اس قدر زور سے ہو گی جس قدر قوت سے کہ وہ حالت آئے گی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے کے زور اور ہاتھ پاؤں کے قابو میں رکھنے کے ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ وجد باطن میں قوی ہوتا ہے مگر ظاہر میں تغیر نہیں آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہے اور بعض اوقات اس حالت جدیدہ کے ضعف سے ظاہر میں اثر نہیں کرتا کہ وہ حالت تحریک میں اور عقدہ ضبط کے کھولنے میں قاصر ہوتی ہے ابو سعید ابن اعرابی نے وجد کی تعریف اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔

فائدہ: سماع ایسی چیز کے منکشف ہونے کا سبب ہو جو پہلے سے منکشف نہ تھی اس لئے کہ کشف کئی اسباب سے ہوتا ہے۔ 1- تنبیہہ سے اور سماع تنبیہہ کرنے والا ہے۔2- احوال کا بدلنا اور ان کا مشاہدہ اور ادراک کہ ان کے ادراک میں بھی ایک طرح کا علم ہے جو ایسی باتوں کو واضح کر دیتا ہے جو پہلے معلوم نہ تھیں۔ 3- دل کی صفائی اور

راگ دل کی صفائی کا سبب ہے۔ 4- دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برا گیختہ ہوتا ہے کہ اس شدت سرور میں ان اشیاء کا مشاہدہ کر سکتا ہے جن کے مشاہدہ سے پہلے عاجز تھا۔ جیسے اونٹ راگ کی وجہ سے وہ بوجھ اٹھا سکتا ہے جس کے اٹھانے کی پہلے اسے طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہے تو جب دل قوی ہو گا عمل بھی زیادہ ہو گا جیسے اونٹ کے قوی دل ہونے سے اس کا عمل زیادہ ہوتا ہے یعنی بوجھ اٹھانا۔ پس انہیں اسباب کے وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہے بلکہ دل جب صاف ہوتا ہے تو بعض اوقات امر حق اس کے سامنے متصور ہو کر محسوس ہونے لگتا ہے بالفظ منظوم بن کر اس کے کان میں پڑتا ہے اگر یہ حالت بیداری میں ہوتی ہے تو اسے آواز ہاتف کہتے ہیں اور سونے کی حالت میں ہو تو اسے رویا (خواب) کہتے ہیں اور یہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک ہے کہ امر حق اس طرح انسان پر واضح ہو جائے ہاں یہ علم معاملہ سے اس علم کی تحقیق خارج ہے مگر تجربہ شاہد ہے کہ صلحاء کو اس طرح کے معاملات پیش آتے ہیں۔

حکایت: محمد بن مسروق بغدادی فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں جاہل تھا ایک رات نشہ کی حالت میں یہ شعر گاتا ہوا باہر نکلا۔

بطور سیناء ماکرم ما مررت بہ　　الا تعجبت ممن یشرب الماء

میں گذرتا ہوں جس دم طور سینا کے انگور کے باغ پر تو تعجب کرتا ہوں ان لوگوں پہ جو پانی پیتے ہیں تو میں نے سنا کہ کوئی کہتا ہے۔

وفی جھنم ماؤ ما تجرعہ　　حلق وابقی لہ فی الجوف امعاء

وہ جہنم کا پانی اگر کوئی اسے پئے تو پیٹ میں اس کی آنتیں گل جائیں

یہی آواز میرے لئے توبہ کرنے اور علم و عبادت میں مشغول ہونے کا باعث بنی۔

فائدہ: غور فرمایئے کہ راگ نے اس کے دل کی صفائی میں کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت منصور ہوئی اور الفاظ موزوں ہو کر اس کے گوش ہوش میں پڑ گئے۔

حکایت: مسلم عباوانی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک دفعہ صالح مری اور عتبہ (غلام) اور عبدالواحد بن زید اور مسلم اسراری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوئے میں نے ایک رات ان کے لئے کھانا تیار کرایا اور ان کی دعوت کی چنانچہ یہ صاحبان تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو کسی نے غیب سے پکار کر یہ شعر پڑھا

وتلھیک عن دار الخلود　　مطاعم ولذۃ نفس غیھا غیر نافع

یہ سنکر عتبہ (غلام) نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے اور دوسرے حضرات بھی رونے لگے کھانا جوں کا توں رہ گیا (کسی نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا)

فائدہ: جس طرح قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سنائی دیتی ہے اسی طرح آنکھ سے بھی کبھی خضر علیہ

السلام کی صورت نظر کرتی ہے کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتوں میں تشریف لاتے ہیں۔ جیسے فرشتے انبیاء علیہم السلام کے سامنے متشکل ہو کر آتے تھے۔ اپنی حقیقی صورت یا ایسی شکل میں کہ کسی قدر ان کی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دوبار ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ انہوں نے افق کو روک لیا۔ ان آیات میں وہی صورت مراد ہے۔

علمه شديد القوى ذومرة فاستوى وہو بالافق الاعلىٰ (النجم 7 تا 5) ترجمہ کنزالایمان: انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس وجوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ (آخر آیات تک)

فائدہ: کبھی وجد جیسے احوال میں دلوں کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے اس علم کو تفرس (راستے) کہتے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اتقو فراسته المومن فانه فنه ينظر بنور الله

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حکایت: ایک یہودی مسلمانوں کے پاس آتا جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے اتقوا فراسته المومن لوگ تو عوامی معنی بیان کردیتے مگر اسے تسلی نہ ہوتی ایک دفعہ وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو زنار تیرے کپڑوں کے اندر کمر میں ہے اسے توڑ ڈال اس نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اس کا یہی معنی ہے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اب میں نے سمجھا کہ آپ کامل مومن ہیں۔ اور آپ کا ایمان حق ہے۔

حکایت: ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں جامع بغداد میں چند درویشوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان دانشور خوبصورت اچھی خوشبو لگا کر مسجد میں آیا میں نے دوستوں سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودی ہے سب کو یہ بات بری محسوس ہوئی آخر میں باہر چلا گیا وہ نوجوان میرے رفقاء سے آ کر دریافت کیا کہ شیخ نے میرے متعلق کیا فرمایا تھا انہوں نے بتانے میں احتراز کیا مگر اس نے اصرار کیا کہ سچ بتادو انہوں نے کہا شیخ نے فرمایا تھا کہ تم یہودی ہو یہ سن کر وہ نوجوان میرے پاس آیا میرے ہاتھوں پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا اور کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں یہ مضمون دیکھا ہے کہ صدیق کی فراست خطا نہیں کرتی تو میں نے دل میں کہا کہ مسلمانوں کا امتحان لوں پھر میں نے مسلمانوں کو دیکھا تو کہا کہ اگر مسلمانوں میں صدیق ہوگا تو صدیقوں کے فرقہ میں ہو گا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس خیال سے میں تمہارے مجمع میں صورت بدل کر آیا جب آپ نے فراست سے میرا حال معلوم کر لیا تو میں نے یقین کیا کہ آپ صدیق ہیں۔

1۔ امام غزالی قدس سرہ کا اپنا قول ہے جمہور کے نزدیک یہاں اللہ کی ذات مراد ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی شرح حدائق بخشش - 12

فائدہ: راوی کہتا ہے کہ پھر وہ نوجوان اکابر صوفیہ میں سے ہو گیا۔ اسی طرح کے کشف کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

لولا ان الشیاطین یحومون علٰی قلوب بنی آدم لنظروا الٰی ملکوت السماء

ترجمہ: اگر شیطان بنی آدم کے دلوں کے گرد نہ گھومتے تو بنی آدم آسمان کے ملکوت دیکھ لیتے

فائدہ: شیطانوں کا دورہ دلوں پر اسی وقت ہوتا ہے کہ صفات مذمومہ سے پرہیز نہ ہو کیونکہ شیطانوں کی تماشگاہ وہی ہیں اور جو ان صفات سے اپنے دل کو خالص اور صاف کرے شیطان اس کے دل کے اردگرد نہیں پھرتا چنانچہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

الا عبادک منہم المخلصین (الحجر40) ترجمہ کنزالایمان: مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں

اور فرمایا

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (الحجر42) ترجمہ کنزالایمان: بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں

فائدہ: سماع دل کی صفائی کا سبب ہے اور بذریعہ صفائی حق کا جال واضح ہوا کرتا ہے کہ اس میں حق ہی سماتا ہے اور اس پر حکایت ذیل دلالت کرتی ہے۔

حکایت: ذوالنون مصری بغداد میں داخل ہوئے ان کے پاس کچھ صوفی جمع ہو گئے جن کے ساتھ ایک قوال تھا۔ اور آپ سے اجازت چاہی کہ یہ کچھ گائے۔ آپ نے اجازت دی تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

صغیر ھواک عذبنی فکیف بہ اذا احتنکا وانت جمعیت من قلبی

ھوی قد کان مشترکا وبعد رضاک تقتلنی وقتلنی وقتلی لا یحل لک

تیری جھوٹی محبت نے مجھے سخت ستایا جب بڑی ہو گی کیسی ہوگی تو نے میرے دل میں محبت جمع کردی جو مشترک تھی اپنی خوشی پر تو مجھے قتل کر رہا ہے میرا قتل کرنا تجھے روا نہ تھا۔

حضرت ذوالنون مصری سن کر کھڑے ہو گئے پھر منہ کے بل گر پڑے پھر ایک اور صوفی کھڑا ہوا آپ نے فرمایا

الذی یراک حین تقوم (الشعراء 218) ترجمہ کنزالایمان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو جو دیکھتا ہے تجھے جب تو کھڑے ہوتے ہو۔

یہ سن کر وہ بیٹھ گیا (فائدہ) اس کے دل کا حال آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہے اس لئے اسے بتا دیا کہ اگر غیر اللہ کے لئے اٹھو گے تو وہی تمہارا مدعی ہوگا جو اٹھتے وقت تم کو دیکھتا ہے اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا

فائدہ: وجد کا انجام یوں ہوتا ہے کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہے یا حالت انہیں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ 1۔ افاقہ

کے بعد اسے بیان کیا جاسکے۔ 2- بیان نہ کیا جاسکے۔

سوال: ایسی حالت اور علم کیسے ہو جس کی حالت بیان نہ کی جاسکے؟

جواب: یہ کوئی محال نہیں کیونکہ تمہیں اس کی نظیر انسان کے اپنے حالات میں مل سکتی ہے علم کی مثال تو یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک صورت کے پیش ہوتے ہیں اور وہ اپنے ذہن میں ان دونوں کا فرق کر دے اگرچہ کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہے جو اس کا دل ذوق سے دریافت کر لیتا ہے اور اس میں شک بھی نہیں کرتا کہ دل میں اس کے ارتقاء کا کوئی سبب ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی حقیقت ہے مگر اس کو بتا نہیں سکتا نہ اس وجہ سے کہ اس کی زبان میں قصور ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ معنی ہی دقیق ہے کہ الفاظ میں نہیں آسکتے جو لوگ ہمیشہ ان مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہیں انہیں معلوم ہو کہ ایسا ہوا کرتا ہے جیسے ہم نے بیان کردیا۔ اور حال کی مثال یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو جس وقت دل میں قبض یا بسط ہوتا ہے اسے معلوم ہو جاتا ہے مگر اس کا سبب نہیں جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز میں فکر کرتا ہے اور اس سے اس کے دل میں اثر ہوتا ہے پھر اس سبب کو بھول جاتا ہے اور دل میں اثر محسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ اثر دل میں باقی رہتا ہے اور کبھی یہی حالت سرور محسوس ہوتی ہے کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو ایسی کیفیت دل میں قرار پکڑتی ہے کبھی یہی حالت حزن بن جاتی ہے یہ کسی غم کی بات میں تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہے کہ جس بات میں فکر کی تھی وہ یاد سے اتر جاتی ہے لیکن اس کے بعد اس کا اثر باقی رہتا ہے یہی حالت کبھی ایسی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ نہ اس کو سرور کہہ سکیں اور نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ جس سے اسے تعبیر کیا جاسکے یا مقصد ظاہر کیا جاسکے۔

فائدہ: موزوں اور ناموزوں شعر میں تمیز کا مادہ کسی میں ہوتا ہے کسی میں نہیں ہوتا یہ بھی ایک حالت ہے کہ بعض ذوق والے معلوم کرلیتے ہیں کہ یہ موزوں ہے اور یہ عبارت زحاف والی ہے مگر جسے ذوق نہیں اس کے سامنے یوں بیان نہیں کیا جاسکتا کہ جس سے مقصود واضح ہو جائے۔

فائدہ: نفس میں احوال عجیب و غریب ہیں کہ ان سب کی یہی کیفیت ہے بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو ایسی سماع سے ہوتے ہیں جو مفہوم ہو لیکن تاروں کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ میں نہیں آتے ان سے نفس تاثیر عجیب ہوتی ہے اور ان آثار عجیب کا الفاظ سے بیان کرنا ممکن نہیں۔ اور کبھی ان کو شوق سے تعبیر کرتے ہیں مگر وہ عجیب شوق ہے کہ جس کی طرف شوق ہے اس کا حال معلوم نہیں۔ مثلاً جس کا دل تاروں کے باجے اور شاہین اور ان جیسے اور چیزوں کے سننے سے مضطرب ہوتا ہے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہے جس کے لئے اضطراب کرتا ہے اور دل میں ایسی حالت پاتا ہے کہ کسی بات کا متقاضی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کیفیت عوام اور ان لوگوں پر بھی گذرتی ہے جن دل پر نہ کسی شے کی محبت غالب ہوتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کا ایک راز وہ یہ ہے کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہیں۔

1- صفت مشتاق۔ یعنی مشتاق کو ایک طرح کی اس سے مناسبت جس کی طرف اشتیاق ہو۔

2- مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اس کی طرف پہنچنے کی صورت معلوم ہونا پھر اگر انسان میں شوق کے دونوں رکن پائے جائیں گے تب تو ظاہر ہے کہ شوق میں اضطراب ہونا ممکن ہے اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہے مگر مشتاق الیہ کا علم نہ ہو تو جس وقت وہ صفت (جس کی طرف شوق ہے) حرکت کرے گی اور اس کی آگ بھڑکے گی تو موجب دہشت اور حیرت ہو گی مثلاً کوئی انسان اس طرح پرورش پائے کہ عورتوں کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر جب وہ بالغ ہو گا اور شہوت غالب ہو گی تو اپنے نفس میں شہوت کی آگ معلوم کرے گا مگر یہ نہ جانے گا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہے کیونکہ وہ تو نہ اس کی کیفیت سے واقف ہے نہ عورتوں کی صورت دیکھی ہے اسی طرح انسان میں صفت شوق دلانے والی موجود ہے یعنی اسے ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہے اور جن لذات کا وعدہ ان سے سدرۃ المنتہیٰ اور فردوس بریں میں ہوا ہے وہ اس کے مشتاق الیہ ہیں مگر اس کے خیال میں ان باتوں کا علم بجز صفات اسماء کے اور کچھ نہیں جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتوں کے نام سن لے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھی کہ اس پر قیاس کر کے جان لے تو اب راگ سننے سے اس کا شوق حرکت کرتا ہے۔ مگر چونکہ زیادتی جہل اور دنیا میں مشغول ہونے سے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہے اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہیں جس کی طرف اس کا شوق طبعی ہے اس لئے کہ اسکا دل ایسے امر کا خواہاں ہوتا ہے کہ جانتا نہیں کہ وہ کیا ہے پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہے اور اسکا گلا گھونٹے ہوئے کی طرح ہو جاتا ہے جسے اس درد سے چھوٹنے کی کیفیت معلوم نہ ہو۔ غرضیکہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری معلوم نہیں ہوتی اور نہ حال والا ان کو تقریر سے بیان کر سکتا ہے اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجد دو طرح ہے۔

1- اس کا بیان الفاظ میں ہو سکے۔

2- بیان نہ ہو سکے۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ وجد کی دو قسمیں ہیں۔ 1- خود بخود دل پر ہجوم کرے۔ 2- بتکلف وجد کیا جائے اس دوسری صورت کو تواجد یعنی حال لینا کہتے ہیں

تواجد کی بحث

تواجد میں اگر مقصود ریاء ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ میں ظاہر کرنا مقصد ہو حالانکہ واقع میں ان سے خالی ہے تو برا ہے۔ اگر اس لئے ہے کہ احوال شریفہ کا اس کے اندر حاصل ہوں اور ان کو کسب میں لایا جائے اسے وہ تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہے۔ تو اچھا ہے اس نظریہ سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے میں دخل ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید میں فرمایا کہ جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنائے اور بتکلف اظہار غم کرے کیونکہ یہ احوال اگرچہ ابتدا میں بتکلف کئے جاتے ہیں مگر انجام میں ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہے پہلے بڑے تکلف سے یاد کرتا ہے اور تکلف کے ساتھ خوب

سوچ سوچ کر ذہن پر زور دے کر پڑھتا ہے مگر خوب یاد ہو جانے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہے کہ نماز وغیرہ میں غفلت کی حالت میں پڑھا تھا اسی طرح کاتب پہلے لکھنے میں بڑی محنت کرتا ہے پھر جب مشق ہو جاتی ہے تو لکھنا طبعی ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہے اگرچہ دل دوسری فکر میں ڈوبا رہتا ہے۔

خلاصہ: جب صفات کو نفس اور اعضاء قبول کرتے ہیں انکے اکتساب کی صورت اول میں یہی ہوتی ہے کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتی ہے اور آخر کو عادت سے عادت ہو جاتی ہیں اور یہی مراد ہے اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہے پس اگر احوال شریفہ کسی کے اندر مفقود ہوں تو ان سے ناامیدی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ چاہئے کہ انہیں بتکلف راگ سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ جس نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہے حالانکہ پہلے سے عاشق نہیں تھا تو اس نے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اس کا ذکر مدام کرتا اور جو اس میں عمدہ باتیں اور اخلاق حمیدہ تھے ان کا بیان کرتا اور علی الدوام اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس پر عاشق ہو گیا اور عشق اس کے دل میں ایسا جم گیا کہ اس کی حد اختیار سے باہر نکل گیا۔ پھر اس نے اس کے بعد اس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا۔ تو اسی طرح اللہ کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق اور اس کی ناراضگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر انسان میں نہ ہوں تو چاہئے کہ ان کے حصول کی تدبیر کرے اس طرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہوں ان کے پاس بیٹھ کر ان کے احوال دیکھا کرے اور ان کی صفات کو دل میں اچھا تصور کرے اور راگ سننے میں ان کا شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاء و تضرع کرے کہ وہ حالت مجھے بھی مرحمت فرما اور اس کے سامان میرے لئے مہیا فرما۔

فائدہ: ان احوال کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ سننے اور نیک بخت بندوں اور خوف خدا کرنے والوں اور محبان اور مشتاقان ان کبریا اور خاشعین اللہ کے پاس بیٹھے اسے لئے کہ جو کسی کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کی عادات و صفات اس کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔

استدلال: محبت و دیگر احوال کے حصول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء دلیل ہے۔ آپ نے دعا میں فرمایا

اللھم ارزقنی حبک و حب من احبک و حب من یقربنی الی حبک

ترجمہ: الٰہی مجھے عطا کر اپنی محبت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرے اور اس کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔

ازالہ وہم: اس دعا میں حضور علیہ السلام نے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر طبعی ہوتا تو اس کی درخواست کیسے ہوتی۔ معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمیں ہیں۔ مکاشفہ اور حالت پھر دو قسمیں اور ہیں۔ اظہار ممکن ہو۔ اظہار ممکن نہ ہو۔ نیز وجد کی دو قسمیں اور ہیں بتکلف ہو۔ طبعی ہو۔

سوال: صوفیہ کو قرآن مجید سننے سے (جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) وجد نہیں ہوتا اور راگ پر وجد ہوتا ہے اگر بالفرض

وجد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ راگ کی بہ نسبت قرآن مجید سے بطریق اولیٰ وجد ہوا کرتا؟

جواب: یہ جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اس کے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہو کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش میں نہیں آتا۔

وجد اور قرآن

قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب (الرعد 28) ترجمہ کنزالایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

مثانی تقشعر منه جلو دالذین یخشون ربهم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الٰی ذکر اللّٰہ

ترجمہ: یہ کتاب ہے دہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر

فائدہ: طمانیت اور بدن پر رووں کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیات میں مذکور ہیں وہ وجد ہی تو ہے اس لئے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے بعد نفس میں پایا جائے۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبہم (الانفال 2) ترجمہ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں

لو انزلنا ھذاالقرآن علٰی جبل لرائیته خاشعا متصدعا من خشیته اللّٰہ (الحشر21) ترجمہ کنزالایمان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے

فائدہ: ان آیات میں حالات کے قبیل سے خوف اور خشوع وجد ہے اگرچہ مکاشفات کے قبیل سے نہیں مگر کبھی مکاشفات اور تنبہات کا سبب ہو جاتا ہے۔

احادیث وجد: 1- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازوں سے

2- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا

لقد اوتی مزمار امن مزامیر آل داؤد علیہ السلام دیئے گئے ابو موسیٰ ایک نغمہ داؤد علیہ السلام کی خوش آوازیوں سے

فائدہ: جن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن سننے سے وجد ہوا ہے وہ بھی بکثرت ہیں۔ چند ایک ہم مختصراً عرض کریں گے۔

3- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شیبتنی سورۃ ہود

بوڑھا کر دیا مجھ کو سورۃ ہود نے

فائدہ: یہ بھی وجد کی خبر ہے اس لئے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہیں۔

4- مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ نساء پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے

فکیف اذا جئنا من کل امۃ لشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیداً النساء 41) ترجمہ کنزالایمان: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں

آپ نے فرمایا کہ بس کرو اس سے آپ کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ

5- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی

ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصہ وعذابا الیما (المزمل 11'13) ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب

تو آپ بے ہوش ہو گئے

6- ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ کر روئے

ان تعذبھم فانھم عبادک

اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا۔

7- حضور سرور عالم صلی علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے ظاہر ہے کہ بشارت کی التجاء وجد ہے۔

8- جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہیں ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ چنانچہ فرمایا

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق (المائدہ 83) ترجمہ کنزالایمان: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے

9- مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھد بد ہونے کی آواز ہوتی ہے۔

فائدہ: صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہے ان کی نقول بکثرت ہیں بعض نے بچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور

بیہوش ہو گئے اور بعض غشی کی حالت میں فوت ہو گئے۔

حکایت: حضرت زرارہ بن ابی اوفی (تابعی) رقہ (جگہ کا نام) میں نماز پڑھاتے تھے ایک رکعت میں آیت پڑھی

فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر (المدثر 8'9)

ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہے۔

اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے اور محراب ہی میں فوت ہو گئے آپ تابعین میں سے تھے۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو پڑھتے سنا

ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع (الطور 8'7) ترجمہ کنزالایمان: بے شک ترے رب عزوجل کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں

آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ آپ کو مکان پر اٹھا کر لے گئے۔ آپ مہینہ بھر بیمار رہے۔

حکایت: ابو جریر (تابعی) کے سامنے صالح مری نے قرآن کی چند آیات پڑھیں وہ چیخ مار کر فوت ہو گئے۔

حکایت: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی قاری کو پڑھتے سنا

ھذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لھم فیعتذرون المرسلت 36'35) ترجمہ کنزالایمان: یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

آپ کو غش آگیا۔

حکایت: علی بن فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے تجھے وہ ملے گا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معلوم کر لیا ہے اسی طرح بہت سے لوگوں کی حکایات منقول ہیں اور ایسا ہی صوفیہ کرام کا حال تھا اور ہے۔

حکایت: شبلی رحمتہ اللہ علیہ رمضان کی کسی رات میں ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی

ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک (بنی اسرائیل) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہیں۔

حکایت: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گئے فرماتے ہیں کہ میں نے

دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات سن کر اسے غش آگیا ہے میں نے کہا کہ اس پر وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اس کو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہاں سے سمجھا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب (علی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بینائی کا ضعف مخلوق کی وجہ سے تھی (فراق یوسف علیہ السلام) تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کی بینائی کا ضعف حق کے لئے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینائی میں قوت نہ آتی۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے۔

وکاس شربت علی لذة　　واخری تداویت منها بها

ترجمہ: میں نے پہلا پیالہ تو لذت کی وجہ سے پیا لیکن دوسرا اس بیماری کے علاج کے لئے پیا۔

حکایت: ایک صوفی نے فرمایا کہ میں ایک رات میں یہ آیت پڑھ رہا تھا

کل نفس ذائقة الموت ترجمہ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

میں نے اسے مکرر پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت مکرر پڑھے گا اس سے تو نے چار جن قتل کر ڈالے۔ جنہوں نے پیدائش کے وقت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا تھا۔

حکایت: ابو علی معازلی نے حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجھے دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جب میں اپنے کاروبار کے لئے اور لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہوں تو کیفیت مذکورہ باقی نہیں رہتی۔

حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سن کر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توجہ اور عنایت ہے اگر اپنے نفس کی طرف رجوع کرتے ہو تو یہ بھی اس کی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اس کی طرف متوجہ ہونے میں تمہیں بجز اس امر کے اور کچھ شایاں نہیں کہ اپنی تدبیر لو قوت سے بری ہو جاؤ

حکایت: کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة" مرضیة" ترجمہ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان اپنے رب عزوجل کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

تو اس قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہیں کرتا پھر وجد سے آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔

حکایت: بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا

وانذرهم یوم الازفة ترجمہ: اور خبر سنادے ان کو نزدیک والے دن کی

تو مغلوب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اس پر جسے تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ

ہوا یہ کہہ کر آپ کو غش آگیا۔

حکایت: ابراہیم اوہم رحمتہ اللہ علیہ جب کسی کو اذالسماء انشقت (انشقاق 1) ترجمہ کنزالایمان: جب آسمان شق ہو
سنتے تو آپ ایسے مضطرب ہو جاتے کہ گویا آپ کا بند بند کانپتا ہے

حکایت: محمد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک شخص فرات کے اندر غسل کرتا تھا اچانک ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلاوامتازواالیوم ایھاالمجرمون ترجمہ کنزالایمان: اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔
تو وہ نہانے والا تڑپنے لگا یہاں تک کہ ڈوب کر مرگیا۔

حکایت: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہنچا تو اس کے رو نگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان کو اس سے محبت ہو گئی چند روز اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہے آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ نزع میں ہے اس نے حضرت سلمان سے کہا کہ وہ کیفیت وجد جو کہ آپ سے میرے جسم پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ اچھی صورت بن کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔

خلاصہ: اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہیں ہوتے اگر قرآن کا سننا کسی میں کچھ اثر نہ کرے تو وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الدعاء" ونداً صم بکم عمی فھم لا یعقلون البقرہ 171) ترجمہ کنزالایمان: جو پکارتے ایسے کو کہ خالی چیخ پکارے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں۔
بلکہ اہل دل کو تو کلمہ حکمت بھی اثر کرتا ہے۔

حکایت: جعفر خلدی کہتے ہیں کہ خراسانی حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ انسان نزدیک اس کی موج سرائی اور برائی کہنے والے برابر کب ہو جاتے ہیں کسی نے کہا کہ جب آدمی ہسپتال میں جاتا ہے اور قیدوں میں مقید ہوتا ہے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جواب تمہاری شان کے لائق نہیں۔ پھر آپ اس خراسانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ حالت اس وقت ہوتی ہے کہ یقین کرلے کہ میں ایک عاجز مخلوق ہوں خراسانی نے ایک چیخ ماری اور فوت ہوگیا۔

سوال: اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہے تو صوفی قوالوں کے راگ سننے پر کیوں جمع ہوتے ہیں۔ قاریوں کے حلقہ میں ہوتا نہ قوالوں میں اور یہ بھی چاہئے تھا کہ انکا اجتماع اور وجد کرنا قاریوں کے حلقہ میں ہوتا نہ قوالوں میں اور یہ بھی چاہئے تھا کہ ہر ایک دعوت میں اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ کہ قوال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام راگ سے

بلاشبہ افضل ہے؟

جواب: اگرچہ قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہے مگر اس کی بہ نسبت وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہے۔

وجد کے وجوہ: سماع سے وجد کے سات وجوہ ہیں۔ قرآن مجید کی تمام آیات سننے والے کے مناسب حال نہیں اور نہ اس قابل ہیں کہ تمام کو سمجھ کر جس حال میں وہ مبتلا ہے۔ اس پر ڈھال لے۔ مثلاً جس پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اس کے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی۔

یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء 11) ترجمہ کنزالایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹوں کے برابر ہے

اور یہ آیت

والذین یرمون المحصنات الغفلت المومنت (نور 23) ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو۔

اسی طرح وہ آیات جن میں احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہ ہیں اور دل کی بات محرک وہی چیز ہوتی ہے جو اس کے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعراء نے نظم کیا ہے تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ ان اشعار سے حال کے سمجھنے میں کچھ تکلف نہیں کرنا پڑتا ہاں جس پر حالت زبردست غالب ہو اس کے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجائش ہی نہ ہو اور تیزی طبع اور ذکائے ذہن اتنا ہو کہ الفاظ میں سے دور دور کے معنی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص ہر بات سننے پر وجد کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حاجت ہوتی ہے اور یہ کہ انسان کو ضروری ہے کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزیں ہیں ان میں سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لئے چھوڑے اور دونوں سے جدائی کر جائے(تو اس خیال سے اس پر خوف اور فزع غالب ہو جائے یا یوصیکم اللّٰہ میں صرف اسم ذات سن کر مدہوش ہو جائے نہ اس کے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے معانی کی یا دل میں یہ خیال گزرے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہئے کہ بندوں پر عنایت رہے اور اس خیال سے رجا کی حالت جوش کریگی اور موجب اس کے سرور اور استبشار کا موجب ہوگی یا للذکر مثل حظ الانثیین سے دل میں یہ خیال کرے کہ مرد کو مردیت کی وجہ سے عورت پر فضیلت ہے اور آخرت میں فضیلت ان مردوں کو ہے جنکی شان یہ ہے۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ (النسا 11) ترجمہ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خریدوفروخت اللہ کی یاد

اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جیسے عورت اموال دنیا میں پیچھے رہ گئی ویسے ہی ہم بھی آخرت کی نعمتوں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ تو اس طرح کے خیالات سے بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہے' لیکن

اسی شخص کو جس میں دو وصف ہوں ایک تو حالت مستغرق غالب ہو دوسرے فطانت جید اور ذکاء کامل کہ قریب کی باتوں پر واقف ہو جائے اور ایسے مردان خدا چونکہ کمیاب ہے اسی لئے راگ کی خواتین کی جاتی ہے کہ اس میں الفاظ احوال کے مناسب ہوتے ہیں۔ سنتے ہی فوراً حالت وجد آ جاتا ہے۔

حکایت: حضرت ابو الحسینی ثوری رحمتہ اللہ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگوں میں کچھ تذکرہ علمی ہونے لگا ابوالحسین ثوری خاموشی سے سنتے رہے یکبارگی سر اٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے

رب ورقاء هتوف في الضحى ذات شجو صدحت في فنن

ذكر الفا ودهرا صالحا" وبكت حزنا فهاجت حزني

فبكائي ربما ارفها وبكاها بما ارقني

ولقد اشكو فما افهما ولقد تشكو فما تفهمني

غيراني بالجوى اعرفها وهي ايضا" بالجوى تعرفني

ترجمہ: صبح کو فاختہ (دل باختہ) نغمہ کو کو سے اپنا زخمی دل مزید زخمی کر رہی تھی۔ یاد کرتی تھی محبوب کو اپنے اچھے اوقات کو رو رو کر اپنا اور میرا غم بڑھاتی تھی کبھی میں اپنے رونے سے اس کا دل زخمی کرتا اور کبھی وہ رو کر میرا دل زخمی کرتی تھی۔ جب میں شکوہ شکایت کرتا تو وہ کچھ نہیں سمجھتی تھی اور وہ شکوہ شکایت کرتی تھی تو میں بھی کچھ نہیں سمجھتا تھا سوائے اس کے کہ وہ مجھے عشق کا زخمی سمجھ کر دیکھتی رہی اور میں بھی اسے عشق کے صدمات کی ماری سمجھ کر دیکھتا رہا۔

راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد ان کو اس علم سے نہ ہوا جس میں وہ بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔

2- قرآن مجید اکثر لوگوں کو یاد ہوتا ہے اور کانوں اور دلوں پر کثرت سے آتا جاتا ہے اور جو بات کہ پہلی بار سنی جاتی ہے اس کا اثر دلوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور دوسری دفعہ میں اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہیں اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جائے کہ جس پر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے عرصہ میں ایک دن یا ہفتہ کے اندر وجد کیا کرے تو اس سے کبھی نہ ہو سکے گا۔ اگر شعر بدل دیا جائے تو اس کا اثر اس کے دل میں جدید پیدا ہو گا اگرچہ مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا ہونا نفس کو متحرک کر دیتا ہے گو قول وہی ہو اور قاری سے ممکن ایسا نہیں کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور ہر سورت نئی تلاوت کرے اس لئے کہ قرآن تو مخصوص ہے اس میں نہ کچھ بڑھ سکتا ہے نہ الفاظ بدل سکتے ہیں وہ تو کل کا کل محفوظ ہے بار بار وہی سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیہاتیوں کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اسے سن کر روتے ہیں تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے۔ (بار بار سن کر سخت یعنی اس سے مانوس ہو گئے ہیں۔)

ازالہ وہم: اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دل دیہاتیوں میں بھی زیادہ سخت تھا یا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام سے اتنی محبت نہ تھی جتنی دیہاتیوں کو تھی بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ دل پر مکرر گذرنے سے عادی ہو گئے تھے اور کثرت اسماع کی وجہ سے اس سے اتنا انس تھا کہ اثر کم محسوس ہوتا تھا کیونکہ عادۃً محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت سنے جسے پہلے نہ سنا ہو اور اگر یہ کرے پھر تیس سال تک ہمیشہ اسی کو مکرر پڑھ کر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہیں ہوتی اس لئے کچھ اثر نہیں ہوتا اور یہ مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ حرا یا نئی چیز مزہ دار ہوتی ہے۔ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے اور ہر مانوس شے کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ کے مخالف ہے۔

شکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نہ کرنے دیں اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ لوگ کہیں اس گھر سے مانوس نہ ہو جائیں اور پھر اس کی وقعت دل میں کم ہو جائے۔

فائدہ: جو شخص حج کو جاتا ہے اور خانہ کعبہ پر اس کی پہلی نگاہ پڑتی ہے تو روتا اور چلاتا ہے اور بعض اوقات تو دیکھتے ہی بعض لوگوں پر غش آ جاتا ہے اور پھر اتفاقاً مکہ مکرمہ میں مہینہ بھی ٹھہرتا ہے تو وہ بات دل میں نہیں پاتا جو پہلے دیکھی تھی۔

خلاصہ اقوال: اجنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور آیات میں قاری سے ا؛ نہیں ہو سکتا۔

3- کلام کے موزوں ہونے سے شعر کا مزہ بدل جاتا ہے اور دل میں اثر جداگانہ کرتا ہے کیونکہ اچھی آواز موزوں ہوتی ہے اور کلام طیب بے وزن ہوتا ہے اور وزن اشعار میں ہی پایا جاتا ہے آیات میں نہیں ہوتا اور وزن کو اس میں اتنا دخل ہے کہ اگر قوال جس شعر کو پڑھتا ہے تو اس میں زحاف کردے یا غلطی کرے یا لے کی حد سے (جو نغمہ میں ہوتی ہے) ہٹ جائے تو سننے والے کا دل گھبرائے گا اور اس کا وجد و سماع باطل ہو جائے گا۔ طبیعت کو عدم مناسبت کی وجہ سے وحشت ہو گی اور جب طبیعت پریشان ہو گی تو دل پہلے پریشان ہو گا۔

خلاصہ: اس اعتبار سے کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہے راگ میں شعر ہی مطلوب ہوا۔

4 - شعر موزوں کی تاثیر دل میں نغموں کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے جن کو سر اور لے کہتے ہیں اور یہ باتیں حرف مقفور کو بڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ میں وقف کرنے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول کرنے سے ہوتی ہے اور یوں تصرف شکوہ میں درست ہیں مگر قرآن مجید میں جائز نہیں کیونکہ اس میں تلاوت اسی طرح چاہئے جیسے اللہ رب العزت نے نازل فرمایا ہے اگر مقتضائے تلاوت کے خلاف اس میں مد کی جگہ قصر یا اس کا عکس یا وقف یا وصل یا قطع ہو گا تو وہ حرا یا مکروہ ہو گا اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل ہوا ہے پڑھا جائے گا تو اس میں وہ اثر نہ ہو گا جو نغموں کے سروں سے ہوتا ہے حالانکہ تاثیر میں وہ سب مستقل ہیں اگرچہ سمجھے نہ جائیں جیسے

تاروں کے باجوں اور نفیری اور شاہین اور تمام آوازوں میں جو سمجھ میں نہ آئیں اثر دیکھا جاتا ہے۔

5- نغمات موزوں کی تاکید اور آوازوں موزوں سے بھی ہو جاتی ہے جو حلق سے نہیں نکلتی مثلاً لکڑی سے گن لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہے اس لئے کہ وجد ضعیف جب ہی ابھرتا ہے کہ اس کا سبب قوی ہو اور ان تمام باتوں کے یکجا ہونے سے سبب قوی ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو تاثیر میں دخل ہے اور واجب ہے کہ قرآن مجید کو ان جیسے قرائن سے بچایا جائے اس لئے کہ عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل جیسی ہے اور قرآن بالاتفاق کھیل نہیں پس حق محض میں ایسی چیز ملانا جو عوام کے نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل جیسی صورت ہو وہ اس کو اس نظر سے نہ دیکھتے ہوں کہ کھیل ہے جائز نہ ہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہئے کہ عام راستوں پر نہ پڑھا جائے اور نہ ہی جنابت کے حال میں اور نہ ہی بے وضو ہونے کے وقت بلکہ ایسی مجلس میں پڑھا جائے جس میں خاموشی ہی خاموشی ہو اور ظاہر ہے کہ حق حرمت قرآن کی حرمت کا حق ان لوگوں کے سوا اور کسی سے پورا نہیں ہو سکتا جو اپنے احوال کے نگران رہیں۔ اسی وجہ سے راگ کی طرف میلان کیا جاتا ہے جس میں اس نگرانی اور لحاظ کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے شادی کی راتوں میں دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست نہیں حالانکہ دف بجانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح کو ظاہر کرو اگرچہ چھلنی بجانے سے ہو (یا کسی اور عبارت سے ارشاد کیا جس کا معنی یہی ہے)

مسئلہ: شعر کے ساتھ دف بجانا درست ہے نہ کہ قرآن سے ہی وجہ ہے کہ جب حضور صلی علیہ وسلم ربیع بنت معوذ کے گھر میں ان کی شادی کے دن تشریف لے گئے اور ان کے پاس کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں آپ نے ایک کی آواز سنی کہ راگ کے طور پڑھتی تھی۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد اور ہمارے میں وہ نبی علیہ السلام ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

ازالہ وہم: اس جملہ سے وہابی دیوبندی استدلال کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب (بالخصوص کل کیا ہوگا) اس کے فقیر نے متعدد جوابات اپنی تصنیف غایۃ المامولہ اور نور الہدیٰ میں لکھے ہیں اور جواب یہ ہے کہ آپ نے لڑکی کو اس شعر سے اس لئے روکا کہ وہ شعر موضوع کے خلاف تھا اس لئے کہ موضوع غزوات کی داستان تھی اور وہ مناقب پڑھنے لگیں۔ (اویسی غفرلہ)

آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہہ اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت کی شہادت تھی۔ اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہیں تو اسے ایسی چیز سے نہیں ملانا چاہئے جو کھیل کی صورت پر ہو کہ اس صورت میں ان اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جسے دل کی تحریک کرتا ہے تو اسی لئے اسے اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت دے دی۔

1- یہ وہابیوں دیوبندیوں کے لئے امام غزالی قدس سرہ کی طرف سے جواب ہوگا کہ موضوع کی تبدیلی کی وجہ سے روکا۔ (اویسی غفرلہ)

پس جیسے اس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کی طرف رجوع واجب ہوا اسی طرح حرمت قرآن مجید اس کی مقتضی ہے کہ اس سے بھی راگ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔

6- قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہے کہ سننے والے کے حال کے موافق نہیں ہوتا اسی لئے وہ اسے برا جانتا ہے اور قوال کو روک دیتا ہے کہ یہ کہو دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہیں ہوا کرتا پس اگر دعوتوں میں قاری سے کچھ پڑھوایا کرتے تو بعید نہیں کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو ان کے حال کے موافق نہ ہوتی حالانکہ قرآن سب کا سب لوگوں کے لئے شفا ہے مگر باعتبار حالات کے ہے مثلاً رحمت کی آیات خائف کے حق میں شفا ہیں اور عذاب کی آیات بے خوف اور مغالطہ میں پڑے ہوئے شخص کے لئے شفا ہیں اسی طرح ہر آیت کا قیاس کیجیے۔ تفصیل میں تطویل ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآن پڑھنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ ہو اور کوئی اسے اچھا نہ سمجھے اور کلام الٰہی کو برا سمجھنے کے خطرہ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ پھر اس سے نجات کی کوئی سبیل نصیب نہ ہو گی اور اس خطرہ سے احتراز کرنا نہایت واجب اور ضروری ہے اسی لئے اس سے نجات کی تدبیر یہی ہے کہ کلام کو اپنے حال پر رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے اس سے کسی دوسری صورت پر ڈھالنا جائز نہیں اور شاعر کے شعر کو جائز ہے کہ اس کی مراد کے سوا پر محمول کر لیا جائے۔

خلاصہ : قرآن مجید میں یا تو اس کے برا جاننے کا خطرہ ہے یا تاویل غلط کا جو حال کے موافق ہو تو کلام الٰہی کو ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھنا اور اس کی توقیر واجب ہے یہ چھ وجوہ قرآن مجید کے نہ سننے اور راگ کی طرف صوفیہ کے میلان کی مجھے محسوس ہوئی ہیں۔

7- یہ وہ وجہ ہے جسے ابو نصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور قرآن سے سماع نہ کرنے کا عذر اس طرح لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور وہ چونکہ وہ حق اور غیر مخلوق ہے تو بشریت جو اس کی مخلوق ہے اسے اس کی تاب نہیں اور اگر ایک ذرہ قرآن مجید کے معانی اور ہیبت واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات پھٹ جائیں بلکہ مدہوش و متحیر ہو جائے مگر نغمات عمدہ کو طبیعتوں سے مناسبت ہے اور ان کی نسبت لذتوں کی سی نسبت ہے نہ امور حقہ سے اسے کوئی نسبت نہیں اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہے تو جب اشعار کے اشارات اور لطائف نغمات و اصوات سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہیں اور لذتوں سے قریب تر اور دلوں پر ہلکے محسوس ہوتے ہیں اس لئے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جب تک بشریت رہتی ہے اور ہم اپنی صفات اور حظوظ پر ہیں تو ہمیں راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش محسوس ہوتے ہیں اس لئے ان حظوظ کی بقاء کے مشاہدہ کیلئے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہوں اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اسی سے اس کا آغاز اور اسی پر اس کا انجام ہے حظوظ کے متلاشی نہ ہوں۔ (یہ ابو نصر کی تقریر اور عذر کا خلاصہ ہے)

حکایت : ابو الحسن دراج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ

کی زیارت اور سلام کے لئے سفر کیا جب مصر میں داخل ہوا تو جس سے ان کا حال پوچھا اس نے یہی کہا کہ اس زندیق سے تم کو کیا کام ہے میرا دل تنگ ہوا یہاں تک کہ واپسی کا ارادہ کیا پھر دل میں سوچا کہ اتنا بڑا سفر کیا ہے کم از کم انہیں دیکھ تو لوں پھر معلومات حاصل کر کے آپ کے پاس گیا میں نے دیکھا آپ مسجد کی محراب میں بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ایک شخص ہے اور خود قرآن ہاتھ میں لئے تلاوت کر رہے ہیں اور وہ نہایت خوبصورت اور چمک دمک اور مقطع داڑھی والے ہیں میں نے سلام کیا میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا بغداد سے پوچھا کس لئے آئے ہو میں نے کہا کہ آپ کی زیارت کے لئے فرمایا اگر بالفرض ان شہروں میں جہاں سے تم آئے ہو کوئی کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمہارے لئے مکان یا لونڈی خرید کر دیتے ہیں تو یہ تمہارے آنے سے مانع ہوتا میں نہ کہا اب تک تو اللہ تعالٰی نے میرا امتحان کسی بات سے نہیں لیا لیکن اگر اس طرح ہوتا تو نہ معلوم اس وقت میں کیسا ہوتا پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ تجھے کچھ گانا آتا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا سناؤ میں نے یہ قطعہ پڑھا

راتیک یدنینی الیک تباعدی   فباعدت نفس فی ابتغا التقرب

رایتک تبنی دائما فی قبیعتی   ولو کنت ذا حزم لهدمت ما تبنی

ترجمہ: میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ ترا تباعد دور ہوتا مجھے قریب کر رہا تقرب کی طلب سے میرا نفس بعید ہو گیا۔ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو ہمیشہ میرے فراق کی بنا کر رہا ہے اگر واقعی تم اس کا پختہ ارادہ رکھتے ہو تو جو تم بنا کی اسے ڈھا دے۔

جس قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اسے بند کر کر کے اتنا روئے کہ داڑھی اور رومال تر ہو گیا حتیٰ کہ ان کے رونے کی کثرت سے مجھے بھی ان کے حال پر ترس آ گیا۔ پھر فرمایا کہ بیٹا لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف زندیق ہے اور میرا یہ حال ہے کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ اور ان اشعار سے مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

خلاصہ: کوئی دل کو اگرچہ اللہ تعالٰی کی محبت میں قربان کئے ہوئے ہو اسے اللہ تعالٰی ہی قرب ہو گا اور شعراء تو اس کے واقف بھی نہیں ہوں گے لیکن شعراء اجنبی ان میں وہ جوش پیدا کرتے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہیں ہوتا اور یہ بات شعر کے وزن اور طبائع سے ہم شکل ہونے سے ہوتی ہے۔

نکتہ: چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہیں اس لئے انسان شعر بنانے پر قادر ہے لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہے اس لئے قوت بشری میں نہیں کہ ویسا کلام کہہ سکے کیونکہ اس کی طبیعت کے ہم شکل نہیں۔

حکایت: ایک شخص ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اسرافیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا انہیں دیکھا کہ وہ زمین انگلی سے

---

[1] اس طرح کا واقعہ سیدنا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مشہور ہے۔ (اویسی غفرلہ)

کریدتے ہوئے شعر گا رہے ہیں پھر اس سے پوچھا کہ تجھے گانا آتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے کہا کہ تو صاحب دل آدمی ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہے وہ اپنی طبیعت کو جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ دل کو اشعار اور نغمات سے وہ حرکت ہوتی ہے جو دوسری چیز سے نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ تحریک کا طریقہ بتکلف پیدا کرتا ہے اپنی آواز سے یا غیر کی آواز سے

(یہاں تک ہم دو مقاموں کا حکم لکھ چکے یعنی سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے اور وجد کا جو دل میں محسوس ہوتا ہے اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنی چیخنا گریہ کرنا اور متحرک ہونا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہیں

مقام نمبر 2

سماع آداب

سماع کے آداب پانچ ہیں۔

ا۔ وقت اور جگہ اور یاران مجلس کا لحاظ۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سماع میں تین باتیں ضروری ہیں ورنہ نہ سننا چاہئے۔ وقت، جگہ اور یاران مجلس

وقت کی رعایت سے مراد یہ ہے کہ کھانا موجود ہونے کے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جس میں کوئی ایسا مانع پیش ہو اور سماع میں دل نہ لگنے دے تو سماع سے کوئی فائدہ نہیں۔

مکان کی رعایت سے یہ مراد ہے کہ چلتا راستہ یا بری وضع کا مکان نہ ہو اور اس میں کوئی ایسا سبب نہ ہو جس سے دل اس طرف متوجہ ہو تو ایسے مکانات سے اجتناب چاہئے۔

یاران مجلس سے یہ مراد ہے کہ کوئی غیر آدمی مثلاً سماع کا منکر زاہد خشک قلوب کے لطائف سے بے بہرہ مجلس نہ ہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گراں گذرے گا اور دل اس کی طرف مشغول ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی متکبر دنیادار ہو گا کہ اس کا لحاظ کرنا پڑے گا یا کوئی مصنوعی صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا ریاء کے لئے کرے اسے لوگ دل کو پریشان کرتے ہیں ان سے بھی اجتناب چاہئے اگر یہ شرائط نہ ہوں تو راگ کا نہ سننا بہتر ہے سننے والے کو اس کا لحاظ ضروری ہے۔

ادب: شیخ کو حاضرین کا حال دیکھ لینا چاہئے یعنی اگر اس کے مریدوں کو سماع مضر ہو تو ان کے سامنے راگ نہ سنے

اے ہمارے دور کے حضرات سماع کے عشاق ان آداب خمسہ کو عمل میں لائیں ورنہ سماع کا ترک ضروری ہے۔ (اویسی غفرلہ)

اے میں تو سمجھتا ہوں کہ سماع کے عشاق اکثر گدی نشین حضرات خود بھی ان باتوں سے فارغ ہیں تو مریدین کا کیا کہنا۔ (اویسی غفرلہ)

اگر سنے بھی تو ان کو کسی اور شغل میں لگا دے اور جس مرید کو سماع سے مضر ہو وہ تین طرح کے لوگوں میں ایک ہوتا ہے۔ 1- یہ سب سے کم مرتبہ ہے یہ وہ مرید ہے اسے طریق سلوک میں سے سوائے اعمال ظاہری کے اور کچھ معلوم نہیں اسے سماع کا ذوق ہی نہیں تو ایسے مرید کو ذکر اللہ یا اور کسی کام میں مشغول ہونا چاہئے ورنہ سماع میں اس کی تضیع اوقات ہو گی۔ 2- اسے سماع کا ذوق تو ہے مگر ابھی تک اس میں کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہے یا ایسا متکبر نہ ہو کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے بے خوف ہو جائے تو بعید نہیں کہ بعض اوقات سماع اس کے حق میں لہو اور شہوت کا مقتضی ہو جائے اور جس طریق میں وہ معروف ہے اس سے بھی محروم ہو جائے اور اسے تکمیل سے سماع روک دے۔ 3- وہ مرید کہ جس کی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہے اور اس کی آفات سے بھی محفوظ ہے اوراس کی بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہے مگر اس نے علم ظاہر کی تحصیل مکمل نہیں کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے واقفیت حاصل کی اور نہ اسے یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کونسی چیز جائز ہے اور کونسی محال تو ایسے مرید کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہو گا تو جو کچھ سنے گا اسے اللہ تعالیٰ کے حق میں ڈھالے گا خواہ واقع میں جائز ہو یا ناجائز تو اس صورت میں اسے سماع سے فائدے کے بجائے ضرر زیادہ ہو گا۔ کیونکہ اکثر باتیں جو لائق جناب کبریائی نہیں ان کے ڈھالنے سے کافر ہو جائے گا۔

فائدہ: سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہ ہو وہ باطل ہے تو ایسے لوگ سماع کے قابل نہیں اور نہ وہ جن کا دل دنیا کی محبت اور لوگوں کی تعریف و ثنا کے شوق میں ملوث ہے اس طرح وہ بھی لائق نہیں جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کی وجہ سے سنتے ہیں اس لئے کہ سماع ان کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہے اور جس راہ طے کرنے کے در پے تھا وہ متروک ہو جاتا ہے۔

خلاصہ: سماع قدم کی لغزش کی جگہ ہے ضعیفوں یعنی علم و عمل میں کمزور لوگوں کو اس سے علیحدہ رکھنا واجب ہے۔ (لیکن انہیں علیحدہ کون رکھے جب وہ دنیا بھر کے پیر مغاں ہیں۔)

حکایت: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا اس سے پوچھا کہ تیرا ہمارے دوستوں پر کچھ قابو چلتا ہے اس نے کہا ہاں دو وقتوں میں ایک سماع کے وقت [1]

دوسرا نظر کے وقت کہ ان دونوں میں میرا ان پر داؤ چل جاتا ہے جب آپ نے یہ خواب بیان کیا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر میں اسے دیکھتا تو یوں کہتا کہ تو بڑا احمق ہے بھلا جو کوئی سماع کے وقت اللہ تعالیٰ ہی سے سنے اور دیکھنے کے وقت اسی کی طرف دیکھے تو اس پر تو کیسے داؤ چلائے گا آپ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا۔ (ہم بھی ایسے سماع کے قائل ہیں لیکن ایسے لوگ ہیں کہاں؟)

1۔ اس ادب کا بھی دور حاضرہ میں خیال نہیں کیا جاتا سماع کے مجلس خانہ میں ہر طرح کے لوگ گھس جاتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

1۔ سماع کی کیا تخصیص وہ تو ہر عبادت میں داؤ چلاتا ہے ہاں سماع کو جب شرائط سے سنا جائے تو۔ (اویسی غفرلہ)

3- قوال جو کچھ کہے اسے خوب دل لگا کر سنے ادھر ادھر التفات نہ کرے اور سننے والوں کو نہ تاکے اور جو کچھ ان پر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اسے نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان رکھے بلکہ دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن میں اپنی رحمت سے کیا القاء فرماتا ہے اور حرکت کو روکے جو یاران مجلس کے دل کو پریشان کرتی ہے بلکہ یوں بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے۔ کھنکارنے اور جمائی لینے سے احتراز کرے اور گردن نیچے رکھے جیسے کوئی بڑی گہری فکر میں ڈوبا ہوا ہو تالی بجانا اور ناچنا اور بناوٹ اور نمود کی حرکات نہ کرے اور اثناء سماع کے درمیان وہ گفتگو نہ کرے جس کی ضرورت نہ ہو اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہو جائے تو وہ مجبور ہے اسے ملامت نہ کی جائے مگر جب افاقہ ہو اسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے اسی حالت پر باقی رہے اس شرم سے کہ لوگ کہیں گے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر جاتا رہا اور یہ بھی نہیں چاہئے کہ زبردستی وجد ظاہر کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑا سخت دل اور صفائی اور رقت قلبی سے بے بہرہ ہے۔

حکایت: ایک نوجوان حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلاتا ایک دن آپ نے اسے فرمایا کہ اب اگر ایسا کرو گے تو میرے ساتھ نہ رہنا اس کے بعد وہ اپنے نفس کو اتنا روکنے لگا کہ اس کے ہر بال سے پانی کا قطرہ نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک دن اس نے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اس کا دل پھٹ گیا۔ اور جان نکل گئی۔

حکایت: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا ان میں سے ایک نے اپنا کپڑا یا کرتہ پھاڑ ڈالا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اسے کہہ دو کہ ہمارے لئے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔

حکایت: ابو القاسم نصیر آبادی نے ابو عمرو بن عبید سے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر کچھ لوگ جمع ہوں اور قوال کچھ گائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کی غیبت کریں۔ ابو عمر نے کہا کہ راگ میں نمود کرتا ہے یعنی جو حالت اپنے اندر نہ ہو اسے ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی برا ہے۔ (غیبت زنا سے بھی بدتر ہے اب اس سے اندازہ لگائیے کہ یہ گناہ کتنا برا ہو گا)

سوال: افضل وہ ہے جو ضبط کر کے بیٹھا رہے اور سماع اسکے ظاہر میں کچھ اثر نہ کرے یا وہ افضل ہے جس پر اثر ظاہر ہو۔

جواب: اثر نہ ظاہر ہونا کئی طرح سے ہوتا ہے کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وجد ہی کم ہو تب وہ نقصان میں داخل ہے اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وجد تو باطن میں قوی ہوتا ہے مگر چونکہ ضبط اعضاء کی قوت سالک بدرجہ کمال ہوتی ہے۔ اس لئے ظاہر نہیں ہوتا تو یہ درجہ کمال ہے اس میں نقصان نہیں اور کبھی اس لئے ظاہر نہیں ہوتا

کہ حالت وجد سالک کو ہر وقت اور ہر حال میں یکساں رہتی ہے تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہیں ہوتا یہ درجہ نہایت اعلیٰ کمال کا ہے کیونکہ وجد والوں کا وجد غالبا ہمیشہ نہیں رہتا۔ تو جو وجد دائمی ہو تو وہ حق سے وابستہ اور عین شہود پر التزام کرنے والا ہے اسے احوال عارضی بدل نہیں سکتے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو دیہاتیوں سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے۔ اس ارشاد میں وجد دائمی کی طرف اشارہ ہو یعنی ہمارے دل اتنے قوی اور مضبوط ہو گئے ہیں کہ ہر حال میں وجد پر التزام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم گویا قرآن کا معنیٰ ہمیشہ سے مد نظر رکھتے ہیں ہمارے لئے قرآن کوئی بات اور عارضی نہیں کہ اس سے ہم متاثر ہوں۔

خلاصہ: وجد کی قوت تحریک ظاہر کرتی ہے اور عقل اور روک کی قوت اس کو ضبط کرتی ہے اور بعض اوقات ان دونوں میں سے ایک دوسری پر غالب ہو جاتی ہے یا تو اس وجہ سے کہ خود نہایت قوی ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی بالمقابل طرف کمزور ہوتی ہے۔ اور نقصان اور کمال اسی کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

ازالہ وہم: یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جو خود زمین پر تڑپتا ہے وہ وجد میں کامل ہے اور جو اضطراب کو ضبط کئے ہوئے ہے وہ ناقص ہے بلکہ بہت سے ضبط کرنے والے بہ نسبت تڑپنے والے کے وجد کامل ہوتے ہیں۔

حکایت: حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ شروع سماع میں کچھ حرکت کیا کرتے تھے۔ اور آخر کو بالکل جنبش نہ کرتے تھے کسی نے اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی

وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وہی تمر مر السحاب صنع اللّٰہ الذی اتقن کل شی (پ 20 النمل 88)

ترجمہ کنزالایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوئے ہوں گے بادل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ دل تڑپ رہتا ہے اور ملکوت میں جو لانیاں کرتا ہے اور ظاہر میں اعضاء ساکن اور ٹھہرے ہوئے ہیں۔

حکایت: ابوالحسن محمد بن احمد بصری کہتے ہیں کہ ساٹھ سال سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کوئی ذکر یا قرآن کی آیت سن کر انہیں کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر میں پہنچے تو کسی نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی۔

فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ ترجمہ: سو آج تم سے فدیہ قبول نہ ہو گا

تو میں نے دیکھا کہ کانپ اٹھے ہیں اور قریب تھا کہ گر پڑیں جب وہ اصلی حالت پر آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ عزیز اب ہم ضعیف ہو گئے اسی طرح ایک بار یہ آیت سنی۔

الملک یومئذن الحق للرحمٰن

ترجمہ: ملک اس دن حق ہے رحمٰن کے لئے۔

تو تڑپ گئے ابن سالم (جو آپ کے مرید تھے) انہوں نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں کسی نے عرض کیا کہ اگر یہ ضعف سے ہے تو حال کی قوت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہے کہ جو اس پر وارد آئے اسے اپنے حال کے زور سے نگل جائے کوئی واردات کیسی ہی زبردست کیوں نہ ہو اسے متغیر نہ کر سکے۔

نقصان: باوجود وجد کے ضبط پر ظاہر قدرت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہر وقت کے شہود سے تمام حالتیں یکساں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میری حالت نماز سے پہلے اور بعد کو ایک ہے اس لئے کہ آپ ہر وقت دل کے نگران اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اس طرح کا سالک سماع سے پہلے اور بعد یکساں رہے گا کیونکہ اس وجد اور حال دائمی اور اشتیاق یکساں اور ذوق متواتر رہے گا۔ انہیں سماع سے کوئی ترقی نہ ہو گی۔

حکایت: ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ (چشتیہ کے سرتاج) ایک جماعت پر گذرے ان میں قوال کچھ گا رہے تھے۔ آپکو دیکھ کر رہ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان میں اگر تمام دنیا کے راگ سر اکٹھے ہوں تب بھی میری ہمت کو نہ روکیں گے اور نہ میری حالت میں ترقی ہو گی۔

فائدہ: حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمی فضل کی موجودگی میں وجد کا نقصان کوئی ضرر نہیں پہنچاتا فضل وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہے۔

سوال: سالک پھر سماع میں کیوں سنتا ہے؟

جواب: ان حضرات میں سے بعض نے تو بڑھاپے میں سماع چھوڑ دیا تھا۔

اور بہت کم سماع سنتے تھے یعنی کسی دوست کی خاطر اور اس کے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہو جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اس لئے شریک ہوتے تھے کہ لوگ ان کی قوت کے کمال کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہیں اور ظاہر کا ضبط کرنا ان سے سیکھیں کہ تکلف اور بناوٹ سے اس طرح علیحدہ رہتے ہیں۔ اگرچہ ان سے ان کی پیروی نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ یہ امراء ان سے مثل طبیعت کے ہو گیا ہے اگر وہ حضرات اتفاقاً" ابنائے جنس کے سوا اور کسی سماع میں جاتے ہیں تو اجسام سے ان کے شریک رہتے ہیں اور دل سے ان سے دور رہتے ہیں جیسے بغیر سماع کے غیر جنسوں میں اگر کسی ضرورت سے بیٹھے ہیں تو وہاں بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ظاہر ان میں ہوتا ہے اور باطن ملکوت میں اور بعض حضرات سے سماع کا ترک منقول ہے اور یہی گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کو برا جانا تھا

ا۔ مجھے سنا ہے حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے عمر مبارک کے اواخر میں سرود نہیں سنتے تھے۔ (واللہ عالم) اویسی غفرلہ

مگر واقع میں ترک کا سبب یہی ہے کہ ان کو سماع کی حاجت نہ تھی۔ واللہ الوجد تھے۔ اور بعض لوگ اس وجہ سے زاہد تھے کہ ان کو سماع میں حظ روحانی نہ تھا اور نہ ہی اہل لہو تھے۔ اسی لئے ترک کر دیا کہ بے فائدہ بات میں کیوں مشغول ہوں اور بعض نے اس لئے ترک کیا کہ ان کو یاران مجلس میسر نہ ہوئے۔ چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیوں نہیں سنتے اس نے جواب دیا کہ کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں

ادب 4: جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو وجد میں کھڑا نہ ہو اور نہ رونے میں آواز بلند کرے اگر رقص کرے اور رونی صورت بنائے تو مباح ہے بشرطیکہ ریاء و نمود نہ ہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہے اور سرور نشاط کی تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہے اور مباح کی تحریک جائز ہے اگر رقص حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیوں کے رقص کرتے نہ دیکھتیں

احادیث رقص: 1- بعض آیات میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ وہ حبشی ناچ رہے تھے۔

فائدہ: صحابہ رضی اللہ عنھم سے بھی بعض اکابر کا رقص سرور کے وقت مروی ہے اور وہی سرور موجب ان کے رقص کا ہوا ہے۔ 2- حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے صاحبزادے کے متعلق جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر آپ کے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہوا کہ اس بچی کی پرورش کون کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو میری صورت و سیرت کے مشابہ ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ رقص کیا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بچی جعفر کے پاس رہے گی۔ کیونکہ اس کی خالہ جعفر کی منکوحہ ہے اور خالہ گویا والدہ ہی ہے۔ (رواہ ابو داؤد باسناد حسن والبخاری دون الحجل واخرجہ البیہقی فی السنن اتحاف ص 567 ج 6)

3- حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تجھے حبشیوں کا ناچ پسند ہے۔

خلاصہ: رقص اور اچھلنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس کا حکم بھی خوشی ہی پر مترتب ہو گا یعنی جس صورت میں خوشی اچھی ہو اور رقص سے اسے ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو وہ رقص محمود اور اچھا ہو گا اگر خوشی مباح ہو گی تو رقص بھی مباح ہو گا اگر بری ہو گی تو وہ بھی برا ہو گا۔

فائدہ: یہ حرکت رقص اکابر اور مقتدا حضرات کی شان کے لائق نہیں کیونکہ یہ اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہے اور جو بات کہ لہو و لعب کی صورت میں ہو تو اس سے مقتدایان قوم اور پیشوایان اسلام کو اجتناب کرنا چاہئے۔ تاکہ لوگوں کی نظروں میں حقیر نہ ہوں اور لوگ ان کا اقتدا نہ چھوڑ دیں۔ (بالخصوص دور حاضرہ میں اور زیادہ احتیاط کی

ضرورت ہے۔)

مسئلہ: وجد میں کپڑوں کے پھاڑنے کی اجازت نہیں(کیونکہ یہ شیعہ ماتمی کا طریقہ ہے۔) مگر اس صورت میں کہ انسان اپنے اختیار میں نہ رہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کا ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ میں معلوم نہ ہو یا معلوم بھی ہو مگر بغیر کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کر سکتا ہو تو اس کا حال ایسا ہو گا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے۔ کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے میں بچاؤ کی صورت دیکھ کر مجبوری سے اختیار کرتا ہے جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہے اگر کوئی اس کو بزور آہ سے روکے تو ہرگز اس سے بالکل صبر نہ ہو سکے گا باوجدیکہ فعل اختیاری ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جن افعال کا حصول ارادہ سے ہو انسان اس کے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ سانس روک لے تو وہ گھبرا کر سانس لینا اختیار کرے گا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہے کہ یہ بھی کبھی ایسے ہی ہوتے ہیں تو اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔

حکایت: حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے تیز وجد اور غلبہ کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا کہ ہاں وجد غالب وہ ہوتا ہے کہ اگر وجد والے کے منہ پر تلوار چل جائے تو اسے خبر نہ ہو لوگوں نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان میں اسے بعید سمجھے کہ اس حد تک وجد ہو اس لئے بہت سا اصرار کیا مگر آپ نے پھر کچھ نہ کہا۔

فائدہ: اس کا معنی یہ ہے کہ بعض اوقات بعض اشخاص سے مخصوص ہوتے ہیں ایسے ہی وجد غالب کہ انہیں کہ کیسی ہی ایذا دی جائے وہ محسوس نہیں کرتے۔

سوال: سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے لوگوں کو دیتے ہیں اور اس کا نام خرقہ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں اور یہ شرعاً" کیسا ہے؟

جواب: یہ مباح ہے بشرطیکہ کپڑا پھٹا ہوا مربع پیوند لگانے یا جانماز بنانے کے قابل ہو۔ اس لئے کہ پھاڑنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ تھان کو بھی پھاڑ کر کپڑا یا کرتہ بناتے ہیں اور مال کا ضائع کرنا بھی نہیں اس لئے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہے۔ یعنی لگانا کہ وہ چھوٹے ہی ٹکڑوں سے لگایا جاتا ہے اور سب کو بانٹنا اس ارادہ سے کہ خیر میں تمام شریک ہوں مباح اور مقصود ہے اس لئے کہ ہر مالک کو اختیار ہے کہ اپنے تھانہ کے سو ٹکڑے کر کے سو فقیروں کو دے دے لیکن ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہوں جو پیوندوں میں کام آئیں اور سماع میں جو ہم نے اس کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہے جس سے کپڑا ایسا بگڑ جائے کہ کسی کام کا نہ رہے کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہے تو اختیار

۱۔ لیکن شیعہ تو ایسے نہیں ان کا ماتم ہی سرے سے ناجائز ہے تو پھر کپڑے پھاڑنا تو دور کی بات ہے۔ مفصل دیکھئے فقیر کا رسالہ شیعہ کا ماتم (اویسی غفرلہ)

سے جائز نہیں بے اختیاری میں مجبوری ہے۔

ادب 5: وجد کے وقت قیام میں اہل وجد کی موافقت کرنی چاہئے یعنی اگر کوئی وجد صادق میں بغیر نمود و ریاء اور بناوٹ کے کھڑا ہو جائے یا بغیر اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہو اور لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو ان کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ کہ یاران مجلس کی موافقت آداب صحبت میں سے ہے اسی طرح اگر لوگوں کی عادت ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جائے تو وہ بھی اپنی پگڑیاں اس کی موافقت میں اتار دیں یا کس کی چادر اتر جائے تو اپنی چادریں اتار دیں تو ایسی باتوں میں سب کے موافق کام کرنا آداب صحبت و آداب معاشرہ کی خوبی میں داخل ہے۔ کیونکہ رفقاء کی مخالفت موجب وحشت ہے اور ہر قوم کی رسم جداگانہ ہے۔

احادیث مبارکہ 1: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالقوا الناس باخلاقھم لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق رہو۔

جب ایسے اخلاق ہوں کہ ان میں حسن معاشرہ اور دلوں کا خوش کرنا موافقت کرنے سے پایا جاتا ہو تو انہیں عمل میں لانا ضروری ہے۔

سوال: یہ بدعت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں ایسا نہیں تھا؟ (یہی سوال وہابیوں کا ہے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا جواب بریلویوں جیسا ہے اس سے اندازہ لگائیں حق پر بریلوی ہیں یا دیوبندی وہابی۔ اویسی غفرلہ)

جواب: یہ اعتراض تو جتنا مباحات ہیں وہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہوں حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ جملہ مباحات صحابہ سے منقول ہوں بلکہ ممنوع وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو کہ جس کے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ میں کسی طرح کی ممانعت منقول نہیں۔

قیام تعظیمی کا ثبوت: باہر سے آنے والے کی آمد پر کھڑا ہو جانا عرب کی عادت میں نہ تھا یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی بعض احوال میں کھڑے نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

مگر چونکہ اس میں کوئی نہی عام ثابت نہیں ہوتی تو جن شہروں میں آنے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونے سے ہے ان میں کسی کے لئے کھڑا ہو جانا کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مقصود تو اس کی عزت اور تعظیم اور دل کو خوش کرنا ہے تو

ا۔ بدعت کی یہی تعریف بریلوی کرتے ہیں دیکھئے فقیر کا رسالہ تحقیق البدعہ۔ اویسی غفرلہ)

ا۔ اس قاعدہ پر دیوبندی بریلوی اور وہابی اختلاف کے بدعت سے متعلق مسائل کو سامنے رکھئے تاکہ معلوم ہو کہ بریلوی وہی کہتے ہیں جو امام غزالی اور دیگر سلف صالحین فرما گئے۔ (اویسی غفرلہ)

ا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ قیام تعظیمی کا مطالعہ کیجئے۔ (اویسی غفرلہ)

جس بات میں موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگوں نے اس کو دل خوش کرنے کی اصطلاح ٹھہرائی ہو تو اسی عمل میں ان کی موافقت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ موافقت کرے بجز اس صورت کے جس پر نہی وارد ہو اور اس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو۔

مسئلہ: ادب یہ ہے کہ وجد والوں کے ساتھ رقص کرتا ہوا نہ اٹھے اگرچہ وہ لوگ اس کا ناچ برا جانتے ہوں اور ان کے احوال میں فساد نہ ڈالے۔ اس لئے کہ جو رقص بغیر اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہے اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہے اس میں سب کو بناوٹ کا اثر معلوم ہوتا ہے اور جو بدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اس کو طبائع ثقیل محسوس نہیں کرتی۔

خلاصہ: حاضرین مجلس اگر اہل باطن ہوتے ہیں تو ان کے قلوب صداقت اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہیں

فائدہ: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اس کا صحیح ہونا یہ ہے کہ اہل وجد اسے قبول کریں بشرطیکہ اس کے موافق ہوں مخالف نہ ہو۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ طبائع رقص سے نفرت کرتی ہیں اور ظاہراً گمان ہوتا ہے کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہے کہ جب کوئی دینی امر میں جدوجہد کرنے والا دیکھتا ہے تو اس کا انکار کرتا ہے۔

جواب: کوئی کتنا ہی لہو سے بیزار ہو اس کی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ ہوگی۔ حالانکہ آپ نے مسجد میں حبشیوں کو رقص کرتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اس کے لائق تھا اور وہ لوگ اس کے لائق تھے یعنی عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے تھے۔ ہاں ناچ سے اس لئے طبائع متنفر ہیں کہ اکثر اس کے ساتھ لہو و لعب ہوتا ہے اور لہو و لعب بہر حال مباح ہے مگر عام لوگوں کے لئے جیسے زنگی اور حبشی بڑے مرتبہ والے اور بزرگوں کے لئے مکروہ ہے کہ ان کی شان کے لائق نہیں اور جو چیز اسوجہ مکروہ ہو کہ اہل مراتب کے لائق نہیں اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے وہ اس کو روٹی دے دے تو روٹی دینا عمدہ عمل ہے اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اسے صرف ایک یا دو روٹی دے تو تمام لوگوں کے نزدیک برا ہو گا اور تاریخ میں لکھا جائے گا کہ منجملہ بادشاہ کی برائیوں کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ بخیل تھا اور اس کی اولاد و احفاد کو اس کی وجہ سے عوام شرم دلائیں گے مگر باوجود اس کے یوں نہیں کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اس لئے کہ اس ۔ اس اعتبار سے کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہے مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک روٹی کا دینا نہ دینے کے برابر ہے اور برا بھی ہے اسی طرح ناچ اور دوسرے مباحات کو سمجھے کہ عوام کے حق میں مباح ہیں اور نیک بندوں کے حق میں برائیاں ہیں اور نیکوں کی بھلائیاں مقرب بندوں کے حق میں برائیاں ہیں لیکن یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ اس کو بلحاظ منصب کے دیکھیں ورنہ اگر بلحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھیں تو یہی حکم کرنا واجب ہو گا کہ بذات خود اس میں

کوئی حرمت نہیں۔

اقسام سماع

فائدہ: تفصیل گذشتہ سے ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہے۔ حرام۔ مباح۔ مکروہ اور مستحب۔

سماع حرام: ان لوگوں کے حق میں سماع حرام ہے جو نوجوان ہوں اور جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع ان میں کسی قسم کی تحریک نہ کرے گا سوائے اس کے جو بری صفات ان کے قلوب پر غالب ہیں وہ حرکت میں آجائیں گی۔

مکروہ: ان کے حق میں مکروہ ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو تصور نہیں کرتے مگر اکثر اوقات اسے لہو و لعب کے طور پر عادت بنا لیتے ہیں۔

مباح: ان لوگوں کے حق میں مباح ہے کہ جنہیں سماع سے کوئی فائدہ سوائے خوش آوازی سے لذت پانے کے نہیں۔

مستحب: ان لوگوں کے لئے مستحب جن پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور سماع سوائے صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک نہیں کرتا (صلی اللہ علیہ سیدنا محمد و آلہ وسلم)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

تمہید: اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا دین کا بڑا ستون ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے اور اس کے علم اور عمل کو بیکار چھوڑا جائے تو غرض نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تام اور جہالت شائع اور فساد زائد اور فتنہ بپا ہو جائے گا اور بلاد خراب اور بندگان خدا تباہ ہو جائیں گے اگرچہ وہ ہلاکت سوائے قیامت کے نہ جانیں اور کہیں کہ جس بات کے ہونے کا ہمیں ڈر تھا وہ ہو گئی (اناللہ وانا الیہ راجعون) یعنی وہ سمجھیں کہ ستون اعظم کا علم و عمل جاتا رہا اس کی حقیقت اور نشان باقی نہ رہا اس کا سب کچھ مٹ گیا۔

قلوب پر خلق خدا کی رو و رعایت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوات میں جانوروں کی طرح ہیں روئے زمین پر ایسا سچا ایمان دار نایاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ملامت گروں کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے میں کوشش کرے گا اور پیروی دین سے اس سنت کا اجراء کرے گا وہ تمام لوگوں میں احیاء سنت کی وجہ سے نامور ہو گا اور ایسا اجر پائے گا کہ کوئی ثواب اس کے ہم پلہ نہ ہو اور ہم اس باب کے مضمون کو چار فصلوں میں لکھتے ہیں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب اور ان کی فضیلت: اس کے ترک کی مذمت کے علاوہ امر معروف اور نہی عن المنکر پر اجماع امت ہے اور عقل سلیم اس کی خوبی کی شاہد ہے اس کے لئے آیات قرآنی و احادیث و آثار بھی ہیں۔

آیات قرآنی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

(پ 4 آل عمران 104)

ترجمہ: تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت میں وجوب پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ و لتکن صیغہ امر ہے اور امر کا ظاہر ایجاب ہے فلاح اس سے

وابستہ ہے اس لئے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ یہی ہیں فلاح پانے والے امر معروف و نہی منکر فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اگر امت میں سے بعض اس پر کاربند ہوں گے تو باقیوں کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ تم سب ایسے ہو جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لئے جب اس پر ایک یا زیادہ عمل کریں گے تو دوسروں سے فرض ساقط ہو جائے گا اور مخصوص فلاح وہی ہوں گے جو اس پر عمل کریں گے اگر تمام مخلوق میں سے کوئی بھی یہ کام نہ کرے تو وبال سب پر ہو گا بالخصوص ان لوگوں پر جن کو امر معروف و نہی منکر کی قدرت ہے۔

2- لیسوا سواء اہل الکتاب امتہ قائمتہ یتلون آیات اللہ آناء الیل وہم یسجدون یومنون باللہ والیوم الآخر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و یسارعون فی الخیرٰت واولٰئک من الصالحین پ 4 آل عمران 113 ترجمہ کنزالایمان : سب ایک سے نہیں کتابوں یں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ رات کی گھڑیوں میں اورسجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

فائدہ: اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح و نیک بختی کو متعلق نہیں فرمایا بلکہ ایمان پر امر معروف و نہی از منکر کو بھی زیادہ کیا۔

3- والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ (التوبہ 71) ترجمہ کنزالایمان : اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں۔

فائدہ: اس آیت میں ایمانداروں کا وصف یہ فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہیں تو جو کوئی امر معروف کو ترک کرے گا وہ ان ایمانداروں کے زمرہ سے خارج ہو جن کا وصف اس آیت میں مذکور ہے۔

4- لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسٰی ابن مریم ذلک بما عصو وکانو یعتدون کانوالا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانو یفعلون (المائدہ 79'78)

ترجمہ کنزالایمان : لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

فائدہ: اس آیت میں نہایت سختی ہے کہ انہیں لعنت کا مستحق بتایا کہ انہوں نے نہی از منکر کو ترک کیا تھا۔

5- کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر (آل عمران 110)

ترجمہ کنزالایمان : تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

فائدہ: اس آیت میں امر معروف اور نہی منکر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت ہیں۔

6- فلما نسوا ماذکروا بہ انجینا اللذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانو یفسقون (الاعراف 165)

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچا لئے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا

فائدہ: اس میں بیان فرمایا کہ ان لوگوں نے نجات حاصل کی جنہوں نے بری بات سے منع کیا نیز یہ آیت اس کے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے۔

7- الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (حج 41)

ترجمہ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم نے انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں

فائدہ: اس آیت میں امر معروف و نہی از منکر کا ذکر نماز اور زکوٰۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف ہیں۔

8- وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون (المائدہ 2)

ترجمہ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو

فائدہ: اس میں تو امر قطعی ہے اور تعاون کا معنی ہے خیر بھلائی پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقوں کو آسان کرنا اور برائی اور تعدی کی راہیں بند کر دینا جہاں تک ہو سکے ممکن ہو۔

9- لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون (المائدہ 63)

ترجمہ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بے شک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

کیوں نہیں منع کرتے ان کو درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا برے کام ہیں کو یہ کر رہے ہیں۔

فائدہ: اس میں بیان فرمایا کہ نہی از منکر کے ترک سے وہ گناہگار ہوئے۔

10- فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض

ترجمہ: کیوں نہ ہوئے ان زمانوں میں سے پہلے کوئی لوگ جن میں اثر رہا ہو کہ منع کرتے فساد کرنے سے ملک میں (کنزالایمان)

فائدہ: اس میں بین فرمایا کہ ہم نے سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر تھوڑے سے لوگوں کو جو فساد سے منع کرتے تھے۔

11- یاایہاالذین آمنو کونواقوامین بالقسط شہداء للّٰہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین (النساء 135)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارے اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔

قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف سے اگرچہ نقصان ہو تمہارا اپنا یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔

فائدہ: والدین اور اقارب کے حق میں امر معروف یہی تو ہے۔

12- لاخیر فی کثیر من نجواہم الامن امر بصدقتہ او معروف اواصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاءمرضات اللّٰہ فسوف نوتیہ اجراً عظیما" (النساء 116)

ترجمہ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو ان کی رضا چاہے کو ایسا کرنے سے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

13- وان طائفتان من المومنین اقتتلو فاصلحوا بینہما (الحجرات 9)

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ

فائدہ: اصلاح اس کا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور قائم رکھے اور اگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالٰی نے اس کے ساتھ جنگ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے

فقاتلو التی تبغی حتی تفی الی امر اللّٰہ (پ26 الحجرات 9)

ترجمہ کنزالایمان: تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کو وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

فائدہ: اسی کا نام نہیں از منکر ہے۔

احادیث مبارکہ

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت ذیل پڑھتے ہو پھر اس کی تفسیر اور اس کی مراد کے خلاف کرتے ہو۔

یاایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (المائدہ 105)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

ما بین قوم عملوابالمعاصی و فیہم من یقدران منکر علیہم فلم یفعل الا یوشک ان یعمہم بعذاب من عندہ

ترجمہ: جو قوم گناہ کرتی ہے اور ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کو منع کر سکتا ہے لیکن اس نے منع نہ کیا تو عجب دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے۔

2- ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم

کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا

امر بالمعروف وانہ عن المنکر فاذا رائیت شحا" مطاعا" وھوی تبعًا ودنیا" موثرۃ واعجاب کل ذی رای برائیہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام ان من ورائکم فتنا لقطع اللیل المظلم للتمسک فیھا بمثل الذی انتم علیہ اجری خمیس منکم قیل بل منھم یارسول اللہ قال لا بل منکم لا نکم تجدون علی علیہ اعونا" ولا یجودون علیہ اعوانا"

ترجمہ: حکم کر اچھے کام کا اور منع کر بری بات سے پھر جب تو دیکھے کہ بخل اطاعت کیا گیا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی گئی ہے اور دنیا کو ترجیح دی ہوئی ہے اور ہر تجویز والے کا اپنی تجویز کا اچھا جانتا ہے تب تو اپنی جان کی فکر کر اور عوام کو ترک کر بیشک تمہارے پیچھے فتنے ہیں جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے جو کوئی ان میں دین کا تمسک کرے گا جیسے تم ہو اس کو تم میں سے پچاس شخصوں کا ثواب ملے گا اس لئے کہ تم خیر پر مددگار پاتے ہو اور ان کو خیر پر مددگار میسر نہ ہوں گے۔

3- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس کا وقت یہ زمانہ نہیں کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے ہیں بلکہ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ تم امر معروف کرو گے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائے گا (یعنی لوگ ایذا دیں گے) اور تم کچھ کہو گے تو کوئی تمہاری بات نہ مانے گا اس وقت تمہیں اس آیت کے مطابق کرنا چاہئے۔

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (المائدہ 105) ترجمہ الخ

4- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے اوپر شریروں کو مسلط کر دے گا پھر تمہارے اچھے لوگ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا مقبول نہ ہو گی۔

فائدہ: معنی یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی ہیبت بروں کی نظروں سے ساقط ہو جائے گی کہ اس سے خوف نہ کریں گے۔

5- حدیث: ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو اس سے پہلے کہ تم دعا مانگو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔

6- ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ ملکر امر معروف اور نہی منکر سامنے ایسے ہیں جیسے پھوک گہرے دریا کے سامنے۔

7- فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا کہ کس چیز نے تجھے باز رکھا کہ جب تو نے بری بات دیکھی تو منع نہ

کیا اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلا دے گا تو عرض کرے گا کہ الٰہی میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور لوگوں سے ڈر گیا۔

8- حدیث:- فرمایا

ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا مالنا بدانما ہی مجالسنا تحدث فیھا قال فاذا ابیتم الا ذلک فاعطرالطریق حقھا قالوا ما حق الطریق قال غض البصر کف الاذی ورد والسلام وامر بالمعروف و نھی عن المنکر

ترجمہ: کنارہ کرو راہوں پر بیٹھنے سے انہوں کہا کہ اس سے ہم کو گریز نہیں یہ تو مجلس ہماری ہیں ان میں ہم باہم دیگر باتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر بدوں بیٹھے نہیں مانتے تو راہ کا حق دیا کرو عرض کیا کہ راہ کا حق کیا ہے۔ فرمایا کہ آنکھ کا نیچے رکھنا اور ایذا سے باز رہنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم کرنا اور بری سے منع کرنا۔

9- فرمایا کہ تمام کلام ابن آدم کا اسے مضر ہوتا ہے مفید نہیں ہوتا بجز امر معروف یا نہی منکر یا ذکر الٰہی عزوجل کے۔

10- فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عذاب نہیں کرتا عوام کے گناہوں کے سبب سے یہاں تک کہ ان میں کوئی برائی دیکھے اور وہ باوجودیکہ اس کے روکنے پر قادر ہوں مگر نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ نہیں عذاب کرتا ہے۔

11- ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہاری عورتیں سرکش ہو جائیں گی۔ اور نوجوان بدکار ہو جائیں گے اور تم جہاد چھوڑ دو گے۔

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ بات ضرور ہو گی آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہو گی تو صحابہ نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیا کیفیت ہو گی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کرو گے اور بری بات سے منع نہ کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ایسے ہو گا آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہو گا انہوں نے عرض کیا اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیا کیفیت ہو گی۔ جب تم بری بات کا امر کرو گے اور اچھی بات سے منع کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ آیا ایسے ہو گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ایسا فتنہ بھیجوں گا کہ عقلمند اس میں حیران رہ جائے۔

12- عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ظلم سے قتل کیا جائے اس کے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہاں موجود ہو اور اس کی آفت کو نہ ٹالے لعنت برستی ہے اور جو شخص ظلم سے پیٹا جائے اس کے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اس کے پاس رہے اور اس پر سے ظلم دفع نہ کرے تو اس پر لعنت برستی ہے۔

 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ موجود ہو تو اسے لائق نہیں کہ بغیر حق بات کہے باز رہے اس لئے کہ اجل سے پہلے تو مرنے کا نہیں اور جو رزق اس کی تقدیر میں ہے اس سے ہرگز محروم نہ ہو گا (یعنی پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے)

فائدہ: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ظالموں اور فاسقوں کے گھر میں جانا درست نہیں اور نہ ان جگہوں میں جہاں بری بات دیکھنی پڑے اور اس کے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہ ہو کیونکہ حدیث مذکور میں فرمایا ہے کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہے تو جو حاضر ہو گا وہ مستحق لعنت ہو گا اور آدمی کو بلا ضرورت بری بات کا مشاہدہ جائز نہیں اور عذر سے کہ ہم تو عاجز ہیں ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہے۔

طریقہ صالحین: بعض حضرات نے گوشہ نشینی اختیار کی کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بازاروں اور عیدوں اور مجمعوں میں سب میں بری باتیں سرزد ہوتی ہیں اور وہ ان کے دفع کرنے عاجز ہیں اور یہ امر چاہتا ہے کہ خلق سے ہجرت کرنا لازم ہے۔

حضرت عمر ثانی کی تقریر: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سیاحوں نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے جدائی کی اس کی وجہ یہی ہوئی کہ ان پر وہی بلا اتری جو ہم بھگتتے ہیں یعنی شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ ناصح کی کوئی بات نہیں مانتا اور فتنے برپا ہیں اور یہ خوف کیسا ہے کہ ہمیں پیش نہ آئیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب ان لوگوں پر نازل ہوا اور ان کے ساتھ ہم بھی محفوظ نہ رہیں۔ اور خیال کیا کہ درندوں کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا ان لوگوں کے پاس رہنے اور آسائش کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ففروا الی اللّٰہ انی لکم منہ نذیر مبین (الذریت 50)

ترجمہ: تو اللہ عزوجل کی طرف بھاگو۔ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

فرمایا کہ بعض لوگوں نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبوت میں کوئی راز نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی علیہ السلام ان لوگوں سے افضل نہیں ہیں اس لئے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ (فرشتے علیہم السلام) ان لوگوں سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہیں اور بادل درندے ان کے پاس ہو کر نکلتے ہیں اگر کوئی ان میں سے ان کو پکارتا ہے تو جواب دیتے ہیں اور اگر ابر درندوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس جگہ کا حکم ہوا ہے تو ان کو بتا دیتے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔

فائدہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی معصیت کی جگہ میں حاضر ہوا اور اس کو برا جانا تو وہ ایسا ہے گویا اس میں نہ تھا اور جو شخص معصیت میں شریک نہ ہو مگر اس کو اچھا جانے تو وہ ایسا ہے گویا اس میں حاضر ہے حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ میں حاضر ہو یا اتفاقاً معصیت اس کے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔ پہلی حدیث

اس کی دلیل ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا ہے اس کے حواری بھی ہوئے ہیں پھر جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا اس مدت تک نبی اپنی قوم میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے مطابق عمل کرتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اٹھا لے گا تو حواری اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے مطابق اور اپنے نبی کے طریق کے موافق عمل کرتے رہیں گے اور جب وہ چل بسیں گے تو ان کے بعد ایک قوم ایسی ہو گی کہ ممبروں پر بیٹھ کر باتیں کہیں گے جن کو جانتے ہیں اور کام وہ کریں گے جن کو نہیں جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے ان پر جہاد کرنا واجب ہے۔ اور اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو زبان سے جہاد کرے او اگر زبان سے بھی نہ ہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اس کے بعد اسلام نہیں۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک گاؤں کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور ان میں چار اشخاص ان کے اعمال کو برا جانتے تھے ان میں سے ایک مستعد ہوا اور لوگوں سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہو ان سے باز آؤ غرضکہ ان کو منع کرتا اور ان کے افعال کی برائی کرنی شروع کی وہ لوگ اس کے اقوال کو رد کرتے رہے۔ او اپنے افعال سے باز نہ آئے اس نے ان کو برا کہا آخر کو اس نے ان سے قتل کیا وہ لوگ اس پر غالب رہے پھر یہ ان سے علیحدہ ہو گیا۔ اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میں نے ان کہ منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور میں نے انکو برا کہا انہوں نے مجھ کو برا کہا اور میں نے جنگ کی وہ غالب رہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ پھر دوسرا شخص ان کے منع کرنے کو مستعد ہوا اس کی اطاعت بھی نہ کی اور اس نے ان کو سخت کہا تو انہوں نے بھی اس کو سخت کہا وہ بھی یہ کہہ کر چلا گیا علیحدہ ہو گیا کہ الٰہی میں نے ان کو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور میں نے ان کو برا کہا تو انہوں نے مجھ کو برا کہا اور اگر میں ان سے لڑتا تو یہی غالب رہتے پھر وہ چلا گیا۔ تیسرا اٹھا اور ان کو منع کیا انہوں نے نہ مانا اگر میں ان کو گالی دیتا تو وہ مجھ کو دیتے اور اگر میں جنگ لڑتا تو وہ جیت جاتے۔ وہ بھی چلا گیا۔ اور چوتھا قائم ہوا اس نے یوں عرض کیا کہ الٰہی میں اگر ان کو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر برا کہتا تو مجھ کو برا کہتے اور اگر لڑائی لڑتا تو وہ غالب رہتے یہ کہہ کر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ چوتھا شخص ان چاروں میں سے مرتبہ میں کم تر تھا مگر تم میں اس کے مثل سے بھی کم ہی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گاؤں تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ اس میں نیک بندے بھی ہوں آپ نے فرمایا ہاں سائل نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ نیک بندوں نے سستی کی اور اللہ تعالیٰ کی معصیتوں پر سکوت اختیار کیا۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں پر الٹا کر دو اس فرشتے نے عرض کیا کہ یا رب عزوجل اس بستی میں تیرا فلاں بندہ ہے جس نے تیری نافرمانی ایک لحہ بھی نہیں کی حکم ہوا کہ اس پر اور تمام بستی والوں پر طبقہ الٹ دے کہ اس شخص کا چہرہ ایک ساعت کا اس بستی والوں کی معصیت پر نہیں بدلا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستی کے لوگوں کو عذاب دیا گیا جس میں اٹھارہ ہزار افراد تھے کہ ان کے عمل انبیاء علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ناراض نہیں ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بری بات سے نہی کرتے تھے۔ اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ یا رب عزوجل تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک کون سا محبوب تر ہے فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا کرگس اپنی خواہش پر جھپٹتا ہے اور جو میرے نیک بندوں پر ایسا عاشق ہو جیسے شیر خوار بچہ پستان پر ہوتا ہے۔ اور جس وقت میری حرام کی ہوئی چیزوں میں داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسے چیتا اپنے انتقام کے لئے غصہ کرتا ہے کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غصہ کرتا ہے تو بے پرواہ نہیں کرتا کہ آدمی کم ہیں یا زیادہ

فائدہ: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی شدت میں امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہے حضرت ابو ذرغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ سوائے مشرکوں کے قتل کے کوئی اور بھی جہاد ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں اے ابوبکر زمین میں اللہ تعالیٰ کے جہاد کرنے والے شہیدوں سے افضل ہیں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں زمین پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور انکے لئے جنت ایسی آراستہ ہوتی ہے جیسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنے والے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہیں پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسے کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ ان میں سے شہید کے بالاخانوں کے بالاخانہ میں رہے گا ہر بالاخانہ میں تین لاکھ دروازے ہوں گے کہ بعض ان میں سے یاقوت اور سبز زمرد کے ہوں گے اور ہر دروازہ پر نور ہو گا اور ان میں سے ایک کا نکاح تین لاکھ حوروں نیچی نگاہ بڑی آنکھوں والی کے ساتھ ہو گا جب ان میں سے کسی کی طرف التفات کرے گا اور دیکھے گا تو وہ کہیں گی کہ مجھے یاد بھی ہے فلاں روز تو نے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا۔ اور جب ان میں سے کسی کی طرف توجہ کرے گا تو وہ اس کے سامنے ان مقامات کا ذکر کرے گی جن میں اس نے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بری بات سے منع کیا۔ اور حضرت ابوعبیدہ جراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک برتر کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کو اچھی بات کا امر کیا اور بری بات سے منع کیا اور اسی وجہ سے اس نے اس کو مار ڈالا اور اگر ظالم نے اس کو قتل نہ کیا تو ظلم اس پر اس کے بعد نہ چلے گا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے۔ (یعنی ثواب اتنا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کرے گا تو اگر مارا گیا تو شہید ہو اور نہ گناہ نامہ اعمال میں عمر بھی نہ لکھے جائیں گے۔)

اور حضرت بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہیدوں میں افضل وہ شخص ہے کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو کر اس کو اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات

سے منع کرے اور وہ ظالم اسی وجہ سے اسے مار ڈالے۔ تو اس شہید کا رتبہ جنت میں حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہو گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بری قوم وہ لوگ ہیں جو انصاف کا حکم نہیں کرتے اور بری قوم وہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتی۔

اقوال اسلاف: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی بادشاہ ظالم مسلط کر دے گا وہ نہ تمہارے بڑے کی توقیر کرے گا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائے گا اور تمہارے نیک بندے اسے بددعا دیں گے تو ان کی دعا مقبول نہ ہو گی اور تم مدد مانگو گے تو مدد نہ ملے گی اور استغفار کرو گے تو تمہاری مغفرت نہ ہو گی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ زندوں میں مردہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو بری بات اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے برا کہے۔

مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء سے ایک عالم تھا کہ اس کے مکان پر مرد و عورت جمع ہو کرتے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے واقعات و انتقالات جو اہل دنیا میں گذرتے رہتے ہیں سنایا کرتا ایک روز اپنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر اسے آنکھوں سے غلط اشارے کرتا ہے تو اس کو کہا بس کر بیٹا بس کر راوی کہتاہے کہ وہ عالم تخت پر سے گر گیا اور گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اس کی عورت کا اسقاط ہو گیا اور اس کے بیٹے لشکر میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں عالم سے کہہ دو کہ میں تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کروں گا کہ تیرا غصہ میری خاطر نہ تھا صرف اتنا ہی کہا کہ بس کر بیٹا بس کر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اگر میں ان میں مردہ گدھا ہوں تو مجھے وہ لوگ اس ایماندار سے محبوب تر جانیں جو ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

نمونہ وحی یوشع علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نوح علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے ہلاک کروں گا انہوں نے عرض کیا الٰہی بد لوگ تو برے ہیں مگر نیکوں کا کیا قصور ہے۔ ارشاد ہوا کہ انہوں نے میرے غصہ کیلئے غصہ نہ کیا اور بروں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔

فائدہ: بلال بن سعید نے فرمایا کہ معصیت جب پوشیدہ کی جاتی ہے تو معصیت کرنے والوں کے سوا اور کسی کو نقصان نہیں دیتی اور جب کھلم کھلا کی جاتی ہے تو اسے کوئی منع نہیں کرتا تو عوام کو نقصان دیتی ہے۔

حکایت: حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ قوم میں تمہاری قدرومنزلت کیسی ہے۔ اس نے کہا کہ بہتر ہے فرمایا کہ توریت تو اس کے خلاف کہتی ہے پوچھا کیا کہتی ہے فرمایا کہ توریت کہتی ہے کہ جب کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اس کی قوم کے نزدیک اس کی قدرومنزلت کم ہو جاتی ہے۔ ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ

کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی عنہما عمل کے ہاں جایا کرتے پھر آپ نے آنا جانا بند کردیا کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ ان کے پاس تشریف لے جائیں گے تو شاید ان کے دل میں آپ کا خوف رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں کچھ بولوں تو وہ سمجھیں گے کہ ان کا حال کچھ ہے اور قال کچھ' اگر خاموش رہوں تو بھی خوف ہے کہ گنہگار نہ ہو جاؤں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو امربالمعروف سے عاجز ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس جگہ سے دور رہے۔ اور ایسی جگہ چلا جائے کہ جہاں گناہ نہ ہوں۔

فائدہ: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلا جہاد ہاتھوں کا جہاد ہے پھر زبان کا پھر دل کا جب دل اچھی بات کو نہیں پہنچانتا اور بری کا انکار نہیں کرتا تو اوندھا کردیا جاتا ہے تاکہ اس کی اوپر کی طرف نیچے ہو جائے۔

فائدہ: سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے نفس کے سوا دوسرے پر قادر نہیں اور امر و نہی اپنی ذات کے متعلق بجا لاتا ہے اور دوسرے سے جو برائی ہو اسے دل سے برا جانتا ہے تو جس قدر امربالمعروف اور نہی عن المنکر اسے چاہیئے اس نے اس کا حق ادا کردیا۔ فضیل رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ بعض لوگوں نے امرونہی کی تو کافر ہوگئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے عوض ان کو جو تکلیف دی گئی تو اس پر انہوں نے صبر نہ کیا۔ حضرت ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ جب سمندر کا بند ٹوٹ جائے تو پھر اسے کون کون بند کرسکتا ہے۔

فائدہ: ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اگر اس کی بجاآوری کی قدرت ہو تو اس کا فرض ساقط نہ ہوگا۔ سوائے اس کے کہ کوئی اس کی بجاآوری پر قائم ہو۔ اب ہم ان کے شرائط اور اس کے واجب ہونے کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔

امربالمعروف و نہی عن المنکر کے ارکان و شرائط: امربالمعروف و نہی عن المنکر دونوں کو حسبتہ کہتے ہیں اور حسبتہ کے چار ارکان ہیں۔ (1) محتسب (2) محتسب علیہ یعنی مجرم (3) محتسب فیہ یعنی معصیت (4) خود احتساب۔ ان چاروں میں سے ہر ایک کیلئے جدا جدا شرائط ہیں۔

شرائط محتسب: محتسب کے شرائط یہ ہیں کہ وہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو۔ ان شرائط سے مجنون اور غیر بالغ اور کافر اور عاجز نکل گئے رعایا میں سے ہر ایک داخل رہا جو بھی ہوا اگرچہ اسے بادشاہ کی طرف سے اذن نہ ہو

اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف میں داخل ہیں۔ اب ہم ان شرطوں کی وجہ بیان کرتے ہیں اور نیز جن قیدوں کو ہم نے چھوڑ دیا۔ ان کے چھوڑنے کا سبب لکھیں گے۔

شرط (1): تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اس کی وجہ ظاہر یہ ہے کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہیں اور ہم نے جو شرائط لکھی ہیں۔ ان سے مراد شرط وجوب ہے نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی مقتضی ہے۔ اس میں بلوغ بھی شرط نہیں۔ حتیٰ کہ لڑکا باتمیز قریب اگرچہ مکلف نہیں مگر اسے جائز ہے کہ بری بات کو منع کرے اور شراب بہا دے اور کھیل کی چیزیں توڑ ڈالے اور جب وہ یہ افعال کرے گا تو ثواب پائے گا اور کسی کو جائز نہیں کہ اسے ان افعال سے روکے اس خیال پر کہ یہ تو مکلف نہیں کیونکہ یہ افعال ثواب کے ہیں اور نابالغ لڑکا ثواب کا اہل ہے مثلاً نماز اور اس کی امامت اور دوسرے ثواب کے کاموں کا اہل ہے اور احتساب کا حکم ولایتوں جیسا نہیں کہ اس میں جواز کیلئے بھی تکلیف شرط ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کو غلام اور رعیت کے ہر فرد کیلئے جائز رکھا ہے۔ ہاں برے فعل سے منع کرنے میں اور بری بات کے فساد میں ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہے مگر یہ حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہے جیسے مشرک کا مارنا اور اس کے اسباب کا ابطال اور ہتھیاروں کا چھین لینا کہ نابالغ لڑکے کو بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس سے خود اس نابالغ لڑکے کو نقصان نہ ہو تو پھر کفر سے منع کرنا درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔

شرط (2): ایمان کی قید کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہے تو اس کا اہل وہ کیسے ہو سکتا ہے جو اصل دین کے منکر اور دشمن ہوا۔

شرط (3): عادل ہونا اسے بعض علماء نے شرط کہا ہے اور فرمایا کہ فاسق کو احتساب درست نہیں۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان لوگوں کو وعید سنائی جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتامرون بالبر وتنسون انفسکم (البقرہ 44) ترجمہ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ اور فرمایا کبر مقتا عنداللہ ان تقولو مالا تفعلون۔ (الصف 3) ترجمہ کنزالایمان: کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

واعظ (مقرر خطیب) بے عمل کی سزا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج۔ میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کے مقراضوں سے کاٹے جاتے تھے میں نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود نہیں کرتے تھے اور بری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود مرتکب ہوتے تھے۔

اسلہ صرف اپنے جیسے نابالغوں کے لئے ورنہ نابالغ کی امامت میں بالغ نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کی تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ۔ نابالغ امام کے پیچھے نماز کا حکم۔ پڑھئے۔ اویسی۔

وحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نمونہ: اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان جائے پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔ (4) یہ دلیل بطور قیاس بیان کی جاتی ہے کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اس پر فرع ہے کہ خود راہ راست پر ہو۔ اسی طرح غیر کی اصلاح اپنی اصلاح کی فرع ہے اور اصلاح اپنے نفس کی زکوٰۃ ہے تو جو شخص خود درست اور اچھا نہ ہو گا وہ دوسرے کو کیسے درست کرے گا۔

فائدہ: جتنا دلائل انہوں نے لکھے ہیں۔ سب خیالات ہیں حق یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ کیا احتساب میں۔ یہ شرط ہے کہ محتسب تمام گناہوں سے معصوم ہو اگر یہ شرط ہے تو خلاف اجماع ہے اور نیز باب احتساب بالکل بند کرتا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی نہ تھے اوروں کا تو کیا ذکر ہے بلکہ انبیاء علیہ السلام کی عصمت میں اختلاف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیاء کا معصیت کی طرف نسبت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اسی لئے سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی کرے جس میں کوئی گناہ نہ ہو تو کوئی بھی اس امر کی تعمیل ذکر کر سکے گا۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو ان کا یہ قول پسند آیا۔ (سوال) معصوم ہونا صغیرہ گناہوں سے مشروط نہیں۔ یہاں تک کہ ریشم پہننے والے کو جائز ہے کہ زنا اور شراب خواری سے منع کرے؟ (جواب) ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شراب خوار کو جائز ہے کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنے کا احتساب کرے اگر کہیں کہ جائز ہے تو خلاف اجماع ہو گا۔

اس لئے کہ مسلمانوں کے لشکروں میں ہمیشہ نیک اور بہادر شراب خوار تیموں پر ظلم کرنے والے ہر قسم کے آدمی ہوتے تھے ان کو جہاد سے ممانعت نہ دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مبارک میں ہوئی نہ آپ کے بعد اگر یہ کہیں کہ شراب خوار کو جہاد کرنا اور کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہے تو ہمارا سوال ہے کہ اسے یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے؟ اگر کہیں کہ جائز نہیں تو ہم کہیں گے کہ پھر شراب خوار اور ریشم پوش میں فرق بتانا چاہئے کہ ریشم پوش کو جائز ہے کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کے بالمقابل اتنا برا ہے جیسے شراب خوری ریشم پوشی کے بالمقابل اس میں کسی طرح کا فرق نہیں معلوم ہوتا اگر کہیں کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے اور اس کی علت یہ بیان کریں کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہے تو وہ اسی جیسے گناہ اور اس سے کم رتبہ سے منع نہیں کر سکتا۔ ہاں اس سے زیادہ گناہ کو منع کر سکتا ہے تو یہ دعویٰ بے دلیل اور زبردستی ہے کیونکہ جب یہ بعید نہیں کہ انسان خود شراب پیئے اور اپنے غلاموں اور خادموں کو شراب خواری سے منع کرے اور کہے کہ مجھ پر نہی کا اور دوسرے کو نہی کرنا دو باتیں واجب ہیں تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ اگر میں نے ایک بات میں معصیت کی تو دوسری میں بھی اللہ تعالیٰ کا مجرم ہو جاؤں اور جس صورت میں کہ منع کرنا مجھ پر واجب ہے تو اس کا وجوب میرے ارتکاب کی وجہ سے کیسے ساقط ہو جائے گا اور واقع میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یوں کہیں کہ منع کرنا شراب خوری

1 یہ صرف لفظاً ورنہ معنی وہ کوئی معصیت نہیں۔ اویسی غفرلہ

منع کرنے سے اس پر اس وقت تک واجب ہے کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لے گا تو اس پر سے منع کرنا ساقط ہو جائے گا۔

سوال: اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ مجھ پر وضو اور نماز دونوں واجب ہیں مگر میں وضو کرتا ہوں اگرچہ نماز نہ پڑھوں اور سحری کھاتا رہوں اگرچہ روزہ نہ رکھوں مستحب تو میرے لئے دونوں ہیں؟

جواب: ان دونوں میں سے ایک چیز دوسرے پر مترتب ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر کا سیدھا درست کرنا اپنی راستی پر مترتب ہے۔ اس لئے پہلے اول اپنے نفس کی درستی چاہئے پھر دوسرے کی بموجب مثل اول خویش بعدہ درویش۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سحر کا کھانا روزہ نہ ہوتا تو سحر کھانا مستحب نہ ہوا اور جو چیز کہ غیر کیلئے مطلوب ہوتی ہے وہ اس غیر سے جدا نہیں ہوا کرتی اور صورت متنازعہ فیہ میں غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کیلئے مقصود نہیں ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی اصلاح کیلئے لازم۔ ایک کو دوسرے پر موقوف کرنا زبردستی ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس لئے اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کا امر بجالائے گا اور اس کا عذاب اس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو دونوں کا تارک ہے ایسے ہی جو شخص منع کرتا اور خود باز رہتا۔ دونوں باتیں ترک کرے گا اسے عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اس کے جو دوسرے کو منع کرے اور خود ترک نہ کرے کیونکہ وضو شرط ہے لیکن ذاتی طور پر مقصود نہیں بلکہ نماز کیلئے مقصود ہے تو نماز کے بغیر اس کا کوئی اعتبار نہیں اور امر ونہی دونوں پر کاربند ہونے میں احتساب شرط نہیں تو ان دونوں صورتوں کو کوئی مشابہت نہیں۔

سوال: اس سے لازم آتا ہے کہ جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا منہ چھپائے ہوئے ہو پھر خود بخود منہ کھول دے اور مرد عین حالت زنا میں احتساب کرے کہ عورت سے کہے کہ تجھ پر زنا میں تو زبردستی ہوئی مگر منہ کھولنے میں تو تو خود مختار تھی تو نے جو مجھ غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ کھول دیا برا کیا اپنا منہ ڈھانک لے تو یہ احتسابِ نہایت برا ہے اسے ہر عقلمند برا سمجھتا ہے اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے؟

جواب: قاعدہ ہے کہ امر حق کبھی طبعاً" برا محسوس ہوا کرتا ہے اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہے اس کا لحاظ ضروری نہیں بلکہ لحاظ دلیل کا کیا جاتا ہے وہم و خیالات کی پیروی نہیں کی جاتی۔ قاعدہ پر ہم کہتے ہیں کہ مرد کا عورت سے کہنا (کہ چہرہ نہ کھول) واجب ہے یا حرام یا مباح اگر کہو کہ واجب ہے تب تو مقصد حاصل ہے۔ اس لئے کہ چہرہ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہے اور اس سے منع کرنا حق ہے اگر کہو کہ مباح ہے تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہے پھر یہ کہنا کہ فاسق کو احتساب درست نہیں اس کا کیا معنی ہو اگر کہو کہ حرام ہے تو ہم کہیں گے کہ احتساب تو واجب تھا حرام کیسے ہوگیا۔ اگر اس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا واجب حرام ہو جائے۔ ہاں طبعاً" نفرت کرے اور اس سے برا جاننے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اس مرد نے زیادہ تر

ضروری پرہیز ترک کرکے اس سے ملتر کو اختیار کیا اور طبائع جیسے اس بات کو برا جانتی ہیں کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بے فائدہ امر اختیار کرے۔ اسی طرح اس سے بھی نفرت کرتی ہیں کہ زیادہ ضروری امر چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرے۔ مثلاً کوئی شخص مغصوب شے کھانے سے تو احتراز کرے لیکن ہمیشہ زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کی جاتی ہے یا کوئی غیبت سے بچے لیکن جھوٹی گواہی دیتا رہے تو ایسے شخص سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جھوٹی گواہی دینا غیبت کی بہ نسبت زیادہ غلط اور سخت ہے۔ غیبت میں تو انسان وہی بات کہتا ہے جو دوسرے میں ہو یعنی سچ بولتا ہے بخلاف جھوٹی گواہی کے لیکن طبائع کا نفرت کرنا اس کی دلیل نہیں کہ ترک غیبت واجب نہیں اور نہ اس سے ثابت رہتا ہے کہ اگر کوئی غیبت کرے یا لقمہ حرام کھائے تو اس سے اسے عذاب زیادہ نہ ہوگا۔ اسی طرح آخرت میں کسی کو اپنے گناہ سے ضرور زیادہ عذاب ہوگا۔ یہ نسبت دوسرے کے گناہ کے ضرر نقصان سے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنا اور دوسرے کے بچاؤ میں مشغول ہونا طبائع میں اس وجہ سے کراہت محسوس ہوتی ہے کہ اکثر کو چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہے مثلاً اگر کسی کا گھوڑا اور لگام دونوں چھین لے جائیں اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام کی طلب میں مشغول ہو تو طبائع اس سے متنفر ہوں گی۔ اور کہا جائے گا کہ یہ برا کرتا ہے حالانکہ اس نے سوائے لگام کی طلب کے اور کوئی کام نہیں کیا اور وہ بری بات نہیں مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر لگام کی طلب میں مصروف ہوا اس لئے برا سمجھا گیا کہ اہم کو چھوڑا کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق کا احتساب اسی وجہ سے برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اس کا احتساب اس وجہ سے برا ہے کہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ہے۔

(2) وجہ فاسق کے احتساب کے برا محسوس ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہے اور کبھی جبرا اور جو خود نصیحت نہیں مانتا اس کا زبانی وعظ مفید نہیں ہوتا اور ہم کہتے ہیں کہ جو خیال کرے کہ میرا قول احتساب میں مقبول نہ ہوگا اس وجہ سے کہ لوگ مجھے فاسق جانتے ہیں تو اسے احتساب وعظ سے واجب نہیں کیونکہ اس کے وعظ میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ فسق اس کے وعظ کا فائدہ ساقط کردیتا ہے اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہوجاتا ہے تو وجوب وعظ بھی ساقط ہوجاتا ہے لیکن جس صورت میں کہ احتساب منع سے ہو تو اس سے مراد جبر ہے اور جبر کامل یہ ہے کہ غلبہ فعل اور حجت دونوں میں ہو تو جس صورت میں محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل میں غالب ہوگا تو حجت میں معلوم ہو گا کیونکہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ تم خود اس فعل سے مرتکب کیوں ہو۔ اسی وجہ سے اگر وہ حجت میں مغلوب ہو کر فعل میں غالب ہوگا تو طبائع اس کے فعل سے نفرت کریگی مگر اس سے یہ بات نہ ہوگا کہ وہ حق بھی نہ رہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دے اور اس کا باپ مظلوموں میں موجود ہو سے نہ چھوڑائے تو طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں لیکن یہ نہیں کہ مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھڑانا حق نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اس کا واجب نہیں۔ بالخصوص وہ جسے اس کا فسق معلوم ہو۔ اس لئے کہ وہ مانے گا نہیں پھر اس پر وعظ زبانی بھی واجب نہیں۔

مسئلہ: یہ خیال کرے کہ میرے احتساب سے لوگ انکار سے پیش آئیں گے بلکہ گالی دیں گے تو ہم کہتے ہیں کہ

اسے وعظ زبانی اس صورت میں جائز نہیں۔

خلاصہ: اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ فسق کی وجہ سے احتساب کی ایک قسم یعنی وعظ زبانی باطل ہوگیا اس کیلئے عدالت عادل ہونا شرط ہے ہاں دوسری قسم یعنی احتساب قہری میں عادل ہونا شرط نہیں تو مثلاً اگر فاسق شراب گرا دے اور کھیل کے آلات وغیرہ توڑ دے جبکہ ان امور پر اسے قدرت ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں یہ صورت نہایت انصاف کی ہے اور صاف اور واضح ہے۔

فائدہ: جن آیات سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے تو ان میں برائی مذکور ہے وہ یہ کہ ان لوگوں نے اچھی بات کو ترک کیا نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے امر کیا مگر ان کے امر کرنے سے ان کے علم کا غلبہ پایا گیا اور عالم دین پر عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اسے کوئی عذر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔ لم تقولون مالا تفعلون۔ میں جھوٹا وعدہ مراد ہے اور اس ارشاد میں۔ وتنسون انفسکم۔ اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانوں کو بھول گئے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے برائی کی کہ دوسروں کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسروں کا حال اس لئے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور ان پر حجت قوی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ پہلے تم خود کو نصیحت کرو۔ تو وہ احتساب زبانی کا حال ہے اور اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فاسق کا وعظ زبانی ان لوگوں کو غیر مفید ہے جو اس کے فسق سے آگاہ ہیں پھر اس کے آخر میں اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ مجھ سے شرم کر اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت ثابت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے حیا کرو اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم میں مشغول نہ ہو۔ مثلاً یوں کہا کرتے ہیں کہ پہلے اپنے باپ کا خیال کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔

سوال: اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتا دیکھے تو وہ بھی اس کا احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو کہنا کہ زنا نہ کرو واقع میں درست ہے یہ امر اس پر حرام ہونا تو محال ہے بلکہ مباح ہونا چاہئے یا واجب حالانکہ ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع ہو؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ (النساء 141) ترجمہ: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (کنزالایمان) تو اب اگر کافر مسلمان کو کسی برے فعل سے منع کرے گا تو یہ مسلمان پر کافر کے غلبہ کی صورت ہے جو بموجب آیت بالا کے نہ ہونی چاہئے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہے۔ اگر ذمی نے مسلمان کو صرف زبان سے کہا کہ زنا نہ کر تو یہ کہنا بذات خود اس پر حرام نہیں مگر اس اعتبار سے کہ اس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنے کی بو پائی جاتی ہے اور یہ مسلمان کی ذلت ہے تو اس وجہ سے منع کیا جائے گا اگرچہ مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہے لیکن کافر کی بہ نسبت باعزت ہے تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھ کر ہم احتساب سے منع کرتے ہیں ورنہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا نہ کر تو اسے سزا ملنی چاہئے۔ اس لحاظ

اس کی تعمیل کی۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اسے پہلے ہاتھ سے دفع کرے اگر یہ نہ ہوسکے تو زبان سے منع کرے اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو دل میں اسے برا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے تو اکابر سلف بھی سمجھتے تھے کہ سلاطین بھی ان میں داخل ہیں تو پھر ان کے اذن کی ضرورت کیسے ہوگی۔

گھوڑے ولی اللہ کے قدموں پر: خلیفہ مہدی (عباسی) جب مکہ مکرمہ میں آیا تو ایک عرصہ تک مقیم رہا۔ ایک دن طواف کرنے لگا تو لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق نے اس کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہے تجھے اس گھر کا مستحق زیادہ کس نے بنایا ہے کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اس کے پاس پہنچے تو تو اسے خانہ کعبہ تک نہ جانے دے اور زبردستی روک دے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سواء العاکف فیه والبار۔ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کو۔ اس ارشاد کے بعد تجھے استحقاق کس نے دیا۔ خلیفہ ان کا منہ تکنے لگا چونکہ انہیں پہنچانتا تھا۔ (اس لئے کہ آپ جو اس کے باپ دادا کے موالی میں سے تھے) کہنے لگا تو عبداللہ بن مرزوق ہے آپ نے کہا ہاں خلیفہ مہدی انہیں گرفتار کرکے بغداد لے گیا اسے نامناسب سمجھا کہ انہیں ایسی سزا دے جس سے عوام میں ان کی ذلت ہو اسی خیال سے انہیں گھوڑوں کے اصطبل میں بند کردیا کہ ان کی لاتوں اور ٹاپوں میں کچلے جائیں اور ایک موذی گھوڑا ان کے قریب کردیا تاکہ انہیں کاٹ کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام گھوڑوں کو ان کے تابع کردیا۔ گھوڑوں سے انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہوئی۔ راوی کہتا ہے پھر خلیفہ نے ان کو ایک حجرہ میں بند کرکے اس کی کنجی خود لے لی۔ تین دن کے بعد اس میں سے نکل کر باغ میں داخل ہوئے اور وہاں کے پھل کھانے لگے۔ مہدی کو اطلاع ہوئی اس نے آپ سے پوچھا کہ کس نے نکالا فرمایا کہ جس نے بند کیا تھا اسی نے نکالا۔ پوچھا بند کس نے کیا تھا فرمایا کہ جس نے نکال دیا۔ خلیفہ یہ سن کر چیخا کہ مجھے خوف نہیں کہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں آپ نے اپنا سر اس کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر موت و حیات تمہارے قبضہ میں ہوتی تو میں ڈرتا۔ خلیفہ نے پھر قید خانہ میں بھیج دیا۔ آپ اس عرصہ تک محبوس رہے کہ مہدی مرگیا پھر لوگوں نے آپ کو رہا کردیا۔ آپ مکہ مکرمہ کو واپس آئے۔ اس اثناء میں آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے خلیفہ کے ہاتھ سے رہائی دے گا تو میں سو اونٹ قربان کروں گا۔ آپ نے جدوجہد کرکے نذر پوری کی۔

حکایت: حبان بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہارون رشید محلّہ و دین میں سیر کیلئے نکلا اس کے ساتھ سلیمان بنی ابی جعفر بنی ہاشم میں سے تھے۔ ہارون رشید نے کہا کہ آپ کے پاس ایک لونڈی خوب گاتی تھی۔ اسے بلاؤ۔ وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کو پسند نہ آیا۔ اس سے پوچھا کہ کیا ہوا اس نے کہا یہ عود میرا نہیں خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اس کا اپنا عود لے آ۔ وہ لے آیا راستہ میں ایک بوڑھا کھجور کی گٹھلیاں چن رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ بزرگو ہٹو راستہ سے ہٹ جاؤ اس نے سر اٹھا کر تو عود دیکھا پھر اس کے ہاتھ سے عود لے کر زمین پر دے مارا۔ عود ٹوٹ گیا۔ خادم اسے گرفتار کرکے اس محلّہ کے حاکم کے پاس لے گیا اور کہا کہ اُسے حوالات میں رکھو کہ یہ ہی امیرالمومنین کا مجرم ہے

حاکم محلّہ نے کہا کہ بغداد میں اس سے بڑھ کر میں نے کوئی عابد نہیں دیکھا یہ امیرالمؤمنین کا مجرم کیسے ہوا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں مان لو یہ کہہ کر ہارون کے پاس گیا اور کہا کہ میں عود لئے ایک بوڑھے کے پاس گزرا۔ وہ گٹھلیاں چن رہا تھا - میں نے اسے ہٹنے کو کہا اس نے میرے ہاتھ میں عود دیکھ کر مجھ سے چھین لی اور اسے زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا۔ ہارون رشید غصہ میں آگیا اور مارے غصہ کے آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ سلیمان نے کہا کہ اتنا غصہ کی کیا ضرورت ہے۔ حاکم محلّہ سے کہلا بھیجو وہ اس کی گردن کاٹ ڈالے اور اس کی لاش دجلہ میں پھینک دے۔ ہارون نے کہا ہم خود اسے بلوا کر اس سے گفتگو کرتے ہیں چنانچہ قاصد اس کے پاس گیا اور کہا کہ امیرالمومنین کے پاس چلو کہا حاضر ایلچی نے کہا سوار ہو جاؤ کہا سوار نہ ہوں گا۔ پیدل چل کر گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر ہے۔ اس نے وزراء سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ یہاں بلوائیں تو یہاں بہت سی قابل اعتراض اشیاء ہیں انہیں اٹھوا دیں یا انہیں کسی اور جگہ بلوائیں جہاں یہ اشیاء نہ ہوں سب کی رائے یہی ہوئی کہ دوسری مجلس میں بلوایئے سب اٹھ کر ایسے مکان میں گئے جہاں قابل اعتراض کوئی شے نہ تھی۔ بوڑھے کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ اندر گیا۔ اس کی آستین میں ایک تھیلی تھی جس میں گٹھلیاں تھیں۔ خادم نے اس خادم سے کہا اس کو اپنی آستین سے نکال دو پھر امیرالمومنین کے سامنے جاؤ اس نے کہا کہ یہ تو میری رات کی غذا ہے اس نے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلائیں گے بوڑھے نے کہا کہ مجھے تمہارے کھانے کی ضرورت نہیں۔ ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ اس کی آستین میں گٹھلیاں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ انہیں پھینک کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو وہ یہ نہیں مانتا۔ ہارون نے کہا جس طرح وہ چاہتا ہے اس طرح آنے دو بوڑھا حاضر ہو کر سلام کرکے بیٹھ گیا۔ ہارون نے کہا کہ بابا آپ نے جو حرکت کی اس کا کیا سبب ہے اس نے کہا کہ میں نے کیا کیا ہے۔ ہارون شرماتا تھا کہ کہوں کہ میرا عود توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ میں تمہارے آباؤاجداد سے سنتا تھا وہ منبروں پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ (النحل 90 پ 14) ترجمہ کنزالایمان: بےشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

اور میں نے برائی دیکھی اسے توڑ دیا۔ ہارون نے کہا کہ اچھا کیا اس کے سوا اور کچھ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے ایک تھیلی خادم کو دے کر کہا کہ اس کے پیچھے اگر تو دیکھے کہ یہ لوگوں سے ذکر کرتا ہے کہ میں نے امیرالمومنین سے یہ کہا اور انہے مجھے یہ کہا تب تو اس کو یہ تھیلی نہ دینا اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہیں کہا تو یہ تھیلی دے دینا۔ وہ بوڑھا جب محل سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین پر گر گئی ہے وہ اس کے نکالنے کی کوشش کرنے لگا اور کسی سے کچھ نہ کہا۔

خادم نے اس سے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ یہ تھیلی لے لو۔ بوڑھے نے کہا کہ امیرالمومنین سے کہہ دو کہ جہاں سے لی ہے اسی جگہ واپس کردے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب وہ گفتگو کر کے نکلا تو زمین میں گری گٹھلی کو اکھاڑنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا۔

(1) اری الدنیا لمن ھی فی یدیہ۔ ہموما کلما کثرت لدیہ

(2) تہین المکر مین لہا بعغر۔ وتکرم من کل من بانت علیہ

(3) اذا ستغنیت عن کل شی فدعہ و خذما انت محتاج الیہ

(1) ترجمہ: میں دنیا کو دیکھتا ہوں کہ وہ جس کے ہاتھ میں ہے تو اس پر غم و ہم (الم) کی کثرت ہوتی ہے۔

(2) دنیا عزت والوں کی اہانت کرتی ہے سخت ذلیل کر کے اور اس کی عزت کرتی ہے جس نظروں میں وہ ذلیل ہو۔

(3) جس پر تم جن چیزوں سے مستغنی ہے تو انہیں چھوڑ دے۔ صرف اتنا لے جس کی تمہیں ضرورت ہے۔

حکایت: حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خلیفہ مہدی نے 136ھ میں حج کیا میں نے دیکھا کہ جمرہ عقبہ پر کنکریاں مار رہا ہے اور اس کے ملازم دائیں بائیں سے عوام کو مارپیٹ رہے ہیں۔ کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اے خوبصورت جوان (مہدی) ہم سے حدیث بیان کی ہے۔ ایمن بن وائل نے قدامہ بن عبداللہ کلابی سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ دسویں کے دن جمرہ کو کنکریاں مارتے تھے تو لوگوں کو مارپیٹ نہ تھی نہ کسی کو کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دائیں بائیں لوگوں پر مار پڑ رہی ہے اور لوگوں کو ہٹایا جارہا ہے۔ مہدی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہا گیا کہ سفیان ثوری ہیں پھر مجھ سے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تم کو یہ جرات نہ ہوتی۔ میں نے کہا کہ منصور پر جو گزری اگر وہ تم سے کہہ جاتا تو تم بھی جس حال میں ہو۔ اس میں کمی کو کرتے پھر کسی نے خلیفہ سے کہہ دیا کہ انہوں نے تم کو خوبصورت جوان کہا امیرالمومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ ان کو بلاؤ لوگوں نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آڑ میں چھپ گئے۔ کسی کو نہ ملے۔ (اس طرح سے دوبارہ خلیفہ کے پاس نہ گئے)

حکایت: منقول ہے کہ خلیفہ مامون کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی لوگوں میں چل پھر کر احتساب کرتا ہے اور امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ حالانکہ خلیفہ کسی طرف سے وہ مامور نہیں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے ہمارے پاس حاضر کرو جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم خود کو قابل امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے سمجھتے ہو۔ بغیر اس کے کہ ہم اجازت دیں۔

مامون اس وقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا قصہ کہانی پڑھ رہا تھا۔ اتفاقاً" غفلت سے تھوڑا سے لکھا ہوا کاغذ نیچے گر کر اس کے پاؤں کے نیچے گرا اور اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ محتسب نے اسے جواب دیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ سے اپنا پاؤں ہٹالو پھر جو چاہو کہو۔ مامون اس کا مطلب نہ سمجھا اور کہا کیا کہتے ہو۔ اس نے تین بار یہی کہا چوتھی بار اس نے کہا کہ تم خود اٹھا لو یا مجھے اجازت دو کہ میں اٹھاؤں۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے اجازت دی۔ اس نے اس کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔ مامون نے دیکھا کہ پاؤں کے نیچے کتاب کے اوراق پڑے ہیں۔ اسے اٹھا کر بوسہ دیا اور شرمندہ ہو کر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امربالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں کرتے ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے

ہمارے خاندان کیلئے مخصوص کیا ہے اور ہم وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلٰوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر۔ (الحج پ 9) ترجمہ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ محتسب نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اے امیرالمومنین آپ کا تسلط اور حکومت ایسی ہے جیسے آپ نے فرمائی مگر ہم آپ کے مددگار اور طرف دار ہیں اس کا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاہل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیہ (التوبہ پ 10) ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ المومن للمومن کالبنیان یشید بعضہ بعضاً۔ ترجمہ: ایماندار دوسرے ایماندار کیلئے مثل عمارت کیلئے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حکومت دی ہے اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں موجود ہیں اگر تم ان کے مطابق کام کرو گے تو جو ان کی حرمت کی وجہ سے تمہاری اعانت کرے تمہیں اس کا شکر گزار ہونا چاہئے اگر تم ان سے تکبر کرو گے اور جو بات کہ خاص تمہیں ان دونوں کی رو سے لازم ہے۔ اس سے انحراف کرو گے تو جس ذات پاک کے سپرد تمہارا معاملہ ہے اور اس کے قبضہ میں تمہاری عزت و ذلت ہے۔ اس نے تو یہی فرمایا کہ لا یضیع اجر المحسنین۔ ترجمہ: اللہ نیکی والوں کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ اب آپ جو چاہیں فرما سکتے ہیں۔ مامون اس کی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ جیسے کو امر بالمعروف کرنا درست ہے اور جاؤ اپنا کام کرو۔ ہماری اجازت ہے اس کے بعد وہ بزرگ احتساب کرتا رہا۔

فائدہ: ان حکایات کا خلاصہ یہی ہے کہ امام کے اذن کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: احتساب کی ولایت بیٹے اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور استاد اور حاکم پر مطلقاً" اسی طرح ہے جیسے باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بیوی پر اور استاد کو شاگرد پر اور حاکم کو رعیت پر ہے یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے؟

جواب: اصل ولایت تو برابر ہے مگر تفصیل میں فرق ہے اسے ہم باپ یا بیٹا میں بطور مثال بیان کرتے ہیں۔ دوسروں کو اس پر قیاس کرلیا جائے گا۔ یاد رہے کہ ہم نے محاسبہ کے پانچ مراتب مقرر کئے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو اول کے مراتب سے محاسبہ کرسکتا ہے یعنی صرف بتلانا" آگاہ کرنا اور نرمی سے نصیحت کرنا اور دو پچھلے مراتب سے اسے محاسبہ کرنا درست نہیں (یعنی صرف گالی دھمکی مارپیٹ سے سمجھانا) تیسرا مرتبہ یعنی ایسا کام کرنا جس سے منکر بات جاتی رہے تو چونکہ اس میں باپ کی ناراضگی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے اس سے محاسبہ کرنے میں تامل ہے مثلاً بیٹا باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے اتروا دے یا جو مال حرام باپ نے چوری یا غصب

یا اس طریقہ سے حاصل کیا جو مسلمانوں پر چٹی وغیرہ سے حاصل کیا جاتا ہے وہ گھر میں رکھا تھا بیٹا اسے لے کر مالکوں کے حوالہ کردے یا دیواروں کی تصویریں (فوٹو) اور کڑیوں کی مورتیں بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے۔ اگرچہ یہ تمام امور باپ کی ذات سے متعلق نہیں۔ بخلاف مارنے اور گالی دینے کے لیکن باپ کو ان حرکات سے ایذا ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ بیٹے کے عمل کا حق ہونے اور باپ کی ناراضگی کا منشا باطل اور حرام کی محبت ہے تو واضح قیاس یہی ہے کہ بیٹے کو یہ محاسبہ جائز ہو بلکہ لازم ہے کہ ایسا کرے اور بعید نہیں کہ اس میں لحاظ امر منکر کی برائی اور ناراضگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جائے یعنی اگر امر منکر بہت برا نہ ہو اور ناراضگی انتہائی درجہ کی ہو جیسے بلور کے برتن کسی جانور کی صورت میں ہوں اور ان کے توڑنے میں بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہوتو توڑنے سے ناراضگی تو بہت ہوگی اور تصویر کی برائی نہیں جیسے شراب کی حرمت ہے تو اس طرح کی باتیں محل بحث و نظر ہیں۔

سوال: آپ نے کیسے فرمایا کہ بیٹے کو محاسبہ سختی اور مار سے اور امر باطل کو بزور چھڑا دینے سے نہیں۔ حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت میں عام بالتخصیص وارد ہے اور ان کے کرنے اور ایذا سے جو ممانعت وارد ہے۔ وہ خاص ان امور میں ہے جو منکرات کے ارتکاب سے متعلق نہ ہوں؟

جواب: باپ کے حق میں خاص وہ باتیں وارد ہوئی ہیں جن سے باپ بھی عام سے مستثنیٰ ہوگیا۔ مثلاً اس میں کسی کو خلاف نہیں کہ حد زنا میں جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ خود باپ کو حد لگائے بلکہ اگر باپ پر قصاص لازم نہ ہوگا اور نہ یہ کہ اس کے بدلہ میں باپ کو ایذا دے اور یہ تمام احکام احادیث سے ثابت ہیں اور بعض اجماع سے ثابت ہیں تو جس صورت میں کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہیں تو آیندہ کے قصور پر سزا سے اسے ایذا دینا کیسے روا ہوسکتا ہے بلکہ اس صورت میں تو بطریق اولیٰ ایذا نہیں چاہیے۔

فائدہ: یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہے کہ لزوم حق میں یہ بھی ایسے ہی ہیں جیسے اولاد باپ کی بہ نسبت اور ملک یمن بہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہے مگر چونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا حق بھی موکد ہے اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ بہ نسبت باپ کے ٹیڑھا اور سخت ہے۔ اس میں صرف دو اول کے مراتب یعنی تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہے اور تیسرے مرتبہ میں بحث و نظر ہے کیونکہ شاہی خزانوں پر چڑھائی کر کے مال لے کر اصل مالکوں کے حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑوں کو اتروانا اور اس کے گھر سے شراب کا گرا دینا گویا اس کے رعب پر دھبہ اور اس کی ہیبت و حشمت کو ضائع کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ احادیث میں وارد ہے۔

حدیث شریف: امام ترمذی نے بروایت ابی بکرہ نقل کیا ہے کہ من اہان سلطان اللّٰہ فی الارض اہانہ اللّٰہ فی الارض۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سلطان کی زمین پر اہانت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی زمین پر اہانت کرے گا۔

فائدہ: جس طرح امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہے تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوئے۔ اس صورت میں بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا برا ہے اور بادشاہ پر حملہ کرنے سے اس کی حشمت کس قدر ساقط ہوجائے گی اور ایسی بات ہے جس کا قبط ممکن نہیں۔ شاگرد اور استاد کا معاملہ آپس میں آسان ہے اس لئے کہ اس استاد کی عزت ہوتی ہے جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے مطابق عمل نہ کرے۔ اس کی کوئی عظمت نہیں تو شاگرد کو جائز ہے کہ جو علم استاد سے سیکھا ہو۔ اسی کے مطابق اس سے معاملہ کرے۔

حکایت: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر محاسبہ کیسے کرے؟ آپ نے فرمایا جب تک باپ کو غصہ نہ آئے اس وقت تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہوجائے تو وہ خاموش ہوجائے۔

شرط 5 محتسب کا عجز: اس کا احتساب صرف دل سے متعلق ہے کہ وہ کسی کے برے فعل کو دیکھ کر دل سے نہ مانے تو وہ اس پر کوئی شے واجب نہیں۔ اس لئے وہ ایک معصیت کو برا جانتا ہے اور دل سے متنفر ہے۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھوں سے اگر یہ نہ ہوسکے تو صرف غصہ و غضب کا اظہار کرو۔

مسئلہ: وجوب کا ساقط ہونا اس پر برائی اور ایذا اور پہنچنے کا خوف ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہے۔

مسئلہ: اگر ایذا کا خوف نہ ہو مگر یہ سمجھے کہ میرا انکار مفید نہ ہوگا تو ضروری ہے کہ محاسبہ میں ان دو باتوں کا لحاظ کیا جائے۔ یعنی منع کرنے میں اس کا کچھ اثر نہ ہوتا اور دوسرے کی تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور ان دونوں باتوں کے اعتبار کرنے سے چار حالتیں محاسبہ کی حاصل ہوتی ہیں۔

چار حالتوں کا بیان: (1) دونوں باتیں جمع ہوں یعنی اسے معلوم ہو کہ میرا محاسبہ مفید نہ ہوگا اگر کوئی بات کروں گا تو مار پڑے گی تو اس صورت میں اس پر محاسبہ واجب نہیں بلکہ بعض مواضع میں ممکن ہے کہ حرام ہو بلکہ اس پر لازم ہے کہ ایسے مقامات میں نہ جائے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے تاکہ برے امور کے دیکھنے کی نوبت بھی نہ آئے اور بغیر سخت ضروری یا واجب امر کے گھر سے باہر نہ نکلے ہاں اس پر اس شہر کو چھوڑنا اور اس سے ہجرت کرنا لازم نہیں مگر جس صورت میں کہ لوگ زبردستی فساد میں شریک کریں یا ظلم میں سلاطین کی موافقت کرائیں تو پھر ہجرت لازم ہے بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو زبردستی سے گریز کرسکتا ہے اس کے حق میں اکراہ اور جبر عذر نہیں ہوتا۔ (2) دونوں باتیں مفقود ہوں مثلاً اسے معلوم ہو کہ برا عمل میرے قول یا فعل سے ختم ہوجائے گا اور کوئی بھی مجھے ایذا نہ دے سکے گا تو اس صورت میں اس پر انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہے۔ (3) وہ جانتا ہے کہ میرا انکار مفید نہ ہوگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہیں تو اس صورت میں اس پر محاسبہ غیر مفید ہونے کی وجہ سے واجب

تو نہیں مگر مستحب ہے۔ اس خیال سے کہ شعار اسلام کا اظہار اور لوگوں کو امر دینی پر آگاہ کرنا ہے۔ (4) اس کے برعکس ہو یعنی جانتا ہو کہ ایذا تو پہنچے گی مگر برائی میرے فعل سے ختم ہوجائے گی۔ مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مار کر توڑ دینا یا عود کو جھپٹ کر زمین پر دے مارنا کہ یہ برا ہاں تو فوراً ختم ہوجائے گا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے مار پڑے گی تو ایسی صورت میں محاسبہ واجب ہے نہ حرام بلکہ مستحب ہے اور اس کے استحباب پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام ظالم کے سامنے کلمہ حق بولنے کے ثواب میں ہم لکھ آئے ہیں۔

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ یہ محاسبہ مقام خوف ہے اور اس پر حکایت ذیل دلالت کرتی ہے۔

حکایت: ابو سلیمان دارانی نے فرمایا کہ میں نے کسی خلیفہ سے ایک حکم سن کر ارادہ کیا کہ اسے رد کروں اور میں نے یقین کرلیا کہ جان سے مارا جاؤں گا مگر میں قتل ہونے سے نہ رکا بلکہ یہ معاملہ چونکہ کھلے میدان کا تھا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں لوگوں کی نمود کیلئے بات کو واضح نہ کروں اور پھر جان بھی چلی جائے اور عمل خالص اللہ کیلئے بھی نہ ہو تو اسی لئے میں چپ ہوگیا۔

سوال: حالت قتل کے خوف میں بھی اگر محاسبہ مستحب ہے تو اس آیت کا معنی کیا ہے؟ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (البقرہ 195) ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

جواب: اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ ایک مسلمان کو جائز ہے کہ کفار کی صف پر حملہ کرکے ان سے جنگ کرے اگرچہ جانتا ہو کہ مارا جاؤں گا۔ اس صورت میں بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ کے مضمون کے خلاف ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

تفاسیر تہلکہ (1): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ تہلکہ سے یہ مراد نہیں کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے اور جانتا ہو کہ مارا جاؤں گا بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کھانا پینا چھوڑ دے۔ یعنی جو ایسا کرے گا۔ اس نے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ (2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرکے کہے کہ میری توبہ قبول نہ ہوگی۔ (3) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرے پھر اس کے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہاں تک کہ ہلاک مرجائے۔

فائدہ: جس صورت میں کہ یہ ہو کہ کافروں سے لڑے یہاں تک کہ مارا جائے تو یہ محاسبہ میں بھی اسے جائز ہے لیکن اگر سمجھے کہ کفار پر حملہ سے کچھ اثر نہ ہوگا۔ مثلاً نابینا جو خود کو ان کی صف میں لے جائے تو یہ ناجائز ہے۔

مسئلہ: ایسا عاجز کہ جس سے کچھ بھی نہ ہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہے اور آیت تہلکہ کے عموم میں داخل ہے بلکہ تنہا حملہ کرنا اسی وقت درست ہے جب جانتا ہو کہ میں قتل بھی کروں گا اور مارا جاؤں گا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھ کر کفار کا پتا پانی ہوجائے گا اور وہ جان لیں گے کہ مسلمان ہمیں کچھ نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں

انہیں جان دینا نہایت محبوب ہے اور اس وجہ سے ان کے چھکے چھوٹ جائیں گے تو ایسی صورت میں محتسب کو بھی محاسبہ جائز ہے بلکہ حقیقی محتسب ہے کہ خود کو ضرب و قتل کا نشانہ کرے بشرطیکہ اس کا محاسبہ سے منکر میرا عمل ختم ہوجائے یا فاسق کا جاہ و جلال زائل ہوجائے یا مسلمانوں کے دل کو قوت حاصل ہو۔

مسئلہ: اگر کسی فاسق قوت والے کو دیکھے کہ اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ ہے اور اس کے پاس تلوار ہے اور سمجھے کہ اگر میں اسے منع کروں گا تو شراب پی کر میری گردن اڑا دے گا اور خود اس وقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے وقت میں محاسبہ کرنے کا موقع نہیں بلکہ خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ مقصد تو یہ ہے کہ محاسبہ سے کوئی دین کا فائدہ ہو اور اس کے بدلے میں اپنے نفس کو قربان کردے یہ نہیں کہ نفس کو بغیر کسی فائدہ کے ہلاک کردے کہ جس کی وجہ دین میں کوئی معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام ہے۔

مسئلہ: محتسب کو انکار اس صورت میں مستحب ہے جب برائی کو مٹانے پر قادر ہو یا اس کے عمل سے کوئی فائدہ ظاہر ہو اور ایک شرط اس میں یہ بھی ہے کہ ایذا کا پہنچنا بھی صرف اسی پر منحصر ہو۔

مسئلہ: اگر یہ سمجھے کہ میرے ساتھ ہی میرے دوستوں اور اقارب اور رفقاء کو زد پہنچے گی تو اسے محاسبہ درست نہیں بلکہ حرام ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک برائی کو بغیر دوسری برائی کے دفع نہیں کرسکتا اور یہ امر قدرت میں بھی داخل نہیں بلکہ اگر یہ سمجھے کہ اگر میں محاسبہ کروں گا تو میرا فعل باطل ہوجائے گا مگر ایک دوسری برائی کا سبب ہوگا جسے محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگے گا تو اس صورت میں اس کو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے جائز نہیں۔ اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ منکرات شرعی مطلقاً ہے کہ اس میں نجاست گرنے نجس ہوگیا ہے اور محتسب جانتا ہے کہ اگر میں اسے گرا دوں گا تو محتسب علیہ یا اس کی اولاد شراب پینے لگے گی۔ اس وجہ سے کہ شربت حلال ان کے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت میں اس نجس شربت کا گرا دینا اچھا نہ ہوگا اور یہ بھی قول ہے کہ اسے گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک برائی نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہے گی۔ باقی رہا شراب کا پینا تو جو اس کا مرتکب ہوگا۔ ملامت اس پر رہے گی محتسب کے اختیار میں اس کا منع کرنا نہیں۔ اس احتمال کو بھی اکثر فقہاء نے پسند کیا ہے۔

فائدہ: یہ ممکن بھی ہے اس لئے کہ یہ مسائل فقہی ہیں یہ حکم گمان غالب ہی سے ثابت ہوتا ہے اگر حکم بتفصیل ہو۔ مثلاً دیکھا جائے کہ جس برائی کو ختم کرتا ہے تو دوسری برائی اس سے پیدا ہوتی ہے دیکھے کہ ان دونوں میں زیادہ برا کونسا امر ہے اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہے کہ جائز ہو۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے کیلئے ذبح کرتا ہے اور محتسب کو معلوم ہے کہ اگر اسے منع کروں تو وہ کسی آدمی کو ذبح کرکے کھا جائے گا تو اس صورت میں اسے محاسبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اس کا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب سمجھے کہ اس منع کروں گا تو اس حرکت کو چھوڑ کر اس کا مال چھین لے گا تو ایسی صورت میں محاسبہ کی وجہ جواز ہے۔ اس طرح کے دقائق محل اجتہاد میں ہیں اور ان تمام میں محتسب پر لازم ہے کہ اپنے اجتہاد کا

اتباع کرے۔ انہی دقائق کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ عالی آدمی واضح کھلے مسائل کے سوا جو سب کو معلوم ہوں دوسرے مسائل میں محاسبہ نہ کرے۔ مثلاً شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر محاسبہ جائز ہے لیکن جو مسائل ایسے ہوں کہ بعض افعال کے قرینے سے تو معصیت معلوم ہوتے ہوں لیکن کسی دوسری وجہ سے ان میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو عالی آدمی اگر ایسی باتوں میں غور وخوض کرے گا تو بہ نسبت اصلاح کے فساد زیادہ کرے گا۔

فائدہ: جو لوگ محاسبہ کی ولایت حاکم کی اجازت کے بغیر ثابت نہیں کرتے ان کا گمان ایسی صورت سے پختہ ہوتا ہے کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو بعید نہیں کہ محاسبہ کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قصور کی وجہ سے اس کا اہل نہ ہو اور قسم و قسم کے خلل کا موجب ہو۔ (اس کی توضیح و تحقیق عنقریب مذکور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

سوال: آپ نے تو مطلق علم کے لئے لکھا ہے کہ ایذا پہنچے اور محاسبہ کے مفید نہ ہونے کا علم ہو اگر علم کے بجائے محتسب کو ظن ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب: ان احکام میں ظن غالب بمنزلہ علم کے ہے اور صرف فرق اتنا ہے کہ جہاں ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہوں تو جانب علم یقینی کو ظن پر ترجیح دی جائے گی اور دوسرے مقامات میں علم کا حکم جدا ہوتا ہے اور ظن کا جدا۔ یعنی اگر محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ محاسبہ مفید نہ ہوگا تو وجوب محاسبہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اگر ظن غالب غیر مفید ہونے کا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور ساتھ یہ بھی ہو کہ ایذا کی توقع نہ ہو اس میں اختلاف ہے کہ محاسبہ واجب ہے یا نہیں ظاہر تر یہ ہے کہ واجب ہے۔ اس لئے کہ اس میں ضرر تو ہے نہیں اور فائدہ متوقع ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عام نصوص ہر حال میں مقتضی وجوب ہیں اور ہم جو ان میں سے بطریق تخصیص اس محاسبہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں جس میں مفید نہ ہونے کا علم ہو تو اجماع سے مستثنیٰ کرتے ہیں یا قیاس ظاہر سے اور قیاس ظاہر یہ ہے کہ کوئی امر ذاتی طور پر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اسمیں مامور مقصود ہوتا ہے تو جس میں مامور سے قطعاً ناامیدی ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہاں جس صورت میں مامور سے ناامیدی نہ ہو تو مناسب یہی ہے کہ وجوب ساقط نہ ہو۔

سوال: جس ایذا کے پہنچنے کی توقع ہو وہ نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبہ ظن سے معلوم ہو بلکہ اس میں شک ہو یا اس کے نہ ہونے کا غالب ظن ہو اور احتمال ہونے کا بھی ہو سکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہیں یا محاسبہ اسی صورت میں واجب نہیں جس میں ایذا پہنچنے کا یقین ہو یا ہر حال میں واجب ہے صرف اس صورت میں نہیں جس میں ایذا کا غلبہ ظن ہو؟۔

جواب: ایذا کا ظن غالب ہو تو محاسبہ واجب ہیں اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو محاسبہ واجب ہے اور احتمال ضعیف

ایذا سے وجوب ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امکان ضعیف تو محاسبہ میں ہو سکتا ہے اگر غلبہ ظن کسی طرف نہ ہو بلکہ شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہیں تو یہ صورت محل بحث ہے کہ اس میں یہ بھی ایذا پہنچنے سے ساقط ہوتا ہے اور ایذا کا پہنچنا جب ہوگا کہ یقیناً یا غلبہ ظن تو وجوب ساقط نہ ہونا چاہئے یہ احتمال ظاہر تر ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یوں کہیں کہ محاسبہ اس صورت میں واجب ہے کو عدم ضرر کا محتسب کو علم ہو یا غلبہ ظن ہو اور چونکہ یہاں دونوں نہیں تو واجب نہیں ہونا چاہئے مگر وہ عمومات جو امر بالمعروف کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں ان کی وجہ سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہے۔

سوال: ضرر کی توقع بزدلی اور جرات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہے گویا آنکھوں کے سامنے ہے اور اس سے وہ ڈرتا ہے اور دلیر و بہادر ضرر کا پہنچنا اپنی طبیعت کی وجہ سے بعید جانتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تک اسے ضرر نہیں پہنچتا اس وقت تک ضرر کی تصدیق نہیں کرتا تو اب اعتماد اس پر کرنا چاہئے؟

جواب: اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہئے اس لئے کہ بزدلی ایک مرض ہے یعنی دل کا ضعف اور اس کا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہے اور تہور یعنی بے عقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجے سے خارج اور افراط ہے اور یہ دونوں نقصان ہیں۔ کمال صرف اعتدال میں ہے جسے شجاعت کہتے ہیں اور بزدلی اور تہور کبھی تو نقصان عقل کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں اور کبھی مزاج میں افراط اور تفریط کے خلل کی وجہ سے کیونکہ جس کا مزاج بزدلی اور جرات کی صفات میں معتدل ہوتا ہے اسے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسے شر کے مواقع معلوم نہیں ہوتے تو جرات کی وجہ جہالت ہوجاتی ہے اور کبھی وہ دفع شر کے مواقع نہیں سمجھتا تو جہل کی وجہ سے بزدلی کا ارتکاب کرتا ہے اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقوں اور اس کے دفع کر تدبروں سے واقف ہوتا ہے مگر ضعف دلی کی وجہ سے اس میں شر احمالی بعیدالوقوع وہ اثر کرتی ہے جو شجاع معتدل کے حق میں قریب الوقوع شر اثر کرتا ہے اسوجہ سے دونوں طرفوں کا کوئی اعتبار نہیں اور بزدل پر لازم ہے کہ اپنی بزدلی کی علت کو بتکلف دور کرے اوراس کی علت جہالت ہے یا ضعف اور جہل تجربہ سے دور ہوتا ہے اور ضعف اس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو کہ عادت بن جائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی کبھی ضعف کی وجہ سے گھبراتا ہے، مگر جب مہارت اور عادت بن جاتی ہے تو ضعف جاتا رہتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس ہر کام ایسے ہی کرنا چاہئے۔ پھر اگر محتسب کا ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہ ہو تو اس کا حکم اس کے حال کا تابع ہوگا جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور منصور سمجھا ہوتا ہے۔ اسی طرح محاسبہ کے وجوب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جیسے سمندر میں سفر کرنے میں بزدلی کا غلبہ ہو ایک قول پر اس پر حج واجب نہیں اور جو زیادہ خوف نہ کرتا ہو اس پر واجب ہے تو یہی حال محاسبہ کے وجوب کا سمجھے۔

سوال: ضرر متوقع کی حد لیا ہے لوگوں کا حال اس میں مختلف ہوتا ہے کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہے کبھی مار پٹائی ـ

سے کبھی اس بات کو برا جانتا ہے کہ محتسب علیہ اس کے حق میں غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے گا یا بادشاہ کے یہاں اس کی چغلی کھائے گا یا کسی مجلس میں اس پر طعن کرنے سے اسے نقصان دے گا اور جسے کسی نیک عمل کا امر کیا جاتا ہے اس سے کسی نہ کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہے تو اس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہئے جس سے محاسبہ کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔

جواب: یہ بحث باریک ہے اس کی صورت کثیرالوقوع اور اس کے وجود کے مقامات منتشر ہیں مگر ہم حتی الوسع اس کے اقسام کو حصر کے ساتھ لکھیں گے اور منتشر کو یکجا کریں گے۔ وہ یہ کہ برائی اور ایذا مقصد کے مخالف ہے۔

مطالب اربعہ: یاد رہے کہ دینوی زندگی کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہیں۔ (1) نفس میں علم مطلوب ہے۔ (2) بدن میں تندرستی اور سلامتی (3) مال میں ثروت (4) عوام کے دلوں میں جاہ و جلال کا قائم رہنا۔ تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنی لوگوں کے دلوں میں مرغوب ہونا بھی اغراض کا ذریعہ ہے۔ (علم و جاہ کے معانی اور طبیعت انسانی کے رغبت کرنے کا سبب جلد سوم میں ان شاء اللہ مذکور ہوگا)۔ ان چاروں مطالب میں سے ہر ایک کو انسان اپنے اور اپنے اقارب اور مخصوص دوستوں کیلئے طلب کیا کرتا ہے اور ان میں دو باتوں کی برائی کو برا جانتا ہے۔ (1) موجودہ چیز کا زوال (2) متوقع چیز جو اس کے پاس نہ ہو۔ اس کا نہ ملنا اور ضرر دو طرح کا ہوتا ہے۔ (1) حاصل چیز کا زوال (2) متوقع کی تاخیر اور التوا۔ اس لئے کہ متوقع اسی چیز کو کہتے ہیں جس کا حصول ممکن ہو اور جس کا حصول ممکن ہو وہ گویا حاصل ہی ہے اور اس کے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہونا ہے تو ضرر دو قسموں میں ہے۔ (1) متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت میں مناسب نہیں کہ امر بالمعروف کے ترک کی کسی طرح اجازت دی جائے۔ ہم اس خوف کی مثال چاروں مطالب مذکورہ میں لکھتے ہیں۔

(1) علم میں یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے استاد کے کسی مخصوص تعلق دار کا محاسبہ نہ کرے اس خوف سے کہ وہ استاد سے برائی بیان کرے گا اور استاد تعلیم نہ دے گا۔

(2) صحت میں یہ ہے کہ مثلاً ڈاکٹر (طبیب) ریشم پوش کے پاس علاج کیلئے اور اس خوف سے منع نہ کرے کہ وہ علاج نہ کرے گا اور اس وجہ سے تندرستی متوقع ترک ہوجائے گی۔ (3) مال کی میں خوف یہ ہے کہ بادشاہ اور امرا اور ان لوگوں پر محاسبہ نہ کرے جو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اس خوف سے کہ وہ اس کا وظیفہ بند نہ کردیں یا اس سے اچھا سلوک نہ کریں۔ (4) جاہ میں یہ ہے کہ جس شخص سے آئندہ مستقبل میں نصرت اور مدد کی توقع ہو اس پر محاسبہ نہ کرے اس خوف سے کہ شاید عزت حاصل نہ ہو یا اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ کے سامنے جس سے ملاز ت ملنے کی توقع ہے میری برائی نہ کرے۔

نتیجہ: ان خوفوں سے جو چاروں مثالوں میں بیان ہوئے محاسبہ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان میں زائد امور کے حاصل نہ ہونے کا خوف ہے اور زائد چیزوں کے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہیں۔ حقیقی ضرر صرف موجود چیز

کے زوال کا نام ہے اور اس سے کوئی چیز مستثنیٰ نہیں۔ سوا اس شے کے کہ جس یک ضرورت متحقق ہو اور اس کے فوت ہوجاتے ہیں۔ زیادہ ضرر ہو بہ نسبت برائی پر خاموش رہنے کے مثلاً ایسی صورت میں کہ مرض بالفعل موجود ہے اور اس کی وجہ سے طبیعت کی حاجت ہے اور توقع ہے کہ اس کی دوا سے تندرست ہو جائے اور خیال کرے کہ تاخیر سے مرض بڑھ جائے گا یا زیادہ دیر تک رہے گا یہ بھی ممکن ہے کہ ہلاکت تک نوبت تک پہنچ جائے اور علم سے ہماری مراد ظن غالب ہے جیسے پانی کا استعمال چھوڑ کر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جب ظن غالب اس درجہ کا ہوتو ممکن ہے کہ محاسبہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے اور علم میں ضرورت کی مثال ہی ہے کہ محتسب مہمات دین سے ناواقف ہے اور ایک معلم کے سوا دوسرا نہیں ملتا یا دوسرے کے پاس جانے کی قدرت نہیں اور جانتا ہے کہ محتسب علیہ اس معلم تک رسائی سے مانع ہوگا اور اس وجہ سے کہ وہ معلم اس کا تابع ہے یا اس کا کہنا نہیں ٹالتا تو اس صورت میں مہمات دین کا نہ جاننا بھی خطرے میں ہے اور برائی پر خاموشی بھی خطرے میں ہے۔ اس لئے یہاں تک قیاس یہ ہے ایک جانب کو ترجیح دی جائے یعنی اگر امر برائی نہایت فحش ہو تو محاسبہ کو ترجیح دے اگر مہمات دینی کی ضرورت بہت زیادہ ہو تو عدم محاسبہ کو ترجیح ہو۔

مال نمبر3: مال میں ضرورت کی یہ مثال ہے کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہے اور توکل پر دل مضبوط نہیں اور ایک شخص کے سوا اس پر کوئی خرچ نہیں کرتا اور اگر یہ اسی دینے والے کا محاسبہ کرتا ہے تو وہ اس کا وظیفہ بند کردے گا پھر محتسب کو وظیفہ کیلئے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑے گی یا بھوک سے مرجائے گا تو اس صورت میں بھی بعید نہیں کہ مجبوری کی وجہ سے اسے خاموشی کی اجازت دی جائے اور عزت میں ضرورت کی مثال یہ ہے کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہے اور شر دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے سوا نہیں کہ بادشاہ کے ہاں عزت حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی حصول عزت کا وسیلہ ایسا شخص ہے کہ ریشم پہنتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اگر اس پر محاسبہ کرتا ہے تو وہ وسیلہ نہ بنے گا۔ وہ وسیلہ نہ بنے تو عزت حاصل نہ ہوگی اور نہ ہی شریر کی ایذا سے نجات ملے گی تو یہ تمام امور اگر ظاہر ہو کر قوت پکڑ جائیں تو بھی انہیں مستثنیٰ کردیا جائے مگر ان کا معاملہ محتسب کے اجتہاد پر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دل سے فتویٰ لے اور ایک خطرے کو دوسرے خطرے کے ساتھ مقابلہ کرکے دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے۔ اپنے خواہش نفس کے لحاظ سے ترجیح نہ ہو۔

فائدہ: اگر دین کے اعتبار سے ان امور کو ترجیح دے کر سکوت کرے گا تو اس سکوت کا نام مدارات ہے اور اگر خواہش نفس کی کمی کی وجہ سے سکوت کرے گا تو اس سکوت کو مداہنت کہتے ہیں اور یہ معاملہ باطنی ہے۔ اس پر اطلاع بغیر نظر دقیق کے نہیں ہوسکتی۔ ہاں سمجھے اور اسے خوب جانتا ہے وہ دل کے معاملات کو خوب دیکھتا ہے۔

انتباہ: دین کے عاشق کو اس میں ضروری ہے کہ اپنے دل کا نگران رہے اور یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہے کہ دین کی وجہ سے ہے یا خواہش نفس سے جو کوئی نیکی یا برائی کرے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ

کے پاس موجود پائے گا وہ دل کا خیال اور کھ چھپتا ہی جانتا ہے اور وہاں کے کچھ ظلم اور زیادتی نہ ہو گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

ضرر کی قسم (2): حاصل شدہ چیز کا فوت ہونا یہ ضرر اور محاسبہ پر سکوت کے جواب میں سوائے علم کے دیگر مطالب سہ گانہ مذکورہ بالا میں معتبر ہے۔ علم میں اس لئے معتبر نہیں کہ علم کے فوت ہونے کا خوف نہیں سوائے اس کے خود کو تباہی کرے ورنہ کسی کو اختیار نہیں کہ عالم سے علم چھین لے۔ (1) تندرستی اور (2) ثروت (3) جاہ۔ کے چھین لینے پر کوئی اور قادر ہوسکتا ہے اور یہ بھی شرف علم کا ایک سبب ہے کہ دنیا میں بھی ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا ثواب آخرت میں بھی ہمیشہ رہے گا۔ علم کو ہمیشہ ہمیشہ تک فنا نہیں اور صحت اور سلامتی کا زوال مار پٹائی سے ہوتا ہے مثلاً کوئی یہ سمجھے کہ محاسبہ میں مجھ پر دردناک مار پڑے گی تو اس پر محاسبہ واجب نہیں ہاں مستحب ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور جب عدم وجوب دردناک مار میں سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل میں بطریق اولیٰ ہوگا۔

(2) ثروت کا زوال یوں ہے کہ محاسب سمجھے کہ محاسبہ کرنے سے مکان لٹ جائے گا یا اس کا مکان ڈھا دیا جائے گا اور کپڑے چھین لئے جائیں گے تو اس سے بھی محاسبہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں استحباب باقی رہتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں کیا حرج ہے کہ دین پر دنیا قربان کردے۔

لوٹ مار کے اقسام: لوٹ اور مار کی کئی قسمیں ہیں۔ (1) کمی کہ جس کی خاص پرواہ نہ ہو۔ جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا یا ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا (2) زیادتی کہ جس کا اعتبار واجب کے سقوط میں کیا جاتا ہے۔ (3) درمیانی حالت جو اشتباہ میں ڈالتی ہے کہ اس کے ہونے سے محاسبہ کا وجوب ساقط ہوتا ہے یا نہیں۔

فائدہ: دین کے عاشق پر ضروری ہے کہ ایسی مشتبہ صورت میں اجتہاد کرے اور جہاں تک ہوسکے۔ دین کی جانب کو ترجیح دے۔

زوال عزت کا خطرہ (3): عزت کے زوال کا خطرہ یہ ہے کہ مجمع عام میں اسے پیٹا جائے گا اور ایسی دردناک مار نہ ہو جس سے تندرستی چلی جائے یا کھلم کھلا گالیاں پڑیں یا رسی گلے میں ڈال کر شہر میں اسے پھیرایا جائے یا کالا منہ کرکے تشہیر کی جائے۔

فائدہ: اگر دردناک مار کسی صورت میں نہ ہو لیکن عزت کے خلاف اور دل کو درد دینے والی ہوں۔ اس کے بھی کئی درجات ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ایک درجہ عزت کے عزت زوال کا یہ ہو جسے صرف بے عزتی اور تشہیر کہتے ہیں مثلاً ننگے سر اور ننگے پاؤں شہر میں پھرانا تو ایسے درجہ میں محاسبہ سے خاموشی کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ مروت اور عزت محفوظ رکھنے کا شریعت میں حکم ہے اور بے حرمتی کا درد دل میں بہ نسبت بہت سی ماروں اور دولت کے زوال سے زیادہ ہوتا ہے اور دوسرا درجہ صرف عزت کے زوال کا ہوا۔ مثلاً ایک شخص کی عادت ہے کہ عمدہ پوشاک پہن کہ

گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر محاسبہ کروں گا تو مجھے بازار میں پیدل اور ایسے لباس میں چلنا پڑے گا جس کا وہ عادی نہیں تو اس صورت میں محاسبہ کا وجوب ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتیں ہیں ان کا بچانا اچھی بات نہیں اور حرمت کی نگہداشت ایک عمدہ امر ہے اس کے زوال کے خوف سے واجب ساقط ہوجاتا ہے اور جاہ کی زیادتی میں یہ بھی داخل ہے کہ محتسب کو خوف ہو کہ عوام مجھے سامنے ہو کر جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہیں گے یا پس پشت غلط سط غیبت کریں گے۔ اس سے بھی وجوب ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس میں صرف زیادتی جاہ کا زوال ہوگا جس کی خاص ضرورت نہیں اگر بالفرض ملامت گروں کی ملامت یا بہ کاروں کی غیبت یا گالی دینے یا برا کہنے سے یا عوام کے قلوب سے اپنی منزلت گرجانے کے خوف سے محاسبہ کیا جائے تو محاسبہ واجب ہ نہ رہے گا۔ اس لئے کہ یہ بات تو ہر محاسبہ میں موجود ہے۔ ہاں جس میں فعل غیبت ہی ہو اور محتسب سمجھے کہ اگر میں غیبت کنندہ کو منع کروں گا تو وہ جس کی غیبت کرتا ہے اس سے بھی خاموش نہ ہوگا اور اس کے ساتھ مجھے بھی ملا لے گا تو اس صورت میں محاسبہ حرام ہے۔ اس لئے کہ محاسبہ معصیت کی زیادتی کا سبب ہے نہ کمی کا اگر یہ خیال کرے کہ دوسرے کی غیبت چھوڑ کر میری ہی غیبت کرے گا۔ تب بھی محاسبہ اس پر واجب نہیں کیونکہ غیبت اس کی بھی غیبت کنندہ کے حق میں معصیت ہے مگر یہ محاسبہ اس لئے مستحب ہے کہ اپنی آبرو کو دوسرے کی آبرو پر قربان کرتا ہے اور چونکہ عمومات وجوب محاسبہ کی تاکید پر دال ہیں اور برائی پر خاموش رہنے میں عظیم خطرہ ہے تو اسی لئے اس کے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جس کا خطرہ دین میں زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت میں موجود ہے تو ان کے زوال کے خوف سے وجوب محاسبہ بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ و حشمت اور اقسام تجمل اور لوگوں کے اچھا کہنے کی طلب کا کوئی درجہ نہیں تو ان کے خوف سے وجوب ساقط نہ ہوگا۔

مسئلہ: محاسبہ کا نہ کرنا اس خوف سے کہ یہی ایذائیں اس کی اولاد و اقارب کو نہ ہوں تو یہ خود محتسب کے لحاظ سے کمتر۔ اس لئے کہ وہ اپنا ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہے۔ بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ انسان خود اپنے حقوق سے تو درگزر کرسکتا ہے مگر دوسرے کے حق میں مسافحت ناجائز نہیں سمجھتا۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ چاہئے کہ اس صورت میں محاسبہ نہ کرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو فوت ہوں گے تو دو حال سے خالی نہیں۔ (1) بطریق معصیت ہوں گے جیسے مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت میں محاسبہ درست نہیں اس لئے کہ ایک برائی کو دور کرنے سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے۔ (2) معصیت کے طریقہ پر نہ ہوں گے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائے گی اور یہ درست نہیں کہ دوسرے کو فر بغیر اس کی رضامندی کے کرے۔

مسئلہ: اگر محاسبہ کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہو جس کا ضرر برائی کی نسبت زیادہ ہو تو چاہئے کہ محاسبہ نہ کرے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تارک دنیا ہے جس کے اقارب مالدار ہیں تو اسے اس بات کا خوف نہیں کہ اگر میں بادشاہ پر محاسبہ کروں گا تو وہ نہ صرف میرا کچھ مال چھین لے گا بلکہ میرے اقارب کا بھی اور میرا غصہ ان پر نکالے گا تو جب محاسبہ سے اقارب اور ہمسائیگاں پر ایذا ہوتی ہو تو محاسبہ کرے کیونکہ مسلمانوں کو ستانا ممنوع ہے جیسے کہ برائی

سکوت کرنا ممنوع ہے۔

مسئلہ: اگر ان کو مال اور جان کی ایذا نہ ہو بلکہ گالی اور برا کہنے کی وجہ سے ہو تو اس میں بحث ہے اور باعتبار منکرات کے فحش ہونے اور کلام سخت کے دل میں اثر کرنے اور آبرو میں خلل ڈالنے کے اسی لئے اس کا حکم جدا ہے۔

سوال: کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہے اور بغیر لڑائی کے اس سے باز نہیں آتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ لڑائی میں وہ مارا جائے تو اس صورت میں اس سے لڑائی چاہئے یا نہیں اگر کہو کہ چاہئے تو محال ہے۔ اس لئے کہ عضو کے ضائع کرنے کے خوف سے جان کا ضائع کرنا لازم آتا ہے اور جان جائے گی تو عضو پہلے جائے گا؟

جواب: اس کو منع کرنا اور لڑنا چاہئے کیونکہ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ اس کی جان اور عضو محفوظ رہے بلکہ غرض یہ ہے کہ برائی اور گناہ بالکل بند ہوجائیں اور محاسبہ میں اس کا مارا جانا معصیت نہیں اور اس کا عضو جدا کرنا معصیت ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اس کو اس طرح ہٹادے کہ وہ مارا جائے تو اس طرح کا ہٹانا درست ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ پیسہ کے بدلہ میں ہم مسلمان کی جان ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو محال ہے بلکہ اسے مسلمان کا مال لینا معصیت ہے اور اس معصیت سے ہٹانے میں اس کا مار ڈالنا گناہ نہیں بلکہ مقصود گناہ کا ہٹانا ہے۔

سوال: بالفرض اگر ہم جانتے ہوں کہ یہ شخص تنہا ہوگا تو اپنا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالے گا تو یوں چاہئے کہ اسے اسی وقت مار ڈالیں تاکہ معصیت کا باب بند ہی ہوجائے۔

جواب: ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کا علم یقینی نہیں۔ اس لئے اس کا قتل کر ڈالنا وہمی معصیت پر جائز نہیں ہاں اگر اسے اپنا ہاتھ پاؤں کاٹتے دیکھیں تو منع کریں گے اگر ہمارے ساتھ لڑائی کرے گا تو ہم اس سے لڑیں گے چاہے اس کی جان چلی جائے یا بچ جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ معصیت کی تین حالتیں ہیں۔ (1) عاصی گناہ کرچکا ہو تو اس معصیت پر سزا یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ صرف سزا حکام کا کام ہے۔ (2) عاصی اسی وقت گناہ کررہا ہو جیسے ریشم پہنے ہو یا عود یا شراب ہاتھ میں لئے ہو تو ایسی معصیت کا مٹانا واجب ہے۔ خواہ کسی طرح سے ہو بشرطیکہ اس کے باطل کرنے میں کوئی معصیت اس سے زیادہ یا اس کے برابر نہ ہوتی ہو تو ایسی معصیت کا دور کرنا ہر ایک کیلئے ثابت ہے۔ (3) معصیت متوقع ہے مثلاً ایک شخص مجلس میں جھاڑو دے کر اور گلدستوں سے آراستہ کرکے شراب خوری پر مستعد ہو اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آئے جس سے معصیت تک نوبت نہ پہنچے۔ اسی وجہ سے معصیت متوقع سے منع کرنے کا اختیار ہر ایک کو ثابت نہیں۔ سوائے اس کے کہ وعظ و نصیحت

سے افہام و تفہیم ہو اور سختی اور مار سے تو نہ عوام کو جائز ہے نہ حاکم کو۔

مسئلہ: اگر وہ معصیت عاصی کی عادت دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اس معصیت کی نوبت پہنچے۔ اسے وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت میں کوئی کسر نہ ہو۔ سوائے انتظار کے تو ایسی صورت میں سختی اور مار سے بھی محاسبہ جائز ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ بعض نوجوان عورتوں کے حمام کے دروازوں پر کھڑے ہوتے ہیں کہ انہیں اندر جاتے اور باہر نکلتے دیکھیں تو یہ اوباش اگرچہ تنگ نہیں کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہے پھر بھی سختی اور مار سے انہیں وہاں سے ہٹانا اور اس جگہ پر موجود رہنے سے منع کرنا درست ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہے اگرچہ ان کا مقصد معصیت نہ ہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنا فی نفسہ معصیت ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ مظنہ معصیت ہے اور مظنہ معصیت کا حصول بھی معصیت ہے۔

فائدہ: مظنہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس سے انسان غالباً معصیت میں مبتلا ہو جانے کا امکان ہو کہ اس سے رک نہ سکے تو اس صورت میں محاسبہ کرنا معصیت موجود امر پر ہو گا نہ متوقع پر۔

محاسبہ کیا ہے: محاسبہ وہ ہے جس میں برائی فی الحال موجود ہو۔ اس میں چار شرائط ہیں ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔

شرط (1): اس شے کا منکر ہونا اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ شرع میں اس کا واقع ہونا ممنوع ہو اور ہم نے اس کو منکر کہا معصیت نہ کہا اس لئے کہ منکر بہ نسبت معصیت کے عام ہے۔ مثلاً اگر کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتا دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ شراب گرا کر انہیں منع کرے ایسا ہی اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا یا چوپایہ سے وطی کرتا دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہے اور یہ منع اس وجہ سے نہیں کہ فعل کی صورت میں بری اور علانیہ ہے بلکہ اس منکر کو اگر خلوت میں دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہے حالانکہ مجنون کے حق میں۔ یہ فعل معصیت نہیں۔ اس لئے کہ وہ شرعاً" احکام شرعیہ کا مکلف نہیں تو عاصی یعنی شرعاً" نافرمان نہ ہو گا اور بغیر عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہے اس لئے ہم نے لفظ منکر کہا تاکہ تمام برائیوں پر دلالت کرے اور معصیت سے عام بھی ہے اور اس کے عموم میں ہم نے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کر دیا ہے۔

مسئلہ: محاسبہ صرف کبیرہ سے مخصوص نہیں بلکہ حمام میں ستر کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنا اور اجنبی عورتوں کو تاکنا یہ سب صغیرہ ہیں اور ان سے ممانعت کرنا واجب ہے۔ (صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق میں بحث ہے۔ جلد چہارم باب التوبہ میں مذکور ہو گی)۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء رسول اللہ ﷺ

شرط (2): یعنی منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہے کہ جو شخص شراب خوری سے فارغ ہو چکا تو اس کا محاسبہ کا ہر کسی کو اختیار نہیں کہ منکر (برائی) ہو چکا اور نیز احتراز ہے۔ اس منکر سے جس کی آیندہ کو توقع ہو۔ مثلاً

کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خوری کا ارادہ رکھتا ہے کہ اس پر محاسبہ کرنا بجز سوائے نصیحت کے نہیں۔

اگر وہ اپنے ارادہ کا منکر ہو تو وعظ و نصیحت بھی ناجائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں مسلمان پر بدگمانی کرنا ہے اور ممکن ہے کہ وہ سچ کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے وہ اپنا ارادہ پورا نہ کر سکے۔

نکتہ: یاد رکھنا چاہئے جسے ہم نے ذکر کیا ہے یعنی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر کھڑا ہونا اس طرح کے دور امور موجود معصیت ہیں۔

شرط (3): منکر محتسب بلا تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر میں چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کرلے تو اس پر جاسوسی کرنا واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قصہ اس بارے میں مشہور ہے جسے ہم باب آداب الصحبہ میں لکھ آئے ہیں۔

حکایت: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اس کو بری حالت میں دیکھ کر منع فرمایا۔ اس نے عرض کیا یا امیرالمومنین اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپ نے تین وجوں سے گناہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولا تجسسو۔ (الحجرات 12) ترجمہ: اور بھید مت ٹٹولو۔ اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واتوالبیوت من ابوابھا۔ (البقرہ 191) ترجمہ کنزالایمان: اور گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تدخلوابیوتا غیر بیوتکم حتٰی تستانسواوتسلمو علی اھلھا۔ (النور 27) ترجمہ کنزالایمان: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرو۔ اور آپ نے سلام نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرلے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ممبر پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ امام اگر خود کوئی منکر دیکھے تو اسے جائز ہے یا نہ کہ مجرم پر حد قائم کرے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حد کم سے کم دو گواہ سے ثابت ہوئی ہے۔ اس میں ایک گواہ کافی نہ ہوگا۔

فائدہ: ہم نے ان روایات کو باب آداب الصحبتہ کے ذیل میں لکھا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: معصیت کے ظہور اور اس کے محجوب ہونے کی تعریف کیا ہے؟

جواب: کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اور اس کی دیواروں کی آڑ میں چھپ جائے تو اس کے پاس اس کی معصیت کا حال معلوم کرنے کیلئے بلا اجازت جانا جائز نہیں۔ ہاں اگر گھر کے باہر سے کوئی معلوم کرلے کہ اس گھر میں

برائی ہے مثلاً بانسری اور تار کے باجے ایسے بجتے ہوں کہ باہر آواز خوب آتی ہوتو جو کوئی سنے اسے جائز ہے کہ گھر میں داخل ہو کر آلات لہو توڑ ڈالے۔ اسی طرح اگر شراب خور جو کلمات ان میں رائج ہیں انہیں زور زور سے کہہ رہا ہو کہ باہر کے لوگ سنیں تو یہ اظہار بھی موجب محاسبہ ہے۔

فائدہ: دیواروں کی آڑ میں ہونے برائی کے ظہور کی دو صورتیں ہیں۔ (1) محسوس ہونا (2) آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو محسوس ہو اور یہ احتمال ہے کہ گھر میں رکھی ہوئی شراب کی بو ہے تو اس کے گروانے کا ارادہ کرنا درست نہیں۔ اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظہور اس وجہ سے ہے کہ لوگ پی رہے ہیں تو اس صورت میں محاسبہ جائز ہے۔

مسئلہ: بعض اوقات شراب کا شیشہ اور آلات آستین میں یا دامن کے نیچے چھپا لیا کرتے ہیں تو جب کوئی اس طرح کا فاسق نظر آئے اور اس کے دامن کے نیچے کچھ ہو تو اس کی تفتیش جائز نہیں جب تک کہ کسی خاص علامت سے معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ فاسق ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے پاس شراب ہے کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اسے ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے چھپانے سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ یہ شراب ہی ہے اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا۔ اس لئے کہ چھپانے میں بہت سی اغراض ہوتی ہیں اگر شراب کی بدبو محسوس ہوتی ہو۔ محل بحث ہے اور ظاہر یہ ہے کہ محاسبہ جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ علامت مفید ظن ہے اور ان جیسے امور میں ظن علم کی طرح ہے۔ اس طرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہو کہ عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہے تو شکل کی دلالت بھی مثل بو اور آواز کی طرح دلیل ہے اور جس کی دلالت ظاہر ہو وہ پوشیدہ نہیں بلکہ کھلی ہے اور شریعت نے حکم فرمایا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے چھپایا اسے ہم بھی چھپائیں اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اسے مٹا دیں۔

فائدہ: ظاہر ہونا کئی طرح ہے کبھی کان کے ذریعے سے اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہے تو اسے آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص نہ کرنا چاہئے بلکہ مقصود علم ہے اور تمام حواس بھی علم کو مفید ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جائے کہ شراب ہے تو اس کا توڑنا درست ہے مگر یہ جائز نہیں کہ اس سے یہ کہے کہ مجھے دکھا دے تاکہ معلوم کروں کہ اس میں کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ امر محتسب کے ذمہ ہے جس کا یہ معنی ہے کہ ایسی علامات کا تلاش کرنا جس سے چیز کا حال معلوم ہو۔ اسی طرح کی علامات اگر خود بخود حاصل ہوں اور ان سے برائی کی شناخت ہو جائے۔ تب تو ان کے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہے مگر ایسی علامات کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہیں۔

شرط (4): بلا اجتہاد اس کا برا ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزیں کہ محل اجتہاد میں ہیں۔ ان پر محاسبہ نہیں۔ مثلاً کسی حنفی کو جائز نہیں کہ شافعی مذہب والے گوہ وغیرہ اور متروک التسمیہ (ذبیحہ) جس پر سہو یا خطا بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہا گیا) کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی المذہب کو جائز ہے کہ حنفی کو کہے کہ جس میں نشہ نہ ہو کیوں پیتے ہو یا ذوی

الارحام کو ترکہ کیوں دیتے ہو یا ہمسائیگی کے شفعہ سے لئے ہوئے مکان میں بیٹھتے ہو۔ اسی طرح اور مسائل ہیں جن میں اجتہاد جاری ہے ہاں اگر شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بغیر ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے اس سے صحبت کرے تو اس میں تردد ہے اور ظاہر تر یہی ہے کہ اول کو محاسبہ اور انکار درست ہے۔ اس لئے کہ کسی کا مذہب نہیں کہ مجتہد کو دوسرے کے اجتہاد کے بموجب مطابق عمل کرنا درست ہو اور نہ یہ کسی کا مذہب ہے کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد میں کسی کو تمام علماء سے افضل جانے تو اس کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور تمام مذاہب میں سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتیں چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے امام کا ہر مسئلہ میں اتباع تفصیل وار واجب ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالا جماع علماء کے نزدیک برا ہے اور جو کوئی مخالفت کرے وہ عاصی ہے مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہے وہ یہ کہ حنفی کو جائز ہے اگر کوئی شافعی بغیر ولی کے عورت سے نکاح کرے تو اس سے یہ کہے کہ اگرچہ یہ فعل بذات خود حق ہے مگر تیرے حق میں جائز نہیں کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہے کہ صواب مذہب شافعی میں ہے تو جو تیرے عقیدہ میں صواب ہے اس کی مخالفت کرنا تیرے حق میں معصیت ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر نہ ہو۔ اس صورت میں تیرا کا مرتکب ہونا باطل ہے۔ اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کرسکتا ہے اس صورت میں کہ حنفی گوہ اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے میں شریک ہو۔ یہ کہہ سکتا ہے کہ یا تو اس کا معتقد ہو کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ پیروی کے زیادہ مستحق ہیں پھر ان اشیاء کو کھاؤ یا جوبات تمہارے عقیدے کے خلاف ہے۔ اس کے مرتکب نہ ہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات میں جا پہنچے گی۔ وہ یہ کہ فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے .بقصد زنا صحبت کرے اور محتسب کو معلوم ہو کہ اس شخص کے باپ نے اس کا نکاح اس عورت سے بچپن میں کرویا تھا اور یہ عورت اس کی منکوحہ ہے مگر اسے معلوم نہیں اور نہ اسے بتا سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ بہرا ہے یا وہ اس کی بولی کو نہیں سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اس عورت

کو اجنبی اعتقاد کرتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ صحبت کرنے سے عاصی ہے اور آخرت میں عذاب پائے گا۔ تو چاہئے کہ محتسب اس عورت کو اس سے منع کردے۔ باوجود کہ وہ اس کی زوجہ ہے حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ عورت اس پر حلال ہے اور اس لحاظ سے قریب ہے کہ اس کی غلطی اور جہالت کی وجہ سے اس پر حرام ہے اور اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط کرے۔ مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اس کے دل میں پائی جائے مگر زوجین کے بتلانے سے عاجز ہو اور یہ جانتا ہو کہ طلاق واقع ہوگئی تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اسے منع کرے کیونکہ واقع میں یہ زنا ہے مگر زانی کو علم نہیں کہ یہ زنا ہے اور محتسب کو معلوم ہو کہ تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور چونکہ زوجین کے حقوق کے وجود سے بوجہ جہالت سے عاصی نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ صحبت برائی نہ ہو کیونکہ یہ

۱۔ جیسے دور حاضر میں غیر مقلدین اور نیدی مجتہدین کا طریقہ ہے۔ اویسی غفرلہ۔

صورت مجنوں کے زنا سے کم نہیں اور ہم نے بیان کیا۔ کہ مجنوں کو بھی زنا سے منع کیا جائے جب ایسی حالت سے منع جائز ہوا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا نہیں اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے برا ہو تو اس سے منع کیا جائے اور یہی ظاہر تر ہے (واللہ اعلم)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ حنفی شافعی پر بغیر ولی کے نکاح کی صورت میں اعتراض نہ کرے اور ایک شافعی دوسرے پر اس کے متعلق اعتراض کرے۔ اس لئے محتسب اور محتسب علیہ دونوں کا اتفاق ہے کہ فعل برا ہے اور یہ مسائل فقیہہ دقیق ہیں اور ان میں احتمالات ایک دوسرے کے معارض ہیں ہم نے انہیں فتویٰ اس پر دیا ہے جو ہمارے نزدیک فی الحال رائج ہے اور ہم یہ بھی یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ان امور میں جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہے یعنی اگر وہ سمجھے کہ احتساب اسی صورت میں چاہئے جو قطعاً معلوم ہو اور یہ بعض کا مذہب بھی ہے ان کا یہی قول ہے کہ محاسبہ ایسے امور میں چاہئے جیسے شراب اور خنزیر اور دوسری یقینی حرام چیز میں لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہے کہ مجتہد کے حق میں اجتہاد اثر کرتا ہے کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص قبلہ میں اجتہاد کرے اور دلالت ظنی کی وجہ سے اپنے نزدیک قبلہ کی ایک سمت معین کا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو پیٹھ کرکے نماز پڑھے اور منع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ دوسرے کے ظن میں غالباً پیٹھ کرنا ہی صواب ہے اور جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ہر مقلد کو اختیار ہے کہ مذاہب میں سے جو پسند کرے ان کا کوئی اعتبار نہیں اور غالباً کسی کا مذہب سرے سے یہ ہوگا بھی نہیں اور اگر ہو تو وہ معتبر نہیں (لیکن دور حاضرہ 14ھ) میں تو اسی پر زور دیا جاتا ہے اور اسے حق سمجھا جاتا ہے)

سوال: جب حنفی پر شافعی نکاح بلاولی میں اعتراض نہیں کرسکتا اس خیال سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہے تو چاہئے کہ معتزلی جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوگا اور خیر تو اللہ سے ہے اگر شر اس سے نہیں اور اور کلام اللہ مخلوق ہے ان پر بھی اعتراض نہ کیا جائے اور نہ حشوی المذاہب پر اعتراض ہو جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم و صورت ہے اور عرش پر مستقر اور قائم ہے بلکہ فلاسفہ پر بھی اعتراض نہ ہو جو کہتے ہیں کہ اجسام کا بعث قیامت میں اتحلنا نہ ہوگا بلکہ نفوس اٹھیں گے۔ اس لئے کہ ان کا اجتہاد اسی کا مقتضی ہے اور وہ اپنے گمان میں اس کو حق خیال کرتے ہیں اگر یہ جواب دو کہ ان فرقوں کے مذہب کا بطلان ظاہر ہے تو جو مذہب مخالف نص حدیث کے مخالف ہے۔ اس کا بطلان بھی ظاہر ہے پھر جسے ظاہر نصوص سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت ہے اور معتزلی اس کا انکار تاویل سے کرتے ہیں اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصوص سے ثابت ہیں جن میں حنفی خلاف کرتے ہیں جیسے مسئلہ نکاح بلاولی اور ہمسائیگی کے شفعہ وغیرہ تو پھر تخصیص اعتراض نہ کرنے کی حنفی پر کیسے ہوگی؟

جواب: مسائل دو طرح ہیں۔ (1) ان میں کہہ سکتے ہیں کہ ہر مجتہد صواب پر ہے اور وہ حلت اور حرمت کے باب میں احکام کے متعلق ہوں اور یہ مسائل ایسے ہیں کہ مجتہدین پر ان کے متعلق اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ ان

کی خطا یقیناً معلوم نہیں بلکہ ظنی ہے۔ (2) وہ مسائل ہیں جن میں ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہیں ہو سکتا جیسے مسئلہ دیدار الٰہی اور تقدیر اور کلام الٰہی کا قدیم ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونے کی نفی یہ مسائل اس قسم کے ہیں کہ خطا کرنے والے کی خطا یقینی ہے اور اس کی خطا جو جہالت محض ہے معتبر نہیں۔ (اس لئے دور حاضرہ میں جو عقائد میں اختلاف ہے ان کیلئے بھی یہی کہا جائے گا کہ غلط عقائد معتبر نہیں)

فائدہ: اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام بداہل بدعت (بداعتقاد) کی بالکل بد عقیوں کی جڑ کاٹنی چاہئے اور ان کی بدعت کا انکار کرنا چاہئے گو ان کے عقیدے میں حق ہے جیسے یہود اور نصاریٰ کا کفر نہیں مانا جاتا حالانکہ انکے اعتقاد میں وہ حق ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کی خطا قطعاً معلوم ہے بخلاف اس خطا کے جو مسائل اجتہادی میں ہو کہ وہ ظنی ہے نہ قطعی۔

سوال: جب آپ قدری مذہب پر اعتراض کریں گے۔ قدری کے اس عقیدہ پر کہ شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں تو وہ بھی آپ پر اعتراض کرے گا۔ آپ کے اس عقیدہ پر کہ شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے یا اس عقیدہ پر کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا یا اسی طرح کے دیگر مسائل پر کیونکہ بدعتی (بدمذہب) اپنے اعتقاد میں حق پر ہے اور حق والا اس کے نزدیک بدعتی بدمذہب ہے اور ہر ایک دعویٰ یہی کرتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور اپنا بدعتی ہونا (بدمذہب) نہیں مانتا تو محاسبہ کیسے مکمل ہوگا۔ (یہی حال دور حاضر کا ہے کہ اہلسنّت کو وہابی دیوبندی وغیرہ بدعتی کہتا ہے اور خود کو اہل حق حالانکہ معاملہ برعکس ہے جیسا کہ ظاہر ہے؟ اویسی غفرلہ)

جواب: یہ اس تعارض کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس علاقہ میں کوئی بدعت بدمذہب پر ہو اسے دیکھنا چاہئے اگر بدعت کم ہوں اور تمام لوگ اہل سنت ہوں تو ان کو اس بدعت پر محاسبہ واجب ہے حکومت کی اجازت کی ضروری نہیں۔ اور اگر علاقہ میں دو فریق ہوں اہل بدعت (بدمذہب) بھی اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنے سے احتمال دونوں فریق کے مقابلہ اور حملہ آوری کا ہو تو اس صورت میں ہر کسی کو محاسبہ کرنا تمام مذہبوں میں درست نہیں ہاں بادشاہ کے اذن سے درست ہے۔ یعنی جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اس کی تائید کیلئے ایک شخص کو اجازت دے کہ اہل بدعت (بدمذہب) کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اس کو محاسبہ جائز ہے۔ اس کے سوا دوسرے کو جائز نہیں۔ اس لئے کہ جو محاسبہ بادشاہ کے حکم سے ہوگا اس کا مقابلہ کوئی نہ کرے گا اور رعیت میں سے کوئی احتساب کرے تو اس میں مقابلہ اور حملہ ہوگا۔ بہ نسبت دیگر برائیوں کے بدعتوں میں (برے عقائد وغیرہ) میں محاسبہ زیادہ ضروری ہے مگر اس میں جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے تاکہ مقابلہ اور فتنہ کی نوبت نہ پہنچے اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص صراحۃً کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے یا اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا یا وہ عرش پر

1۔ دور حاضرہ میں بعض لوگ اعتقادی اختلاف کو فروعی اختلاف سمجھ کر کہتے ہیں کہ یہ فروعی اختلافات ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے اعتقادی اختلافات ظنی نہیں قطعی ہیں۔ اویسی غفرلہ

مستقر ہے یا اس کے علاوہ اور کوئی بدعت (گمراہی) ظاہر کرے اسے منع کرنا چاہئے تو اس صورت میں ہر کسی کو منع کرنے کا حق ہے اور اس میں مقابلہ کی صورت واقع نہ ہوگی بلکہ مقابلہ صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ سلطان کی اجازت نہ ہو۔

محتسب علیہ کا محاسبہ (3): جس پر محاسبہ کیا جائے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی صفت پر ہو کہ فعل ممنوع اس کے حق میں برائی ہوجائے اور غالباً یہ کہنا کافی ہے کہ وہ انسان ہو اس کا مکلف ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ اگر لڑکا شراب پئے تو اسے بھی منع کیا جائے اگرچہ بالغ نہ ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ باتمیز ہو کیونکہ دیوانہ کے متعلق بھی ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر مجنون عورت یا جانور سے وطی کرے تو اسے منع کرنا چاہئے۔ ہاں بعض افعال ایسے ہیں جو دیوانہ کے حق میں برے نہیں جیسے نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اس لئے کہ اس میں تو مقیم اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہماری مراد اس صفت سے متعلق ہے۔

جس سے اصل نکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہے نہ یہ کے تفصیل کے مطابق توجہ انکار کو بیان کریں۔

سوال: انسان کی شرط کو کیوں صرف اس پر اکتفا کیا جائے کہ محتسب علیہ حیوان ہو۔ اس لئے کہ اگر کوئی جانور کسی کی کھیتی خراب کرے تب بھی ہم اسے منع کریں گے جیسے مجنون کو زنا اور جانور کی وطی سے منع کرتے ہیں؟

جواب: جانور کو کھیت سے منع کرنے کا نام محاسبہ رکھنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے کہ محاسبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو حق اللہ کی وجہ سے برے عمل سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے۔ مجنوں کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی وجہ سے ہے اگر کوئی انسان غیر کی زراعت ضائع کرے تو اسے دو حقوق کی وجہ سے منع کیا جائے گا۔ (1) خود اس کا فعل معصیت ہے۔ (2) جس کا مال ضائع کرتا ہے اس کا حق ہے تو دونوں علتیں ایک دوسری سے علیحدہ ہیں ان علتوں میں سے جو علت پائی جائے گی منع ثابت ہوگا مگر محاسبہ صرف وہی منع کرنا ہے جو حق اللہ کی وجہ سے ہو اگر فرض کریں کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ اس کی اجازت سے کاٹتا ہے تو یہاں معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اس کی اجازت کے سبب سے ساقط ہوگیا پھر بھی محاسبہ ثابت ہے کہ حق اللہ کی وجہ سے منع ثابت ہوگا اور جانور اگر کھیت ضائع کرے تو یہاں معصیت نہیں حق غیر ہے۔ اس لئے منع ہوگا محاسبہ نہ ہوگا۔

نکتہ: اس میں ایک اور نکتہ ہے وہ یہ کہ ہماری مراد کھیت سے جانور کو ہٹانے سے یہ نہیں کہ وہ اس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت مقصود ہوتی ہے کیونکہ جانور اگر مردار کھائے یا اس برتن سے پانی پئے جس میں

1۔ شرعی اصطلاح میں اہل بدعت بدعقیدہ لوگوں کو کہا جاتا ہے لیکن دور حاضرہ نے بدعقیدہ لوگوں نے اہل حق (اہلسنت) پر یہ اصطلاح چسپاں کردی۔ اویسی غفرلہ۔

سے شراب ہوتو ہم نہیں روکتے اگر اس کا روکنا مقصود ہوتا تو ان صورتوں میں بھی منع کرتے بلکہ شکاری کتوں کو مردہ جانور کھلانا جائز ہے تو پھر ان کا باز رکھنا مقصود کہاں رہا ہاں اگر مسلمان کا مال ضائع ہونے کو ہو اور ہم بلامشقت اسے بچاسکتے ہیں تو ہم پر اس کا بچانا واجب ہے بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا برتن رکھا ہوتو برتن کے بچانے کیلئے گھڑے کو دفع کریں گے نہ یہ کہ گھڑے کو گرنے سے اس لئے روکتے ہیں کہ برتن کو نہ توڑے اور مجنوں کو جو جانور کی وطی) سے اور شراب پینے سے منع کرتے ہیں یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہیں تو یہ مقصد نہیں ہے کہ جانور محفوظ رہے یا شراب ضائع نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ مجنوں اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے۔ اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہیں ان کو ان افعال شنیہ سے حتی الامکان بچانا چاہئے تو یہ باریک لطائف ہیں جنہیں محقق ہی سمجھتے ہیں ان سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

فائدہ: جن افعال سے لڑکے اور مجنوں کا بچانا واجب ہے ان میں بحث ہے یعنی تردد ہوتا ہے کہ ریشم پہننے وغیرہ میں بھی ان کو منع کرنا چاہئے یا نہیں تو اس بحث کی طرف ہم باب ثالث میں اشارہ کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

سوال: جو شخص جانوروں کو کسی میں کھڑا ہوا دیکھے تو اس پر ان کا نکالنا واجب ہے یا نہیں یا جو کوئی مسلمان کے مال کو ضائع کرنے کے درپے ہونے والے کو دیکھے اس پر اس کی حافظت واجب ہے یا نہیں اگر کہو کہ واجب ہے تو یہ ایک سخت مشقت ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ عمر بھر دوسرے کا مسخر ہوجائے اگر کہو کہ واجب نہیں تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو اس پر محاسبہ کیوں واجب ہے۔ اس میں بھی تو مال غیر ہی کی رعایت ہے؟

جواب: یہ بحث دقیق اور پوشیدہ ہے قول مختصر یہ ہے کہ جب کوئی دوسرے کا مال ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے پر یوں قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اس کے مال یا جاہ میں کوئی کمی آتی ہوتو اس پر دوسرے کا مال کی حفاظت واجب ہے اور مسلمان کے حقوق میں اس قدر وجوب کوئی بعید نہیں تو یہ درجات حقوق میں سے کم کا مرتبہ ہے اور مسلمانوں کے حقوق میں جب دلائل سے واجب ہیں وہ بکثرت ہیں اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہ ہوتا ہوتو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچائے اور جواب سلام کے واجب ہونے کی بہ نسبت اس کا واجب ہونا اولیٰ ہے کیونکہ سلام کے جواب دینے میں اتنی ایذا نہیں جتنی اس صورت میں ہے بالاتفاق ثابت ہے کہ جب کسی کا مال کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اس کو بیان کردے تو اس کا حق اسے مل جائے تو اس پر شہادت واجب ہوتی ہے۔ شہادت کو چھپائے گا تو گنہگار ہوگا اور جیسی شہادت ہے ویسی ہی اور باتیں ہیں جن سے دوسرے کا بھلا ہو اور اپنا کچھ نقصان نہ ہو۔ ہاں جس صورت میں کہ مال کی حفاظت میں اس پر مال اور جاہ میں مشقت' نقصان ہوتا ہو تب اسے ضروری نہیں کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اس پر ہے ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی منفعت کی رعایت اس کے ذمہ ہے تو ضروری نہیں کہ اپنے نفس کو دوسرے پر فدا کرے ہاں ایثار کرے تو مستحب ہے اور مسلمانوں کی خاطر

سختیاں جھیلنا ثواب ہے مگر واجب نہیں۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ اگر جانوروں کے نکالنے میں کھیت کے اندر سے اس کو مشقت ہوتی ہو تو اس میں سعی لازم نہیں لیکن اگر مشقت نہ ہو صرف مالک کو صرف نیند سے جگا دینا یا اطلاع کرنا ہو تو یہ اس پر لازم ہے کیونکہ آگاہ نہ کرنا ایسے ہے جیسے قاضی کے سامنے گواہی نہ دینا ہے جائز نہیں کہ اسے ترک کرے اور یہ ممکن نہیں کہ اس میں قلت اور کثرت کا لحاظ کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اگر جانور کے نکالنے میں نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ تو کھیت والے کی جانب کو ترجیح ہوگی کیونکہ نکالنے والا ایک ہی درم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہے جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہے پھر کیسے کہہ سکتے کہ زیادہ نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی اور جس صورت میں کہ مال کا نقصان معصیت کے طریق سے ہو جیسے غصب یا دوسرے غلام کو مار ڈالنا تو اس میں اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت ہوتی ہے تب بھی منع کرنا واجب ہے کیونکہ مقصود حق شرعی ہے اور غرض معصیت کا دور کرنا اور انسان پر لازم ہے کہ معاصی کے دور کرنے میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالے جیسے یہ لازم ہے کہ خود معاصی کو ترک کرنے سے مشقت اٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہیں جس کے چھوڑنے میں مشقت نہ ہو بلکہ طاعت کا نفس کی مخالفت پر ہے جو نہایت درجہ کی مشقت ہے پھر اس پر یہ ضروری نہیں کہ ہر طرح ضروری مشقت برداشت کرے بلکہ اس میں تفصیل وہی ہے جسے ہم محتسب کے بیان میں لکھ آئے ہیں۔

فائدہ: فقہا میں دو مسئلوں میں اختلاف ہے جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہیں۔ (۱) گری پڑی چیز کا اٹھانا واجب ہے یا نہیں کہ لقطہ کا مال ضائع ہونے والا ہے اور اٹھانے والا اسے ضائع ہونے سے روکتا ہے اور اس کی حفاظت میں ساعی ہے اور اس مسئلہ کا جواب شافی ہمارے نزدیک اس تفصیل سے ہے کہ اگر لقطہ ایسی جگہ ہو کہ اگر وہاں چھوڑ دے گا تو ضائع نہ ہوگا بلکہ جس کا ہوگا وہی اٹھائے گا یا پڑا رہے گا مثلاً کسی مسجد یا سراغ میں ہو جہاں عام لوگ آتے ہیں اور تمام دیانتدار ہوتے ہیں تو اس صورت میں اٹھانا لازم نہیں۔

مسئلہ: اگر اس کے ضائع ہونے کا احتمال ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کی حفاظت میں اس کا لے جانا لازم نہیں۔ اس لئے کہ لقطہ کا لینا صرف مالک کے حق کی وجہ سے ہے کہ وہ انسان ذی حرمت ہے اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی ہے تو وہ اس کا مستحق ہے کہ دوسرے کیلئے خودبخود وبال میں نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت میں نہ ڈالنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر گری ہوئی چیز سونا یا کپڑا یا کوئی ایسی چیز ہو جس کی حفاظت میں کوئی مشقت اس کے سوا نہ ہو کہ سال تک اس کا ذکر اعلان کرتا رہے تاکہ مالک اپنی چیز لے جائے تو اس میں دو قول ہیں۔ (۱) بعض کہتے ہیں کہ سال تک اعلان کرنا اور اس کی شرائط بجا لانا بڑی تکلیف ہے۔ اس صورت میں اٹھا لینے کو کسی پر لازم کر دینا تو ہو نہیں سکتا۔ ہاں شرعاً (احسان کرنے کے طور) اٹھا لے اور طلب ثواب کیلئے اعلان کرنا اپنے اوپر خود لازم کر لے تو ہو سکتا ہے۔

(2) بعض کہتے ہیں کہ اس قدر مشقت حقوق مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کم ہے اسے یوں سمجھنا چاہئے جیسے گواہ قاضی کی مجلس میں جانے کی مشقت اٹھاتا ہے کہ اس کو دوسرے شہر میں گواہی کیلئے سفر کرنا لازم نہیں سوائے بجز سوائے اس کے حسن سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اس کے پاس ہے تو جانا لازم ہے اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادائے امانت کے بالمقابل کوئی مشقت شمار نہیں ہوتی اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارے پر ہو اور دوپہر میں شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت میں تامل ہے کہ جانا لازم ہے یا نہیں کیونکہ جو غیر کے حق کی حفاظت میں کسی کو نقصان ہوتا ہو اس کی ایک طرف تو کمی کی ہے کہ بلاشک اتنے نقصان کی پرواہ نہیں کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہے کہ بلاشبہ اس کو اس قدر کی برداشت لازم نہیں اور ایک وسط ہے جس میں دونوں طرف کی کشمکش ہوتی ہے اور ہمیشہ معترض شبہ اور تامل میں رہتا ہے اور یہ شبہات دیرینہ میں سے ہے جن کا دور کرنا آدمی کی طاقت میں نہیں کیونکہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہوتی جس سے ان کے اجزاء مشابہ کو جدا کر سکیں مگر متقی ایسے محل میں اپنے نفس کا خیال رکھتا ہے اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہے یہ امر اس قاعدہ میں نہایت تحقیق ہے۔

رکن نمبر4: احتساب اس کے چند درجات اور کچھ آداب ہیں۔ درجات تو اس ترتیب سے ہیں برائی کی علامات ڈھونڈنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور سختی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے برائی مٹانا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زدوکوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرف داروں سے مدد لینا اور مددگار بنانا۔

درجہ نمبر1: تعریف کہلاتا ہے یعنی اس بات کا طلبگار ہونا کہ برا ہو رہا ہے اور یہ ممنوع ہے اس لئے کہ یہ تجسس جسے ہم بیان کر چکے ہیں تو یہ نہ ہونا چاہئے کہ غیر کے مکان میں کان لگائیں تاکہ باجوں کی آواز سنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو محسوس ہو یا غیر کے کپڑے ٹٹولے تاکہ راگ پہچان سکے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایوں سے پوچھے کہ اس کے گھر میں کیا ہوا کرتا ہے ہاں اگر دو مرد عادل اس کے پوچھے بغیر ابتداء خبر دیں کہ فلاں شخص اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے یا شراب پینے کیلئے رکھی ہوئی ہے تو اس وقت جائز ہے کہ اس کے گھر میں چلا جائے۔ اذن لینا لازم نہیں اور دفع منکر کیلئے دوسرے کی ملک میں چلنا ایسے ہوگا جیسے منع کرنے میں زدوکوب سے اس کا سر توڑنا بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو اگر دو غلاموں یا ایک عادل نے ایسے لوگوں نے مل کر خبر دی جن کی گواہی مقبول نہیں اس کے گھر میں داخل ہونے کے جواز میں تامل ہے اور بہتر یہی ہے کہ نہ جائے اس لئے کہ اس کا حق ہے کہ کوئی اس کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز میں ثابت ہو جاتا ہے وہ دو گواہوں کے بغیر ساقط نہیں ہو سکتا اور صورت معروفہ میں چونکہ گواہی پوری نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اس کا حق بھی ساقط نہ ہو۔

اعجوبہ: حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معائنہ کی چیز کا چھپانا بہتر ہے۔ گمان کی چیز کے فاش کرنے سے۔

درجہ نمبر2: گلہ کرنا کیونکہ برائی کا مرتکب بھی ارتکاب اسی وجہ سے کرتا ہے کہ اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ امر برا ہے۔ وہ جب معلوم کرلیتا ہے کہ برا ہے تو اسے ترک کرتا ہے مثلاً دیہاتی آدمی نماز پڑھتا ہے اور رکوع و سجود اچھی طرح نہیں کرتا تو محسوس ہوتا ہے کہ اسے معلوم نہیں کہ یوں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی اگر وہ نماز کے نہ ہونے پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنا محنت وضو وغیرہ کی کیوں اٹھاتا تو اسے نرمی سے اسے آگاہ کردینا واجب ہے۔

فائدہ: نرمی کی وجہ یہ ہے کہ آگاہ کرنے کے ضمن میں دوسرے کو جہل و حماقت کی طرف منسوب کرنا ہے اور اس میں انسان کو ایذا ہوتی ہے اور ایسے آدمی کم ہوتے ہیں کہ دینی امور سے جاہل کہلانے پر راضی ہوں۔ بالخصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہیں ہوتے اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ جس پر غصہ غالب ہوتا ہے جب خطا اور جہل پر اسے آگاہ کیا جاتا ہے تو خوب بھڑکا اٹھتا ہے اور حق معلوم کرکے کیسے انکار بھی نہیں کرسکتا۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کی جہالت کی قلعی نہ کھل جائے اور جہالت کے عیب چھپانے پر طبائع زیادہ حریص ہوتی ہیں بہ نسبت بول و براز کے مقامات کو چھپانے کے اس لئے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اس کے چہرہ کی سیاہی ہے اور عوام بھی جاہل کو برا کہتے ہیں اور بول و براز کی مقامات کی برائی بدن کی صورت کی برائی ظاہر کرتی ہے اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہے اور اس کا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے برا ہے۔ علاوہ ازیں بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ اس وجہ سے کہ بدن کی تخلیق اپنے اختیار میں نہیں اور نہ اس کی بدصورتی کا دور کرنا اچھی صورت بنا لینا اپنے اختیار میں ہے اور جہالت ایسی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنا لینا اپنے اختیار میں ہے اور جہالت ایسی بدصورتی ہے کہ اس کا دفع کرنا اور علم کے حسن سے اسے بدل لینا اختیار معاملہ ہے۔ بات اسی لئے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہے تو اسے بڑا رنج ہوتا ہے اور علم کے سبب سے پہلے تو خود ہی بہت خوش ہوتا ہے پھر جب اس کے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہے تو بہت زیادہ لذت پاتا ہے۔

نکتہ: چونکہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہے اور انجام اس کا دل کی ایذا ہے تو اسی لئے ایذا کے دفع کرنے کی تدبیر یہی ہے کہ آگاہی نرمی سے کی جائے۔ مثلاً کسی دیہاتی سے کہا جائے کہ بھائی انسان پڑھا پڑھایا پیدا تو نہیں ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علماء نے بتلائے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دیہات میں کوئی عالم نہیں یا اس کا عالم نماز کی تشریح و توضیح سے قاصر ہے ہمیں علماء نے یوں سکھایا ہے کہ نماز میں رکوع و سجود کے اندر اطمینان سے حاصل ہونا شرط ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی تم بھی اسے یاد کرلو۔ اسی طرح اس کے ساتھ نرمی برتے تاکہ اسے بغیر ایذا کے آگاہی حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کو حرام و ممنوع ہے۔ جیسے اسے برائی پر رہنے دینا ممنوع ہے۔

فائدہ: ایسا غافل بھی کوئی نہیں جو خون کو خون سے یا پیشاب سے اعضاء دھوئے تو جو کوئی برائی پر سکوت کرنے کے

خطرے سے اجتناب کرکے یوں آگاہ کرے گا کہ اس سے مسلمانوں کو ایذا ہو باوجود کہ ایذا کی ضرورت نہ ہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوئے گا۔ حالانکہ پانی سے دھونا چاہئے کہ کوئی دھبا یا نجاست نہ رہے اور جب دوسرے کی خطا امردین کے سوا کسی اور امر میں ظاہر ہو تو اسے رد نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ تم سے کوئی بات نہ سیکھے گا اور دشمن ہو جائے ہاں جب یہ معلوم ہو کہ وہ علم کو غنیمت جانے گا تو کوئی حرج نہیں اور ایسے لوگ نہایت کمیاب ہیں (بلکہ نایاب ہیں)

درجہ نمبر3: وعظ و نصیحت سے منع کرنا اوراللہ تعالیٰ کا خوف دلانا یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو برائی کو برائی جان کر اس کے مرتکب ہوں یا اس پر اصرار کریں مثلاً جیسے کوئی شراب خواری یا ظلم یا مسلمانوں کی غیبت یا کسی ایسی برائی پر مداوت کرے تو اسے نصیحت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانا چاہئے اور اس کے سامنے وہ احادیث پڑھنی چاہئیں جن میں ان افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہے اور اکابر دین سلف صالحین کی عادت اور متقیوں کی عبادت کا حال سنانا چاہئے اور یہ تمام باتیں شفقت اور نرمی سے ہوں سختی اور غصہ سے بالکل نہ ہوں بلکہ اس پر شفقت کی نگاہ سے نظر کرنا اور اس کی معصیت میں مبتلا ہونے کو اپنی معصیت سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کہ تمام انسان مثل ایک نفس کی طرح ہیں۔

انتباہ: یہاں ایک آفت بہت بڑی ہے اس سے بھی احتراز ضروری ہے کیونکہ وہ مہلک ہے وہ یہ کہ عالم دین دوسروں کو آگاہ کرنے کے وقت علم کے گھمنڈ میں اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کی وجہ سے ذلیل سمجھتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ دوسروں کو آگاہ کرنے سے اس کا مطمح نظر یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور اپنا ممتاز ہونا ظاہر کرے اور دوسرے کو منسوب جہالت سے منسوب کرنے سے ذلیل ٹھہرائے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ برائی اس سے بڑھ کر ہے جس کے دفع کرنے کے درپے ہے اور اس کی مثال یوں ہے۔ خود کو جلا کر دوسرے کو آگ سے بچائے۔ یہ نہایت ہی درجہ کی جہالت ہے اور اسی میں بہتیرے لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ یہی سخت ہولناک آفت ہے اور شیطان کا حال عجیب ہے کہ ہر ایک اس میں پھنس جاتا ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ اس کے نفس کے عیوب پر آگاہ اور نور ہدایت سے اس کی چشم بصیرت کھول دیتا ہے۔ اس آفت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دوسروں پر حکومت کرنے کی آفات: یہ دو قسم ہے۔ (1) علم کا فخر (2) دوسرے پر حکومت اور غلبہ پر فخر و ناز کا انجام نمودار یا اور طلب جاہ پر ہے اور یہ خواہش خفی ہے جس کا مقتضا شرک خفی ہوتا ہے لیکن اس کے امتحان کی ایک کسوٹی ہے محتسب کو چاہئے کہ اس سے اپنے نفس کا امتحان لے تاکہ اس آفت سے محفوظ رہے وہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود برائی کا ترک کردینا یا کسی دوسرے سے محتسب کے سمجھانے سے اس برائی سے باز آنا بہ نسبت اپنے اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میرے محاسبہ سے ہدایت یافتہ ہو پھر اپنے نفس کو دیکھے کہ اگر محاسبہ اس پر گراں ہو اور چاہتا ہو کہ کسی طرح دوسرا سمجھاتا تو میں بچ جاتا تب تو محاسبہ کرنا چاہئے کہ اس صورت میں محاسبہ کا سبب صرف دین ہی ہے اگر نفس میں یہ تصور پائے کہ فلاں مجرم میرے وعظ سے برائی چھوڑے اور اپنا محاسبہ

دوسرے محاسبہ سے بہتر سمجھے۔ تو اس صورت میں وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا تابع ہے اور محاسبہ کے ذریعے سے جاہ کا چاہتا ہے اس تصور سے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر محاسبہ کرے اسی صورت میں اسے وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہوا تھا کہ اے ابن مریم علیہ السلام پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان لے تو لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

حکایت: حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فرمایئے اگر کوئی ان امراء کے پاس جاکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے تو آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اسے کوڑے نہ لگیں سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے نہیں ڈرتا آپ نے فرمایا کہ اس پر تلوار کا خوف ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اس سے بھی خوفزدہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر مرض مخفی شیخی بگھارنے کا خطرہ ہے۔

درجہ نمبر4: سخت و ست کہنا اور سخت بولنا۔ اس کی اس وقت ضرورت ہے کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جب تک نرمی سے کام چلے سختی کی ضرورت نہیں جب نرمی سے منع کرنے سے کام نہ چلے اور علامات اصرار ظاہر ہوں اور وعظ و نصیحت سے ہنسی مذاق ہونے لگے تو سختی کو عمل میں لانا چاہئے جیسے حضرت ابراہیم (نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) نے فرمایا تھا۔ اف لکم ولما تعبدون من دون اللّٰہ افلا تعقلون۔ (الانبیاء 67) ترجمہ کنزالایمان: تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

فائدہ: سخت الفاظ سے یہ مراد نہیں کہ فحش بکے جس میں زنا یا اس کے مقدمات کی نسبت ہو اور نہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسے الفاظ بولے جو فحش میں شمار نہ ہوں۔ مثلاً کہنا کہ او جاہل او کا احمق او فاسق کیا تجھے خوف خدا نہیں یا کہنا کہ اور دیہاتی او مدہوش اور اسی قسم کے الفاظ کیونکہ جو برا کام کرے گا وہ احمق اور جاہل ہے اگر بے وقوف نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کرتا اور جو صاحب سمجھ نہیں وہ احمق ہے اور صاحب سمجھ وہ ہے جس کی شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللّٰہ ترجمہ: دانا وہ ہے جس کا نفس فرمانبردار ہو اور موت کے بعد یعنی آخرت کیلئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے جھوٹی آرزو۔

دو ادب اور سالک: اس مرتبہ کے دو ادب ہیں۔ (ا) اسے جب اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عجز اور سختی کی ضرورت پڑے۔ (2) سچ کے سوا کچھ نہ کہے۔ اور زبان کو مطلق العنان نہ کردے کہ بہت خواہ مخواہ بہت سی باتیں کہتا چلا جائے جن کی ضرورت بھی نہ ہو۔ بلکہ بقدر ضرورت پر اکتفا کرے اور اگر خیال کرے کہ سخت کلامی سے

لہ یہ دولت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی کہ جب شیطان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اب آپ سے عبادت معاف ہے آپ نے پڑھا لاحول الخ شیطان بھاگا اور کہا آپ کو علم نے بچایا آپ نے فرمایا مجھے اللہ کے فضل نے بچایا۔ اس نے پھر کہا کہ اس تیرے میں نے کئی شکار کئے لیکن آپ بچ نکلے۔ ملخصاً"۔ اویسی غفرلہ۔

وہ باز نہ آئے گا تو کچھ نہ کہنا چاہئے بلکہ غصہ ظاہری اور اسے حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے اسے بے قدر سمجھنے پر کفایت کرے اگر خیال کرے کہ اسے اگر نصیحت کروں گا تو مار کھاؤں گا اگر تیوری چڑھاؤں گا اور نفرت ظاہر کروں گا تو کچھ اثر نہ ہوگا تو اس صورت میں فقط دل سے انکار کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اس سے منہ پھیر لے اور ترشروئی ظاہر کرے۔

درجہ نمبر5: برائی کو ہاتھ سے مٹانا مثلاً آلات لہو توڑ دینا اور شراب کے مٹکے بہا دینا اور ریشم اس کے سر یا بدن سے اتارنا اور ریشم پر نہ بیٹھنے دینا اور دوسرے کے مال پر قبضہ سے ہٹا دینا اور مکان مغصوب میں سے کان سے پکڑ کر باہر نکال دینا ہے اگر حالت جنابت میں مسجد میں بیٹھا ہو تو ذلیل کرکے مسجد سے نکال دینا۔

فائدہ: یہ درجہ بعض معصیتوں میں تو ممکن ہے اور بعض میں ممکن نہیں مثلاً زبان اور دل کی معصیتوں کا ہاتھ سے مٹانا ممکن نہیں۔ اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کے نفس اور اس کے اعضاء باطنی پر ہو ان سب کا یہی حال ہے اور اس درج میں دو ادب ہیں۔ (1) ادب برائی کو ہاتھ سے اس وقت مٹائے جب برائی کے مرتکب سے اس معصیت کو بزور نہ چھڑا سکے۔ مثلاً جو شخص مکان مغصوب میں یا مسجد میں بحالت جنابت ہے تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اسے دھکا دینا اور گھسیٹنا نہیں چاہئے۔ اسی طرح جب تک ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرا دے گا اور آلات لہو توڑ ڈالے گا اور ریشمی کپڑے خود سے اتار دے گا تو محتسب کو اپنے ہاتھ سے نہیں کرنی چاہئیں۔ اس لئے کہ توڑنے کی حد پر آگاہی میں ایک قسم کی دشواری ہے تو جب خود نہ کرے گا تو اس میں جدوجہد کرنے سے بچا رہے گا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس سے باز پرس نہ ہوگی۔

ادب نمبر2: بگاڑنے میں مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت روا نہ رکھے۔ مثلاً مجرم کو مسجد سے باہر نکالنے میں اس کی داڑھی یا پاؤں پکڑ کر نہ گھسیٹے جبکہ ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو۔ اس لئے کہ اس میں زیادتی ایذا کی کوئی ضرورت نہیں یا ریشمی کپڑے کو اگر دیکھے جس پر نہ ڈالے بلکہ سلے ہوئے کو ادھیڑ دے اور آلات لہو نہ جلائے بلکہ اسی طرح توڑ دے کہ اس کام کے نہ رہیں اور توڑنے کی حد یہ ہے کہ ان کی مرمت میں اسی قدر مشقت کرنی پڑے جس قدر ابتداء نیا بنانے میں ہوتی ہے اور صلیب نصاریٰ بھی نہیں جلانا چاہئے صرف توڑ دینا کافی ہے۔

فائدہ: شراب کے بہانے میں اگر کوئی تدبیر برتنوں کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اگر اس کے سوا ممکن نہ ہو کہ پتھر مار کر برتنوں کو توڑ ڈالے تو اسے پتھر مارنا درست ہے اور برتنوں کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے میں وہی حائل تھی اگر شراب خور بالفرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا ہے تو شراب گرانے کیلئے اس کے بدن کو زخمی کرنا پڑتا ہو تو برتن کچھ اس کے نفس سے بڑھ کر نہیں کہ ان کی قیمت ساقط نہ ہو اگر شراب تنگ منہ کے شیشوں میں ہو اگر ہر ایک کو بہاتا ہے تو زیادہ دیر لگتی ہے اور اس عرصہ میں اسے پکڑ لیں گے اور اسے شراب نہ بہانے دیں گے اسے جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اگر یہ خطرہ نہیں کہ اسے پکڑ لیں گے مگر

ان کے بہانے میں دیر کی وجہ سے اپنے کاموں میں حرج ہوتا تو اس صورت میں بھی شیشوں کا توڑ ڈالنا درست ہے کیونکہ اس پر یہ واجب نہیں کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام شراب کے برتنوں کی خاطر ضائع کردے اور جس صورت میں کہ شراب کا بہانا بغیر برتن توڑنے کے ممکن تھا مگر اس نے بلاعذر ان کو توڑ ڈالا تو اس پر تاوان آئے گا یعنی صرف برتنوں کی قیمت دینی پڑے گی۔

سوال: برتنوں کا توڑنا تنبیہہ اور زجر کیلئے درست کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مکان مغصوب میں سے پاؤں پکڑ کر گھسیٹنا کیوں جائز نہیں۔ یہ صورت تو زجر میں زیادہ مبالغہ کی ہے؟

جواب: زجر آئندہ فعل کیلئے ہوتی ہے اور سزا گزشتہ فعل پر ہوا کرتی ہے اور موجودہ برائی کو مٹانا اور دفع کرنا مطلوب ہوتا ہے تو عوام کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہیں یعنی اگر برائی موجود پائیں تو اسے ہٹائیں اگر برائی ہٹانے کے سوا جو کام زائد کریں گے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آئندہ کے جرم سے زجر اور سزاؤ زجر حکام کا کام ہے نہ کہ رعیت کا اور حاکم اگر ان امور میں مصلحت دیکھے تو اسے اختیار ہے جو چاہئے کرے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنوں کو زجر کیلئے توڑنے کا حکم دے دے اور ایسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زجر کی تاکید کیلئے کیا گیا تھا۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طلحہ کو فرمایا کہ شراب کو گرا دے اور برتن کو توڑ ڈال۔ ازالہ ہم اس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں۔ ہاں یوں ہے کہ اس وقت بری عادت کو چھڑانے کی زجر کی سخت ضرورت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ایسی ضرورت دیکھے تو اسے بھی ایسے کرنا جائز ہے اور چونکہ اس میں اجتہاد دقیق کی ضرورت ہے۔ اس لئے زجر اور سزا رعیت کے اختیار میں نہیں رکھی گئی۔

سوال: جس صورت میں عوام کو ایسا اختیار نہیں تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہئے کہ لوگوں کو معاصی سے زجر کرنے کیلئے ان کا مال ضائع کر ڈالے اور جن مکانوں میں وہ شراب پینے یا گناہ کرتے ہیں انہیں ویران کردے اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہوں انہیں تباہ کردے۔

جواب: شریعت میں اس طرح کا زجر خارج از مصلحت تو مگر ہم مصلحتوں کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں کرسکتے بلکہ ان میں اسلاف کا اتباع کرتے ہیں اور سخت ضرورت کی وقت شراب کے برتنوں کا توڑنا ثابت ہے اس کے علاوہ شدت حاجت نہ ہونے سے نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہیں بلکہ حکم علت کے ختم ہونے سے حکم جاتا رہے گا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی لوٹ آئے گا اور ہم نے حاکم کیلئے جائز رکھا تو اتباع سلف کی وجہ سے اور عوام کو اس لئے منع کیا کہ اس میں اجتہاد کی وجہ سے پوشیدہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اول شراب بہا دی جائے تو اس کے بعد اس کے برتنوں کا توڑنا جائز نہیں کیونکہ ان کا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے تھا اور جب وہ شراب سے خالی ہیں تو ان کا توڑنا مال کا ضائع کرنا ہے لیکن اگر شراب میں رچے ہوں کہ اس کے سوا اور کسی قابل نہ ہوں۔ تب تو توڑنے کا

حرج نہیں کیونکہ توڑنے کا فعل جو قرن اول سے منقول ہے اس کی دو وجہیں تھیں۔ (1) زجر کی حاجت شدید (2) برتنوں کا شراب کے تابع ہونا جن میں وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے میں ان دونوں باتوں کی تاثیک ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کو یا دونوں کو حذف کردیا جائے اور دو وجہوں کے سوا تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس فعل کا صدور صاحب امر کی رائے سے ہو۔ اس لئے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہے اور یہ وجہ بھی قابل لغو نہیں۔ ان دقائق تقیہہ کے پہچاننے کی محتسب کو لازماً ضرورت ہوتی ہے۔

درجہ نمبر6: دھمکانا اور ڈرانا جیسے مثلاً یوں کہے کہ اس کام کو ترک کرو ورنہ تیرا سر پھوڑوں گا یا تھپڑ ماروں گا یا کسی سے پٹواؤں گا اسی طرح کے اور الفاظ چاہئے کہ واقعی زدوکوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہہ دیا کرے اور اس درجہ میں ادب یہ ہے کہ جس بات کو نہ کرسکے۔ اس سے دھمکا دے بھی نہیں مثلاً یوں کہنا کہ تیرا مکان لوٹ لوں گا یا تیرے لڑکے پیٹوں گا یا تیری بیوی کو قید کرلوں گا۔ اس جیسی اور باتیں۔ بلکہ ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہے گا تو حرام ہیں اور بغیر پختہ ارادہ تو جھوٹ ہیں۔ ہاں اگر گناہ کرنے والے ان دھمکیوں کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتوں پر اس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا جہاں تک کہ مقتضائے حال اور مصلحت ہو۔

مسئلہ: محتسب کو جائز ہے کہ جتنا اس کا ارادہ باطن میں ہو وعید میں اس سے کچھ بڑھا کر کہے بشرطیکہ یہ سمجھے کہ اس طرح کا وعید اس جرم کی جڑ کاٹ دے گا اور مجرم کو جرم سے واقعی روک دے گا اور یہ گفتگو اس جھوٹ میں نہیں جو ممنوع ہے بلکہ ایسی باتوں میں مبالغہ کا دستور عام ہے اور اس مبالغہ کو یوں سمجھو جیسے کوئی دو لڑنے والے آدمیوں میں صلح کرانے کو مبالغہ سے کچھ کہہ دے یا دوستوں سے مبالغہ کے طور پر کچھ کہہ دے تو اس قدر مبالغہ کی اجازت ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی ضرورت ہی ہے کیونکہ محتسب کا ارادہ بھی مجرم کی اصلاح ہے۔

مسئلہ: بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی وعید فرمائے جسے کرے نہیں تو قباحت نہیں۔ اس لئے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا نہ کرنا حرام ہے ہاں قباحت اس میں ہے کہ وہ کسی چیز کا وعدہ کرے جسے نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ اس لئے کہ کلام الٰہی قدیم ہے اس میں خلاف کو دخل نہیں خواہ وعدہ ہو یا وعید۔ البتہ یہ بات بندوں کے حق میں ہوسکتی ہے اور سچ بھی ہے کیونکہ وعید میں خلاف کرنا حرام نہیں۔

درجہ نمبر7: ہاتھ پاؤں وغیرہ سے زدوکوب کرنا بشرط ضرورت ہتھیار نکالے بغیر یہ عوام کو بھی درست ہے اور بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے یعنی جب برائی دفع ہوجائے تو مارپیٹ سے ہاتھ کو روکنا چاہئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے مدعا علیہ پر حق ثابت ہوجاتا ہے تو قاضی ادائے حق تک اسے قید رکھتا ہے اگر وہ حق نہ دینے پر اصرار کرتا ہے اور

1۔ یہی بحث مسئلہ امکان کذب و امتناع میں آتی ہے مذکورہ بالا دلیل اہلسنت بریلوی کی مؤید ہے اور دیوبندیوں کا رد تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب امکان کذب)۔ اویسی غفرلہ۔

قاضی کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ حق کی ادائیگی پر قادر ہے مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہیں دیتا تو اسے اختیار ہے کہ بتدریج بقدر ضرورت اسے پڑوا کر حق دلوا دے۔ اسی طرح محتسب بھی جتنی مار کی ضرورت سمجھے اس سے زیادہ نہ بڑھے۔

مسئلہ: اگر محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی ضرورت پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے برائی کو دفع کر سکتا ہو تو جائز ہے کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو۔ مثلاً کوئی فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوئے ہے یا راگ بجا رہا ہے ہے اور اس کے اور محتسب کے درمیان میں نہر حائل ہے یا کوئی دیوار و خندق مانع ہو تو محتسب بندوق لے کر کہے کہ اسے چھوڑ دو ورنہ گولی مار دوں گا اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہے کہ اسے گولی مار دے مگر چاہئے کو پنڈلی اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مرجائے بلکہ دور کرے یا مددگاروں کے زور سے تو غرض اس مسئلہ میں وہی احتمالات ہوں گے جو ہم نے ذکر کئے ہیں۔ (یہ محاسبہ کے درجات تھے جو بیان ہوئے اب ہم محاسبہ کے آداب ذکر کرتے ہیں)۔

آداب محتسب: آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل میں لکھتے آئے ہیں مگر اب ان کو ایک یکجا اور ان کا اصل منشا لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ محتسب کے تمام آداب کا تین صفات ہیں۔ علم' ورع' حسن خلق۔ (1) محتسب کو علم لازم ہے محاسبہ کے مقامات اور حدود اور موانع سے اسے آگاہی ہو تاکہ حد شریعت پر اسے اکتفا کرے۔ (2) ورع اس لئے کہ جو کچھ اسے معلوم ہو اس کی مخالفت نہ کرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا بلکہ اکثر طور پر سمجھتا ہے کہ شاید محاسبہ میں حد سے بڑھا ہوا ہوں۔ جس کی شریعت سے اجازت ہے اور یہ سراسر میری زیادتی ہے لیکن پھر بھی کسی غرض شرعی کیلئے محاسبہ کرتا ہے تو ورع کی وجہ سے یہ اس میں خرابی نہ رہے گی۔ محتسب کو ایسا ہونا چاہئے کہ اس کا وعظ تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر محاسبہ کرتا ہے تو لوگ اس پر طعن کرتے بلکہ اس کی گستاخی بھی کرتے ہیں۔

حسن خلق نمبر3: اس لئے کہ اس کی وجہ سے نرمی اختیار کرے گا جو اس کے متعلق اصل ہے اور علم و ورع اس میں کافی نہیں کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہے تو صرف علم اور ورع اس کی جڑ کاٹنے میں کافی نہیں ہوتے جب تک کہ حسن خلق نہ ہو اور واقعی ورع کامل تب ہوتا جب اس کے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے ایماندار اللہ تعالیٰ کے دین کا حمایتی ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار اس کی آبرو یا جان و مال پر پڑے گی محاسبہ بھول کر دین الٰہی سے غافل ہو کر اپنی جان کی فکر میں مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتدا محاسبہ اس لئے کرتا ہے کہ ناموری اور عزت حاصل ہو۔

مسئلہ: ان تین صفات کی وجہ سے محاسبہ میں اجر و ثواب ہوتا ہے اور اسی سے برائی بھی دور ہوتی ہے اگر یہ صفات نہیں تو برائی بھی نہیں مٹتی بلکہ بعید ممکن ہے کہ کسی صورت میں خود محاسبہ ہی برائی ہو کہ حد شریعت سے گزر جائے

اور ان آداب پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ امربالمعروف اور نہی عن منکر وہی کرے جو امر کرنے میں بھی بردبار ہو اور نہی میں بھی بردبار ہو ایسے ہی نہی میں فہیم ہو اور امر کرنے میں بھی فہیم ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہیں بلکہ امونہی کرنے میں فہیم ہونا شرط ہے اور یہی حال بردباری کا ہے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب تم عوام کو امربالمعروف کرو تو سب سے پہلے معروف کو زیادہ تم خود اختیار کرو۔ ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہے لا تلم المرء علی فعلہ وانت منسوب الٰی مثلہ ترجمہ: کسی کے فعل پر ملامت نہ کر جبکہ تو خود اس کی طرف منسوب ہے۔ من ذم شیئا واتی مثلہ فاضا یزری علی عقلہ ترجمہ: جو دوسری کو مذمت کرتا ہے لیکن خود فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو بے شک اپنے عقل کی خود تحقیر کرتا ہے۔

فائدہ: اس سے یہ مراد نہیں کہ فسق کے سبب سے امربالمعروف منع ہوجاتا ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ فاسق کے کہنے کا اثر اس کے فسق کے ظاہر ہونے سے عوام کے دلوں پر نہیں ہوتا ورنہ امربالمعرف میں یہ ضروری نہیں کہ پہلے خود تمام معاصی سے اجتناب کرے پھر امربالمعروف کرے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم امربالمعروف نہ کریں جب تک تمام اچھی باتوں پر خود عامل نہ ہوں اور بری باتوں سے کسی کو منع نہ کریں جب تک تمام برائیوں سے ہم خود اجتناب نہ کریں آپ نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ امربالمعروف کرو اگرچہ تمام نیکیوں پر معروف خود عمل نہ کرسکو اور برائی سے نہی کرو اگرچہ تمام برائیوں سے اجتناب نہ کرو۔

حکایت: بعض اکابر دین اور سلف صالحین نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت کی کہ جب تم میں سے کوئی امربالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ اپنے دل میں صبر بالجزم کرے اور اللہ تعالیٰ کے ثواب پر وثوق کرے۔ اس لئے جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہے اسے ایذا کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

فائدہ: معلوم ہوا ہے کہ منجملہ آداب محاسبہ کے صبر کرنا بھی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امربالمعروف کے ساتھ ہی صبر کو ذکر فرمایا۔ چنانچہ حضرت لقمان کا قول اس طرح ہے۔ یا بنی رقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ترجمہ: بیٹے نماز قائم کر اور سکھلا اچھی بات کا حکم کر اور برائی سے منع کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کر۔

فائدہ: ایک ادب یہ بھی ہے دنیوی تعلقات کم کردے تاکہ محاسبہ میں زیادہ تعلقات نہ ہوں اور خلق خدا سے طمع منقطع کردے تاکہ مداہنت باقی نہ رہے۔

حکایت: کسی ایک بزرگ کے ہاں ایک بلی تھی اور اس کیلئے اپنے ہمسایہ قصاب سے روزانہ کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے۔ ایک دن اس قصاب سے کوئی برائی دیکھی تو گھر میں جاکر پہلے بلی کو نکالا پھر اس قصاب کو اس برائی سے منع کیا۔ اس نے کہا کہ اب آئندہ آپ کی بلی کیلئے چھیچھڑے نہ دوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ پر محاسبہ تب کیا ہے جب بلی کو پہلے نکالا۔ تجھ سے میں نے طمع قطع کردیا ہے۔

فائدہ: بزرگ کا قول درست ہے کیونکہ جو شخص جب تک خلق خدا سے طمع منقطع نہ کرے گا اس سے محاسبہ نہ ہو سکے گا۔ عوام میں جسے یہ طمع ہو کہ لوگوں کے دل میری طرف سے صاف رہیں اور میری تعریف میں سب کے سب رطب اللسان ہوں تو اس سے محاسبہ نہ ہو سکے گا۔

حکایت: حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمہاری قدرومنزلت تمہاری قوم میں کیسی ہے انہوں نے کہا کہ اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توریت تو یوں کہتی ہے کہ جب آدمی امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اس کی قدرومنزلت اس کی قوم میں بری ہوتی ہے۔ ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتاہے اور محاسبہ میں نرمی برتنے کے وجوب پر وہ قصہ دلالت کرتا ہے جس سے ماموں نے استدلال کیا تھا۔

حکایت: ایک واعظ نے ماموں کو نصیحت کی اور گفتگو کا لہجہ سخت رکھا۔ ماموں نے کہا کہ بزرگو نرمی سے گفتگو کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (وہ تمہارے بہتر تھے) فرعون کے پاس بھیجا (وہ مجھ سے بدتر تھا) تو نرمی کا ارشاد فرمایا کہ فقولا لہ قولا لینا لعلہ تیذکر اویخشٰی۔ (طٰہ 44) ترجمہ کنزالایمان: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

فائدہ: محتسب کو نرمی کے بارے میں انبیا علیہم السلام کی پیروی کرنی چاہئے۔ اور عرض کی کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں۔ لوگو صحابہ نے اسے ملامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو اسے فرمایا قریب آجاوہ قریب ہوا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ماں کے لئے پسند کرے گا اس نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ جواں مردوں کا یہی کام ہے کہ اپنی ماں کے لئے زنا پسند نہیں کرتے۔ اچھا بتایئے تو اپنی بیٹی کیلئے زنا پسند کرے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جوانمرد ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کیلئے زنا پسند نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کیا تواپنی بہن کیلئے زنا پسند کرے گا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ آپ نے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے متعلق وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گزرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ جوان مرد ایسے ہی ہوتے ہیں کہ زنا کو پسند نہیں کرتے۔ ابن عوف اور ابی امامہ دونوں نے متفق ہوکر بیان کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس جوان کے سینہ پر رکھ کر فرمایا الٰہی تو اس کا دل صاف کردے اور اس کا گناہ معاف فرما اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ رکھ۔ راوی کہتا ہے کہ پھر کوئی چیز اس کے نزدیک زنا سے بری نہ تھی۔

حکایت: فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عینہ (رحمتہ اللہ علیہ) سلطان کے انعام قبول فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہیں پھر سفیان بن عُینیہ رحمتہ اللہ علیہ کو علیحدہ لے گئے اور زجروملامت کی ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے یوں کہا اے گروہ علماء تم شہروں کے چراغ تھے جس سے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی و ظلمت بن گئے۔ تم ستارہ تھے جن سے لوگوں کو ہدایت نصیب تھی۔ اب تم باعث حیرت ہوگئے۔ تمہارا کوئی بھی شرم نہیں کرتا کہ امرا کا مال لیتا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ یہ مال ان کے ہاں کہاں سے آتا ہے پھر اپنی کمر تکیہ سے لگا کر کہتا ہے کہ حدثنی فلاں عن فلاں سفیان رحمتہ علیہ نے سر اٹھا کر آہ کہا اور بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیک بختوں میں نہیں تو ان سے محبت تو کرتے ہیں (اور قاعدہ ہے حب درویشاں کلید جنت است۔ اولیا کی محبت جنت کی کنجی ہے۔ اویسی غفرلہ)

حکایت: حماد بن اسلم کہتے ہیں کہ صلہ بن اشیم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص گزرا جس کا پاجامہ گٹوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا ان کے مریدوں نے چاہا کہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو میں اس تردد سے تمہیں بچا دوں گا۔ آپ نے اس کے قریب جاکر فرمایا کہ بھتیجے مجھے تم سے کوئی کام ہے۔ اس نے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہے۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کرلو۔ اس نے فورا اونچا کرلیا۔ پھر آپ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ اگر تم اس کے ساتھ سختی کرتے تو یہ انکار کردیتا بلکہ برا بھلا کہتا۔

حکایت: محمد بن زکریا غلابی کہتے ہیں کہ میں ایک رات عبداللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ نماز مغرب پڑھ کر اپنے مکان کو آرہے تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک قریشی نوجوان نشہ میں کھڑا ہے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور اس نے فریاد چاہی لوگ جمع ہوکر اس جوان کو مارنے لگے۔ ابن عائشہ نے دیکھ کر پہچان لیا۔ لوگوں سے کہا کہ میرے بھتیجے سے علیحدہ ہوجاؤ۔ پھر اسے اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپ نے اسے چھاتی سے لگا کر کہا کہ میرے ساتھ چل یہاں تک کہ اپنے مکان میں لے گئے اور خادم سے کہہ دیا کہ اسے اپنے پاس سلائے جب اس کا نشہ اترے تو جو حرکت اس سے ہوئی ہے۔ اس پر اسے آگاہ کرنا اور جانے نہ دینا جب تک میں اس سے کوئی بات نہ کرلوں جس وقت اس کا نشہ اترا تو خادم نے اس کا حال اسے بیان کیا وہ سن کر بڑا شرمایا اور رویا بھی اور جانے کا ارادہ کیا خادم نے کہا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس لانا۔ اسے حضرت کے پاس لے گیا آپ نے اسے فرمایا کہ شرم نے اپنی شرافت کا خیال نہ کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ تو کس کا لڑکا ہے۔ اللہ سے ڈر اور جس حال میں تو مبتلا ہے اس سے توبہ کر وہ شخص گردن نیچے کرکے روتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا میں نے اللہ تعالٰی سے عہد کیا ہے کہ آئندہ ایسا عمل نہ کروں گا کہ جس کی قیامت میں پرسش ہو اب میں کبھی شراب نہ پیوں گا اور نہ ان گناہوں کے گرد پھروں گا جن میں مرتکب تھا۔ میں نے توبہ کی آپ نے پاس بلا کر اس کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش بیٹا یونہی چاہئے۔ پھر وہ نوجوان آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث لکھا کرتا تھا۔

فائدہ: یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہیں مگر ان کا معروف منکر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ تمام باتوں میں نرمی پر عمل کریں پھر جو چاہیں وہی حاصل ہوگا۔

حکایت: فتح بن شنجرف کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا راستہ روک کر اسے پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ میں چھری تھی جو کوئی اس کے پاس جاتا تھا اسے زخمی کردیتا تھا اور آدمی زبردست تھا کوئی بھی اس کے پاس نہیں جاسکتا تھا اور عورت واویلا کرتی تھی۔ بہت سے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ بشر بن حارث کا وہاں سے گزر ہوا آپ نے اس کے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا۔ آپ وہاں سے چل دیئے اور وہ عورت بھی صحیح سالم چلی گئی۔ لوگوں نے اس شخص کو قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ پسینے میں تر ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے کہا میں اور کچھ نہیں جانتا مگر ایک بزرگ نے مجھ سے قریب ہوکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس کے سننے سے میرے پاؤں ضعیف ہوگئے اور مجھ پر اس بزرگ کی ہیبت چھاگئی۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ کون تھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے۔ اس نے کہا کہ ہائے خرابی وہ مجھے کس نگاہ سے دیکھیں گے اور اسے اسی روز بخار چڑھا اور ساتویں دن فوت ہوگیا۔

فائدہ: محاسبہ میں دینداروں کی عادت اس طرح تھی۔ (باب آداب صحبت میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ہم نے اخبار و آثار نقل کئے ہیں اب دوبارہ خوف طوالت نہیں لکھتے۔ خلاصہ یہ کہ محاسبہ کے درجات و آداب میں نظر کامل اس طرح چاہئے۔ واللہ الموافق۔

بیان المنکرات: ان منکرات کا جن کی عادت عام ہے۔ انہیں مجملاً بیان کرتے ہیں تاکہ ان جیسے اور منکرات کو ان پر قیاس کرلیا جائے کیونکہ ان کا حصر ناممکن ہے۔ منکرات دو قسم ہیں۔ (1) مکروہ (2) ممنوع۔

قاعدہ: جب ہم کہیں کہ یہ چیز منکر مکروہ ہے تو جان لینا چاہئے کہ اس سے منع کرنا مستحب ہے اور اس پر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام نہیں ہاں جب اس کا فاعل مکروہ ہونا نہ جانتا ہوتو اس کے مکروہ ہونے کو اس کے سامنے ذکر کردینا واجب ہے۔ اس لئے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہے جو اسے نہ جانتا ہو اس کو اس حکم کا پہنچا دینا واجب ہے۔

قاعدہ: جب ہم کہیں کہ فلاں منکر محظور ہے یا صرف منکر پس تو اس سے ہماری یہ غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہے اور اس پر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا۔ اب اس قسم کی منکرات مساجد میں دیکھی جاتی ہیں اور بازاروں میں بھی اور راستوں پر بھی اور دوسرے مقامات میں بھی ہم سب کو جدا جدا بیان کرتے ہیں۔

منکرات مساجد: رکوع و سجود میں اطمینان نہ کرنے سے نماز خراب کرنا یہ منکر ہے بحکم حدیث ہے نماز کو باطل کرتا ہے تو اس سے منع کرنا واجب ہے۔

فائدہ: احناف کے نزدیک یہ ہے کہ نماز میں ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہیں کیونکہ احناف کے اس قاعدہ پر منع کرنا مفید نہ ہوگا دوسرے کو نماز میں خرابی کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ اس کا شریک ہوگا۔ اس میں اکثر یونہی وارد ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے کیونکہ غیبت کے متعلق حدیث ہے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم نہیں یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے قبلہ سے انحراف وغیرہ اس سب میں محاسبہ واجب ہے۔

منکرات قرآن: قرآن غلط پڑھنا اس سے ممانعت واجب ہے اور صحیح کا سکھلانا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی معتکف ہو ایسے یہ امور میں اپنی اوقات صرف کرتا ہے اور اس کے سبب سے ذکر اور نماز نفل نہیں پڑھتا تو اسے انہیں منکرات کے منع کرنے میں مصروف رہنا چاہئے کہ ذکر اور نفل کی بہ نسبت یہ افضل ہے اس لئے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کا فائدہ دوسرے کو پہنچتا ہے اور واجب بھی ہے۔ بخلاف نفل و ذکر کے کہ ان کا فائدہ خاص عامل پر منحصر ہے۔

مسئلہ: اگر ان سے ممانعت کرنے میں مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہیں کرسکتا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کے پاس مقدار کفایت موجود ہو تب تو اس کو ممانعت منکر میں مشغول ہونا لازم ہے اور ترک محاسبہ دنیا کی زوائد چیزوں کی طلب کے سبب جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر اسے اسی دن کے غذا کی ضرورت ہو تو یہ عذر ہے اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہوجائے گا کیونکہ مجبور ہے۔

مسئلہ: جو شخص قرآن پڑھنے میں غلطی بہت کرتا ہو تو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہئے کہ سیکھنے تک قرات سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور سیکھنے پر قادر بھی ہے۔

مسئلہ: اگر اس کی زبان کام نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرات غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے صرف الحمد کے سیکھنے اور اس کے صحیح کرنے میں محنت کرے اسی طرح ہر ایک طریقہ جب تک نہ کرلے قرآن کی تلاوت نہ کرے۔

مسئلہ: اگر اکثر قرات صحیح ہو مگر سب کے یکساں پڑھنے پر قادر نہیں تو کوئی حرج نہیں مگر چاہئے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا نہ سنے کیونکہ آہستہ آہستہ پڑھنے سے روکنے کی وجہ بھی موجود ہے لیکن جس صورت میں کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اسی قدر صحیح پڑھ سکتا ہے اور اسے تلاوت کے ساتھ انس اور اس کی حرص ہے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک اس کے پڑھنے کا کوئی حرج نہیں۔

منکرات اذان: اذان میں مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح میں تمام سینہ قبلہ کی جانب سے پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان کہنا اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا کہے اور نمازیوں کو جواب اذان

میں دشواری نہ ہو کیونکہ کثرت آوازوں میں جواب دینا دشوار ہوتا ہے تو یہ تمام امور منکرات مکروہ ہیں۔ انہیں ان سے آگاہ کردینا واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہوں تو منع کرنا اور محاسبہ مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی مسجد کا ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح صادق ہونے سے پہلے اذان کہہ دیتا ہو تو چاہئے کہ اسے منع کیا جائے۔ اس لئے کہ عوام کو روزہ اور نماز میں تردد ہوتا ہے ہاں اگر وہ شخص مشہور ہوجائے کہ صبح سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اوراس کی آواز سے نماز میں یا سحری ترک کرنے میں لوگوں کو دھوکا نہیں پڑتا اور دوسرا موذن اور بھی ہے جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہے اور اس کی آواز لوگ پہچانتے ہیں تو کوئی حرج نہیں (لیکن احناف کے نزدیک وقت سے پہلے کوئی اذان نہیں اگر دیدی تو اس کا اعادہ چاہئے۔ اویسی غفرلہ)۔

مسئلہ: یہ بھی مکروہ ہے کہ صبح صادق ہونے کے بعد ایک ہی مسجد میں ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانیں ہوں خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانوں سے کوئی فائدہ نہیں بالخصوص اس صورت میں کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہیں آواز مسجد کے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی منکر آگاہ ہو۔ یہ امور مکروہ اور طریقہ صحابہ اوراکابر سلف کے مخالف ہیں۔

منکرات خطیب: خطیب کا سیاہ لباس پہننا جس میں ریشم غالب ہو یا ملوار سنہری ہاتھ میں رکھنا۔ اس صورت میں وہ فاسق ہے اور اس حرکت کا انکار اس پر واجب ہے لیکن خالص سیاہ لباس مکروہ نہیں لیکن اس کا اختیار کرنا بھی اچھا نہیں اس لئے کہ کپڑوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ سفید ہے۔

ازالہ وہم: جس نے کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ اور بدعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قرن اول میں اس کی عادت نہ تھی مگرچونکہ اس میں ممانعت بھی وارد نہیں تو اس کی بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہئے بلکہ ترک اولیٰ سمجھنا چاہئے۔

منکرات وعظ و تقریر: ایسے واعظوں کا وعظ جو اپنی تقریر میں بدعت (شیشہ ملائیں) سننا مکروہ ہے۔ واعظ اگر وعظ میں جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہے اور اس پر محاسبہ واجب ہے۔ ایسے ہی بدعتی (بدمذہب) واعظ کو منع کرنا چاہئے اور اس کے وعظ میں شریک بھی نہیں ہونا چاہئے مگر اس ارادہ سے کہ اگر ہوسکے گا تو تمام لوگوں کو منع کروں گا کہ اس کا کہنا نہ مانا یا جو لوگ اس کے آس پاس ہوں انہیں روکے گا اور اگر یہ نہ ہوسکے تو بدعت (بدعقیدہ) کا وعظ نہیں سننا چاہئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا فاعرض عنھم حتی یخوضوافی حدیث غیرہ۔ ترجمہ: الانعام نمبر68۔ تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں۔ (کنزالایمان) (افسوس ہے کہ نہ صرف عوام اہلسنت بلکہ بڑے اچھے خاصے پڑھے مولوی پیر بدمذہبوں کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں اس کا ان کو قیامت میں سخت محاسبہ ہوگا۔ اویسی غفرلہ)۔

مسئلہ: جب واعظ کا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگوں کو معاصی پر جرات دلاتا ہو یعنی مضامین بیان کرے کہ لوگوں کو اس

کے وعظ سے جرات ہو اور اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہوجائے اور دل میں خوف کمزور پڑ جائے تو یہ منکر ہے اور واعظ کو اس سے روکنا واجب ہے۔

اس لئے کہ اس کا فساد بہت برا ہے بلکہ آج کل تو خوف کا بیان اگر کوئی زیادہ کرے اور رجا کا کم تو عوام کی طبیعتوں کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ ان کو خوف کی ضرورت ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونوں برابر رہنے چاہئیں۔

حکایت: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ میں داخل ہوں تو میں امید کروں کہ وہ شخص میں ہی ہوں جسے مستثنیٰ کیا ہے اگر قیامت کو یوں پکارا جائے کہ سب آدمی جنت میں چلے جائیں۔ بجز ایک کے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی میں ہی نہ ہوں۔ آہ!

مسئلہ: کہ واعظ جوان کپڑوں اور وضع میں عورتوں کیلئے سنگھار کرے۔ وعظ میں اس کا بہت کہتا ہو اور ارشادات و حرکات بھی بہت کرتا ہو اور اس کے وعظ میں عورتیں بھی آتی ہوں تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ صلاح و بہتری کی بہ نسبت اس میں فساد زیادہ ہے اور یہ واعظ کے حالات کے قرائن سے ظاہر سے ظاہر ہوجاتی ہے بلکہ جو شخص بظاہر تقویٰ نہ رکھتا ہو اور سکینت و وقار کی وضع اور نیک بختوں کا لباس نہ ہو تو چاہئے کہ اسے وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کے وعظ سے لوگ گمراہی میں زیادہ ہوں گے۔

مسئلہ: چاہئے کہ مجلس وعظ میں عورتوں اور مردوں کے بیچ میں کوئی آڑ کردی جائے جس سے عورتوں کو وہ نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد کا سرچشمہ ہے اور ان منکرات پر عادات شاہد ہیں اور عورتوں کو مسجد کے اندر نماز کیلئے آنے سے اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا جائے بشیرطیکہ فتنہ کا خوف ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا تھا۔ آپ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو جماعتوں سے منع نہ فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حالات سے واقف ہوتے جو عورتوں نے اب ایجاد کئے ہیں تو آپ بھی منع فرماتے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد میں گزرے تو اسے نہیں روکنا چاہئے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کو صرف راستہ مقرر نہ کیا جائے اور واعظوں کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچ کر اور گانے کی طرح پر اس طرح پڑھنا کہ نظم قرآنی کو بدلے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کرجائے۔ یہ منکر اور سخت درجہ کا مکروہ ہے۔ ہمارے سلف صالحین نے اس پر انکار کیا ہے۔

جیسے وہابی دیوبندی مرزائی شیعہ وغیرہ 12- اویسی غفرلہ۔ 2 لیکن اب ایسے لوگ کہاں 12-

ا۔ (یعنی ظاہری دنیا کے اسباب کے مطابق ورنہ معنوی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کچھ جانتے ہیں) اویسی غفرلہ۔

ا۔ اس سے بعض واعظین و مقررین خصوصیت سے غور فرمائیں۔ اویسی غفرلہ۔

جمعہ مکروہات: جمعہ کے دن دوائیوں اور کھاوں اور تعویذوں کے فروخت کیلئے حلقے بنانااور رسالوں کا کھڑا ہونا اورکچھ اشعار یا قرآن پڑھنا کہ لوگ سن کر کچھ دیں۔ مکروہ ہے۔

مسئلہ: اسی طرح ان میں بعض چیزیں تو حرام ہیں کیونکہ وہ دغا بازی اور جھوٹ ہوتی ہیں جیسے بعض جھوٹے طبیبوں' ڈاکٹروں کے ڈھکوسلے یا شعبدے اور نظربندوں کے افعال اور یہی حال غالب اوقات میں تعویذ والوں کا ہے کہ وہ دیہاتی لوگوں کے اور بچوں کے ہاتھ فروخت کرکے ان کو دھوکا دے دیتے ہیں تو یہ امور مسجد اور مسجد کے باہر حرام ہیں اور ان کے مرتکب کو ان سے منع کرنا واجب ہے بلکہ جس بیع میں جھوٹ اور دغابازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہوتو وہ حرام ہے۔

مسئلہ: بعض امور ایسے ہیں کہ مسجد کے باہر مباح ہیں جیسے سینا اور دوائیوں اور کتابوں اور غذاؤں کا بیچنا اور یہ باتیں مسجد میں بھی حرام نہیں مگر کسی مانع کی وجہ سے حرام ہیں۔ مثلاً نمازیوں پر جگہ کاتنگ ہوجانا یا نماز میں دل کا پریشان ہونا وغیرہ اگر ان باتوں میں سے کچھ نہ ہو تو حرام نہیں اور بہتر ہے کہ نہ کی جائیں۔

مسئلہ: مباح ہونے کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ کبھی اتفاقاً" گنتی کے دنوں میں ہوجائیں اگر مسجد کو ہمیشہ کیلئے دکان ہی بنائے تو حرام ہے اوراس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہیں جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہیں اگر کثرت سے ہوں تو گناہ ہوجاتے ہیں جیسے بعض گناہ اصرار کے نہ ہونے کی صورت میں صغیرہ رہتے ہیں اور اصرار سے کبیرہ ہوجاتے ہیں۔

مسئلہ: اگر یہ باتیں ایسی ہوں کہ قلیل کے ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کو پہنچے گی تو اس قلیل سے بھی منع کرنا چاہئے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو پہنچتا ہے اس لئے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور عوام کواس خوف سے کہ آگے کو بہت ہوجائے گا۔ منع کرنے کا اختیار نہیں۔

مجنونوں اور لڑکوں اور نشہ کرنے والوں کا مسجد میں آنا

مسئلہ: مسجد میں لڑکوں کے داخل ہونے کا حرج نہیں بشرطیکہ نہ کھیلیں کیونکہ اگرچہ مسجد میں لڑکوں کا کھیلنا حرام نہیں اور نہ ان کے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہے مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کریں اور عادت ڈالیں کہ مسجد میں ہمیشہ کھیلا کریں تو منع کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: لڑکوں کا کھیل اس قسم میں ہے کہ کم ہوتو مسجد میں جائز ہے اور زیادہ ہوتو جائز نہیں اور کم کے جواز کی دلیل وہ روایت ہے جو صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کیلئے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حبشیوں کا رقص اور ڈھال تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا۔

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ اگر حبشی مسجد کو بازی گاہ ٹھہرا لیتے تو منع کئے جاتے اور قلت کے ساتھ ان کا کھیل

آپ نے برا نہیں کہا یہاں تک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل خوش کرنے کیلئے انہیں کھیلنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اے بنی ارفدہ اپنا کھیل کھیلے جاؤ۔ (چنانچہ باب السماع میں ہم نے یہ قصہ مفصل نقل کیا ہے)۔

مسئلہ: مجنونوں کا مسجد میں آنا اس وقت حرج نہیں کہ مسجد کے غلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنے کا مثلاً برہنگی کو کھولنے وغیرہ کا خوف نہ ہو اور جو دیوانہ ایسا ہو کر اس کی عادت سے معلوم ہو کہ وہ خاموش اور ساکن رہتا ہے تو اس کا مسجد سے نکالنا واجب نہیں۔

مسئلہ: نشہ والے کا حکم مجنوں جیسا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد میں قے کردے گا یا لوگوں کو زبان سے ایذا دے گا تو اس کا نکالنا واجب ہے یہی حال ہے اگر اس کی عقل ٹھکانے نہ ہو کہ اس سے ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہے۔

مسئلہ: اگر اس نے شراب پی ہو اور مست نہ ہو مگر بدبو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہے بلکہ سخت مکروہ۔ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا ہے تو ان دونوں چیزوں کا کھانا تو مکروہ ہی رہے گا اور شراب کا معاملہ سخت ہے اس لئے اس میں سخت کراہت کا حکم چاہئے۔

سوال: مناسب یوں ہے کہ نشہ والے کو زدو کوب کرکے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اس کی توبیخ ہو۔

جواب: زدوکوب کا اختیار عوام کو نہیں بلکہ حکام کو (تعزیز کا) اختیار ہے اور وہ بھی اس صورت میں ہے کہ وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہوں کی گواہی سے پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہیں تو اس نظر سے مناسب ہے کہ ایسے شخص کو مسجد ہی میں بٹھلایا جائے اور نہ پینے کیلئے امر کیا جائے اگر وہ ہوشیار ہو۔

مسئلہ: اگر وہ بہک کر چلتا ہو اس طرح کہ نشہ پہچانا جائے تو اسے مسجد میں اور باہر جہاں ملے پیٹنا چاہئے تاکہ پھر نشہ کا اثر ظاہر نہ کرے کیونکہ برائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی برائی ہے اور معاصی کو پہلے تو ترک کرنا ہی واجب ہے اور کرلیا تو اس کا چھپانا اور ان کے آثار کا ظاہر نہ کرنا واجب ہے تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اس پر تجسس کرنا جائز نہیں اور شراب کی بدبو پینے کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ بدبو بغیر پینے کے بھی ہوسکتی ہے کہ شراب کی جگہ میں بیٹھ گیا ہو یا منہ کو لگا کر کلی کردی پی نہ ہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

بازار کے منکرات: بازار میں جس منکرات کی عادت ہے ان میں چند یہ ہیں۔ (1) شے کو نفع پر بیچنے میں جھوٹ بولنا۔

مسئلہ: جو کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے کو خریدی ہے اور اتنے نفع پر دیتا ہوں اور وہ اس میں جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہے اور جس شخص کو اس کا حال معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ مشتری کو اس کے جھوٹ سے آگاہ کردے اگر وہ بائع کی خوشنودی سے خاموش رہے گا تو خیانت میں اس کا شریک ہوگا اور سکوت کی وجہ سے گنہگار۔ (2) چیز کا عیب مشتری

سے مخفی رکھنا۔

مسئلہ: جو کوئی عیب سے واقف ہو اسے لازم ہے کہ مشتری کو بتا دے ورنہ وہ اپنے ایک مسلمان کے مال ضائع ہونے پر راضی ہو گا اور وہ حرام ہے۔ (3) گز اور ناپ اور تول میں کم دینا۔

مسئلہ: جس کو فرق معلوم ہو اسے لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لے جائے تاکہ وہ یہ جھگڑا ہی ختم کردے۔ (4) ایجاب قبول نہ کرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لئے ایسے شخص کو اس سے منع کرنا چاہئے جو ایجاب قبول کے وجوب کا معتقد ہو۔ (5) شروط فاسدہ کے امور میں داخل کرنا بعض لوگوں کی عادت ہے۔ انہیں منع کرنا واجب ہے اور جمیع تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسے ہی ہیں ان سب سے منع کرنا چاہئے۔ (6) عید کے دن بچوں کیلئے کھلونوں اور جاندار کی تصویر کا بیچ کرنا ان کا توڑ ڈالنا اور ان کی بیچ سے منع کرنا واجب ہے یہی حال چاندی سونے کے برتنوں کا ہے اس طرح ریشم کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیاں۔

فائدہ: کپڑوں سے ہماری مراد یہ ہے مردوں کے ہوں یا اس علاقہ کی عادت معلوم ہو کہ ان کو مرد ہی پہنتے ہیں تو یہ تمام منکر اور محظور ہیں اس طرح جو اس کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دھلا کر بیچتا ہو اور ملاوٹ شوب کی وجہ سے لوگوں کو ان کا پرانا ہونا معلوم نہ ہو اور وہ کہے کہ یہ نئے کپڑے ہیں تو یہ فعل بھی حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے ایسے ہی پھٹے کپڑوں کو رفو کرکے بیچنا۔

خلاصہ: جن معاملات میں دھوکا ہوتا ہو ان سب کا کرنا (ان کا شمار طویل ہے باقی کو انہیں پر قیاس کر لینا چاہئے جتنا ہم نے لکھ دیئے ہیں)

راستوں کے منکرات: عام عادت ہو گئی ہے کہ مکانات کے قریب کھمبے بنا کر چبوترہ بناتے ہیں بعض پیڑ لگاتے ہیں بعض چھجے برآمدے اور سائبان کھڑے کرنا اور لکڑیاں گاڑتے ہیں اور غلوں کی کھلیاں لگاتے اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستوں میں ڈال دیتے ہیں یہ تمام بری باتیں منکر ہیں۔

مسئلہ: اگر ان سے راستہ تنگ ہوتا ہو یا گزرنے والوں کو ٹکر لگتی ہو تو منع ہے۔

مسئلہ: لکڑیوں اور گٹھوں کا راستہ میں صرف اتنا وقت ڈالنا درست ہے کہ انہیں گھر میں اٹھا کر لے جائے گا تو جائز ہے اس لئے کہ اس ضرورت میں تمام لوگ شریک ہیں ہر ایک کو اس کی ضرورت پڑتی ہے منع کرنا ممکن نہیں۔

مسئلہ: جانوروں کا راہ میں یوں باندھنا کہ راہ تنگ ہو جائے اور چلنے والوں پر ان کے بول و براز کی چھینٹیں پڑیں تو یہ منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے لیکن صرف اترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانوروں کا راہ میں رہنا ضرورت کیلئے درست ہے اور چونکہ راستوں سے منفعت ہر شخص لے سکتا ہے اور کوئی ان کو خاص اپنے نفع کیلئے استعمال

نہیں کرسکتا۔ اسی لئے ان میں مقدار ضرورت کا لحاظ رہتا ہے اور ضرورت بھی وہ دیکھی جاتی ہے جس کیلئے عادتاً راستے مقصود ہوتے ہیں تمام ضروریات کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

ایک منکر

مسئلہ: جانور پر کانٹے لاد کر راستہ میں اس طرح ہانکے کہ لوگوں کے کپڑے پھاڑ دے یہ اس وقت منکر ہے کہ کانٹوں کو دبا کر اس طرح باندھ سکتے ہوں کہ اس سے کسی کا ضرر نہ ہو یا کسی اور فراخ راہ سے نکل جانا ممکن ہو اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر منع نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ شہر والوں کو اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ہاں کانٹوں کو راستہ پر پڑا رہنے نہ دینا چاہئے۔ صرف اتنی دیر پڑے رہیں کہ ان کو اٹھا کر گھر میں لے جائے۔

مسئلہ: جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہے۔ مالکوں کو اس سے منع کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قصاب اپنی دکان کے سامنے جانور ذبح کرکے سڑک کو خون آلود کرے اسے اس حرکت سے منع کرنا چاہئے بلکہ اسے یوں مناسب ہے کہ اپنی دکان کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ میں ذبح کرنے سے ایک تو راستہ تنگ ہوگا دوسرا لوگوں کو نجاست کی چھینٹوں اور راستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا۔

مسئلہ: کوڑا کرکٹ راہ میں ڈال دینا یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ میں پھینکا دینا یا پانی اتنا چھڑکنا کہ لوگوں کے پاؤں پھسلنے کا خطرہ ہو یہ سب منکر ہیں۔

مسئلہ: تنگ راہ میں پرنالہ بنانا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہیں یا راستہ تنگ ہوتا ہے اگر راستہ اتنا فراخ ہو کہ اس میں یہ دونوں احتمال نہ ہوں تو منع نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ پرنالہ سے بچ کر آدمی نکل جائے لیکن بارش کا پانی اور کیچڑ اور برف راستہ میں ڈالنا اور اس کو صاف نہ کرنا منکر ہے یہ کسی شخص معین سے مخصوص نہیں۔ سوائے برف کے کہ اس کو ایک ہی ڈالے گا تو جو پانی راستہ میں ایک موری معین سے نکل کر جمع ہوگیا ہو یا کسی شخص نے برف ڈال دیا ہو راستہ کا صاف کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: دروازہ پر ایسا کتا بٹھلاوے جو لوگوں کو کاٹے تو اس سے اس کو منع کرنا واجب ہے اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دے صرف راستہ پلید کرتا ہو اور اس کی پلیدی سے بچ کر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پاؤں پھیلا کر اس طرح راستہ میں بیٹھتا یا لیٹتا ہو کہ اس سے راستہ تنگ ہو تو اسے منع کرنا چاہئے بلکہ وہ خود اگر راستہ میں سو رہے یا اسی طرح بیٹھے کہ راستہ تنگ ہو تو خود اس کو منع کرسکتے ہیں۔ پس کتے کو بٹھلانے سے تو بطریق اولیٰ منع کرنا چاہئے۔

حمام کے منکرات: حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویر (فوٹو) بناتے ہیں ان کا دور کرنا واجب ہے اس شخص پر جو حمام میں جائے اور دور کرنے پر قادر ہو اگر تصویریں اونچی جگہ پر ہوں جہاں اس کا ہاتھ نہ پہنچتا ہو تو اس حمام میں بغیر ضرورت شدید کے جانا ہی نہیں چاہئے۔ دوسرے حمام میں چلا جائے۔ اس لئے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہیں اور تصویر

کے بگاڑنے میں اتنا کافی ہے کہ اس کو بدشکل کر کے چہرہ بگاڑ دے۔ ساری کا بگاڑنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: جاندار کی تصویروں کے سوا اگر درختوں اور گل اور مکانوں کے نقوش ہوں تو اسے منع نہ کرے۔

مسئلہ: ستر کھولنا اور اسے دیکھنا منجملہ یہ ہے کہ حمامی ران اور زیر ناف کو کھول کر میل کچیل دور کرتا ہے بلکہ چادر وغیرہ کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ اس وجہ سے منکر ہے کہ دوسرے کا ستر چھونا ایسے حرام ہے جیسے اس کا دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ: ملنے والے کے سامنے چت لیٹنا ہے تاکہ وہ ران اور سرین دابے تو یہ مکروہ ہے اگرچہ حائل کے ساتھ ہو تو بھی حرام ہے مگر یہ اس وقت ہوگا کہ اس حرکت سے شہوت کا خوف ہو۔

مسئلہ: یہی حال ذمی چھپنے لگانے والے کے سامنے ستر کھولنے کا ہے کیونکہ مسلمان عورت کا جائز نہیں کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام میں ستر کھولے تو مردوں کو کیسے ستر کھولنا درست ہوگا۔

مسئلہ: ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی میں ڈبونا اور ناپاک کپڑا اور ناپاک برتن کو حوض میں دھونا جس کا پانی تھوڑا ہو یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہے مگر امام مالک کے مذہب میں پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

فائدہ: اگر حمام میں کوئی مالکی المذہب ہو تو اس کو منع نہ کرنا چاہئے اور حنفی اور شافعی ایسا کریں تو ان کو منع کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر حمام میں شافعی اور مالکی جمع ہوں تو شافعی کو مالکی کا اس حرکت سے نہیں منع کرنا چاہئے۔ ہاں نرمی اور التماس کے طور پر اس سے کہے کہ پہلے ہاتھ دھو کر ڈبونا ہوتا ہے۔ شاید تمہیں اس کی ضرورت نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آپ ہمیں ایذا دیں اور ہماری طہارت کے مخل ہوں اگر آپ اتنے عرصہ کیلئے ہمارے طریقہ پر عمل کریں تو آپ کا کچھ نقصان نہیں اور ہمارا فائدہ ہے یا کوئی اور تقریر ایسی کرے جس میں مالکی راضی ہو اور پانی کو ناپاک نہ کرے ورنہ مختلف فیہ مسائل میں محاسبہ دباؤ سے نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: کہ حمام کے درجات کی وجہ سے یا پانی آنے کے راستہ میں ایک پتھر۔ چکنا پھسلتا لگا رہتا ہے کہ ناواقف اس پر سے پھسلا کرتے ہیں تو اس کا اکھاڑنا اور دور کردینا واجب ہے اور اگر حمامی اس سے غفلت کرے تو اس کو منع کرنا چاہئے کیونکہ اس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اس لئے اس کا دور کردینا ضروری ہے۔

مسئلہ: بیری کے پتوں اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اسے چھوڑ کر نکل آئے اور اس پر

ا۔ فوٹو کے عشاق سوچیں کہ اکابر بھی فوٹو کے منکر تھے وہ تو حمام میں فوٹو کے بھی مخالف تھے اور تم مکانوں، دکانوں کو سجائے ہوئے ہو۔ اویسی غفرلہ۔

کوئی شخص پھسل کر گر پڑے اور اس کا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہ ہوتی ہو اور اس سے بچنا دشوار ہو تو تاوان میں اختلاف ہے کہ اس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر جسے حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پہلے دن تو چھوڑنے والے پر ہو اور دوسرے روز حمامی پر کیونکہ عادت یوں ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کردیا کرتے ہیں اور اگر حمام کی صفائی میں کوئی اور دستور ہو تو اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ حمام میں اور امور بھی مکروہ ہیں جنہیں ہم نے باب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے طوالت کی وجہ سے ہم یہاں نہیں لکھتے۔

ضیافت کے منکرات: مردوں کیلئے ریشم کا فرش حرام ہے اسی طرح چاندی اور سونے کی انگیٹھیوں میں بخور سلگانا یا پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلاء کے برتنوں میں یا ان میں جن کے سرزور سیم کے ہوں تمام منکر ہیں۔

مسئلہ: کہ پردے باتصویریں لٹکائے جانا حرام ہے۔

مسئلہ: کہ تار کے باجے بجتے ہوں یا کنجریاں گاتی ہوں وہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ: کہ عورتیں چھتوں پر مردوں کے دیکھنے کو جمع ہوں اور مردوں میں وہ جواں بھی ہوں جن سے فتنوں کا خوف ہو تو یہ تمام باتیں ممنوع اور منکر ہیں ان کا دور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دور کرنے سے عاجز ہو اسے وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ باہر نکل جانا لازم ہے۔ اس لئے کہ منکرات دیکھنے کیلئے بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ: جو تصویریں کہ تکیوں اور بچھی ہوئی مسندوں پر ہوں وہ منکر نہیں اور ایسا ہی جو رکابی' پیالوں پر ہوں۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے احتراز کرے تاکہ عوام کو فوٹو کا جواز نہ ملے بالخصوص دور حاضرہ میں کہ فوٹو کا مرض عام پھیل گیا ہے۔ فوٹو کی تحقیق فقیر کے رسالہ' رسو "التعزیز" میں پڑھئے۔ اویسی غفرلہ۔

مسئلہ: جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہوں جیسے بعض انگیٹھیوں کے سرپرندوں کی صورت کے ہوتے ہیں تو وہ حرام ہیں۔ تصویر کی مقدار پر اس برتن سے توڑ دینا واجب ہے۔

مسئلہ: چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اس میں اختلاف ہے امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ ضیافت میں سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھ کر باہر چلے گئے تھے۔

مسئلہ: جب کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ تمام صورتیں سخت منکر ہیں۔

مسئلہ: اگر ضیافت میں ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت میں بھی نہ جانا چاہئے۔ اس لئے کہ شراب کی مجلسوں میں جانا حلال نہیں گو خود نہ پیئے اور حالت فسق میں فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہیں۔ (ازالہ وہم) اس میں اختلاف ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد بھی اس کے پاس بیٹھنا جائز ہے یا نہیں یا اس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہیں۔ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب میں ہم اس اختلاف کو ذکر کرچکے ہیں۔

مسئلہ: اگر ضیافت کے مجمع میں کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے بلاضرورت اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر ریشمی کپڑا نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اسے اس کے بدن سے اتار دینا واجب ہے۔ بشرطیکہ باتمیز ہو کیونکہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہذان حراماں علٰی ذکور امتی۔ ترجمہ: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

فائدہ: یہ حکم عام ہے اس میں کچھ بالغوں کی قید نہیں۔ علاوہ ازیں لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے وہ اس نظریہ سے نہیں کہ لڑکا نابالغ ہے بلکہ منع کی وجہ یہ ہے کہ وہ شراب کا عادی نہ ہو ورنہ بلغ ہو کر شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا۔ اسی طرح اگر حریر اس عمر میں پہنے گا تو گویا فساد کا بیج اس کے دل میں بویا جائے گا اور اس سے اشتیاق مستحکم اس کے دل میں جم جائے گا کہ پھر اس کا قلع و قمع کرنا دشوار ہوگا۔ اس لئے اسے ریشم کی عادت ڈالنی ہی نہیں چاہئے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق نہ بڑھے لیکن جو لڑکا تمیز نہ رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑا پہنے ہو تو حرمت کی وجہ اس کے حق میں ضعیف ہے کہ ابھی وہ اشتیاق سے بے خبری ہے مگر عموم حدیث کی وجہ سے حرمت کا احتمال اس میں بھی ہے۔ (واللہ اعلم)۔

مسئلہ: دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے جیسا ہے ہاں سونے اور حریر سے عورتوں کو زینت بلااسراف درست ہے۔

مسئلہ: ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیاں پہننے کیلئے جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس میں زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بلاحاجت ضروری کے جائز نہ ہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانا اور ختنہ کرنا کہ بلاضرورت نہیں ہوتے اور بالیوں کی زینت کوئی ضروری نہیں بلکہ بندے اگر باندھ کر کان میں اوپر سے لٹکا دیئے جائیں تو۔ کان کی زینت کیلئے کافی ہیں اور دوسرے زیور جیسے جگنی یا حمیل یا کنگن وغیرہ کیا کچھ کم زینت ہیں جو بالیوں کی ضرورت ہو تو بالیوں کیلئے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہوگئی ہے مگر حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے اور اس پر اجرت لینا درست نہیں بلکہ اجرت مذکور حرام ہے ہاں اگر چھیدنے کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو حرج نہیں اور ہمیں اس کے متعلق کوئی رخصت اب تک نہیں پہنچی۔[1]

مسئلہ: ضیافت کے مجمع میں کوئی بدعتی (بدمذہب) اپنی بدعت کے متعلق تقریر کرتا ہو تو وہاں ایسے شخص کو جانا جائز ہے جو اس کے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے جائے اور اگر جواب دینے پر قادر نہ ہو اور بدعتی (بدمذہب) بھی اپنی بدعت کے متعلق گفتگو نہ کرے تو یوں جانا جائز ہے کہ بدعتی (بدمذہب) سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے

---

[1] سوکان چھیدنے کی بیماری ایسی عام ہے کہ صدیوں سے چلی آ رہی ہے بالخصوص دیہاتوں میں کہ اگر لڑکی کے کان نہ چھیدیں تو گویا مسلمانی سے بھی نکل گئیں۔ اویسی غفرلہ

جیساکہ ہم نے بغض فی اللہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ: اگر ضیافت میں کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیاں اور عجائبات کہہ کر ہنسایا کرتا ہو تو اگر ہنسی کی باتوں میں وہ فحش بکتا ہو اور گالیاں اور جھوٹ کہتا ہو تو اس مجلس میں جانا جائز نہیں اگر جائے تو اس قسم کی باتوں سے منع کرے اور اگر اس کی باتیں ہنسی کی ہوں مگر ان میں جھوٹ اور فحش نہ ہو تو ان کا سننا مباح ہے کبھی کبھی اور معمولی ہنسی مذاق ہو اور اسے پیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہیں۔

مسئلہ: جس جھوٹ میں جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہ ہو تو وہ منکرات میں داخل نہیں۔ مثلاً یوں کہے کہ آج میں نے تمہیں سو دفعہ تلاش کیا یا تم سے ہزار دفعہ یوں کہہ دیا ہے اور اسی طرح کے جملے جیسے حقیقی معنی مقصود نہ ہوں تو ایسے جملے انسان کی عدالت کے مخل نہیں ہوتے اور نہ ان سے شہادت نامقبول ہوتی ہے۔ (آفات زبان جلد سوم میں تعریف مباح ہنسی اور مباح جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی)

مسئلہ: کھانے میں اسراف کیا جائے اور یہی حال عمارت اور مال میں اسراف کا ہے بلکہ مال میں اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہے اور ضائع کرنا اسی کو کہتے ہیں کہ مال کو بغیر کسی فائدہ مفیدہ کے ضائع کردے۔ مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا میں پھینک دینا۔ یہی حال ہے نوحہ کرنے والے اور سرود گانے والے کو دینے اور دوسرے منکرات میں صرف کرنے کا اس لئے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہیں۔

فائدہ: اسراف تو یہ لفظ عام ہے کبھی تو نوحہ کرنے والے اور سرود گانے والے اور دوسری خرابیوں میں صرف کرنے کو اسراف کہتے ہیں اور کبھی مباحات میں مال خرچ کرنے کو اسراف کہا جاتا ہے۔ بشرطیکہ صرف مبالغہ کے طور ہو اور مبالغہ کا حکم لوگوں کے حال کی وجہ سے جدا جدا ہے بعض صورتوں میں منع اسراف سے واجب ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس سو روپے ہیں اور وہ عیال و اطفال رکھتا ہے اور کوئی معیشت ان روپیوں کے سوا ان کیلئے نہیں اگر وہ شخص ان روپوں کو ایک ولیمہ میں صرف کر ڈالے تو وہ اسراف اور فضول خرچ ہے اسے اس حرکت سے منع کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسوراً۔ (بنی اسرائیل 29) ترجمہ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے' ملازمت کیا ہوا تھکا ہوا۔

یہ آیت مدینہ منورہ میں اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنا ام مال تقسیم کردیا اور اپنے عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑا اور جب عیال نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دے سکا۔ نیز دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان شیاطین۔ (بنی اسرائیل 15) ترجمہ کنزالایمان: اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور فرمایا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ (الفرقان)

ا۔ اور حاضرہ میں غیرت سرچڑھ گئی ہے کہ سنی عوام بلکہ بعض خواص علماء پیر بھی اس میں مبتلا ہیں کہ نہ صرف دعوتوں میں اکٹھے کھاتے پیتے ہیں بلکہ ان بدمذہبوں کو خصوصی دعوتیں دیتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اویسی غفرلہ۔

67) ترجمہ کنزالایمان : اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

مسئلہ: جو شخص ایسا اسراف کرے اس کو منع کرنا چاہئے اور حاکم پر واجب ہے کہ اس مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔

مسئلہ: اگر کوئی تنہا ہو اور توکل میں نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اسے جائز ہے کہ اپنا تمام مال امور خیر میں خرچ کرڈالے۔

مسئلہ: جو شخص عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اسے جائز نہیں کہ اپنا سب مال خرچ کردے۔

مسئلہ: اگر کوئی اپنا بالکل مال دیواروں کے نقش و نگاری اور عمارت کی زینت میں خرچ کردے تو یہ خرچ بھی اسراف ہے اورحرام ہے لیکن جس کے پاس مال بہت ہے۔ اسے نقش و نگاری اور آرائش حرام نہیں۔ اس لئے کہ آرائش بھی ایک غرض صحیح ہے اورہمیشہ سے مسجدوں مساجد کی چھت اور دروازوں پر نقش و نگار ہوتے آئے ہیں باوجود کہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ سوائے زینت کے کوئی فائدہ نہیں اسی طرح مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہئے اور کپڑوں اور کھانوں کے تجمل میں بھی یہی حکم ہے کہ وہ بذات خود مباح ہے مگر تنگ دست کے حق میں اسراف ہوجاتا ہے اور اہل دولت کے حق میں مباح اور اس طرح کے منکرات بے شمار ہیں جن کا حصر ناممکن ہے۔

مسئلہ: عام محافل اور حکام کے محکموں اور سلاطین کے درباروں اور علماء کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہوں اور بازاروں کی سراؤں کو قیاس کرلیں کہ ان میں سے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں منکر مکروہ یا ممنوع نہ ہو اور چونکہ تمام منکرات کی تفصیل چاہتی ہے کہ شرع کی تفصیل تمام اصول مضروع کی جائے۔ اسی لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ زیادہ طول نہ ہو۔

منکرات عامہ: جو جہاں ہو اگرچہ گھر پر ہو تو بھی اس لحاظ سے منکر سے خالی نہیں کہ لوگوں کو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلوتہی کرتا ہو کیونکہ اکثر لوگ شہروں میں نماز کی شرائط سے ناواقف ہیں۔ دیہاتیوں اور صحراؤں میں کیسے نہ ہوں گے اورانہیں ناواقفوں میں سے دیہاتی جٹ کسان اور ترکھان اور دوسرے لوگ ہیں۔ اسی لئے یہ واجب ہے کہ شہر کے ہر محلّہ اور مسجد میں ایک عالم دین ہو کہ لوگوں کو دین کی باتیں سکھائے اور اسی طرح ہر گاؤں میں ایک عالم دین کا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ: جو عالم دین کہ اپنے فرض عین سے فارغ ہوچکا ہو اور فرض کفایہ کی اسے فراغت حاصل ہو اس پر واجب ہے کہ جو لوگ اس کے شہر کے گردونواح میں رہتے ہوں ان کے پاس جائے اور ان کو دین کی باتیں اور شریعت کے

فرض سکھائے اور اپنا زادراہ ساتھ لے جائے اسی میں سے کھائے عوام ناواقفوں کے کھانے نہ کھائے کیونکہ وہ اکثر مغصوب ہوتے ہیں۔

مسئلہ: گردونواح میں اگر ایک عالم دین سکھانے والا بھی چلا جائے گا تو باقی علماء کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا ورنہ سب کے ذمہ میں وبال رہے گا۔ عالم کے ذمہ تو اس لئے کہ اس نے باہر نکل کر ان کو تعلیم نہ کی اور عوام پر اس لئے کہ انہوں نے سیکھنے میں کوتاہی کی اور عام آدمی کو نماز کی شرطیں جاننا واجب ہے کہ دوسروں کو سکھائے ورنہ گناہ میں وہ بھی شریک رہے گا۔

فائدہ: یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہیں پیدا ہوتا بلکہ علمائے کرام پر ہی احکام شریعت کا پہنچا دینا واجب ہوتا ہے تو جیسے ایک مسئلہ بھی سمجھ آجائے گا وہ بھی اس کا عالم کہلائے گا۔

فائدہ: اس میں بھی شک نہیں کہ علماء پر گناہ زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہ ان کو طاقت سکھانے اور بتانے کی زیادہ ہے اور نہ بتلایا اور مسائل بتانا علماء کو سجتا ہے کیونکہ پیشہ ور اگر اپنے پیشوں کو چھوڑ کر اس کام میں مصروف ہوں تو امر معیشت کا بیکار ہوجائے۔ انہوں نے تو وہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے جس کی ضرورت عام مخلوق کی بہتری میں ہے اور عالم دین کی شان اور اس کا پیشہ یہی ہے کہ جو کچھ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچا ہے وہ دوسروں کو پہنچا دے کہ علماء ہی وارث انبیاء ہیں دوسرے کسی شخص کو اپنے گھر میں اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد میں نہ آنا جائز نہیں کہ لوگ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے بلکہ جب اسے یہ حال معلوم ہو تو اس پر باہر نکلنا سکھانے اور منع کرنے کیلئے واجب ہے۔

مسئلہ: جسے یہ یقین ہو کہ بازار میں کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین میں ہوتا ہے اور وہ اس کے دور کرنے پر قادر ہو تو اسے جائز نہیں کہ گھر میں بیٹھ رہے اور اس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اسے نکلنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر تمام منکر کو دور نہیں کرسکتا مگر بعض کو دور کرسکتا ہے اور منکر کے دیکھنے سے محترز رہے۔ تب بھی اس کو نکلنا لازم ہے۔ اس لئے کہ جب نکلنا اس وجہ سے ہوگا کہ جتنا برائی کو دور کرسکتا ہے۔ اس قدر دور کردے تو جسے دور نہیں کرسکتا۔ اس کے دیکھنے سے کوئی حرج نہیں دیکھنا مضر اس صورت میں ہوتا ہے کہ بغیر کسی غرض صحیح کے دیکھے۔

خلاصہ: ہر مسلمان کو ضروری ہے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے۔ اپنی اصلاح کے بعد گھر والوں کو یہ باتیں سکھائے اور ان سے فارغ ہونے کے بعد ہمسایوں کو پھر محلہ والوں کو پھر شہر والوں کو پھر شہر کے گردونواح والوں کو پھر بادیہ نشینوں کو اسی طرح دنیا کی انتہا تک۔

مسئلہ: اس کام کو قریب کے لوگ بجالائیں گے تو دور والوں سے تعلیم ساقط ہوجائے گی ورنہ جن کو تعلیم پر قدرت

ہوگی سب گنہگار ہوں گے۔ قریب کے ہوں یا بعید کے۔

فائدہ: جب تک روئے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی کسی دینی فرض سے جاہل رہے گا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جاکراسے سکھلائے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرا دے تب تو یہ مہم ساقط نہ ہوگی اور یہ کام نہایت ضروری ہے اس شخص کے حق میں جسے دین کی فکر ہو اور تمام اپنی اوقات ان تفریعات عجیب اور دقائق معلومہ کی گہرائیوں میں مصروف رکھے ہوں جو فرض کفایہ ہیں اور اس کام سے بڑھ کر تو فرض عین ہے یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو۔

سلاطین و حکام اور امراء کو امربالمعروف و نہی از منکر کرنا: ہم نے پہلے امربالمعروف کے درجات بیان کردیئے ہیں کہ سب سے پہلے آگاہ کرنا پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زدوکوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا ان مراتب میں سے بادشاہوں کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہیں یعنی آگاہ کرنا اور نصیحت اور چوتھا مرتبہ یعنی زبردستی منع کرنا عوام کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا۔ نیکی برباد گناہ لازم آئے گا۔ باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنی سخت کلامی جیسے سلطان کو یوں کہنا کہ او ظالم یا او وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور اسی قسم کے الفاظ تو ان سے اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگوں کو اس کا ضرر پہنچے تب تو ایسا کہنا جائز نہیں اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اس کا ضرر ہو۔ تب جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اکابر دین سلف صالحین کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ میں ڈالتے تھے اور کھلم کھلا انکار ظاہر کرتے تھے۔اس کی پرواہ نہ تھی کہ جان جائے گی اور طرح طرح کے مصائب اور عذاب احتساب کیلئے سہتے تھے۔ اس لحاظ کہ ان کو معلوم تھا کہ اگر احتساب میں مارے جائیں گے تو شہید ہوں گے۔

احادیث: (1) حضور صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایاخیرالشہداء حمزۃ بن عبدالمطلب ثم رجل قام الی امام فامرہ ونہاہ فی ذات اللہ تعالیٰ فقتلہ ترجمہ: شہیدوں میں سے بہتر حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ پھر وہ شخص کہ کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے امر و نہی اللہ تعالیٰ کیلئے واسطے کی اور حاکم مذکورہ نے اس کو مار ڈالا۔ (2) ایک حدیث میں فرمایا افضل الجہاد کلمتہ الحق عند سلطان جابر۔ ترجمہ: بہترین جہاد کلمہ حق ہے جو حاکم ظالم کو کہا جائے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ شجاع پہلے لوہے کی زنجیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اسے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہیں کرتی حق گوئی نے اس کا یہ حال کردیا ہے کہ اس کا کوئی دوست نہیں۔

فائدہ: جب دین میں پختہ لوگوں نے معلوم کیا کہ کلام میں سے بہتر وہ کلمہ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جائے اگر کہنے والا اس حق گوئی کے عوض میں مارا جائے تو شہید ہوگا۔ جیسے حدیث میں وارد ہے تو انہوں نے اس امر پر جرات کی اور اپنی موت دل میں ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اٹھائے اور رضائے الٰہی کیلئے ان پر صبر کیا اور اپنی

جان نثاری کے اجروثواب کیلئے اللہ تعالیٰ سے طالب ہوئے اور سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کا طریقہ وہ ہے جو سلف صالحین زمانہ قدیم کے علماء سے منقول ہے اور باب الحلال و الحرام میں سلاطین کے ہاں جانے کے بیان میں ہم بہت کچھ لکھ آئے ہیں اب یہاں ان حکایات پر اکتفاکرتے ہیں جن سے وعظ کی صورت میں اور سلاطین کی کیفیت معلوم ہو۔

حکایات حق گوئی و بیباکی

(1) **حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:** سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو دیکھا کہ وہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے کفار مکہ کو روکا تو آپ کو انہوں نے سخت مارا۔ واقعہ کی تفصیل عروہ رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قریش مکہ یعنی کفار جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائیں ان میں سب سے زیادہ تم نے کونسی سخت تکلیف سمجھی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں قریش کے ہاں ایک دن گیا وہ حطیم کعبہ میں جمع تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر کہا کہ جتنا صبر ہم نے اس سے کیا ایسا کس سے نہیں کیا۔ ہمارے عقلاء کو انہوں نے بے وقوف کہا اور ہمارے بڑوں کو گالی دیں اور ہمارے دین کو برا کہا اور ہماری جماعت کو منتشر کردیا اور ہمارے معبودوں کو سخت سست کہا ہم نے بڑی بڑی باتوں پر صبر کیا۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور حجراسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آوازہ کسا کہ اس کا اثر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک میں محسوس کیا۔ آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے میں ان سے گزرے تو پھر قریش نے ویسے کہا جیسے پہلے بکے تھے میں نے آپ کے چہرہ مبارک میں اس کا اثر پایا آپ تیسرے پھیرے میں ان سے گزرے تو انہوں نے ویسا ہی آوازہ کسا۔ یہاں تک کہ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اے گروہ قریش سنو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے میں تمہارے لئے موت لایا ہوں۔ (یعنی دین تم کو موت کی طرح ناگوار ہے) یہ سن کر سب نے گردنیں نیچی کرلیں اور ایسے چپ ہوئے گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے اور اس جملہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص پہلے آپ کی ایذا کی زیادہ ترغیب دیتا تھا وہی ایسا بہتر لفظ منہ سے نکالا یعنی آپ کی بڑی تعریف کی اور آپ کو تسلی دے کر کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم آپ بخیریت تشریف لے جائیں کہ بخدا آپ نادان نہیں۔ آپ تشریف لے گئے جب دوسرا دن ہوا تو پھر حطیم میں جمع ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا اور آپس میں کہنے لگے کہ تمہیں یاد ہے جو کچھ تم سے اس (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچا اور جو اس سے تم کو یہاں تک کہ جب علانیہ تم سے وہ باتیں کیں جن کو تم برا جانتے تھے۔ تم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اسی قیل قال میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودار ہوئے تو سب کے سب نے آپ پر یکبارگی کا پروگرام بنایا اور چاروں طرف سے آپ کو گھیر کر کہا کہ تم ایسے کہتے ہو۔ تم ایسا فرماتے ہو وہ باتیں نقل کرتے تھے جن کو اپنے معبودوں اور

ان کے دین کی برائی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سنا تھا۔ آپ ان کا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہاں میں ایسے کہتا ہوں پھر میں نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی چادر مبارک پکڑ کر آپ کو گھسیٹا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ خرابی ہو تم پر تم کیا کررہے ہو۔ صرف اس لئے کہ یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے یہ سن کر قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور میں نے نہیں دیکھا کہ قریش نے اس سے پہلے زیادہ تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی ہو۔

فائدہ: ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور شانہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کے گلے میں ڈال کر زور سے گلا گھونٹا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے اس کا شانہ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹایا اور فرمایا۔ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ ترجمہ: کیا اسے مارتے ہو جو کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ لایا ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیاں لایا ہے۔

مسلم خولانی رحمتہ اللہ تعالیٰ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے عطایا روک لئے تھے ایک دن وہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ابو مسلم خولانی کھڑے ہوگئے اور کہا کہ اے معاویہ یہ مال جو تم نے روکا ہے نہ تو تمہارا ہے نہ تمہارے باپ کا نہ تمہاری ماں کا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اتر کر ان کی آنکھوں سے غائب ہوگئے اور فرماگئے کہ ایسے ہی بیٹھے رہو۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نہا کر آئے اور فرمایا کہ ابومسلم نے مجھے ایسی بات کہی جس سے مجھے غصہ آگیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے سنا تھا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے۔ تم میں سے جب کوئی غصہ کرے تو غسل کرلیا کرے۔ اسی لئے میں اندر جاکر نہا آیا۔ اب کہتا ہوں کہ ابو مسلم نے صحیح کہا کہ وہ مال نہ میرا ہے نہ میرے باپ کا مشقت کا اب آؤ اور اپنی عطایا لے جاؤ۔ اس سے جہاں ابو مسلم خولانی رحمتہ اللہ علیہ نے حق گوئی کا حق ادا کردیا۔ وہاں یہ بھی قابل غور امر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس طرح حق سن کر بردباری اور سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کر دکھلایا۔ یہ بھی منجملہ ان کے فضائل کیلئے ہے۔ (اضافہ اویسی غفرلہ)

حکایت: ضبہ بن محصن غزی کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہمارے حاکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے ان کا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کرتے مجھے ان کا یہ فعل برا محسوس ہوا میں کھڑا ہوگیا اور ان سے کہا کہ تم کو خلیفہ اول کا خیال نہیں تم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت دیتے ہو۔ انہوں نے چند جمعہ ایسے کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محصن اثناء خطبہ میں میری مخالفت کرتا ہے۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس روانہ کیا۔ میں نے مدینہ

منورہ پہنچ کر فاروق اعظم کے دروازہ پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ ضبہ بن محصن غزی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہ مرحبا ہے نہ اہلا" میں نے عرض کیا کہ مرحبا تو اللہ کی طرف سے ہے اور اہل کا حال یہ ہے کہ میں اہل اور مال دونوں سے فارغ ہوں مگر یہ فرمایئے کہ آپ نے مجھے بغیر کسی خطاؤ تقصیر کے کیوں بلا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا ہمارے حاکم سے کیا جھگڑا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کا طریقہ ہے کہ جب خطبہ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد آپ کیلئے دعا مانگتے ہیں مجھے ان کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ میں کھڑا ہوگیا اور کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہو۔ انہوں نے کئی جمعہ ایسے کیا پھر آپ کی خدمت میں میری شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ سن کر بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ بخدا تو ہمارے حاکم کی بہ نسبت زیادہ توفیق اور ہدایت یافتہ ہے۔ پھر فرمایا کہ تو میرا قصور معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ تیرا قصور معاف کرے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ پھر آپ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اور بخدا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک دن اور رات عمرفاروق رضی اللہ عنہ اور آل عمر رضی اللہ عنہم سے بہتر ہے کیا میں تجھ سے اس رات اور دن کی وضاحت کردوں۔ میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کہ صدیق رضی اللہ عنہ کی رات تو وہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکوں کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت نکلے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ہوئے راہ میں کبھی تو آپ کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہے داہنے۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیا کررہے ہو۔ تم نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی دشمن چھپا نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہوجاتا ہوں۔ پھر دشمن کے پیچھے سے آپ کی تلاش کا خیال کرتا ہوں تو پیچھے ہوجاتا ہوں اور دائیں بائیں بھی آپ کی حفاظت کیلئے ہوتا ہوں کہ مجھے آپ کیلئے خوف ہے اس طرح رات بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پائے مبارک کی انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ وہ گھس گئیں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی انگلیوں کا حال دیکھ کر اپنے کاندھے پر بٹھا کر دوڑے۔ یہاں تک کہ جبل ثور کے غار پر پہنچ کر دم لیا اور عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ آپ اس میں نہ جایئے جب تک میں داخل نہ ہوں کیونکہ اگر کوئی چیز اس میں ہو تو اس کا ضرر مجھے ہو آپ کو نہ ہو۔ یہ کہہ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر گئے اور جب اس میں کچھ نہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر اس کے اندر لے گئے اور غار میں چند سوراخ تھے جس میں سانپ اور بچھو تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں اپنا پاؤں دے دیا کہ کہیں کوئی چیز نکل کر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا نہ دے پھر ان کو ایک سانپ نے کاٹ لیا۔ اس کی وجہ سے آپ کے آنسو دونوں رخساروں پر جاری تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر! غم نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی تسکین کیلئے آیت نازل فرمائی یہ ان کی رات کا حال ہے اور ان کا دن وہ ہے جس دن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو بعض لوگ مرتد ہوگئے۔ انہیں بعض نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا ارادہ کیا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لوگوں سے نرمی کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر میں تم کتنا سخت تھے اور اسلام میں اتنے ڈھیلے کیوں ہوگئے۔ ان میں سے کیوں نرمی کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اب رفیق اعلیٰ کو تشریف لے گئے اور وحی اٹھ گئی۔ بخدا کہ اگر لوگ ایک رسی سے بھی انکار کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو بھی ان سے جہاد کروں گا۔ ہم نے ان کے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا وہ راہ راست پر تھے اور اس کے متعلق ان کی تجویز حق تھی۔ (یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دن کا حال ہے) پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تمہاری غلطی ہے تم ان سے معذرت کرلو۔

حکایت: اصمعی کہتے ہیں کہ خلافت کے دنوں عبدالملک بن مروان حج کیلئے مکہ مکرمہ آیا تو مکہ میں تخت پر بیٹھا اور اس کے گرد ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوئے۔ اس وقت عطاء بن ابی رباح رحمتہ اللہ علیہ اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ عبدالملک دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کو اپنے پاس تخت پر بٹھلا کر عرض کی کہ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور ان کی آبادی کا خیال رکھنا اور مہاجرین و انصار کی اولاد کے بارے میں خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر انہیں کی بدولت بیٹھے ہو اور جو لوگ مسلمانوں میں سے دارالاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہیں۔ ان کے متعلق بھی خوف خدا رکھنا اور مسلمانوں کے امور کا نگران رہنا کہ ان کی بازپرس صرف تم سے ہوگی اور جو لوگ تمہارے دروازہ پر آئیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ان کے حال سے غفلت نہ کرنا اور نہ اپنا دروازہ بند کرنا تاکہ وہ نہ آنے پائیں۔ خلیفہ نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر آپ اٹھ کر جانے لگے خلیفہ نے آپ کو بٹھلا کر کہا کہ اے ابومحمد یہ تو آپ نے دوسروں کے مقاصد بیان کئے۔ ان کو ہم پورا کریں گے۔ (ان شاء اللہ)۔ آپ اپنی ضرورت بھی بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مخلوق سے کچھ حاجت نہیں یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔ عبدالملک نے کہا کہ بزرگی اس کو کہتے ہیں۔

حکایت: ایک دن ولید بن عبدالملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی گزرے تو اسے میرے پاس لے آنا کہ وہ مجھ سے کوئی گفتگو کرے۔ دربان دروازہ پر رکھا ہوا تھا کہ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ یہ ان سے ناواقف تھا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا کہ امیرالمومنین کے پاس چلو۔ یہ ان کا حکم ہے۔ آپ خلیفہ کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی وہاں موجود تھے جب عطاء رحمتہ اللہ علیہ ولید سے قریب ہوئے تو فرمایا کہ السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر ناراض ہوا کہ کمبخت میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھے قصے کہانیاں سنائے تو انہیں کیوں لے آیا تو اس سے خوش نہیں کہ جو نام اللہ تعالیٰ نے

میرے لئے پسند فرمایا ہے اس نام سے مجھے پکارے۔ دربان نے کہا کہ ان کے سوا اور کوئی میرے پاس سے نہیں گزرا۔ پھر خلیفہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرنے لگا۔ عطاء رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روایت بیان کی کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ہبب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس حاکم کیلئے تیار رکھا ہے جو یہ سن کر ولید نے ایک چیخ ماری۔ دروازہ کی دہلیز کے پاس بیٹھا تھا۔ پشت کے بل بے ہوش ہو کر پاخانہ میں جا گرا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عطاء رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم نے امیرالمومنین کو مار ڈالا۔ عطاء رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر خوب زور سے دبایا اور کہا کہ اے عمر یہ حال واقعی ہے یہ کہہ کر عطاء رحمتہ اللہ علیہ اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ ان کے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجھ کو کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔

حکایت: ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب میں مشہور و معروف تھے۔ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے۔ عبدالملک نے ان سے کہا کہ کچھ نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہے۔ وہ اس پر وبال ہوتا ہے۔ سوائے بجز اس کلام کے جو اللہ تعالیٰ کیلئے ہو۔ عبدالملک رو پڑا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ لوگ تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین قیامت میں لوگ اس کی تلخی کے گلے میں پھنسنے اور ہلاک کے معائنہ سے نجات نہ پائیں گے مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر سختی کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔ عبدالملک پھر رویا اور کہا کہ میں ان کلمات کو بلاشبہ اپنی زندگی تک آنکھوں کے سامنے رکھوں گا۔ یعنی ان پر عمل کروں گا۔

حضرت حسن بصری اور حجاج کا طویل مکالمہ: ابن عائشہ کہتے ہیں کہ حجاج ظالم نے بصرہ اور کوفہ کے فقہاء کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سب سے بعد کو تشریف لے گئے۔ حجاج نے ان کی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی تخت کے پاس بچھا کر اس پر آپ کو بٹھلایا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں اور آپ سے سوال کرتا رہا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کر کے آپ کی غیبت کرنے لگا۔ ہم بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور اس کے خوف سے تسلیم کے سوا اور کچھ نہ کہتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ انگلی دانت میں دبا کر خاموش بیٹھے تھے۔ حجاج نے ان سے کہا کہ آپ خاموش ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس نے کہا کہ آپ اپنی رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما جعلنا القبلتہ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ ط وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی اللہ ط وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ط ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ (2 البقرۃ 143) ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بے شک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے۔ بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔ علی مرتضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ ان ایمانداروں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ میری رائے ان کے متعلق یہ

ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر عم زاد اور داماد اور آپ کے نزدیک تمام لوگوں سے محبوب تر تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو رزق مبارک پہلے سے لکھ دیئے تھے۔ وہ سب ان کو حاصل ہیں نہ تم سے نہ اور کسی سے ایسا ہوسکتا ہے کہ ان سوابق سے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو منع کردے یا ان کے درمیان حائل بن جائے تو اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔ میرے نزدیک ان کے متعلق اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ قول یہ سن کر حجاج نے ناک بھوں چڑھائی اور رنگ متغیر ہوگیا اور غصہ کرکے تخت سے اٹھ کر ایک حجرہ میں چلا گیا اور ہم سب باہر نکل آئے۔ عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے ابوسعید تم نے حجاج کو ناراض کردیا اور اس کے سینہ کو کینہ سے بھر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عامر پرے ہوجا۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہے تم تو شیطان سیرت انسان ہو اور شیطان اس کی خواہش کے مطابق کلام کرتے ہو اور اس کی رائے کو درست کہتے ہو۔ تمہاری کیا شامت ہے۔ تم نے خوف اور تقویٰ نہ کیا کہ جب تم سے سوال ہوا تھا سچ کہا ہوتا یا خاموش رہتے کہ سلامت رہتے۔ عامر نے جواب دیا کہ میں نے کہا تو سہی مگر میں جانتا تھا کہ اس میں خرابی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات تو اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہے۔ عامر کہتے ہیں کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو بلوایا جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا آپ ہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان امراء کو قتل کرے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مال و زر پر ڈالا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس نے کہا اس کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لیا تھا کہ لوگوں کو احکام بیان کردینا چھپانا نہیں چنانچہ ارشاد فرمایا۔ واذا اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (آل عمران 183) ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ عزوجل نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا۔ (فائدہ) حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ کہو زبان روک دو اور خبردار آئندہ ایسی بات میں تم سے نہ سنوں اگر آئندہ کچھ کہو گے تو تمہارا سر تن سے جدا کردوں گا۔

حکایت: حطیط زیات کو حجاج کے سامنے لایا گیا۔ حجاج نے کہا حطیط تو یہ ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے مقام ابراہیم پر تین عہد کرلئے تھے۔ (1) مجھ سے سوال ہوگا تو میں سچا جواب کہوں گا۔ (2) مجھ پر مصیبت آئے گی تو صبر کروں گا۔ (3) عافیت سے رہوں گا تو شکر کروں گا۔ حجاج نے کہا تو میرے متعلق کیا کہتا ہے فرمایا کہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے ہے۔ لوگوں کی ہتک کرتا ہے اور تہمت پر قتل کرتا ہے۔ حجاج نے کہا امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے متعلق کیا کہتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کا جرم تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کی ساری خطاؤں میں سے ایک تو ہی ہے۔ حجاج نے حکم دیا کہ اسے کوڑے مارو۔ آپ پر کوڑے برسنے لگے۔ یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر اس کی کھپاچیں اس کے گوشت پر رکھ کر رسیوں سے باندھ دیں۔ پھر ایک ایک کھپاچ کھینچنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ گوشت سب ادھڑ گیا مگر اس نے اف نہ کیا۔ حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت نزع میں ہے۔ اس موذی نے کہا کہ

اس کو اٹھا کر باہر میں [illegible] ایک شخص اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ حلیمہ تیری کوئی حاجت ہے اس نے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہوں۔ ہم نے پانی پیش کیا۔ اس نے پانی پی کر کاسئہ موت بھی ساتھ ہی پی لیا۔ اس وقت اس کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔

حکایت: عمرو بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علماء اور گردونواح کے فقہاء کو بلوا کر ان سے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو کی جو بات پوچھی اس نے انہیں خوب واقف پایا پھر حسن بصری کی طرف متوجہ ہوا۔ ان سے سوال کیا پھر کہا کوفہ اور بصرہ کے عالم یہی دونوں ہیں پھر دربان سے کہا کہ دیگر علماء کو رخصت کردو۔ صرف ان دونوں کو رہنے دو جب اور علماء رخصت ہوتے تو ان دونوں کو تنہائی میں لے جاکر عامر شعبی کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اے ابو عمرو میں عراق پر امیرالمومنین کی طرف سے عامل و امین اور ان کی فرمانبرداری پر مامور ہوں۔ مجھے رعیت کا کام سپرد ہے اور مجھ پر رعیت کا حق لازم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ رعیت محفوظ رہے اور جس بات میں ان کی بہتری اور خیر خواہی ہو۔ اس میں جدوجہد کرتا رہوں۔ پھر رعایا کی کوئی ایسی بات سنتا ہوں جس سے مجھے غصہ آجاتا ہے تو میں جائیداد ضبط کرکے بیت المال میں رکھ دیتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ ان کو واپس کردوں گا مگر امیرالمومنین کو خبر ہوجاتی ہے کہ اس قدر مال اس شرط پر میں نے لیا ہے۔ وہ مجھے لکھ بھیجتے ہیں کہ واپس کرنا تو اب مجھ سے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جاسکتا ہے کہ تعمیل فرمان بن سکتی ہے مگر میں بادشاہ کی طاعت پر مامور ہوں تو اس میں اور اس قسم کے امور میں مجھ پر گناہ ہے یا نہیں۔ میں نے اپنی نیت کا حال بیان کردیا ہے۔ حضرت شعبی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی دے۔ سلطان بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی کرتا ہے۔ اس سے مواخذہ نہیں۔ ابن ہبیرہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس جواب کو پسند کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ پر مواخذہ نہیں۔ پھر حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوسعید آپ کیا فرماتے ہیں۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ تم عراق پر امیرالمومنین کے عامل اور امین ہو اور طاعت پر مامور اور رعیت کے کرم پر مبتلا ہو اپنے کو ان کا ذمہ حق اور خیر خواہی اور بہتری جستجو اور خبرگیری لازم جانتے ہو اور واقع میں حق رعیت تم پر لازم ہے اور ان کو خیر خواہی کے ساتھ محفوظ رکھنا تم پر واجب ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن سمرۃ قرشی صحابی سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی رعیت کا حاکم ہو اور اس نے ان کی حفاظت خیر خواہی نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کرے گا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ میں کبھی رعیت کی جائیداد ضبط کرلیتا ہوں اور بہتری اور طاعت کی نیت ہوتی ہے مگر خلیفہ کو خبر ہوجاتی ہے کہ اتنا وجہ سے لیا ہے تو لکھ بھیجتا ہے کہ اس مال کو واپس نہ کرنا تو نہ مجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی حکم عدولی کروں اور نہ اس کے فرمان کی تعمیل کرسکتا ہوں حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا حق اس پر مزید حق کی بہ نسبت زیادہ لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا زیادہ حق ہے۔ اس کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں چاہئے۔ پس یزید کے

نوشتہ کو قرآن مجید پر پیش کیا کرو اگر اسے حکم اللہ کے موافق پاؤ تو اس پر عمل کرو اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینک دو۔ اے ابن ہبیرہ اللہ تعالیٰ سے ڈر عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئے گا تجھے تخت سے اتار دے گا اور اس محل وسیع سے نکال کر تنگ و تاریک قبر میں پہنچا دے گا۔ یہ سلطنت اور دنیا سب پیچھے چھوڑ جائے گا اور اپنے پروردگار کے سامنے جاکر جیسے کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہو گا۔ اے ابن ہبیرہ اللہ تعالیٰ تجھے یزید سے بچائے گا مگر یزید کو یہ طاقت نہیں کہ تجھے اللہ تعالیٰ سے بچائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمام احکام سے برتر ہے۔ اس کی معصیت اس کسی کی طاعت نہیں اور میں تجھے اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ڈراتا ہوں جو گناہ گاروں سے نہیں پھرتا۔ ابن ہبیرہ نے کہا اے شیخ چھوٹا و بڑی بات امیرالمومنین کا ذکر نہ کرو کہ وہ عالم اور حاکم اور اہل فضل ہے اللہ تعالیٰ نے جو اسے اس امت کا حاکم بنایا ہے تو کچھ اس کی اہلیت فضیلت اور اس احسن نیت سے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ حساب تیرے سر پر ہے کوڑا بدلے کوڑے کے اور غصہ بدلے غصہ کے اللہ تعالیٰ کا حکم تیرے انتظار میں ہے۔ یقین کرے کہ اگر کوئی شخص تجھے ایسا ملے کہ دین کے بارے میں تجھے نصیحت کرے اور معاملہ آخرت کی ترغیب دلائے وہ اس سے بہتر ہے کہ تجھے مغالطہ دے اور جھوٹی لالچ دلائے ابن ہبیرہ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور ترش لور ورچیں نیلا پیلا ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری سے کہا آپ نے صحاح کو گرم کردیا اور جو کچھ وہ ہم سے حسن سلوک کرتا۔ اس سے محروم رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے دور رہو۔ ایسی باتیں مت کرو۔ شعبی کہتے ہیں کہ حسن بصری کیلئے تحفہ اور عمدہ چیزیں آئیں اور ان کی قدر و منزلت ہوئی لور ہمیں نہ تو کچھ ملا نہ قدر ہوئی تو واقع میں جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ اس کے قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا ہم اسی کے لائق تھے میں نے جتنے علماء دیکھے۔ حسن بصری جیسا کوئی نہیں دیکھا آپ کو جب پایا ایسا پایا جیسے تازی گھوڑا دوغلوں میں ہو اور جب کسی مجمع میں ہم جمع ہوئے آپ ہم پر غالب ہی رہے۔ اس لئے کہ آپ نے تو اللہ تعالیٰ کیلئے کہا اور ہم نے امراء کی پاسداری کو مدنظر رکھا میں نے اس دن سے عہد کرلیا کہ کسی حاکم کے پاس نہیں جاؤں گا۔

حکایت: محمد بن واسع بلال ابن ابی بردہ کے پاس گئے اس نے عرض کیا کہ تقدیر میں آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا آپ کے ہمسائے اہل قبور ہیں۔ ان کی حالت سو جو اس خیال میں تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤ گے۔

حکایت: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی نے کہا کہ میں خلیفہ ابو جعفر منصور کی مجلس میں تھا اور اس میں ابن ابی ذئب بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ بھی موجود تھا کہ اسی اثناء میں غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی شکایت کی۔ حسن نے کہا کہ اے امیرالمومنین ان کا حال ابن ابی ذئب سے دریافت فرمایئے کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عوام کی ہتک کرتی ہے اور انہیں بہت ایذا دیتی ہے خلیفہ نے غفاریوں سے کہا کہ یہ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ ان سے حسن کا حال بھی پوچھئے خلیفہ نے پوچھا کہ اس ابن ابی ذئب حسن کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ناحق

حکم کرتا ہے اوراپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے۔ خلیفہ نے حسن سے کہا کہ یہ تمہارے بارے میں کیا کہا ابن ابی ذئب مرد نیک بخت ہے حسن نے کہا کہ امیرالمومنین ان سے اپنا حال تو دریافت فرمایئے خلیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا اس سے مجھ معاف رکھئے خلیفہ نے کہا تمہیں اللہ کی قسم ضرور کہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم قسم اللہ دے کر مجھ سے پوچھتے ہو گویا اپنا حال تم خود نہیں جانتے۔ خلیفہ نے پھر اصرار کیاتو فرمایا کہ میں گواہی دیتاہوں کہ تم نے یہ مال ناحق لیا اور ان لوگوں میں صرف کیا جو اس کے اہل نہ تھے اور میں گواہ ہوں کہ ظلم تمہارے دروازہ پر پھیلا ہوا ہے۔ سن کر منصور اپنی جگہ اٹھا۔ یہاں تک کہ ابن ابی ذئب کی گردن اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور کہا یاد رکھو کہ اگر میں یہاں نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور ویلم اور ترک یہ جگہ تم سے چھین لیتے۔ ابن ابی ذئب نے کہا اے امیرالمومنین حضرت ابوبکر اور حضرت عمرفاروق بھی تو حاکم تھے اور انہوں نے مال کو حق کے طور پر وصول کیا اور برابر تقسیم کیا۔ فارس اور روم کی گردنیں پکڑ کر ان کی ناکیں رگڑیں۔ منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا اور کہا کہ بخدا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تم کو مار ڈالتا۔ ابن ابی ذئب نے کہا واللہ اے امیرالمومنین کہ میں تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ تمہارا خیرخواہ ہوں جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس سے نکلے تو سفیان ثوری نے کہا کہ آپ نے جو کچھ اس ظالم سے گفتگو کی مجھے سچ معلوم ہوئی لیکن یہ کہنا تمہارا غلط محسوس ہوا کہ تم نے اس کے لڑکے کو مہدی کہا۔ ابن ابی ذئب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ میری غرض یہ نہیں تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہے بلکہ اس نظر سے مہدی کہا کہ تمام انسان منسوب بسوئے مہدی ہیں۔

حکایت: عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی کہتے ہیں کہ میں ساحل میں تھا کہ مجھے خلیفہ منصور نے بلوایا جب میں اس کے پاس پہنچا اور آداب خلافت کے مطابق سلام کیا۔ خلیفہ نے جواب سلام دے کر بیٹھنے کو کہا جب میں بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ ہے کہ اتنے دنوں تک ہمارے پاس نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ آپ کو ہم سے غرض کیا ہے کہا کہ کچھ باتیں سیکھیں اور فائدہ حاصل کریں۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین جب یہ بات ہے تو جو کچھ آپ کو کہوں اس کا لحاظ رکھنا اور بھول نہ جانا۔ خلیفہ نے کہا کہ میں کیسے بھولوں گا۔ میں خود تو پوچھتا ہوں اور اسی لئے تمہارے پاس نوکر بھیج کر بلوایا۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ خوف رہے کہ آپ سن تولیں مگر عمل نہ کریں میں نے جب یہ کہا تو ربیع نے للکارا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ خلیفہ نے ڈانٹ کر کہا کہ یہ مجلس ثواب ہے نہ کہ عتاب کی میرا دل خوش ہوگیا اور گفتگو کیلئے کھل گیا پھر میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین مجھ سے مکحول نے عطیہ بن بشر سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بندہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دین کے متعلق کوئی نصیحت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر کوئی شکر کے ساتھ قبول کرے گا تو اس کا فائدہ ہے ورنہ وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر حجت ہوگی تاکہ اس کے سبب سے گناہ میں زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس پر زیادہ ناراض ہو اے امیرالمومنین۔ چند احادیث سنئے۔

احادیث مبارکہ (1): حضرت امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بشر سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حاکم اپنی رعیت کا بدخواہ رہے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمائے گا۔

فائدہ: یہ حدیث سنا کر اوزاعی نے منصور کو فرمایا امیرالمومنین جس شخص نے حق کو برا جانا کہ اللہ تعالیٰ حق مبین ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری رعیت کے دلوں کو تمہارے لئے نرم کردیا ہے کہ تم کو ان کی حکومت دی بوجہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو امت پر رؤف الرحیم اور اپنی جان و مال سے ان کے غم خوار اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک محمود تھے تو تم کو بھی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے امت میں حق بجالاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور ان کی عیب پوشی کرو۔ فریادیوں کی فریاد سنو اور ان کیلئے اپنے دروازے بند مت کرو اور نہ پہرہ بٹھاؤ اور اگر ان کو آسائش ہو تو خوش ہو اگر تکلیف ہو تو رنج کرو۔ اے امیرالمومنین پہلے تم کو صرف اپنی فکر تھی۔ اب اس تمام خلق کا بوجھ تم پر ہے عرب و عجم کا فرد مسلم تمہارے قبضہ میں ہے اور ان میں سے ہر ایک کا حصہ تمہارے عدل میں ہے تو جس صورت میں ان کے جوق در جوق کھڑے ہو جائیں اور کوئی تمہاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا۔

حدیث: (2) امام اوزاعی نے فرمایا کہ مجھے حدیث بیان کی مکحول نے عروہ بن اویم سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک کرتے تھے اور منافقوں کو ڈراتے تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شاخ کیسی ہے جس آپ نے انہی امت کے دل توڑ دیئے اور ان کو رعب سے پرے کردیا تو جو شخص ان کے جلاوں کو پھاڑے گا اور ان میں خون ریزیاں کرے اور ان کے شہر ویران کرے اور ملکوں سے جلاوطن کرے گا اور اس کا خوف ان کو غائب کردے گا تو اس کا کیا حال ہوگا۔ اے امیرالمومنین۔

حدیث: (3) امام اوزاعی نے فرمایا کہ مجھے حدیث بیان کی مکحول نے زیادہ سے اور انہوں نے حارثہ سے اور حارثہ حبیب بن سلمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات پاک قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنی آپ کے ہاتھ سے ایک اعرابی کو بے خبری میں نیزہ لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالم اور متکبر کر کے نہیں بھیجا آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھ سے قصاص لے اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو معاف کیا آپ پر فدا ہوں میرے والدین میں ایسا نہیں کہ آپ سے قصاص لوں اگر آپ مجھے جان سے مار ڈالتے۔ آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

فائدہ: یہ حدیث امام اوزاعی نے بیان کرکے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع کیلئے ریاضت دو اور اس کیلئے اپنے پروردگار سے امن حاصل کرو اور اس جنت کی رغبت کرو جس کا عرض اور آسمان اور زمین کے برابر ہے اور

جس کی شان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو جنت میں ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اے امیرالمومنین اگر سلطنت تم سے پہلے لوگوں کی پائدار رہتی تو تم کو نہ پہنچتی۔ اسی طرح تمہارے پاس بھی نہ رہے گی۔ جیسے اوروں کے پاس نہ رہی۔ اے امیرالمومنین تم کو معلوم ہے کہ تمہارے دادا حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا۔ (الکہف 49) ترجمہ کنزالایمان: ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا اور کبیرہ سے مراد ہنسنا ہے تو جب مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھوں کے اعمال اور بالوں کے احوال کا کیا حال ہوگا۔ اے امیرالمومنین میں نے سنا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارے پر ضائع ہوکر مرجائے تو ڈر ہے کہ کہیں اس کی پوچھ مجھ سے نہ ہو تو اب یہ فرمایئے جو لوگ آپ کے فرش پر ہوں اور تمہارے محروم رہیں ان کا مواخذہ سے کیسے نہ ہوگا۔ اے امیرالمومنین تم کو معلوم ہے تمہارے دادا اس آیت کی تفسیر کیا پائی ہے۔ یاداؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ۔ (ص 26) ترجمہ کنزالایمان: اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کے راہ سے بہکا دے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں ارشاد فرمایا کہ جب مدعی اور مدعاعلیہ تیرے سامنے بیٹھیں اور تجھ کو ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو ہرگز اپنے دل میں نہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر یہی فتح یاب ہو ورنہ میں تجھ کو اپنے دفتر نبوت سے مٹا دوں گا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہے گا نہ کچھ بزرگی پائے گا۔ اے داؤد میں نے اپنے رسولوں کو اپنے بندوں میں سے ایسا کیا ہے جیسے اونٹوں کے چرانے والے کو وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہیں اور سیاست نرمی سے کرتے ہیں ٹوٹے کو سانٹھتے ہیں اور دبلے کو چارہ ڈالتے ہیں اور پانی سامنے کرتے ہیں اے امیرالمومنین تم ایسے امیر میں مبتلا ہو کہ اگر بالفرض آسمانوں اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اس کے اٹھانے سے ڈر جاتے اور انکار کردیتے۔

حدیث (4) امام اوزاعی نے فرمایا کہ مجھے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبدالرحمٰن بن عمرو انصاری سے کہ حضرت عمرفاروق نے ایک شخص کو انصار میں عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اس کو دیکھا کہ کام پر نہیں گیا۔ اسی جگہ پر مقیم ہے آپ نے پوچھا کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہیں گئے کیا معلوم نہیں کہ تمہیں ایسا ثواب ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد کرنے والے کو اس نے عرض کیا کہ یوں تو نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگوں کے معاملات میں سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے دن ایسا لایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور ان کو سوائے اس کے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولے گی اور پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا۔ وہ پل اس کو ایسا جھٹکا دے گا جس سے اس کا جوڑ جوڑ اپنی جگہ ہٹ جائے گا پھر حالت اصلی پر آجائے گا اور حساب کیا جائے گا تو اگر محسن ہوگا تو اپنے احسان کی

وجہ سے بچ جائے گا اور اگر بدکار ہوگا تو پل اس جگہ سے پھٹ جائے گا اور دوزخ میں ستر سال کی راہ کے نیچے جا پڑے گا۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم نے کس سے سنا ہے اس نے کہا کہ حضرت ابوذر اور سلمان فارسی سے آپ نے ان کو بلوا کر اس حدیث کا دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے حضرت عمر نے فرمایا ہائے افسوس جب حکومت میں یہ خرابی ہے تو اب اسے کون اختیار کرے گا۔ حضرت ابوذر نے فرمایا وہ اختیار کرے گا جس کی ناک اللہ تعالیٰ کاٹ لے اور اس کا رخسار زمین سے ملا دے۔ اوزاعی کہتے ہیں۔

فائدہ: امام اوزاعی نے فرمایا کہ یہ سن کر منصور نے اپنا رومال منہ پر رکھ لیا۔ پھر اتنا رویا اور دھاڑیں ماریں کہ مجھے بھی رلا دیا۔ پھر میں نے کہا اے امیرالمومنین۔

حدیث (5): امام روزعی نے فرمایا اے امیرالمومنین آپ کے دادا عباس بن عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ مکرمہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو مشقت سے دور رکھیں تو حکومت سے بہتر ہے آپ محیط نہ ہوسکیں یہ آپ نے حضرت عباس کو فرمایا

فائدہ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایسا فرمانا عم بزرگوار کی خیرخواہی اور شفقت تھی۔

حدیث (6): حضرت عباس رضی اللہ عنہم کو کہ آپ نے یہ خبر دی کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے میں کوئی کام نہ آؤں گا۔ یعنی جب آپ پر وحی ہوئی۔ وانذرعیشرتک الاقربین۔ (الشعراء 214) ترجمہ کنزالایمان : اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ اے (چچا) عباس اے صفیہ (پھوپھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا مجھے میرا عمل مفید ہوگا اور تم کو تمہارا عمل۔

حدیث (7): حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکومت کا کام اس سے بن آئے گا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر میں صائب ہو کہ برائی اس کی ظاہر نہ ہو اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی طعن کرنے والے کی ملامت اس پر اثر نہ کرے۔

1۔ یہ حدیث پڑھ کر وہابی دیوبندی کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے ہماری طرح عاجز اور بے بس ہیں۔ ان کا اس حدیث سے ایسا استدلال پر صد افسوس ہے اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات محض آیت کریمہ کی تعمیل میں فرمائے جیسا کہ کتاب میں واضح ہے ورنہ یہ تو ## نہیں انکار ہیں نہیں کہ قیامت میں نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کی امت کے اولیاء، علماء، حفاظ، نمازی وغیرہ بھی شفاعت کرکے بہت کچھ کرلیں گے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب شفاعت کا منظر۔ اویسی غفرلہ

حدیث (8): حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حاکم چار ہیں (1) خود بھی محنت کرے اور اپنے عمال سے بھی محنت لے تو اس کا حال ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ (2) حاکم وہ ہے کہ اس میں کس قدر ضعف ہے وہ خود تو مشقت کرتا ہے لیکن اس کے عامل مزے اڑاتے ہیں اس کے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ (3) حاکم وہ ہے جو عمال سے مشقت لے اور خود آسائش کرے تو وہ حطمہ ہے جس کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدتر حاکموں کا حطمہ ہے تو وہ تنہا ہلاک ہونے والا ہے۔ (4) وہ حاکم ہے کہ خود بھی مزے کرے اور اس کے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ اے امیرالمومنین میں نے سنا ہے کہ۔

حدیث (9): امام اوزاعی نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کی کہ میں اس وقت آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ دھونکیاں آتش دوزخ پر رکھ دی گئی ہیں کہ قیامت کیلئے بھڑکائی جائے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ زرد ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ سیاہ اور تاریک ہے کہ نہ اس کا پل نظر آتا ہے اور نہ شعلہ بجھتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ دوزخیوں کے کپڑوں میں اگر ایک کپڑا زمین والوں کو دکھلایا جائے تو سب مرجائیں اور اگر ایک ڈول اس کے پانی کا زمین کے تمام پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو کوئی ان میں سے چکھے وہ فوراً مرجائے اور اس کی زنجیروں میں سے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اگر ایک کڑی زمین کے تمام پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو سب پگھل جائیں اگر کسی کو دوزخ میں داخل کرکے پھر دنیا میں نکالا جائے تو زمین کے باشندے اس کی بدبو اور شکل کی برائی اور ہیبت سے مرجائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حال سن کر روئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی روئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپ روتے ہیں۔ آپ کے (صدقے) تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا گریہ شکر کا ہے کیا میں شکر گزارندہ نہ ہوں۔ اے جبریل تم بتاؤ کہ تم روح الامین اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین ہو کر کیوں روئے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا حال کہیں ہاروت و ماروت جیسا نہ ہو۔ یہی تو وجہ ہے کہ جس سے اپنے پروردگار کے نزدیک جو میرا رتبہ ہے اس پر میں بھروسہ نہیں کرتا ورنہ اس کی خفیہ تدبیر سے مامون ہوجاؤں گا۔ دونوں روتے رہے۔ یہاں تک کہ آسمان سے ندا ہوئی کہ اے

جبرئیل علیہ السلام اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر ایسی ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام کی تمام فرشتوں پر۔

حدیث (10): حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ الٰہی اگر تو جانتا ہو جب مدعی اور مدعاعلیہ میرے سامنے بیٹھیں تو ان میں سے حق سے روگردانی کرے۔ وہ قریب ہویا بعید اگر میں اس کی رعایت کروں تو مجھے ایک لحہ کی مہلت مت دینا۔

فائدہ: یہ کہہ کہ امام اوزاعی نے فرمایا اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجاآوری اس کی مخلوق میں نہایت سخت کام ہے اور سب سے زیادہ بزرگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت سے عزت کا خواہاں ہے اسے اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے اور عزت دیتا ہے اور جو کوئی اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پست اور ذلیل کرتا ہے۔ یہ ہے میری نصیحت والسلام علیہ پھر میں اٹھاتو منصور نے پوچھاکہ کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہاکہ امیرالمومنین اگر اجازت دیں تو وطن اور اہل وعیال میں جاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خلیفہ نے کہا کہ میں نے اجازت دی اور آپ کے نصیحت فرمانے سے آپ کا ممنون ہوں اور اس نصیحت کومیں نے مکمل طورپر قبول کیا اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق دے اور اس پر میری مدد کرے۔ میں اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ وہی مجھے کافی اور میرا ذمہ دار ہو۔ مجھے توقع ہے کہ آپ مجھے ایسے ہی نظرالتفات سے محروم نہ فرمائیں گے کہ آپ مقبول خدا ہیں اور نصیحت سے آپ کی کوئی غرض متعلق نہیں میں نے کہاکہ ایسا ہی کروں گا۔ (ان شاء اللہ)۔

فائدہ: محمد بن مصعب کہتے ہیں کہ منصور نے حکم دیا آپ کو زادوراہ کیلئے کچھ نذرانہ دیا جائے۔ امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ نے قبول نہ کیا اور فرمایاکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور نہ یہ تصور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیاکہ مال کے بدلے فروخت کروں اور چونکہ منصور کو آپ کا تقویٰ معلوم تھا۔ اسی لئے زیادہ اصرار نہ کیا۔

حکایت: ابن مہاجر کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور مکہ مکرمہ میں حج کو آیا تو اس کا معمول تھاکہ وہ دارالندوہ سے آخر شب میں طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز ادا کرتا رہتا اور کسی کو معلوم نہ ہوتا جب صبح ہوجاتی تو دارالندوہ میں چلا جاتا۔ اس وقت موذن آکر سلام کرتا اور نماز کی تکبیر ہوتی۔ نماز پڑھاتا ایک رات بوقت سحر حرم شریف میں طواف کررہا تھاکہ اچانک سنا ایک آدمی ملتزم کے پاس کہہ رہاہے کہ الٰہی میں تیرے سامنے شکایت کرتا ہوں کہ زمین میں سرکشی اور فساد ظاہر ہوگیا اور ظلم اور حقداروں میں اور ان کے حقوق میں طمع حائل ہوگئے۔ منصور یہ سن کر حرم سے نکل کر مسجد کی ایک جانب بیٹھ گیا اور اس شخص کو بلوایا۔ قاصد نے آکر کہاکہ چلو امیرالمومنین بلاتے ہیں دو رکعتیں پڑھ کر اور حجراسود کو بوسہ دے کر قاصد کے ساتھ ہولیا اور منصور کو سلام کیا۔ منصور نے پوچھاکہ تم کہتے تھے کہ زمین میں سرکشی اور فساد بڑھ گیا اور حق داروں کے حق میں ظلم اور طمع حائل ہے یہ کیا بات ہے میں سن کر بیمار ہوگیا اور نہایت اضطراب ہے اس نے کہا اے امیرالمومنین اگر آپ میری جان کی پناہ دیں تو میں تمام باتیں آپ سے

کہہ دوں اگر بہار خاطر ہو تو مجھے نفس پر اکتفا کروں گا۔ مجھے اپنے شغل سے فرصت نہیں۔ منصور نے کہا کہ تجھے جان کی پناہ ہے۔ اس نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ میں بھی اتنی طمع ہو کہ وہ اس کے اور حق کے درمیان میں حائل اور سرکشی اور فساد کی اصلاح سے مانع ہے۔ منصور نے کہا کمبخت مجھ میں کیسا دنیا و دولت زر و سیم میرے ہاتھ میں ہے اور میں سیاہ و سفید کا مالک ہوں اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین جتنا طمع تم میں ہے کسی میں نہ ہو گا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسلمانوں کے معاملات اور اموال کا حاکم ان کی حفاظت کیلئے کیا تھا تم ان کے معاملات سے نہ صرف غافل ہو بلکہ ان کے مال جمع کرنے میں پڑ گئے اور اپنے اور ان کے درمیان چونہ اور اینٹ کی دیواریں کھڑی کردیں اور لوہے کے دروازے تیار کرکے عوام کو لہو اپنے تک پہنچنے نہیں دیتے۔ ہتھیاروں اور دربانوں کو سامنے کرکے خود کو مکانات میں محبوس کرلیا کہ مسلمان تمہارے پاس نہ آئیں اور اپنے عمال کو اموال کے اکٹھا کرنے اور خراج حاصل کرنے کو بھیج دیا اور اپنے وزراء مددگار ظالم مقرر کئے کہ اگر تم بھولتے ہو تو وہ یاد نہیں دلاتے اگر اچھا کام کرتے ہو تو تمہاری مدد نہیں کرتے اور ان وزراء کو ان کو مال اور سواری اور ہتھیار دے کر ظلم پر قوی کردیا ہے اور حکم دے دیا ہے کہ تمہارے پاس سوائے خاص لوگوں کے اور کوئی نہ آئے اور اس کی اجازت نہیں دی کہ کوئی مظلوم ستم رسیدہ یا بھوکا ننگا یا کمزور اور محتاج تمہارے سے کچھ نہ پائے حالانکہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں حق نہ ہو جب تمہارے سے کچھ پائے تم نے ہم نشینوں (جن کو تم نے خواص مقرر کیا ہے) کو رعیت پر ترجیح دے رکھی ہے یہ وہ ہیں کہ ان کو کوئی تمہارے پاس آنے سے نہیں روکا جاتا اور تم مال بیت المال سے بعض چیزیں اپنے لئے رکھ لیتے ہو انہیں مسلمانوں میں تقسیم نہیں کرتے تو انہوں نے یقین کرلیا۔ جبکہ خلیفہ تو اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہے تو پھر ہم خلیفہ کی خیانت کیوں نہ کریں۔ اس لئے آپس میں اتفاق کرلیا کہ جو لوگ کہ رعیت کے اخبار خفیہ جانتے ہو ان کی رسائی خلیفہ تک نہ ہو لیکن جسے وہ چاہیں تو وہ پہنچ سکے اور ایک یہ کہ تمہارا جو عامل کہیں جائے اور ان کے خلاف کوئی اور امر کرے تو اسے رہنے نہیں دیتے۔ یہاں تک ذلیل و خوار ہوجاتا ہے جب تمہارا اور تمہارے خواص کا حال اس طرح عام ہوگیا تو لوگوں نے تو عوام نے تمہارے اراکین کو برا سمجھا اور ان سے خوفزدہ ہوئے اور سب سے پہلے تمہارے عاملوں نے تحفے اور مال اراکین کے پاس بھیج کر ان سے صلح کی تاکہ تمہاری رعیت پر خوف ظلم کریں اور کچھ شنوائی نہ ہو اور جو لوگ ذی اختیار مال دار تھے۔ انہوں نے آپ کے ہم نشینوں کو رشوت دی جو لوگ ان سے کم ہوں وہ ان پر اپنے دل کی بھڑاس سے نکالیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شہر سرکشی اور فساد سے بھر گئے اور یہ اراکین سلطنت میں تمہارے شریک ہوگئے اور تمہیں خبر بھی نہیں اگر کوئی دادخواہ آتا تو اس کو کوئی تمہارے پاس نہیں جانے دیتا اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ جب تمہاری سواری نکلے اس وقت اپنا حال لکھ کر دے تو جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے ممانعت کردی ہے اور تم نے جسے مظلوموں کے حق کا ناظر مقرر کیا ہے اگر مظلوم اس کے پاس جاتا ہے اور تمہارے معتمدون کو اس کی اطلاع ہوتی ہے تو ناظر سے کہہ دیتے ہیں کہ اس کی درخواست مت پیش کرنا اگر ناظر مذکور ذی حرمت ہے اور اس کا قول مانا جاتا ہے تب بھی وہ آپ کے معتمدوں کے ڈر سے آپ کو

نہیں کہہ سکتا۔ مظلوم بیچارہ اس کے پاس کچھ دے کر شکوہ یا فریاد کرتا ہے اور وہ اس کو نکال دیتا ہے یا بہانہ کرتا ہے۔ باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہے اگر آپ کی سواری نکلنے کے وقت آپ کے سامنے فریاد کرتا ہے تو اتنا مارا جاتا ہے کہ اس کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور تم صرف دیکھتے رہتے ہو۔ نہ تو ہاتھ سے روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے تو وہ ایسی صورت میں اسلام اور اہل اسلام کی کیا شے باقی رہی بنو امیہ اور دیگر عربی امراء تھے کہ جہاں مظلوم پہنچا فوراً اسے انصاف مل جاتا تھا اور بعض اوقات دوسرے ملکوں کے لوگ دور دور سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہنچ کر پکارتا تھا۔ اے مسلمانو! تو سب اس کی طرف دوڑ کر پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور اس کا مقدمہ بادشاہی میں پیش کرکے اس کا انصاف کرا دیتے تھے۔

قصہ شاہ چین: اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین میں چین کے ملک میں سفر کرتا تھا اس کا ایک بادشاہ تھا ایک بار میرا ادھر گزر ہوا میں آپ کو اس کا حال سناؤں۔ وہ بادشاہ بہرا ہوگیا تھا اپنی قوت سامعہ کے فقدان سے رونے لگا۔ وزیروں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں بہرا ہوگیا۔ مجھے اپنی مصیبت پر رنج نہیں مگر یہ تردد ہے کہ مظلوم دروازہ پر کھڑا چیخا کرے گا اور میں اس کی آواز نہ سنوں گا پھر کہا میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھیں تو موجود ہیں لوگوں میں منادی کرا دو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہوکر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر آئے تو اس کا انصاف کرے۔ اے امیرالمومنین غور وفکر کا مقام ہے کہ چین کا بادشاہ مشرک ہوکر اس طرح کی عنایت اور رحمت مشرکوں کے حال پر کرتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد تم کو مسلمانوں پر مہربانی اور شفقت غالب نہیں۔ تمہیں اپنے نفس کے بخل پر ترس نہیں آتا اور یہ تمہارا بخل بیکار ہے۔ اس لئے کہ تم مال کو تین باتوں میں سے ایک کیلئے جمع کرتے ہو اگر کہو کہ میں اپنے لڑکے کیلئے جمع کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچہ کے متعلق عبرتیں دکھلا دی ہیں۔

نوزائید بچہ کی مثال: جب نوزائیدہ بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو روئے زمین پر اس کا کوئی مال نہیں ہوتا اور دنیا میں ایسا کوئی مال نہیں جس پر کسی نہ کسی ممسک ہاتھ کا قبضہ نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی عنایت کرتا ہے۔ یہاں تک کو لوگوں کی رغبت اس کی طرف بڑھ جاتی ہے اور جو کچھ اس کو ملتا ہے وہ آدمی نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ پھر اس شخص نے امیرالمومنین سے کہا کہ تمہیں لڑکا عنایت ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مرحمت کرتا ہے اگر یہ کہو کہ میں مال اس لئے جمع کرتا ہوں کہ اپنی سلطنت کو مضبوط کروں تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں گزشتہ لوگوں کی عبرتیں دکھلا دیں کہ جو کچھ دنیاؤ دولت انہوں نے جمع کی۔ ان کے کچھ کام نہ آئی اور جاہ و حشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہوگئے اور جب اللہ تعالیٰ کو اس طرح مالک کرنا منظور ہوا تو اسے کچھ حرج بھی نہ ہوا مثلاً تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے پاس مال کم تھا اب کیا سے کیا ہوگئے ہو اگر کہو کہ مال اس لئے جمع کرتا ہوں کہ جس حال میں میں اب ہوں اس سے زیادہ عمدہ مرتبہ ہاتھ آئے تو خوب جان لے کہ جس مرتبہ پر اب تم ہو اس سے بڑھ کر جو مرتبہ ہے وہ اعمال صالحہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اے امیرالمومنین تم مجرم کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا

دیتے ہو۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ پھر جو ملک اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور دنیا کا مالک بنایا ہے۔ اس کو لے کر کیا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے مجرموں کو قتل کی سزا نہیں دیتا بلکہ عذاب الیم میں رہنے کی سزا دیتا ہے اور وہی تمہارے دلوں کے عزائم اور اعضاء کے باطنی امور کو دیکھتا ہے تو جب شہنشاہ (جل شانہ) سلطنت دنیا تمہارے ہاتھ سے چھین لے گا اور تم کو حساب کیلئے طلب کرے گا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہاں تمہارے کام نہ آئے گا۔ یہ سن کر منصور بہت رویا یہاں تک کہ دھاڑیں مارنے لگا۔

منصور خلیفہ کی حق شنوائی اور حق پسندی: جب وہ شخص اتنی طویل گفتگو سے فارغ ہوا تو خلیفہ منصور نے اس سے پوچھا کہ جو سلطنت مجھے عطا ہوئی اس میں کیا تدبیر کروں اکثر لوگ تو خائن نظر آتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین تم بڑے اونچے اعلیٰ ائمہ اور علمائے دین کو اپنے ساتھ رکھو۔ منصور نے کہا کہ وہ کون ہیں اس نے کہا کہ وہ علمائے اسلام ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھاگتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان کے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ ڈرتے ہیں کہ کہیں تم ان سے بھی زبردستی وہی کام لو تمہارا طریقہ اپنے عمال کے ساتھ جاری ہے۔ اب تم دروازے کھول دو اور دربانوں کو ہٹا دو اور مظلوم کا انتقام ظالم سے اور ظالم کو ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق عدل کے ساتھ تقسیم کرو۔ پھر میں ضامن ہوں کہ جو تجھ سے گریز کرتا ہے وہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہارے حال اور رعیت کی بہتری میں تمہیں مدد دے گا۔ منصور نے کہا کہ الٰہی اس شخص کے قول کے مطابق مجھ کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

پھر حرم شرف کے موذنوں نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھانے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرے اگر حاضر نہ کرے گا تو گردن اڑا دوں گا اور اس پر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اس کی تلاش میں نکلا پھرتے پھرتے کہ وہی شخص ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ بیٹھ گیا جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ حضرت آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس نے کہا ہاں محافظ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ کہاں ہاں۔ محافظ نے کہا کہ تو آپ امیر کے پاس میرے ساتھ چلیں کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر آپ کو نہ لے جاؤں گا تو وہ مجھے قتل کر ڈالے گا اس نے کہا کہ اب اس کے پاس جانے کی تو میرا کوئی پروگرام نہیں۔ محافظ نے کہا کہ وہ تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس نے کہا کہ قتل نہیں کرے گا۔ محافظ نے کہا کہ کس طرح اس نے کہا کہ تجھے کچھ پڑھنا آتا ہے اس نے کہا نہیں۔ اس نے اپنے کشکول سے ایک پرچہ نکلا۔ اس میں کچھ لکھا تھا۔ محافظ سے کہا کہ اسے اپنی جیب میں رکھ لے کہ اس میں دعائے کشائش مرقوم ہے۔ محافظ نے کہا کہ دعائے کشائش کیا ہے اس نے کہا کہ وہ دعا شہیدوں کے سوا اللہ تعالیٰ اور کسی کو عمل نہیں فرمایا۔ محافظ کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ آپ نے جہاں مجھ پر یہ احسان کیا ہے ایک اور یہ بھی کرو کہ اگر مناسب سمجھو تو مجھے سنا دو اور اس کے ثواب سے آگاہ کرو۔ اس نے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اس دعا کو پڑھے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور دائمی سرور ملتا ہے اور خطائیں معاف ہوجاتی ہیں اور دعا مستجاب ہوتی ہے۔ رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور اس کا عمل خالص ہوجاتا ہے اور دشمن پر مدد ملتی ہے اور

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور بجز شہید ہونے کے اور کسی طرح نہ مرے گا۔

دعائے کشائش: اللھم کما لطفت فی عظمتک دون اللطفاء وعلوت بعظمتک علی العظماء وعلمت ما تحت ارضک کعلمک بما فوق عرشک وکانت وساوس الصدور کالعلانیۃ عندک وعلانیۃ القول کالسر فی علمک وانقاد کل شی لعظمتک وخضع کل ذی سلطان لسلطانک وصار امر الدنیا والآخرۃ کلہ بیدک اجعل لی من کل ھم امسیت فیہ مخرجًا وفرجًا اللھم ان عفوک عن ذنوبی وتجاوزک عن خطیئتی وسترک علی قبیح عملی اطمعنی ان اسئلک مالا استوجبہ لما قصرت فیہ ادعوک امنا واسالک مستانسا وانک المحسن الی وانا المسیء الی نفسی فیما بینی وبینک تتودد الی بالنعم واتبغض الیک بالمعاصی ولکن الثقۃ بک حملتنی علی الجراۃ علیک فعد بفضلک واحسانک علی انک انت التواب الرحیم

ترجمہ: الٰہی جیسا تو لطیف ہوا اپنی عظمت میں اور لطیفوں کے سوا اور تو بڑھ گیا اپنی عظمت سے سب عظیموں پر اور تو نے جانا اپنی زمین کے نیچے کی چیز کو جیسے تو جانتا ہے اپنے عرش کے اوپر کی چیز کو اور سینوں کے اس وسوسے میں تیرے نزدیک مثل کھلی بات کے اور کھلی بات اور چھپی بات تیرے علم میں یکساں ہے اور ہر ایک چیز تیری عظمت کے سامنے منقاد ہے اور ہر غلبہ والا تیرے غلبہ کے سامنے پست ہوگیا ہے اور دنیا اور آخرت کا معاملہ بالکل تیرے قبضہ میں آرہا ہے تو میرے لئے کشادگی اور نکاسی کردے ہر تردد سے جس میں مبتلا ہوں۔ الٰہی تیرے معاف کرنے سے میرے گناہوں کو اور درگزر فرمانے سے میری خطاؤں سے اور پردہ پوشی سے میرے برے کاموں پر مجھ کو اس بات کی طمع دلائی کہ تجھے ایسی بات کا سوال کرتا ہوں جس کا مستحق نہیں باعث اپنی تقصیر کے میں تجھ سے بے دھڑک دعا مانگتا ہوں اور تجھ سے مل کر اور پھر سوال کرتا ہوں اور تو میرے اوپر احسان کرتا ہے اور میں اپنے نفس کے ساتھ برائی کرتا ہوں تو مجھ میں اور تجھ میں کیا نسبت تو نعمتیں دے کر میرا دوست بنتا ہے اور میں گناہ کرکے تیرا دشمن بنتا ہوں مگر مجھ کو تجھ پر اعتماد ہے اسی نے مجھ کو برا نگیختہ کیا کہ تجھ پر جرات کروں۔ پس تو اپنا فضل اور احسان مجھ پر بدستور سابق فرما کہ تو بے شک توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ محافظ کہتا ہے کہ میں نے اس پرچہ کو لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر میں نے دوسری طرف پھر کر نہیں دیکھا سیدھا امیرالمومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت ہو کر سلام کیا۔ اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجھے سحر خوب آتا ہے۔ میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین بخدا میں سحر سے واقف نہیں ہوں مگر یوں ہوا کہ درویش نے مجھے ایک پرچہ (دعا) دیا۔ وہی میرے پاس ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو اس بزرگ نے دیا ہے وہ مجھے دکھا۔ میں نے حوالہ کیا اس کو دیکھ کر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا اور حکم دیا کہ اس پرچہ کی نقل کرلی جائے پھر مجھے دس ہزار درہم کا حکم کیا اور کہا تو جانتا ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں میں نے کہا نہیں۔ خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ہارون الرشید اور سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کی خط و کتابت: دور سابق میں علماء اگر حق گو تھے اور بادشاہ حق شنو تھے۔ اسی لئے ملک آباد رہے ہمارے دور میں حق گو نہ رہے اور سربراہان ملک تو حق شنوائی کے نام تک

سے واقف نہیں۔ دور سابق کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ذرابی عمران جونی کہتے ہیں کہ جب ہارون الرشید خلیفہ مقرر ہوتو علماء اس کی ملاقات کیلئے گئے اور خلافت کی مبارکباد دی۔ اس نے بیت المال کھول کر بڑی خلعتیں اور انعامات دینے شروع کئے اور عہد خلافت سے پہلے وہ علماؤ زہاد کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر زاہد اور خستہ حال تھا اور عرصہ سے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے بھائی چارہ رکھتا تھا۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آئے۔ ہارون الرشید ان کے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی میں ان سے کچھ باتیں کرے مگر حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تشریف نہ لائے اور نہ اس کی پرواہ کی کہ اب ہارون کا کیا منصب ہے یہ بات اس پر شاق گزری۔ اس لئے ہارون نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔

ہارون الرشید کا خط : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (النمل 30) ترجمہ کنزالایمان : اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا - بندۂ خدا ہارون رشید امیرالمومنین کی طرف سے اس کے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو حمد ونعت و سلام کے بعد معلوم ہو کہ اے برادر من اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے درمیان میں بھائی چارہ مقررہ فرمایا اور جان لو کہ میں نے تم سے جو بھائی چارہ کیا تھا۔ اس کا رشتہ منقطع نہیں کیا اور نہ آپ کی دوستی توڑی بلکہ اب تک مجھے آپ سے بہت زیادہ محبت اور کمال درجہ کی عقیدت ہے اگر خلافت کا بوجھ میری گردن میں نہ ڈالا جاتا تو میں آپ کی خدمت میں گھٹنوں کے بل چل کر آتا کیونکہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میرے اور آپ کے دوستوں میں سے ایسا کوئی نہیں جو مجھے مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور میں نے بیت المال کھول کر بڑے انعامات دیئے۔ اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپ تشریف نہ لائے اور اب تک قدم رنجہ نہ فرمایا تو میں نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق کے ساتھ آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور اے ابوعبداللہ آپ کو معلوم ہے کہ مومن کی ملاقات کا ثواب کیا ہے تو جب یہ اشتیاق نامہ آپ کے پاس پہنچے تو جلد از جلد آپ تشریف لائیں جب ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اس کے ہاں موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہوا کہ کون یہ خدمت نامہ پہنچائے چونکہ سب کے سب حضرت سفیان ثوری کو جانتے تھے اور آپ کی سخت مزاجی کو پہچانتے تھے۔ اس لئے جرات نہ کرسکے۔ خلیفہ نے کہا کہ دربانوں میں سے کسی کو بلاؤ۔ عباد طالقانی بلایا گیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اے عباد میرا خط لے جا اور فلاں بستی میں داخل ہوکر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کرکے سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کو مل کر یہ میرا خط اُن کے حوالہ کردینا۔ پھر نہایت غور سے ان کا ایک ایک جملہ یاد رکھنا اور تمام کیفیت میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا اور من وعن مجھ سے آکر کہنا عباد خط لے کر منزل مقصود کو چلا جب کوفہ میں پہنچا اور قبیلہ بنی ثور پوچھا پھر حضرت سفیان کا دریافت کیا تو کسی نے کہا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ عباد کہتے ہیں کہ میں نے مسجد کا راستہ لیا۔ آپ مجھے دیکھ کر اٹھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ سمیع بصیر کی پناہ شیطان مردود سے اور الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس آنے والے سے جو ہمارے ہاں اس خیر کے سوا آئے۔ آپ کے ان الفاظ نے مجھ پر ایسی تاثیر کی کہ میں تنگ ہوگیا جب آپ مجھے دیکھا کہ مسجد کے دروازہ پر سواری سے اترا تو آپ نے نماز شروع کردی۔ حالانکہ نماز کا وقت نہ تھا۔ میں نے گھوڑا مسجد کے دروازہ

سے باندھ کر اندر قدم رکھا کہ آپ کے ہم نشین گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ گویا چور ہیں کہ ان پر بادشاہ چلا آیا ہے اور اس کی سزا سے ڈرتے ہیں میں نے سلام کیا تو کسی نے سر اٹھا کر نہ دیکھا اور پوروں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا میں جاکر کھڑا ہوگیا۔ کسی نے مجھ سے نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ اور ان کی ہیبت سے مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا میں نے ان سب کو غور سے دیکھ کر سوچا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہیں جو نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے خط ان کے سامنے پھینک دیا۔ آپ نے خط دیکھ کر کانپے اور اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے گویا سجدہ گاہ میں سانپ سامنے آگیا۔ پھر نماز کا سلام پھیر کر اپنا ہاتھ آستین میں لپیٹا اور خط لے کر الٹ دیا۔ پھر اس کی پشت کی طرف۔ لوگوں میں پھینک دیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی پڑھ لے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں کہ ایسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤں جسے ظالم نے چھوا ہے ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے کھولا۔ گویا اس میں سانپ ہے کہ اس کے ڈسنے کا خوف ہے اور اسے ابتدا سے انتہا تک پڑھا۔ حضرت سفیان متعجب ہوکر مسکراتے رہے جب مضمون پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسے لوٹا دو اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب لکھو۔

کہا کہ ابو عبداللہ وہ شخص خلیفہ ہے مناسب ہے کہ آپ کسی صاف و عمدہ کاغذ پر جواب لکھوایئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اسی کے خط کی پشت پر جواب لکھو اگر اس نے اس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اس کا ثواب پائے گا اگر حرام سے کمایا ہوگا تو عذاب بھگتے گا جس چیز کو ظالم نے چھوا ہے وہ ہمارے پاس نہیں رہنا چاہئے ورنہ ہمارے دین کو خراب کرے گا۔

سفیان ثوری کا جواب: سفیان ثوری نے خدام سے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بندہ سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اس بندہ کو جو آمال پر مغالطہ کھائے ہوئے ہے اور ایمان کا ذوق اس سے چھین لیا گیا ہے یعنی ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدائے منعام اور نعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد معلوم ہو کہ میں نے یہ خط تمہیں اطلاع کیلئے لکھا ہے کہ میں نے تمہاری دوستی کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا تعلق ختم کرڈالا اور اب سے میں تیرا دشمن ہوگیا کیونکہ تم نے خود اپنے خط میں اقرار کیا کہ میں نے مسلمانوں کے بیت المال کو دل کھول کر خرچ کرڈالا اور مجھے اس بات کا گواہ کیا کہ تم نے مسلمانوں کا مال بیچا اور بے موقع اسے اٹھایا اور یہ بھی نہیں کہ جو کچھ تم نے کیا تھا اسی پر راضی رہے بلکہ مجھے خط لکھا کہ تم پر میں اور میرے ساتھی جنہوں نے تمہارا اقراری خط پڑھا۔ گواہ ہو جائیں تو یاد رکھو کہ ہم کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو تمہاری حرکت بے جا کی گواہی دیں گے۔ اے ہارون تم نے جو مسلمانوں کا بیت المال اڑایا۔ اس میں تو بمطابق حکم قرآن مجید کے سات گروہوں کا حق ہے تمہارے اس فعل سے کونسا گروہ راضی ہوا (1) مولفۃ القلوب راضی ہوئے یا (2) صدقات کے عامل یا (3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا (4) مسافر یا (5) حافظان قرآن اور علمائے کرام یا (6) بیوہ عورتیں اور یتیم یا اور (7) لوگ تمہاری رعیت میں سے اس فعل سے راضی ہوئے اب اس سوال کے جواب کیلئے مستعد ہوجا اور اپنی مصیبت دور کرنے کی فکر کرو اور یقین کرو کہ تم عنقریب حاکم عادل کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تمہارے نفس کے متعلق تم سے مواخذہ ہوگا کہ تم

نے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس بیٹھنے کا ذوق ضائع کردیا اور اپنے نفس کیلئے ظالم اور ظالموں کا امام ہونا پسند کیا ہے۔ اے ہارون تم تخت پر بیٹھے اور ریشم پہنا اور اپنے دروزاہ پر پردہ ڈالا اور ان حجابات سے تم نے رب العالمین سے مشابہت کی۔ پھر اپنے ظالم سپاہیوں کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگوں پر ظلم کریں وہ انصاف نہیں کرتے خود تو شراب پیتے ہیں اور کوئی پیئے تو اسے مارتے ہیں۔ اسی طرح خود زنا کرتے ہیں اور دوسرے زانیوں کو حد لگاتے ہیں اور خود چوری کرتے ہیں او دوسرے چوروں کا ہاتھ کاٹتے ہیں کیا شریعت کے احکام تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر نہیں ہیں کیا صرف دوسرے لوگوں پر جاری ہوتے ہیں۔ تمہارے عمال پر ہوتے۔ اے ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارے گا۔ احشروا الذین ظلموا وازواجہم ترجمہ: جمع کرو گناہ گاروں کو اور انکی جوروں کو ظالم اور ان کے مددگار کدھر ہیں۔ تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس صورت میں کہ تمہارے ہاتھ تمہاری گردن میں بندھے ہوں گے اور انہیں تمہارے عدل کے اور کوئی نہ کھولے گا اور دوسرے ظالم تمہارے اردگرد ہوں گے اور تم ان سب کے سردار ہو کر سب کو دوزخ میں لے جاؤ گے۔ اے ہارون گویا تمہارا حال میرے سامنے ہے کہ تمہاری گردن پکڑی گئی اور قیامت میں پیشی کے مقام پر حاضر کئے گئے اور تم اپنی نیکیاں دوسرے کے پلہ حسنات میں دیکھ رہے ہو اور اپنی برائیوں کے سوا غیروں کی برائیاں اپنے پلہ میں دیکھتے ہو کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہے۔ اے ہارون میری وصیت یاد رکھو اور جو نصیحت میں نے کی اس پر کاربند ہو اور جان لو کہ میں نے تمہاری خیرخواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہیں چھوڑا تو اپنی رعیت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ آپ کی امت کے بارے میں رکھو اور خلافت کو ان پر اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلفاء کے پاس رہتی تو تمہارے پاس نہ پہنچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جانے والی ہے۔ اسی طرح موت تمام لوگوں کو ایک ایک کرکے لے کر چلی جارہی ہے تو ان میں سے بعض نے تو ایسا توشہ جمع کرلیا جو مفید ہو اور بعض دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ میں رہے اور میرے گمان میں یہی ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو جن کو دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہوا۔ خبردار اس کے بعد کوئی خط نہ لکھنا اور نہ میں اس کا جواب تحریر کروں گا۔ (والسلام)

فائدہ: عباد کہتا ہے کہ اس خط کو لکھوا کر بغیر پتہ کئے اور مہر لگائے بغیر میری طرف پھینک دیا میں اس کو لے کر کوفہ کے بازار میں آیا اور آپ کی نصیحت مجھ میں اثر کر گئی تھی۔ میں نے بازار میں پکارا کہ اے کوفہ والو حاضرین نے کہا کہ فرمایئے میں نے کہا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے بھاگا ہوا تھا اس کی طرف اس نے رجوع کیا کہ کوئی تم میں اس کا خریدار ہے۔ لوگ میرے پاس روپے اشرفیاں لائے۔ میں نے کہا مجھے مال کی ضرورت نہیں بلکہ ایک موٹا سا صوف کلا کرتہ اور ایک کمبل چاہئے۔ لوگوں نے مجھے دونوں چیزیں لادیں۔ میں نے پہن لیا اور وہ لباس کہ خلیفہ کے ساتھ پہنا کرتا تھا۔ اتار پھینکا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھے ان کو گھوڑے پر رکھ کر گھوڑے کی باگ ڈور ہاتھ میں لے کر پیدل روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب میں خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہنچا اور لوگوں نے مجھے برہنہ پا اور پیدل اور

درویشانہ لباس میں دیکھا تو خوب مذاق اڑایا۔ پھر اطلاع کے بعد مجھے اجازت ہوئی جب میں خلیفہ کے سامنے گیا اور مجھے اس کیفیت سے دیکھا تو بیٹھا تھا کھڑا ہوگیا اور اپنا سر اور منہ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا۔ مجھے دنیا سے کیا سروکار ہے۔ سلطنت میرے کس کام آئے گی۔ ڈھلتے سایہ کی طرح جلد چلی جائے گی۔ پھر حضرت سفیان ثوری نے مجھے جیسے کھلا ہوا خط دیا تھا۔ میں نے ویسے ہی نکال کر ہارون کو دیدیا۔ وہ پڑھتاجاتا تھا اور گریہ و زاری کرکے بلند فریاد کرتا جاتا تھا۔ اس کے بعض رفقاء نے کہا کہ اے امیرالمومنین سفیان ثوری نے آپ کی شان میں بڑی گستاخی کی۔ ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندو مجھے اس حرکت سے معاف رکھو جو تمہارے مغالطہ میں آئے۔ وہ برا بدبخت ہوگا تمہیں معلوم نہیں کہ سفیان ثوری ایک متشرع یگانہ روزگار ہیں وہ جانیں ان کا کام میں ان سے مقابلہ نہ کرواں گا۔ پھر یہ خط سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کا ہمیشہ ہارون کے پہلو میں رہتا۔ ہر نماز کے وقت اسے پڑھ لیا کرتا۔ یہاں تک کہ انتقال کیا۔ (اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے)۔

فائدہ: جو اپنے نفس پر رحم ترس کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اس عمل میں جو کل کو اس کو سامنے کیا جائے گا اور اسی پر اس کی بازپرس اور جزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے۔

بہلول دانا اور ہارون الرشید: عبداللہ بن مہران کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے حج کیا تو کوفہ میں چند روز قیام کرکے روانہ ہوا جب لوگ چلنے لگے تو بہلول مجنون (دانا) بھی ان کے ساتھ ہولئے لیکن آگے چل کر کوڑا کرکٹ پر بیٹھ گئے۔ لڑکے ان کو ستاتے اور چھیڑتے تھے کہ ہارون کی شاہی سواریاں نمودار ہوئیں۔ لڑکے ان کے چھیڑنے سے ہٹ گئے جب ہارون آیا تو بہلول نے بلند پکارا یا امیرالمومنین! ہارون نے اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر کہا لبیک یابہلول انہوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہم سے حدیث بیان کی۔ ایمن بن قائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عفان سے واپس تشریف لاتے دیکھا کہ آپ ناقہ پر سوار تھے نہ زدوکوب تھی نہ دھکا نہ ہٹو ہٹو تھا۔ اے امیرالمومنین اس سفر میں تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے۔ یہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون سن کر رودیا۔ یہاں تک کہ اس کے آنسو زمین پر گرے۔ پھر کہا کہ اے بہلول اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ کچھ اور فرمائے کہا اے امیرالمومنین جس کو اللہ تعالیٰ مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال میں پارسا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خالص دفتر میں ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ہارون نے کہا کہ تم نے بہت خوب کہا پھر ان کو کچھ انعام دیا۔ بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس سے لیا۔ اسی کو واپس کردو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ ہارون نے کہا کہ اگر تمہارے ذمہ کچھ قرض ہو تو ہم ادا کریں۔ فرمایا کہ علمائے کوفہ بہت ہیں۔ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ قرض کی ادائیگی قرض سے درست نہیں۔ ہارون نے کہا کہ ہم تمہارے لئے وظیفہ مقرر کردیں تاکہ تمہاری قوت کو کافی ہو۔ بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے امیرالمومنین میں اور تم دونوں اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ یہ محال ہے کہ وہ تمہیں یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ پھر ہارون پردہ ڈال کر چلا گیا۔

حکایت: ابوالعباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ میں حارث محاسبی کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہے۔ فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا۔ میں نے کہا کہ اب کیا حال ہے ہے۔ فرمایا کہ اب تو میں اپنے حال کو چھپاتا ہوں۔ ایک آیت قرآن مجید کو پڑھتا ہوں تو اس میں بھی بخل کرتا ہوں کہ میرا نفس نہ سنے اگر مجھے اس میں سرور غالب نہ ہوجاتا تو میں اس کو ظاہر نہ کرتا اور میں ایک رات اپنی محراب میں بیٹھا تھا کہ ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو لگا کر آیا۔ مجھے سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ میں ایک سیاح ہوں جو لوگ اپنی محرابوں میں عبادت کرتے ہیں۔ ان کے پاس جایا کرتا ہوں۔ میں نے تجھے کچھ محنت کرتے نہیں دیکھا۔ تمہارا عمل کیا ہے۔ میں نے کہا کہ چھپانا مصیبتوں کا اور کشش فوائد کی اس نے ایک چیخ ماری کہ مجھے معلوم نہیں کہ مشرق اور مغرب کے درمیان میں کوئی نہیں۔ معلوم ہوتا کہ اس کی یہ صفت ہو۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کو کچھ اور سناؤں تو میں نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہیں اور اپنے اسرار ظاہر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ان کے حالات خود ان سے بھی مخفی رہیں تو مجھے ان کا حال کہاں سے معلوم ہوتا اور ان کو کیسے پہچانتا۔ اس نے پھر ایسی چیخ ماری کہ بے ہوش ہوگیا اور میرے پاس دو دن مدہوش رہا پھر افاقہ ہوا تو کپڑے بول و براز سے نجس ہوگئے تھے۔ میں نے سمجھا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ میں نے اس کو نیا تھان نکال کر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ترجیح دی۔ اب غسل کرکے نماز قضا کرو۔ اس نے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی اور اسی کپڑے میں لپٹا ہوا باہر چلا۔ میں نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا۔ وہ چل کر خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اسے سلام کرکے کہا کہ اے ظالم اگر تجھے ظالم نہ کہوں تو میں ظالم ہوں اگر تیرے متعلق تقصیر کروں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اس نے تجھے ملک کا مالک بنایا ہے اور اسے بہت سی نصیحتیں کرکے باہر آنا چاہا اور میں دروازہ پر بیٹھا تھا۔ مامون نے اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا تو کون ہے اس نے کہا کہ میں سیاح ہوں۔ میں نے صدیقوں کے اعمال میں فکر کیا تو اپنے نفس میں ان اعمال کا پتہ نہ پایا۔ اس لئے تجھے نصیحت کیلئے حاضر ہوا کہ شاید صدیقوں میں مل جاؤں۔ مامون نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اسی تھان میں لپٹا ہوا مقتول باہر نکالا گیا اور میں دروازہ پر بیٹھا تھا ایک منادی کہتا تھا کہ جو اس کا وارث ہو وہ اسے لے جائے۔ میں اس سے چھپ گیا۔ اسے بے وارث سمجھ کر دفن کردیا گیا۔ میں دفن میں بھی شریک رہا۔ میں نے ان سے اس کا حال بیان نہ کیا۔ دفن کے بعد میں گور قبرستان کی ایک مسجد میں ٹھہرگیا اور اس جوان کا غم میرے دل میں تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ دیکھتا ہوں کہ وہ جوان ایسی خوبصورت کنیزوں میں ہے کہ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھیں۔ وہ نوجوان مجھ سے کہتا ہے کہ اے حارث قسم ہے اللہ کی تو ان حالات چھپانے والوں میں سے جو اپنا حال چھپاتے اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ اسی وقت تجھ سے ملیں گے۔ پھر میں نے کہا ایک گروہ سواروں کو دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے حالات چھپانے والے ہیں۔ اس

نوجوان کو تیری تقریر نے متحرک کیا ورنہ اس کے دل میں اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ وہ امرونہی کیلئے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ساتھ اتارا اور اس کے قاتل (مامون) پر ناراض ہوا۔

حکایت: احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہیں کہ ابوالحسن ثوری رحمتہ اللہ علیہ فضول کام کم کرتے اور بے فائدہ بات کاسوال نہ کرتے اور جس چیز کی ان کو ضرورت نہ ہوتی اس کے درپے نہ ہوتے اور جب کوئی برائی دیکھتے تو اسے مٹا دیتے اگرچہ جان چلی جائے۔ ایک دن چشمہ پر (جومشرعہ محامین کے نام سے مشہور ہے) نماز کیلئے وضو کرتے تھے ایک کشتی میں جس میں تیس مٹکے تھے ہر ایک پر دھونی سے لفظ لطف لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے پڑھ کر نہ پہنچانا کیونکہ تجارت اور خانگی اشیاء میں کوئی چیز آپ کو معلوم نہ ہوئی جسے لطف کہا جاتا ہو۔ آپ نے ملاح سے کہا کہ ان مٹکوں میں کیا ہے اس نے کہا کہ آپ کا کیا مطلب آپ اپنا کام کیجئے جب آپ نے ملاح سے یہ سنا تو اس کی آگاہی کا شوق دوبالا ہوا اور فرمایا کہ میں یہی چاہتا ہوں کہ تو بتا دے کہ ان میں کیا ہے۔ ملاح نے کہا تمہیں اس سے کیا فائدہ تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد خلیفہ کا شراب ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے۔ آپ نے فرمایا یہ شراب ہے ملاح نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ہتھوڑا مل جائے۔ ملاح ناراض ہوا لیکن غلام سے کہا کہ اسے ہتھوڑا دے دو۔ دیکھیں اس سے کیا کرتا ہے (جب ہتھوڑا ان کے ہاتھ لگ گیا تو کشتی پر سوار ہو کر ایک ایک مٹکا توڑنے لگے۔ یہاں تک کہ سوائے ایک مٹکے کے تمام مٹکے توڑ ڈالے۔ ملاح فریاد کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس پل کے حاکم جو یونس بن افلح کے پاس دوڑا اور ثوری کو گرفتار کر کے معتضد کے پاس لے گیا چونکہ معتضد بڑا ظالم تھا کہ اس کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان بعد کو اسے لئے لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔ ابوالحسن ثوری فرماتے ہیں کہ جب مجھے خلیفہ کے سامنے لے گئے۔ وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا اور وہ اسے پلٹ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا تو کون ہے۔ میں نے کہا محتسب ہوں۔ اس نے کہا کہ تجھے محاسبہ کا عہدہ کس نے دیا۔ میں نے کہا جس نے تجھے خلافت کا عہدہ دیا۔ اس نے تھوڑی دیر گردن جھکائی۔ اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ تو نے یہ حرکت کی اس کی وجہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے تمہارے حال پر ترس کیا کہ جس برائی کو تم سے ٹال سکتا ہوں۔ اس میں کوتاہی نہ کروں۔ پھر خلیفہ سر نیچے کر کے میری تقریر کو سوچتا رہا۔ اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ تمام مٹکوں میں سے ایک مٹکا کیسے بچ گیا۔ میں نے کہا کہ اس کی ایک وجہ ہے اگر امیرالمومنین اجازت دیں تو میں بیان کروں کہا بیان کرو۔ میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین میں جس وقت مٹکوں کی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا جلال تھا اور خوف مطالبہ الٰہی چھایا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے ان کے توڑنے پر جرات کی اور مخلوق کی ہیبت مجھے کچھ نہ تھی یہی حال تمام مٹکوں کے توڑنے میں ہوا جب میں آخری مٹکے پر پہنچا تو میرے نفس میں اس کی شیخی بڑائی محسوس ہوئی کہ میں نے خلیفہ کے مٹکے توڑ دیئے تو میں نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہنچنے میں بھی مجھے وہی جوش ہوتا جو پہل تھا تو ایک یہ مٹکا کیا شے ہے اگر روئے زمین مٹکوں سے پر ہوتی تب بھی میں توڑتا چلا جاتا کوئی پرواہ نہ کرتا۔ معتضد نے کہا کہ جاؤ ہم نے تمہارے ہاتھ کو کھول دیا جونسی برائی چاہو مٹا دو۔ میں نے کہا کہ اے

امیرالمومنین اب برائی کے بگاڑ مٹانے میں برا جانتا ہوں۔ اس لئے کہ پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برائی مٹاتا تھا اب آپ کی خدمت کی وجہ سے مٹاؤں گا۔ معتضد نے کہا کہ اس کا کیا مطلب۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین آپ حکم کریں کہ میں سلامت چلا جاؤں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے نہ روکو جہاں چاہے چلا جائے۔ اس کے بعد آپ بصرہ میں چلے آئے اور اکثر بصرہ ہی میں رہے۔ اس خوف سے کہ شاید کوئی ضرورت درپیش ہو تو غربت معتضد سے سوال کرنے کی نوبت پہنچے جب معتضد گیا تب بغداد میں واپس آئے۔

خلاصہ: علماء کی عادت امربالمعروف اور نہی از منکر میں یہ تھی کہ بادشاہوں کے دید کی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھتا تھا تو اس کے فضل پر تکیہ کرتے تھے اگر شہادت نصیب فرماتا تھا تو اس کے حکم پر راضی تھے اور چونکہ انہوں نے اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے کرلی تھی۔ اس لئے ان کے کلام کی تاثیر سخت دلوں میں ہوتی کہ دل نرم ہوجاتے اور سختی دور ہوجاتی تھی اور اب تو طمع نے علماء کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہی نہیں اگر کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا قول موافق ان کے حال کے نہیں ہوتا۔ اس سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ عوام کی ساری خرابی بادشاہوں کی خرابی سے ہے اور بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی سے ہے اور علماء کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہے جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلوں اور ذلیلوں پر بھی محاسبہ نہ کرسکے گا۔ بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کا تو کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مددگار ہے۔

باب نمبر 10

نبی پاک ﷺ کی سیرت جمیلہ و اخلاق جلیلہ

تمہید: کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کا عنوان ہوتے ہیں اور اعضاء ظاہری کی حرکات قلبی امور کے ثمرات اور اعمال اخلاق کے نتائج ہیں اور انجام معرفتوں کے آداب اور رازہائے اندرون افعال کا بیج اور سرچشمہ ہیں اور ظاہر پر باطن ہی کا نور پڑ جاتا ہے کیونکہ ظاہر کو باطن زینت اور روشنی بخشتا ہے اور اس کی برائیوں کو خوبیوں سے بدل دیتا ہے اور جس کا دل خاشع نہیں۔ اس کے اعضاء ظاہری بھی خشوع نہیں کرتے اور جس کا سینہ انوار الٰہی کا محل نہیں۔ اس کے ظاہر پر بھی آداب نبوی کی چمک نہیں پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد میں معاملات کے خاتمہ میں ایک باب متضمن تمام آداب زندگی لکھوں تاکہ سالکوں کو ان کا تمام ابواب سے دشوار نہ ہو پھر میں نے دیکھا کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب میں تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہوچکے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کا دوبارہ لکھنا ثقیل سمجھا کہ عام نفوس کی علادت میں ہے کہ مکررات سے نفرت کرتے ہیں اور اعادہ کو گراں بوجھ سمجھتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب میں صرف آداب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اخلاق جو صحیح سندات سے مروی ہیں۔ لکھوں اور ان سب کو علیحدہ علیحدہ (اسناد حذف کرکے) بیان کروں تاکہ وہ سب یکجا ہوجائیں اور قارئین کو یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ سے ان کے ایمان کی تجدید و تائید ہوجائے کیونکہ آپ کی ہر علادت کریمہ ایسی ہے جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور مراتب برتر اور قدرومنزلت میں بزرگ تر ہیں کیونکہ جملہ صفات جمیلہ اخلاق جلیلہ آپ کی ذات اقدس میں جمع ہیں تو کیسے افضل و اعلیٰ نہ ہوں گے۔ پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا اقدس ذکر کروں۔ پھر آپ کے معجزات لکھوں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور پردہ پنبہ غفلت منکروں کے کانوں سے ہٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ علادات اور احوال میں اور تمام امور دینی میں ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع کریں اور آپ کی اقتداء کا دم بھریں۔ وہی (اللہ) حیرت والوں کے رہنما اور مضطرون کا مجیب الدعا ہے اگرچہ یہ مضمون ناپیداکنار ہے مگر ہم تیرہ بیانوں میں اسے لکھتے ہیں۔

قرآن اور صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم): سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تادیب قرآن مجید فرمائی ہے۔

تضرع و زاری: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مددگار باری میں عجز و الحاح کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ فرما اور یوں دعا مانگتے۔ اللھم احسن خلقی و خلقی۔ ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میرا ظاہر و باطن اچھا فرما۔ اور فرماتے۔ اللھم جنبی منکرات الاخلاق۔ ترجمہ: اے اللہ مجھے برے اخلاق سے دور رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنا وعدہ پورا کیا۔ ادعونی استجب لکم۔ (تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا) اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس سے آپ کو ادب سکھایا۔ آپ کا خلق قرآن مجید ہے چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں سکھایا۔ خذالعفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین۔ (الاعراف 199) ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا۔ اختیار کرو اور بھلائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے منہ پھیرو۔ اور فرمایا ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور۔ ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔ اور فرمایا فاعف عنھم واصفح ان اللّٰہ یحب المحسنین۔ ترجمہ کنزالایمان: انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزرو بے شک لوصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اور فرمایا ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللّٰہ لکم۔ (المائدہ 13) ترجمہ کنزالایمان: چاہیے معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔ اور فرمایا ادفع بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ اور فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین۔ (آل عمران 134) ترجمہ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ اور فرمایا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً۔ (الحجرات 12) ترجمہ کنزالایمان: بدگمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

فائدہ: جب جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک میں ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خونکو پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کیسے بھلا ہوگا اس قوم کا جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ انہیں ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادب سکھانے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس لک من الامر شی اویتوب علیھم اویعذبھم فالھم ظالمون۔ (آل عمر 128) ترجمہ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اسی طرح کی تادیبات قرآن مجید میں بے شمار ہیں۔

فائدہ: تادیب اور تہذیب سے مقصد اول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ پھر آپ کی ذات پاک سے تمام

مخلوق پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکھلایا گیا اور مخلوق کو آپ کے ادب کی تعلیم دی گئی۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو مکمل کروں پھر آپ نے مخلوق کو محاسن اخلاق ترغیب دی جن کا ذکر ہم (باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث) میں کریں گے۔ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی کہ وانک لعلٰی خلق عظیم۔ آپ کی بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل عظیم اور لطف عمیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا پھر خود ہی تعریف فرماتا ہے اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ بڑے خلق والے ہیں۔

فضائل خلق: احادیث مبارکہ (1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے برے اخلاق سے بغض رکھتا ہے۔ (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس مرد مسلمان سے تعجب ہے کہ اسے کوئی مسلمان بھائی کسی ضرورت کیلئے آئے اور اپنے نفس کو دوسرے کے سوا ساتھ بھلائی کرنے کے قابل سمجھے اگر اسے ثواب کی یا خوف عذاب کی توقع ہو تو اسے چاہئے کہ مکارم اخلاق کی طرف سبقت کرے کہ ان سے راہ نجات سے آگاہی ہوتی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے فرمایا ہاں بلکہ ایک اور بات بھی جو اس سے بھی بہتر ہے یعنی نسبت ہے۔

واقعہ حاتم کی لڑکی کا: جب طی کے قیدی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے تو ان میں ایک لڑکی بھی تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھے رہا فرما دیں اور قبائل عرب کو مجھ پر نہ ہنسائیں میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا اور سلام کا جواب دیتا تھا کبھی کسی ضرورت مند کو محروم نہیں کیا تھا یعنی میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایمانداروں کی ہے اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اسے یہ کہہ کر فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کہ اس کا باپ مکارم اخلاق کو اچھا جانتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے یہ سن کر ابوبردہ بن نیار کھڑا ہو گیا اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں بجز خوش اخلاق کے اور کوئی داخل نہ ہو گا۔ (3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو محیط کر دیا ہے اور منجملہ ان کے یہ امور ہیں۔ (1) باہم اچھی طرح رہنا۔ (2) عمدہ عمل کرنا (3) پہلو سے ملائم رکھنا۔ (4) خیرات دینا (5) کھانا کھلانا (6) سلام کا افشا کرنا۔ (7) مسلمان بیماروں کو پوچھنا نیک ہو یا بد۔ (8) مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا۔ (9) ہمسایہ مسلمان ہو یا کافر اس کے ساتھ اچھی طرح رہنا۔ (10) بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا (11) دعوت کا قبول کرنا (12) دوسرے کو دعوت کرنا اور معاف کرنا (13) لوگوں میں صلح کرانا (14)

جود اور کرم اور سماحت کرنا (15) سلام میں ابتدا کرنا (16) غصہ پی جانا (17) لوگوں سے درگزر کرنا۔ (18) جو چیزیں اسلام نے حرام کردی ہے ان سے اجتناب کرنا یعنی کھیل اور باطل عمل اور غنا اور آلات لہو۔ (19) ہر کینہ اور (20) عیب کی بات (21) اور غیبت (22) جھوٹ (23) بخل (24) کنجوسی (25) جفا (26) دغا اور فریب (27) چغلی (28) آپس میں بگاڑ ڈالنا (29) قرابت کو توڑنا (30) بدخلقی (31) تکبر (32) شیخی (33) اترانا (34) بڑائی مارنا (35) فحش کہنا (36) فحش سننا (37) بغض (38) حسد (39) بدفعلی (40) سرکشی (41) حد سے گزرنا (42) ظلم سے بچنا۔

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی جس کی طرف ہمیں نہ بلایا ہو اور نہ کوئی اس قسم کا عیب چھوڑا کہ جس سے ہمیں ڈرایا نہ ہو اور منع نہ کیا ہو اور ان سب امور کو یہ آیت کفایت کرتی ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الایۃ۔ 6) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اے معاذ میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے افشا کرنے کی اور حسن عمل اور کوتاہ کرنے آرزو کی اور ایمان پر مضبوط رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور منع کرتا ہوں کہ کسی دانا کو گالی نہ دینا اور سچے کو جھوٹا نہ ٹھہرانا اور کسی گناہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی نہ کرنا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا اور وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس ڈرنے کی اور یہ کہ ہر گناہ کیلئے جدید توبہ کرنا پوشیدہ گناہ کیلئے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کیلئے ظاہر توبہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس طرح تعلیم اور ان کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی دعوت دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اخلاق: بعض علماء نے احادیث سے انتخاب چن کر جمع کیا ہے کہ فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ پارسا کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک نہ ہو یا آپ کی محرم نہ ہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ جاتا تو ایسا کوئی نہ ملتا جسے عطا فرمائیں۔ اچانک رات ہوجاتی تو اپنے مکان میں تشریف نہ لاتے جب تک کسی محتاج کو نہ دیتے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا۔ اس میں سے بجز سال بھر کی غذا سوا نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں اور سہل الوصول کھجوریں اور جو کی روٹی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے جس چیز کا کوئی آپ سے سوال کرتا۔ اسے مرحمت فرماتے۔ پھر آپ اپنے سال بھر کے خرچہ میں سے بھی دے دیتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات سال گزرنے سے پہلے خرچہ کی ضرورت پڑتی۔ بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی۔ اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی صفائی خود کرتے اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ تمام لوگوں سے زیادہ حیادار تھے۔ کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ ہدیہ

قبول فرماتے اگرچہ ایک گھونٹ دودھ کا یا خرگوش کی ران اور ہدیہ کا بدلہ عطا فرماتے۔ ہدیہ تناول فرماتے ہاں صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے تھے ان کے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کیلئے غصہ نہیں فرماتے تھے۔ حق جاری فرماتے اگرچہ اسمیں آپ اور آپ کے دوستوں کا نقصان ہوتا۔ مشرکوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرف دار ہوکر دوسرے مشرکوں سے بدلہ لیں۔ اس وقت آپ کے پاس آدمیوں کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیوں میں زیادہ ہوتا تو اس کی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کرکے فرمایا کہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا۔

حکایت: ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب میں سے یہودیوں میں مقتول پایا مگر آپ نے ان پر ظلم نہ کیا اور تلخی اور حق سے زیادہ نہ بڑھے بلکہ اس مقتول کی دیت سو اونٹنیاں دیں حالانکہ اس وقت صحابہ کو صرف ایک اونٹ کی بھی سخت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اس سے خرچہ حاصل کرتے۔

فائدہ: بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اسے نہ ہٹاتے اور حلال کھانے سے پرہیز نہ فرماتے اگر کھجور بغیر روٹی کے پاتے تو اسے ہی تناول فرماتے اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھاتے اگر روٹی گیہوں یا جو کی مل جاتی تو اسے کھالیتے اگر کوئی میٹھی شے یا شہد پاتے تو اسے کھالیتے۔ اگر دودھ بغیر روٹی کے پاتے تو اسی پر اکتفا فرماتے اگر خربزہ یا تر کھجور ملتا تو وہی کھا لیتے۔ تکیہ لگاکر نہ کھاتے اور نہ اونچے دسترخوان رکھ کر کھانا کھاتے۔ آپ کا رومال دونوں تلوں پائے مبارک تھے۔ (یعنی صفائی کیلئے کسی خاص رومال کی ضرورت نہ تھی) گیہوں کی روٹی سے تازندگی تین دن مسلسل پیٹ نہیں بھرا اور یہ مفلسی اور بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کیلئے تھا۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے۔ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ دشمنوں میں بلانگاہبان کے بغیر اکیلئے چلتے پھرتے۔ تواضع میں سب سے زیادہ اور وقار میں بلا تکبر سب سے بڑھ کر تھے۔

گفتگو میں بلاطوالت سب سے زیادہ بلیغ، سب سے زیادہ خندہ پیشانی والے اچھے امور دنیا میں سے آپ کو کوئی چیز تعجب میں نہ ڈالتی تھی جو پہننے کو مل جاتا وہی پہن لیتے۔ کبھی چھوٹا کمبل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی اونی جبہ جو مباح مال سے حاصل ہوتا پہن لیتے۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی۔ اسے دہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی چھنگیا میں پہنا کرتے تھے۔ اپنے پیچھے اپنے غلام یا کسی دوسرے کو سوار کرلیتے تھے۔ جو سواری مل جاتی۔ اس پر سوار ہوجاتے کبھی گھوڑے پر کبھی اونٹ پر کبھی سبز رنگ خچر پر کبھی دراز گوش پر اور کبھی پیدل ننگے پاؤں بغیر چادر اور عمامہ اور ٹوپی لے چلتے اور مدینہ منورہ کے آخری کنارے تک بیماروں کی عیادت فرماتے۔ خوشبو پسند فرماتے۔ اور بدبو مکروہ

---

[1] امام غزالی قدس سرہ نے یہ جملہ عمداً زائد فرمایا ان لوگوں کیلئے جو کہا کرتے کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود طعام وغیرہ کے محتاج تھے تو پھر مختار کل کیسے ہوئے تو امام غزالی قدس سرہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ کا بھوکا رہنا محض تعلیم امت کیلئے تھا نہ کہ محتاجی اور تنگدستی و افلاس سے تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف الشریعہ تعلیم الامت (اویسی غفرلہ)

جانتے۔ فقراء کے ساتھ بیٹھتے مساکین کو ساتھ کھلاتے جن کا اخلاق بلند ہوتا۔ ان کا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ حسن سلوک کرکے انہیں خوش فرماتے۔ صلہ رحم فرماتے۔ نہ اس طرح کہ غریبوں کو ان سے افضل شخصیات پر ترجیح دیں۔ کبھی کسی پر ظلم نہ فرماتے جو آپ کے سامنے عذر کرتا۔ اس کا عذر قبول فرمالیتے۔ کبھی مزاح بھی فرماتے مگرسچ کے سوا اور کچھ نہ فرماتے۔ مسکراتے اور زور سے نہیں ہنستے تھے۔ مباح کھیل دیکھتے اور منع بھی نہیں فرماتے۔ کبھی اپنے اہل خانہ و عیال کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکل جاتا ہے۔ آپ کے سامنے آوازیں بلند ہوتیں تو آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دودھ والی اونٹنی اور بکری تھی کہ ان کا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ آپ کے پاس کنیزیں اور غلام بھی تھے۔ کھانے اور پہننے میں ان سے برتری نہ فرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گزرتا جس میں آپ اللہ تعالیٰ کیلئے یا اپنے نفس کی بہتری کیلئے کوئی کام نہ کرتے ہوں۔ اپنے صحابہ کے باغات اور کھیتوں میں تشریف لے جاتے۔ کسی مسکین کو اس کے افلاس یا اپاہج ہونے یا کسی بیماری و عیب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے خوفزدہ ہوتے بلکہ دونوں کو برابر طور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت فاضلہ اور سیاست کاملہ کردی تھی آپ امی تھے نہ کسی سے پڑھے نہ کسی سے لکھنا سیکھا۔ جہالت کے ملک اور صحرائی لوگوں میں بحالت فقر اور بکریاں چرانے والوں میں دو یتیم پیدا ہوئے پیدائش کے وقت باپ فوت ہوچکا تھا کچھ بڑے ہوئے تو ماں فوت ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام محاسن اخلاق اور اولین و آخرین کے اعلیٰ طریقے عطا فرمائے اور جن امور سے آخرت میں فوزونجات ہو اور دنیا میں لوگ رشک کریں آپ میں موجود تھے اور واجب الامہ پر لازم رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کی آپ کو تعلیم دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے تاکہ ہم آپ کے ارشادات بجالائیں اور آپ کی سیرت و اخلاق اپنائیں۔ (آمین)

ابوالبختری کے بیان کردہ۔ اخلاق و آداب: (1) حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مومن سے گالی دی آپ نے اس کیلئے کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا فرمائی۔ (2) کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو (3) آپ سے جنگ کے دوران میں عرض کیا گیا کہ اگر اعداء پر لعنت کریں تو مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ میں رحمت کیلئے مبعوث ہوا ہوں نہ کہ لعنت کیلئے (4) جب آپ سے التماس کی جاتی کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص پر اس کی برائی کیلئے دعا فرمایئے تو آپ ایسی دعا سے اعراض کرکے دعائے خیر فرماتے۔ (5) آپ نے ہاتھ مبارک کا وار کسی پر نہیں کیا سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے (6) جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اس کا بدلہ آپ نے کبھی نہیں لیا مگر یہ کہ پر مزدوری حرمت الٰہی کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی ہو تو (7) جب کبھی دو امروں میں آپ کو اختیار دیا گیا تو دونوں میں سے سہل ترکو۔ آپ نے پسند فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو کہ ان دونوں سے آپ سب زیادہ دور رہتے تھے۔ (8) جو کوئی آزاد یا غلام یا کنیز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ اس کے ساتھ اس کی ضرورت کیلئے کھڑے ہوجاتے۔ (9) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بری لگی۔ اس میں مجھ سے آپ نے کبھی نہیں فرمایا کہ یہ تو نے

کیوں کی اور جب کسی نے آپ کے گھروالوں میں سے ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ تقدیر میں یونہی تھا۔ (10) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوابگاہ میں عیب نہیں لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ جاتے اگر بستر نہ ہو تو زمین پر لیٹ رہتے۔ (11) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے نبی بنا کر بھیجنے سے پہلے توریت کی اول سطر پر اس طرح ارشاد فرمائی کہ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا برگزیدہ بندہ ہے نہ درشت خو ہے نہ سخت گو۔ نہ بازاروں میں چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے لیتا ہے بلکہ معاف اور درگزر کرتا ہے۔ اس کی پیدائش کی جگہ مکہ مکرمہ اور مقام ہجرت طیبہ یعنی مدینہ منورہ اور اس کا ملک شام ہے وہ اور اس کے ساتھی چادر باندھتے ہیں۔ قرآن اور علم کے حافظ ہیں اور ہاتھ پاؤں کو وضو میں دھوتے ہیں اور اسی طرح کا وصف انجیل میں بھی ہے۔ (12) آپ کی عادت تھی کہ جس سے ملتے سلام میں پہل کرتے۔ (13) جو کوئی آپ کو کسی کام کیلئے کھڑا کر لیتا تو آپ پکڑ لیتا تو آپ اس سے ہاتھ نہ کھینچتے۔ یہاں تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ (14) جب اپنے صحابہ میں سے کسی سے ملتے تو پہلے مصافحہ کرتے پھر اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے۔ (15) جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے۔ (16) اگر آپ کے پاس نماز پڑھنے میں کوئی آکر بیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اس سے کام پوچھتے جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھتے۔ (17) آپ کی اکثریت نشست یوں تھی کہ دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے ان کے گرد سے دونوں ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے۔ (18) آپ کی نشست آپ کے یاروں کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ (19) جہاں آپ کو نشست کیلئے جگہ ملتی اسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ (20) کبھی آپ کو کسی نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پاؤں دوستوں میں پھیلائے ہوں اور ان پر جگہ تنگ ہوگئی ہو۔ ہاں اگر مکان فراخ ہوتا اور پاؤں پھیلانے سے تنگی نہ ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ (21) آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ (22) جو آپ کے پاس آتا تھا اس کی خاطر اور تعظیم فرماتے حتیٰ کہ جن میں اور آپ میں کسی طرح کی رشتہ داری اور دودھ کا رشتہ تھا۔ ان کیلئے بھی اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھلاتے اور جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا آنے والے کیلئے نکال کر اس کے حوالہ فرماتے۔ اور اگر وہ اس کے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اسی پر تکیہ لگا کر بیٹھے (23) جس کسی نے آپ سے محبت کی اس کو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھ پر کرم فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور بزم لطیف اور ہم نشین کی طرف توجہ اور اس کے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ (آل عمران 159) ترجمہ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تندمزاج' سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ (24) رواداری کیلئے ان کی کنیتوں سے پکارتے جس کی کنیت ہوتی خود کنیت بتاتے پھر لوگ اسے اسی کنیت سے بلاتے۔ (25) جن عورتوں کی اولاد ہوتی ان کی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کنیت پہلے سے کر دیتے۔ (26) لڑکوں کیلئے کنیت مقرر فرماتے تو اس سے ان کا دل نرم

ہوجاتا۔ (27) تمام لوگوں سے زیادہ دیر میں آپ کو غصہ آتا اور بہت جلد راضی ہوجاتے۔ (28) لوگوں پر نہایت درجہ کی شفقت فرماتے ان حق میں سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ (29) آپ کی مجلس میں آوازیں بلند ہوتیں۔ (30) جب مجلس سے اٹھتے تو فرماتے سبحانک اللّٰھُمَّ وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفر اللّٰہ واتوب الیک۔ اور فرماتے کہ یہ کلمات مجھے جبرائیل علیہ السلام نے سکھلائے ہیں۔ (نمبر4 بیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور ہنسنا)۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور تبسم: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیریں تقریر تھے اور فرماتے کہ میں عرب میں زیادہ فصیح ہوں اور جنت کے لوگ جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بولی میں گفتگو کریں گے آپ کم سخن اور نرم گفتار تھے جب بولتے تو زیادہ گفتگو نہ فرماتے آپ کی تقریر منتظم موتیوں کی لڑی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرح زیادہ گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کس قدر پھیلاتے ہو سب سے زیادہ کلام مختصر آپ کا تھا اور اسی کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے آپ جامع کلمات سے کلام فرماتے۔ اس میں نہ زیادتی تھی نہ کمی۔ گویا موتیوں کے دانوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہیں۔ دوران ثناء کلام کے درمیان معمولی توقف ہوتا تھا کہ سننے والا اسے یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے احسن تھا۔ سکون زیادہ فرماتے اور بلاضرور لب مبارک نہ ہلاتے۔ نامعقول لفظ زبان پر نہ لاتے اور بحالت رضاؤ غضب سوائے سچ کے اور کچھ نہ کہتے جو کوئی برا کلمہ بولتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے اور جو لفظ آپ کو برا معلوم ہوتا اور بمجبوری کہنا پڑتا تو اسے صراحتہ" نہ فرماتے۔ اشارے سے ارشاد فرماتے جب آپ خاموش ہوجاتے تو ہمنشین بولتے۔ آپ کے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیرخواہی کے ساتھ بغیر ہنسی کے نصیحت فرماتے۔ ارشاد فرماتے بعض قرآن کو بعض سے نہ ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اترا ہے اپنے دوستوں کے روبرو سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور ان کی باتوں سے زیادہ تعجب فرماتے اور ان میں اپنی ذات مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے اور بعض اوقات اتنا ہنستے کہ آپ کی کچلیاں مبارک کھل جاتیں اور آپ دوستوں کا ہنسنا آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا۔ آپ کے اقتداء اور توقیر کی وجہ سے۔

حکایت: ایک دن ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کا رنگ اس وقت متغیر تھا اور صحابہ اس کو خلاف عادت شریف دیکھ کر پہچان گئے تھے اس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا۔ صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہیں اس نے کہا کہ مجھے نہ روکو۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بناکر بھیجا ہے میں آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑوں گا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداک ابی واُمّی سنا ہے کہ دجال لوگوں کیلئے ثرید لائے گا۔ کیا آپ مجھے اجازت فرماتے ہیں کہ میں اس کا ثرید سے نہ لوں اور نہ اس سے مانگوں یہاں تک کہ کمزوری سے ہلاک ہوجاؤں۔ یا یہ حکم دیتے ہیں کہ اس کے ثرید پر ٹوٹ پڑوں اور جب

خوب سیر ہوجاؤں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں اور اس کا منکر ہوجاؤں آپ کا سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیاں کھل گئیں پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور ایمانداروں کو اس کافر سے غنی کردے گا۔ اس سے تجھے بھی اس کی پروا نہ رکھے گا۔ آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور خوش دل رہتے۔ بشرطیکہ آپ پر قرآن نازل نہ ہورہا ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرما رہے ہوتے۔

اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت میں ہوتے اور وعظ فرماتے تو حقیقی طور پر فرماتے۔ بطور مذاق نہ ہوتا اگر آپ غصہ ہوتے تو اللہ کیلئے غصہ کرتے کسی کو آپ کے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ تھی اور آپ اپنے تمام کاموں میں ایسے تھے یعنی ہر کام میں رضائے الٰہی کی طلب تھی جب کوئی واقعہ آپ کے سامنے آتا تو اسے سپرد خدا فرماتے اور اپنی طاقت و قوت سے بری ہوجاتے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی التجا کرتے اور یوں فرماتے کہ الٰہی مجھے حسن کو حق دکھلا کر میں اس کا اتباع کروں اور باطل کو باطل دکھا اور مجھے اس سے محفوظ فرما اور مجھے اس سے پناہ میں رکھ کر باطل مجھ پر مشتبہ ہوجائے اور بغیر تیری ہدایت کے میں اپنی خواہش نفس کا اتباع کروں اور میری خواہش نفس اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت میں لے اور امر حق میں اختلاف کے وقت مجھے اپنے حکم سے حق راستہ دکھلا کہ تو ہی جسے چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے۔

کھانا پینا رسول اللہ علیہ و آلہ و سلم کا: احادیث میں مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جو موجود پاتے کھالیتے اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ فرماتے۔ بسم اللہ اللھم اجعلھا نعمتہ مشکورۃ تصل بھا نعمتہ الجنتہ۔ اور اکثر آپ تناول کیلئے بیٹھتے تو اپنے دونوں زانو اور دونوں قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانوں اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں عبد ہوں کھاتا ہوں اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور گرم طعام آپ نہ کھاتے اور فرماتے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی اسے ٹھنڈا کرلو۔ اپنے قریب سے کھایا کرتے۔ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے دو انگلیوں سے نہ کھاتے۔ فرماتے یہ شیطان کے کھانے کا طریقہ ہے۔

حکایت: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں فالودہ لائے آپ نے کچھ تناول فرمایا اور پوچھا یا ابوعبداللہ یہ کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہوں ہم شہد اور گھی دیگچی میں ڈال کر آگ پر پکاتے ہیں اور اس میں گیہوں کا میدہ ڈال کر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی میں پھرائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پک کر ایسے ہوجاتا ہے جیسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ غذا طیب ہے۔

غذائیں رسول اللہ صلی اللہ و آلہ و سلم کی: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم غیر چھنے جو کے آٹے کی

تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام۔

روٹی کھایا کرتے اور ککڑی تر خرما اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور ترمیووں میں سے خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا اور آپ خربوزہ روٹی اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے۔ کھانے میں دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے۔

حکایت: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ السلام تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ جمع فرماتے تھے کہ اچانک ایک بکری آئی آپ نے اس کی طرف گٹھلیوں کا اشارہ کیا وہ آپ کے بائیں ہاتھ میں کھاتی رہی اور آپ داہنے ہاتھ سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کھاچکے تو بکری چلی گئی۔

فائدہ: کبھی آپ انگوروں کا خوشہ منہ میں رکھ لیتے یعنی کئی کئی انگور ایک دفعہ کھاتے اور انگور آپ کی ریش مبارک پر موتیوں کی طرح اترتا معلوم ہوتے اور آپ کا کھانا اکثر پانی اور خرما ہوتا اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے۔ اور اوپر سے ایک خرما کھاتے۔ پھر اسی طرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے۔ یعنی دونوں عمدہ ہیں اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت قوت سماع کو بڑھاتا ہے اور دنیاؤ آخرت میں کھانوں کا سردار ہے اگر میں اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجھے روزانہ گوشت عطا کرے تو وہ ضرور عطا فرماتا آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے تھے ۔کدو آپ پسند فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ یہ درخت یونس علیہ السلام کا ہے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے اور جس پرند کا شکار ہوتا اسے تناول فرماتے اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار مار کر لادیتا تو اس کے کھانے کو پسند فرماتے اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک نہ جھکاتے بلکہ اس کو منہ کے قریب لاکر دانت سے کاٹتے اور روٹی اور گھی تناول فرماتے اور بکری میں سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا اور ہانڈی سے کدو اور روٹی کھانے کی چیزوں سے سرکہ اور کھجور سے عجوہ پسند فرماتے اور عجوہ کھجور کو برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ جنت میں سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔ ساگ کی قسم میں آپ کاسنی اور ریحان اور پالک پسند فرماتے اور گردوں کو آپ اچھا نہیں فرماتے۔ اس لئے یہ پیشاب کے قریب ہیں اور بکری میں سات چیزیں نہ کھاتے۔ (1) ذکر (2) فوطے (3) پھکنا (4) پتہ (5) غدہ (6) فرج (7) خون اور انہیں مکروہ جانتے تھے اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہیں فرماتے اور کسی کھانے کو کبھی برا نہیں فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر میں اسے ناپسند نہیں کیا گوہ اور تلی سے آپ نفرت کرتے مگر حرام نہیں فرماتے تھے اور انگلیوں سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے میں برکت بہت ہوتی ہے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں اتنا چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جب تک ایک ایک انگلی چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہیں کہ کون سے کھانے میں برکت ہے جب کھانے سے فارغ ہوتے تو پڑھتے۔ الحمد اللّٰہ اللھم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقیت فارویت لک الحمد غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ اور جب آپ خصوصیت سے گوشت روٹی کھاتے تو ہاتھوں کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو چہرہ مبارک پر پونچھ لیتے امور آپ پانی

تین دفعہ بجھاتے اور ان میں تین بسم اللہ اور آخر میں تین بار الحمدللہ کہتے یعنی ہر بار ابتداء میں ایک بار بسم اللہ اور انتہاء میں الحمدللہ ہوتی اور پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے اور کبھی ایک ہی سانس پانی پینے سے فراغت پاتے اور برتن میں پینے کے درمیان سانس نہ لیتے بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر سانس لیتے اور اپنا پس خوردہ اسے مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائیں طرف رتبہ میں بڑا ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہے کہ تجھے ملے لیکن اگر پسند ہو تو بائیں طرف والے کو ترجیح دیتے اور ایک بار آپ کی خدمت میں ایک برتن آیا جس میں شہد اور دودھ تھا آپ نے اس کو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزیں ایک دفعہ میں اور دو سالن ایک برتن میں ہیں پھر فرمایا کہ میں ان کو حرام نہیں کرتا مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا قیامت میں محاسبہ ہونے کو برابر جانتا ہوں اور تواضع کو پسند کرتا ہوں کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے۔ آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھروالوں سے نہ مانگتے اور نہ ان پر کسی کھانے کی فرمائش کرتے اگر انہوں نے کھلا دیا تو کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا۔ قبول فرمالیا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ بعض اوقات اپنے کھانا یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

لباس اقدس: حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں جو ملتا تہبند چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے اور آپ کی اکثر پوشاک ہوتی اور فرماتے اسے اپنے زندوں کو پہناؤ اور اموات کو اسی میں کفناؤ جنگ کے وقت قباء پنبہ دار پہنتے اور بغیر بھراؤ کی بھی پہنتے اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی اسے آپ پہنتے تو اس کی سبزی آپ کے رنگ سفیدی میں بھلی معلوم ہوتی تھی اور آپ کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے اور تہبند ان سے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا۔

اور آپ کے قمیض کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز اور غیر نماز میں کھول دیتے اور آپ کے پاس بڑی چادر تھی۔ زعفران سے رنگی ہوئی کبھی اسی کو پہن کر نماز پڑھا دیتے اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہ ہوتا اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی۔ اسے پہنتے اور فرماتے کہ میں عبد ہوں پہنتا ہوں۔ جیسے بندہ پہنتا ہے جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا۔ سوائے اور دنوں کے کپڑوں کے کبھی آپ ایک چادر تہد پہنتے۔ کوئی دوسری چیز بدن پر نہ ہوتی اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان گرہ لگاتے اور کبھی جنازوں پر اس سے امامت کرتے اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہد میں لپٹ کر اور دونوں کناروں کو شانوں پر ادھر کا ادھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہد ہوتا جس میں رات کو صحبت کی ہوتی اور کبھی نماز تہجد تہد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے۔

۱۔ حرف جواز کے لئے ورنہ سنت تین بار ہے۔

۱۔ وہابی غیر مقلدوں کی پسندیدہ غذا ہے اور واللہ اعلم کیوں حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف اور صرف رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار ہیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال سے بھی معذوری۔ اویسی غفرلہ۔

حکایت: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چادر سیاہ تھی۔ آپ نے کسی کو دے ڈالی۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سیاہ چادر کہاں گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ہبہ کردی۔ انہوں نے کہا کہ جیسے آپ کی سفیدی اس کی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی۔

فائدہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ نماز ظہر ایک چھوٹی چادر میں پڑھائی جس کے کناروں کو آپ نے گرہ دے رکھا تھا اور آپ انگوٹھی پہنتے اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی میں چیز کی یادداشت کیلئے دھاگہ بندھا ہوتا۔ اس انگوٹھی سے خطوط پر مہرلگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہرلگا دینا تہمت سے بہتر ہے اور ٹوپیاں اور عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے پہنتے اور کبھی ٹوپی کو سرمبارک سے اتار کر اس کا سترہ کرتے اور اس کی طرف کو نماز پڑھتے اور کبھی عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا وہ آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کردیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اسے پہن کر تشریف لاتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی رضی اللہ عنہ تمہارے پاس سحاب میں آئے اور جب آپ کپڑا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے۔ الحمدللّٰہ الذی کسانی ماواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس۔ اور جب کپڑا اتارتے تو بائیں طرف ابتداء کرتے اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عطا فرماتے اور ارشاد فرماتے جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف اللہ کیلئے ہوتو وہ حالت حیات و موت میں اللہ کی ضمان اور پناہ اور برکت میں رہے گا جب تک مسلمان کو پہنائے گا اور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جس میں خرما کی چھال بھری تھی اس کا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز ایک بالشت کے قریب تھا اور آپ کا ایک کمبل تھا اسے اٹھا کر ہر جگہ آپ کے نیچے دو تہہ کرکے بچھا دیتے تھے اور آپ بوریئے پر سوتے تھے اس کے سوا اور بستر نہ ہوتا۔ آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانوروں اور ہتھیاروں اور چیزوں کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپ کے نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسے جنگ میں ساتھ رکھتے تھے۔ ذوالفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے اور ایک قضیب کے نام سے معروف تھی اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بھرا ہوا تھا اور آپ چمڑے کی پٹی پہنتے جس میں تین کڑیاں چاندی کی تھیں اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور ترکش کا نام کافور اور آپ کے ناقہ کا نام قصویٰ تھا جسے عضبا بھی کہتے تھے اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا اور آپ کے دراز گوش کا نام ۔عفور تھااور آپ کی بکری کا نام عینہ تھا اس کا آپ دودھ پیتے تھے اور آپ کے پاس مٹی کا ایک کوزہ تھا جس سے آپ وضو فرماتے اور پانی پیتے ۔ بعض لوگ آپ کے پاس اپنے چھوٹے بچے باتمیز کو بھیجتے اور وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے اور اگر کوزے میں پانی پاتے تو اسے پیتے اور اپنے چہروں اور بدن پر برکت کیلئے ملتے۔ باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے۔

مجرم کا بخشنا ہے عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کو معاف فرما دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو میں سب سے زیادہ راغب تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں۔

حکایت: ایک وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں سونے اور چاندی کے ہار آئے۔ آپ نے انہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم فرما دیئے۔ اس وقت ایک بدوی اٹھا اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر میں آپ کو عدل کرتے نہیں دیکھتا آپ نے فرمایا کم بخت میرے سوا پھر تجھ پر کون عدل کرے گا جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے نرمی کے ساتھ واپس لے آؤ۔

حکایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حنین کے دن لوگوں کیلئے حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی جمع کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ عدل فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کم بخت اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا تو محروم اور خسارہ میں رہے گا اگر میں عدل نہ کروں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ کہیں گے کہ میں اپنے یاروں کو قتل کرتا رہوں۔

حکایت: ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنگ میں تھے کہ کفار نے مسلمانوں کی کچھ غفلت دیکھی اچانک ایک کافر شمشیر برہنہ لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر پر آگیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ۔ راوی کہتا ہے کہ اس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا کہ مجھ سے تجھے کون بچائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اسیر کرلیا۔ آپ بہتر گرفتار کرنیوالوں سے ہوجایئے۔ آپ نے فرمایا۔ اشہدان لاالہ الااللّٰہ پڑھ۔ اس نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا مگر میں آپ سے جنگ نہ کروں گا نہ آپ کا ساتھ دوں نہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گا جو آپ سے جنگ لڑتے ہیں آپ نے اس کو رہا فرما دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں آیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس بہترین لوگوں کے پاس سے آیا ہوں۔

حکایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ عورت آپ کی خدمت میں بکری کا زہر آلود گوشت لائی اور آپ اسے تناول فرمائیں۔ اس عورت کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس سے زہر کے متعلق پوچھا اس نے عرض کیا کہ میرا ارادہ تھا کہ آپ کو مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ تجھے اس امر پر قادر کرے۔ لوگوں نے عرض کیا ارشاد ہو تو اسے قتل کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

حکایت: ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جادو کردیا تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس

کی اطلاع دی۔ یہاں تک کہ آپ نے جادو کو نکلوا کر گرہ کھولی تو اس سے افاقہ ہوگیا اور اس یہودی سے کبھی تذکرہ نہ فرمایا نہ اس پر یہ حال ظاہر کیا۔

حکایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ روضہ خاخ کو جاؤ اس میں ایک عورت مسافر ہے اس کے پاس ایک خط ہے اس سے وہ خط لے آؤ ہم بمطابق ارشاد کے روضہ خاخ (مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے) میں گئے اور اس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کردے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا کہ یا خط نکال کردے ورنہ اپنے کپڑے اتار ڈال۔ آخر اس نے اپنی چوٹی سے خط نکالا۔ وہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے۔ دیکھا تو خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال لکھا ہوا تھا کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاچکے ہیں اور تم پر حملہ کریں گے۔

یا کسی اور قوم پر (بہرحال جنگ کی تیاری کرکے مدینہ پاک سے باہر نکل پڑے ہیں) یا کسی پر آپ نے حاطب سے پوچھا یہ کیا حرکت ہے۔ اس نے عرض کی کہ آپ جلدی نہ فرمائیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم یعنی قریش میں مقیم ہوں وہ نسب میں میرے شریک نہیں اور آپ اور مہاجروں کے رشتہ داروں کہ میں بہت ہیں وہ ان کے گھر والوں کو بچالیں گے تو میں نے چاہا کہ اگر مجھے قرابت نسبی حاصل نہیں تو قریش پر کچھ احسان کروں جس سے میرے عزیزوں کو بچائیں اور یہ میں نے کفر کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہو۔ (معاذاللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اجازت فرمایئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر کی لڑائی میں شریک تھا کیا تمہیں معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے حال پر مطلع ہوکر یہی فرمایا کہ جو چاہو عمل کرو۔ میں نے تمہاری مغفرت کی۔[1]

حکایت: ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا کہ ایک شخص نے انصار میں سے کہا کہ یہ تقسیم ہے جس سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ یہ بات کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کردی۔ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے۔ اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر ان کو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر انہوں نے صبر فرمایا۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی میرے اصحاب کی طرف سے کوئی بات مجھ سے نہ کہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس سینہ صاف ہوکر آؤں۔

---

[1] یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی ایک دلیل ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب۔ غایۃ المامول فی علم الرسول۔ اویسی غفرلہ۔

چشم پوشی حضور کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جو باتیں آپ کو بری معلوم ہوتی تھیں ان کو دیکھ کر چشم پوشی فرماتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد مبارک پتلی اور آپ کاظاہروباطن صاف تھا۔ آپ کی ناراضگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہوجاتی تھی جب آپ کو غصہ ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک پر بہت ہاتھ لگاتے۔ کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اسے محسوس ہو۔

حکایت: ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا۔ صحابہ اسے روکنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ مسجدیں اس قابل نہیں کہ کوئی کوڑا یا پیشاب یا پاخانہ ان میں ہو۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ لوگوں کو قریب بلاؤ ڈراؤ نہیں۔

حکایت: ایک اعرابی آپ کی خدمت میں ایک دن کچھ سوال کرنے کیلئے حاضر ہوا آپ نے اسے کچھ دیکر فرمایا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا اس نے عرض کیا نہ آپ نے احسان کیا نہ نیکی کی روای کہتا ہے۔ صحابہ اس بات سے غصے ہوئے اور اس کی طرف چلے آپ نے ارشاد فرمایا کہ باز رہو۔ پھر آپ اٹھ کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا اس نے عرض کیا ہاں اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال کو جزائے خیر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے جو لفظ پہلے کہہ چکا ہے میرے اصحاب کے دل میں کھٹکتا ہے اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی ان کے سامنے کہہ دے تاکہ ان کے دلوں میں جو تجھ سے غبار ہے وہ نکل جائے۔ اعرابی نے مان لیا۔ دوسرے دن صبح یا شام کو وہ اعرابی آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے جو کہا تھا اور بار بار کہتا تھا مگر ہم نے اسے اور زیادہ دیا تو اس نے کہا کہ میں راضی ہوگیا پھر آپ نے اعرابی سے پوچھا کیوں یونہی ہے نا۔ اس نے کہا ہاں آپ کے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ پھر حضور صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثل ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو اور زیادہ بھاگی پھر اونٹنی کے مالک نے ان کو آواز دی کو تم سب علیحدہ ہوجاؤ میں جانوں اور میری اونٹنی۔ میں اس پر زیادہ شفیق اور اس کے حال سے زیادہ واقف ہوں پھر اونٹنی آگے کی طرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لے کر اس کو دکھلایا اور اس کو آہستہ آہستہ پاس بلالیا۔ یہاں تک کہ جب وہ آئی تو اس کو بٹھلایا اور اس پر کاٹھی باندھ کر سوار ہوگیا جب اس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور میں تم کو منع نہ کرتا اور تم اس کو مار ڈالتے تو وہ دوزخ میں جاتا۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان المبارک میں آندھی کی طرح ہوتے کوئی شئی بغیر عطاء کئے نہ چھوڑتے۔ حضرت علی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ کی ہتھیلی پاک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ کشادہ اور گفتگو

سب سے زیادہ سچی ہے اور عہد سے زیادہ پورا کرنے والے نرم تر عادات ہیں۔ بزرگ ترین خاندان میں سے تھے جو کوئی آپ کو اچانک دیکھتا تو خوف زدہ ہوجاتا اگر کوئی شناسا آپ سے میل جول رکھتا تو فریفتہ ہوجاتا۔ آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا کہ میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ آپ جب نظر آیا اور مسلمان ہوتے ہیں آپ سے جو چیز کسی نے مانگی دی۔ اس کو عطاء فرمائی۔

حکایت: ایک دفعہ آپ سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے اتنی بھیڑ بکریاں دیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان میں بھر جائیں وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور ان سے کہا کہ مسلمان ہوجاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی طرح عطاء فرماتے ہیں جو فاقہ سے نہیں ڈرتا ہو کبھی کسی چیز کا آپ سے سوال نہیں ہوا آپ نے انہیں نہیں فرمایا ہو۔

حکایت: ایک دفعہ آپ کی معرفت میں نوے ہزار درم آئے آپ نے ان کو بوریئے پر رکھ دیا پھر ان کو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو خالی نہ پھیرا۔ یہاں تک کہ ان سے فراغت پائی۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر جو تجھے ضرورت ہے وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لو میرے پاس جب آئے گا ہم اسے ادا کریں گے۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جس چیز پر آپ کو قدرت نہیں اس کی تکلیف اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں دی آپ کو یہ بات اچھی محسوس نہ ہوئی اس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کئے جاؤ اور مالک عرش بریں سے افلاس کا خوف نہ فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ مبارک پر سرور محسوس ہوا۔

حکایت: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حنین سے رجوع فرمایا تو اعراب نے حاضر خدمت ہوکر ملنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف مجبوراً جانا پڑا۔ اس درخت میں آپ کی چادر مبارک رہ گئی تھی۔ آپ نے توقف فرما کر ارشاد فرمایا کہ مجھے میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختوں کی مقدار اونٹ ہوں تو میں تم میں تقسیم کردوں گا پھر تم مجھے بخیل اور جھوٹا اور بزدل نہ پاؤ گے۔

بہادری رسول کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ (1) حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی بہ نسبت دشمن سے قریب تر تھے اور اس دن آپ لوگوں سے زیادہ سخت لڑنے والے تھے (2) حضرت علی قول ہے کہ جب ہنگامہ کار زار گرم ہوتا تھا اور دونوں صفیں آپس میں مل جاتیں تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آڑ میں ہوجاتے تھے آپ کی بہ نسبت دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہ ہوتا تھا۔ (3) مروی ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگوں کو قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس تیار ہوتے اور تمام لوگوں سے زیادہ لڑا کرتے۔ بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

قریب ہوتا تھا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے (4) عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گروہ سے آپ نے جنگ کی ہیں تو پہلا وار آپ ہی نے فرمایا ہے اور آپ جنگ میں نہایت قوی تھے اور جب آپ کو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اتر پڑے اور فرمانے لگے ان النبی لاکتاب انا ابن عبدالمطلب۔ تو اس دن کوئی نظر نہیں آیا جو آپ سے زیادہ قوی ہو۔

تواضع رسول صلی اللہ وآلہ وسلم: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اعلیٰ مراتب و بالا مناقب کے تمام لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر ار جمرہ پر کنکریاں مارتے دیکھا نہ کوئی کسی کو مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا اور آپ دراز گوش ہر چادر کا زین ڈال کر سوار تھے۔ اس کے باوجود دوسرے کو سواری پر اپنے ساتھ بیٹھایا اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور جوتے مبارک کی مرمت خود کر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے مکان میں گھر والوں کی ضرورت میں ان کے شریک ہو کر کام کرتے اور آپ کے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے۔ اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ آپ اچھا نہیں جانتے۔ آپ کا جب لڑکوں پر گزر ہوتا تو انہیں سلام کرتے۔

حکایت: کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف نہ کر میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ میں ایسے مل جل کر بیٹھتے گویا انہیں میں سے ایک آپ ہیں اجنبی شخص آتا تو بلا پوچھے معلوم نہ کرتا آپ ان میں کون ہیں - یہاں تک کہ صحابہ نے التماس کیا آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کریں کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کریں چنانچہ آپ کیلئے ایک چبوترہ مٹی کا بنا دیا۔ اس پر آپ نشست فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر مجھے قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجئے کہ یہ آپ کو آسان پڑے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جائے۔ فرمایا کہ میں ایسے کھاؤں گا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور آپ کھانا دسترخوان اور کشتی میں نہ کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور جو کوئی آپ کے یاروں میں سے یا کوئی اور آپ کو پکارتا تو آپ جواب میں لبیک فرماتے جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے متعلق گفتگو کرتے تو ان کے ساتھ وہی تقریر فرماتے اگر وہ کھانے پینے کی بات کرتے تو ایسا ہی ذکر فرماتے اگر وہ دنیا کے متعلق کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپ کو ان کے ساتھ نرمی اور تواضع منظور تھی اور آپ کبھی صحابہ کے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتیں عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو ان کے ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور سوائے حرام کے ان کو ایسی بات سے توجیہ فرماتے۔

حلیہ مبارک از سرمبارک تاپائے نازنین: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا قد رعنا نہ بہت طویل اور نہ کوتاہ تھا بلکہ جب جنا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اس کے اگر کوئی طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا قد مبارک اس سے اونچا معلوم ہوتا تھا اور کبھی طویل القامتہ خود کہتے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میانہ قد ہیں اور آپ فرمایا کرتے کہ بھلائی میانہ پن میں ہے اور آپ کا رنگ مبارک ازہر یعنی گورا چٹا تھا اور نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور ازہرہ سفید خالص ہے جس میں زردی اور سرخی اور کسی دوسرے کی آمیزش نہ ہو اور نہ آپ کے وصف میں آپ کے چچا ابوطالب نے اس مضمون کا شعر کیا ہے۔

وابیض یستقی الغمام لوجہہ ثمال لعینامٰی فی عصمتہ لاارامل۔ ترجمہ: وہ نورانی بدن جس کے چہرہ کے صدقے بادل سیراب ہوں آپ یتیموں اور بیوگان کے ماویٰ و ملجا ہیں۔

فائدہ: بعض نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے اور اس کی تطبیق میں کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا میں کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن وہ سرخی آمیز تھے اور جو اعضاء کپڑے سے چھپے رہتے تھے وہ ازہر بے سرخی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا چہرہ اقدس پر پسینہ مبارک موتی کی طرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبودار تھا اور آپ کے موئے مبارک عمدہ مڑے ہوئے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے نہ بہت گھنگریالے جب آپ ان میں کنگھا کرتے تو جیسے ریت میں ہوا سے لہریں پڑجاتی ہیں ویسی وہی معلوم ہوتیں۔ (سبحان اللہ)

حدیث: مروی ہے کہ آپ کے بال شانوں سے لگتے تھے اور اکثر روایات میں ہے کہ کانوں کی لو تک تھے اور کبھی آپ ان کو چار لچھے کردیتے تھے ہر گوش مبارک دو لچھوں کے بیچ میں نکلا رہتا اور کبھی آپ بالوں کو کانوں کے اوپر کردیتے تو آپ کی گردن کا کنارا چھلکتا محسوس ہوتا اور آپ کے سرمبارک اور ڈاڑھی شریف میں سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہیں ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جس نے آپ کے چہرہ کا وصف بیان کیا۔ اس نے اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی چونکہ آپ کی جلد مبارک صاف تھی تو اس لئے آپ کی رضا اور ناراضگی چہرہ سے معلوم ہوجاتی تھی اور لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہیں ہیں جیسے آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے۔ امین نبی الخیر یدعو کضوء البدر زایلہ الظلام۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم امین و مصطفیٰ اور خیر کے داعی ہیں ںں کے چاند کی طرح روشنی جو اندھیروں میں نمودار ہو۔

پیشانی و ناک: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی پیشانی وسیع اور بھویں باریک کامل اور دونوں بھوؤں کے درمیان نور تاباں گویا ان کے درمیان خالص چاندی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی دونوں آنکھیں کشادہ تھیں اور ان کی سیاہی خوب گہری تھی اور آپ کی آنکھ میں گویا سرخی کا اختلاط تھا پلکیں طویل اور کثرت سے تھی

کہ قریب ملنے کے ہوگئی تھیں۔

ناک مبارک: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ تبسم فرماتے تو ان کی چمک بجلی کی دمک معلوم ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لب مبارک تمام انسانوں سے لطیف اور حسین تر تھے اور آپ کے رخسار مبارک غیرمرتفع اور سخت تھے اور آپ کا چہرہ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بدکہ کسی کسی قدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور آپ اسے کترواتے نہ تھے بلکہ رکھتے اور موچھیں کترواتے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گردن تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی تھی نہ چھوٹی جس قدر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جس میں سونا ملا ہو معلوم ہوتی اور اس کی چمک میں چاندی کی جھلک اور کندن کی دمک نظر آتی اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سفید سینہ چوڑا تھا کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے ابھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالوں کا خط باریک دھار کی طرح تھا اور اس کے سوا پیٹ اور سینہ پر کوئی بال نہ تھا آپ کے شکم مبارک میں تین شکن تھے ایک تہہ کے نیچے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دونوں شانے بڑے تھے اور ان پر بال کثرت سے تھے اور آپ کے شانوں کہنیوں اور کمر کے جوڑ پر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونوں شانوں کے درمیان شانہ راست کے متصل مہرنبوت تھی جس میں ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اس کے گرد کچھ بال مسلسل گھوڑے کے بال کی طرح تھے اور آپ کے دونوں بازو اور ہاتھ پر گوشت تھے اور دونوں بندوبست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پاؤں کشیدہ اور انگلیاں گویا چاندی کی شاخیں تھیں۔ آپ کی ہتھیلی ریشم سے بھی زیادہ نرم گویا خوشبوں میں عطر فروش کی ہتھیلی تھی آپ اس پر خوشبو لگاتے یا نہ لگاتے۔ مصافحہ کرنے والا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اس کی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنے دست مبارک شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کی وجہ سے جو اس کے سر میں ہوتی وہ دوسرے لڑکوں سے پہچانا جاتا۔[1]

بدن نورانی: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تہہ کی نیچے کا بدن یعنی رانیں اور پنڈلیاں پر گوشت تھیں اور آپ کا بدن موٹے پن میں معتدل تھا آخر عمر میں کچھ لحیم ہوگئے تھے مگر گوشت ایسا چست کہ گویا مچھلی کی خلقت پر آپ کا نمونہ پر ہے قریبی سے آپکو کچھ ضرر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رفتار ایسی تھی گویاں پاؤں کو جماکر اٹھاتے تھے انچان سے نیچے کو تشریف۔ لاتے تو قدم کو آگے جھک کر رکھتے اور پاؤں قریب قریب رکھ کر چلتے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اوروں کی بہ نسبت آدم علیہ والسلام سے زیادہ مشابہ ہوں اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام خلقت اور اخلاق میں مجھ سے زیادہ مشابہ تھے اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہاں میرے دس نام ہیں میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں میں احمد ہوں میں حامد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں میں ماحی ہوں میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر محو فرمائے گا میں عاقب ہوں یعنی پیچھے آنے والا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں

---

[1] حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشبو کے متعلق فقیر کا رسالہ خوشبوئے رسول پڑھئے۔ اویسی غفرلہ

حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائے گا اور میں رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مقفی ہوں کہ تمام لوگوں کے بعد آیا یعنی انبیاء علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہوں اور میں قثم

معجزات: ابوالبختری نے کہا کہ قثم بمعنی کامل اور جامع جمیع صفات ہیں۔

بیان نمبر13 معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

تمہید: جو شخص حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپ کے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور انکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو خوش لگے اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سے اور نیز جو عجائب و غرائب آپ نے دقیق مسائل میں ارشاد فرمائے اور مخلوق کی بہتری میں تدبیرات عجیبہ نکالیں اور ظاہر شرع کی تفصیل میں عمدہ اشارات فرمائے جن کی ادنیٰ باریکیوں کے دریافت میں فقہاء علماء عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہیں ان سب پر غور کرے تو اسے کوئی شک شبہ نہ رہے گا کہ یہ امور ایسے نہیں کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہوں بلکہ تائید غیبی لاریبی کے ممکن نہیں اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتیں محال ہیں آپ کے علامات ظاہری اور احوال ہی آپ کے صدق کی قطعی دلیل ہیں۔ یہاں تک کہ خالص عزلی آپ کو دیکھ کر کہتا کہ یہ صورت جھوٹوں کی نہیں یعنی مجرد علامات ظاہری کے نظر کرنے کے آپ کے صدق کی شہادت دیتے تھے تو جس شخص نے آپ کی عادات مشاہدہ کیا ہو اور تمام حالات معلوم ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صدق اور علو منصب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ اللہ عزوجل کی ہم نے آپ کو تمام نعمتیں عنایت کی حالانکہ آپ امی محض تھے نہ کسی سے علم پڑھا نہ کتابوں کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب میں سفر کیا ہمیشہ جہال عرب میں رہے باایں ہمہ یتیم اور مسکین اور لوگوں کی نظروں میں عامی نظر آئے تو ایسی ظاہری بے سروسامانی میں آپ کو محاسن اخلاق آداب اور مصالح فقیہ کی معرفت کہاں سے ملے اور قوت بشری ان امور کو کیسے جان سکتی ہے اگر بجز ان امور ظاہری کے اور باتیں آپ میں نہ ہوتی تو یہی کافی تھیں مگر آپ کے ہاتھوں معجزے اور نشانیاں بھی اتنا ظاہر ہوئی ہیں کہ ان کے بعد پھر کسی طرح کا شبہ کسی سمجھ دار کو نہیں رہتا اور ہم آپ کے معجزات میں سے وہ ذکر کرتے ہیں جو احادیث میں مشہور ہیں اور صحاح میں ثابت اور ان کو بطور اجمال بغیر تمام قصہ کے نقل کے لکھتے ہیں۔

(تفصیل معجزاتؐ)(معجزہ شق القمر): جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش نے معجزہ طلب کیا تو آپ نے اشارہ سے چاند چیر دیا۔ (2) حضرت جابر کے مکان پر اور خندق میں بہت لوگوں کو سیر بھر جو میں کھانا کھلایا حضرت ابو طلحہ کے مکان پر تھوڑی غذا سے بہت سے لوگوں بھوکوں کو شکم سیر فرمادیا۔

معجزہ شق القمر کی روایات معنی متواتر اور اصلاحا" مشہور ہیں نیچری اور ان کی پیروی میں ابوالاعلیٰ مودودی نے انکار کیا۔ فقیر نے ایک ضخیم تصنیف اس کے ردّ میں لکھی اس کا مطالعہ کیجئے۔ اویسی غفرلہ

(4) ایک دفعہ ایک صاع جو ایک بکری کے بچہ سے اسی آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ (5) ایک دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو کی چند روٹیاں اپنے ہاتھ میں لے گئے ان کو اسی (80) آدمیوں سے زیادہ کو کھلا دیا۔ (6) ایک دفعہ تھوڑے خرمے بشر کے بیٹے اپنے ہاتھوں میں لائے ان سے آپ نے تمام لشکر والوں کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے۔ (7) ایک چھوٹا پیالہ تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ نہ بھی پھیل سکتا تھا۔ اس میں اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا۔ سب صحابہ پیاسے تھے۔ (8) آپ نے ایک دفعہ وضو کا پانی تبوک کے چشمہ میں ڈال دیا اور اس میں پانی نہیں تھا تو اس میں اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والوں نے جو ہزاروں تھے پانی پیا اور سیر ہوگئے۔ (9) ایک دفعہ حدیبیہ کے کنویں میں بقیہ وضو کا پانی ڈالا تو اس میں باوجود کہ پانی نہ تھا مگر پانی نے ایسا جوش کر آیا پندرہ سو آدمیوں نے پانی پیا۔ (10) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے (جو سب مل کر اونٹ کے گھٹنے کے برابر تھے) چار سو سواروں کو زادراہ حوالہ کرو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب کو زادراہ بھی دیدیا اور اسی قدر بچ بھی رہے۔ (11) آپ نے ایک مٹھی مٹی لے کر لشکر کی طرف پھینکی اور سب کی آنکھوں میں پڑی اور بیکار کردیا چنانچہ قرآن مجید میں بھی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی۔ (الانفال 17) ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے کہانت کو آپ کے معبوث ہونے سے باطل کردیا کہ بالکل نیست و نابود ہوگئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ (13) جب آپ کیلئے ممبر تیار ہوا تو جس کے ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اس نے گریہ کیا۔ یہاں تک کہ اس کی آواز اونٹ کی آواز کی طرح تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنی۔ آپ نے اس کو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہوگیا۔ (14) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور ان کو آگاہ کردیا کہ تمنا نہ کرسکوگے تو ایسا ہی ہوا کہ بول ہی نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہوگئے اور یہ قصہ مذکور ہے جو جامع مسجدوں میں مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر پڑھی جاتی ہے۔

معجزات علم غیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی۔ مثلاً (1) حضرت عثمان غنی کو خبر دی کہ تم پر جلوہ ہوگا جس کے بعد جنت ہے۔ (2) حضرت عمار کو فرمایا کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ (3) حضرت حسن کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنی اس شخص نے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا طویل معجزہ نہ صرف ایک بلکہ اس میں کئی معجزات ضمناً مذکور ہیں۔ مثلاً (1) بکری مذبوحہ کا احیاء (2) جابر رضی اللہ عنہ کے دو مردہ بچوں کا زندہ کرنا اس پچھلے معجزہ کا انکار منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دیوبندیوں' وہابیوں اور ان کے ہمنوا فرقوں کو ہے حالانکہ تاریخ اس میں اور شواہد النبوۃ للجامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف شرح جامی میں واقعہ موجود ہے۔ حوالہ کے علاوہ عقلاً اور دلائل شرعیہ کے اصول و ضوابط پر بھی اس کا انکار نہیں ہوسکتا لیکن جسے میں نہ مانوں کا مرض اسے کون سمجھائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معجزہ کی تفصیل فقیر نے المبشرات فی المعجزات میں عرض کی مختصراً لیکن احیاء العلوم شریف کے مضمون کی بہ نسبت مفصلاً حاضر ہے۔

فائدہ: یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جن وجوہ سے معرفت بہت زیادہ ہوتی ہے ان سے کسی طرح معلوم ہوسکتیں۔ نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی آگاہی اور وحی سے آپ کو معلوم ہوئی تھیں۔ سفر ہجرت میں سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں اتر گئے اور ایک دھواں اس کے پیچھے آیا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ سے فریاد کی آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اسے غیبی خبر دی کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ (6) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسود عنسی کا دعویٰ قتل کیا تھا اسی رات مارا گیا جس رات کا آپ نے فرمایا تھا حالانکہ وہ یمن میں قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمایا تھا۔ (7) قریش کے سوا آدمی جو آپ کی گھات میں بیٹھے تھے آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور سب کے سر پر خاک ڈال آئے مگر انہوں نے آپ کو نہ دیکھا۔ (8) صحابہ کے روبرو اونٹ نے شکایت کی آپ نے ان کی خوراک کا انتظام فرمایا (9) چند اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص دوزخ میں جائے گا۔ اس کی داڑھ کوہ احد جیسی ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ وہ لوگ اسلام پر مرے صرف ایک مرتد ہوگیا۔ اسی ارتداد کی حالت میں مارا گیا۔ (10) چند اصحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے جو سب کے بعد ملے گا آگ میں ہوگا اور ایسا ہی ہوا جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ میں گرا اور جل کر مرگیا۔

مزید معجزات غیبی: (1) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قضائے حاجت کیلئے دو درختوں کو بلایا وہ حاضر ہوئے اور مل گئے پھر آپ نے حکم فرمایا تو وہ جدا ہوکر جہاں تھے وہاں چلے گئے۔ (2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ کو مباہلہ کیلئے بلایا وہ نہ آئے اور ان سے فرما دیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہوجاؤ گے انہوں نے یقین کیا کہ آپ درست فرماتے ہی کہ اس لئے نہ آئے۔ (4) عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے عزم سے آئے مگر ان سے کچھ نہ ہوسکا اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تو عامر طاعون میں ہلاک ہوا اور ان پر بجلی گری۔ اس نے اسے پھونک دیا۔ (5) آپ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو میں قتل کروں گا جنگ احد میں آپ نے اسے معمولی کوچا دیا کہ اس میں اس کی موت آئی۔ (6) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس نے آپ کے ساتھ کھایا تھا وہ تو مرگیا اور آپ چار سال تک اس کے بعد زندہ رہے۔ (7) بکری کے دست میں جو زہر ملا ہوا تھا اس نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ میں زہر ہے۔ (8) جنگ بدر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرداران قریش کے مرنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام فرما دیا کہ فلاں یہاں کرے گا اور فلاں تو جو جگہ جس کیلئے فرمائی تھی اس سے اس نے تجاوز نہ کیا۔ (9) آپ نے آگاہ فرما دیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کریں گے چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ (10) آپ کے لئے زمین یکجا کردی گئی اس کے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپ نے فرما دیا کہ میری امت کا

ا۔ استن حنانہ کی حدیث متواتر المعنی ہے اس پر فلسفیوں کو اعتراضات کئے ہیں فقیر نے اسے تفصیل و تحقیق کے ساتھ۔ صدائے نوی شرح مثنوی معنوی میں کہا ہے۔ اویسی غفرلہ

ملک عنقریب وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لئے زمین یکجا کی گئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت ابتدائے مشرق یعنی بلاد ترک سے آخر مغرب یعنی بحر اندلس اور بلاد بربر تک پھیلی اور جنوب و شمال میں نہ پھیلی جب فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (11) اپنی لخت جگر فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں پہلے تم مجھ سے ملو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (12) آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم میں خیرات زیادہ کرتی ہوگی وہ مجھے جلد تر ملے گی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کر کے خیرات کیا کرتی تھیں۔ سب سے اول واصل بحق ہوئیں۔ (13) آپ نے بھلا بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا جس نے کبھی دودھ نہ دیا تھا تو وہ دودھ دینے لگی۔

فائدہ: یہی واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا کے مسلمان ہونے کا سبب ہوا۔ (14) ایک دفعہ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (15) کسی صحابی کی آنکھ نکل کر گر پڑی تھی آپ نے اسے اپنے دست مبارک سے اسی جگہ رکھ دیا تو وہ آنکھ دونوں میں صحیح اور خوبصورت زیادہ ہوگئی۔ (16) خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ نے اپنالعاب مبارک لگا دیا اسی وقت اچھی ہوگئی۔ آپ نے ان کو جھنڈا دے کر روانہ فرمایا۔ (17) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ (18) ایک صحابی کی ٹانگ میں چوٹ آئی تھی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہوگئی۔ (19) ایک دفعہ آپ کے ساتھ لشکر ہم رکاب تھا اس میں زاد راہ کی کمی ہوئی آپ نے جس قدر زاد راہ لوگوں کے پاس رہ گیا تھا اسے آپ نے ہاتھ لگایا چونکہ وہ بہت تھوڑا تھا آپ نے اس میں برکت کی دعا کی پھر اہل لشکر کو اجازت دیدی کہ لے جاؤ۔ انہوں نے اتنا لیا کوئی برتن نہ رہا کہ اس سے بھر نہ گیا ہو۔ (20) حکم بن العاص (خبیث) نے آپ کی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ایسا ہوگا پس وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا چلتا۔ یہاں تک کہ مرگیا۔ (21) ایک عورت سے حضور علیہ السلام نے پیام نکاح دیا اس کے بارے بہانہ کیا کہ اسے برص ہے حالانکہ اسے برص کا مرض نہ تھا۔ آپ نے فرمایا وہ ایسی ہی ہوگی تو اس عورت کو مرض برص ہوگیا وہ عورت شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔

فائدہ: ان کے علاوہ آپ کے معجزات و آیات کثرت ہیں ہم نے صرف چند مشہور پر اکتفا کیا۔

مسئلہ: جو شخص آپ کے ذن عادت میں شک کرے اور کہے کہ ان واقعات میں سے بہ نقل متواتر مروی نہیں اور متواتر صرف قرآن مجید ہے تو وہ ایسا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت میں شک کرے۔ کہ ان دونوں کے حالات غیر متواتر ہیں۔ (انتباہ) یاد رہے کہ مجموعہ واقعات مل کر بیشک علم بدیہی شجاعت و سخاوت واضح کرتے ہیں پھر قرآن کے متواتر ہونے میں کسی طرح شک نہیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا معجزہ

نصاریٰ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مخالف تھے لیکن باوجود اس کے آپ کے علم غیب کو مان گئے لیکن دور حاضرہ کا مسلمان کہلوا کر نہ مانے تو وہ مذہبا" کیا ہوا۔ اویسی غفرلہ

ا اسے کہتے ہیں کن کی زبان۔ اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے فقیر کا رسالہ "کن کی کنجی" پڑھئے۔

حال موجود اور باقی ہے اور آپ کے سوا کسی نبی علیہ السلام کا معجزہ باقی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے بلغا اور عرب کے فصحا کو تلاش کیا اور اس وقت جزیرہ عرب میں اس قسم کے لوگ ہزاروں تھے۔ ان کا فصاحت کا پیشہ تھا اور اس سے آپس میں فخر کرتے تھے اور سب سے آپ نے اعلانیہ فرمایا کہ اگر قرآن مجید میں شک ہے تو اس کا مثل لاؤ یا ایسی سورتیں یا ایک سورۃ اس جیسی بنا کر لاؤ اور ان کے سامنے فرمایا۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (پ15 بنی اسرائیل 88) ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ انہیں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

فائدہ آپ نے ان لوگوں کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوئے اور اپنی جانوں کو قتل کرایا اور عورتوں اور بچوں کو قید میں ڈالا مگر یہ نہ ہو سکا کہ قرآن مجید کا معاوضہ کریں یا اس کی خوبی و فصاحت میں اعتراض اور طعن و تشنیع کر سکیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم میں شرقاً غرباً پھیلا اور قرن در قرن اور زمانہ در زمانہ گزرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آج قریب پانچ سو پنجاہ سال گزرے کوئی اس کے معاوضہ پر قادر نہ ہوا۔ اس سے اور بڑا بدبخت اور غبی ہے وہ جو آپ کے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور یقین نہ کرے کہ آپ کی شریعت اب تک دائم اور قائم ہے اور اطراف عالم میں شائع اور ذائع ہے اور باوجود آپ کی یتیمی اور مسکینی کے تمام روئے زمین کے بادشاہ آپ کے عہد مبارک میں اور آپ کے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتوں کے معلوم کرنے کے بعد پھر کس طرح کا شک آپ کے صدق میں کرے اور بڑا خوش بخت وہ ہے جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق صدق دل سے کرے اور ہر فعل میں آپ کے قدم بقدم چلے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آپ کے اقتدا کی اخلاق و افعال اور احوال و اقوال میں اپنی عنایت و کرم سے توفیق رحمت فرمائے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ بفضل تعالیٰ جلد دوم ختم ہوا اس کے بعد جلد ثالث کا پہلا باب شروع ہوگا۔ اس میں قلب کے عجائب کی شرح ہوگی۔ (ان شاء اللہ ثم ان شاء رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ جلد ثالث کے مہلکات کے ربع اول ہے۔

ا۔ یہ امام غزالی قدس سرہ کا زمانہ ہے اور ہم کہیں گے کہ آج چودہ سو سال سے اوپر کئی سال گزر گئے لیکن کسی کو جرات نہ ہوئی کہ قرآن مجید کے خلاف آواز اٹھا سکے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور غوث اعظم جیلانی شہباز لامکانی الشیخ السید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کی برکت سے مدینے کا بھکاری فقیر ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ نے احیاء العلوم کے ترجمہ انطاق المفہوم سے 9 ذیقعدہ 1417ھ مطابق 19-مارچ بروز بدھ قبل صلوٰۃ العصر فراغت پائی۔ الحمدللہ علی ذلک وصلی اللہ تعالیٰ حبیبہ الاکرم و بارک و کرم وسلم وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین و اولیاء امتہ الکاملین و علماء ملتہ اجمعین۔

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۱۰۱۲ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بسعی واہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبدالقادر علوی

خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ

مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

شبیر برادرز - ۴۰ بی اردو بازار - لاہور

لمعۃ النور

فی ترجمہ

شرح الصدور

تالیف

حضرت علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی علیہ الرحمۃ

ترجمہ اردو

ابو صالح حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر:

شبیر برادرز

۴۰۔ بی۔ اردو بازار، لاہور فون: ۷۲۴۶۰۰۶